جلد دوم

أبواب الحج... أبواب اللباس

أحاديث: 809 - 1787

تالیف: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی

جامع ترمذی (اُردو)

ترجمہ و فوائد: شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی

شعبہ تحقیق و تالیف دارُالسّلام

دار السلام
DARUSSALAM

2

جامع ترمذی (اُردو)

دارالسلام
عالمی اشاعتی ادارہ

سعودی عرب

(ہیڈ آفس) پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب
فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس:4021659 www.darussalamksa.com
Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الریاض • العلیا۔فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 1 00966 فیکس: 4735221
• سویدی فون: 4286641 1 00966 • سویلم فون/فیکس: 2860422 1 00966
جدّہ فون: 6879254 2 00966 فیکس:6336270 مدینہ منورہ فون: 8234446,8230038 4 00966 فیکس:8151121 04
الخبر فون:8692900 3 00966 فیکس:8691551 3 00966 خمیس مشیط فون/فیکس:2207055 7 00966
ینبع البحر فون:0500887341 فیکس:8691551 قصیم (بریدہ) فون:0503417156 فیکس:3696124 6 00966

دیگر ممالک

امریکہ • نیویارک فون:5925 625 718 001 • ہوسٹن:0419 722 713 001 کینیڈا • نصیرالدین الخطاب فون:4186619 416 001
لندن • دارالسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ فون:77252246 20 0044-85394885 20 0044 • دارکمہ انٹرنیشنل:7739309 0121 0044
متحدہ عرب امارات • شارجہ فون:5632623 6 00971 فیکس:5632624 فرانس فون:52928 480 01 0033 فیکس:52997 480 01 0033
انڈیا • دارالسلام انڈیا فون:45566249 44 0091 موبائل:12041 98841 0091 • اسلامک بکس انٹرنیشنل فون:4180 2373 22 0091
• ہُدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرز فون:4892 2451 40 0091 موبائل:30850 98493 0091 • ایم ایس براک انٹر پرائز فون:42157847 44 0091
سری لنکا • دارالکتاب فون:358712 115 0094 • دارالایمان ٹرسٹ فون:2669197 114 0094

پاکستان

ہیڈ آفس و مرکزی شوروم (مین برانچ ①) 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون:00 324 372 ,24 400 372 ,34 240 373 42 0092 فیکس:72 540 373 042
www.darussalam.pk
برانچ ② اُردو بازار: غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون:54 200 371 42 0092 فیکس:03 207 373 042
برانچ ③ ڈیفنس: Y بلاک، گول کمرشل مارکیٹ، دکان:2 (گراؤنڈ فلور) ڈیفنس، لاہور فون:10 926 356 42 0092
برانچ ④ گلبرگ: دکان نمبر2، گراؤنڈ فلور، بگ سٹی پلازہ لبرٹی گول چکر، گلبرگ III لاہور فون:50 738 357 42 0092

کراچی برانچ ① مین طارق روڈ، ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی فون:36 939 343 21 0092 فیکس:37 939 343 21 0092
برانچ ② شاپ 2 گلشن ٹریڈ سنٹر (متصل MCB) گلشن چورنگی مین راشد منہاس روڈ گلشن اقبال بلاک 5 کراچی فون: 38 39 99 34 021

اسلام آباد F-8 مرکز، ایوب مارکیٹ، شاہ ویز سنٹر فون:13 15 228 51 0092 islamabad@darussalampk.com

ملتان نزد چونگی نمبر9، ملحقہ ہانسہ بوسن روڈ ملتان فون:24 00 622 61 0092

فیصل آباد بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد فون:944 11 26 41 0092

2

أبواب الحج... أبواب اللباس

أحاديث: 809 - 1787

جامع ترمذی (اُردو)

تالیف

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ

ترجمہ و فوائد

شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ

نظر ثانی، تصحیح و تنقیح اور اضافات

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
مولانا محمد عثمان منیب حفظہ اللہ
مولانا ابوعبداللہ محمد عبدالجبار حفظہ اللہ
قاری طارق جاوید عارفی حفظہ اللہ
مولانا مختار احمد ضیار حفظہ اللہ
مولانا حافظ صداقت اکرام حفظہ اللہ

دار السلام
DARUSSALAM

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

الترمذي ، محمد بن عيسى ،

جامع الترمذي المجلد الثاني أردو./ محمد بن عيسى الترمذي، عبدالعزيز العلوي.-الرياض، ١٤٤٢هـ

ص: ٨٤٠، مقاس ١٧ x ٢٤ سم

ردمك: ٠-٤٥١-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

١-الحديث-سنن أ.العلوي،عبدالعزيز(مترجم) ب. العنوان

ديوي ٢٣٥،٣ ١٤٤٢/٩٥٠

رقم الإيداع: ١٤٤٢/٩٥٠

ردمك: ٠-٤٥١-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

فہرست مضامین (جلد دوم)

أبواب الحج عن رسول الله ﷺ — حج سے متعلق احکام و مسائل — 3

أبواب الجنائز عن رسول الله ﷺ

رسول اللہ ﷺ سے منقول جنازے کے احکام و مسائل

أَبْوَابُ الطَّلَاقِ وَاللِّعَانِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ — طلاق اور لعان کے احکام ومسائل — 347

أَبْوَابُ الدِّيَاتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ — دیتوں کا حکم 537

١٦ - أَبْوَابُ الصَّيْدِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ — شکار کے احکام و مسائل 607

أَبْوَابُ الْأَضَاحِي عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ — رسول اکرم ﷺ سے منقول قربانیوں کے مسائل 629

أَبْوَابُ السِّيَرِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ — جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے معمولات کا بیان 673

أَبْوَابُ الْجِهَادِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ — رسول اللہ ﷺ سے منقول جہاد کے مسائل — 76

ارشادِ باری تعالیٰ

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

"اللہ نے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے جو اس کی طرف سفر کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔" (آل عمران 3:97)

حج کے متعلق احکام ومسائل

حج کے لغوی معنی قصد وزیارت کے ہیں اور خلیلی کے بقول محترم ومعظم جگہ کا بار بار قصد کرنا حج کہلاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں بیت اللہ الحرام کا مخصوص دنوں میں مخصوص اعمال کے ساتھ قصد کرنا حج کہلاتا ہے۔ اس کی فرضیت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جمہور کے نزدیک چھ ہجری میں فرض ہوا، لیکن اس کی فوراً ادائیگی اس لیے ممکن نہ تھی کہ اس وقت بیت اللہ مشرکین مکہ کے قبضے میں تھا۔ فتح مکہ کے فوراً بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت میں مسلمانوں نے حج کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال 9 ھ میں اس لیے حج نہ کیا کہ ابھی تک مشرکوں کو بے لباس عریاں حالت میں طواف سے روکا نہیں گیا تھا۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حج میں جاہلیت کی اس رسم کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے سال 10 ھ میں حج کیا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ کے نزدیک حج کی استطاعت اور قدرت حاصل ہونے کے بعد فوراً حج کرنا فرض ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے۔ امام شافعی اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک حج فوراً کرنا لازم نہیں، امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا ایک قول یہی ہے۔ (معارف السنن: 4/6)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ٧) أَبْوَابُ الْحَجِّ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ٥)

حج کے متعلق احکام ومسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي حُرْمَةِ مَكَّةَ (التحفة ١)

٨٠٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَّهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلٰى مَكَّةَ: ائْذَنْ لِّي أَيُّهَا الْأَمِيرُ! أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْغَدَ مِنْ يَّوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ، أَنَّهُ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ تَعَالٰى وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ وَلَا يَحِلُّ لِامْرِيءٍ يُّؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّسْفِكَ فِيهَا دَمًا أَوْ يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ: إِنَّ اللهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ ﷺ وَلَمْ يَأْذَنْ لَّكَ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهِ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ

باب: 1- مکہ کی حرمت (احترام وتعظیم) کا بیان

[809] سیدنا ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عمرو بن سعید سے کہا جب کہ وہ مکے کی طرف دستے بھیج رہا تھا: اے امیر! مجھے اجازت دیجیے کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان سناؤں جو آپ نے فتح مکہ سے اگلے دن ارشاد فرمایا تھا۔ میں نے اپنے دونوں کانوں سے وہ فرمان خود سنا تھا۔ میرے دل نے اس کو یاد رکھا اور جب آپ ﷺ نے یہ فرمان صادر فرمایا، میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا: ''بلاشبہ مکے کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے، اس کی حرمت کا فیصلہ لوگوں نے نہیں کیا۔ کسی انسان کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، جائز نہیں کہ وہ یہاں خون ریزی کرے یا یہاں کا کوئی درخت کاٹے۔ اور اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی لڑائی کو رخصت کا بہانہ بنائے تو

٨٠٩- أخرجه مسلم، الحج، باب تحريم مكة وتحريم صيدها ... إلخ، ح: ١٣٥٤ عن قتيبة والبخاري، ح: ١٠٤ من حديث الليث بن سعد به * وفي الباب عن أبي هريرة [مسلم، ح: ١٣٥٥ والبخاري، ح: ٢٤٣٤]، وابن عباس [البخاري، ح: ١٣٤٩ ومسلم، ح: ١٣٥٣].

الْغَائِبَ» فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ: مَا قَالَ لَكَ عَمْرُو بْنُ سَعِيدٍ؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ مِنْكَ بِذٰلِكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ! إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَّلَا فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخَرَبَةٍ.

اسے کہو: اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تجھے اجازت نہیں دی۔ اور مجھے بھی صرف تھوڑے سے وقت کے لیے اجازت دی ہے۔ آج اس کی حرمت کل (گزشتہ) کی حرمت کی طرح لوٹ آئی ہے (اور قیامت تک کسی کے لیے اس کا جواز نہیں ہے۔) اور ''یہاں موجود لوگ (جو میری بات سن رہے ہیں) غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیں۔ (میرا پیغام ان لوگوں کو سنا دیں جو سن نہیں رہے۔'') تو ابوشریح رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا؟ (انھوں نے بتلایا کہ) اس نے کہا: اے ابوشریح! میں یہ باتیں تم سے زیادہ جانتا ہوں، حرم کسی نافرمان یا ایسے آدمی کو جو خون کر کے بھاگا ہو یا بگاڑ و فساد اور کسی کا نقصان کر کے بھاگا ہو، پناہ نہیں دیتا۔ (ایسے لوگوں کے خلاف حرم میں کارروائی ہو سکتی ہے۔)

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَيُرْوٰى [وَلَا فَارًّا] بِخِزْيَةٍ [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي شُرَيْحٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيُّ اسْمُهُ خُوَيْلِدُ بْنُ عَمْرٍو [وَهُوَ الْعَدَوِيُّ] [وَهُوَ] الْكَعْبِيُّ وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: وَلَا فَارًّا بِخَرَبَةٍ يَعْنِي جِنَايَةً، يَقُولُ: مَنْ جَنٰى جِنَايَةً أَوْ أَصَابَ دَمًا ثُمَّ جَاءَ إِلَى الْحَرَمِ فَإِنَّهُ يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سابقہ جملہ [وَلَا فَارًّا بِخَرَبَةٍ] کو [وَلَا فَارًّا بِخِزْيَةٍ] بھی روایت کیا گیا ہے۔ (اور مفہوم ہے: جو کسی کو بلا و مصیبت میں مبتلا کر کے بھاگا ہو) اور اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوشریح رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوشریح کا نام خویلد بن عمرو ہے اور وہ عدوی اور کعبی ہیں۔ حدیث میں وارد [وَلَا فَارًّا بِخَرَبَةٍ] کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی کسی قسم کا قصور یا خون کر کے حرم میں پناہ گزیں ہو گیا ہو تو اس پر حد قائم کی جائے گی۔

لغوی تشریح: بُعُوث، بَعْثٌ کی جمع ہے، دستہ، پارٹی۔ يَعْضِدُ: کاٹے۔ تَرَخَّصَ: رخصت چاہے، سندِ جواز بنائے۔ سَاعَةً: کچھ وقت، جو سورج کے نکلنے سے عصر تک تھا۔ فَارًّا بِدَمٍ: قتل سے بچنے کے لیے یا خون ریزی کر کے بھاگنے والا۔ خَرَبَة: بگاڑ اور فساد کو کہتے ہیں، مراد کسی کو نقصان پہنچانا ہے۔

فوائد و مسائل: ① عمرو بن سعید بن العاص جو اشدق کے نام سے معروف ہے، مدینہ طیبہ میں یزید کا گورنر تھا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا اور مدینے سے مکہ مکرمہ آ کر مکے میں اپنی خلافت قائم کر لی تھی، اس لیے

یزید نے عمرو بن سعید کو ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ لشکر بھیجنے کا حکم دیا اور وہ تعمیل حکم میں فوجیں بھیج رہا تھا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں چار افراد کے سوا تمام لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی: سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر، سیدنا معاویہ کے دور میں فوت ہو گئے اور سیدنا عبداللہ بن عمر نے سیدنا معاویہ کی وفات کے بعد یزید کی بیعت کر لی۔ صرف دو افراد رہ گئے، سیدنا حسین بن علی، کوفے والوں کے اصرار پر کوفہ روانہ ہو گئے اور ان کی بدعہدی اور بے وفائی کے سبب شہید ہو گئے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر مکہ مکرمہ میں آ گئے اور اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ یزید نے اپنی حکومت مستحکم کرنے کے لیے ان پر قابو پانا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ ② حرم مکہ میں اُگنے والی نباتات کی تین قسمیں ہیں: ✱ وہ درخت یا نباتات وسبزہ جو انسان خود اپنی محنت سے کاشت کرتا ہے، اس کا کاٹنا جائز ہے۔ ✱ وہ نباتات جو انھی نباتات کی جنس سے ہوں جن کو عام طور پر خود کاشت کرتے ہیں، وہ بھی اگر خودرو ہوں، لوگوں کے اُگائے بغیر ہی اُگ آئیں تو ان کو کاٹنا یا اکھیڑنا بھی جائز ہے۔ ✱ خودرو گھاس اور درخت کو اِذخر کے سوا کاٹنا یا اُکھاڑنا جائز نہیں۔ ہاں اگر یہ خود مرجھا جائیں یا ٹوٹ جائیں یا جل جائیں تو پھر ان کو استعمال کرنا جائز ہے اور ائمۂ حجاز مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک حرم مدینہ کا حکم بھی حرم مکہ والا ہے۔ یہاں بھی شکار کرنا یا درخت کاٹنا ناجائز ہے۔ اگر کوئی یہ کام کرے گا تو مجرم اور گناہ گار ہو گا۔ اس کی سزا کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرم مدینہ کا حکم حرم مکہ والا نہیں ہے، اس لیے شکار کرنا یا درخت کاٹنا ناجائز نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (معارف السنن: 574/6) ③ اگر کوئی شخص کوئی جرم کر کے حرم میں پناہ لے لے تو وہ جرم اگر قتل نفس سے کم ہو تو بالاتفاق اس سے قصاص حرم میں بھی لیا جا سکتا ہے اور اگر کسی کو قتل کیا ہو اور اس کا ارتکاب حرم کے اندر کیا ہو تو پھر بھی بالاتفاق اس سے حرم میں قصاص لیا جا سکتا ہے لیکن اگر چوری یا قتل کر کے حرم میں آ جائے تو پھر امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس پر حرم میں حد قائم کی جا سکتی ہے۔ امام ابوحنیفہ اور احمد کے نزدیک حرم میں حد قائم نہیں کی جائے گی، ہاں اس کا کھانا پینا بند کیا جائے گا تاکہ وہ حرم سے باہر نکلنے پر مجبور ہو جائے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 63/6) ④ عمرو بن سعید کا سیدنا ابوشریح رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا کہ: [أَنَا أَعْلَمُ مِنْكَ] درست نہیں کیونکہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کسی جرم وخیانت کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ اگر انھوں نے یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا تو اس کے حل کے لیے کوئی اور بہتر طریقہ اختیار کیا جا سکتا تھا جس سے حرم مکہ کی بے حرمتی لازم نہ آتی۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي ثَوَابِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ (التحفة ٢)

باب:2۔ حج اور عمرے کا ثواب

٨١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ

[810] سیدنا عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

٨١٠- أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب فضل المتابعة بين الحج والعمرة: ٥/ ١١٥، ١١٦، ح: ٢٦٣٢ من حديث أبي خالد الأحمر به وصرح بالسماع وصححه ابن حبان، ح: ٩٦٧ وابن خزيمة، ح: ٢٥١٢ * شقيق هو أبو وائل وعاصم هو ابن أبي النجود * وفي الباب عن عمر [ابن ماجه، ح: ٢٨٨٧]، وعامر بن ربيعة [أحمد، ح: ٣/ ٤٤٦، ٤٤٧]، وأبي هريرة [يأتي: ٨١١]، وعبدالله بن حبشي [النسائي، ح: ٢٥٢٧]، وأم سلمة [أبو داود، ح: ١٧٤١]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٢٥، ٣٣٤].

قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ [بْنِ مَسْعُودٍ] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ».

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حج اور عمرہ بار بار کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقیری و محتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے۔ اور حج مبرور کا اجر و ثواب تو بس جنت ہی ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ حُبْشِيٍّ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ.

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: اس مسئلے میں سیدنا عمر، عامر بن ربیعہ، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن حبشی، سیدہ ام سلمہ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نسبت سے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو انسان اخلاص اور حسن نیت سے حج اور عمرہ دونوں یکے بعد دیگرے کرے ایک سفر میں یا قریب قریب دو سفروں میں تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کے دریا میں غوطہ لگاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ ہر قسم کے گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے جس طرح آگ لوہے اور سونے چاندی سے ہر قسم کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے کیونکہ انسان یقیناً اس موقع پر توبہ اور استغفار کرتا ہے اور اپنے ہر قسم کے گناہوں کی معافی مانگتا ہے، اس لیے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حج و عمرے سے صرف صغیرہ (چھوٹے) گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ② اس کے علاوہ دنیا میں اس پر یہ فضل و کرم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو فقر و فاقے، محتاجی اور پریشان حالی سے نجات دیتا ہے اور اسے خوشحالی اور فارغ البالی نصیب ہوتی ہے کیونکہ کسی وجہ سے اگر ظاہری مال و دولت نہ بھی ملے تو اسے دل کی تونگری اور اطمینان قلب کی دولت تو نصیب ہو ہی جاتی ہے۔ مزید برآں آخرت میں حج مبرور، یعنی وہ حج جو ریا اور دکھلاوے سے خالی ہو، اس میں کسی قسم کے جرم و گناہ کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو، شرعی آداب و ہدایات کے مطابق سرانجام دیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت حاصل کر کے حج کرنے والے کو تقویٰ شعار اور پرہیز گار بنا دے، اس کا بدلہ اور اجر و ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

٨١١- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

[811] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس انسان نے حج کیا اور اس میں نہ کوئی شہوت انگیز حرکت کی، نہ فحش کام کیا اور نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہی کی تو اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیے

٨١١- أخرجه البخاري، المحصر، باب قول الله عزوجل: ﴿ولا فسوق ولا جدال في الحج﴾، ح: ١٨٢٠ ومسلم، ح: ١٣٥٠ من حديث سفيان بن عيينة به.

جائیں گے۔"

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو حَازِمٍ كُوفِيٌّ وَهُوَ الْأَشْجَعِيُّ وَاسْمُهُ سَلْمَانُ مَوْلٰى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوحازم راوی کوفی اشجعی ہے۔ اس کا نام سلمان ہے اور وہ عزّہ اشجعیہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔

فائدہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ایسے انسان کو جو حج کرے اور دوران حج میں کوئی شہوت انگیز اور فحش حرکت اور بات نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے، یہ بشارت سنائی گئی ہے کہ حج کی برکت سے اس کے سارے سابقہ گناہ معاف کردیے جائیں گے اور وہ گناہوں سے اسی طرح پاک صاف ہو کر لوٹے گا جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے دن بے گناہ تھا۔ اس حدیث سے گزشتہ گناہوں کی معافی کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے کیونکہ پیدائش کے دن انسان ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک صاف ہوتا ہے، تو گویا حج مبرور ومقبول سے انسان ہر گناہ سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ مِنَ التَّغْلِيظِ فِي تَرْكِ الْحَجِّ (التحفة ٣)

باب: 3۔ حج نہ کرنے کے بارے میں شدت اور سختی

٨١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَوْلٰى رَبِيعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ الْبَاهِلِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ مَلَكَ زَادًا [وَ]رَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلٰى بَيْتِ اللهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا وَذٰلِكَ [أَنَّ] اللهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ [آل عمران:٩٧].

[812] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو انسان سفر کے خرچ کا مالک ہو اور ایسی سواری بھی مہیا ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکے، اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو اس کے لیے کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے: "اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے، جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔" (آل عمران 97:3)

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَهِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَجْهُولٌ وَالْحَارِثُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور اس کی سند پر جرح ہے کیونکہ اس کا راوی ہلال بن عبداللہ مجہول ہے۔ اور

٨١٢- [ضعيف جدًا] أخرجه ابن عدي: ٧/ ٢٥٨٠ من حديث هلال به وهو متروك وأورده ابن الجوزي في الموضوعات: ٢/ ٢٠٩ من طريق الترمذي به، وله شواهد ضعيفة عند البيهقي: ٤/ ٣٣٤ وغيره وانظر نصب الراية: ٤/ ٤١١ وغيره.

حارث حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ الْحَجِّ بِالزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ (التحفة ٤)

باب:4۔حج زادراہ اور سواری میسر آنے سے فرض ہوتا ہے

٨١٣- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! ما يُوجِبُ الْحَجَّ؟ قَالَ: «الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ».

[813] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''سامان سفر اور سواری سے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَجُّ. وَإِبراهِيمُ هُوَ ابْنُ يَزِيدَ الْخَوزِيُّ الْمَكِّيُّ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ جب انسان کو زاد راہ اور سواری میسر ہو تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اور اس حدیث کا راوی ابراہیم بن یزید، خوزی، مکی ہے۔ بعض اہل علم نے اس کے حافظے پر جرح کی ہے۔

فائدہ: یہ روایت معناً صحیح ہے۔ قرآن مجید میں حج کی فرضیت کے لیے سفر کی استطاعت کی شرط لگائی گئی ہے کہ جو لوگ سفر کر کے مکہ معظمہ پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، ان پر حج کرنا فرض ہے۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ: كَمْ فُرِضَ الْحَجُّ؟ (التحفة ٥)

باب:5۔کس قدر یا کتنے حج فرض ہیں؟

٨١٤- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ ابْنُ وَرْدَانَ -كُوفِيٌّ- عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ

[814] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری: ''اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے، جو بھی اس تک پہنچ سکتا ہو۔'' لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال؟ آپ خاموش رہے۔

٨١٣۔ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب ما يوجب الحج، ح: ٢٨٩٦ من حديث وكيع به * إبراهيم بن يزيد الخوزي ضعيف وله طرق ضعيفة، عن أنس وعائشة وغيرهما.

٨١٤۔ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب فرض الحج، ح: ٢٨٨٤ من حديث منصور به، عبدالأعلى ضعيف الحديث وأبو البختري لم يسمع من علي وللحديث شواهد عند مسلم، ح: ١٣٣٧ وغيره من غير ذكر الآيات والله أعلم * وفي الباب عن ابن عباس [أبو داود، ح: ١٧٢١] وأبي هريرة [مسلم، ح: ١٣٣٧].

اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفِي كُلِّ عَامٍ؟ فَسَكَتَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ أَفِي كُلِّ عَامٍ؟ قَالَ: «لَا، وَلَوْ قُلْتُ: نَعَمْ، لَوَجَبَتْ» فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ [المائدة:١٠١].

انھوں نے پھر پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اور اگر میں کہہ دیتا کہ ہاں تو (ہر سال) فرض ہو جاتا۔'' اس پر یہ آیت اتری: ''اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو، اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں ناگوار محسوس ہوں۔'' (المائدۃ 101:5)

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاسْمُ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ وَهُوَ سَعِيدُ بْنُ فَيْرُوزَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی روایات وارد ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح اور اس سند سے غریب ہے۔ اور ابوالبختری راوی کا نام سعید بن ابی عمران ہے اور یہی سعید بن فیروز ہے۔

فائدہ: یہ روایت اس سیاق سے ضعیف ہے، تاہم آیات کے ذکر کے بغیر صحیح ہے۔ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حج زندگی میں ایک ہی دفعہ فرض ہے، ہاں نذر کی صورت میں دوبارہ بھی فرض ہو سکتا ہے۔ اور نبی ﷺ چونکہ قرآن کے شارح اور مفسر ہیں، اس لیے اگر آیت کے بیان میں آپ ﷺ ہر سال کا کہہ دیتے تو یہ قرآن کا بیان ہوتا، اور استطاعت کی صورت میں ہر سال حج کرنا فرض قرار پاتا۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ: كَمْ حَجَّ النَّبِيُّ ﷺ؟ (التحفة ٦)

باب: 6۔ نبی ﷺ نے کتنے حج کیے ہیں؟

٨١٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ [الْكُوفِيُّ]: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَجَّ ثَلَاثَ حِجَجٍ: حَجَّتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُهَاجِرَ وَحَجَّةً بَعْدَ مَا هَاجَرَ وَمَعَهَا عُمْرَةٌ فَسَاقَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ بَدَنَةً وَجَاءَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ بِبَقِيَّتِهَا فِيهَا جَمَلٌ لِّأَبِي جَهْلٍ فِي أَنْفِهِ بُرَةٌ مِّنْ فِضَّةٍ، فَنَحَرَهَا [رَسُولُ اللهِ ﷺ] وَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَطُبِخَتْ وَشَرِبَ مِنْ مَّرَقِهَا.

[815] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے تین حج کیے تھے: دو حج ہجرت سے پہلے اور ایک حج ہجرت کے بعد عمرے کے ساتھ۔ آپ اس میں تریسٹھ اونٹ ساتھ لے کر گئے تھے اور باقی اونٹ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے ان (اونٹوں) میں ابوجہل کا اونٹ بھی تھا جس کی ناک میں چاندی کی نکیل تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نحر کیا اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہر ہدی کے جانور کے گوشت سے ایک ایک ٹکڑا کاٹ لیا جائے، چنانچہ ان کو پکایا گیا اور آپ ﷺ نے ان کا شوربا پیا۔

٨١٥ـ [ضعيف بهذه السياقة] أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب حجة رسول الله ﷺ، ح: ٣٠٧٦ من حديث سفيان الثوري به وعنعن وصححه ابن خزيمة، ح: ٣٠٥٦ * وفي حديث ابن عباس علتان وله شاهد مرسل عند البيهقي: ٤/ ٣٤٢.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ وَّرَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ فِي كُتُبِهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، قَالَ: وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا فَلَمْ يَعْرِفْهُ مِنْ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَأَيْتُهُ لَا يَعُدُّ هٰذَا الْحَدِيثَ مَحْفُوظًا وَّقَالَ، إِنَّمَا يُرْوٰى عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُّجَاهِدٍ مُّرْسَلٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث سفیان کی سند سے غریب ہے۔ ہمارے علم میں اِسے صرف ان سے زید بن حباب بیان کرتا ہے۔ امام عبداللہ بن عبدالرحمن (دارمی) نے اپنی کتب میں اِسے عبداللہ بن ابی زیاد سے بیان کیا ہے۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو یہ ثوری کی مذکورہ سند سے ان کے علم میں نہ تھی اور وہ اس حدیث کو محفوظ نہیں سمجھتے تھے۔ وہ فرماتے تھے: یہ حدیث ثوری، ابواسحاق کے واسطے سے مجاہد سے مرسلاً (صحابی کا واسطہ چھوڑ کر) بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ روایت بعض حضرات کے نزدیک صحیح ہے، البتہ ان کے نزدیک اس میں ہجرت سے پہلے دو حجوں اور ابوجہل کے اونٹ کا ذکر صحیح نہیں کیونکہ نبی علیہ السلام مکی زندگی میں نبوت سے پہلے اور بعد میں حج کرتے رہے ہیں، اس لیے ان کی تعداد کا یقین کے ساتھ تعین مشکل ہے۔ ہاں ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے بالاتفاق ایک حج کیا ہے جس میں آپ تریسٹھ اونٹ مدینہ سے ساتھ لے گئے، انھیں نحر کیا اور مزید سات اونٹ ان میں سے ذبح کیے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے۔

٨١٥م - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ ابْنُ هِلَالٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: كَمْ حَجَّ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: حَجَّةً وَّاحِدَةً. وَّاعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ: عُمْرَةً فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ وَعُمْرَةً مَّعَ حَجَّتِهِ وَعُمْرَةَ الْجِعِرَّانَةِ إِذْ قَسَمَ غَنِيمَةَ حُنَيْنٍ.

[815م] قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی ﷺ نے کتنے حج کیے تھے؟ انھوں نے کہا: صرف ایک حج کیا تھا اور عمرے چار کیے تھے: ایک ذو القعدہ میں، دوسرا حدیبیہ والا، ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ اور ایک جعرّانہ سے جب آپ نے حنین میں غنیمت کا (مال) تقسیم کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَّحَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ [هُوَ] أَبُو حَبِيبٍ الْبَصْرِيُّ جَلِيلٌ ثِقَةٌ وَّثَّقَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوحبیب حبان بن ہلال بصری، جلیل القدر ثقہ ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان نے اس کی توثیق کی ہے۔

(المعجم ٠٠) بَابُ مَا جَاءَ: كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ؟ (التحفة ٠٠)

باب: 7- نبی ﷺ نے کتنے عمرے کیے؟

٨١٥م - أخرجه مسلم، الحج، باب بيان عدد عمر النبي ﷺ وزمانهن، ح: ١٢٥٣ من حديث حبان، والبخاري، العمرة، باب: كم اعتمر النبي ﷺ؟ ح: ١٧٧٨ من حديث همام بن يحيى به.

٨١٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ: عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ وَعُمْرَةَ الثَّانِيَةِ مِنْ قَابِلٍ: عُمْرَةَ الْقِصَاصِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةَ الثَّالِثَةِ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ، وَالرَّابِعَةَ الَّتِي مَعَ حَجَّتِهِ».

[816] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے: حدیبیہ والا عمرہ، دوسرا عمرہ اگلے سال، صلح کے نتیجے میں ہونے والا عمرۃ القضا (عمرۃ القصاص)، تیسرا عمرہ جِعِرّانہ سے اور چوتھا جو آپ نے حج کے ساتھ کیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ. وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ:] حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

اس مسئلے میں سیدنا انس، عبد اللہ بن عمرو اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت حسن غریب ہے۔ ابن عیینہ نے یہ روایت عمرو بن دینار سے مرسلاً بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے چار عمرے کیے۔ اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔ عکرمہ براہ راست نبیٔ اکرم ﷺ سے بیان کرتا ہے جو کہ سعید بن عبد الرحمن مخزومی کی سند سے مروی ہے۔

فائدہ: اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ نے کل چار عمرے کیے ہیں: * پہلا ذوالقعدہ 6 ھ میں جو مشرکین مکہ کے روکنے کی وجہ سے ادا نہیں ہو سکا (مگر ثواب ملا) * اگلے سال 7 ھ ذوالقعدہ میں جو صلح کے نتیجے میں کیا، اسی لیے اس کو عمرۃ القضا، عمرۃ القصاص، عمرۃ القضیہ اور عمرۃ الصلح کا نام دیا گیا ہے۔ * 8 ھ ذوالقعدہ میں غزوۂ حنین اور طائف سے فارغ ہو کر مال غنیمت تقسیم کرنے کے بعد رات کو جعرانہ مقام سے کیا۔ * 10 ھ میں حجۃ الوداع کے لیے 25 ذوالقعدہ بروز ہفتہ مدینے سے نکلے، چار ذوالحجہ بروز اتوار مکہ مکرمہ پہنچے اور حج کے ساتھ عمرہ کیا۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ أَحْرَمَ النَّبِيُّ ﷺ (التحفة ٨)

باب: 8۔ نبی ﷺ نے کس جگہ سے احرام باندھا؟

٨١٧- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ

[817] سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

٨١٦- أخرجه أبو داود، المناسك، باب العمرة، ح: ١٩٩٣ عن قتيبة به وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣٩٣٥ * وفي الباب عن أنس [البخاري، ح: ١٧٧٨ ومسلم، ح: ١٢٥٣]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٨٠]، وابن عمر [البخاري، ح: ١٧٧٥ ومسلم، ح: ١٢٥٥].

٨١٧- أصله في صحيح مسلم، ح: ١٢١٨ * وفي الباب عن ابن عمر [يأتي: ٨١٨]، وأنس [البخاري، ح: ١٧١٤]، والمسور ابن مخرمة [البخاري، ح: ٢٧٣١، ٢٧٣٢].

عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ الْحَجَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ فَاجْتَمَعُوا، فَلَمَّا أَتَى الْبَيْدَاءَ أَحْرَمَ.

جب نبی ﷺ نے حج کا ارادہ کیا، لوگوں میں اعلان کر دیا تو وہ جمع ہو گئے، جب مقام بیداء پر پہنچے تو آپ نے تلبیہ کہا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ وَالْمِسْوَرِ ابْنِ مَخْرَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، انس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

٨١٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: الْبَيْدَاءُ الَّتِي تَكْذِبُونَ فِيهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَ اللهِ مَا أَهَلَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ، مِنْ عِنْدِ الشَّجَرَةِ.

[818] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تم یہ بات اللہ کے رسول ﷺ کی طرف غلط منسوب کرتے ہو کہ آپ نے بیداء سے تلبیہ پکارا، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے تلبیہ مسجد کے پاس سے درخت کے قریب سے کہا تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ نے احرام ذوالحلیفہ سے باندھا تھا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے تلبیہ کب کہنا شروع کیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز کے بعد مسجد ہی سے تلبیے کا آغاز فرمایا۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد سے نکلتے ہی درخت کے پاس سے آغاز فرمایا، اسی لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں کو غلط قرار دیا جو کہتے تھے کہ بیداء سے آغاز فرمایا۔ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر اس سے آغاز کیا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیداء مقام پر پہنچ کر آغاز کیا۔ صحیح بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تلبیے کا آغاز ظہر کے بعد مسجد سے کیا اور بعد میں اس کا اعادہ اور تکرار فرمایا، جس راوی نے جہاں سے سنا، اس جگہ کی طرف منسوب کر دیا۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ مَتَى أَحْرَمَ النَّبِيُّ ﷺ؟ (التحفة ٩)

باب: 9۔ نبی ﷺ نے کس وقت احرام باندھا تھا؟

٨١٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

[819] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم

٨١٨ـ أخرجه مسلم، الحج، باب أمر أهل المدينة بالإحرام من عند مسجد ذي الحليفة، ح:١١٨٦ عن قتيبة، والبخاري، الحج، باب الإهلال عند مسجد ذي الحليفة، ح:١٥٤١ من حديث موسى بن عقبة به.

٨١٩ـ [ضعيف] أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب العمل في الإهلال: ٥/ ١٦٢، ح:٢٧٥٥ عن قتيبة به، خصيف ضعيف.

السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَهَلَّ فِي دُبُرِ الصَّلَاةِ.

ﷺ نے نماز کے بعد تلبیہ کہا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُ أَحَدًا رَوَاهُ غَيْرُ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ وَهُوَ الَّذِي يَسْتَحِبُّهُ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنْ يُحْرِمَ الرَّجُلُ فِي دُبُرِ الصَّلَاةِ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں عبد السلام بن حرب کے سوا کسی اور نے اس کو بیان نہیں کیا۔ اور اہل علم اسی کو پسند کرتے ہیں کہ انسان نماز کے بعد ہی احرام باندھے۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِفْرَادِ الْحَجِّ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ حج اِفراد کا بیان

٨٢٠- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ قِرَاءَةً عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَفْرَدَ الْحَجَّ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عُمَرَ.

[820] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اِفراد کیا۔ اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم کی روایات بھی آئی ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَفْرَدَ الْحَجَّ وَأَفْرَدَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذَا. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَالَ الثَّوْرِيُّ: إِنْ أَفْرَدْتَ الْحَجَّ فَحَسَنٌ وَإِنْ قَرَنْتَ فَحَسَنٌ وَإِنْ تَمَتَّعْتَ فَحَسَنٌ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ مِثْلَهُ، وَقَالَ: أَحَبُّ إِلَيْنَا الْإِفْرَادُ ثُمَّ التَّمَتُّعُ ثُمَّ الْقِرَانُ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حج افراد کیا۔ سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان نے بھی حج اِفراد کیا۔ یہ بات ہمیں قتیبہ نے بیان کی، انھوں نے عبداللہ بن نافع صائغ سے، انھوں نے عبیداللہ بن عمر سے، انھوں نے نافع سے اور انھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنی۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام ثوری کا قول ہے: حج افراد کرو تو بھی ٹھیک ہے۔ حج قران کرو تو بھی اچھا اور اگر حج تمتع کرو تو بھی درست۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، وہ فرماتے ہیں: ہماری پسندیدہ ترتیب یہ ہے کہ سب سے محبوب حج افراد ہے، پھر تمتع اور پھر قران۔

فائدہ: حج کی تین قسمیں ہیں: * حج اِفراد: میقات سے صرف حج کا اِحرام باندھنا اور صرف حج کرنا۔ * حج تمتع: میقات سے عمرے اور حج دونوں میں سے صرف عمرے کا احرام باندھنا اور بیت اللہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کے بعد

٨٢٠- أخرجه مسلم، الحج، باب بيان وجوه الإحرام . . . إلخ، ح: ١٢١١/ ١٢٢ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٣٣٥ (يحيى) * وفي الباب عن جابر [البخاري، ح: ١٥٦٨ ومسلم، ح: ١٢١٣]، وابن عمر [مسلم، ح: ١٢٣١].

حلال ہو جانا اور پھر آٹھ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ سے نئے سرے سے حج کا احرام باندھنا۔ * حج قران: عمرہ اور حج دونوں کا اکٹھے احرام باندھنا اور دونوں سے فراغت کے بعد حلال ہونا۔ تمام فقہاء کے نزدیک حج کی ہر قسم جائز ہے، اختلاف صرف افضیلت میں ہے۔ راجح بات یہ ہے کہ تمتع افضل ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا۔ اور آپ ﷺ اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کی خواہش نہیں کر سکتے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ (التحفة ١١)

باب: 11۔ حج اور عمرے کو جمع کرنا

٨٢١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ».

[821] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”میں حج اور عمرے کے لیے حاضر ہوں۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا، وَاخْتَارَهُ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَغَيْرِهِمْ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا موقف یہی ہے۔ اہل کوفہ اور بعض دوسرے اہل علم نے اسی کو، یعنی حج قران کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔

فائدہ: حج اور عمرے کے لیے اکٹھا تلبیہ کہنا حج قران میں ہوتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے حج قران کیا تھا۔

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّمَتُّعِ (التحفة ١٢)

باب: 12۔ حج تمتع کا بیان

٨٢٢- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تَمَتَّعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ

[822] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے حج تمتع کیا اور اس سے سب سے پہلے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے روکا۔

٨٢١ـ أخرجه مسلم، الحج، باب إهلال النبي ﷺ وهديه، ح:١٢٥١ من حديث حميد الطويل به * وفي الباب عن عمر [البخاري، ح:١٥٣٤]، وعمران بن حصين [مسلم، ح:١٢٢٦].

٨٢٢ـ [ضعيف] أخرجه أحمد:١/٢٩٢ من حديث ليث بن أبي سليم به وهو ضعيف * وفي الباب عن علي [البخاري، ح:١٥٦٣ ومسلم، ح:١٢٢٣]، وعثمان [مسلم، ح: ١٢٢٣]، وجابر [مسلم، ح:١٢١٦]، وسعد [يأتي:٨٢٣]، وأسماء بنت أبي بكر [لم نجده]، وابن عمر [يأتي: ٨٢٤].

وَعُثْمَانُ، وأَوَّلُ مَنْ نَهٰى عَنْهُ مُعَاوِيَةُ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ وَجَابِرٍ وَسَعْدٍ وَأَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ وَابْنِ عُمَرَ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، عثمان، جابر، سعد، اسماء بنت ابی بکر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

٨٢٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ: أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ وَالضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ وَهُمَا يَذْكُرَانِ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَقَالَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ: لَا يَصْنَعُ ذٰلِكَ إِلَّا مَنْ جَهِلَ أَمْرَ اللهِ تَعَالٰى فَقَالَ سَعْدٌ: بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ أَخِي، فَقَالَ الضَّحَّاكُ [بْنُ قَيْسٍ]: فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَدْ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ سَعْدٌ: قَدْ صَنَعَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَصَنَعْنَاهَا مَعَهُ [قَالَ]: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

[823] محمد بن عبداللہ بن حارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سعد بن ابی وقاص اور ضحاک بن قیس کو سنا، وہ حج تمتع کا ذکر کر رہے تھے تو ضحاک نے کہا: حج سے پہلے عمرہ وہی کرے گا جو اللہ کے حکم سے جاہل ہے تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بھتیجے! تم نے بہت بری بات کہی ہے۔ ضحاک نے کہا: سیدنا عمر بن خطاب نے اس سے منع فرمایا ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ عمل تو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کیا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جن کے پاس ہدی نہیں تھی، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حج سے پہلے عمرہ کیا اور حلال ہو گئے، اس کو حج تمتع کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ حج تمتع آپ ﷺ کے حکم سے ہوا تھا تو اس کی نسبت آپ کی طرف بھی کر دی گئی جس طرح کہتے ہیں: بَنَى الْأَمِيرُ الْمَدِينَةَ ''شہر امیر نے بنایا'' حالانکہ وہ خود تو نہیں بناتا لیکن اسی کے حکم سے بنتا ہے، اس لیے اس کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے، نیز حج قران کو بھی تمتع کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ ایک سفر ہی میں حج اور عمرہ کر لیا جاتا ہے، اس لیے الگ الگ عمرہ اور حج کرنے کے مقابلے میں اس میں سہولت اور آسانی ہے۔

٨٢٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ وَهُوَ يَسْأَلُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ

[824] ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سالم بن عبداللہ نے اسے بتایا کہ ایک شامی آدمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ جائز ہے، تو شامی آدمی نے کہا: آپ کے باپ نے تو اس سے روکا ہے۔ اس پر سیدنا عبداللہ بن عمر

٨٢٣ـ أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب التمتع: ٥/ ١٥٢، ح: ٢٧٣٥ عن قتيبة به وهو في الموطأ: ١/ ٣٤٤ (يحيى) وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣٩٢٨ * قد صنعها، أي أذن فيها وأباحها، قاله ابن عبد البر في التمهيد: ٨/ ٣٦٠، الزهري سمعه من محمد بن عبدالله بن الحارث.

٨٢٤ـ أخرجه أبو يعلى في المسند: ٩/ ٤١٥، ح: ٥٥٦٣، وله شواهد عند البيهقي: ٥/ ٢١ وغيره.

ابْنُ عُمَرَ: هِيَ حَلَالٌ. فَقَالَ الشَّامِيُّ إِنَّ أَبَاكَ قَدْ نَهَى عَنْهَا، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَبِي نَهَى عَنْهَا وَصَنَعَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: [أَ]أَمْرُ أَبِي يُتَّبَعُ أَمْ أَمْرُ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: بَلْ أَمْرُ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَقَالَ: لَقَدْ صَنَعَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدِ اخْتَارَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمُ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَةِ، وَالتَّمَتُّعُ أَنْ يَدْخُلَ الرَّجُلُ بِعُمْرَةٍ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ يُقِيمُ حَتّٰى يَحُجَّ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ وَعَلَيْهِ دَمٌ مَّا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعَ إِلٰى أَهْلِهِ، وَيُسْتَحَبُّ لِلْمُتَمَتِّعِ إِذَا صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ أَنْ يَصُومَ فِي الْعَشْرِ وَيَكُونُ آخِرُهَا يَوْمَ عَرَفَةَ، فَإِنْ لَّمْ يَصُمْ فِي الْعَشْرِ صَامَ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ فِي قَوْلِ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ: ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَصُومُ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْكُوفَةِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَأَهْلُ الْحَدِيثِ يَخْتَارُونَ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَةِ فِي الْحَجِّ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

ؓ نے کہا: بتاؤ اگر میرے باپ نے اس سے روکا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ کیا ہے تو کیا میرے باپ کے حکم کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کیا جائے گا؟ تو اس آدمی نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل ہوگا۔ تو سیدنا عبداللہ ؓ نے کہا: یقینا رسول اللہ ﷺ نے یہ کام کیا ہے۔

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس کی حدیث حسن ہے۔ کچھ اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات نے حج تمتع کو پسند کیا ہے۔ اور تمتع کی صورت یہ ہے کہ انسان حج کے مہینوں میں عمرہ کر لے، پھر مکے ہی میں مقیم رہے حتی کہ حج سے فارغ ہو جائے تو وہ متمتع ہوگا اور اس پر ہدی کا خون بہانا لازم ہے جو اس کو میسر ہو۔ اگر وہ ہدی کا خون نہ بہا سکے تو حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور سات روزے گھر واپس آ کر رکھے۔ حج تمتع کرنے والا اگر قربانی نہ کر سکے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور وہ اس طرح کہ ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں رکھے اور آخری روزہ عرفے کا ہو، یعنی سات، آٹھ اور نو تاریخ کا روزہ رکھے۔ اگر اس عشرے میں نہ رکھ سکے تو بعض صحابۂ کرام ؓ کے قول کے مطابق ایام تشریق میں رکھ لے۔ سیدنا ابن عمر اور سیدہ عائشہ ؓ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ اور امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا بھی یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ ایام تشریق میں روزے نہ رکھے، اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ ابو عیسیٰ امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں: اہل الحدیث (محدثین) کے نزدیک حج تمتع پسندیدہ ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام ترمذی ؒ نے امام شافعی ؒ کے نزدیک حج تمتع کو افضل قرار دیا ہے لیکن امام نووی نے

لکھا ہے: [وَالصَّحِيحُ مِنْ مَذْهَبِنَا أَنَّ الْإِفْرَادَ أَفْضَلُ] ''ہمارا صحیح موقف یہ ہے کہ حج افراد افضل ہے۔ (المجموع: 152/7) ② ایام تشریق کی وضاحت اور ان میں روزے رکھنے کے بارے میں بحث ایام تشریق کے روزوں کے تحت گزر چکی ہے۔ ائمہ کے نزدیک افضل حج کی ترتیب یہ ہے: ✽ امام ابوحنیفہ: قران، تمتع، افراد۔ ✽ امام مالک اور امام شافعی: افراد، تمتع اور قران ✽ امام احمد: تمتع جبکہ ہدی ساتھ نہ ہو، اِفراد اور قران۔

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّلْبِيَةِ (التحفة ١٢)

باب: 13۔ تلبیے کا بیان

٨٢٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ تَلْبِيَةُ النَّبِيِّ ﷺ: «لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ».

[825] سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا تلبیہ یہ تھا: ''میں تیرے حضور حاضر ہوں، اے اللہ! میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ بلاشبہ ساری حمد و ستائش کا حقدار تو ہی ہے، ساری نعمتیں تیری ہی ہیں اور فرماں روائی بھی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَجَابِرٍ وَعَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ [بَعْضِ] أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: فَإِنْ زَادَ زَائِدٌ فِي التَّلْبِيَةِ شَيْئًا مِّنْ تَعْظِيمِ اللهِ فَلَا بَأْسَ إِنْ شَاءَ اللهُ، وَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُقْتَصَرَ عَلٰى تَلْبِيَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَإِنَّمَا قُلْنَا لَا بَأْسَ بِزِيَادَةِ تَعْظِيمِ اللهِ فِيهَا لِمَا جَاءَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَهُوَ حَفِظَ التَّلْبِيَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ زَادَ ابْنُ عُمَرَ فِي تَلْبِيَتِهِ مِنْ قِبَلِهِ: لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ.

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، جابر، سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے، امام شافعی فرماتے ہیں: اگر کوئی انسان تلبیے میں اللہ کی تعظیم کا کوئی کلمہ بڑھائے تو ان شاء اللہ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن مجھے پسند یہ ہے کہ انسان رسول اللہ ﷺ کے تلبیے ہی پر اکتفا کرے اور ہم نے یہ بات کہ ''اللہ کی تعظیم کا کوئی کلمہ اگر بڑھا لے تو اس میں کوئی حرج نہیں'' اس لیے کہا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جو رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ یاد رکھنے والے ہیں، انھوں نے اپنی طرف سے تلبیے

٨٢٥ـ أخرجه البخاري، الحج، باب التلبية، ح: ١٥٤٩ ومسلم، ح: ١١٨٤ من حديث نافع به ✽ وفي الباب عن ابن مسعود [النسائي، ح: ٢٧٥٢]، وجابر [أبو داود، ح: ١٨١٣]، وعائشة [البخاري، ح: ١٥٥٠]، وابن عباس [النسائي، ح: ٣٠٠٩ وأحمد: ١/ ٢٦٧]، وأبي هريرة [النسائي، ح: ٢٧٥٣ وابن ماجه، ح: ٢٩٢٠].

میں ان الفاظ کا اضافہ کیا: [لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَآءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ] ''تیرے حضور حاضر ہوں۔ رغبت تیری طرف ہے اور عمل تیرے ہی لیے ہے۔''

٨٢٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَهَلَّ فَانْطَلَقَ يُهِلُّ [فَـ]يَقُولُ: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: هٰذِهِ تَلْبِيَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ: وَكَانَ يَزِيدُ مِنْ عِنْدِهِ فِي أَثَرِ تَلْبِيَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ، وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ لَبَّيْكَ، وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ، وَالْعَمَلُ. قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ.

[826] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما احرام باندھ کر یہ تلبیہ کہتے ہوئے چلے: [لبيك اللّٰهم لبيك...] ''میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ اے اللہ! میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ تیرا کوئی ساجھی نہیں۔ میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ بلاشبہ ساری حمد و ستائش اور تمام نعمتیں تیری ہی ہیں۔ اور اقتدار و بادشاہی بھی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں'' اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ یہی ہے۔ اور وہ اپنی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے تلبیے کے بعد ان الفاظ کا اضافہ کرتے: [لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَآءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ] ''میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ حاضر ہوں اور تیری اطاعت کے لیے بار بار حاضر ہوں۔ ہر قسم کی خیر و بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔ میں تیری خدمت پر قائم ہوں۔ رغبت تیری طرف ہے اور عمل تیرے ہی لیے ہیں۔''

امام صاحب فرماتے ہیں: یہ حدیث (حسن) صحیح ہے۔

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ التَّلْبِيَةِ وَالنَّحْرِ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ تلبیے اور نحر کی فضیلت کا بیان

٨٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ؛ [ح]: وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ

[827] سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا حج افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بلند آواز سے تلبیہ کہنا اور خون بہانا۔''

٨٢٦ـ انظر الحديث السابق.

٨٢٧ـ [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب رفع الصوت بالتلبية، ح: ٢٩٢٤ من حديث ابن أبي فديك به وللحديث شاهد عند ابن أبي شيبه وغيره.

ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ: أَيُّ الْحَجِّ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «الْعَجُّ وَالثَّجُّ».

٨٢٨- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُلَبِّي إِلَّا لَبَّى مَنْ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ مِنْ حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ مَدَرٍ حَتّٰى تَنْقَطِعَ الْأَرْضُ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا».

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ أَبُو عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ. وَقَدْ رَوٰى مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ، عَنْ أَبِيهِ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَرَوٰى أَبُو نُعَيْمٍ الطَّحَّانُ ضِرَارُ بْنُ صُرَدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَخْطَأَ فِيهِ ضِرَارٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ

[828] سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی مسلمان بندہ (حج یا عمرے) کا تلبیہ پکارتا ہے تو اس کے دائیں اور بائیں طرف زمین کے آخری کناروں تک کی (سب مخلوق)، پتھر ہوں یا درخت یا ڈھیلے وہ بھی اس کے ساتھ تلبیہ کہتے ہیں۔''

حسن بن محمد زعفرانی اور عبدالرحمٰن بن اسود کی سند سے مندرجہ بالا روایت مروی ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم کی روایات بھی آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف ابن ابی فدیک کی حدیث ہی سے جانتے ہیں۔ محمد بن منکدر نے عبدالرحمن بن یربوع سے سنا نہیں ہے۔ محمد بن منکدر نے عبدالرحمن بن یربوع کے بیٹے سعید کے واسطے سے اس کے علاوہ اور حدیث بیان کی ہے اور ابونعیم طحان ضرار بن صرد نے یہی حدیث سعید بن عبدالرحمن بن یربوع کے واسطے سے عبدالرحمن بن یربوع سے بیان کی ہے اور یہ ضرار کی غلطی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام احمد نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: اس کو سعید کے واسطے سے بیان کرنا غلط ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے امام محمد (امام بخاری رحمہ اللہ) کے سامنے ضرار بن صرد کی اس حدیث کا تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا: یہ غلط ہے۔ میں نے کہا: ضرار کے علاوہ راوی بھی ابن ابی فدیک سے

٨٢٨- أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب التلبية، ح: ٢٩٢١ من حديث إسماعيل بن عياش به وصرح بالسماع وتابعه عبيدة بن حميد وصححه ابن خزيمة: ١٧٦/٤، ح: ٢٦٣٤ والحاكم: ٤٥١/١ على شرط الشيخين ووافقه الذهبي * وفي الباب عن ابن عمر [ابن ماجه، ح: ٢٨٩٩]، وجابر [ابن ماجه، ح: ٢٩٢٥].

يَقُولُ: قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: مَنْ قَالَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ، عَنْ أَبِيهِ فَقَدْ أَخْطَأَ. قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: وَذَكَرْتُ لَهُ حَدِيثَ ضِرَارِ ابْنِ صُرَدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي فُدَيْكٍ فَقَالَ: هُوَ خَطَأٌ، فَقُلْتُ: قَدْ رَوَاهُ غَيْرُهُ عَنِ ابْنِ أَبِي فُدَيْكٍ أَيْضًا مِّثْلَ رِوَايَتِهِ فَقَالَ: لَا شَيْءَ، إِنَّمَا رَوَوْهُ عَنِ ابْنِ أَبِي فُدَيْكٍ وَّلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ. وَرَأَيْتُهُ يُضَعِّفُ ضِرَارَ بْنَ صُرَدٍ. وَالْعَجُّ: هُوَ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ، وَالثَّجُّ: هُوَ نَحْرُ الْبُدْنِ.

اسی طرح بیان کرتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ اس کو ابن ابی فدیک سے بیان کرتے ہیں، اس میں سعید بن عبد الرحمن کا واسطہ نہیں لاتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ ضرار بن صرد کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ عج کے معنی ہیں: آواز بلند کرتے ہوئے تلبیہ کہنا اور ثج کے معنی ہیں: ہدی کو قربان کرنا۔

فائدہ: یہ حقیقت قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید بیان کرتی ہے لیکن ہم اس حمد وتسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ اسی طرح لبیک کہنے والے مسلمان بندے کے ساتھ اس کے دائیں اور بائیں طرف کی ہر چیز لبیک کہتی ہے لیکن ہم اس لبیک کو سن نہیں سکتے۔

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ (التحفة ١٥)

باب: 15۔ بلند آواز سے تلبیہ پکارنا

٨٢٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ [وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ]، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ]، عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ [بْنِ خَلَّادٍ]، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَمَرَنِي أَنْ آمُرَ أَصْحَابِي أَنْ يَّرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ أَوِ التَّلْبِيَةِ».

[829] خلاد بن سائب، اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس جبریل آئے اور مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا کہ میں اپنے ساتھیوں کو حکم دوں کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ کہیں۔'' (اہلال کے معنی آواز بلند کرنا ہیں لیکن یہاں مراد تلبیہ ہے۔)

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ

اس مسئلے میں سیدنا زید بن خالد، ابوہریرہ اور ابن

٨٢٩ـ أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب رفع الصوت بالإهلال: ٥/ ١٦٢، ح: ٢٧٥٤ من حديث سفيان بن عيينة به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٦٢٥، ٢٦٢٧ وابن حبان، ح: ٩٧٤ وغيرهما * وفي الباب عن زيد بن خالد [ابن ماجه، ح: ٢٩٢٣]، وأبي هريرة [أحمد: ٢/ ٣٢٥ وابن خزيمة، ح: ٢٦٣٠]، وابن عباس [أحمد: ١/ ٣٢١].

وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ خَلَّادٍ عَنْ أَبِيهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا يَصِحُّ. وَالصَّحِيحُ هُوَ [عَنْ] خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ، وَهُوَ خَلَّادُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادِ بْنِ سُوَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ [عَنْ أَبِيهِ].

عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خلاد کی اپنے باپ سے حدیث حسن صحیح ہے۔ بقول بعض یہ روایت خلاد بن سائب، زید بن خالد سے بیان کرتے ہیں اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ خلاد بن سائب اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں اور اصل میں یہ خلاد بن سائب بن خلاد بن سوید انصاری ہیں اور وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک بلند آواز سے تلبیہ پکارنا مستحب ہے اور داود ظاہری کے نزدیک بلند آواز سے تلبیہ کہنا فرض ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے: اس بات پر اجماع ہے کہ عورت تلبیہ بلند آواز سے نہیں کہے گی، صرف اپنے آپ کو سنائے گی لیکن سیدہ عائشہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہما سے بلند آواز سے تلبیہ ثابت ہے۔ (معارف السنن: 76/6) امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''اصحابی'' کے لفظ سے عورتیں نکل گئی ہیں، وہ صرف اپنے آپ کو سنائیں گی۔ (تحفة: 85/2) اور اس پر بقول ابن عبدالبر علماء کا اتفاق ہے اور ائمۂ اربعہ کا یہی موقف ہے۔ (المغني: 160/5)

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ (التحفة ١٦)

باب: 16۔ احرام باندھتے وقت غسل کرنا

٨٣٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَعْقُوبَ الْمَدَنِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ تَجَرَّدَ لِإِهْلَالِهِ وَاغْتَسَلَ.

[830] سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے احرام باندھنے کے لیے کپڑے اتارے اور غسل فرمایا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَقَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْاِغْتِسَالَ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بعض اہل علم نے احرام کے وقت غسل کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کے لیے غسل کرنا مسنون ہے، اس لیے ائمۂ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق عمرے یا حج دونوں کے احرام کے لیے غسل کرنا مستحب ہے اور اگر پانی میسر نہ ہو تو پھر تیمم کی ضرورت نہیں ہے۔ (المغني: 75/5، 76) ② تَجَرَّدَ، کپڑے اتارنے سے مقصد یہ ہے کہ سلے ہوئے کپڑے اتار دیے۔ احرام فرض نماز کے بعد باندھنا چاہیے

٨٣٠- أخرجه ابن خزيمة، ح: ٢٥٩٥ عن عبدالله بن أبي الزياد به وله شاهد عند الحاكم: ١/ ٤٤٧ وصححه على شرط الشيخين ووافقه الذهبي.

یا پھر دو رکعت نفل پڑھ لینے چاہئیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک یہی طریقہ پسندیدہ ہے۔ (المغني: 81/5) عطاء، طاؤس، ثوری اور اسحاق کا بھی یہی موقف ہے تاہم دلائل کی رو سے دوگانہ ضروری نہیں۔

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي مَوَاقِيتِ الْإِحْرَامِ لِأَهْلِ الْآفَاقِ (التحفة ١)

باب: 17۔ باہر سے آنے والوں کے لیے احرام باندھنے کے میقات (مقامات)

٨٣١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: مِنْ أَيْنَ نُهِلُّ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِّنْ قَرْنٍ»، قَالَ [وَيَقُولُونَ]: «وَأَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ».

[831] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم احرام کہاں سے باندھیں؟ آپ نے فرمایا: ''اہل مدینہ، ذوالحُلَیفه سے، اہل شام، جُحفَه سے، اہل نجد، قَرنُ المَنَازِل سے'' ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صحابہ کہتے ہیں: ''اور اہل یمن، یلملم سے احرام باندھیں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، جابر بن عبد اللہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

فائدہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں چار مقامات کا تذکرہ ہے جہاں سے احرام باندھنا چاہیے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں پانچویں میقات [عقیق] کا ذکر ہے جو ذَاتُ الْعِرْق کے قریب واقع ہے۔ [ذُوالْحُلَيْفَه] اہل مدینہ کا میقات ہے جو مدینے سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور مکہ مکرمہ سے سب سے زیادہ فاصلے پر یہی میقات ہے۔ [جُحْفَه] یہ بحیرۂ احمر سے دس کلومیٹر پر واقع ہے اور بے آباد جگہ ہے۔ یہ موجودہ دور کے [رَابِغ] شہر کے قریب ایک بستی تھی۔ اس لیے اب جو لوگ لبنان، شام، اردن، فلسطین، مصر، سوڈان اور افریقہ سے آتے ہیں، یہیں سے احرام باندھتے ہیں۔ [ذُوالْحُلَيْفَه] کے بعد دوسرے نمبر پر اسی کی مسافت بعید ہے۔ [قَرْنُ الْمَنَازِل] یہ نجد سے آنے والوں کا میقات ہے جو مکہ مکرمہ سے سب سے زیادہ قریبی فاصلے، 45 کلومیٹر پر ہے۔ [يَلَمْلَم] یہ یمن کی طرف سے آنے والوں کا میقات ہے اور یہ [تِهَامَه] کی ایک پہاڑی ہے جو مکے سے 40 میل پر ہے۔ ان مقامات پر ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے اور یہ ان علاقوں کے باشندوں کے علاوہ دوسرے علاقوں کے ان تمام لوگوں کے لیے ہیں جو حج یا عمرے کے لیے ان مقامات سے گزریں اور جو لوگ ان سے ہٹ کر گزریں وہ ان کے مقابل

٨٣١ـ أخرجه البخاري، العلم، باب ذكر العلم والفتيا في المسجد، ح: ١٣٣ ومسلم، ح: ١١٨٢ من حديث ابن عمر به ✽ وفي الباب عن ابن عباس [البخاري، ح: ١٥٢٤ ومسلم، ح: ١١٨١]، وجابر بن عبدالله [مسلم، ح: ١١٨٣]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٨١].

کے جس علاقے سے گزریں، وہیں سے احرام باندھ لیں اور جن لوگوں کا گھر، ان سے اندر واقع ہو ان کا میقات ان کا گھر ہی ہے، حتی کہ اہل مکہ حج کا احرام اپنے گھر سے باندھیں گے۔ (المغني: 56/5) جمہور کے نزدیک حج کے لیے جانے والا احرام باندھے بغیر ان مقامات سے گزر جائے اور احرام باندھنے کے لیے واپس نہ آئے تو اس پر دم ہوگا۔

٨٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيقَ.

[832] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اہل مشرق کے لیے عقیق کو میقات مقرر فرمایا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ هُوَ أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ].

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ [اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد، محمد بن علی سے مراد، ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔]

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَا لَا يَجُوزُ لِلْمُحْرِمِ لُبْسُهُ (التحفة ١٨)

باب: 18۔ محرم کون سا لباس نہیں پہن سکتا؟ (یا کیا نہیں پہن سکتا؟)

٨٣٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْحَرَمِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا الْخِفَافَ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مِنَ الثِّيَابِ مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَا الْوَرْسُ، وَلَا تَتَنَقَّبِ الْمَرْأَةُ الْحَرَامُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ».

[833] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا: اے اللہ کے رسول! احرام میں آپ ہمیں کون سا لباس پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ کرتہ وقمیص پہنو، نہ شلوار اور پاجامہ پہنو، نہ بارانی پہنو، نہ سر پر پگڑی باندھو اور نہ پاؤں میں موزے پہنو، سوائے اس صورت کے کہ کسی کے پاس جوتا نہ ہو تو وہ موزے پہن لے (تاکہ پاؤں کی حفاظت رہے) اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے (اور جوتا سا بنا لے) اور ایسا کوئی کپڑا بھی نہ پہنو جس کو زعفران یا ورس لگا ہو اور عورت چہرے پر نقاب نہ باندھے اور نہ احرام کی حالت

٨٣٢ـ [ضعيف] أخرجه أبوداود، المناسك، باب: في المواقيت، ح: ١٧٤٠ من حديث وكيع به، وتفرد به يزيد بن أبي زياد، كما قال البيهقي في المعرفة: ٣/ ٥٣٣ وهو ضعيف.

٨٣٣ـ أخرجه البخاري، جزاء الصيد، باب ما ينهى من الطيب للمحرم والمحرمة، ح: ١٨٣٨ من حديث الليث، ومسلم، ح: ١١٧٧ من حديث نافع به.

میں دستانے پہنے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

فوائد و مسائل: ① سوال کرنے والے نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا کہ احرام میں ہم کون سا لباس یا کپڑے پہنیں؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''فلاں فلاں کپڑے نہ پہنو۔'' گویا جواب میں آپ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ پوچھنے کی بات یہ نہیں کہ محرم کون سے کپڑے پہنے بلکہ یہ دریافت کرنا چاہیے کہ کس قسم کے کپڑے نہ پہنے۔ چونکہ ممنوعہ لباس محدود اور متعین تھا، اس لیے وہ بتا دیا اور اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ان کے سوا ہر کپڑا جائز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے قمیص، شلوار، عمامہ اور بارانی ان چند کپڑوں کا نام لیا ہے جن کے پہننے کا اس وقت عام رواج تھا اور یہ حکم ان تمام کپڑوں کا ہے جو مختلف زمانوں اور مختلف قوموں یا ملکوں میں ان مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں یا آیندہ ہوں گے جن مقاصد کے لیے قمیص، شلوار، عمامہ اور بارانی استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح زعفران اور ورس کا نام لے کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ حالت احرام میں ایسے کپڑے استعمال کرنا درست نہیں جن کو خوشبو لگی ہوئی ہو۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسانی جسم کی قامت وہیئت کے مطابق سلے کپڑے پہننا مردوں کے لیے ممنوع ہیں۔ عورتوں کو پردے کی وجہ سے ان کپڑوں کے استعمال کی اجازت ہے اور موزے پہننے کی بھی اجازت ہے، ہاں دستانے پہننے اور منہ پر مخصوص قسم کا نقاب باندھنے کی اجازت نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے بھی اپنے چہرے کھلے رکھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب ہمارے سامنے سے مرد گزرتے تو ہم اپنی چادر سر کے اوپر سے لٹکا لیتی تھیں اور جب مرد آگے بڑھ جاتے تو اسے چہرے سے ہٹا لیتیں۔'' جس سے معلوم ہوا کہ اجنبی مردوں کا سامنا ہو تو چادر سے یا کسی اور چیز سے عورتوں کو پردہ کر لینا چاہیے لیکن نقاب باندھنا جائز نہیں۔ ③ معلوم ہونا چاہیے کہ جس نقاب سے روکا گیا ہے وہ آج کل کا نقاب نہیں جو چہرے کے پردے کے لیے استعمال ہوتا ہے بلکہ یہ ایک مخصوص قسم کا نقاب تھا جو پہلے عرب عورتوں میں رائج تھا تاہم عورت حالت احرام میں چہرے کا پردہ کرے یا نہ کرے؟ تو عام حکم کے اعتبار سے عورت کے لیے چہرے سمیت پردہ کرنا ضروری ہے بالخصوص آج کل تو مقامات حج میں ہر طرف مردوں کا ہجوم ہوتا ہے، اسے چہرہ ننگا رکھنے کی اجازت کس طرح دی جا سکتی ہے؟ ④ اس حدیث میں موزے کاٹنے کا حکم منسوخ ہے۔ اس کی تفصیل آنے والی حدیث کے فائدے میں ملاحظہ فرمائیں۔

(المعجم ۱۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ السَّرَاوِيلِ وَالْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ وَالنَّعْلَيْنِ (التحفة ۱۹)

باب: 19۔ جب محرم کے پاس تہبند اور جوتے نہ ہوں تو وہ شلوار اور موزے پہن سکتا ہے

٨٣٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الْمُحْرِمُ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ، وَإِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ».

[834] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”محرم (احرام پہننے والے) کے پاس اگر تہبند نہ ہو تو وہ شلوار، پاجامہ پہن لے اور جب جوتا نہ ہو تو موزے پہن لے۔“

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو نَحْوَهُ. قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمُحْرِمُ الْإِزَارَ لَبِسَ السَّرَاوِيلَ وَإِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ لَبِسَ الْخُفَّيْنِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ [وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ].

امام صاحب ایک دوسرے استاد سے یہی روایت بیان کرتے ہیں۔ امام صاحب نے کہا: اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ محرم کے پاس جب تہبند نہ ہو تو وہ شلوار پہن لے اور جب جوتا نہ ہو، موزے پہن لے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض کا قول ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ہے کہ جب جوتا نہ ہو تو موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے۔ سفیان ثوری، شافعی اور مالک رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک اگر محرم کے پاس جوتا نہ ہو تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر جوتے کی طرح استعمال کر لے لیکن امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک موزوں کو کاٹے بغیر پہنا جا سکتا ہے اور یہی بات درست ہے، اس لیے کہ موزوں کو کاٹ لینے کا حکم پہلا ہے اور کاٹے بغیر پہننے کا حکم بعد کا ہے۔ یہ دوسرا حکم نبی ﷺ نے عرفات کے خطبے میں دیا، جیسا کہ صحیح بخاري، جزاء الصيد، حديث: 1841 اور صحيح مسلم، الحج، حديث: 1178 میں ہے۔ اور عرفات میں بیان کردہ حکم پہلے حکم کے لیے ناسخ ہے۔

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الَّذِي يُحْرِمُ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ أَوْ جُبَّةٌ (التحفة ٢٠)

باب: 20۔ اگر انسان قمیص یا جبہ پہنے ہوئے احرام باندھ لے (تو وہ کیا کرے؟)

٨٣٤ـ أخرجه مسلم، الحج، باب ما يباح للمحرم بحج أو عمرة لبسه .... إلخ، ح: ١١٧٨ من حديث أيوب السختياني، والبخاري، اللباس، باب السراويل، ح: ٥٨٠٤ من حديث عمرو بن دينار به * وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح: ١٥٤٢، ومسلم، ح: ١١٧٧]، وجابر [مسلم، ح: ١١٧٩].

٨٣٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَعْرَابِيًّا قَدْ أَحْرَمَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْزِعَهَا.

[835] سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایک بدوی کو دیکھا کہ اس نے احرام باندھ رکھا ہے اور جبہ بھی پہنے ہوئے ہے تو آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ جبہ اتار دے۔

٨٣٦- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

[836] ابن ابی عمر کی سند سے بھی مذکورہ بالا کے ہم معنی مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهٰذَا أَصَحُّ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ. وَهٰكَذَا رَوَاهُ قَتَادَةُ وَالْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ. وَالصَّحِيحُ مَا رَوٰى عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت مذکورہ بالا روایت سے زیادہ صحیح ہے اور اس حدیث میں ایک واقعہ بھی ہے (جو صحیح بخاری میں مذکور ہے۔) امام صاحب فرماتے ہیں: قتادہ اور حجاج بن ارطاۃ اور کئی دوسروں نے عطاء سے براہ راست یعلیٰ بن امیہ سے روایت بیان کی ہے جبکہ صحیح روایت عمرو بن دینار اور ابن جریج کی ہے جو عطاء اور یعلیٰ بن امیہ کے درمیان اس کے بیٹے صفوان بن یعلیٰ کا واسطہ لاتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے جمہور علماء اور ائمۂ اربعہ نے استدلال کیا ہے کہ مُحرِم انسانی جسم کی ساخت کے مطابق سلا ہوا کپڑا، قمیص اور جبہ وغیرہ پھاڑے بغیر اتار دے جبکہ امام شعبی اور نخعی کے نزدیک سر سے نکالنے کی صورت میں سر ڈھکتا ہے، اس لیے اس کو پھاڑنا ہوگا تا کہ سر نہ ڈھکے لیکن پہلی بات صحیح ہے۔

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ (التحفة ٢١)

باب: 21۔محرم کن جانوروں کو قتل کرسکتا ہے؟

٨٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي

[837] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ

٨٣٥ـ أخرجه ابن خزيمة، ح: ٢٦٧٢ وغيره من حديث عبدالملك بن أبي سليمان به، وأخرجه البخاري، ح: ١٥٣٦، ومسلم، ح: ١١٨٠ من حديث عطاء عن صفوان عن أبيه به، انظر الحديث الآتي.

٨٣٦ـ أخرجه مسلم، الحج، باب ما يباح للمحرم بحج أو عمرة لبسه . . . إلخ، ح: ١١٨٠/٧ عن ابن أبي عمر، والبخاري، ح: ١٥٣٦ من حديث عطاء بن أبي رباح به.

٨٣٧ـ أخرجه البخاري، بدء الخلق، باب خمس من الدَّواب: فواسق يقتلن في الحرم . . .، ح: ٣٣١٤، ومسلم: ١١٩٨ من حديث يزيد بن زريع به * وفي الباب عن ابن مسعود [البخاري، ح: ١٨٣٠ ومسلم، ح: ٢٢٣٤]، وابن عمر [البخاري، ح: ١٨٢٦ ومسلم، ح: ١١٩٩]، وأبي هريرة [أبو داود، ح: ١٨٤٧]، وأبي سعيد [يأتي: ٨٣٨]، وابن عباس [أحمد: ١/ ٢٥٧].

الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ: الْفَأْرَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْغُرَابُ وَالْحُدَيَّا، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ».

نے فرمایا: ''پانچ فاسق جانوروں کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے: چوہا، بچھو، کوا، چیل اور کاٹنے والا کتا یا درندہ۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، ابن عمر، ابو ہریرہ، ابو سعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔

٨٣٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ السَّبُعَ الْعَادِيَ، وَالْكَلْبَ الْعَقُورَ، وَالْفَأْرَةَ، وَالْعَقْرَبَ، وَالْحِدَأَةَ، وَالْغُرَابَ».

[838] سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''محرم، حملہ آور ہونے والے درندے، کاٹنے والے کتے، چوہے، چیل اور کوے کو قتل کر سکتا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: الْمُحْرِمُ يَقْتُلُ السَّبُعَ الْعَادِيَ وَالْكَلْبَ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: كُلُّ سَبُعٍ عَدَا عَلَى النَّاسِ أَوْ عَلٰى دَوَابِّهِمْ فَلِلْمُحْرِمِ قَتْلُهُ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محرم، چیرنے پھاڑنے والے درندے اور کتے کو قتل کر سکتا ہے۔ سفیان ثوری اور شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ درندہ جو لوگوں یا ان کے چوپاؤں پر حملہ آور ہوتا ہو، محرم اسے قتل کر سکتا ہے۔

لغوی تشریح: فواسق: فاسق کی جمع ہے جو فسق سے ماخوذ ہے جس کے معنی نکلنا یا خارج ہونا ہیں۔ ان جانداروں کو فاسق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ باقی حیوانات کے حکم سے خارج اور الگ ہیں۔ دیگر حیوانات ایک تو حلال ہیں، دوسرے، ان کو قتل کرنا جائز نہیں۔ تیسرے، وہ ایذا پہنچانے والے نہیں۔ چوتھے، وہ انسانوں کے لیے مفید ہیں جبکہ مذکورہ پانچوں جانداروں کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ وہ حرام ہیں، وہ ایذا پہنچانے والے ہیں اور ان میں انسانوں کے لیے فائدے بھی نہیں ہیں۔ الکلب العقور: عقور، عقر سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: چیرنا، پھاڑنا اور زخمی کرنا، اس لیے جمہور کے نزدیک اس سے مراد تمام چیرنے پھاڑنے والے درندے ہیں جنھیں ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں [السَّبُعُ الْعَادِي] سے تعبیر کیا گیا ہے اور احناف کے

٨٣٨ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، المناسك، باب ما يقتل المحرم من الدواب، ح: ١٨٤٨ من حديث هشيم به، يزيد ضعيف كما تقدم: ٨٣٢ وغيره.

نزدیک اس سے مراد صرف باؤلا یا کاٹنے والا کتا ہے۔ صحیح مسلم، حدیث: 1198 میں الغراب کے ساتھ الأَبْقَع کی قید ہے، یعنی چتکبرا کوا جس کا پیٹ اور پشت سفید ہو۔

فوائد و مسائل: ① سیدہ عائشہ ؓ کی حدیث میں خمس (پانچ) کی قید حصر کے لیے نہیں ہے کہ صرف انھی کو قتل کیا جا سکتا ہے کیونکہ ان کے ساتھ ان جیسے اور جانور بھی داخل ہیں، جیسے بعض روایات میں سانپ کا تذکرہ ہے، بعض میں [اَلسَّبُعُ الْعَادِي] "حملہ آور درندہ" کا ذکر ہے۔ ② احناف اور مالکیہ کے نزدیک فواسق سے مراد ان کا ایذا رساں اور تکلیف دہ ہونا ہے، گویا ہر وہ جانور قتل کیا جا سکتا ہے جو حملہ آور ہوتا ہو اور اذیت و زیادتی میں پہل کرتا ہو۔ امام شافعی ؒ کے نزدیک ان سے وہ جانور مراد ہیں جو حلال نہیں، یعنی قتل کی علت، حرمت اکل (کھانا جائز نہ ہونا) ہے اور حنابلہ کا موقف بھی مالکیہ اور احناف والا ہے لیکن علامہ ابن قدامہ کے نزدیک غراب (کوا) کے ساتھ [أبقع] کی قید اتفاقی ہے، بطور شرط نہیں، اس لیے ہر کوا قتل کرنا جائز ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 3/342-344)

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ (التحفة ٢٢)

باب: 22۔ محرم کا سینگی لگوانا

٨٣٩ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ وَعَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

[839] سیدنا ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ وَقَالُوا: لَا يَحْلِقُ شَعْرًا. وَقَالَ مَالِكٌ: لَا يَحْتَجِمُ الْمُحْرِمُ [وَلَا يَنْزِعُ شَعْرًا] إِلَّا مِنْ ضَرُورَةٍ. وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ: لَا بَأْسَ أَنْ يَحْتَجِمَ الْمُحْرِمُ وَلَا يَنْزِعُ شَعْرًا.

اس مسئلے میں سیدنا انس، عبداللہ ابن بُحینہ اور جابر ؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی ؒ) فرماتے ہیں: ابن عباس ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ کچھ اہل علم نے محرم کو سینگی لگوانے کی اجازت دی ہے مگر ساتھ ہی وہ کہتے ہیں کہ بال نہ کاٹے۔ اور امام مالک ؒ کے نزدیک مجبوری کے بغیر محرم سینگی لگوائے نہ بال کاٹے۔ امام شافعی اور ثوری ؒ کہتے ہیں: محرم کے لیے پچھنے لگوانے میں کوئی حرج نہیں، ہاں بال نہ کاٹے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہ، شافعی، احمد، سفیان ثوری اور اسحاق ؒ کے نزدیک محرم کے لیے پچھنے لگوانے میں کوئی حرج نہیں

٨٣٩ـ أخرجه البخاري، جزاء الصيد، باب الحجامة للمحرم، ح: ١٨٣٥ من حديث سفيان بن عيينة، ومسلم، ح: ١٢٠٢ من حديث عمرو بن دينار به ※ وفي الباب عن أنس [أبو داود، ح: ١٨٣٧]، وعبدالله ابن بحينة [البخاري، ح: ١٨٣٦ ومسلم، ح: ١٢٠٣]، وجابر [النسائي، ح: ٢٨٥١].

بشرطیکہ اس کے بال نہ کاٹے جائیں، اگر بال کاٹے گئے تو فدیہ دینا پڑے گا۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک شدید ضرورت کے بغیر پچھنے لگوانے کی اجازت نہیں ہے۔ (تحفة الأحوذي: 88/2)

(المعجم ٢٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ (التحفة ٢٣)

باب: 23۔ محرم کے لیے شادی کرنا جائز نہیں ہے

٨٤٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَرَادَ ابْنُ مَعْمَرٍ أَنْ يُنْكِحَ ابْنَهُ، فَبَعَثَنِي إِلَى أَبَانَ ابْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَوْسِمِ [بِمَكَّةَ]، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ أَخَاكَ يُرِيدُ أَنْ يُنْكِحَ ابْنَهُ فَأَحَبَّ أَنْ يُشْهِدَكَ ذٰلِكَ قَالَ: لَا أُرَاهُ إِلَّا أَعْرَابِيًّا جَافِيًا، إِنَّ الْمُحْرِمَ لَا يَنْكِحُ وَلَا يُنْكِحُ أَوْ كَمَا قَالَ، ثُمَّ حَدَّثَ عَنْ عُثْمَانَ مِثْلَهُ يَرْفَعُهُ.

[840] نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ ابن معمر نے اپنے بیٹے کا نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور مجھے ابان بن عثمان کے پاس بھیجا جبکہ وہ مکہ میں حج کے امیر تھے۔ میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ کا بھائی اپنے بیٹے کا نکاح کرنا چاہتا ہے اور وہ اس میں آپ کی حاضری چاہتا ہے۔ انھوں نے کہا: میں اسے ایک کم علم یا جاہل بدوی سمجھتا ہوں۔ محرم نہ نکاح کر سکتا ہے اور نہ کسی اور کا نکاح کروا سکتا ہے۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی (کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔)

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ وَمَيْمُونَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُثْمَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَابْنُ عُمَرَ وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ فُقَهَاءِ التَّابِعِينَ وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: لَا يَرَوْنَ أَنْ يَتَزَوَّجَ الْمُحْرِمُ قَالُوا: فَإِنْ نَكَحَ فَنِكَاحُهُ بَاطِلٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابو رافع اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم صحابۂ کرام کا اس پر عمل ہے۔ ان میں سیدنا عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب اور ابن عمر رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ بعض فقہائے تابعین کا بھی یہی موقف ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ محرم شادی نہیں کر سکتا اور اگر نکاح کر لے تو نکاح باطل ہوگا۔

٨٤١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ

[841] سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

٨٤٠ـ أخرجه مسلم، النكاح، باب تحريم نكاح المحرم، وكراهة خطبته، ح: ١٤٠٩ من حديث أيوب به ❊ وفي الباب عن أبي رافع [يأتي: ٨٤١]، وميمونة [مسلم، ح: ١٤١١].

٨٤١ـ [ضعيف دون الشطر الأول] فهو صحيح عن الطريق الآتي، ح: ٨٤٨ أخرجه أحمد: ٦/ ٣٩٢ من حديث حماد بن زيد به، مطر الوراق ضعيف الحديث على الراجح ولم يتابعه على رفع الحديث غير بشر وقد خالف جميع أصحاب مالك في رفعه.

مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: تَزَوَّجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَيْمُونَةَ وَهُوَ حَلَالٌ، وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ، وَكُنْتُ أَنَا الرَّسُولَ فِيمَا بَيْنَهُمَا.

ﷺ نے سیدہ میمونہ ؓ سے شادی کی جبکہ آپ حلال تھے اور ان کے ساتھ شب زفاف گزاری جبکہ آپ حلال تھے اور میں ہی ان کے باہمی معاملے میں ایلچی تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا أَسْنَدَهُ غَيْرَ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ رَبِيعَةَ. وَرَوٰى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ حَلَالٌ. رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا قَالَ وَرَوَاهُ أَيْضًا سُلَيْمَانُ ابْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِيعَةَ مُرْسَلًا. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرُوِيَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ حَلَالٌ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ حَلَالٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَيَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ هُوَ ابْنُ أُخْتِ مَيْمُونَةَ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف حماد بن زید ہی مسند (مرفوع) بیان کرتے ہیں۔ امام مالک اس روایت کو بواسطہ ربیعہ مرسل بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن یسار نے کہا کہ نبی ﷺ نے سیدہ میمونہ ؓ سے شادی کی جبکہ آپ حلال تھے۔ اور سلیمان بن بلال بھی امام ربیعہ سے اسے مرسلاً ہی بیان کرتے ہیں۔ (ابورافع کا واسطہ چھوڑ دیتے ہیں۔) امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یزید بن اصم سیدہ میمونہ ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ شادی کی جبکہ آپ حلال تھے۔ اور بعض راوی یزید بن اصم سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میمونہ ؓ سے شادی کی جبکہ آپ حلال تھے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یزید بن اصم سیدہ میمونہ ؓ کا بھانجا ہے۔

(المعجم ٢٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ٢٤)

باب: 24۔ محرم کے لیے نکاح کرنے کی رخصت

٨٤٢- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

[842] سیدنا ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے سیدہ میمونہ ؓ سے شادی کی جبکہ آپ محرم تھے۔

٨٤٢ـ أخرجه أحمد: ١/ ٣٤٦، ٣٥٤ من حديث هشام به، ورواه البخاري، ح: ٤٢٥٨ من حديث عكرمة، ومسلم، ح: ١٤١٠ من طريق آخر عن ابن عباس به ✽ وفي الباب عن عائشة [ابن حبان، ح: ٢٧١٠ والبيهقي: ٧/ ٢١٢ والنسائي في الكبرى، ح: ٥٤٠٩].

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ: قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَأَهْلُ الْكُوفَةِ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ (احناف) کا بھی یہی قول ہے۔

٨٤٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

[843] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جبکہ آپ محرم تھے۔

٨٤٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَاءِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

[844] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جبکہ آپ محرم تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو الشَّعْثَاءِ اسْمُهُ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ. وَاخْتَلَفُوا فِي تَزْوِيجِ النَّبِيِّ ﷺ مَيْمُونَةَ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا فِي طَرِيقِ مَكَّةَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَظَهَرَ أَمْرُ تَزْوِيجِهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ بِسَرِفَ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ. وَمَاتَتْ مَيْمُونَةُ بِسَرِفَ حَيْثُ بَنٰى بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَدُفِنَتْ بِسَرِفَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور (ابن عباس کے شاگرد) ابوشعثاء کا نام جابر بن زید ہے۔ نبی ﷺ کے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ان سے مکہ کے راستے میں شادی کی تھی، اس لیے بعض کا قول ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے شادی حلال ہونے کی حالت میں کی تھی لیکن شادی کی تشہیر محرم ہونے کے بعد ہوئی، پھر آپ نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری جبکہ آپ مکہ کے راستے میں سرف مقام پر حلال حالت میں تھے۔ اور میمونہ رضی اللہ عنہا مقام سرف ہی میں فوت ہوئیں جہاں ان کی رخصتی ہوئی تھی اور انھیں سرف مقام ہی میں دفن کر دیا گیا۔

٨٤٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا فَزَارَةَ يُحَدِّثُ

[845] یزید بن اصم سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کی جبکہ آپ حلال

٨٤٣ـ انظر الحديث السابق.

٨٤٤ـ انظر الحديثين السابقين.

٨٤٥ـ أخرجه مسلم، النكاح، باب تحريم نكاح المحرم وكراهة خطبته، ح: ١٤١١ من حديث جرير بن حازم به.

عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، عَنْ مَيْمُونَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَبَنٰى بِهَا حَلَالًا، وَمَاتَتْ بِسَرِفَ وَدَفَنَّاهَا فِي الظُّلَّةِ الَّتِي بُنِيَ بِهَا فِيهَا.

تھے اور اس حالت ہی میں آپ کی رخصتی ہوئی اور وہ سرف مقام میں فوت ہوئیں اور ہم نے انھیں اسی سائبان میں دفن کیا جس میں ان کی رخصتی ہوئی تھی۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ مُرْسَلًا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ حَلَالٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور بہت سے راویوں نے اسے یزید بن اصم سے (میمونہ رضی اللہ عنہا کے واسطے کے بغیر) مرسلاً بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جبکہ آپ حلال تھے۔

فائدہ: ائمہ ثلاثہ اور جمہور علماء کے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث اور صاحب واقعہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اور درمیان میں پیغام رساں سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنیاد پر محرم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا یا کسی اور کا نکاح کرے، اگر کرے گا تو نکاح باطل ہوگا۔ احناف کے نزدیک سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنا پر نکاح کرنا اور نکاح کر دینا دونوں جائز ہیں، البتہ جماع اور جماع کے مبادیات حلال ہونے تک جائز نہیں ہیں۔ جمہور علماء کا موقف راجح ہے۔ تفصیلی دلائل کے لیے دیکھیے:
(المغني: 3/318-320، المجموع: 7/287-289)

(المعجم ۲۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ (التحفة ۲۵)

باب: 25۔ محرم کا شکار (کا گوشت) کھانا

۸۴۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «صَيْدُ الْبَرِّ لَكُمْ حَلَالٌ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ مَا لَمْ تَصِيدُوهُ أَوْ يُصَدْ لَكُمْ».

[846] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''خشکی کا شکار تمھارے لیے حلال ہے، جبکہ تم محرم ہو بشرطیکہ تم خود اس کا شکار نہ کرو یا تمھارے لیے شکار نہ کیا جائے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ وَطَلْحَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ مُفَسَّرٌ وَالْمُطَّلِبُ لَا نَعْرِفُ لَهُ سَمَاعًا مِّنْ جَابِرٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بِأَكْلِ الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ بَأْسًا إِذَا لَمْ يَصْطَدْهُ أَوْ يُصَدْ مِنْ أَجْلِهِ. قَالَ

اس مسئلے میں سیدنا ابوقتادہ اور طلحہ رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حقیقت کو واضح کرنے والی ہے۔ اور ہمارے علم میں مُطّلب کو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے سننے کا موقع نہیں ملا۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ ان کی رائے میں محرم کے لیے شکار کا

۸۴۶ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، المناسك، باب لحم الصيد للمحرم، ح: ۱۸۵۱، والنسائي: ۵/ ۱۸۷، ح: ۲۸۳۰ عن قتيبة به، وصححه ابن خزيمة، ح: ۲٦٤۱ وابن حبان (الإحسان): ۳۹٦۰ والحاكم: ۱/ ٤٥۲ والذهبي، وفيه علة مدمرة. المطلب لم يسمع من جابر كما قال أبو حاتم الرازي (المراسيل، ص: ۲۱۰).

الشَّافِعِيُّ: هٰذَا أَحْسَنُ حَدِيثٍ رُوِيَ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَقْيَسُ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

گوشت کھا لینے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس نے خود شکار نہ کیا ہو یا اس کی خاطر شکار نہ کیا گیا ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سب سے بہتر اور قابل قیاس یہی حدیث ہے اور اسی پر عمل ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

فائدہ: سورۂ مائدہ کی آیت: 96 کی رو سے محرم کے لیے خشکی کا شکار کرنا حرام ہے۔ اسی طرح اگر محرم نے کسی غیر محرم کی شکار کرنے میں مدد کی ہو یا اس کو اشارہ کیا ہو یا اس کی راہنمائی کی ہو، تب بھی اس پر شکار کا کھانا بالاتفاق حرام ہے، ہاں اگر محرم کی مدد، اشارے یا دلالت کے بغیر کسی غیر محرم نے شکار کیا ہو تو اس کا کھانا محرم کے لیے جائز ہے، جیسے اس کو تحفے کے طور پر ایسے شکار کا گوشت پیش کیا جائے تو اس کا کھانا اس کے لیے حلال ہے، تاہم احناف کے نزدیک محرم کے لیے غیر محرم کا شکار کھانا ہر صورت میں ناجائز ہے۔

٨٤٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ، فَرَأٰى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَاسْتَوٰى عَلٰى فَرَسِهِ فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا، فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا عَلَيْهِ، فَأَخَذَهُ فَشَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبٰى بَعْضُهُمْ، فَأَدْرَكُوا النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: «إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللّٰهُ».

[847] سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے جب وہ مکہ کے راستے پر ایک مقام پر پہنچے تو وہ نبی ﷺ کے محرم صحابہ کے ساتھ پیچھے رہ گئے، جبکہ وہ خود غیر محرم تھے۔ انھوں نے جنگلی گدھا دیکھا اور اپنے گھوڑے کی پشت پر بیٹھ گئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے میرا کوڑا پکڑا دو تو انھوں نے انکار کیا، پھر ان سے کہا کہ میرا نیزہ پکڑا دو تو انھوں نے اس سے بھی انکار کیا تو انھوں نے خود اسے اٹھایا اور گدھے پر حملہ کر دیا، اس کو شکار کر لیا، چنانچہ بعض صحابہ نے اس میں سے کھالیا اور بعض نے (کھانے سے) انکار کر دیا۔ پھر وہ نبی ﷺ سے جا ملے اور آپ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''یہ وہ کھانا ہے جو تمھیں اللہ نے کھلایا ہے۔''

فائدہ: سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ کیوں غیر محرم تھے؟ علماء نے اس کے مختلف جوابات دیے ہیں اور بہتر جواب وہ ہے جو سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو صدقے کی وصولی کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جا رہے تھے تو وہ عسفان مقام پر

٨٤٧- أخرجه مسلم، الحج، باب تحريم الصيد المأكول البري . . . إلخ، ح: ١١٩٦ عن قتيبة، والبخاري، الجهاد والسير، باب ما قيل في الرماح، ح: ٢٩١٤ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٣٥٠ (يحيى).

آپ ﷺ سے مل گئے اور یہ واقعہ پیش آیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (عمدة القاري، ج:10، باب إذا صاد الحلال فأهدى للمحرم الصيد)

٨٤٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ فِي حِمَارِ الْوَحْشِ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي النَّضْرِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ».

[848] قتیبہ کی سند سے بھی ابوقتادہ کی مذکورہ بالا روایت مروی ہے۔ لیکن اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تمھارے پاس اس کے گوشت کا کوئی حصہ ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: نبی ﷺ نے ان کی مزید تسلی اور اطمینان کے لیے ان سے فرمایا کہ اگر تمھارے پاس اس کا کچھ بچا کھچا ہے تو ہمیں بھی پیش کرو۔ انھوں نے پیش کیا تو آپ نے بھی کھالیا۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الحج، حدیث: 2558(1196))

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ لَحْمِ الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ (التحفة ٢٦)

باب: 26۔ محرم کے لیے شکار کا گوشت مکروہ ہونے کا بیان

٨٤٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِهِ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَأَهْدَى لَهُ حِمَارًا وَحْشِيًّا فَرَدَّهُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا فِي وَجْهِهِ [مِنَ] الْكَرَاهِيَةِ قَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَيْكَ وَلٰكِنَّا حُرُمٌ».

[849] سیدنا صعب بن جثامہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مقام اَبواء یا ودّان سے ان کے پاس سے گزرے تو انھوں نے آپ کو جنگلی گدھا تحفے میں پیش کیا تو آپ نے واپس کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو فرمایا: ''ہم تمھیں یہ واپس نہ کرتے مگر ہم احرام میں ہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ إِلَى هٰذَا الْحَدِيثِ وَكَرِهُوا أَكْلَ الصَّيْدِ

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا اس حدیث پر عمل ہے اور وہ محرم کے لیے شکار کھانا مکروہ قرار دیتے ہیں۔ امام

٨٤٨ـ أخرجه مسلم، الحج، باب تحريم الصيد المأكول البري . . . إلخ، ح:١١٩٦ عن قتيبة، والبخاري، ح:٥٤٩١ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٣٥١ (يحيى).

٨٤٩ـ أخرجه مسلم، ح:١١٩٣ عن قتيبة، والبخاري، ح:١٨٢٥ من حديث ابن شهاب الزهري به * وفي الباب عن علي [أبو داود، ح:١٨٤٩]، وزيد بن أرقم [أبو داود، ح:١٨٥٠].

لِلْمُحْرِمِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنَّمَا وَجْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَنَا إِنَّمَا رَدَّهُ عَلَيْهِ لَمَّا ظَنَّ أَنَّهُ صِيدَ مِنْ أَجْلِهِ وَتَرَكَهُ عَلَى التَّنَزُّهِ. وَقَدْ رَوٰى بَعْضُ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيثَ وَقَالَ: أَهْدٰى لَهُ لَحْمَ حِمَارٍ وَحْشٍ وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ.

شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صرف اس لیے اس کو لوٹا دیا تھا کہ آپ سمجھتے تھے کہ اسے آپ کے لیے شکار کیا گیا ہے اور آپ نے اسے احتیاطاً چھوڑ دیا تھا۔ امام زہری کے بعض تلامذہ نے ان سے اس حدیث کو یوں بیان کیا ہے کہ انھوں نے آپ کو جنگلی گدھے کے گوشت کا تحفہ پیش کیا، مگر یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا علی اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث آئی ہیں۔

فائدہ: صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے جنگلی گدھا شکار کیا، اور مقام ابواء یا ودّان میں (جو قریب قریب واقع ہیں) آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ نبی ﷺ کے لیے شکار کیا گیا تھا، اس لیے آپ نے قبول نہ فرمایا، پھر انھوں نے ذبح کر کے اس کا کچھ گوشت پیش کیا تو پھر بھی آپ نے رد کر دیا کیونکہ جو شکار محرم کے لیے کیا جائے وہ زندہ جانور ہو یا اس کا گوشت، محرم کے لیے جائز نہیں۔ جمہور ائمہ اور محدثین کا یہی موقف ہے جیسا کہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَيْدِ الْبَحْرِ لِلْمُحْرِمِ (التحفة ٢٧)

باب: 27۔ محرم کے لیے سمندری شکار

٨٥٠- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ ابْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَزِّمِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ فَاسْتَقْبَلَنَا رِجْلٌ مِّنْ جَرَادٍ فَجَعَلْنَا نَضْرِبُهُ بِأَسْيَاطِنَا وَعِصِيِّنَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «كُلُوهُ فَإِنَّهُ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ».

[850] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم حج یا عمرے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو ہمارے سامنے ٹڈیوں کا ایک دَل آ گیا۔ ہم کوڑوں اور لاٹھیوں سے اس کا شکار کرنے لگے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے کھالو، یہ بھی سمندری شکار کا حصہ ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي الْمُهَزِّمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَأَبُو الْمُهَزِّمِ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ سُفْيَانَ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ شُعْبَةُ. وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ لِلْمُحْرِمِ أَنْ يَصِيدَ الْجَرَادَ

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صرف ابومہزم بیان کرتا ہے جس کا نام یزید بن سفیان ہے اور امام شعبہ نے اس پر جرح کی ہے۔ اور بعض اہل علم نے محرم کو ٹڈی کا

٨٥٠ـ [ضعيف جدًا] أخرجه ابن ماجه، الصيد، باب صيد الحيتان والجراد، ح: ٣٢٢٢ من حديث وكيع به، أبوالمهزم ضعيف جدًا، انظر تسهيل الحاجة، ح: ٣٠٨٦.

وَيَأْكُلُهُ. وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِ صَدَقَةً إِذَا اصْطَادَهُ أَوْ أَكَلَهُ.

شکار کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ اسے کھا بھی سکتا ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک اگر وہ شکار کرے یا اسے کھا لے تو اس پر صدقہ لازم آئے گا۔

(المعجم ۲۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي الضَّبُعِ يُصِيبُهَا الْمُحْرِمُ (التحفة ۲۸)

باب: 28۔ محرم اگر لگڑ بھگا قتل کر دے

٨٥١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَمَّارٍ قَالَ: قُلْتُ لِجَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ: الضَّبُعُ أَصَيْدٌ هِيَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: قُلْتُ: آكُلُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: قُلْتُ: أَقَالَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ.

[851] ابن ابی عمار بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ سے دریافت کیا: کیا لگڑ بھگا شکار ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: میں اسے کھا سکتا ہوں؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: کیا یہ بات رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَالَ عَلِيُّ [بْنُ الْمَدِينِيِّ]: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: رَوَى جَرِيرُ ابْنُ حَازِمٍ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ أَصَحُّ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُحْرِمِ إِذَا أَصَابَ ضَبُعًا أَنَّ عَلَيْهِ الْجَزَاءَ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام یحییٰ بن سعید کہتے ہیں: جریر بن حازم نے یہ حدیث عن جابر عن عمر بیان کی ہے مگر ابن جریج کی مذکورہ بالا روایت زیادہ صحیح ہے۔ امام احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ محرم اگر لگڑ بھگا قتل کر دے تو اس پر فدیہ لازم آئے گا۔

فوائد و مسائل: ① لگڑ بھگا، احناف اور مالکیہ کے نزدیک ایک درندہ ہے، اس لیے وہ [كُلُّ ذِي نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ] ''ہر کچلی والا درندہ'' کے تحت حرام ہے، لیکن شوافع اور حنابلہ کے نزدیک حدیث باب کی رو سے یہ حلال ہے اور یہی بات درست اور راجح ہے۔ ② حالتِ احرام میں محرم اگر کسی جانور کا شکار کر لے تو اسے اس جانور کی مثل فدیہ دینا ضروری ہوگا اور یہ مثلیت ظاہری جسم کے ڈیل ڈول (قد و قامت) کے حساب سے ہوگی نہ کہ قیمت کے اعتبار سے، جیسے لگڑ بھگا اور مینڈھا جسامت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ تفصیل کے لیے: (سنن أبي داود، (دارالسلام): 944/3)

٨٥١- أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب ما لا يقتله المحرم: ٥/ ١٩١، ح: ٢٨٣٩ من حديث ابن جريج به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٦٤٥، ٢٦٤٦ وابن حبان (الإحسان): ٣٩٥٤ وابن الجارود، ح: ٤٣٨ والحاكم على شرط الشيخين: ١/ ٤٥٢ ووافقه الذهبي.

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِغْتِسَالِ لِدُخُولِ مَكَّةَ (التحفة ٢٩)

باب:29۔ مکے میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا

٨٥٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنِي هَارُونُ بْنُ صَالِحٍ [الْبَلْخِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اغْتَسَلَ النَّبِيُّ ﷺ لِدُخُولِ مَكَّةَ بِفَخٍّ.

[852] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے [فَخّ] نامی مقام پر غسل کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ وَالصَّحِيحُ مَا رَوٰى نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ يَغْتَسِلُ لِدُخُولِ مَكَّةَ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ يُسْتَحَبُّ الْاِغْتِسَالُ لِدُخُولِ مَكَّةَ. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ ضَعَّفَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ وَغَيْرُهُمَا وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا [الْحَدِيثَ] مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور صحیح روایت نافع کی ہے کہ وہ (ابن عمر رضی اللہ عنہما) مکہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کیا کرتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے کہ مکہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم حدیث کے سلسلے میں ضعیف ہے۔ امام احمد بن حنبل اور علی بن مدینی اور دوسروں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور ہمارے علم میں اس حدیث کو مرفوعاً صرف وہی بیان کرتا ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت ضعیف ہے تاہم دوسری احادیث کی روشنی میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا بالاتفاق مستحب ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں یہ باب باندھا ہے (بَابُ الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُولِ مَكَّةَ) اس کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن منذر سے نقل کیا ہے کہ مکہ میں داخلے کے لیے تمام علماء کے نزدیک غسل مستحب ہے۔ لیکن نہ کرنے کی صورت میں فدیہ نہیں ہے اور اکثر کے نزدیک غسل کی جگہ وضو پر اکتفا کر لینا صحیح ہے۔ شوافع کے نزدیک اگر غسل ممکن نہ ہو تو تیمم کر لے۔ (فتح الباري: 549/3) ② فخ مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي دُخُولِ النَّبِيِّ ﷺ مَكَّةَ مِنْ أَعْلَاهَا وَخُرُوجِهِ مِنْ أَسْفَلِهَا (التحفة ٣٠)

باب:30۔ نبی ﷺ کے مکہ میں بالائی جانب سے داخل ہونے اور زیریں جانب سے نکلنے کا بیان

٨٥٣- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا

[853] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ

٨٥٢- [ضعيف جدًّا] أخرجه الدارقطني: ٢/ ٢٢١، ح: ٢٤١٢ من حديث هارون بن صالح به * عبدالرحمن بن زيد بن أسلم: ضعيف جدًّا فيما يروي عن أبيه.

٨٥٣- أخرجه البخاري، الحج، باب من أين يخرج من مكة؟، ح: ١٥٧٧، ومسلم، ح: ١٢٥٨ عن محمد بن المثنى به * ◄◄

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا.

مکہ آئے تو آپ اس کی بالائی جانب سے داخل ہوئے اور زیریں جانب سے نکلے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: مکے کی مشرقی جانب جسے کداء کہتے ہیں بلند ہے جس کے قریب حجون اور خیف بنی کنانہ ہے جسے ابطح، بطحاء اور محصب کا نام دیا جاتا ہے اور مغربی جانب جسے کدیٰ کہا جاتا تھا نشیبی ہے۔ ان کو آج کل کداء المعلاۃ اور کدی المسفلۃ کا نام دیا جاتا ہے۔ مکے میں حج اور عمرے کی نیت سے جانے کے لیے ان سے داخل اور خارج ہونا مستحب ہے۔

(المعجم ٣١) بَابُ مَا جَاءَ فِي دُخُولِ النَّبِيِّ ﷺ مَكَّةَ نَهَارًا (التحفة ٣١)

باب: 31۔ نبی ﷺ کے مکہ میں دن کے وقت داخل ہونے کا بیان

٨٥٤- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الْعُمَرِيُّ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ نَهَارًا.

[854] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مکے میں دن کے وقت داخل ہوئے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک دن کے وقت داخل ہونا پسندیدہ ہے۔ لیکن امام عطاء کے نزدیک یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو مقتدا و پیشوا ہوں اور لوگ ان کے عمل کی اقتدا کرتے ہوں۔ (فتح الباري: 550/3)

(المعجم ٣٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ رَفْعِ الْيَدِ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ (التحفة ٣٢)

باب: 32۔ بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے

٨٥٥- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي قَزَعَةَ الْبَاهِلِيِّ، عَنِ الْمُهَاجِرِ

[855] مہاجر مکی بیان کرتے ہیں: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: کیا انسان بیت اللہ کو دیکھ کر اپنے ہاتھ

◄ وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح: ١٥٧٥ ومسلم، ح: ١٢٥٧].

٨٥٤ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب دخول مكة، ح: ٢٩٤١ من حديث وكيع به.

٨٥٥ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، المناسك، باب: في رفع اليد إذا رأى البيت، ح: ١٨٧٠ والنسائي: ٥/ ٢١٢، ح: ٢٨٩٨ من حديث شعبة به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٧٠٤، ٢٧٠٥ ※ المهاجر المكي وثقه ابن حبان وابن خزيمة وقال أبو حاتم: ليس بالمشهور، والحديث ضعفه الثوري وابن المبارك وأحمد وإسحاق وغيرهم لأن مهاجرًا عندهم مجهول. والله أعلم.

الْمَكِّيِّ قَالَ: سُئِلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللهِ أَيَرْفَعُ الرَّجُلُ يَدَيْهِ إِذَا رَأَى الْبَيْتَ؟ فَقَالَ: حَجَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَكُنَّا نَفْعَلُهُ.

اٹھائے؟ انھوں نے جواب دیا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا تو (کیا) ہم یہ کام کرتے تھے؟

قَالَ أَبُو عِيسٰى: رَفْعُ الْيَدِ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي قَزَعَةَ. وَأَبُو قَزَعَةَ سُوَيْدُ بْنُ حُجَيْرٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھانا ہمارے علم میں اس کا بیان صرف شعبہ کی ابوقزعہ سے روایت میں ہے اور ابوقزعہ کا نام سوید بن حُجیر ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہاں استفہام انکار کے لیے ہے کیونکہ سنن ابوداود میں [فَلَمْ يَكُنْ يَفْعَلُهُ] ''آپ ﷺ نے ایسے نہیں کیا۔'' اور سنن نسائی میں [فَلَمْ نَكُنْ نَفْعَلُهُ] ''ہم ایسا نہیں کرتے تھے'' کے الفاظ ہیں۔ ② یہ روایت ضعیف ہے، لہٰذا بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھانا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ دعا کے بارے میں کچھ آثار منقول ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس موقع پر یہ دعا مروی ہے: [اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ] (سنن الكبرى للبيهقي: 73/5)

(المعجم ٣٣) بَابُ مَا جَاءَ كَيْفَ الطَّوَافُ (التحفة ٣٣)

باب: 33۔ طواف کیسے کیا جائے؟

٨٥٦ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [الثَّوْرِيُّ] عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاسْتَلَمَ الْحَجَرَ ثُمَّ مَضٰى عَلٰى يَمِينِهِ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشٰى أَرْبَعًا ثُمَّ أَتَى الْمَقَامَ فَقَالَ: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ [البقرة:١٢٥] فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَالْمَقَامُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، ثُمَّ أَتَى الْحَجَرَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا - أَظُنُّهُ - قَالَ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ﴾ [البقرة:١٥٨].

[856] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ پہنچے تو مسجد میں داخل ہوئے، حجر اسود کو بوسہ دیا، پھر اپنے دائیں طرف چل پڑے، تین چکروں میں رمل کیا اور چار میں عام چال چلے، پھر مقام ابراہیم کے پاس آئے اور یہ آیت پڑھی: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ ''اور مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔'' پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں کہ مقام ابراہیم آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان تھا، دو رکعت پڑھنے کے بعد پھر حجر اسود کے پاس آئے، اس کو بوسہ دیا، پھر صفا کی طرف چل پڑے، میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ﴾ ''بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُوعِيسٰى:

اس مسئلے میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت آئی ہے۔ امام

٨٥٦ـ أخرجه مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، ح:١٢١٨/ ١٥٠ من حديث يحيى بن آدم به * وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح:١٦٠٣ ومسلم، ح:١٢٦١].

حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس بات پر امت کا اتفاق ہے کہ طواف کا آغاز حجر اسود کو بوسہ دے کر کیا جائے اور طواف کرتے وقت بیت اللہ بائیں طرف ہو۔ پہلے طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل ہو، یعنی کندھوں کو ہلاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے تیزی سے چلا جائے تاکہ قوت و طاقت کا اظہار ہو اور یہ کام صرف طوافِ قدوم میں ہوتا ہے۔ ہر چکر حجر اسود پر ختم ہوتا ہے۔ اگر ممکن ہو تو ہر چکر کے آغاز میں حجر اسود کو بوسہ دیا جائے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔ ② طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت پڑھی جائیں، پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے لیے جانے سے پہلے ممکن ہو تو حجر اسود کو بوسہ دیں۔ ③ طواف کی پہلی رکعت میں ﴿قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھیں۔

(المعجم ٣٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّمَلِ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ (التحفة ٣٤)

باب: 34۔ رمل حجر اسود سے حجر اسود تک ہے

٨٥٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ ثَلَاثًا وَمَشٰى أَرْبَعًا.

[857] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے تین چکروں میں حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا، اور چار چکروں میں معمول کی رفتار سے چلے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: إِذَا تَرَكَ الرَّمَلَ عَمْدًا فَقَدْ أَسَاءَ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَإِذَا لَمْ يَرْمُلْ فِي الْأَشْوَاطِ الثَّلَاثَةِ لَمْ يَرْمُلْ فِيمَا بَقِيَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَيْسَ عَلٰى أَهْلِ مَكَّةَ رَمَلٌ وَلَا عَلٰى مَنْ أَحْرَمَ مِنْهَا.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر جان بوجھ کر رمل نہ کرے تو اس نے برا کام کیا لیکن اس پر کوئی فدیہ نہیں۔ اور جب پہلے تین چکروں میں رمل نہیں کیا تو باقی چکروں میں رمل نہ کرے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ اہل مکہ اور مکہ سے احرام باندھنے والوں کے لیے رمل نہیں ہے۔

فائدہ: رمل کا آغاز عمرۃ القضا 7ھ میں مشرکوں کی اس طنز کے جواب میں ہوا تھا کہ ان لوگوں کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے اور وہ اس کا مشاہدہ کرنے کے لیے قُعَیقِعان پہاڑ پر بیٹھ گئے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کو مسلمانوں کی قوت و

٨٥٧- أخرجه مسلم، الحج، باب استحباب الرمل في الطواف في العمرة ... إلخ، ح: ١٢٦٣ من حديث ابن وهب به وهو في الموطأ: ١/ ٣٦٤ (يحيى) * وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح: ١٦٠٤ ومسلم، ح: ١٢٦١].

طاقت دکھانے کے لیے پہلے تین چکروں میں حجر اسود سے رکن یمانی تک رمل کرنے کا حکم دیا کیونکہ مشرکین مکہ ادھر ہی بیٹھے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کعبے کے چاروں اطراف کا رمل کیا، اس لیے جمہور صحابہ و تابعین اور ائمۂ اربعہ کے نزدیک یہی سنت ہے اور اس کے ترک پر کوئی فدیہ نہیں، نیز رمل کا تعلق مردوں سے ہے عورتوں سے نہیں۔ اور اگر یہ پہلے تین چکروں میں نہ کیا جائے تو اس کی جگہ بعد والے چکروں میں نہیں کیا جاسکتا۔ (تحفة الأحوذي: 92/2)

(المعجم ٣٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي اسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَالرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ دُونَ مَا سِوَاهُمَا (التحفة ٣٥)

باب: 35۔ استلام صرف حجر اسود اور رکن یمانی کا ہے دوسرے دو رکنوں کا نہیں

٨٥٨ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَمَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَمُعَاوِيَةُ لَا يَمُرُّ بِرُكْنٍ إِلَّا اسْتَلَمَهُ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَسْتَلِمُ إِلَّا الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا.

[858] ابو طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہر رکن کا استلام کر رہے تھے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: نبی ﷺ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کرتے تھے۔ اس پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بیت اللہ کے کسی حصے کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ لَّا يَسْتَلِمَ إِلَّا الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ استلام صرف حجر اسود اور رکن یمانی ہی کا ہے۔

فائدہ: ''استلام'' کے لغوی معنی لمس یا چومنا کے ہیں، لیکن حجر اسود کا استلام اگر ممکن ہو تو بوسہ دے۔ اگر بوسہ ممکن نہ ہو تو ہاتھ لگا کر اس کا بوسہ لیا جائے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو اشارہ کیا جائے۔ اس صورت میں ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا جائے گا، اور رکن یمانی کو صرف ہاتھ لگایا جائے، اسے بوسہ نہ دیا جائے کیونکہ حجر اسود والے رکن کو حجر اسود کے ساتھ قواعد ابراہیم (ابراہیمی بنیاد) ہونے کا بھی شرف حاصل ہے اور رکن یمانی کو صرف قواعد ابراہیمی کا ایک شرف حاصل ہے اور رکن شامی اور رکن عراقی چونکہ ابراہیمی بنیادوں پر نہیں ہیں، اس لیے جمہور کے نزدیک ان کو ہاتھ نہیں لگایا جائے گا۔ لیکن بعض صحابہ اور تابعین کے نزدیک چاروں ارکان کا استلام ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دیا تھا کہ اسوۂ حسنہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ سے رکن شامی اور رکن عراقی کا استلام ثابت نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 599/3)

٨٥٨ـ أخرجه أحمد: ١/ ٣٣٢ عن عبدالرزاق به، وأصله عند مسلم، ح: ١٢٦٩ من حديث أبي الطفيل، والبخاري، ح: ١٦٠٨ من حديث ابن عباس به * وفي الباب عن عمر [يأتي: ٨٦٠].

(المعجم ٣٦) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَافَ مُضْطَبِعًا (التحفة ٣٦)

باب:36۔ نبی ﷺ نے طواف میں اضطباع کیا، یعنی دایاں کندھا ننگا رکھا

٨٥٩ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنِ ابْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ [أَنَّ] النَّبِيَّ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ مُضْطَبِعًا وَعَلَيْهِ بُرْدٌ.

[859] سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا جبکہ آپ کا (دایاں) کندھا ننگا تھا اور آپ ایک (دھاری دار) چادر اوڑھے ہوئے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثُ الثَّوْرِيِّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ [وَ]لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ وَهُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعَبْدُ الْحَمِيدِ هُوَ ابْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ عَنِ ابْنِ يَعْلٰى، عَنْ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَى بْنُ أُمَيَّةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہمارے علم میں صرف ثوری ہی ابن جریج سے بیان کرتا ہے۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور عبدالحمید، جبیر بن شیبہ کا بیٹا ہے جو ابن یعلیٰ کے واسطے سے یعلیٰ سے بیان کرتا ہے اور یعلیٰ سے مراد یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

لغوی تشریح: [اِضطباع] چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے گزار کر اس کے کناروں کو بائیں کندھے پر ڈال لینا جس سے دایاں کندھا ننگا رہ جاتا ہے، اس میں شجاعت و بہادری کا اظہار ہے۔

فائدہ: یہ حدیث بعض حضرات کے نزدیک صحیح ہے۔ اضطباع اس طواف کے ہر چکر میں ہوگا جس کے بعد سعی ہوتی ہے اور طواف کرنے کے بعد چادر کو دونوں کندھوں پر ڈال لیا جائے۔ جمہور کے نزدیک اضطباع مستحب ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اس کے قائل نہیں ہیں اور ان کا موقف صحیح حدیث کے منافی ہے۔

(المعجم ٣٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقْبِيلِ الْحَجَرِ (التحفة ٣٧)

باب:37۔ حجر اسود کو بوسہ دینا

٨٦٠ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُولُ: إِنِّي أُقَبِّلُكَ وَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ

[860] عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے: میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں اور جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو

٨٥٩ـ أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب الاضطباع، ح: ٢٩٥٤ من حديث قبيصة.

٨٦٠ـ أخرجه مسلم، الحج، باب استحباب تقبيل الحجر الأسود في الطواف، ح: ١٢٧٠ من حديث أبي معاوية الضرير، والبخاري، الحج، باب ما ذكر في الحجر الأسود، ح: ١٥٩٧ من حديث الأعمش به ❁ وفي الباب عن أبي بكر [الدارقطني في العلل الواردة: ١/ ١٦٧]، وابن عمر [يأتي: ٨٦١].

ﷺ يُقَبِّلُكَ لَمْ أُقَبِّلْكَ.

تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَّابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّونَ تَقْبِيلَ الْحَجَرِ فَإِنْ لَّمْ يُمْكِنْهُ أَنْ يَّصِلَ إِلَيْهِ اسْتَلَمَهُ بِيَدِهِ وَقَبَّلَ يَدَهُ، وَإِنْ لَّمْ يَصِلْ إِلَيْهِ اسْتَقْبَلَهُ إِذَا حَاذٰى بِهِ وَكَبَّرَ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوبکر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایات بھی آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ حجر اسود کو چومنا مستحب ہے اور اگر کسی کے لیے ممکن نہ ہو اور وہ اس تک نہ پہنچ سکے تو اس کو ہاتھ لگائے اور اپنے ہاتھ کو بوسہ دے اور اگر ہاتھ بھی اس تک نہ پہنچ سکتا ہو تو اس کے سامنے آئے اور اللہ اکبر کہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① عابس بن ربیعہ کی یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔ (صحيح البخاري، الحج، حديث:1597، وصحيح مسلم، الحج، حديث: 1270) اور اس میں یہ اضافہ ہے ''تو کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔'' اور یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان سب کے سامنے کہی تاکہ کوئی غیر تربیت یافتہ نیا مسلمان یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اس پتھر میں کوئی خدائی کرشمہ یا الٰہی صفت ہے یا بناؤ بگاڑ کی کوئی طاقت رکھتا ہے جس کی بنا پر اس کو چوما جا رہا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ایک اصولی اور بنیادی بات ثابت ہوئی کہ کسی چیز کی تعظیم و تکریم اس نظریے سے کرنا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے تو یہ تعظیم و توقیر برحق ہے، لیکن اگر کسی چیز کو نفع اور نقصان یا بناؤ بگاڑ کا مالک سمجھ کر تعظیم و توقیر کی جائے تو وہ شرک کا ایک شعبہ ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم دینی معاملات میں نبی ﷺ کے اتباع اور اقتدا کے پابند ہیں، چاہے اس کام کی حکمت و مصلحت ہمارے علم و فہم میں آئے یا نہ آئے۔

٨٦١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ فَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ فَقَالَ الرَّجُلُ، أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ عَلَيْهِ؟ أَرَأَيْتَ إِنْ زُوحِمْتُ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ. قَالَ: وَهٰذَا هُوَ الزُّبَيْرُ بْنُ عَرَبِيٍّ رَوٰى عَنْهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَالزُّبَيْرُ بْنُ عَرَبِيٍّ كُوفِيٌّ يُكْنٰى أَبَا سَلَمَةَ، سَمِعَ مِنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، رَوٰى عَنْهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ

[861] زبیر بن عربی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے استلام کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو اسے چھوتے اور اسے چومتے دیکھا ہے۔ اس آدمی نے کہا: بتائیے اگر میں اس سے مغلوب ہو جاؤں یا اگر رش میں پھنس جاؤں؟ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''بتائیے'' کو یمن میں چھوڑ دو۔ میں نے نبی ﷺ کو اس کا استلام کرتے اور اسے چومتے دیکھا ہے۔ امام صاحب کہتے ہیں: یہ زبیر بن عربی وہی ہے جس سے حماد بن زید روایت لیتے ہیں۔ اور یہ (زبیر بن

٨٦١ـ أخرجه البخاري، الحج، باب تقبيل الحجر، ح: ١٦١١ من حديث حماد بن زيد به.

وَاحِدٍ مِّنَ الْأَئِمَّةِ.

عربی) کوفی ہے۔ اس کی کنیت ابوسلمہ ہے۔ اس کو سیدنا انس بن مالک اور کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے سننے کا موقع ملا ہے۔ اس سے سفیان ثوری اور بہت سے ائمہ روایت لیتے ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حسن صحیح ہے اور ان سے کئی سندوں سے مروی ہے۔

فائدہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کو اپنایا جائے اور اس سے گریز کے حیلے بہانے تلاش نہ کیے جائیں۔ اپنی رائے کے بجائے آپ ﷺ کے اقتدا کی کوشش کرنی چاہیے، اسی لیے انھوں نے بھیڑ یا رش کو ترک استلام کے لیے بطور عذر قبول نہیں فرمایا۔ (فتح الباري: 600/3) بہرحال حجر اسود کو چومنا مستحب ہے، اگر کسی کے لیے چومنا ممکن نہ ہو تو وہ اسے ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چوم لے، اگر ہاتھ لگانا بھی ممکن نہ ہو تو پھر اس کے سامنے آ کر ہاتھ یا چھڑی سے اس کی طرف اشارہ کر دے اور اللہ اکبر کہے، لیکن ہاتھ یا چھڑی کو چومنا نہیں ہے۔

(المعجم ٣٨) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّهُ يُبْدَأُ بِالصَّفَا قَبْلَ الْمَرْوَةِ (التحفة ٣٨)

باب: 38۔ سعی کی ابتدا مروہ کی بجائے صفا سے ہو

٨٦٢- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَأَتَى الْمَقَامَ، فَقَرَأَ: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ [البقرة:١٢٥] فَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ ثُمَّ أَتَى الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ: نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللهُ بِهِ، فَبَدَأَ بِالصَّفَا وَقَرَأَ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ﴾ [البقرة:١٥٨].

[862] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب مکہ پہنچ گئے تو آپ نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے۔ پھر مقام ابراہیم پر آ گئے اور یہ آیت پڑھی ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهِمَ مُصَلًّى﴾ ''اور مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔'' پھر مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس کے بعد حجر اسود کے پاس آئے، اس کا استلام کیا، پھر فرمایا: ''ہم اس سے آغاز کریں گے جس کا ذکر اللہ نے پہلے کیا ہے۔'' پھر آپ نے صفا سے ابتدا کی اور یہ آیت پڑھی ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ﴾ ''بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُ يَبْدَأُ بِالصَّفَا

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ سعی کا آغاز صفا سے کیا جائے۔

٨٦٢ـ أخرجه مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، ح:١٢١٨ من حديث سفيان بن عيينة به.

قَبْلَ الْمَرْوَةِ، فَإِنْ بَدَأَ بِالْمَرْوَةِ قَبْلَ الصَّفَا لَمْ يُجْزِهِ وَيَبْدَأُ بِالصَّفَا. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِيمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتّٰى رَجَعَ فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِنْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتّٰى خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ فَإِنْ ذَكَرَ وَهُوَ قَرِيبٌ مِنْهَا رَجَعَ فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَإِنْ لَمْ يَذْكُرْ حَتّٰى أَتٰى بِلَادَهُ أَجْزَأَهُ وَعَلَيْهِ دَمٌ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنْ تَرَكَ الطَّوَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتّٰى رَجَعَ إِلٰى بِلَادِهِ فَإِنَّهُ لَا يُجْزِئُهُ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ قَالَ: الطَّوَافُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاجِبٌ لَا يَجُوزُ الْحَجُّ إِلَّا بِهِ.

اگر (کسی نے) صفا سے پہلے مروہ سے ابتدا کی تو یہ اس کے لیے جائز نہ ہوگا بلکہ صفا سے ابتدا کرے۔ اور اہل علم کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان چکر نہ لگائے حتیٰ کہ (اپنے گھر) واپس آ گیا تو بعض اہل علم کا قول ہے کہ اگر کوئی صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگائے بغیر مکے سے نکل گیا تو اگر وہ قریب ہی ہو اور اسے یاد آ جائے تو وہ واپس مکے آ کر صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگائے اور اگر اپنے علاقے میں واپس آنے تک یاد نہ آیا ہو تو اس کا حج ہو جائے گا مگر اس کو ایک جانور ذبح کرنا ہوگا۔ سفیان ثوری کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے: اگر کسی نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی چھوڑ دی حتیٰ کہ اپنے ملک واپس آ گیا تو اس کا حج نہیں ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں: صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگانا فرض ہے، اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔

فوائد ومسائل: ① صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ابتدا جمہور اور ائمۂ اربعہ کے نزدیک صفا سے ہے۔ اگر سعی کی ابتدا مروہ سے کرے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور سعی بیت اللہ کے طواف کے بعد ہے۔ ② صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگانے کے بارے میں تین قول ہیں: ٭ امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک سعی رکن حج ہے، اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ سیدنا ابن عمر، سیدہ عائشہ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ اسحاق اور ابوثور بھی اسی کے قائل ہیں۔ ٭ سعی واجب ہے، اگر رہ جائے تو اس کا ازالہ خون بہانے (قربانی) سے ہو سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کا یہی قول ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔ ٭ سعی رکن ہے نہ واجب بلکہ سنت اور مستحب ہے۔ سیدنا ابن عباس، ابن سیرین اور مجاہد کا یہی قول ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔ (المغني: 410/3، 411) امت کی آسانی کے نقطۂ نظر سے دوسرا قول راجح ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٣٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ (التحفة ٣٩)

باب: 39۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کا بیان

٨٦٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا [سُفْيَانُ] بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّمَا سَعٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ.

[863] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان صرف اس لیے دوڑے تھے کہ مشرکین کو اپنی قوت و طاقت دکھائیں۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ الَّذِي يَسْتَحِبُّهُ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنْ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَإِنْ لَّمْ يَسْعَ وَمَشٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ رَأَوْهُ جَائِزًا.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم کے نزدیک مستحب ہے کہ (حج یا عمرہ کرنے والا) صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے اور اگر وہ نہ دوڑے بلکہ صفا اور مروہ کے درمیان عام چال چلے تو بھی جائز ہے۔

٨٦٤- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ جُمْهَانَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَمْشِي فِي السَّعْيِ فَقُلْتُ لَهُ: أَتَمْشِي فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ: لَئِنْ سَعَيْتُ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَسْعٰى عَلَيْهِ، وَلَئِنْ مَشَيْتُ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِي. وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ.

[864] کثیر بن جمہان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو مَسْعٰی (سعی کی جگہ) میں چلتے ہوئے دیکھا، تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کی جگہ میں چل رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: اگر میں دوڑوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دوڑتے دیکھا ہے اور اگر چلوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو چلتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور (اب) میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوٰى سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سعید بن جبیر بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے ہم معنی روایت کرتے ہیں۔

فائدہ: صفا اور مروہ کے درمیان نشیبی جگہ ہے جہاں اب سبز روشنیوں کا انتظام کر دیا گیا ہے (کیونکہ نشیب ختم ہو چکا ہے۔) اس میں تیز چلنے کی تین وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ ✻ مشرکین مکہ کے سامنے قوت و طاقت کا اظہار۔ ✻ سنت ابراہیمی کا اتباع کیونکہ

٨٦٣ـ أخرجه البخاري، الحج، باب: كيف كان بدء الرمل، ح: ١٦٠٢، ومسلم، ح: ١٢٦٦ من طريق آخر عن ابن عباس به ✻ وفي الباب عن عائشة [البخاري، ح: ١٦٤٣ ومسلم، ح: ١٢٧٧]، وابن عمر [يأتي: ٨٦٤]، وجابر [مسلم، ح: ١٢١٨].

٨٦٤ـ [صحيح بوجوه أخرى] أخرجه أبو داود، المناسك، باب أمر الصفا والمروة، ح: ١٩٠٤، وابن ماجه، ح: ٢٩٨٨، والنسائي: ٥/ ٢٤١، ح: ٢٩٧٩ من حديث عطاء بن السائب به، رواه عنه سفيان الثوري وغيره، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٧٧٠، ٢٧٧١.

وہ یہاں شیطان سے آگے بڑھنے کے لیے دوڑے تھے۔ ٭ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کا دوڑنا اور ان کی یاد قائم رکھنا۔ (معارف السنن: 157/6) اس جگہ تیز چلنا جمہور کے نزدیک ساتوں چکروں میں مردوں کے لیے مسنون ہے۔ ابن منذر کا قول ہے کہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ رمل، صفا ومروہ کے درمیان دوڑنا اور اضطباع عورتوں کے لیے نہیں ہے۔ (المغني: 416/3)

(المعجم ٤٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الطَّوَافِ رَاكِبًا (التحفة ٤٠)

باب: 40۔ سوار ہو کر طواف کرنا

٨٦٥۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ [بْنُ سَعِيدٍ] وَعَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَإِذَا انْتَهَى إِلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ.

[865] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر طواف کیا۔ جب حجر اسود کے پاس پہنچے تو اس کی طرف اشارہ کیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَأَبِي الطُّفَيْلِ وَأُمِّ سَلَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَطُوفَ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ رَاكِبًا إِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر، ابو طفیل اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ انسان بلاعذر سوار ہو کر بیت اللہ اور صفا ومروہ کے چکر لگائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: بیت اللہ کے طواف میں اصل یہی ہے کہ پیدل کیا جائے لیکن ضرورت اور عذر کے تحت بالاتفاق جائز ہے کہ سواری پر سوار ہو کر طواف کر لیا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں سوار ہو کر طواف کیا تھا تاکہ لوگ آپ ﷺ کے عمل کا مشاہدہ کر سکیں اور آپ سے مسائل پوچھ سکیں۔ نبی ﷺ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی بیماری کے سبب سوار ہو کر طواف کی اجازت دی تھی۔ لیکن اگر کوئی شخص بلاعذر سواری یا کندھوں پر سوار ہو کر طواف کرتا ہے تو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ ٭ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول ہے کہ بلاعذر سوار ہو کر طواف کرنا کفایت نہیں کرتا، اس لیے یہ جائز نہیں۔ بلاعذر سوار ہو کر طواف کرنے کی صورت میں دم پڑے گا، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا یہی قول ہے اور امام احمد کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر مکہ میں موجود ہو تو دوبارہ طواف کرے اور واپسی کی صورت میں دم ہوگا۔ بلاعذر سواری پر طواف کرنا خلاف اولیٰ ہے، طواف ہو جائے گا اور کوئی فدیہ نہیں پڑے گا۔ امام شافعی اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے۔ (المغني: 250/5) بظاہر یہی موقف راجح ہے۔ واللہ أعلم۔

٨٦٥۔ أخرجه البخاري، الحج، باب من أشار إلى الركن إذا أتى عليه، ح: ١٦١٢ من حديث عبدالوهاب به ٭ وفي الباب عن جابر [مسلم، ح: ١٢٧٣]، وأبي الطفيل [مسلم، ح: ١٢٧٥]، وأم سلمة [البخاري، ح: ٤٦٤ ومسلم، ح: ١٢٧٦].

(المعجم ۴۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الطَّوَافِ (التحفة ۴۱)

باب:41۔طواف کی فضیلت

٨٦٦- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ خَمْسِينَ مَرَّةً خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ».

[866] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بیت اللہ کا پچاس دفعہ طواف کیا وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل گیا جس طرح اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: إِنَّمَا يُرْوٰى هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ.

اس مسئلے میں سیدنا انس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث غریب ہے۔ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے پوچھا، تو انھوں نے کہا کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا قول ہے۔

فائدہ: مذکورہ حدیث ضعیف ہے، تاہم طواف کی فضیلت میں وہ حدیث صحیح ہے جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے طواف کے (سات) چکر لگائے، پھر دو رکعت نماز پڑھی تو اسے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔'' (سنن ابن ماجه، المناسك، حديث: 2956) اس لیے آفاقی (باہر سے جانے والے) کے لیے بہتر یہ ہے کہ بیت اللہ میں نفل نماز کی بجائے زیادہ سے زیادہ طوافوں کا اہتمام کرے۔

٨٦٧- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ [السَّخْتِيَانِيِّ] قَالَ: كَانُوا يَعُدُّونَ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَفْضَلَ مِنْ أَبِيهِ، وَلَهُ أَخٌ يُقَالُ لَهُ: عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ أَيْضًا.

[867] امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم سے ابن ابی عمر نے بیان کیا، انھوں نے سفیان بن عیینہ سے، انھوں نے ایوب سختیانی سے نقل کیا ہے کہ لوگ سعید بن جبیر کے بیٹے عبداللہ کو اس کے باپ سعید بن جبیر سے بہتر سمجھتے تھے۔ اور عبداللہ کا بھائی عبدالملک بھی اپنے باپ سے روایت بیان کرتا ہے۔

٨٦٦ـ [ضعيف] أخرجه ابن عدي: ٤/ ١٣٣٨ من حديث شريك القاضي به ووقع في المطبوع تصحيف وهو في «العلل المتناهية في الأحاديث الواهية» لابن الجوزي: ٢/ ٨٣، ح: ٩٤٢ من طريق الترمذي به * شريك وشيخه عنعنا * وفي الباب عن أنس [ابن ماجه، ح: ٣١١٨]، وابن عمر [يأتي: ٩٥٩].

٨٦٧ـ إسناد الأثر صحيح.

(المعجم ٤٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ [وَبَعْدَ الصُّبْحِ] لِمَنْ يَطُوفُ (التحفة ٤٢)

٨٦٨- حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بَابَاهَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ».

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي ذَرٍّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بَابَاهَ أَيْضًا. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ بِمَكَّةَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا بَأْسَ فِي الصَّلَاةِ وَالطَّوَافِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ. [هٰذَا] وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا طَافَ بَعْدَ الْعَصْرِ لَمْ يُصَلِّ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَكَذٰلِكَ إِنْ طَافَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ أَيْضًا لَمْ يُصَلِّ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ عُمَرَ أَنَّهُ طَافَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمْ يُصَلِّ. وَخَرَجَ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰى نَزَلَ بِذِي طُوًى فَصَلّٰى بَعْدَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ.

باب:42۔نماز عصر اور نماز فجر کے بعد طواف کی نماز کا بیان

[868] سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے عبدمناف کی اولاد! کسی کو اس گھر کا طواف کرنے یا اس میں نماز پڑھنے سے نہ روکو، دن یا رات کے جس حصے میں بھی چاہے (وہ طواف کرے یا نماز پڑھے۔'')

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس اور ابوذر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور عبداللہ بن ابی نجیح رضی اللہ عنہ نے بھی عبداللہ بن باباہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ اہل علم کا مکہ میں نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نماز پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے۔بعض کا قول ہے کہ عصر اور فجر کے بعد نماز اور طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اور یہی حدیث ان کی دلیل ہے۔بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ جب انسان عصر کے بعد طواف کرے تو وہ سورج غروب ہونے تک نماز نہ پڑھے، اسی طرح اگر وہ فجر کے بعد طواف کرے تو سورج نکلنے تک نماز نہ پڑھے۔ انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کو دلیل بنایا ہے کہ انھوں نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا تو نماز نہیں پڑھی اور مکے سے نکل کر ذوطویٰ میں پڑاؤ کیا اور سورج نکلنے کے بعد نماز پڑھی۔

٨٦٨- أخرجه أبو داود، المناسك، باب الطواف بعد العصر، ح: ١٨٩٤، وابن ماجه، ح: ١٢٥٤، والنسائي: ٥/ ٢٢٣، ح: ٢٩٢٧ من حديث سفيان بن عيينة به، وأبو الزبير صرح بالسماع عند النسائي، ح: ٥٨٦ والحميدي، ح: ٥٦١ وغيرهما، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٧٤٧ وابن حبان، ح: ٦٢٦، ٦٢٧ والحاكم: ١/ ٤٤٨ والذهبي وغيرهم * وفي الباب عن ابن عباس [الطحاوي في معاني الآثار: ٢/ ١٨٦]، وأبي ذر [أحمد: ٥/ ١٦٥ وابن خزيمة، ح: ٢٧٤٨].

سفیان ثوری اور مالک بن انس رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اس صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اوقات مکروہ میں بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے، اس لیے مکروہ اوقات میں طواف کی رکعات پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ صحیح حدیث کے مقابلے میں کسی شخصیت کا فعل حجت نہیں ہے، اسی لیے امام طحاوی اور امام عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے حنفی ہونے کے باوجود یہاں احناف کا مسلک چھوڑ دیا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 950/2) اور عبد مناف کی اولاد کو آپ نے اس لیے خطاب فرمایا کہ اس وقت بیت اللہ کا ہر قسم کا نظم ونسق انھی کے پاس تھا۔

(المعجم ٤٣) بَابُ مَا جَاءَ مَا يُقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ (التحفة ٤٣)

باب: 43۔ طواف کی دو رکعتوں میں کیا پڑھا جائے؟

٨٦٩- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ [الْمَدَنِيُّ] قِرَاءَةً، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عِمْرَانَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ بِسُورَتَيِ الْإِخْلَاصِ: ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ وَ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾.

[869] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف کی دو رکعتوں میں اخلاص پر مشتمل دو سورتیں: ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ تلاوت کیں۔

٨٧٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يَقْرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ بِـ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ وَ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾.

[870] جعفر بن محمد اپنے باپ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ طواف کی دو رکعتوں میں: ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھنا پسند کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عِمْرَانَ. وَحَدِيثُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ فِي هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عِمْرَانَ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث عبدالعزیز بن عمران کی مذکورہ بالا حدیث سے زیادہ صحیح ہے، اسی طرح یہ حدیث جس میں جعفر اپنے باپ کے بارے میں بیان کرتے ہیں اس حدیث سے زیادہ صحیح ہے جس میں جعفر اپنے باپ محمد کے واسطے سے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کرتا ہے اور عبدالعزیز بن عمران حدیث کے سلسلے میں ضعیف ہے۔

٨٦٩ـ وأصله عند مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، ح: ١٢١٨، والنسائي: ٥/ ٢٣٦، ح: ٢٩٦٦ وغيرهما، عبدالعزيز تابعه حاتم بن إسماعيل.

٨٧٠ـ انظر الحديث السابق.

فوائد ومسائل: ① سورۂ کافرون کو اغلب طور پر سورۂ اخلاص کا نام دیا گیا ہے یا اس لیے یہ نام دیا گیا ہے کہ اس میں غیر اللہ کی بندگی اور غیر اللہ کی بندگی کرنے والوں سے براءت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور شرک سے بیزاری میں اخلاص و توحید ہے۔ ② ان سورتوں کا طواف کی رکعتوں میں پڑھنا سنت ہے۔ محمد بن علی جو امام باقر کے نام سے معروف ہیں، ان کی حجۃ الوداع کے بارے میں ایک طویل حدیث سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم میں آئی ہے، اس میں ان دو سورتوں کے پڑھنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ (صحیح مسلم، الحج، حدیث: 1218)

(المعجم ٤٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الطَّوَافِ عُرْيَانًا (التحفة ٤٤)

باب: 44۔ برہنہ ہو کر طواف کرنا، ناجائز اور حرام ہے

٨٧١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أُثَيْعٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَلِيًّا بِأَيِّ شَيْءٍ بُعِثْتَ؟ قَالَ: بِأَرْبَعٍ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، وَلَا يَجْتَمِعُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا، وَمَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ عَهْدٌ فَعَهْدُهُ إِلَى مُدَّتِهِ، وَمَنْ لَا مُدَّةَ لَهُ فَأَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ.

[871] سیدنا زید بن اثیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کو کن باتوں کا حکم دے کر بھیجا گیا تھا؟ انھوں نے کہا: چار باتوں کا، ایک یہ کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ کوئی شخص بے لباس، عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتا۔ تیسرا یہ کہ اس سال (9ھ) کے بعد مسلمان اور مشرک (حج میں) اکٹھے نہیں ہوں گے۔ اور چوتھا یہ کہ جس کا نبی ﷺ کے ساتھ کسی قسم کا معاہدہ ہو تو وہ اس کی مدت تک قائم رہے گا اور جن کے ساتھ مدت مقرر نہیں ہے انھیں چار ماہ کی مہلت ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔

٨٧٢- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ [عُيَيْنَةَ] عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ نَحْوَهُ وَقَالَا: زَيْدُ بْنُ يُثَيْعٍ وَهٰذَا أَصَحُّ.

[872] ابن ابی عمر اور نصر بن علی کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے اور ان دونوں نے زید بن اثیع کی بجائے زید بن یثیع نام بتایا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَشُعْبَةُ وَهِمَ فِيهِ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور شعبہ کو اس نام کے

٨٧١- أخرجه أحمد: ١/ ٧٩ عن سفيان بن عيينة به وصرح بالسماع عند الحميدي، ح: ٤٨ وصححه الحاكم: ٤/ ١٧٨ والذهبي ورواه شعبة عن أبي إسحاق به وله شواهد كثيرة عند النسائي، ح: ٢٩٦١ والحاكم: ٤/ ١٧٩ وغيرهما.

٨٧٢- انظر الحديث السابق.

[أُثَيْلٍ]. بارے میں وہم ہوا ہے، وہ زید بن اثیل کہتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① نبیٔ اکرم ﷺ نے 9ھ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا۔ اور انھیں حکم دیا کہ حج کے اجتماع میں تمام لوگوں کے سامنے سورۂ توبہ کے ابتدا میں نازل ہونے والے احکام کا اعلان کردیں۔ بعد میں اس مقصد کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ فرمایا کیونکہ عربوں کا دستور تھا کہ معاہدہ کو ختم کرنے کے لیے معاہدہ کرنے والا خود یا اس کا کوئی قریبی عزیز ہی اعلان کرتا تھا۔ ② قریش نے یہ بدعت جاری کر رکھی تھی کہ آفاقی (باہر سے آنے والے) طواف قدوم اپنے کپڑوں میں نہیں کر سکتے، قریش سے کپڑے لیں یا ننگے ہی طواف کریں یا پھر اس لباس کو اتار پھینکیں اور طواف کے بعد اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ (تحفة الأحوذي: 96/2) اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ مشرکین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ننگے ہو کر طواف کرتے تھے اور اپنے اس برے فعل کی حکمت یہ بیان کرتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کیے ہیں انھی کپڑوں میں بیت اللہ کا طواف کرنا بے ادبی ہے۔

(المعجم ٤٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي دُخُولِ الْكَعْبَةِ (التحفة ٤٥)

باب: 45۔ کعبے کے اندر داخل ہونا

٨٧٣- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ عِنْدِي وَهُوَ قَرِيرُ الْعَيْنِ طَيِّبُ النَّفْسِ فَرَجَعَ إِلَيَّ وَهُوَ حَزِينٌ، فَقُلْتُ لَهُ، فَقَالَ: «إِنِّي دَخَلْتُ الْكَعْبَةَ وَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ فَعَلْتُ، إِنِّي أَخَافُ أَنْ أَكُونَ أَتْعَبْتُ أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي».

[873] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ میرے پاس سے اس حال میں باہر نکلے کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی تھیں اور آپ کا دل خوش خوش تھا مگر میرے پاس اس حال میں واپس آئے کہ آپ غمگین تھے۔ میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”میں کعبے کے اندر چلا گیا تھا اور کاش میں نے یہ کام نہ کیا ہوتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے اپنے بعد اپنی امت کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہ روایت صحیح نہیں۔ صحیح روایت کی رُو سے نبی ﷺ فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہوئے ہیں اور اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ نہیں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور کے نزدیک کعبے میں داخل ہونا حج کا حصہ نہیں، اگرچہ بعض حضرات نے اس کو حج کا حصہ قرار دیا ہے جو درست نہیں ہے، ہاں اگر موقع مل جائے تو پھر اس کے اندر کم از کم دو رکعت پڑھنا مستحب ہے۔ (تحفة الأحوذي: 96/2، فتح الباري: 588/3)

(المعجم ٤٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ (التحفة ٤٦)

باب: 46۔ کعبے کے اندر نماز پڑھنا

٨٧٣- [ضعيف] أخرجه أبو داود، المناسك، باب: في دخول الكعبة، ح: ٢٠٢٩ من حديث إسماعيل بن عبدالملك، وابن ماجه، ح: ٣٠٦٤ من حديث وكيع به، إسماعيل ضعيف ضعفه الجمهور.

٨٧٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ بِلَالٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمْ يُصَلِّ وَلٰكِنَّهُ كَبَّرَ.

[874] سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کعبے کے اندر نماز پڑھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نماز نہیں پڑھی لیکن اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کی (اللہ اکبر کہا۔)

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَّالْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّعُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ بِلَالٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَّالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَا يَرَوْنَ بِالصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ بَأْسًا. وَّقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: لَّا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ النَّافِلَةِ فِي الْكَعْبَةِ وَكَرِهَ أَنْ تُصَلَّى الْمَكْتُوبَةُ فِي الْكَعْبَةِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا بَأْسَ أَنْ تُصَلَّى الْمَكْتُوبَةُ وَالتَّطَوُّعُ فِي الْكَعْبَةِ لِأَنَّ حُكْمَ النَّافِلَةِ وَالْمَكْتُوبَةِ فِي الطَّهَارَةِ وَالْقِبْلَةِ سَوَاءٌ.

اس مسئلے میں اسامہ بن زید، فضل بن عباس، عثمان بن طلحہ اور شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کی رائے میں کعبے کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے نزدیک کعبے کے اندر نفل نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن فرض نماز کعبے کے اندر پڑھنا مکروہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کعبے کے اندر فرض اور نفل نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ طہارت اور قبلے کا حکم نفل اور فرض دونوں کے لیے یکساں ہے۔

فوائد و مسائل: ① سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبے کے اندر نماز پڑھی ہے اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نماز نہیں پڑھی، اس کے اطراف و جوانب میں تکبیر کہی ہے اور یہ دونوں بزرگ آپ کے ساتھ کعبے میں داخل ہوئے تھے۔ جمہور نے سیدنا بلال کی روایت کو ترجیح دی ہے کیونکہ وہ مثبت ہیں، وہ اپنے علم کا اظہار کرتے ہیں اور اسامہ رضی اللہ عنہ نافی ہیں، عدم علم کا اظہار کرتے ہیں، اس لیے علم کو عدم علم پر ترجیح ہوتی ہے اور مثبت کو نافی پر مقدم کیا جاتا ہے۔ ② نبی ﷺ کا یہ واقعہ فتح مکہ کے دنوں کا ہے جیسا کہ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، حدیث: 2988 میں اس کی تصریح موجود ہے اور امام ازرقی نے اپنی کتاب (اخبار مکہ) میں سفیان اور دوسرے اہل علم سے یہ صراحت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ صرف فتح مکہ کے وقت ہی کعبے کے اندر داخل ہوئے ہیں، حج کے موقع پر داخل نہیں ہوئے۔ (فتح الباري: 592/3) امام ابن حبان کا دعویٰ ہے کہ نبی ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی داخل ہوئے ہیں لیکن نماز نہیں پڑھی، سیدنا اسامہ اس موقع کا ذکر کرتے ہیں، اس لیے ان دونوں روایتوں میں تعارض نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر دو دفعہ داخل ہوئے ہوں، ایک

٨٧٤- أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب التكبير في نواحي الكعبة: ٥/ ٢١٩، ح: ٢٩١٦ مختصرًا من حديث ابن عباس فقط، ورواه ابن خزيمة، ح: ٣٠٠٨ وأحمد: ٦/ ١٥، ح: ٢٤٤١٦ من حديث حماد بن زيد عن عمرو بن دينار عن عبدالله بن عمر عن بلال به ﷺ وفي الباب عن أسامة بن زيد [مسلم، ح: ١٣٣٠ ولم يصل، وجواز الصلاة عند أحمد: ٥/ ٢٠١]، والفضل بن عباس [أحمد: ١/ ٢١٠-٢١٢، ٢١٤ ولم يصل]، وعثمان بن طلحة [أحمد: ٣/ ٤١٠]، وشيبة بن عثمان [الطبراني في الكبير: ٧/ ٣٥٧، ح: ٧١٩٠].

دفعہ نماز پڑھی ہو اور دوسری دفعہ نہ پڑھی ہو۔ (فتح الباري: 592/3) ③ جمہور کے نزدیک کعبے کے اندر فرض اور نفل نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک فرض اور نفل دونوں جائز ہیں۔ بعض مالکیہ، ظاہریہ اور امام طبری کا یہی قول ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک فرض جائز نہیں، پڑھنے کی صورت میں دہرانے ہوں گے۔ جمہور کا موقف درست ہے۔ (فتح الباري: 588/3، 589)

(المعجم ۴۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَسْرِ الْكَعْبَةِ (التحفة ۴۷)

باب: 47۔ کعبے کو توڑنے کا بیان

۸۷۵- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ: أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ قَالَ لَهُ: حَدِّثْنِي بِمَا كَانَتْ تُفْضِي إِلَيْكَ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ - يَعْنِي عَائِشَةَ - فَقَالَ: حَدَّثَتْنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهَا: «لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ لَهَدَمْتُ الْكَعْبَةَ وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ».

قَالَ: فَلَمَّا مَلَكَ ابْنُ الزُّبَيْرِ هَدَمَهَا وَجَعَلَ لَهَا بَابَيْنِ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[875] اسود بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، سیدنا ابن زبیر نے اس سے پوچھا کہ مجھے وہ حدیث بتائیے جو تمھیں ام المومنین، یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے راز دارانہ طور پر سنائی تھی۔ تو اسود نے کہا: مجھے انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا تھا: ''اگر تیری قوم جاہلیت کے دور سے نئی نئی نہ نکلی ہوتی تو میں کعبے کو گرا کر اس کے دو دروازے بنا دیتا۔''

پھر جب ابن زبیر کو حکومت ملی تو انھوں نے کعبے کو گرا دیا اور اس کے دو دروازے بنا دیے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: شروحاتِ صحیح بخاری اور دوسری کتب تفسیر و تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ مشرفہ کی تعمیر دس دفعہ ہوئی ہے: * سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بیت المعمور کے بالکل نیچے زمین پر فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبہ تعمیر کیا۔ * اس کے بعد سیدنا آدم علیہ السلام نے دوسری مرتبہ تعمیر کیا۔ * تیسری مرتبہ آدم علیہ السلام کے بیٹوں نے اسے مٹی اور پتھروں سے تعمیر کیا اور یہ تعمیر طوفان نوح تک برقرار رہی۔ طوفان نے اسے ختم کر ڈالا یا اسے اٹھا لیا گیا۔ * چوتھی بار اسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ ملا کر تعمیر کیا تھا۔ * پانچویں مرتبہ عمالقہ نے بنایا۔ * چھٹی مرتبہ بنو جرہم نے حارث بن مضاض اصغر کی قیادت میں تعمیر کیا۔ * ساتویں بار قصی بن کلاب نے بنایا۔ * آٹھویں بار قریش نے اجتماعی چندے سے نبی ﷺ کی پیدائش کے پینتیس سال بعد تعمیر کیا اور آپ ﷺ نے بھی اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی تعمیر میں حصہ لیا اور حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے رکھا، لیکن قریش کی حلال کمائی کم پڑ گئی، اس لیے رکن عراقی اور رکن شامی اصل جگہ پر تعمیر نہ کیے جا سکے اور کعبے کا حجر یا حطیم کا حصہ باہر رہ گیا، نیز قریش نے ایک اور دروازہ بھی تعمیر کر لیا جو بہت اونچا رکھا، حالانکہ پہلے دو دروازے آ رہے تھے،

۸۷۵- أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب بناء الكعبة: ۵/ ۲۱۵، ح: ۲۹۰۵ من حديث شعبة به، وأخرجه البخاري، ح: ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ومسلم، ح: ۱۳۳۳/ ۴۰۵ من حديث الأسود به.

ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں۔ * نبی ﷺ نے بیت اللہ کو بنیادِ ابراہیمی کے مطابق تعمیر کرنے کا ارادہ فرمایا پھر اس خیال سے اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنایا کہ قریش زمانۂ جاہلیت سے نئے نئے نکلے تھے، اس لیے خطرہ تھا کہ کہیں یہ نئی تعمیر انتشار کا باعث نہ بنے اور لوگ کہنے لگیں کہ کعبے کو ان کی آبائی بنیادوں سے گرایا جارہا ہے تو سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے دور خلافت میں جب کہ اسلام خوب پھیل چکا تھا، کعبے کو آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق از سرنو تعمیر کیا۔ ابراہیمی بنیادوں پر بنایا اور دو دروازے رکھے کیونکہ 64ھ میں جب یزید بن معاویہ کی فوجوں نے منجنیق سے کعبے پر پتھر برسائے تو اس میں آگ لگ گئی اور اس کی عمارت کمزور ہوگئی، اس لیے نئے سرے سے تعمیر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ * دسویں بار حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کے مشورے سے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے طول میں اضافے کو چھوڑ کر قریش کی بنیادوں پر تعمیر کیا، حطیم کو باہر چھوڑ دیا اور نیا دروازہ بند کر دیا، اس کے بعد ہارون رشید نے کعبے کو گیارھویں مرتبہ ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کرنے کا ارادہ کیا، لیکن پھر امام مالک رحمہ اللہ کے منع کرنے پر اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: مجھے خطرہ ہے کہ اگر اب تعمیر کی اجازت دے دی گئی تو ''ہر کہ آمد عمارت نو ساخت'' کے مصداق کعبے کی تعمیر اور انہدام بادشاہوں کا کھیل بن جائے گا اور اس کی ہیبت کم ہو جائے گی۔ دوسرے علماء نے بھی امام مالک رحمہ اللہ کا ساتھ دیا، اس لیے اب اس وقت سے کعبہ مشرفہ کی تعمیر حجاج بن یوسف والی ہی آرہی ہے لیکن اس کی مرمت کئی دفعہ ہو چکی ہے۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دوسرے فقہاء نے یہ اصول مستنبط کیا ہے کہ اگر کسی مستحب کام کے کرنے سے لوگوں میں فتنہ و فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو تو اختلاف سے بچنے کی خاطر اس مستحب کام کو چھوڑ دینا چاہیے۔

(المعجم ٤٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي الْحِجْرِ (التحفة ٤٨)

باب:48۔ حجر (حطیم) میں نماز پڑھنا

٨٧٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ، [عَنْ أُمِّهِ،] عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَدْخُلَ الْبَيْتَ فَأُصَلِّيَ فِيهِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِي فَأَدْخَلَنِي الْحِجْرَ وَقَالَ: «صَلِّي فِي الْحِجْرِ إِنْ أَرَدْتِ دُخُولَ الْبَيْتِ، فَإِنَّمَا هُوَ قِطْعَةٌ مِّنَ الْبَيْتِ وَلٰكِنَّ قَوْمَكِ اسْتَقْصَرُوهُ حِينَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ فَأَخْرَجُوهُ مِنَ الْبَيْتِ».

[876] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری خواہش تھی کہ بیت اللہ (کعبے) میں داخل ہو کر اس میں نماز پڑھوں، تو رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر حجر میں داخل کر دیا اور فرمایا: ''اگر تو بیت اللہ کے اندر داخل ہونا چاہتی ہے تو حجر (حطیم) میں نماز پڑھ لے کیونکہ یہ بھی کعبے ہی کا حصہ ہے، لیکن تیری قوم نے کعبہ تعمیر کرتے وقت اس کو کم کر دیا، اور اس حصے کو کعبے سے نکال دیا۔''

٨٧٦- أخرجه أبو داود، المناسك، باب الصلاة في الحجر، ح:٢٠٢٨، والنسائي: ٥/ ٢١٩، ح:٢٩١٥ من حديث عبدالعزيز بن محمد الدراوردي به وصححه ابن خزيمة، ح:٣٠١٨.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
وَعَلْقَمَةُ بْنُ أَبِي عَلْقَمَةَ هُوَ عَلْقَمَةُ بْنُ بِلَالٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
اور علقمہ بن ابی علقمہ سے مراد علقمہ بن بلال ہے۔

فائدہ: بیت اللہ کی شمالی دیوار کے سامنے کی چھ یا سات ہاتھ جگہ حجر اور حطیم کہلاتی ہے۔ نصف دائرے کی صورت میں جو دیوار بنی ہے اس کے اندر کا حصہ بالاتفاق بیت اللہ کا حصہ ہے۔ دیوار والے حصے کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن طواف بہرحال دیوار کے باہر سے کیا جائے گا۔ حجر میں نماز پڑھنا کعبے کے اندر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔ شاید اسی حکمت الٰہیہ کے تحت یہ ٹکڑا کعبے سے باہر رہ گیا ہے کہ لوگوں کے لیے کعبے کے اندر نماز پڑھنے کی صورت باقی رہے۔

(المعجم ٤٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ وَالرُّكْنِ وَالْمَقَامِ (التحفة ٤٩)

باب: 49۔ حجر اسود، رکن اور مقام (ابراہیم) کی فضیلت

٨٧٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَزَلَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ».

[877] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حجر اسود جنت سے اس حال میں اترا تھا کہ وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا مگر بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حجر اسود جب جنت سے اترا تو وہ سفید تھا، اس نے اپنے استلام کرنے والوں کے گناہوں کی سیاہی کو جذب کر لیا تو یہ سیاہ ہو گیا۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ یہ استلام کرنے والوں کی نیکیوں سے سفید کیوں نہیں ہوا کیونکہ یہ اخلاص سے طواف کرنے والوں کی برائیوں یا گناہوں کو تو جذب کرتا ہے تاکہ وہ معاف ہو جائیں لیکن نیکیوں کو جذب نہیں کرتا، تاہم اس کی یہ تاثیر انسانوں پر اثر انداز ہوتی ہے کہ لوگ نیکیوں کی طرف اور زیادہ مائل ہو جاتے ہیں، نیز اس کا یہ مقصد بھی ہے کہ یہ چیز لوگوں کے لیے عبرت ہو کہ جب گناہ سفید پتھر کو سیاہ کر دیتے ہیں تو دلوں پر ان کا اثر کتنا گہرا ہو گا۔

٨٧٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ

[878] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں

٨٧٧- أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب ذكر الحجر الأسود: ٥/ ٢٢٦، ح: ٢٩٣٨ من حديث عطاء بن السائب به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٧٣٣ وللحديث شواهد كثيرة في الترغيب والترهيب: ٢/ ١٩٤، ١٩٥ وغيره * وفي الباب عن عبدالله ابن عمرو [يأتي: ٨٧٨]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ٢٩٥٧].

٨٧٨- أخرجه أحمد: ٢/ ٢١٣ من حديث رجاء أبي يحيى به وصححه ابن حبان، ح: ١٠٠٤ وأعله ابن خزيمة، ح: ٢٧٣٢ وذكر له طريقًا آخر، ح: ٢٧٣١ وأعله، وله شاهد عند الحاكم: ١/ ٤٥٦ * وفي الباب عن أنس [الحاكم: ١/ ٤٥٦ وسنده ضعيف جدًا].

رَّجَاءٍ أَبِي يَحْيٰى قَالَ: سَمِعْتُ مُسَافِعًا الْحَاجِبَ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ الرُّكْنَ وَالْمَقَامَ يَاقُوتَتَانِ مِنْ يَاقُوتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللهُ نُورَهُمَا وَلَوْ لَمْ يَطْمِسْ نُورَهُمَا لَأَضَاءَتَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ».

نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ رکن اور مقام، جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔ اللہ نے ان کا نور مٹا دیا۔ اگر وہ ان کا نور نہ مٹاتا تو وہ مشرق اور مغرب کے مابین کو روشن کر دیتے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا يُرْوٰى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو مَوْقُوفًا قَوْلُهُ. وَفِيهِ عَنْ أَنَسٍ أَيْضًا وَهُوَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے قول کی حیثیت سے موقوفاً بیان کی جاتی ہے اور اس بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے جو کہ غریب ہے۔

فائدہ: رکن سے مراد حجر اسود اور مقام سے مراد مقام ابراہیم ہے، یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ تعمیر کیا اور جس پر ان کے پاؤں کے نشان آج بھی نظر آ رہے ہیں۔ یہ دونوں پتھر حقیقتاً جنت کے یاقوت ہیں اور دنیا میں آنے کی وجہ سے ان سے جنت والی خصوصیت و امتیاز سلب کر لیا گیا تا کہ دنیا میں جنت کی کسی چیز کا مشاہدہ نہ ہو سکے اور ایمان بالغیب کی صورت قائم رہے۔

(المعجم ٥٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخُرُوجِ إِلٰى مِنًى وَالْمَقَامِ بِهَا (التحفة ٥٠)

باب: 50۔ منیٰ جانا اور وہاں ٹھہرنا

٨٧٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْأَجْلَحِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِنًى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ غَدَا إِلٰى عَرَفَاتٍ.

[879] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز منیٰ میں پڑھائی، پھر وہاں سے عرفات کے لیے روانہ ہو گئے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ قَدْ تَكَلَّمُوا فِيهِ [مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اسماعیل بن مسلم پر اس کے حافظے کے سلسلے میں اعتراض کیا گیا ہے۔

٨٨٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ

[880] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

٨٧٩۔ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب الخروج إلى منى، ح: ٣٠٠٤ من حديث إسماعيل بن مسلم به، وله شواهد عند ابن ماجه، ح: ٣٠٠٥ وغيره.

٨٨٠۔ أخرجه أبو داود، المناسك، باب الخروج إلى منى، ح: ١٩١١ من حديث الأعمش به، وصححه ابن خزيمة، ◄

ابْنُ الْأَجْلَحِ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِمِنًى الظُّهْرَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ غَدَا إِلَى عَرَفَاتٍ.

نے ظہر اور فجر کی نماز منیٰ میں پڑھی، پھر عرفات کے لیے روانہ ہو گئے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَأَنَسٍ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: قَالَ يَحْيٰى: قَالَ شُعْبَةُ: لَمْ يَسْمَعِ الْحَكَمُ مِنْ مِقْسَمٍ إِلَّا خَمْسَةَ أَشْيَاءَ وَعَدَّهَا وَلَيْسَ هٰذَا الْحَدِيثُ فِيمَا عَدَّ شُعْبَةُ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن زبیر اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شعبہ کا قول ہے کہ حکم نے مِقسم سے صرف پانچ احادیث سنی ہیں۔ اور انھوں نے ان کو گنا اور شعبہ کی شمار کردہ حدیثوں میں یہ حدیث نہیں ہے۔

فائدہ: حج کی خاص نقل وحرکت کا آغاز آٹھ ذوالحجہ سے ہوتا ہے۔ اس دن ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھتے ہیں اور نویں ذوالحجہ کی صبح تک یہاں ٹھہرتے ہیں، پھر سورج نکلنے کے بعد یہاں سے عرفات کا رخ کیا جاتا ہے۔ عرفات، منیٰ سے تقریباً چھ میل اور مسجد الحرام سے تقریباً نو میل کے فاصلے پر حدودِ حرم سے باہر واقع ہے۔

(المعجم ٥١) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ مِنًى مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ (التحفة ٥١)

باب: 51۔ منیٰ اسی کا پڑاؤ ہے جو پہلے پہنچ جائے

٨٨١- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبَانٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ أُمِّهِ مُسَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نَبْنِي لَكَ بِنَاءً يُظِلُّكَ بِمِنًى قَالَ: «لَا، مِنًى مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ».

[881] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم منیٰ میں ایک عمارت نہ تعمیر کر دیں جو آپ کے لیے سایہ دار ہو؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، منیٰ اسی کا پڑاؤ ہے جو پہلے پہنچ جائے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ٥٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقْصِيرِ الصَّلَاةِ بِمِنًى (التحفة ٥٢)

باب: 52۔ منیٰ میں نماز قصر کرنا

◄ ح: ٢٧٩٩ والحاكم: ١/ ٤٦١ على شرط البخاري ووافقه الذهبي* وفي الباب عن عبدالله بن الزبير [ابن خزيمة، ح: ٢٧٩٨، ٢٨٠٠ والحاكم: ١/ ٤٦١]، وأنس [يأتي: ٩٦٤].

٨٨١ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب النزول بمنى، ح: ٣٠٠٦ من حديث وكيع به. إبراهيم بن مهاجر ليّن الحفظ ومسيكة مجهولة.

٨٨٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ [إِسْرَائِيلَ، عَنْ] أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى آمَنَ مَا كَانَ النَّاسُ وَأَكْثَرَهُ رَكْعَتَيْنِ.

[882] سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ منیٰ میں، جبکہ لوگ انتہائی امن اور کثیر تعداد میں تھے، دو رکعتیں پڑھیں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَّرُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى رَّكْعَتَيْنِ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَّمَعَ عُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ رَكْعَتَيْنِ صَدْرًا مِّنْ إِمَارَتِهِ، وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي تَقْصِيرِ الصَّلَاةِ بِمِنًى لِّأَهْلِ مَكَّةَ. فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَيْسَ لِأَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَّقْصُرُوا الصَّلَاةَ بِمِنًى إِلَّا مَنْ كَانَ بِمِنًى مُّسَافِرًا وَّهُوَ قَوْلُ ابْنِ جُرَيْجٍ وَّسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا بَأْسَ لِأَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَّقْصُرُوا الصَّلَاةَ بِمِنًى وَّهُوَ قَوْلُ الْأَوْزَاعِيِّ وَمَالِكٍ وَّسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حارثہ بن وہب کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے منیٰ میں نبی ﷺ، سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں، ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں۔ اہل علم میں مکہ کے باشندوں کے لیے منیٰ میں نماز قصر کرنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ اہل مکہ، منیٰ میں نماز قصر نہیں کر سکتے۔ منیٰ میں صرف وہ لوگ نماز قصر کریں جو مسافر ہوں۔ ابن جریج، سفیان ثوری، یحییٰ بن سعید قطان، شافعی، احمد، اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی موقف ہے۔) اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اہل مکہ کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ منیٰ میں نماز قصر کریں۔ امام اوزاعی، مالک، سفیان بن عیینہ اور عبدالرحمن بن مہدی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: نماز قصر کے لیے قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر نماز قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں، اگر تمہیں ڈر ہو کہ لوگ (کافر) تمہیں فتنے میں ڈالیں (ستائیں) گے۔'' (النسآء 101:4) ﴿إِنْ خِفْتُمْ﴾ ''اگر تمہیں ڈر ہو......'' غالب احوال کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس وقت پورا عرب دارالحرب بنا ہوا تھا۔ کسی طرف کا بھی سفر خطرات سے خالی نہ تھا، یعنی یہ شرط نہیں کہ سفر میں خوف ہی ہو تو قصر کی اجازت ہے ورنہ نہیں بلکہ یہ قید اتفاقی ہے۔ (تفسیر احسن البیان) نبی ﷺ اور خلفائے راشدین نے منیٰ میں نماز قصر کیوں پڑھی؟ اس قصر کی علت جمہور کے نزدیک سفر ہے جبکہ دوسرے قول والوں کے نزدیک یہ حج

٨٨٢- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب قصر الصلاة بمنى، ح: ٦٩٦ عن قتيبة به * وفي الباب عن ابن مسعود [البخاري، ح: ١٠٨٤ ومسلم، ح: ٦٩٥]، وابن عمر [البخاري، ح: ١٠٨٢ ومسلم، ح: ٦٩٤]، وأنس [البخاري، ح: ١٠٨١ ومسلم، ح: ٦٩٣].

(نسک، عبادت) کی خاطر ہے کیونکہ منیٰ مکے سے مسافت قصر پر واقع نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح احناف کے نزدیک عرفات اور مزدلفہ میں جمع تقدیم اور تاخیر جائز ہے، حالانکہ ان کے نزدیک سفر میں جمع تقدیم یا تاخیر جائز نہیں۔

(المعجم ٥٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُقُوفِ بِعَرَفَاتٍ وَالدُّعَاءِ فِيهَا (التحفة ٥٣)

باب:53۔عرفات میں ٹھہرنا اور وہاں دعا کرنا

٨٨٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: أَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ وَنَحْنُ وُقُوفٌ بِالْمَوْقِفِ - مَكَانًا يُبَاعِدُهُ عَمْرٌو - فَقَالَ: إِنِّي رَسُولُ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَيْكُمْ يَقُولُ: كُونُوا عَلٰى مَشَاعِرِكُمْ فَإِنَّكُمْ عَلٰى إِرْثٍ مِّنْ إِرْثِ إِبْرَاهِيمَ.

[883] یزید بن شیبان بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہ آئے جبکہ ہم موقف، یعنی عرفات میں ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس (جگہ) کو عمرو بن عبداللہ نے (امام سے) بہت دور سمجھا۔ تو ابن مربع نے کہا: میں تمھاری طرف رسول اللہ ﷺ کا پیغام رساں اور ایلچی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہے: ''تم اپنے مقامات پر ٹھہرے رہو، بلاشبہ تم ابراہیم علیہ السلام کی وراثت پر ہو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَعَائِشَةَ وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَالشَّرِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ الثَّقَفِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مِرْبَعٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ] لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ. وَابْنُ مِرْبَعٍ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ وَإِنَّمَا يُعْرَفُ لَهُ هٰذَا الْحَدِيثُ الْوَاحِدُ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، سیدہ عائشہ، سیدنا جبیر بن مطعم اور شرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن مربع کی حدیث حسن ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف ابن عیینہ عمرو بن دینار سے بیان کرتے ہیں۔ اور ابن مربع کا نام یزید بن مربع انصاری ہے اور ان سے صرف یہی ایک حدیث معروف ہے۔

لغوی تشریح: مَوْقِف: ''ٹھہرنے کی جگہ'' یہاں اس سے مراد عرفات ہے۔ اور يُبَاعِدُه سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ عرفات میں امام کے ٹھہرنے کی جگہ سے بہت دور تھے۔ مَشَاعِر، مَشْعَر کی جمع ہے، یعنی اعمال حج ادا کرنے کی جگہ۔ [إرث إبراهيم] ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے کہ وہ عرفات میں ٹھہرے تھے تو ہمیں ان تمام جگہوں پر ٹھہرنا ہوگا جہاں وہ ٹھہرے تھے اور میدان عرفات سارا ہی موقف ہے کہیں بھی ٹھہرا جا سکتا ہے۔

٨٨٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ

[884] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش اور ان

٨٨٣- أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب رفع اليدين في الدعاء بعرفة، ح:٣٠١٧ عن قتيبة به، وصححه ابن خزيمة، ح:٢٨١٨ والحاكم:١/ ٤٦٢ والذهبي * وفي الباب عن علي [يأتي:٨٨٥]، وعائشة [يأتي:٨٨٤]، وجبير بن مطعم [البخاري، ح:١٦٦٤ ومسلم، ح:١٢٢٠]، والشريد بن سويد الثقفي [أحمد: ٤/ ٣٨٩ وغيره].

٨٨٤- أخرجه البخاري، الحج، باب الوقوف بعرفة، ح:١٦٦٥، ومسلم، ح:١٢١٩ من حديث هشام به.

الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ كَانَ عَلٰى دِينِهَا وَهُمُ الْحُمْسُ يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ يَقُولُونَ نَحْنُ قَطِينُ اللهِ وَكَانَ مَنْ سِوَاهُمْ يَقِفُونَ بِعَرَفَةَ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ [البقرة:١٩٩].

کے ہم مذہب مزدلفہ میں ٹھہر جاتے (اور عرفات نہیں جاتے تھے) اور حُمس کہلاتے تھے اور کہتے تھے: ہم اللہ کے (گھر کے) باشندے ہیں جبکہ ان کے علاوہ دوسرے لوگ عرفہ میں ٹھہرتے تھے تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ ”پھر وہاں سے لوٹو، جہاں سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [قَالَ:] وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ كَانُوا [لَا يَخْرُجُونَ مِنَ الْحَرَمِ، وَعَرَفَةُ خَارِجٌ مِّنَ الْحَرَمِ، وَأَهْلُ مَكَّةَ كَانُوا] يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَقُولُونَ: نَحْنُ قَطِينُ اللهِ يَعْنِي سُكَّانَ اللهِ، وَمَنْ سِوٰى أَهْلِ مَكَّةَ كَانُوا يَقِفُونَ بِعَرَفَاتٍ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾. وَالْحُمْسُ هُمْ أَهْلُ الْحَرَمِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ مکہ کے باشندے حرم سے باہر نہیں نکلتے تھے جبکہ عرفات حرم سے باہر ہے، اس لیے مکے کے باسی مزدلفہ رکے رہتے اور کہتے کہ ہم اللہ کے گھر والے ہیں اور اہل مکہ کے سوا دوسرے لوگ عرفات میں ٹھہرتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ ”پھر وہاں سے لوٹو، جہاں سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں۔“ اور حُمس سے مراد اہل حرم ہیں۔

لغوی تشریح: حُمس، أحمس کی جمع ہے جس کے معنی شجاع اور دلیر کے ہیں اور یہاں دین میں شدت پسندی اور پختہ ہونا مراد ہے۔

فائدہ: قریش حرم کے باشندے تھے اور اپنے آپ کو دین میں بہت پختہ اور مضبوط شمار کرتے تھے۔ ان کے پیروکار کنانہ اور جدیلہ وغیرہ بھی حُمس کہلاتے تھے۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ ہمیں حدود حرم سے باہر نہیں نکلنا چاہیے جبکہ عرفات حرم کی حدود سے باہر ہے، اس لیے یہ مزدلفہ ہی میں ٹھہر جاتے۔ قرآن مجید نے ان کے اس موقف کی تردید کرتے ہوئے حکم دیا کہ انھیں بھی عرفات ہی میں جا کر ٹھہرنا ہوگا اور عرفات کا وقوف حج کا اہم ترین رکن ہے۔ اگر اس کا وقوف رہ جائے تو بالاتفاق حج نہیں ہوگا۔ پوری امت کے نزدیک کسی قسم کے فدیے سے اس کی تلافی ممکن نہیں۔ اور وقوف عرفات 9 ذوالحجہ کو زوال آفتاب سے شروع ہوجاتا ہے اور اگلے دن دس ذوالحجہ کی صبح تک رہتا ہے۔ جو شخص اس وقت کے اندر اندر عرفات پہنچ گیا اس کا حج ہوجائے گا۔ اور جو اس وقت کے اندر نہ پہنچ سکے اس کا حج نہیں ہوگا۔ اس کو نئے سرے سے حج کرنا پڑے گا۔ ایسا آدمی عمرہ کرکے حلال ہوجائے۔ (المغني: 441/3) امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک عرفہ میں وقوف 9 ذوالحجہ کی صبح سے لے کر دس ذوالحجہ کی صبح تک، یعنی اس کے اندر اندر ہے۔ (المغني: 443/3)

(المعجم ٥٤) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ عَرَفَةَ كُلَّهَا مَوْقِفٌ (التحفة ٥٤)

باب: 54۔ میدان عرفات سارا ہی موقف (ٹھہرنے کی جگہ) ہے

٨٨٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَيَّاشِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَقَفَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِعَرَفَةَ فَقَالَ: «هٰذِهِ عَرَفَةُ وَهُوَ الْمَوْقِفُ وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ»، ثُمَّ أَفَاضَ حِينَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، وَجَعَلَ يُشِيرُ بِيَدِهِ عَلٰى هَيْئَتِهِ وَالنَّاسُ يَضْرِبُونَ يَمِينًا وَشِمَالًا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِمْ وَيَقُولُ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمُ السَّكِينَةَ». ثُمَّ أَتٰى جَمْعًا فَصَلّٰى بِهِمُ الصَّلَاتَيْنِ جَمِيعًا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتٰى قُزَحَ فَوَقَفَ عَلَيْهِ وَقَالَ: «هٰذَا قُزَحُ وَهُوَ الْمَوْقِفُ وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ» ثُمَّ أَفَاضَ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى وَادِي مُحَسِّرٍ فَقَرَعَ نَاقَتَهُ فَخَبَّتْ حَتّٰى جَاوَزَ الْوَادِيَ، فَوَقَفَ وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ ثُمَّ أَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ أَتَى الْمَنْحَرَ فَقَالَ: «هٰذَا الْمَنْحَرُ وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ». وَاسْتَفْتَتْهُ جَارِيَةٌ شَابَّةٌ مِّنْ خَثْعَمَ فَقَالَتْ: إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ قَدْ أَدْرَكَتْهُ فَرِيضَةُ اللّٰهِ فِي الْحَجِّ أَفَيُجْزِىءُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ قَالَ: «حُجِّي عَنْ أَبِيكِ»، قَالَ: وَلَوٰى عُنُقَ الْفَضْلِ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لِمَ لَوَيْتَ عُنُقَ ابْنَ عَمِّكَ؟ قَالَ: «رَأَيْتُ شَابًّا وَشَابَّةً فَلَمْ آمَنِ الشَّيْطَانَ عَلَيْهِمَا». فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أَفَضْتُ قَبْلَ أَنْ أَحْلِقَ قَالَ: «احْلِقْ وَلَا حَرَجَ

[885] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ میں ٹھہرے اور فرمایا: ''یہ عرفہ ہے اور یہی ٹھہرنے کی جگہ ہے اور عرفہ سارا ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔'' پھر جب سورج غروب ہوگیا تو (مزدلفہ کی طرف) واپس آئے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو (اپنی سواری پر) پیچھے سوار کرلیا اور اپنی اسی حالت ہی میں ہاتھ سے اشارہ کرنے لگے جبکہ لوگ دائیں بائیں (اونٹوں کو) مار رہے تھے۔ آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے: ''لوگو! آرام اور اطمینان سے چلو۔'' پھر مزدلفہ پہنچ گئے تو وہاں لوگوں کو دونوں نمازیں (مغرب وعشاء) پڑھائیں۔ پھر جب صبح ہوگئی تو قزح مقام پر پہنچے اور وہاں ٹھہر گئے اور فرمایا ''یہ جگہ قزح ہے اور یہی ٹھہرنے کی جگہ ہے اور پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔'' پھر چل پڑے حتی کہ وادئ محسر تک پہنچ گئے تو (یہاں) اپنی اونٹنی کو کوڑا مارا اور وہ تیز ہوگئی حتیٰ کہ آپ وادی (محسر) سے گزر گئے اور ٹھہر گئے اور فضل رضی اللہ عنہ کو (اپنے) پیچھے سوار کرلیا، پھر جمرہ (کبریٰ) پر پہنچ گئے اور اسے کنکریاں ماریں، پھر قربان گاہ میں آئے اور فرمایا: ''یہ قربان گاہ ہے اور منیٰ سارا ہی قربان گاہ ہے۔'' اور آپ ﷺ سے خثعم قبیلے کی ایک نوجوان لڑکی نے پوچھا کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے اور اللہ کے فریضۂ حج نے اسے پالیا ہے (حج اس پر فرض ہوچکا ہے) تو کیا میرا اس کی طرف سے حج کرنا اس کے لیے کافی ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تو اس کی طرف سے حج کر۔'' راوی نے کہا اور آپ نے فضل رضی اللہ عنہ کی

٨٨٥ـ أخرجه أبو داود، المناسك، باب الصلاة بجمع، ح: ١٩٣٥، وابن ماجه، ح: ٣٠١٠ من حديث سفيان الثوري به.

- أَوْ قَصِّرْ وَلَا حَرَجَ -». قَالَ: وَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: «ارْمِ وَلَا حَرَجَ». قَالَ: ثُمَّ أَتَى الْبَيْتَ فَطَافَ بِهِ ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ فَقَالَ: «يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَوْلَا أَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ [عَنْهُ] لَنَزَعْتُ».

گردن کو موڑ دیا، تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے چچازاد کی گردن کیوں موڑی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں نے ایک نوجوان لڑکے اور ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا تو میں ان کے بارے میں شیطان سے بے خوف نہ رہ سکا۔'' پھر آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے سر منڈانے سے پہلے طواف افاضہ کرلیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''سر منڈاؤ یا بال کٹاؤ کوئی حرج نہیں۔'' اور ایک اور آدمی آ گیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے جانور ذبح کر ڈالا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کنکریاں مارو، کوئی حرج نہیں۔'' پھر آپ بیت اللہ تشریف لے آئے، اس کا طواف کیا، پھر زمزم کے پاس آئے اور فرمایا: ''اے عبدالمطلب کی اولاد! اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آ جائیں گے (میری اقتدا میں ڈول کھینچنے لگیں گے) تو میں بھی ڈول کھینچتا۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَيَّاشٍ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنِ الثَّوْرِيِّ مِثْلَ هٰذَا. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ قَدْ رَأَوْا أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِعَرَفَةَ فِي وَقْتِ الظُّهْرِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ فِي رَحْلِهِ وَلَمْ يَشْهَدِ الصَّلَاةَ مَعَ الْإِمَامِ إِنْ شَاءَ جَمَعَ هُوَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِثْلَ مَا صَنَعَ الْإِمَامُ، قَالَ: وَزَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ هُوَ ابْنُ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ [عَلَيْهِ السَّلَامُ].

اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ ہمارے علم میں سیدنا علی کی یہ حدیث صرف عبدالرحمن بن حارث بن عیاش کی سند سے منقول ہے اور بہت سے راوی ثوری سے اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ ان کی رائے میں عرفہ میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اگر انسان اپنے خیمے میں اکیلا نماز پڑھے اور امام کے ساتھ جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو اگر چاہے تو امام کی طرح دونوں نمازیں جمع کر لے۔ اور زید بن علی سے مراد، زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔

فوائد و مسائل: ① 9 ذوالحجہ کو سورج نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات جانا ہوتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ سورج ڈھلنے سے پہلے تک وادیٔ نمرہ میں ٹھہرا جائے اور زوال کے بعد عرفہ جایا جائے، اس کے بعد امام خطبہ دے جس میں عرفات کے وقوف، عرفات سے

مزدلفہ واپسی اور وہاں رات بھر ٹھہرنا، کنکر اٹھانا اور جمرہ پر کنکر مارنے کے مسائل بیان کرے۔ پھر ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائے، اذان ایک ہو اور اقامت الگ الگ کہی جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ہر نماز کے لیے اذان کہی جائے اور منفرد جو امام کے ساتھ جماعت میں شریک نہیں ہو سکا، وہ بھی جمہور کے نزدیک دونوں نمازیں، جمع تقدیم کی صورت میں پڑھے۔ امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق اور صاحبین کا یہی موقف ہے۔ امام نخعی، ثوری اور ابوحنیفہ کے نزدیک اکیلا پڑھنے والا دونوں نمازیں جمع نہ کرے۔ عرفات میں تمام لوگ مکہ کے باشندے ہوں یا کسی اور جگہ کے دونوں نمازیں امام کے ساتھ جمع کر لیں۔ نماز سے فراغت کے بعد عرفہ میں شام تک دعا، تہلیل وتحمید اور تکبیر کے لیے رک جائیں اور جبل رحمت کے پاس ٹھہرنا بہتر ہے۔ ویسے وادیٔ عرنہ کے سوا عرفات کے کسی مقام پر بھی ٹھہرا جا سکتا ہے اور بقول علامہ ابن عبدالبر علماء کے نزدیک بالاتفاق وادیٔ عرنہ میں ٹھہرنا کفایت نہیں کرتا۔ امام مالک کا ایک قول ہے کہ جو وادیٔ عرنہ میں ٹھہرے اس پر دم (خون بہانا) ہوگا اور حج ہو جائے گا۔ ② 9 ذوالحجہ کو سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ لوٹنا ہوتا ہے اور اس میں اطمینان و وقار کو ملحوظ رکھا جائے اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع تاخیر سے مزدلفہ میں پڑھی جاتی ہیں۔ مزدلفہ کو جمع اور مشعر الحرام سے بھی تعبیر کر دیتے ہیں۔ ہر نماز کے لیے اقامت کہی جائے۔ امام نووی کے نزدیک پہلی اقامت کی طرح اذانیں بھی دو ہوں۔ رات مزدلفہ میں گزاری جاتی ہے لیکن وادیٔ محسر کے پاس نہ ٹھہرے۔ اکثر ائمہ کے نزدیک مزدلفہ میں رات گزارنا ضروری ہے۔ اگر نہیں گزارتا تو دم پڑے گا۔ عطاء، زہری، قتادہ، ثوری، شافعی، اسحاق، ابوثور، احمد اور اصحاب رائے کا یہی موقف ہے لیکن علقمہ، نخعی اور شعبی کے نزدیک اس کا حج نہیں ہوگا۔ اکثر ائمہ کے نزدیک آدھی رات کے بعد منیٰ کا رخ کیا جا سکتا ہے، اس سے پہلے نہیں۔ امام مالک کے نزدیک وہاں رکنے کے بعد کسی وقت بھی منیٰ کا رخ کرنا جائز ہے، رکے بغیر اگر منیٰ آ گیا تو دم پڑے گا۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد (جب رات مزدلفہ میں گزارے) مشعر الحرام، یعنی قزح کے پاس رک کر دعا کرے، تسبیح وتہلیل اور تکبیر میں مشغول رہے اور سورج نکلنے سے پہلے منیٰ کا رخ کرے۔ وادیٔ محسر سے تیزی سے گزرا جائے اور مزدلفہ ہی سے کنکریاں اٹھا لی جائیں۔ ③ منیٰ میں پہنچ کر سب سے پہلے جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں ماری جائیں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے اور رخ قبلے کی طرف ہو۔ دس ذوالحجہ (یوم النحر) کے دن چار کام کرنے ہوتے ہیں: * جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنا (یہ جمرہ مکے کی جانب ہے۔) * قربانی کرنا * بال منڈوانا یا کتروانا * طواف بیت اللہ جسے طواف زیارت یا افاضہ بھی کہتے ہیں۔ سنت یہی ہے کہ ان اعمال کو اس ترتیب سے کیا جائے لیکن اگر ترتیب چھوٹ جائے اور یہ کام آگے پیچھے ہو جائیں تو صحیح احادیث کی روشنی میں اس پر کوئی فدیہ نہیں۔ اگر بھول کر یا جہالت اور ناواقفی کی وجہ سے کرے تو اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے کہ اس پر کوئی فدیہ نہیں۔ حسن، طاؤس، مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء، شافعی، احمد، اسحاق، ابوثور اور داود کا یہی موقف ہے لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلے تین کاموں میں ترتیب واجب ہے، جان بوجھ کر، بھول کر یا جہالت سے ترتیب چھوڑنے پر دم واجب ہوگا۔ (المغني: 320/5)

(المعجم ۵۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِفَاضَةِ مِنْ عَرَفَاتٍ (التحفة ۵۵)

باب: 55۔ عرفات سے واپسی

٨٨٦- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَبِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ وَأَبُو نُعَيْمٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْضَعَ فِي وَادِي مُحَسِّرٍ. وَزَادَ فِيهِ بِشْرٌ: وَأَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ وَعَلَيْهِ السَّكِينَةُ وَأَمَرَهُمْ بِالسَّكِينَةِ، وَزَادَ فِيهِ أَبُو نُعَيْمٍ: وَأَمَرَهُم أَنْ يَرْمُوا بِمِثْلِ حَصَا الْخَذْفِ، وَقَالَ: «لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هٰذَا».

[886] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے وادئ محسر میں اپنی سواری تیز کردی۔ اور اس روایت کے راوی بشر نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ مزدلفہ سے لوٹے تو آپ پر سکون تھے اور آپ نے لوگوں کو بھی سکون اور اطمینان سے چلنے کا حکم دیا۔ ابونعیم نے یہ اضافہ کیا ہے: آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ایسی کنکریاں ماریں جو دو انگلیوں میں پکڑی جاسکتی ہوں (کھجور کی گٹھلی یا باقلا کے دانے کے برابر) اور فرمایا: ''شاید میں تمھیں اس سال کے بعد نہ دیکھ سکوں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ٥٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ (التحفة ٥٦)

باب: 56۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع کرنا

٨٨٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ صَلّٰى بِجَمْعٍ فَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِإِقَامَةٍ وَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَعَلَ مِثْلَ هٰذَا فِي هٰذَا الْمَكَانِ.

[887] عبداللہ بن مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مزدلفہ میں (مغرب اور عشاء کی) دونوں نمازیں، ایک اقامت میں جمع کیں اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے اس جگہ اسی طرح کیا تھا۔

٨٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

[888] سعید بن جبیر، ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے

٨٨٦- في جميع النسخ سفيان بن عيينة والصواب أنه الثوري كما في مسند أحمد: ٣/ ٣٩١ وغيره وللحديث شواهد ❊ وفي الباب عن أسامة بن زيد [البخاري، ح: ١٦٦٦ ومسلم، ح: ١٢٨٦].

٨٨٧- [صحيح بلفظ: «كل واحدة منهما بإقامة»] أخرجه أبو داود، المناسك، باب الصلاة بجمع، ح: ١٩٢٩ من حديث سفيان الثوري به وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ١٦٧٣ ومسلم، ح: ١٢٨٨. ولفظ البخاري: «كل واحدة منهما بإقامة» وهو المحفوظ.

٨٨٨- أخرجه مسلم، الحج، باب الإفاضة من عرفات إلى المزدلفة . . . إلخ، ح: ١٢٨٨/ ٢٩١ من حديث إسماعيل بن أبي خالد به، انظر الحديث السابق ❊ وفي الباب عن علي [تقدم: ٨٨٥]. وأبي أيوب [البخاري، ح: ١٦٧٤ ومسلم، ح: ١٢٨٧]، وعبدالله بن مسعود [البخاري، ح: ١٦٧٥ ومسلم، ح: ١٢٨٩]، وجابر [مسلم، ح: ١٢١٨]، وأسامة بن زيد [البخاري، ◀◀

سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ يَحْيٰى: وَالصَّوَابُ حَدِيثُ سُفْيَانَ.

نبی ﷺ سے اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ امام یحییٰ کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث سفیان کی سند سے صحیح ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي أَيُّوبَ وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَجَابِرٍ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ [فِي] رِوَايَةِ سُفْيَانَ أَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ. وَحَدِيثُ سُفْيَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي صَلَاةَ الْمَغْرِبِ دُونَ جَمْعٍ، فَإِذَا أَتٰى جَمْعًا وَهُوَ الْمُزْدَلِفَةُ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَمْ يَتَطَوَّعْ فِيمَا بَيْنَهُمَا وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَذَهَبُوا إِلَيْهِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ سُفْيَانُ: وَإِنْ شَاءَ صَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ تَعَشّٰى وَوَضَعَ ثِيَابَهُ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَتَيْنِ يُؤَذِّنُ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَيُقِيمُ وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثُمَّ يُقِيمُ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ. قَالَ [أَبُو عِيسٰى]: وَرَوٰى إِسْرَائِيلُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ وَخَالِدٍ ابْنَيْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. وَحَدِيثُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. أَيْضًا رَوَاهُ سَلَمَةُ ابْنُ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ. وَأَمَّا أَبُو إِسْحَاقَ فَإِنَّمَا رَوَاهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ وَخَالِدٍ ابْنَيْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابوایوب، عبداللہ بن مسعود، جابر اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے بھی روایات منقول ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت جو سفیان کی سند سے ہے اسماعیل بن ابی خالد کی حدیث سے صحیح تر ہے۔ اور سفیان کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ مغرب کی نماز مزدلفہ سے پہلے نہ پڑھی جائے۔ جب حاجی مزدلفہ پہنچ جائے تو دونوں نمازیں ایک اقامت سے اکٹھی پڑھے اور درمیان میں نفل نہ پڑھے۔ بعض اہل علم کا یہی رجحان ہے اور انھوں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ سفیان ثوری کا یہی قول ہے۔ سفیان کہتے ہیں: اگر چاہے تو مغرب کی نماز پڑھ کر شام کا کھانا کھالے اور کپڑے تبدیل کرلے، پھر اقامت کہہ کر عشاء کی نماز پڑھ لے۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں: حاجی مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ایک اذان اور دو تکبیروں سے جمع کرے۔ مغرب کے لیے اذان کہی جائے اور اقامت کہہ کر مغرب کی نماز پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر عشاء کی نماز پڑھے۔ امام شافعی کا یہی قول ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسرائیل نے یہ روایت ابواسحاق سے مالک کے بیٹوں عبداللہ اور خالد کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔ اور سعید بن جبیر کی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بھی حسن صحیح ہے۔ اسے سعید بن جبیر سے سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں اور ابواسحاق تو مالک کے دونوں بیٹوں عبداللہ اور خالد کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں۔

◄ ح: ١٥٤٣ ومسلم، ح: ١٢٨٠].

فائدہ: مزدلفہ میں دونوں نمازیں جمع کرنے کے بارے میں ائمہ کے اقوال باب 54 کے تحت گزر چکے ہیں اور ائمہ کا اتفاق ہے کہ مزدلفہ میں منفرد (اکیلا پڑھنے والا) بھی دونوں نمازیں جمع کرے، ہاں دونوں کے درمیان کھانا کھا لینا جائز ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے درمیان میں کھانا کھایا اور ہر نماز کے لیے الگ اذان اور الگ اقامت کہی تھی۔ (صحیح البخاري، الحج، حدیث: 1675) اور پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ اگر حاجی مغرب کی نماز مزدلفہ آنے سے پہلے ہی پڑھ لے تو یہ خلاف سنت ہے۔ لیکن اکثر ائمہ: عطاء، عروہ، قاسم بن محمد، سعید بن جبیر، مالک، شافعی، احمد، اسحاق، ابوثور، ابویوسف اور ابن منذر کے نزدیک نماز ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ اور ثوری کے نزدیک نماز نہیں ہوگی، کیونکہ مزدلفہ میں جمع کرنا حج کا حصہ ہے۔ عرفات اور مزدلفہ میں دو نمازیں جمع کرنا جمہور کے نزدیک اعمال حج کا حصہ ہے، اس لیے حاجی مقیم ہو یا مسافر، دونوں جگہ نماز قصر بھی کرے گا اور جمع بھی کرے گا۔

(المعجم ٥٨) بَابُ مَا جَاءَ [فِي] مَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ بِجَمْعٍ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ (التحفة ٥٨)

باب: 57۔ جس نے امام کو مزدلفہ میں پالیا، اس نے حج پالیا

٨٨٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ: أَنَّ نَاسًا مِّنْ أَهْلِ نَجْدٍ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ بِعَرَفَةَ، فَسَأَلُوهُ فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى: الْحَجُّ عَرَفَةُ، مَنْ جَاءَ لَيْلَةَ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ، أَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةٌ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَزَادَ يَحْيٰى: وَأَرْدَفَ رَجُلًا فَنَادٰى بِهِ.

[889] سیدنا عبدالرحمن بن یعمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل نجد کے کچھ لوگ عرفہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے مسائل دریافت کیے۔ آپ نے منادی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا: حج عرفہ ہی ہے اور جو مزدلفہ کی رات کو طلوع فجر سے پہلے پہنچ گیا، اس نے حج پالیا۔ منٰی کے دن تین ہیں، جس نے دو دنوں میں جلدی کی (دو دنوں کے بعد چلا گیا) تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے تاخیر کی (تین دن کے بعد گیا) اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ یحییٰ نے یہ اضافہ کیا: آپ ﷺ نے اپنے پیچھے ایک آدمی بٹھا لیا اور اس نے یہ اعلان کیا۔

فائدہ: وقوف عرفات کے بارے میں ائمہ کا موقف باب 53 کے تحت گزر چکا ہے اور مزدلفہ کے بارے میں باب 54 کے تحت تفصیل گزر چکی ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حاجی کے لیے میدانِ عرفات میں پہنچنا اور وقوف کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر حج نہیں ہوگا۔ منٰی سے میدانِ عرفات میں جایا جائے، تاہم یہ وقت 9 ذوالحجہ سے دوسرے روز کے طلوعِ فجر تک ہے۔ یہاں سے

٨٨٩- أخرجه أبو داود، المناسك، باب من لم يدرك عرفة، ح: ١٩٤٩ وابن ماجه، ح: ٣٠١٥ والنسائي: ٥/ ٢٥٦، ح: ٣٠١٩ من حديث سفيان الثوري به، وصرح بالسماع وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٨٢٢ وابن حبان (الإحسان): ٣٨٨١ والحاكم: ١/ ٢٧٨، ٤٦٣، ٤٦٤ ووافقه الذهبي.

غروبِ شمس کے بعد مزدلفہ جانا ہے اور مغرب کی نماز بھی مزدلفہ ہی میں جا کر ادا کرنی ہے، یعنی مغرب اور عشاء کو الگ الگ تکبیرات کے ساتھ جمع کرنا ہے۔ اسی طرح عرفات میں ظہر اور عصر کو جمع کرنا ہے۔

٨٩٠- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ. قَالَ: وَقَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ: قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: وَهٰذَا أَجْوَدُ حَدِيثٍ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ.

[890] ابن ابی عمر کی سند سے مذکورہ بالا روایت کے ہم معنی مروی ہے۔ اور سفیان بن عیینہ نے کہا: سفیان ثوری کی (اہل کوفہ سے) سب سے عمدہ حدیث یہی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّهُ مَنْ لَمْ يَقِفْ بِعَرَفَاتٍ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ وَلَا يُجْزِئُ عَنْهُ إِنْ جَاءَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ وَيَجْعَلُهَا عُمْرَةً وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ نَحْوَ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ، قَالَ: وَسَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ، وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ: هٰذَا الْحَدِيثُ أُمُّ الْمَنَاسِكِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم صحابۂ کرام اور دوسروں کا عمل عبدالرحمن بن یعمر کی حدیث پر ہے کہ جو حاجی دس ذوالحجہ کی رات کی فجر سے پہلے عرفات نہ پہنچ سکا تو اس کا حج رہ گیا، طلوع فجر کے بعد آنا اس کے لیے کفایت نہیں کرے گا۔ وہ اس کو عمرہ بنا دے اور اسے اگلے سال حج کرنا ہوگا۔ ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شعبہ نے بکیر بن عطاء سے ثوری کی طرح حدیث بیان کی ہے اور وکیع یہ روایت بیان کر کے کہتے تھے: یہ حدیث ام المناسک (اعمال حج کی بنیاد اور اساس) ہے۔

فائدہ: امام سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اہل کوفہ کی احادیث میں تدلیس اور اضطراب (اختلاف) بہت ہے اور یہ حدیث تدلیس واختلاف سے محفوظ ہے، اس لیے اس کو ثوری کی بہترین اور اعلیٰ حدیث قرار دیا گیا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 102/2)

٨٩١- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَزَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُضَرِّسِ بْنِ أَوْسِ بْنِ حَارِثَةَ بْنِ لَامَ الطَّائِيِّ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِالْمُزْدَلِفَةِ حِينَ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ

[891] سیدنا عروہ بن مضرس بن اوس بن حارثہ بن لام الطائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مزدلفہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ نماز کے لیے نکلے تھے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں بنو طے کے دو پہاڑوں (اَجا اور سلمیٰ) سے آیا ہوں۔ میں نے

٨٩٠- أخرجه أبو داود، ح: ١٩٤٩ والحميدي، ح: ٩٠١ عن سفيان بن عيينة به * قول وكيع: سنده صحيح.
٨٩١- أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب: فيمن لم يدرك صلاة الصبح مع الإمام بالمزدلفة: ٥/ ٢٦٣، ح: ٣٠٤٢ من حديث سفيان بن عيينة به وصححه ابن خزيمة: ٤/ ٢٥٦ وابن حبان، ح: ٣٨٣٩، ٣٨٤٠ (الإحسان) والحاكم: ١/ ٤٦٣ والذهبي.

فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي جِئْتُ مِنْ جَبَلَيْ طَيِّئٍ أَكْلَلْتُ رَاحِلَتِي وَأَتْعَبْتُ نَفْسِي، وَاللهِ مَا تَرَكْتُ مِنْ حَبْلٍ إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ فَهَلْ لِّي مِنْ حَجٍّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هٰذِهِ وَوَقَفَ مَعَنَا حَتّٰى يَدْفَعَ وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ قَبْلَ ذٰلِكَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ وَقَضٰى تَفَثَهُ».

اپنی سواری کو عاجز اور بے بس کر ڈالا ہے اور اپنے آپ کو بھی تھکا دیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں ریت کے ہر ٹیلے پر ٹھہرا ہوں تو کیا میرا حج ہو گیا ہے؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو ہمارے ساتھ اس نماز (فجر) میں شریک ہو گیا اور واپسی تک ہمارے ساتھ ٹھہر گیا اور اس سے پہلے رات یا دن کو عرفہ میں ٹھہر چکا ہے تو اس کا حج مکمل ہو گیا اور اس نے اپنا میل کچیل اتار ڈالا۔ (تمام افعالِ حج ادا کر لیے۔)''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [قَالَ: قَوْلُهُ تَفَثَهُ يَعْنِي نُسُكَهُ قَوْلُهُ: مَا تَرَكْتُ مِنْ حَبْلٍ إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ. إِذَا كَانَ مِنْ رَمْلٍ يُقَالُ لَهُ: حَبْلٌ، وَإِذَا كَانَ مِنْ حِجَارَةٍ يُقَالُ لَهُ: جَبَلٌ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں: تفث سے مراد افعالِ حج ہیں۔ ریت کے ٹیلے یا تودے کو حبل اور پتھروں کے ٹیلے کو جبل کہتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے اس بات کا اثبات ہوتا ہے کہ عرفات میں 10 ذوالحجہ کی رات کے کسی حصے میں بھی وقوف کر لیا جائے، بشرطیکہ طلوع فجر سے پہلے مزدلفہ پہنچ جائے تو اس کا حج ہو جائے گا۔

(المعجم ٥٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقْدِيمِ الضَّعَفَةِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ (التحفة ٥٨)

باب: 58۔ کمزوروں کو مزدلفہ سے رات کے وقت پہلے روانہ کر دینا

٨٩٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي ثَقَلٍ مِّنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

[892] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مزدلفہ سے رات ہی کو سامان اور نوکروں کے ساتھ بھیج دیا تھا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ حَبِيبَةَ وَأَسْمَاءَ [بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ] وَالْفَضْلِ [بْنِ عَبَّاسٍ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي ثَقَلٍ مِّنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ، حَدِيثٌ صَحِيحٌ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، ام حبیبہ، اسماء بنت ابی بکر اور سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مزدلفہ سے رات کو سامان کے ساتھ بھیج

٨٩٢- أخرجه مسلم، الحج، باب استحباب تقديم دفع الضعفة من النساء وغيرهن من مزدلفة . . . إلخ، ح: ١٢٩٣ عن قتيبة، والبخاري، ح: ١٦٧٧ من حديث حماد بن زيد به ※ وفي الباب عن عائشة [البخاري، ح: ١٦٨٠ ومسلم، ح: ١٢٩٠]، وأم حبيبة [مسلم، ح: ١٢٩٢]، وأسماء بنت أبي بكر [البخاري، ح: ١٦٧٩ ومسلم، ح: ١٢٩١]، و الفضل بن عباس [النسائي، ح: ٣٠٣٧].

وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مُشَاشٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدَّمَ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ وَهٰذَا حَدِيثٌ خَطَأٌ أَخْطَأَ فِيهِ مُشَاشٌ وَزَادَ فِيهِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ. وَرَوٰى ابْنُ جُرَيْجٍ وَغَيْرُهُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ [وَمُشَاشٌ بَصْرِيٌّ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ].

دیا، صحیح حدیث ہے اور ان سے کئی سندوں سے منقول ہے، نیز شعبہ نے یہ حدیث مشاش کی سند سے یوں بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے مزدلفہ سے رات کو اپنے گھر کے کمزور افراد کو آگے بھیج دیا۔ اس حدیث میں غلطی ہے جو کہ مشاش نے کی ہے اور اس میں فضل بن عباس کے واسطے کا اضافہ کر دیا ہے۔ ابن جریج وغیرہ نے یہ حدیث عطاء سے بیان کی ہے اور اس میں فضل بن عباس کا ذکر نہیں ہے۔ (مشاش، عن عطاء عن ابن عباس عن الفضل بن عباس کہتا ہے اور ابن جریج وغیرہ عن عطاء عن ابن عباس کہتے ہیں۔) مشاش، جس سے شعبہ بیان کرتے ہیں بصری ہے۔

لغوی تشریح: ضَعَفَة: ضعیف کی جمع ہے اور اس سے مراد کمزور عورتیں، بوڑھے، بچے اور مریض ہیں۔

فائدہ: یہ حدیث اور اس کے بعد والی حدیث سے واضح ہے کہ عورتیں، بچے اور بوڑھے افراد رات ہی کو مزدلفہ سے منیٰ آسکتے ہیں جبکہ عام لوگوں کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ نماز فجر کے بعد صبح خوب روشن ہونے کے بعد، طلوع شمس سے پہلے، مزدلفہ سے نکلنا ہے۔

٨٩٣- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدَّمَ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ وَقَالَ: «لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ».

[893] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے گھر کے کمزور افراد کو پہلے بھیج دیا اور فرمایا: ''سورج نکلنے سے پہلے کنکریاں نہ مارنا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَمْ يَرَوْا بَأْسًا أَنْ يَتَقَدَّمَ الضَّعَفَةُ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ يَصِيرُونَ إِلٰى مِنًى. وَقَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ بِحَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُمْ لَا يَرْمُونَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَرَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي أَنْ يَرْمُوا بِلَيْلٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ [أَنَّهُمْ لَا يَرْمُونَ] وَهُوَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اس حدیث پر ہے۔ ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں کہ حاجی اپنے کمزوروں کو رات کے وقت منیٰ کی طرف پہلے بھیج دے۔ (یا کمزور حاجی رات کے وقت ہی منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں۔) اور اکثر علمائے حدیث نبوی کہتے ہیں کہ پہلے آنے والے سورج نکلنے سے پہلے کنکریاں نہ ماریں مگر بعض اہل علم نے رات کو کنکریاں

٨٩٣ـ أخرجه أحمد: ١/ ٣٤٤ عن وكيع به وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ١٦٧٨ ومسلم، ح: ١٢٩٣ ورواه أبو داود، ح: ١٩٢٠ من حديث الحكم به.

قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ.

مارنے کی اجازت دی ہے۔ سفیان ثوری اور شافعی رحمہ اللہ کا قول یہی ہے۔ لیکن عمل نبی علیہ السلام کی حدیث پر ہے کہ وہ سورج طلوع ہونے سے پہلے کنکریاں نہ ماریں۔

لغوی تشریح: ثقل: بوجھ، مراد مسافر کا سامان اور خدام ہیں۔

(المعجم ٥٩) بَابُ [مَا جَاءَ فِي رَمْيِ يَوْمِ النَّحْرِ ضُحًى] (التحفة ٥٩)

باب: 59۔ نحر (قربانی) کے دن کنکریاں دن چڑھے ماری جائیں

٨٩٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرْمِي يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَأَمَّا بَعْدَ ذٰلِكَ فَبَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ.

[894] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نحر کے دن (دس ذوالحجہ کو) کنکریاں چاشت کے وقت (دن چڑھے) مارتے تھے اور بعد کے دنوں میں سورج ڈھلنے کے بعد۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا [الْحَدِيثِ] عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُ لَا يَرْمِي بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ إِلَّا بَعْدَ الزَّوَالِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ یوم نحر کے بعد کنکریاں سورج ڈھلنے کے بعد ہی ماری جائیں۔

فوائد ومسائل: ① نحر کے دن صرف جمرۂ عقبہ کو، جسے جمرۂ کبریٰ بھی کہتے ہیں اور یہ مکے کی طرف واقع ہے، کنکریاں مارنی ہوتی ہیں اور باقی دو دنوں میں تینوں جمرات کو مارنی ہوتی ہیں۔ مسجد خیف کے قریب والے جمرے سے شروع کر کے آخر میں جمرۂ عقبہ پر پہنچتے ہیں۔ پہلے دن، یعنی دس ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کو کنکریاں کس وقت ماری جائیں؟ اس میں اختلاف ہے: ✻ جمہور کے نزدیک سورج نکلنے کے بعد ماری جائیں۔ اگر طلوع فجر کے بعد اور سورج نکلنے سے پہلے ماریں تو کفایت ہو جائے گی اور اگر طلوع فجر سے پہلے ماریں تو دوبارہ مارنی ہوں گی۔ احناف، احمد اور اسحاق کا موقف جمہور والا ہے۔ ✻ عطاء، طاؤس، شعبی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک طلوع فجر سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے لیکن یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 668/3، المغني: 459/3) مجاہد، ثوری اور نخعی کے نزدیک طلوع شمس سے پہلے درست نہیں۔ ② جمہور کے نزدیک جمرات کو کنکریاں مارنا واجب ہے اور مالکیہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ اگر جمرات کو رمی نہیں کرتا تو دم پڑ جائے گا اور مالکیہ کے ایک قول کے مطابق جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنا حج کا رکن ہے، اس کے بغیر حج نہیں ہوگا۔ سیدہ عائشہ وغیرہ کے نزدیک اگر کنکریوں کی جگہ تکبیریں کہہ دے تو کفایت ہو جائے گی۔ (فتح الباري: 731/3) ③ دس ذوالحجہ کے بعد کے دنوں میں جمہور کے نزدیک تینوں جمرات پر سورج ڈھلنے کے بعد کنکریاں ماری جائیں۔ عطاء اور طاؤس کے نزدیک پہلے مارنا بھی جائز ہے لیکن یہ

٨٩٤- أخرجه مسلم، الحج، باب بيان وقت استحباب الرمي، ح: ١٢٩٩ عن علي بن خشرم به.

قول بلا دلیل ہے۔ ائمہ اربعہ، ثوری اور اسحاق کے نزدیک، اگر زوال سے پہلے کنکریاں مارے تو دوبارہ مارنی ہوں گی اور ابن حجر کے قول کے برعکس عطاء کا قول بھی امام ابن قدامہ کے نزدیک یہی ہے، ہاں اصحاب الرائے کے نزدیک نفر (کوچ) کے دن زوال سے پہلے کنکریاں مار سکتا ہے لیکن منیٰ سے واپسی زوال کے بعد ہی ہو، امام احمد کا ایک قول یہی ہے۔ (المغني: 486/3، 487، فتح الباري: 732/3) ④ اگر کوئی شخص بارہ ذوالحجہ کو منیٰ سے واپس آنا چاہتا ہے تو جمہور کے نزدیک جن میں امام مالک، شافعی اور احمد ؒ داخل ہیں، سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اسے منیٰ سے نکلنا ہوگا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیرہ کی صبح کے طلوع سے پہلے پہلے نکل سکتا ہے۔

(المعجم ٦٠) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْإِفَاضَةَ مِنْ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ (التحفة ٦٠)

باب: 60۔ مزدلفہ سے منیٰ کی طرف کوچ سورج نکلنے سے پہلے ہو

٨٩٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَفَاضَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ.

[895] سیدنا ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (مزدلفہ سے) سورج نکلنے سے پہلے واپس ہوئے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَإِنَّمَا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَنْتَظِرُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ يُفِيضُونَ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر ؓ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ابن عباس ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل جاہلیت سورج نکلنے کا انتظار کرتے، پھر لوٹتے تھے۔

فائدہ: مزدلفہ سے واپسی کے بارے میں ضروری تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

٨٩٦- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ يُحَدِّثُ يَقُولُ: كُنَّا وُقُوفًا بِجَمْعٍ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يُفِيضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَكَانُوا يَقُولُونَ: أَشْرِقْ ثَبِيرُ، وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَالَفَهُمْ. فَأَفَاضَ عُمَرُ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ.

[896] عمرو بن میمون ؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم مزدلفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے فرمایا: مشرکین سورج طلوع ہونے سے پہلے نہیں لوٹتے تھے اور کہتے تھے: اے ثبیر! چمک اٹھ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخالفت کی، چنانچہ سیدنا عمر ؓ سورج نکلنے سے پہلے لوٹ آئے۔

٨٩٥- أخرجه أحمد: ١/ ٢٣١ عن أبي خالد الأحمر به وللحديث شواهد منها الحديث الآتي * وفي الباب عن عمر [يأتي: ٨٩٦].

٨٩٦- أخرجه البخاري، الحج، باب: متى يدفع من جمع، ح: ١٦٨٤ من حديث شعبة به.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اہل جاہلیت طلوع آفتاب کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے اور طلوع آفتاب کی علامت یہ تھی کہ ثبیر نامی پہاڑ چمکنے لگتا تھا، اس لیے وہ کہتے تھے اے ثبیر! چمک اٹھ۔ اور ابن ماجه، المناسك، حديث: 3022 میں یہ اضافہ ہے [كَيْمَا نُغِيرُ] تاکہ ہم یلغار کریں، یعنی منیٰ کو روانہ ہو جائیں۔

(المعجم ٦١) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْجِمَارَ الَّتِي يُرْمٰى بِهَا مِثْلُ حَصَى الْخَذْفِ (التحفة ٦١)

باب: 61۔ جو کنکریاں ماری جائیں وہ چھوٹی چھوٹی ہوں

٨٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَرْمِي الْجِمَارَ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ.

[897] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جمرات پر خذف جیسی کنکریاں مارتے دیکھا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ، عَنْ أُمِّهِ - وَهِيَ أُمُّ جُنْدُبٍ الْأَزْدِيَّةُ - وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاذٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنْ تَكُونَ الْجِمَارُ الَّتِي يُرْمٰى بِهَا مِثْلَ حَصَى الْخَذْفِ.

اس مسئلے میں سلیمان بن عمرو بن احوص اپنی ماں ام جندب ازدیہ سے، ابن عباس، فضل بن عباس، عبدالرحمن بن عثمان تیمی اور عبدالرحمن بن معاذ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات منقول ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ وہ کنکریاں جو جمرات پر ماری جائیں خذف کی کنکریوں جیسی ہوں۔

فائدہ: علماء اور فقہاء کا یہی قول ہے کہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ جمرات کو کنکریاں ماری جائیں، بڑے ڈھیلے یا پتھر نہ مارے جائیں۔ کنکریاں مٹر یا لوبیا کے دانے کے برابر ہوں۔ خذف ان کنکریوں کو کہا جاتا ہے جو دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر ماری جا سکیں۔

(المعجم ٦٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّمْيِ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ (التحفة ٦٢)

باب: 62۔ کنکریاں سورج ڈھلنے کے بعد ماری جائیں

٨٩٧ـ أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب المكان الذي ترمى منه جمرة العقبة: ٥/ ٢٧٤، ح: ٣٠٧٧ عن محمد بن بشار به، وهو في صحيح مسلم، ح: ١٢٩٩ من حديث ابن جريج به ※ وفي الباب عن سليمان بن عمرو بن الأحوص عن أمه [أبو داود، ح: ١٩٦٦]، وابن عباس [يأتي: ٨٩٨]، والفضل بن عباس [النسائي، ح: ٣٠٨١ وابن خزيمة، ح: ٢٨٨١، ٢٨٨٧ وغيرهما]، وعبدالرحمن بن عثمان التيمي [الدارمي: ١/ ٣٧٩، ح: ١٩٠٤]، وعبدالرحمن بن معاذ [أبو داود، ح: ١٩٥٧].

٨٩٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِاللهِ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَرْمِي الْجِمَارَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[898] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد جمرات پر کنکریاں مارتے تھے۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: تفصیل باب 59 کے تحت گزر چکی ہے۔

(المعجم ٦٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي رَمْيِ الْجِمَارِ رَاكِبًا [وَمَاشِيًا] (التحفة ٦٣)

باب: 63۔ سوار اور پیدل ہو کر کنکریاں مارنا

٨٩٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَمَى الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ رَاكِبًا.

[899] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نحر کے دن (دس ذوالحجہ کو) سوار ہو کر جمرہ (عقبہ) کو کنکریاں ماریں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَقُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَأُمِّ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَاخْتَارَ بَعْضُهُمْ أَنْ يَمْشِيَ إِلَى الْجِمَارِ، [وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يَمْشِي إِلَى الْجِمَارِ] وَوَجْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَنَا أَنَّهُ رَكِبَ فِي بَعْضِ الْأَيَّامِ لِيُقْتَدٰى بِهِ فِي فِعْلِهِ، وَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ مُسْتَعْمَلٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر، قدامہ بن عبداللہ اور سلیمان بن عمرو بن احوص کی والدہ رضی اللہ عنہم سے روایات منقول ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن ہے اور بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ اور بعض نے اس رائے کو اختیار کیا ہے کہ جمرات کے پاس چل کر جانا چاہیے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جمرات کی طرف چل کر جایا کرتے تھے۔ اس حدیث کی توجیہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آپ نے بعض دنوں میں سوار ہو کر یہ کام کیا تاکہ آپ کے عمل کی اقتدا کی جائے اور اہل علم

٨٩٨ـ أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب رمي الجمار أيام التشريق، ح: ٣٠٥٤ من حديث الحكم به مطولاً وسنده ضعيف وله شواهد، انظر، ح: ٨٩٤.

٨٩٩ـ أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب رمي الجمار راكبا، ح: ٣٠٣٤ من حديث الحجاج بن أرطاة به، وله شواهد عند ابن ماجه، ح: ٣٠٣٥ وغيره * وفي الباب عن جابر [مسلم، ح: ١٢١٨]، وقدامة بن عبدالله [يأتي: ٩٠٣]، وأم سليمان بن عمرو بن الأحوص [أبو داود، ح: ١٩٦٦].

کے نزدیک دونوں حدیثوں پر عمل ہے۔

فائدہ: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دسویں ذوالحجہ کو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر جمرۂ عقبہ کی رمی کی اور آپ نے فرمایا: ''تم مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو، کیونکہ میں نہیں جانتا شاید اس حج کے بعد میں حج نہ کرسکوں۔'' (صحیح مسلم، الحج، حدیث: 1297) اس سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے سواری پر رمی اس لیے کی تا کہ لوگ رمی کا طریقہ سیکھ لیں اور حج کے اعمال اور افعال کے بارے میں پوچھ سکیں اور بعد کے دنوں میں آپ نے پیدل چل کر رمی کی۔

۹۰۰۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَمَى الْجِمَارَ مَشٰى إِلَيْهَا ذَاهِبًا وَرَاجِعًا.

[900] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمیٔ جمرات کے لیے پیدل آتے جاتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَرْكَبُ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَمْشِي فِي الْأَيَّامِ الَّتِي بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَكَأَنَّ مَنْ قَالَ هٰذَا إِنَّمَا أَرَادَ اتِّبَاعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي فِعْلِهِ، لِأَنَّهُ إِنَّمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ رَكِبَ يَوْمَ النَّحْرِ حَيْثُ ذَهَبَ يَرْمِي الْجِمَارَ وَلَا يَرْمِي يَوْمَ النَّحْرِ إِلَّا جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض نے اس کو عبیداللہ سے موقوفاً (عبداللہ بن عمر کا قول) بیان کیا ہے۔ اور اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ نحر کے دن سوار ہو اور بعد کے دنوں میں پیدل چلے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے یہ رائے پیش کی ہے اس کا مقصد نبی ﷺ کے عمل کا اتباع ہے کیونکہ نبی ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ دسویں ذوالحجہ کو جمرات کی رمی کے لیے سوار ہو کر گئے تھے۔ اور نحر کے دن صرف جمرۂ عقبہ ہی پر رمی کی جاتی ہے۔

فائدہ: اکثر ائمہ کا موقف یہی ہے کہ یوم النحر کو سوار ہو کر رمی کرے تو افضل ہے۔ باقی دنوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور بقول امام نووی، امام مالک اور شافعی وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ یوم النحر کو اگر جمرۂ عقبہ کے پاس سوار ہو کر پہنچے تو بہتر یہی ہے کہ سوار ہو کر رمی کرے اور اگر پیدل پہنچے تو پیدل رمی کرے۔ اور ایام تشریق کے پہلے دو دنوں (گیارہ اور بارہ) کو تمام جمرات پر پیدل اور تیسرے دن سوار ہو کر رمی کرنا سنت ہے۔ امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ وغیرہ کا موقف یہی ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا موقف یہ ہے کہ یوم النحر کو پیدل رمی کرنا مستحب ہے۔ لیکن موجودہ دور میں حجاج کرام کی کثرت کی بنا پر سوار ہو کر رمی کرنا تقریباً ناممکن ہے، نیز اس میں دوسرے حجاج کے لیے مشکلات کا امکان بھی بہت زیادہ ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي: 419/1)

(المعجم ۶۴) بَابُ [مَا جَاءَ] كَيْفَ تُرْمَى الْجِمَارُ (التحفة ۶۴)

باب: 64۔ جمرات پر رمی کیسے کی جائے؟

۹۰۰۔ أخرجه أبو داود، المناسك، باب: في رمي الجمار، ح: ۱۹۶۹ من حديث عبدالله العمري به وسنده حسن.

٩٠١- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ أَبِي صَخْرَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: لَمَّا أَتَى عَبْدُ اللهِ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، اسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ وَاسْتَقْبَلَ الْكَعْبَةَ وَجَعَلَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ عَلٰى حَاجِبِهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ رَمٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ قَالَ: وَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ مِنْ هٰهُنَا رَمَى الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ.

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْمَسْعُودِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ. قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُونَ أَنْ يَرْمِيَ الرَّجُلُ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِنْ لَمْ يُمْكِنْهُ أَنْ يَرْمِيَ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي رَمٰى مِنْ حَيْثُ قَدَرَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي بَطْنِ الْوَادِي.

[901] عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ (بن مسعود) جمرۂ عقبہ کے پاس پہنچے تو وادی کے درمیان کھڑے ہوئے اور کعبے کی طرف رخ کر لیا اور اپنے دائیں اَبرو کے سامنے جمرے پر کنکریاں مارنے لگے، پھر سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہا، پھر فرمایا: اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں! اس جگہ سے اس ذات نے کنکریاں ماری ہیں جس پر سورۂ بقرہ اتاری گئی تھی۔ (اس سورت میں احکام حج بیان کیے گئے ہیں۔)

ہناد بھی وکیع سے مسعودی کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند بیان کرتے ہیں۔ اور اس مسئلے میں فضل بن عباس، ابن عباس، ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات منقول ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک یہی طریقہ پسندیدہ ہے کہ انسان وادی کے دامن سے سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔ اور بعض اہل علم نے اجازت دی ہے کہ اگر وادی کے دامن سے رمی ممکن نہ ہو تو جہاں سے بھی موقع ملے رمی کر لے اگرچہ وادی کے اندر سے نہ ہو۔

فائدہ: جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ جمرۂ عقبہ (جمرة الکبریٰ) پر سات کنکریاں الگ الگ ماری جائیں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہا جائے۔ رخ جمرے کی طرف ہو، بیت اللہ بائیں طرف ہو اور منیٰ دائیں طرف۔ بقول امام ابن قدامہ اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے کیونکہ صحیحین کی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں کیفیت یہی بیان کی گئی ہے۔ (صحیح البخاري، حدیث: 1748، وصحیح مسلم، الحج، حدیث: 1296) متفق علیہ روایت کے مقابلے میں سنن ترمذی کی روایت مرجوح ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے استاد عطاء کے نزدیک سات کنکریاں بیک وقت مارنا درست ہے لیکن یہ خلاف سنت ہے۔ (تحفة الأحوذي: 105/2) جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ پر قبلے کی طرف رخ کر کے رمی کرنا بالاتفاق افضل ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ

٩٠١ـ أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب من أين ترمى جمرة العقبة، ح: ٣٠٣٠ من حديث وكيع به، وهو متفق عليه [البخاري: ١٧٤٧ ومسلم: ١٢٩٦] من حديث عبدالرحمن بن يزيد به * وفي الباب عن الفضل بن عباس [النسائي، ح: ٣٠٨١ وابن خزيمة، ح: ٢٨٨١، ٢٨٨٧]، وابن عباس [النسائي، ح: ٣٠٦١]، وابن عمر [تقدم: ٩٠٠]، وجابر [مسلم، ح: ١٢١٨].

تمام جمرات کی رمی کسی بھی جانب سے کسی بھی کیفیت کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ اور اگر کنکریاں سات سے کم ماری جائیں گی تو جمہور کے نزدیک اس پر دم ہے۔ امام مالک اور اوزاعی کا قول یہی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 105/2)

٩٠٢- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا جُعِلَ رَمْيُ الْجِمَارِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللهِ».

[902] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جمرات پر کنکریاں مارنا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی (چکر لگانا) اللہ کے ذکر کی خاطر ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ٦٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ طَرْدِ النَّاسِ عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ (التحفة ٦٥)

باب: 65۔ رمی جمار کے وقت لوگوں کو بھگانا یا دھکے دینا درست نہیں

٩٠٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَيْمَنَ بْنِ نَابِلٍ، عَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَرْمِي الْجِمَارَ عَلَى نَاقَةٍ لَيْسَ ضَرْبٌ وَلَا طَرْدٌ وَلَا إِلَيْكَ إِلَيْكَ.

[903] سیدنا قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ اپنی اونٹنی پر سے کنکریاں مارتے تھے۔ نہ مار دھاڑ تھی نہ بھگانا، نہ دھکیلنا اور نہ ہٹو بچو۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْظَلَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَإِنَّمَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَهُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ هُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ.

اس مسئلے میں عبداللہ بن حنظلہ کی روایت بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حدیث صرف اسی سند سے معروف ہے اور حسن صحیح ہے۔ ایمن بن نابل محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔

فائدہ: نبی ﷺ کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ کنکریاں اطمینان و سکون اور وقار کے ساتھ ماری چاہئیں۔ کسی کو راستے سے ہٹانا، دھکے دینا اور دور کرنا مناسب نہیں، بالخصوص حکام کو اس بات کا خیال کرنا چاہیے۔

٩٠٢- [ضعيف] أخرجه أبو داود، المناسك، باب: في الرمل، ح: ١٨٨٨ من حديث عيسى بن يونس به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٨٨٢، ٢٩٧٠ والحاكم: ١/ ٤٥٩ والذهبي، ابن أبي زياد ليس بالقوي والراجح أن الحديث موقوف على عائشة كما ذكر عبدالرزاق في مصنفه (٨٩٦١) والفاكهي في أخبار مكة (١٤٢٣،٣٣٢).

٩٠٣- أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب رمي الجمار راكبًا، ح: ٣٠٣٥ والنسائي: ٥/ ٢٧٠، ح: ٣٠٦٣ من حديث أيمن بن نابل به، وصححه ابن خزيمة: ٤/ ٢٧٨، ح: ٢٨٧٨ والحاكم على شرط البخاري: ١/ ٤٦٦ ووافقه الذهبي * وفي الباب عن عبدالله بن حنظلة [العقيلي في الضعفاء: ١/ ٢٢٨].

(المعجم ٦٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِشْتِرَاكِ فِي الْبَدَنَةِ وَالْبَقَرَةِ (التحفة ٦٦)

باب: 66۔ اونٹ اور گائے کی ہدی میں اشتراک

٩٠٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ.

[904] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حدیبیہ والے سال (6ھ) نبی ﷺ کی معیت میں گائے سات افراد کی طرف سے ذبح کی اور اونٹ بھی سات کی طرف سے نحر کیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ يَرَوْنَ الْجَزُورَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَنَّ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورَ عَنْ عَشَرَةٍ». وَهُوَ قَوْلُ إِسْحَاقَ وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ. وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، ابوہریرہ، سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام اور دوسروں کا عمل اسی پر ہے۔ ان کی رائے میں اونٹ سات افراد کی طرف سے ہے اور گائے بھی سات کی طرف سے۔ سفیان ثوری، شافعی اور احمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں: ''گائے سات کی طرف سے ہے اور اونٹ دس کی طرف سے۔'' اسحاق رحمہ اللہ کا قول یہی ہے اور ان کی دلیل یہی حدیث ہے اور ہمارے علم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ایک ہی سند سے بیان کی گئی ہے۔

٩٠٥- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ عِلْبَاءَ بْنِ أَحْمَرَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحٰى

[905] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور قربانی کا دن آ گیا تو ہم گائے میں سات افراد شریک ہوئے اور اونٹ میں دس۔

٩٠٤۔ أخرجه مسلم، الحج، باب جواز الاشتراك في الهدي . . . إلخ، ح: ١٣١٨ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ٢/ ٤٨٦ (يحيى) ٭ وفي الباب عن ابن عمر [لم نجده]، وأبي هريرة [أبو داود، ح: ١٧٥١ وابن ماجه، ح: ٣١٣٣]، وعائشة [أبو داود، ح: ١٧٥٠ وابن ماجه، ح: ٣١٣٥]، وابن عباس [يأتي: ٩٠٥].

٩٠٥۔ أخرجه ابن ماجه، الأضاحي، باب: عن كم تجزىء البدنة والبقرة، ح: ٣١٣١ والنسائي: ٧/ ٢٢٢، ح: ٤٣٩٧ من حديث الفضل بن موسى به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٩٠٨ وابن حبان (الإحسان): ٣٩٩٦.

فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَّفِي الْجَزُورِ عَشَرَةً.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَّهُوَ حَدِيثُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اسے حسین بن واقد ہی بیان کرتا ہے۔

لغوی تشریح: [البَدَنَة] موٹی تازی، اس کا اطلاق اونٹ اور گائے پر ہوتا ہے لیکن اس حدیث میں اونٹ ہی مراد ہے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہ، شافعی، احمد، اوزاعی، ثوری اور بہت سے صحابہ و تابعین کے نزدیک اونٹ اور گائے دونوں میں سات سات افراد شریک ہوسکتے ہیں لیکن سعید بن مسیب اور اسحاق کے نزدیک اونٹ میں دس اور گائے میں سات افراد شریک ہوں اور جمہور کا موقف ہی درست ہے۔ (المغني: 594/3، 595) البتہ اس بات کی گنجائش ہے کہ ہدی اور قربانی میں فرق کرلیا جائے۔ ہدی کے اونٹ میں سات شریک ہوں اور قربانی میں دس، کیونکہ متفق علیہ روایت کی رو سے نبی ﷺ نے ایک اونٹ کے مقابلے میں دس بکریاں رکھی تھیں۔ اور بکری بالاتفاق ہدی اور قربانی دونوں کے لیے کافی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہدی کا تذکرہ ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں قربانی کا ذکر ہے۔ (منة المنعم: 317/2)

(المعجم ٦٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِشْعَارِ الْبُدْنِ (التحفة ٦٧)

باب: 67۔ قربانی کے اونٹ کا اِشعار کرنا

٩٠٦- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي حَسَّانَ الْأَعْرَجِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَلَّدَ نَعْلَيْنِ وَأَشْعَرَ الْهَدْيَ فِي الشِّقِّ الْأَيْمَنِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَمَاطَ عَنْهُ الدَّمَ.

[906] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ذوالحلیفہ کے مقام پر ہدی کے گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈالا اور (اونٹوں کے کوہانوں پر) دائیں جانب ہلکا سا زخم لگایا اور اس کا خون پونچھ دیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو حَسَّانَ الْأَعْرَجُ اسْمُهُ مُسْلِمٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ يَرَوْنَ الْإِشْعَارَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ يُوسُفَ بْنَ عِيسٰى يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ - حِينَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ - فَقَالَ: لَا تَنْظُرُوا إِلٰى قَوْلِ أَهْلِ الرَّأْيِ فِي هٰذَا، فَإِنَّ

اس مسئلے میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوحسان اعرج کا نام مسلم ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام اور دوسروں کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک اِشعار مسنون ہے۔ ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام وکیع رحمہ اللہ نے یہ روایت بیان کرتے وقت کہا: اس مسئلے میں اہل رائے کے قول پر توجہ نہ دو کیونکہ اشعار سنت ہے اور ان کا قول بدعت (خلاف

٩٠٦- أخرجه مسلم، الحج، باب إشعار البدن وتقليده عند الإحرام، ح: ١٢٤٣ من حديث هشام الدستوائي به ※ وفي الباب عن المسور بن مخرمة [البخاري، ح: ٢٧٣١، ٢٧٣٢] ※ قول الإمام وكيع: "لا تنظروا . . . إلخ" سنده صحيح، وكذا قوله في إبراهيم وغيره صحيح ثابت عنه.

الْإِشْعَارَ سُنَّةٌ، وَقَوْلُهُمْ بِدْعَةٌ. قَالَ: وَسَمِعْتُ أَبَا السَّائِبِ يَقُولُ: كُنَّا عِنْدَ وَكِيعٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ مِمَّنْ يَنْظُرُ فِي الرَّأْيِ: أَشْعَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَيَقُولُ أَبُو حَنِيفَةَ هُوَ مُثْلَةٌ. قَالَ الرَّجُلُ: فَإِنَّهُ قَدْ رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ الْإِشْعَارُ مُثْلَةٌ. قَالَ: فَرَأَيْتُ وَكِيعًا غَضِبَ غَضَبًا شَدِيدًا وَقَالَ: أَقُولُ لَكَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَتَقُولُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ؟ مَا أَحَقَّكَ بِأَنْ تُحْبَسَ ثُمَّ لَا تَخْرُجَ حَتّٰى تَنْزِعَ عَنْ قَوْلِكَ هٰذَا.

سنت) ہے۔ ابوسائب بیان کرتے ہیں: ہم امام وکیع کی خدمت میں حاضر تھے، انھوں نے ایک شخص کو جو رائے کو اہمیت دیتا تھا، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا اور ابوحنیفہ کہتے ہیں: یہ مثلہ ہے۔ (شکل بگاڑنا ہے) تو اس آدمی نے کہا: ابراہیم نخعی سے نقل کیا جاتا ہے کہ انھوں نے کہا: یہ مثلہ ہے، اس پر امام وکیع انتہائی غصے میں آ گئے اور کہا: میں تمھیں کہہ رہا ہوں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم کہتے ہو ابراہیم نے کہا؟ تم اس لائق ہو کہ تمھیں قید میں ڈال دیا جائے اور اس وقت تک نہ نکالا جائے جب تک تم اپنے قول سے باز نہ آ جاؤ۔

لغوی تشریح: قَلَّدَ نَعْلَيْنِ: گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈالا تا کہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ یہ جانور ہدی کا ہے اور لوگ اس پر حملہ آور نہ ہوں اور اس کی دوسری علامت اِشعار ہے، یعنی ہدی (اونٹ) کے داہنی جانب زخم لگانا۔

فائدہ: ہار پہنانے اور اِشعار کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ یہ ہدی ہونے کی علامت ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ اگر ہدی راستے میں ہلاک ہونے لگے تو اس کو نحر کر دیا جائے اور مساکین وفقراء اس کو پہچان کر اس کا گوشت استعمال کر لیں۔ گلے میں جوتیوں کا ہار ڈالنا تو بالاتفاق سنت ہے اور اشعار جمہور کے نزدیک سنت ہے۔ ائمہ حجاز مالک، شافعی اور احمد ﷭ کا یہی موقف ہے اور صاحبین بھی اس کے استحباب کے قائل ہیں۔

(المعجم ٦٨) بَابُ [اشْتِرَاءِ الْهَدْيِ] (التحفة ٦٨)

باب: 68۔ ہدی (قربانی کا جانور) خریدنا

٩٠٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا: حَدَّثَنَا [يَحْيَى] بْنُ الْيَمَانِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرٰى هَدْيَهُ مِنْ قُدَيْدٍ.

[907] سیدنا ابن عمر ﷠ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی ہدی قدید مقام سے خریدی تھی۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ الْيَمَانِ. وَرُوِيَ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ اشْتَرٰى مِنْ قُدَيْدٍ. قَالَ

امام ابوعیسیٰ ﷫ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں ثوری سے صرف یحییٰ بن یمان ہی یہ بیان کرتے ہیں۔ نافع ﷫ سے منقول ہے کہ ابن عمر ﷠ نے

٩٠٧_[ضعيف] أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب الهدي يساق من دون الميقات، ح: ٣١٠٢ من حديث يحيى بن اليمان به * فيه علل.

أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا أَصَحُّ.

ہدی قدید مقام سے خریدی اور یہی زیادہ درست ہے۔

لغوی تشریح: هَدْي اس جانور اور چوپائے کو کہتے ہیں جو اجر وثواب کے حصول کے لیے حرم میں ذبح کیا جائے یا حرم میں ذبح کے لیے بھیجا جائے۔

فائدہ: متفق علیہ روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ہدی کے جانور مدینے سے ساتھ لے کر گئے تھے۔ (صحيح البخاري، الحج، حديث:1691، وصحيح مسلم، الحج، حديث: 1227) اور یہ واقعہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہدی کا جانور راستے سے خریدا جاسکتا ہے۔

(المعجم ٦٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقْلِيدِ الْهَدْيِ لِلْمُقِيمِ (التحفة ٦٩)

باب: 69۔ مقیم آدمی کا ہدی کے گلے میں ہار ڈالنا

٩٠٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ لَمْ يُحْرِمْ وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا مِّنَ الثِّيَابِ.

[908] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہدی کے لیے ہار بٹے، پھر آپ نے نہ احرام باندھا اور نہ کوئی کپڑا پہننا ہی چھوڑا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: إِذَا قَلَّدَ الرَّجُلُ الْهَدْيَ وَهُوَ يُرِيدُ الْحَجَّ لَمْ يَحْرُمْ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنَ الثِّيَابِ وَالطِّيبِ حَتّٰى يُحْرِمَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا قَلَّدَ الرَّجُلُ الْهَدْيَ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ مَا وَجَبَ عَلَى الْمُحْرِمِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ وہ کہتے ہیں: جب انسان ہدی کے گلے میں ہار ڈال دے اور اس کا ارادہ حج کرنے کا ہو تو اس پر اس وقت تک کسی قسم کے کپڑے اور خوشبو حرام نہیں ہوگی جب تک احرام نہ باندھ لے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے: جب انسان نے ہدی کے گلے میں ہار ڈال دیا تو اس کے لیے ان چیزوں کی پابندی ضروری ہوگئی جس کی پابندی احرام باندھنے والے پر لازم ہے۔

فائدہ: جمہور کا موقف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حرم کی طرف ہار ڈال کر ہدی بھیج دیتا ہے اور اس نے حج یا عمرے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو وہ محرم نہیں بنتا جب تک احرام نہ باندھ لے۔ وطن میں رہتے ہوئے ہدی حرم میں بھیجی جاسکتی ہے اور انسان پر محرم والی پابندیاں عائد نہیں ہوتیں۔ ائمۂ اربعہ، اوزاعی، ثوری اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ اور صحیح موقف یہی ہے اگرچہ بعض

٩٠٨- أخرجه مسلم، الحج، باب استحباب بعث الهدي إلى الحرم . . . ، ح:١٣٢١/ ٣٦١ من حديث عبدالرحمن بن القاسم، والبخاري، الحج، باب من أشعر وقلد بذي الحليفة ثم أحرم، ح:١٦٩٦ من حديث القاسم بن محمد به.

صحابہ اور تابعین کا موقف یہ تھا کہ جو شخص ہدی بھیجے وہ ہدی کے ذبح ہونے تک محرم ٹھہرے گا اور اس پر احرام والی پابندیاں عائد ہوں گی۔ (فتح الباري: 690/3) یہ موقف سنت رسول سے ثابت نہیں۔

(المعجم ٧٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقْلِيدِ الْغَنَمِ (التحفة ٧٠)

باب: 70۔ بکری کے گلے میں ہار ڈالنا

٩٠٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كُلَّهَا غَنَمًا ثُمَّ لَا يُحْرِمُ.

[909] سیدہ عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی تمام ہدی کے لیے جبکہ وہ بکریاں ہوتی تھیں، ہار بناتی تھی، پھر آپ محرم نہیں بن جاتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ يَرَوْنَ تَقْلِيدَ الْغَنَمِ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابہ اور دوسروں کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک بکری کے گلے میں بھی ہار ڈالا جائے۔

فائدہ: بقول امام نووی اکثر اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ بکریوں کے گلے میں بھی ہار ڈالا جائے۔ لیکن حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ہار ڈالنا اونٹ اور گائے کے ساتھ خاص ہے، مگر ان کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ (تحفة الأحوذي: 107/2) تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 691/3، 692)

(المعجم ٧١) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا عَطِبَ الْهَدْيُ مَا يُصْنَعُ بِهِ (التحفة ٧١)

باب: 71۔ اگر ہدی کا جانور مرنے لگے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟

٩١٠- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ نَاجِيَةَ الْخُزَاعِيِّ [صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ] قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ أَصْنَعُ بِمَا عَطِبَ مِنَ الْهَدْيِ؟ قَالَ: «انْحَرْهَا ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَهَا فِي دَمِهَا ثُمَّ

[910] رسول اللہ ﷺ کے صحابی سیدنا ناجیہ خزاعی ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو ہدی ہلاک ہونے لگے میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کو نحر کردو، پھر اس کی جوتیاں اس کے خون میں ڈبودو، پھر اسے لوگوں کے لیے چھوڑ دو کہ وہ اسے

٩٠٩- أخرجه البخاري، الحج، باب تقليد الغنم، ح:١٧٠٣ من حديث سفيان الثوري به ومسلم، ح:١٣٢١ من حديث منصور به.

٩١٠- أخرجه أبو داود، الحج، باب الهدي إذا عطب قبل أن يبلغ، ح:١٧٦٢ وابن ماجه، ح:٣١٠٦ من حديث [illegible] به، وصححه ابن خزيمة، ح:٢٥٧٧ وابن حبان، ح:٩٧٦ والحاكم: ١/ ٤٤٧ على شرط الشيخين ووافقه [illegible] عن ذؤيب أبي قبيصة الخزاعي [ابن ماجه، ح:٣١٠٥ وابن خزيمة، ح:٢٥٧٨].

خَلِّ بَيْنَ النَّاسِ وَبَيْنَهَا فَيَأْكُلُوهَا».

وَفِي الْبَابِ عَنْ ذُؤَيْبٍ أَبِي قَبِيصَةَ الْخُزَاعِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ نَاجِيَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا - فِي هَدْيِ التَّطَوُّعِ: إِذَا عَطِبَ -: لَا يَأْكُلُ هُوَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ رُفْقَتِهِ وَيُخَلّٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ يَأْكُلُونَهُ، وَقَدْ أَجْزَأَ عَنْهُ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَقَالُوا: إِنْ أَكَلَ مِنْهُ شَيْئًا غَرِمَ بِقَدْرِ مَا أَكَلَ مِنْهُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا أَكَلَ مِنْ هَدْيِ التَّطَوُّعِ شَيْئًا فَقَدْ ضَمِنَ [الَّذِي أَكَلَ].

کھالیں۔‘‘

اس مسئلے میں ابوذؤیب خزاعی کی روایت بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ناجیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ وہ نفلی ہدی کے بارے میں کہتے ہیں: اگر وہ ہلاک ہونے لگے (اور اسے ذبح کر دے) تو وہ خود اور اس کے قافلے والے نہ کھائیں بلکہ دوسرے لوگوں کے کھانے کے لیے چھوڑ دے اور اس کی قربانی ہوگئی۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ان کا کہنا ہے: اگر اس نے اس سے کچھ کھا لیا تو اسے کھانے کے بقدر تاوان ادا کرنا ہوگا۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اگر وہ نفلی ہدی سے کھالے تو کھانے والا ہدی کا ذمہ دار ہوگا۔

فائدہ: اگر کوئی شخص ہدی ساتھ لے کر جائے اور وہ راستے میں مرنے لگے تو وہ اس کو ذبح کر دے اور اس کے نعل کو خون میں بھگو دے تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ یہ ہدی ہے۔ اگر یہ ہدی نفلی ہو تو جمہور کا موقف یہ ہے کہ وہ خود اس سے کچھ نہ کھائے اور نہ اس کے ساتھی کھائیں، صرف فقیر لوگ کھائیں اور اس کے ذمے ہدی نہیں ہوگی۔ اگر ہدی واجب اور لازم ہو تو پھر اس کے ذمے ہدی ہوگی، اس لیے وہ خود اور اس کے ساتھی اور اغنیاء اس سے کھا سکیں گے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر نفلی ہدی سے کھالیا یا کسی ساتھی کو کھانے کے لیے کہا تو وہ ضامن ہوگا۔ (تحفة الأحوذي:108/2) امام شافعی رحمہ اللہ کا قول امام نووی نے یہ لکھا ہے کہ اگر ہدی نفلی ہے تو اس کو اس میں ہر قسم کے تصرف کا حق حاصل ہے بیچ دے، کھالے یا کھلا دے۔ اگر نذر کی ہدی ہے تو اس کی ملکیت ختم ہوگئی، اب وہ صرف مسکینوں کا حق ہے، اس لیے اس کو تبدیل کرنا اور بیچنا جائز نہیں۔ (شرح صحيح مسلم للنووي:426/1)

(المعجم ٧٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي رُكُوبِ الْبَدَنَةِ (التحفة ٧٢)

باب:72۔ ہدی کے اونٹ پر سوار ہونا

٩١١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ لَهُ: «ارْكَبْهَا»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا

[911] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو قربانی کا اونٹ ہانکتے دیکھا تو اس سے فرمایا: ’’اس پر سوار ہوجا۔‘‘ اس نے کہا: اے اللہ کے

٩١١- أخرجه البخاري، الوصايا، باب هل ينتفع الواقف بوقفه، ح: ٢٧٥٤ عن قتيبة، ومسلم، ح: ١٣٢٣ من طريق آخر من حديث أنس به * وفي الباب عن علي [أبو داود، ح: ١٧٦٤]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٢٧٥٥ ومسلم، ح: ١٣٢٢]، وجابر [مسلم، ح: ١٣٢٤].

بَدَنَةٌ، فَقَالَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الرَّابِعَةِ: «ارْكَبْهَا وَيْحَكَ» أَوْ «وَيْلَكَ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ فِي رُكُوبِ الْبَدَنَةِ إِذَا احْتَاجَ إِلٰى ظَهْرِهَا. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَرْكَبُ مَا لَمْ يُضْطَرَّ إِلَيْهَا.

رسول! یہ ہدی ہے۔ تو آپ نے اس سے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: ''تجھ پر افسوس! اس پر سوار ہو جا۔''

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابوہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح حسن ہے۔ کچھ اہل علم صحابہ اور دوسروں نے ہدی پر سوار ہونے کی اجازت دی ہے جبکہ انسان اس کی سواری کا محتاج ہو۔ (اس کے پاس کوئی اور سواری نہ ہو۔) امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک صرف مجبوری کی صورت میں جائز ہے ورنہ نہیں۔

فائدہ: رکوب بدنہ (قربانی کے جانور پر سوار ہونے) کے بارے میں فقہاء کے سات قول ہیں جن کی تفصیل (فتح الباري: 679/3) میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے، وہ صحیح مسلم کی حدیث: 556 سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجبوری کی حالت ہی میں سواری (ہدی) پر سوار ہوا جا سکتا ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: ''جب تو اس پر سوار ہونے کے لیے لاچار و مجبور ہو جائے تو معروف طریقے سے اس پر سوار ہو جا یہاں تک کہ تمھیں کوئی اور سواری مل جائے۔''

(المعجم ٧٣) بَابُ مَا جَاءَ بِأَيِّ جَانِبِ الرَّأْسِ يَبْدَأُ فِي الْحَلْقِ (التحفة ٧٣)

باب: 73۔ سر مونڈنے میں کس طرف سے ابتدا ہو؟

٩١٢- حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ [الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا رَمٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ الْجَمْرَةَ نَحَرَ نُسُكَهُ ثُمَّ نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ، ثُمَّ نَاوَلَهُ شِقَّهُ الْأَيْسَرَ فَحَلَقَهُ فَقَالَ: «اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ».

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

[912] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے جمرہ (عقبہ) کی رمی کر لی تو اپنی قربانی نحر کی، پھر سر مونڈنے والے کے سامنے اپنا دایاں پہلو کیا، اس نے اسے مونڈ ڈالا تو آپ نے اس کے بال ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائے۔ پھر اپنا بایاں پہلو پیش کیا، اس نے اسے مونڈ دیا تو فرمایا: ''اس کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔''

ابن ابی عمر کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٩١٢- أخرجه مسلم، الحج، باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمي ثم ينحر ... إلخ، ح: ١٣٠٥/٣٢٦ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح: ١٦٩ من طريق آخر عن أنس به.

[صَحِيحٌ].

فوائد ومسائل: ① بقول علامہ نووی جمہور اور شافعیہ کا موقف یہ ہے کہ حلق میں سر کی دائیں جانب سے ابتدا کرنا مسنون ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ بائیں جانب سے ابتدا ہو۔ (شرح صحيح مسلم للنووي: 421/1) اور بقول علامہ ابن عابدین امام صاحب نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ ② بالوں کی تقسیم: بالوں کی تقسیم اور عنایت کرنے کے بارے میں مختلف روایات کے مجموعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنے سر مبارک کے دونوں اطراف کے بال سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائے اور انھوں نے آپ کے حکم سے دائیں جانب کے بال ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیے اور بائیں جانب کے بال آپ کے حکم سے سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دے دیے۔ چونکہ تقسیم آپ ﷺ کے حکم سے کیے گئے، اس لیے بعض روایات میں تقسیم کی نسبت آپ کی طرف بھی کی گئی ہے اور بائیں طرف کے بال ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دینے کے لیے دیے تھے، اس لیے بعض روایات میں براہ راست ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دینے کا ذکر ہے۔ متفق علیہ روایات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بائیں جانب کے بال تقسیم کیے گئے ہیں اور ترمذی کی روایت میں بھی یہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تقسیم کا حکم دونوں طرف کے بال کاٹنے کے بعد دیا گیا مگر ان الفاظ میں بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ بائیں طرف کے بال تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا، حالانکہ تقسیم دائیں طرف کے بال کیے گئے تھے۔

(المعجم ٧٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ (التحفة ٧٤)

باب: 74۔ بال منڈوانے اور کٹوانے کا بیان

٩١٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حَلَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَحَلَقَ طَائِفَةٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «رَحِمَ اللهُ الْمُحَلِّقِينَ» مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ: «وَالْمُقَصِّرِينَ».

[913] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سر منڈوایا اور آپ کے کچھ صحابہ نے بھی سر منڈوائے اور بعض نے بال چھوٹے کروائے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔'' آپ نے یہ ایک یا دو بار فرمایا۔ پھر فرمایا: ''اور بال چھوٹے کروانے والوں پر بھی۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ أُمِّ الْحُصَيْنِ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، ابن ام الحصین، مارب،

٩١٣- أخرجه مسلم، الحج، باب تفضيل الحلق على التقصير وجواز التقصير، ح: ١٣٠١ عن قتيبة، والبخاري، الحج، باب الحلق والتقصير عند الإحلال، ح: ١٧٢٧ من حديث الليث بن سعد به * وفي الباب عن ابن عباس [ابن ماجه، ح: ٣٠٤٥]، وأم الحصين [مسلم، ح: ١٣٠٣]، ومارب [أحمد: ٦/ ٣٩٣ والحميدي، ح: ٩٣١]، وأبي سعيد [أحمد: ٣/ ٢٠، ٨٩]، وأبي مريم (مالك بن ربيعة) [أحمد: ٤/ ١٧٧]، وحبشي بن جنادة [أحمد: ٤/ ١٦٥]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ١٧٢٨ ومسلم، ح: ١٣٠٢].

وَمَارِبَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي مَرْيَمَ وَحُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ [أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُونَ لِلرَّجُلِ أَنْ يَحْلِقَ رَأْسَهُ وَإِنْ قَصَّرَ، يَرَوْنَ أَنَّ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنْهُ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

ابوسعید، ابو مریم، حبشی بن جنادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک مرد کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ سر منڈوالے اور اگر بال کٹوالے تو بھی کافی ہے۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔

فائدہ: جمہور اور ائمۂ اربعہ کے نزدیک سر منڈانا افضل ہے اور بال کٹوانا جائز ہے۔ جمہور کے نزدیک حج اور عمرے میں حلق یا تقصیر، حج اور عمرے کا رکن ہے، اس کے بغیر حج اور عمرہ مکمل نہیں۔

(المعجم ..) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْحَلْقِ لِلنِّسَاءِ (التحفة ..)

باب: 75۔ عورتوں کے لیے سر منڈوانا جائز نہیں

٩١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْجُرَشِيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ خِلَاسِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا.

[914] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اپنا سر منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔

٩١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ خِلَاسٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: عَنْ عَلِيٍّ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ فِيهِ اضْطِرَابٌ. وَرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ عَلَى الْمَرْأَةِ حَلْقًا، وَيَرَوْنَ أَنَّ عَلَيْهَا التَّقْصِيرَ.

[915] محمد بن بشار کی روایت میں خلاس سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔ اس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اضطراب ہے (بعض راوی اس کو مسند بیان کرتے ہیں اور بعض مرسل)۔ اور حماد بن سلمہ اس کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت قرار دیتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عورت کو اپنا سر منڈوانے سے منع فرمایا۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک عورت کے لیے حلق نہیں ہے، اس کے ذمے تقصیر ہے۔ (تھوڑے سے بال کتر لے)۔

٩١٤- [ضعيف الراجح] أخرجه النسائي، الزينة، باب النهي عن حلق المرأة رأسها: ٨/ ١٣٠، ح: ٥٠٥٢ عن محمد بن موسى به وللحديث شواهد عند أبي داود، ح: ١٩٨٥ وغيره وانظر التفصيل في الضعيفة للألباني، حديث: ٦٧٨.

٩١٥- انظر الحديث السابق.

فائدہ: اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ عورت سر نہیں منڈوا سکتی بلکہ ایک پور کے بقدر بال کٹوائے۔ (المغني: 472/3)

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ أَوْ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَرْمِيَ (التحفة ٦)

باب: 76۔ جس نے ذبح (یا نحر) سے پہلے سر منڈوا لیا یا کنکریاں مارنے سے پہلے نحر کر لیا

٩١٦- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ [فَـ]ـقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ: فَقَالَ: «اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ»، وَسَأَلَهُ آخَرُ فَقَالَ: نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ: «ارْمِ وَلَا حَرَجَ».

[916] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں، ذبح کرلو۔'' دوسرے نے پوچھا: میں نے رمی سے پہلے اونٹ نحر کر دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''رمی کرو، کوئی حرج نہیں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَجَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ وَأُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا قَدَّمَ نُسُكًا قَبْلَ نُسُكٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، جابر، ابن عباس، ابن عمر اور اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اگر اعمال حج میں کوئی عمل آگے پیچھے کر دیا تو اس پر دم ہوگا، یعنی قربانی کرنی پڑے گی۔

فائدہ: اس مسئلے پر تفصیلی بحث باب 54 کے تحت گزر چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ مسائل میں تقدیم وتاخیر سے حج پر کوئی اثر پڑے گا نہ اس میں کوئی دم ہی ہے۔

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الطِّيبِ عِنْدَ الْإِحْلَالِ قَبْلَ الزِّيَارَةِ (التحفة ٧)

باب: 77۔ طواف زیارت سے پہلے احرام کھول کر خوشبو استعمال کرنا

٩١٦- أخرجه مسلم، الحج، باب جواز تقديم الذبح على الرمي . . . إلخ، ح:١٣٠٦/ ٣٣١ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح:١٧٣٧ من حديث الزهري به * وفي الباب عن علي [تقدم: ٨٨٥]، وجابر [ابن ماجه، ح: ٣٠٥٢]، وابن عباس [البخاري، ح:١٧٢٣ ومسلم، ح:١٣٠٧]، وابن عمر [لعله يشير إلى حديث النسائي في الكبرى: ٢/ ٤٢٩، ح: ٤٠٣٧ وأحمد: ٢/ ٣٣، أو حديث البخاري، ح:١٦٧٦ ومسلم، ح:١٢٩٥، أو حديث البزار (كشف): ٢/ ٣٢، ح:١١٣٩]، وأسامة بن شريك [أبو داود، ح: ٢٠١٥ وابن خزيمة، ح: ٢٩٥٥].

٩١٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ [يَعْنِي] ابْنَ زَاذَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: طَيَّبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ أَنْ يُّحْرِمَ وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَّطُوفَ بِالْبَيْتِ بِطِيبٍ فِيهِ مِسْكٌ.

[917] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائی اور نحر (دس ذوالحجہ) کے دن طواف بیت اللہ سے پہلے کستوری ملی خوشبو لگائی۔

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ يَرَوْنَ أَنَّ الْمُحْرِمَ إِذَا رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ وَذَبَحَ وَحَلَقَ أَوْ قَصَّرَ، فَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ حَرُمَ عَلَيْهِ إِلَّا النِّسَاءَ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ: حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ وَالطِّيبَ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْكُوفَةِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسروں کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک قربانی کے دن جب محرم جمرۂ عقبہ پر رمی کر کے جانور ذبح کر لے، حلق یا تقصیر کروا لے تو اس کے لیے عورتوں کے سوا ہر ممنوع چیز حلال ہو جائے گی۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس کے لیے عورتوں اور خوشبو کے سوا ہر چیز حلال ہے۔ اور بعض اہل علم صحابہ اور دوسروں کا یہی موقف ہے اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔

فائدہ: امام ابن قدامہ کے بقول سیدنا ابن زبیر، سیدہ عائشہ، ابن عباس رضی اللہ عنہم، علقمہ، سالم، نخعی، طاؤس، خارجہ بن زید، شافعی، ابوثور اور اصحاب الرائے کے نزدیک طواف زیارت سے پہلے عورتوں کے سوا ہر چیز حلال ہو جاتی ہے۔ حدیث سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔ بہر حال جمہور کے نزدیک احرام سے پہلے بھی ہر قسم کی خوشبو کا استعمال جائز ہے اور طواف زیارت سے پہلے بھی جائز ہے اور معلوم نہیں اہل کوفہ سے امام ترمذی کی مراد کون سا کوئی امام ہے کیونکہ احناف تو جمہور کے ساتھ ہیں۔ لیکن علامہ بنوری نے فتاویٰ خانیہ سے جو عبارت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کا موقف بھی امام مالک والا ہے کہ طوافِ زیارت سے پہلے عورت، خوشبو اور شکار تینوں چیزیں جائز نہیں۔ (معارف السنن: 291/6، 292)

(المعجم ٧٨) بَابُ مَا جَاءَ مَتٰى يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ فِي الْحَجِّ (التحفة ٧٨)

باب: 78۔ حج میں تلبیہ کہنا کب بند کیا جائے؟

٩١٧- أخرجه مسلم، الحج، باب استحباب الطيب قبيل الإحرام في البدن ... إلخ، ح:١١٩١ عن أحمد بن منيع، والبخاري، الحج، باب الطيب عند الإحرام ... إلخ، ح:١٥٣٩ من حديث عبدالرحمن بن القاسم به * وفي الباب عن ابن عباس [ابن ماجه، ح:٣٠٤١].

٩١٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ جَمْعٍ إِلَى مِنًى فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

[918] سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ سے منیٰ تک مجھے اپنے پیچھے سوار کیا، پھر جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کہتے رہے۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ الْفَضْلِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ الْحَاجَّ لَا يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ حَتَّى يَرْمِيَ الْجَمْرَةَ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فضل رضی اللہ عنہ کی روایت حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابہ اور دوسروں کا عمل اسی پر ہے کہ حج کرنے والا جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد تلبیہ کہنا بند کر دے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جمہور امت کے نزدیک حج میں جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کہنا مسنون ہے۔ سیدنا ابن مسعود، ابن عباس اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہم، نیز امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، شافعی، نخعی، سعید بن جبیر، طاوس، عطاء رحمہم اللہ کے نزدیک تلبیہ جمرۂ عقبہ کی رمی کا آغاز کرنے تک جاری رہے گا اور جمہور کا موقف ہی مدلل اور راجح ہے۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ مَتَى يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ فِي الْعُمْرَةِ (التحفة ٩)

باب: 79۔ عمرے میں تلبیہ کب بند کرے؟

٩١٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ - يَرْفَعُ الْحَدِيثَ -: إِنَّهُ كَانَ يُمْسِكُ عَنِ التَّلْبِيَةِ فِي الْعُمْرَةِ إِذَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ.

[919] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ عمرے میں حجر اسود کو بوسہ دینے کے ساتھ تلبیہ سے رک جاتے تھے۔

٩١٨- أخرجه مسلم، الحج، باب استحباب إدامة الحاج التلبية حتى يشرع ... إلخ، ح: ١٢٨٠ من حديث ابن جريج به، ورواه البخاري، ح: ١٦٨٦، ١٦٨٧ من حديث ابن عباس به * وفي الباب عن علي [البيهقي: ٥/ ١٣٨]، وابن مسعود [ابن خزيمة، ح: ٢٨٨٦ وأحمد: ١/ ٤١٧]، وابن عباس [ابن ماجه، ح: ٣٠٣٩].

٩١٩- [ضعيف] أخرجه أبو داود، المناسك، باب: متى يقطع المعتمر التلبية؟ ح: ١٨١٧ من حديث هشيم به، محمد بن أبي ليلى ضعيف وأعله ابن خزيمة، ح: ٢٦٩٧ ورواه عبدالملك بن أبي سليمان وغيره عن عطاء موقوفًا (البيهقي: ٥/ ١٠٤) وهو الصواب * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٨٠ والبيهقي: ٥/ ١٠٥].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: لَا يَقْطَعُ الْمُعْتَمِرُ التَّلْبِيَةَ حَتّٰى يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا انْتَهٰى إِلٰى بُيُوتِ مَكَّةَ قَطَعَ التَّلْبِيَةَ. وَالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ وہ کہتے ہیں: عمرہ کرنے والا حجراسود کے استلام سے پہلے تلبیہ بند نہ کرے۔ بعض کا خیال ہے کہ جب مکہ کے گھروں تک پہنچ جائے تو تلبیہ بند کردے۔ عمل حدیث نبوی پر ہوگا۔ امام سفیان، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

فائدہ: یہ روایت مرفوعاً ضعیف ہے، تاہم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ عمرہ کرنے والا تلبیہ پکارنا کب بند کرے؟ اس بارے میں صحابۂ کرام اور علمائے امت کے کئی اقوال ہیں۔ دو اقوال مشہور ہیں: مکہ مکرمہ کی عمارتیں نظر آنے پر تلبیہ موقوف کردیا جائے۔ بیت اللہ کو دیکھ کر تلبیہ کہنا بند کر دیا جائے۔ شیخ عثیمین رحمہ اللہ نے عمرے میں طواف شروع کرنے سے پہلے تک تلبیہ پکارنے کو مشروع قرار دیا ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٨٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي طَوَافِ الزِّيَارَةِ بِاللَّيْلِ (التحفة ٨٠)

باب: 80۔ طواف زیارت رات کو کرنا

٩٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَخَّرَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ إِلَى اللَّيْلِ.

[920] سیدنا ابن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے طواف زیارت رات تک مؤخر کر دیا تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي أَنْ يُؤَخَّرَ طَوَافُ الزِّيَارَةِ إِلَى اللَّيْلِ وَاسْتَحَبَّ بَعْضُهُمْ أَنْ يَزُورَ يَوْمَ النَّحْرِ وَوَسَّعَ بَعْضُهُمْ أَنْ يُؤَخَّرَ وَلَوْ إِلٰى آخِرِ أَيَّامِ مِنًى.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض اہل علم نے طواف زیارت رات تک مؤخر کرنے کی اجازت دی ہے اور بعض نے نحر کے دن زیارت کو مستحب قرار دیا ہے اور بعض بہت وسعت اختیار کرتے ہوئے منیٰ کے آخری دن (13 ذوالحجہ) تک مؤخر کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

فائدہ: دس ذوالحجہ کے چار کاموں میں سے آخری کام بیت اللہ کا طواف کرنا ہے جسے طواف فرض، طواف افاضہ، طواف

٩٢٠- [ضعيف] أخرجه أبو داود، المناسك، باب الإفاضة في الحج، ح: ٢٠٠٠ عن محمد بن بشار، وابن ماجه، ح: ٣٠٥٩ من حديث سفيان الثوري به، أبو الزبير مدلس وعنعن.

زیارت اور طواف رکن کا نام دیا جاتا ہے۔ حج تمتع والا اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی کرے گا اور قارن اگر پہلے سعی کر چکا ہو تو اسے پھر دوبارہ سعی کی ضرورت نہیں اور اگر پہلے سعی نہ کی ہو تو وہ بھی بعد میں سعی کرے گا اور اس کے بعد واپس منیٰ چلا جائے گا۔ صحیح روایات کی رو سے نبی ﷺ نے طواف زیارت دن کے وقت کیا تھا، اس لیے یہ روایت ضعیف ہے، تاہم اگر اسے صحیح مانا جائے تو [أَخَّرَ] کے معنی یہ ہوں گے کہ "نبی ﷺ نے طواف زیارت رات تک مؤخر کرنے کی اجازت دی۔" بہر حال مسنون یہی ہے کہ نحر کے دن میں طواف زیارت کیا جائے، اس لیے کہ اگر سورج غروب ہونے سے پہلے طوافِ زیارت نہ کیا گیا تو حلال والی آزادی ختم اور احرام کی پابندی دوبارہ شروع ہو جائے گی، یعنی دوبارہ احرام باندھنا اور اس کی پابندیوں کا احترام کرنا ضروری ہوگا یہاں تک کہ وہ طوافِ زیارت کر لے۔ اس امر کی صراحت سنن ابوداود کی حدیث: 1999 میں ہے۔

(المعجم ٨١) بَابُ مَا جَاءَ فِي نُزُولِ الْأَبْطَحِ (التحفة ٨١)

باب: 81۔ وادئ اَبطح میں اترنا

٩٢١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَنْزِلُونَ الْأَبْطَحَ.

[921] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ابطح میں اترتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِي رَافِعٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ. إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: وَقَدِ اسْتَحَبَّ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ نُزُولَ الْأَبْطَحِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَرَوْا ذٰلِكَ وَاجِبًا إِلَّا مَنْ أَحَبَّ ذٰلِكَ: قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَنُزُولُ الْأَبْطَحِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابورافع اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف عبدالرزاق ہی عبیداللہ بن عمر سے بیان کرتا ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک (حج سے واپسی پر) اَبطح میں پڑاؤ کرنا مستحب ہے، لازم نہیں، جسے پسند ہو وہ پڑاؤ کر لے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابطح میں اترنے کا حج سے کوئی تعلق نہیں، ہاں رسول اللہ ﷺ نے یہاں پڑاؤ کیا تھا۔

٩٢٢- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ

[922] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: محصب (ابطح)

٩٢١- أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب نزول المحصب، ح: ٣٠٦٩ من حديث عبدالرزاق به وهو متفق عليه، البخاري، ح: ١٧٦٧ ومسلم، ح: ١٣١٠ من حديث نافع به مطولًا ومختصرًا * وفي الباب عن عائشة [البخاري، ح: ١٧٦٥، ١٧٧٢ ومسلم، ح: ١٣١١] وأبي رافع [مسلم، ح: ١٣١٣] وابن عباس [يأتي: ٩٢٢].

٩٢٢- أخرجه البخاري، الحج، باب المحصب، ح: ١٧٦٦ ومسلم، ح: ١٣١٢ من حديث سفيان بن عيينة به.

عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَيْسَ التَّحْصِيبُ بِشَيْءٍ إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

میں اترنے کی کوئی شرعی حقیقت نہیں، ہاں یہ ایک پڑاؤ کی جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ اترے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: التَّحْصِيبُ: نُزُولُ الْأَبْطَحِ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تحصیب سے مراد اَبطح میں اترنا ہے۔ امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: یہ روایت حسن صحیح ہے۔

فائدہ: بقول امام نووی محصب، حصبہ، ابطح، بطحاء، اور خیف بنی کنانہ ایک ہی مقام کے مختلف نام ہیں اور یہاں جمہور، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں پڑاؤ کرنا مستحب ہے کیونکہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ایسے ہی کیا تھا اور بہتر ہے کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں یہاں پڑھی جائیں اور رات کا کچھ حصہ گزارنے کے بعد یہاں سے چلا جائے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي: 422/1)

(المعجم ٨٢) بَابُ [مَنْ نَزَلَ الْأَبْطَحَ] (التحفة ٨٢)

باب: 82۔ جس نے اَبطح میں پڑاؤ کیا

٩٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّمَا نَزَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْأَبْطَحَ لِأَنَّهُ كَانَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ.

[923] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابطح میں پڑاؤ اس لیے کیا تھا کہ یہاں سے (مدینے کی طرف) کوچ کرنا زیادہ آسان تھا۔

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ: نَحْوَهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن ابی عمر نے اپنی سند سے ہشام بن عروہ سے مذکورہ بالا کی مانند روایت کیا ہے۔

فائدہ: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وادیٔ محصب میں اترنا اور رات کا کچھ حصہ وہاں بسر کرنا اعمال حج میں داخل نہیں۔ اگر کوئی یہاں پڑاؤ نہ کرے تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا، ہاں یہاں اترنا مستحب ضرور ہے جس کا سبب اوپر گزر چکا ہے، لیکن آج کل مکہ مکرمہ اس قدر وسیع و عریض ہو چکا ہے کہ وادیٔ خیف بنی کنانہ یا محصب وابطح (وادی) ختم ہو چکی ہے، یعنی عمارتوں میں گھر چکی ہے۔

(المعجم ٨٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي حَجِّ الصَّبِيِّ (التحفة ٨٣)

باب: 83۔ بچے کا حج

٩٢٣- أخرجه مسلم، الحج، باب استحباب نزول المحصب يوم النفر ... إلخ، ح: ١٣١١ من حديث يزيد بن زريع، والبخاري، ح: ١٧٦٥ من حديث هشام بن عروة به.

٩٢٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: رَفَعَتِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَّهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: «نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ».

[924] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنا بچہ اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا اس کا حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اور اجر تجھے ملے گا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔

٩٢٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَجَّ بِي أَبِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ.

[925] سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حجۃ الوداع والا حج کروایا جبکہ میں سات سال کا تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّ الصَّبِيَّ إِذَا حَجَّ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ فَعَلَيْهِ الْحَجُّ إِذَا أَدْرَكَ لَا تُجْزِىءُ عَنْهُ تِلْكَ الْحَجَّةُ عَنْ حَجَّةِ الْإِسْلَامِ وَكَذٰلِكَ الْمَمْلُوكُ إِذَا حَجَّ فِي رِقِّهِ ثُمَّ أُعْتِقَ فَعَلَيْهِ الْحَجُّ إِذَا وَجَدَ إِلَى ذٰلِكَ سَبِيلًا وَلَا يُجْزِىءُ عَنْهُ مَا حَجَّ فِي حَالِ رِقِّهِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم اس پر متفق ہیں کہ بچہ اگر بلوغت سے پہلے حج کرے تو بلوغت کے بعد (استطاعت کی صورت میں) اس پر حج لازم ہوگا۔ بچپن کا یہ حج، اسلام کے فرض حج سے کفایت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح غلام اگر غلامی کی حالت میں حج کرے اور پھر آزاد ہو جائے تو اس پر حج لازم ہوگا جب اس کی استطاعت ہو۔ ایام غلامی کا حج اس کے لیے کافی نہیں ہوگا۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

٩٢٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا قَزَعَةُ بْنُ سُوَيْدٍ الْبَاهِلِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ [يَعْنِي حَدِيثَ مُحَمَّدِ بْنِ

[926] قتیبہ نے اپنی سند سے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مذکورہ بالا روایت محمد بن طریف کوفی کی مانند بیان کی ہے۔

٩٢٤- أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب حج الصبي، ح: ٢٩١٠ عن محمد بن طريف به * أبومعاوية صرح بالسماع * وفي الباب عن ابن عباس [مسلم، ح: ١٣٣٦].

٩٢٥- أخرجه البخاري، الحج، باب حج الصبيان، ح: ١٨٥٨ من حديث حاتم بن إسماعيل به.

٩٢٦- انظر، ح: ٩٢٤.

طَرِيفٍ].

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث محمد بن منکدر نبی ﷺ سے (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا واسطہ چھوڑ کر) مرسلاً بھی بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: اس پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ بچے پر حج فرض نہیں لیکن اگر وہ حج کرے تو بالاتفاق اس کا حج درست ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ کا یہ مسلک لکھا ہے کہ ان کے نزدیک بچے کا حج درست نہیں، اس کا حج کرنا محض ایک طرح کی مشق ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي: 432/1) لیکن علامہ بنوری نے لکھا ہے کہ ائمۂ احناف کے نزدیک بالاتفاق بچے کا حج درست ہے اور اس کے ولی کا فرض ہے کہ وہ اس کو احرام کا تہبند اور چادر پہنائے اور احرام کے سبب ممنوع ہونے والی چیزوں سے بچائے، ہاں اگر وہ محظورات احرام (احرام کی پابندیوں) میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرے تو بچے یا اس کے ولی پر دم یا فدیہ وغیرہ واجب نہیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے اور غلام کا یہ حج نفلی ہوتا ہے۔ بلوغت اور آزادی کے بعد استطاعت کی صورت میں دوبارہ حج کرنا ہوگا۔ (تحفة الأحوذي: 577/3)

(المعجم ٨٤) [بَابُ التَّلْبِيَةِ عَنِ النِّسَاءِ وَالرَّمْيِ عَنِ الصِّبْيَانِ] (التحفة ٨٤)

باب: 84۔ عورتوں کی طرف سے تلبیہ اور بچوں کی طرف سے رمی کا بیان

٩٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ نُمَيْرٍ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سَوَّارٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا إِذَا حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَكُنَّا نُلَبِّي عَنِ النِّسَاءِ وَنَرْمِي عَنِ الصِّبْيَانِ.

[927] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب ہم نے نبی ﷺ کی معیت میں حج کیا تو ہم عورتوں کی طرف سے تلبیہ کہتے اور بچوں کی طرف سے رمی کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ [عَلَى] أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا يُلَبِّي عَنْهَا غَيْرُهَا بَلْ هِيَ تُلَبِّي عَنْ نَفْسِهَا وَيُكْرَهُ لَهَا رَفْعُ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور ہمارے علم میں صرف اسی سند سے مروی ہے۔ اور اہل علم کا اتفاق ہے کہ عورت کی طرف سے کوئی دوسرا تلبیہ نہیں کہہ سکتا بلکہ وہ خود تلبیہ کہے، البتہ اس کے لیے تلبیے میں آواز بلند کرنا درست نہیں۔

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے، تاہم یہ بات صحیح ہے کہ بچے جب شعور وتمیز نہ رکھتے ہوں یا خود یہ کام نہ کر سکتے ہوں، تو ان کی طرف سے رمی کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح عورتوں کی طرف سے بھی رمی کرنا جائز ہے، اگر ان کے لیے اس میں مشکلات ہوں۔

٩٢٧- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب الرمي عن الصبيان، ح: ٣٠٣٨ من حديث ابن نمير به * أشعث ضعيف وأبو الزبير عنعن.

(المعجم ٨٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَجِّ، عَنِ الشَّيْخِ الْكَبِيرِ وَالْمَيِّتِ (التحفة ٨٥)

باب: 85۔ انتہائی بوڑھے اور فوت شدہ کی طرف سے حج کرنا

٩٢٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ خَثْعَمَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبِي أَدْرَكَتْهُ فَرِيضَةُ اللهِ فِي الْحَجِّ وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيرٌ لَّا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَّسْتَوِيَ عَلٰى ظَهْرِ الْبَعِيرِ قَالَ: «حُجِّي عَنْهُ».

[928] سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک خثعمی عورت نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میرے باپ پر اللہ کا فریضۂ حج فرض ہو چکا ہے جبکہ وہ (میرا باپ) بہت بوڑھا ہے حتی کہ اونٹ کی پشت پر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اس کی طرف سے حج کر۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّبُرَيْدَةَ وَحُصَيْنِ بْنِ عَوْفٍ وَّأَبِي رَزِينٍ الْعُقَيْلِيِّ وَسَوْدَةَ [بِنْتِ زَمْعَةَ] وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ]. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا، عَنْ سِنَانِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْجُهَنِيِّ، عَنْ عَمَّتِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ:] فَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ؟ فَقَالَ: أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ مَا رَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَّيُحْتَمَلُ أَنْ يَّكُونَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعَهُ مِنَ الْفَضْلِ وَغَيْرِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ رَوٰى هٰذَا [عَنِ النَّبِيِّ ﷺ] فَأَرْسَلَهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الَّذِي سَمِعَهُ مِنْهُ. قَالَ أَبُو

اس باب میں سیدنا علی، بریدہ، حصین بن عوف، ابورزین عقیلی، سیدہ سودہ بنت زمعہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات بیان کی گئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور نبی ﷺ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بواسطہ حصین بن عوف مزنی روایت کی ہے۔ اور سنان بن عبداللہ جہنی کے واسطے سے بھی اور براہ راست بھی۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے ان روایات کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا: اس مسئلے کے بارے میں سب سے زیادہ درست روایت وہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔ امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ بھی احتمال ہے کہ ابن عباس نے فضل اور دوسروں سے روایت سنی ہو اور پھر ارسال کرتے ہوئے

٩٢٨- أخرجه البخاري، الحج، باب الحج عمن لا يستطيع الثبوت على الراحلة، ح: ١٨٥٣ ومسلم، ح: ١٣٣٥ من حديث ابن جريج به * وفي الباب عن علي [تقدم: ٨٨٥]، وبريدة [يأتي: ٩٢٩]، وحصين بن عوف [ابن ماجه، ح: ٢٩٠٨]، وأبي رزين العقيلي [يأتي: ٩٣٠]، وسودة بنت زمعة [أحمد: ٦/ ٤٢٩ والدارمي، ح: ١٨٤٤]، وابن عباس: [٥/ ١١٦، ح: ٢٦٣]، وعمة سنان [ابن أبي شيبة: ١٤/ ١٦٩، ١٧٠ وغيره].

عِيسٰى: وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا الْبَابِ غَيْرُ حَدِيثٍ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، وَبِهِ يَقُولُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ يَرَوْنَ أَنْ يُحَجَّ عَنِ الْمَيِّتِ. وَقَالَ مَالِكٌ: إِذَا أَوْصٰى أَنْ يُحَجَّ عَنْهُ حُجَّ عَنْهُ. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُهُمْ أَنْ يَحُجَّ عَنِ الْحَيِّ - إِذَا كَانَ كَبِيرًا أَوْ بِحَالٍ لَا يَقْدِرُ أَنْ يَحُجَّ - وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ.

براہ راست نبی ﷺ سے بیان کردی ہو اور جس سے سنی ہو اس کا نام چھوڑ دیا ہو۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں نبی ﷺ سے کئی حدیثیں ثابت ہیں اور اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کی رائے میں میت کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر وہ وصیت کر جائے کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے تو حج کیا جائے۔ اور بعض اہل علم نے اس بات کی رخصت دی ہے کہ زندہ انسان اگر بوڑھا ہو اور اس حال میں ہو کہ وہ خود حج نہ کرسکتا ہو تو اس کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے۔ ابن مبارک اور شافعی رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک میت کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے، یعنی ایصال ثواب کی نیت سے۔ اور یہ دوسری احادیث سے بھی ثابت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بذات خود حج نہ کرسکتا ہو جب کہ حج اس پر فرض ہو چکا ہو تو اس کی طرف سے اس کی زندگی میں حج کیا جانا ضروری ہے۔ اس کو حج بدل کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ حج بدل کرنے والا خود اپنا حج پہلے کر چکا ہو۔ علاوہ ازیں اگر کوئی صاحبِ استطاعت شخص حج کیے بغیر فوت ہو جائے تو ورثاء کے لیے ضروری ہے کہ اس کی طرف سے حج کریں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا قرض ہے جسے ادا کرنا ضروری ہے، لیکن یہ بھی وہی شخص کرے گا جو پہلے حج کر چکا ہو۔

(المعجم ٨٦) بَابٌ: مِنْهُ [مَا جَاءَ فِي الْحَجِّ عَنِ الْمَيِّتِ] (التحفة ٨٦)

باب: 86۔ فوت شدہ کی طرف سے حج کرنا

٩٢٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَطَاءٍ [قَالَ: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَطَاءٍ]، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَلَمْ تَحُجَّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا».

[929] سیدنا عبداللہ بن بریدہ، اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا: میری ماں حج کیے بغیر فوت ہوگئی ہے تو کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اس کی طرف سے حج کر۔''

٩٢٩- أخرجه مسلم، الصيام، باب قضاء الصوم عن الميت، ح: ١١٤٩ من حديث عبدالرزاق به.

قَالَ: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام صاحب فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک دوسرے مرد یا عورت کی طرف سے وہی مرد یا عورت حج کرے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو وہ دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا۔ (تحفة الأحوذي: 113/2) لیکن امام ابوحنیفہ اور مالک کے نزدیک اپنا حج کیے بغیر دوسرے کی طرف سے حج کر سکتا ہے۔ امام احمد کا ایک قول یہی ہے۔ (المغني: 42/5) علامہ عینی نے یہ قول صرف ابوحنیفہ کا قرار دیا ہے اور اس کو جمہور کے مخالف ٹھہرایا ہے۔ (معارف السنن: 320/6) اور یہ حدیث کے بھی خلاف ہے۔

(المعجم ٨٧) بَابٌ: مِنْهُ (التحفة ٨٧)

باب: 87۔ سابقہ مسئلے سے متعلق باب

٩٣٠ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ الْعُقَيْلِيِّ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الظَّعْنَ قَالَ: «حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَإِنَّمَا ذُكِرَتِ الْعُمْرَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَنْ يَعْتَمِرَ الرَّجُلُ عَنْ غَيْرِهِ. وَأَبُو رَزِينٍ الْعُقَيْلِيُّ اسْمُهُ لَقِيطُ بْنُ عَامِرٍ.

[930] سیدنا ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ حج اور عمرہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، وہ سوار نہیں ہو سکتا ہے (چل نہیں سکتا) آپ نے فرمایا: ”اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کر۔“

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور دوسرے کی طرف سے عمرہ کرنے کا ذکر صرف اسی حدیث میں ہے۔ اور ابورزین عقیلی کا نام لقیط بن عامر ہے۔

لغوی تشریح: اَلظَّعْنَ: سواری پر سوار ہونا، چلنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

فائدہ: حج اور عمرے دونوں کا حکم ایک ہے۔ دونوں میں نیابت جائز ہے۔ (المغني: 181/3) حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(المعجم ٨٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعُمْرَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ أَمْ لَا؟ (التحفة ٨٨)

باب: 88۔ عمرے کا بیان، کیا یہ واجب ہے یا نہیں؟

٩٣١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ:

[931] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے

٩٣٠ـ أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب الحج عن الحي إذا لم يستطع، ح: ٢٩٠٦ من حديث وكيع به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٣٠٤٠ وابن حبان، ح: ٩٦١ وابن الجارود، ح: ٥٠٠ والحاكم على شرط الشيخين: ١/ ٤٨١ ووافقه الذهبي، وقواه أحمد ابن حنبل.

٩٣١ـ [ضعيف] أخرجه أحمد: ٣/ ٣١٦ من حديث الحجاج بن أرطاة به، وأعله ابن خزيمة، ح: ٣٠٦٨ وله شاهد موقوف عند البيهقي: ٤/ ٣٤٩ وسنده ضعيف. حجاج هذا ضعيف من جهة سوء حفظه.

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْعُمْرَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ قَالَ: «لَا، وَأَنْ تَعْتَمِرُوا هُوَ أَفْضَلُ».

پوچھا گیا: کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اور عمرہ کرنا تمھارے لیے افضل اور بہتر ہے۔''

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: الْعُمْرَةُ لَيْسَتْ بِوَاجِبَةٍ. وَكَانَ يُقَالُ هُمَا حَجَّانِ: الْحَجُّ الْأَكْبَرُ يَوْمَ- النَّحْرِ وَالْحَجُّ الْأَصْغَرُ الْعُمْرَةُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: الْعُمْرَةُ سُنَّةٌ لَّا نَعْلَمُ أَحَدًا رَّخَّصَ فِي تَرْكِهَا، وَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ ثَابِتٌ بِأَنَّهَا تَطَوُّعٌ قَالَ: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [بِإِسْنَادٍ] وَهُوَ ضَعِيفٌ، لَّا تَقُومُ بِمِثْلِهِ الْحُجَّةُ. وَقَدْ بَلَغَنَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ يُوجِبُهَا. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: كُلُّهُ كَلَامُ الشَّافِعِيِّ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک عمرہ واجب نہیں۔ ان دونوں کو حج کا نام دیا جاتا تھا۔ نحر کے دن کو حج اکبر اور عمرے کو حج اصغر کہتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمرہ سنت ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ کسی نے اس کے چھوڑنے کی اجازت دی ہو اور کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ یہ نفل ہے، تاہم نبی ﷺ سے ایک ضعیف سند سے روایت مروی ہے مگر ایسی سند حجت نہیں بن سکتی۔ ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت پہنچی ہے کہ وہ اسے واجب قرار دیتے تھے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ سب امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے، اس لیے اس سے وجوبِ عمرہ کی نفی نہیں ہوسکتی۔ گزشتہ حدیث سے وجوبِ عمرہ کی تائید ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس پر حج فرض ہے اس پر عمرہ بھی فرض ہے، تاہم حج کے سفر میں دونوں ہی فرض ادا ہو جاتے ہیں، اس لیے اگر کوئی شخص حج کر لینے کے بعد، یا حج سے پہلے صرف عمرے کے لیے مکہ نہیں جاتا، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٨٩) بَابٌ: مِّنْهُ [دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] (التحفة ٨٩)

باب: 89۔ قیامت تک کے لیے عمرہ، حج میں داخل ہے

٩٣٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ: حَدَّثَنَا زِيَادُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

[932] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عمرہ قیامت تک حج میں داخل ہو گیا۔''

٩٣٢- [صحيح بطرقه] أخرجه أحمد: ١/ ٢٥٣ من حديث يزيد به، وله طريق آخر عند مسلم، ح: ١٢٤١ عن مجاهد به * وفي الباب عن سراقة بن مالك [أحمد: ٤/ ١٧٥]، وجابر بن عبدالله [مسلم، ح: ١٢١٨].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ: أَنْ لَّا بَأْسَ بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ. وَهٰكَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ: أَنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا لَا يَعْتَمِرُونَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذٰلِكَ [فَـ]قَالَ: «دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ». يَعْنِي لَا بَأْسَ بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ. وَأَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَّذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ، لَا يَنْبَغِي لِلرَّجُلِ أَنْ يُّهِلَّ بِالْحَجِّ: إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ. وَأَشْهُرُ الْحُرُمِ رَجَبٌ وَّذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ. هٰكَذَا قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ.

اس مسئلے میں سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن ہے۔ اور اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کیا جاسکتا ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ نے یہی کہا ہے۔ دراصل جاہلیت کے دور میں لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ نہیں کرتے تھے۔ جب اسلام آگیا تو نبی ﷺ نے اس کی اجازت دے دی اور فرمایا: ''قیامت تک کے لیے عمرہ حج میں داخل ہوگیا۔'' یعنی حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور حج کے مہینے، شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ انسان کو حج کا احرام، حج کے مہینوں ہی میں باندھنا چاہیے۔ اور حرمت والے مہینے، رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں۔ بہت سے اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات سے یہی منقول ہے۔

فائدہ: امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ تینوں ماہ مکمل طور پر حج کے مہینے ہیں۔ لیکن امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک دس ذوالحجہ تک ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کا صحیح قول یہ ہے کہ دس ذوالحجہ کا دن اس میں داخل نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 114/2) حدیث کا صحیح مفہوم وہی ہے جو امام ترمذی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

(المعجم ٩٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي ذِكْرِ فَضْلِ الْعُمْرَةِ (التحفة ٩٠)

باب: 90۔ عمرے کی فضیلت کا بیان

٩٣٣- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ تُكَفِّرُ مَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[933] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک عمرے سے دوسرا عمرہ درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے اور حج مبرور (پاک اور مخلصانہ) حج کا بدلہ تو بس جنت ہی ہے۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٩٣٣ـ أخرجه مسلم، ح:١٣٤٩ عن أبي كريب، والبخاري، العمرة، باب وجوب العمرة وفضلها، ح:١٧٧٣ من حديث سمي به.

فائدہ: عمرے کے بابرکت سفر کی بنا پر انسان کو بکثرت توبہ و استغفار کی سعادت نصیب ہوتی ہے، اس لیے دو عمروں کے درمیان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایسے ہی اگر حج کی توفیق مل جائے جو ریا اور دکھلاوے سے پاک ہو، اس کے اندر کسی گناہ اور معصیت کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو اور اس کے تمام آداب و احکام کو ملحوظ رکھا گیا ہو اور واپسی پر گناہوں سے کنارہ کش رہنے کی کوشش کی جائے، یعنی حج کے بعد پہلے کے مقابلے میں اس کے احوال میں بہتری اور دین داری پیدا ہو جائے تو یہ حج گناہوں کا کفارہ بننے کے ساتھ ساتھ جنت میں داخلے کا سبب بنتا ہے۔

(المعجم ۹۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعُمْرَةِ مِنَ التَّنْعِيمِ (التحفة ۹۱)

باب: 91۔ تنعیم سے عمرہ کرنا

٩٣٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يُعْمِرَ عَائِشَةَ مِنَ التَّنْعِيمِ.

[934] سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے عمرہ کروائے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح حج تمتع کا ارادہ کیا تھا، لیکن حیض شروع ہو جانے کے سبب وہ الگ سے عمرہ نہ کر سکیں اور ان کا حج قران بن گیا جس میں عمرے کے اعمال حج کے اعمال کے تحت آ جاتے ہیں۔ مگر ان کی خواہش تھی کہ میں بھی الگ سے عمرہ کروں تو نبی ﷺ نے ان کے بھائی عبدالرحمن سے کہا: انھیں (حدودِ حرم سے باہر) حل میں لے جاؤ اور قریبی حل تنعیم تھا، اس لیے آپ نے تنعیم سے عمرہ کرانے کا حکم دیا۔ یہ ایک مخصوص حکم تھا جو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے دیا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص عمرہ کرنا چاہے، وہ تنعیم (مسجدِ عائشہ) سے احرام باندھ کر آ جائے اور عمرہ کر لے جیسا کہ بہت سے لوگ اس طرح بار بار عمرہ کرتے ہیں۔ بعض علماء بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، لیکن یہ رائے صحیح نہیں۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو صحابۂ کرام سے بھی اس کا ثبوت ضرور ملتا کیونکہ وہ خیر کے سب سے زیادہ طالب تھے۔ انھوں نے نبی ﷺ کے اس حکم کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسی قسم کے عارضے میں مبتلا خواتین ہی کے لیے مخصوص سمجھا، اس لیے اس ''چھوٹے عمرے'' کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ ② اہل مکہ حج اور عمرے کے لیے کہاں سے احرام باندھیں؟ جمہور کے نزدیک اہلِ مکہ کے لیے مکے سے عمرے کا میقات حل ہے، خواہ وہ تنعیم ہو یا کوئی اور۔ امام محمد بن سیرین کے نزدیک اہل مکہ کے لیے عمرے کا میقات تنعیم ہے اور عطاء کے نزدیک مکے سے عمرہ کرنے والا مکی ہو یا آفاقی اس کو تنعیم یا جعرانہ سے احرام باندھنا

٩٣٤- أخرجه البخاري، العمرة، باب عمرة التنعيم، ح: ١٧٨٤ ومسلم، ح: ١٢١٢ من حديث سفيان بن عيينة به.

چاہیے۔ (تحفة الأحوذي:115/2) امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اہل مکہ کے لیے عمرہ نہیں ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء اور طاؤس رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ان کا عمرہ، طواف بیت اللہ ہی ہے۔(المغني: 430/3) امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مکی جس طرح حج کا احرام اپنے گھر سے باندھتا ہے، عمرے کا احرام بھی مکہ ہی سے باندھے گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ باب قائم کرتے ہیں: [بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ] اس کے تحت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے احرام کے میقات کا بیان کرتے ہیں۔ اس کے آخر میں ہے: [حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ] ''یعنی اہل مکہ، مکہ ہی سے احرام باندھیں گے۔'' (فتح الباري: 485/3)

(المعجم ۹۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعُمْرَةِ مِنَ الْجِعْرَانَةِ (التحفة ۹۲)

باب:92۔ جِعْرَانہ سے عمرہ کرنا

۹۳۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُزَاحِمِ بْنِ أَبِي مُزَاحِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مُحَرِّشٍ الْكَعْبِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ لَيْلًا مُعْتَمِرًا فَدَخَلَ مَكَّةَ لَيْلًا فَقَضٰى عُمْرَتَهُ، ثُمَّ خَرَجَ مِنْ لَيْلَتِهِ فَأَصْبَحَ بِالْجِعْرَانَةِ كَبَائِتٍ، فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْغَدِ خَرَجَ مِنْ بَطْنِ سَرِفَ حَتّٰى جَاءَ مَعَ الطَّرِيقِ، طَرِيقِ جَمْعٍ بِبَطْنِ سَرِفَ فَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ خَفِيَتْ عُمْرَتُهُ عَلَى النَّاسِ.

[935] سیدنا محرش کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جعرانہ سے رات کو عمرے کے لیے نکلے اور رات کے وقت ہی مکہ پہنچ گئے، عمرہ کیا پھر اسی رات واپس آ گئے اور صبح جعرانہ میں کی، گویا آپ ﷺ رات جعرانہ ہی میں رہے۔ جب اگلے دن سورج ڈھل گیا تو وادی سرف کے دامن میں نکلے حتیٰ کہ وہاں پہنچ گئے جہاں دامن سرف میں مزدلفہ کا راستہ ملتا ہے۔ اسی بنا پر لوگوں کو آپ ﷺ کے اس عمرے کا پتا نہ چل سکا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَلَا نَعْرِفُ لِمُحَرِّشٍ الْكَعْبِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ. [وَيُقَالُ: جَاءَ مَعَ الطَّرِيقِ مَوْصُولٌ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں محرش کعبی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے صرف یہی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے [جَاءَ مَعَ الطَّرِيقِ مَوْصُولٌ] ''راستے کے متصل آیا۔''

فائدہ: نبی ﷺ 17 یا 18 ذوالقعدہ 8ھ کو بروز بدھ مکہ گئے اور راتوں رات عمرہ کر کے واپس جعرانہ پہنچ گئے اور جمعرات کو سرف کے راستے سے واپس وادی کو چل دیے، اس لیے اکثر لوگوں کو اس عمرے کا پتا نہ چل سکا۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا انکار کیا ہے کیونکہ انھیں اس کا علم نہ ہو سکا تھا۔

(المعجم ۹۳) بَابُ مَا جَاءَ فِي عُمْرَةِ رَجَبٍ (التحفة ۹۳)

باب:93۔ رجب میں عمرہ کرنا

۹۳۵۔ أخرجه النسائي، مناسك الحج، باب دخول مكة ليلًا: ٥/ ١٩٩، ح: ٢٨٦٦ من حديث ابن جريج به وصرح بالسماع.

٩٣٦- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ: فِي أَيِّ شَهْرٍ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ: فِي رَجَبٍ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَّا وَهُوَ مَعَهُ - تَعْنِي ابْنَ عُمَرَ - وَمَا اعْتَمَرَ فِي شَهْرِ رَجَبٍ قَطُّ.

[936] سیدنا عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس مہینے میں عمرہ کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا: رجب میں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (پوچھنے پر) کہا: ابن عمر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر عمرے میں موجود تھے۔ (اس کے باوجود وہ بھول گئے ہیں۔) آپ ﷺ نے کوئی عمرہ رجب میں نہیں کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) کو یہ کہتے سنا کہ حبیب بن ابی ثابت نے سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا۔

٩٣٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعًا إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ.

[937] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے چار عمرے کیے۔ ان میں سے ایک رجب میں تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب حسن صحیح ہے۔

فائدہ: امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث اختصار کے ساتھ بیان کی ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں یہ روایت تفصیل کے ساتھ موجود ہے، جس کا ایک حصہ یہ ہے کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے کتنے عمرے کیے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: چار۔ ان میں سے ایک رجب میں تھا۔ ہم نے براہ راست ان کی تردید مناسب نہ سمجھی۔ حجرے کے اندر سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز آ رہی تھی تو عروہ رحمہ اللہ نے کہا: اے امی! اے مومنوں کی ماں! کیا آپ ابوعبدالرحمن کی بات سن رہی ہیں؟ انھوں نے پوچھا: ابوعبدالرحمن کیا کہتے ہیں؟ ہم نے کہا: وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے تھے۔ ان میں سے ایک رجب میں تھا۔ انھوں نے فرمایا: اللہ ابوعبدالرحمن پر رحم فرمائے! آپ ﷺ کے ہر عمرے میں وہ آپ کے ساتھ تھے مگر آپ نے کوئی عمرہ رجب میں نہیں کیا۔ مسلم میں یہ اضافہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سن رہے تھے۔ انھوں نے ہاں یا نہیں، کچھ نہیں کہا، وہ خاموش رہے۔ (صحيح البخاري، العمرة، حديث: 1776، وصحيح مسلم، الحج، حديث: 3036(1255)) آپ ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔ لیکن اس میں عمرہ کرنا سلف سے ثابت ہے۔ سیدنا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما اس مہینے کے سال کے درمیان

٩٣٦- أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب العمرة في رجب، ح: ٢٩٩٨ عن أبي كريب به، ورواه مسلم، ح: ١٢٥٥ من حديث عروة، والبخاري، ح: ١٧٧٥، ١٧٧٦ من حديث ابن عمر به، انظر الحديث الآتي.

٩٣٧- أخرجه البخاري، العمرة، باب: كم اعتمر النبي ﷺ، ح: ١٧٧٥ من حديث منصور به.

ہونے اور حرمت والا مہینہ ہونے کی بنا پر عمرہ کرتے تھے۔ سیدنا ابن عمر بھی ہر سال رجب میں عمرہ کرتے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی عمل تھا۔

(المعجم ۹۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي عُمْرَةِ ذِي الْقَعْدَةِ (التحفة ۹۴)

باب: 94۔ ذوالقعدہ میں عمرہ کرنا

۹۳۸- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ [هُوَ] السَّلُولِيُّ الْكُوفِيُّ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اعْتَمَرَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ.

[938] سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت آئی ہے۔

فائدہ: نبیٔ اکرم ﷺ نے کل چار عمرے کیے ہیں: ○ عمرۃ الحدیبیہ 6ھ، جو ہو نہیں سکا لیکن ثواب ملا۔ ○ اگلے سال 7ھ عمرۃ القضا ○ اس سے اگلے سال 8ھ فتح مکہ کے بعد عمرۃ الجعرانہ ○ 10ھ میں حج کے ساتھ۔ پہلے تینوں عمرے ذوالقعدہ میں کیے اور چوتھے کا سفر ذوالقعدہ میں شروع ہوا لیکن ادا حج کے ساتھ ذوالحجہ میں ہوا۔

(المعجم ۹۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي عُمْرَةِ رَمَضَانَ (التحفة ۹۵)

باب: 95۔ رمضان میں عمرہ کرنا

۹۳۹- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ أُمِّ مَعْقِلٍ، عَنْ أُمِّ مَعْقِلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً».

[939] حضرت ام معقل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''رمضان میں عمرہ (اجر و ثواب میں) حج کے برابر ہے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، جابر، ابوہریرہ، انس اور

۹۳۸_أخرجه البخاري، العمرة، باب: كم اعتمر النبي ﷺ، ح: ۱۷۸۱ من حديث أبي إسحاق السبيعي به * وفي الباب عن ابن عباس [ابن ماجه، ح: ۲۹۹۶].

۹۳۹_أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب العمرة في رمضان، ح: ۲۹۹۳ من حديث أبي إسحاق السبيعي به، وله شواهد عن ابن ماجه، ح: ۲۹۹۱ وغيره * وفي الباب عن ابن عباس [ابن ماجه، ح: ۲۹۹٤]، وجابر [ابن ماجه، ح: ۲۹۹٥ وعلقه البخاري، ح: ۱۸٦۳]، وأبي هريرة [لم نجده]، وأنس [ابن عدي في الكامل: ۷/ ۲٥۷۷]، ووهب بن خنبش [ابن ماجه، ح: ۲۹۹۱] * حديث داود الأودي: عند ابن ماجه، ح: ۲۹۹۲.

وَأَنَسٍ، وَوَهْبِ بْنِ خَنْبَشٍ. قَالَ - أَبُو عِيسٰى - وَيُقَالُ: هَرَمُ بْنُ خَنْبَشٍ. قَالَ بَيَانٌ وَجَابِرٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ وَهْبِ بْنِ خَنْبَشٍ. وَقَالَ دَاوُدُ الْأَوْدِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ هَرَمِ بْنِ خَنْبَشٍ: وَوَهْبٌ أَصَحُّ. وَحَدِيثُ أُمِّ مَعْقِلٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً». قَالَ إِسْحَاقُ: مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ مِثْلُ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ فَقَدْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ».

وہب بن خنبش رضی اللہ عنہ سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہب بن خنبش کو ہرم بن خنبش کہتے ہیں، بیان اور جابر جب شعبی سے بیان کرتے ہیں تو وہ وہب بن خنبش کہتے ہیں اور داود اَودی جب شعبی سے بیان کرتے ہیں تو وہ ہرم بن خنبش کہتے ہیں۔ صحیح تر وہب ہی ہے۔ ام معقل رضی اللہ عنہا کی روایت اس سند سے حسن غریب ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔ امام اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے معنی نبی ﷺ کے اس فرمان کی طرح ہیں: ”جس نے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ سورت پڑھی اس نے قرآن کا تیسرا حصہ پڑھا۔“

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اجر وثواب میں اضافہ جس طرح جگہ اور مکان کے تقدس کی بنا پر ہوتا ہے اسی طرح زمانے اور وقت کی بنا پر بھی اجر وثواب میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اخلاص، حسن نیت اور دل کی حضوری سے بھی بڑھتا ہے۔ رمضان کی بہت سی برکات اور فضائل ہیں، اس میں آنے والی لیلۃ القدر کا قیام، ہزار ماہ کے قیام سے بہتر ہے۔ دیگر اوقات میں عبادات اور صدقات وخیرات کی دیگر مہینوں سے زیادہ فضیلت ہے۔ اسی طرح عمرے کا ثواب حج کے برابر ہوتا ہے۔ لیکن بالاتفاق رمضان کے عمرے سے فریضۂ حج ادا نہیں ہوگا۔ (تحفة الأحوذي: 116/2، تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباري: 762/3، 763)

(المعجم ٩٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الَّذِي يُهِلُّ بِالْحَجِّ فَيُكْسَرُ أَوْ يَعْرَجُ (التحفة ٩٦)

باب: 96۔ حج کا احرام باندھنے والے کی ہڈی ٹوٹ جائے یا وہ لنگڑا ہوجائے تو کیا کرے؟

٩٤٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ ابْنُ عُبَادَةَ: أَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ الصَّوَّافُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَجَّاجُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ أُخْرٰى». فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ

[940] سیدنا حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کا کوئی عضو ٹوٹ گیا یا وہ لنگڑا ہوگیا تو وہ حلال ہوگیا اور اس پر دوسرا حج لازم ہوگیا۔“ عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے اس حدیث کا تذکرہ سیدنا ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے کیا تو دونوں نے کہا: اس

٩٤٠- أخرجه أبو داود، المناسك، باب الإحصار، ح: ١٨٦٢ وابن ماجه، ح: ٣٠٧٧ والنسائي: ١٩٨/٥، ح: ٢٨٦٣ من حديث حجاج الصواف به، وصححه الحاكم على شرط البخاري: ١/ ٤٧٠، ٤٨٣ ووافقه الذهبي وأعل بما لا يقدح.

وَابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَا: صَدَقَ. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ عَنِ الْحَجَّاجِ. مِثْلَهُ، قَالَ: وَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ.

نے سچ کہا۔ اسحاق بن منصور کی سند سے حجاج سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ سے سماع کی تصریح ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَرَوٰى مَعْمَرٌ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثَ. وَحَجَّاجٌ الصَّوَّافُ لَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَافِعٍ. وَحَجَّاجٌ ثِقَةٌ حَافِظٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: رِوَايَةُ مَعْمَرٍ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ سَلَّامٍ أَصَحُّ. حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حجاج صواف سے کئی راویوں نے اسی طرح بیان کی ہے۔ معمر اور معاویہ بن سلام نے بھی یہ حدیث بیان کی ہے لیکن وہ عکرمہ اور حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ کے درمیان عبداللہ بن رافع کا واسطہ لاتے ہیں جبکہ حجاج صواف ان کے درمیان عبداللہ بن رافع کا واسطہ نہیں لاتے۔ اور حجاج (صواف) محدثین کے نزدیک ثقہ اور حافظ ہے۔ اور امام محمد (بن اسماعیل بخاری ؒ) فرماتے ہیں: معمر اور معاویہ بن سلام کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ عبد بن حمید کی سند سے مذکورہ بالا روایت کے ہم معنی مروی ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ کر مکہ روانہ ہو جائے لیکن راستے میں اسے کوئی ایسا عذر پیش آ جائے جس کی بنا پر وہ مکے نہ پہنچ سکتا ہو، مثلاً: بیمار ہو گیا یا خرچ ختم ہو گیا، یا زخمی ہو گیا، یا درمیان میں دشمن حائل ہو گیا وغیرہ، ان تمام صورتوں میں احناف کے نزدیک محرم حلال ہو جائے اور اس پر دوبارہ حج کرنا ضروری ہے۔ امام احمد ؒ کے نزدیک بھی دوبارہ حج کرنا ہوگا۔ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں۔ امام احمد ؒ کا دوسرا قول یہی ہے۔ (المغني: 375/3، 376) احناف کے نزدیک اس صورت میں ایک قربانی حرم بھیجنی ہوگی اور جب وہ حرم میں پہنچ کر ذبح کر دی جائے تب وہ حلال ہوگا، اس کے بغیر حلال نہیں ہو سکے گا، اس صورت میں اس پر حلق و تقصیر نہیں ہے۔ مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک صرف دشمن کے حائل ہونے کی صورت میں حلال ہو سکے گا۔ اس کے سوا دیگر صورتوں میں حلال نہیں ہو سکے گا۔ جب عذر ختم ہو جائے گا تو عمرہ کر کے حلال ہو گا، کیونکہ عمرہ ہر وقت ہو سکتا ہے حج کی طرح اس کا وقت متعین نہیں ہے۔ اور اگر دشمن رکاوٹ بن جائے تو ہدی کو اسی جگہ ذبح کر کے حلال ہو جائے اور حلق یا تقصیر کروا لے۔ جہاں تک یہ مسئلہ ہے کہ ہر عذر کی صورت میں حلال ہو سکتا ہے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، ابن عباس رضی اللہ عنہم، عطاء، ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری ؒ کا بھی یہی موقف ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر، امام لیث اور اسحاق، ائمہ ثلاثہ (مالک، شافعی اور احمد) کی طرح اس بات کے قائل ہیں کہ حلال صرف دشمن

کے حائل ہونے کی صورت میں ہوگا لیکن ہدی ذبح کرنے کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کا موقف صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ہدی کو اسی جگہ ذبح کر کے حلال ہو جائے اور حلق یا تقصیر کروا لے اور دوبارہ حج کی فرضیت بھی استطاعت کی صورت میں ہوگی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 382/3)

(المعجم ۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِشْتِرَاطِ فِي الْحَجِّ (التحفة ۹)

باب: 97۔ حج کا احرام باندھتے وقت شرط کرنا

۹۴۱- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ أَفَأَشْتَرِطُ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَتْ: كَيْفَ أَقُولُ؟ قَالَ: «قُولِي لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ مَحِلِّي مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ تَحْبِسُنِي».

[941] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدہ ضُباعہ بنت زبیر نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں حج کرنا چاہتی ہوں تو کیا میں شرط کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں۔“ اس نے پوچھا کیسے کہوں؟ آپ نے فرمایا: ”کہو، حاضر ہوں میں، اے اللہ! حاضر ہوں۔ میں اس جگہ حلال ہو جاؤں گی جہاں تو مجھے روک لے گا۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَأَسْمَاءَ [بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ] وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ الْاِشْتِرَاطَ فِي الْحَجِّ وَيَقُولُونَ: إِنِ اشْتَرَطَ فَعَرَضَ لَهُ مَرَضٌ أَوْ عُذْرٌ فَلَهُ أَنْ يَحِلَّ وَيَخْرُجَ مِنْ إِحْرَامِهِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَلَمْ يَرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْاِشْتِرَاطَ فِي الْحَجِّ وَقَالُوا: إِنِ اشْتَرَطَ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَخْرُجَ مِنْ إِحْرَامِهِ وَيَرَوْنَهُ كَمَنْ لَمْ يَشْتَرِطْ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر، سیدہ اسماء بنت ابی بکر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ وہ نیت اور احرام حج میں شرط کر لینا درست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں: اگر اس نے شرط کر لی، پھر وہ بیمار ہو گیا یا کوئی عذر پیش آ گیا تو وہ حلال ہو کر اپنے احرام سے نکل جائے (احرام کھول دے۔) امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم حج میں شرط کرنا درست نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں: اگر اس نے شرط کی ہو تب بھی وہ اپنے احرام سے نہیں نکل سکے گا بلکہ

۹۴۱ـ أخرجه أبو داود، المناسك، باب الاشتراط في الحج، ح:١٧٧٦ من حديث عباد بن العوام به، ورواه مسلم، ح:١٢٠٨ من حديث عكرمة به، وهو متفق عليه من حديث أبي أسامة عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة به نحوه * وفي الباب عن جابر [البيهقي:٥/ ٢٢٢]، وأسماء بنت أبي بكر [ابن ماجه، ح:٢٩٣٦]، وعائشة [البخاري، ح:٥٠٨٩ ومسلم، ح:١٢٠٧/ ١٠٥].

محرم رہے گا۔ ان کے نزدیک اس کا حکم اس جیسا ہے جس نے شرط نہ کی ہو۔

فائدہ: امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کے نزدیک اگر کسی آدمی نے تلبیہ کہتے وقت یہ شرط کر لی ہو کہ کسی مقام پر مجھے کوئی مرض یا عذر پیش آ گیا تو میں احرام سے نکل جاؤں گا تو وہ بیماری یا عذر کی صورت میں حلال ہو سکے گا۔ (جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔) امام ابوحنیفہ، مالک اور ثوری ؒ کے نزدیک شرط کا اعتبار نہیں ہے، پھر چونکہ امام مالک کے نزدیک شرط کا اعتبار نہیں اور معتبر رکاوٹ (احصار) صرف دشمن ہے، بیماری نہیں، اس لیے ان کے نزدیک جب تک عمرہ نہیں کرلے گا، حلال نہیں ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک احصار چونکہ عام ہے، اس لیے بیماری یا عذر کی صورت میں تو ہدی مکے بھیج کر حلال ہو سکے گا۔ اگر ہدی نہ بھیج سکا تو پھر عمرے کے بغیر حلال نہیں ہو سکے گا۔ بقول امام نووی سیدنا عمر بن خطاب، علی، ابن مسعود اور کئی دوسرے صحابہ ؓ اور تابعین کی ایک جماعت کا موقف امام احمد اور اسحاق والا ہے اور امام شافعی کا صحیح قول بھی یہی ہے۔ اور امام مالک، ابوحنیفہ اور بعض تابعین کے نزدیک شرط کرنا درست نہیں۔ (شرح صحیح مسلم: 385/1) صحیح حدیث کی تاویل کرنا یا اس کے مقابلے میں آراء پیش کرنا درست نہیں، اس لیے صحیح موقف وہی ہے جو حدیث سے ثابت ہے۔ (تحفة الأحوذي: 117/3)

(المعجم ٩٨) بَابٌ: مِّنْهُ (التحفة ٩٨)

باب: 98۔ سابقہ مسئلے سے متعلق

٩٤٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُ الْاِشْتِرَاطَ فِي الْحَجِّ وَيَقُولُ: أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ [ﷺ].

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[942] سیدنا سالم اپنے والد (عبداللہ بن عمر ؓ) کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ حج میں شرط کرنے پر اعتراض کرتے اور فرماتے تھے: کیا تمھارے لیے نبی ﷺ کا طرز عمل کافی نہیں؟ (آپ نے شرط نہیں لگائی تھی۔)

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: چونکہ سیدنا ابن عمر ؓ کو سیدہ ضُباعہ کی حدیث کا علم نہیں ہو سکا، اس لیے انھوں نے حج میں شرط لگانے پر اعتراض کیا ورنہ وہ اعتراض نہ کرتے۔

(المعجم ٩٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَرْأَةِ تَحِيضُ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ (التحفة ٩٩)

باب: 99۔ طوافِ اِفاضہ کے بعد عورت کو حیض آ جائے تو وہ کیا کرے؟

٩٤٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ

[943] سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

٩٤٢ـ أخرجه البخاري، المحصر، باب الإحصار في الحج، ح: ١٨١٠ من حديث عبدالله بن المبارك به.

٩٤٣ـ أخرجه مسلم، ح: ١٢١١ من حديث عبدالرحمن بن القاسم بن محمد، والبخاري، ح: ١٧٣٣ من حديث القاسم بن محمد به * وفي الباب عن ابن عمر [يأتي: ٩٤٤]، وابن عباس [يأتي: ٩٤٥].

الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: ذُكِرَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ حَاضَتْ فِي أَيَّامِ مِنًى فَقَالَ: «أَحَابِسَتُنَا هِيَ»، قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَلَا إِذًا».

کو بتایا گیا کہ سیدہ صفیہ بنت حُیَي رضی اللہ عنہا کو منیٰ کے دنوں میں حیض شروع ہو گیا ہے تو آپ نے فرمایا: ''کیا وہ ہمیں روک لے گی؟'' انھوں نے کہا: وہ طواف زیارت کر چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر ایسا نہیں ہوگا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ.
قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا طَافَتْ طَوَافَ الْإِفَاضَةِ ثُمَّ حَاضَتْ فَإِنَّهَا تَنْفِرُ وَلَيْسَ عَلَيْهَا شَيْءٌ. وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ جب عورت طواف افاضہ کر چکے، پھر اسے حیض آنے لگے تو وہ کوچ کر سکتی ہے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں ہوگا۔ امام شافعی، ثوری، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اس پر اتفاق ہے کہ اگر عورت کو طواف افاضہ کے بعد حیض آنے لگے تو اس سے طواف وداع ساقط ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی عورت کو طواف افاضہ سے پہلے حیض آنے لگے اور اس کے لیے ٹھہرنا ممکن نہ ہو کیونکہ اس کی روانگی کی تاریخ اور وقت متعین ہے، اس میں تبدیلی اس کے اختیار میں نہیں، اس قانونی مجبوری کی بنا پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بقول حنفی مسلک یہ ہے کہ وہ غسل کر کے ناپاکی کی حالت میں طواف کر لے اور اس پر دم پڑے گا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتاوی ابن تيمية: 244-242/26) تاہم امام احمد وغیرہ کی ایک رائے یہ ہے کہ چونکہ حیض ایک ایسی رکاوٹ ہے جو عورت کے اپنے اختیار میں ہے، نہ اس میں اس کا کوئی دخل ہی ہے، اس لیے وہ معذور ہے، لہٰذا اسی حالتِ حیض میں وہ طوافِ زیارت کر لے، اس پر کوئی دم نہیں۔ یہی موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ اگر ٹھہرنا ممکن ہو تو پھر طواف افاضہ کیے بغیر حج نہیں ہوگا۔ عہد حاضر کے علماء نے اس کا ایک حل یہ بھی تجویز کیا ہے کہ ایسی عورت حیض کو عارضی طور پر بند کرنے کے لیے دوا استعمال کر لے۔

٩٤٤ - حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ فَلْيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ إِلَّا الْحُيَّضَ، وَرَخَّصَ لَهُنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

[944] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص حج کرے تو اس کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے مگر حائضہ عورتوں کو رسول اللہ ﷺ نے رخصت دی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

٩٤٤ـ أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٤١٩٦ من حديث عيسى بن يونس به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣٨٨٨ والحاكم: ١/ ٤٦٩، ٤٧٠ على شرط الشيخين وقال الذهبي: "خرجا أصله" وانظر، ح: ٩٤٦.

(المعجم ۱۰۰) بَابُ مَا جَاءَ مَا تَقْضِي الْحَائِضُ مِنَ الْمَنَاسِكِ (التحفة ۱۰۰)

باب: 100۔ حائضہ حج کے کون سے اعمال ادا کر سکتی ہے؟

٩٤٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ جَابِرٍ - وَهُوَ ابْنُ يَزِيدَ الْجُعْفِيُّ -، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: حِضْتُ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَقْضِيَ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ.

[945] سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں: مجھے حیض آنے لگا تو نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں طواف بیت اللہ کے سوا تمام مناسکِ حج ادا کروں۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا مَا خَلَا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَائِشَةَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ أَيْضًا.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے کہ حائضہ طواف بیت اللہ کے سوا تمام مناسک ادا کرے اور سیدہ عائشہ ؓ کی یہ حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے۔

٩٤٥م- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ الْجَزَرِيُّ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ وَمُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَفَعَ الْحَدِيثَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ - «أَنَّ النُّفَسَاءَ وَالْحَائِضَ تَغْتَسِلُ وَتُحْرِمُ وَتَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوفَ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرَ».

[945م] سیدنا ابن عباس ؓ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ نفاس اور حیض والی عورت غسل کرکے احرام باندھے اور پاک ہونے تک بیت اللہ کے طواف کے سوا دوسرے تمام اعمال ادا کرے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

فائدہ: امام نووی لکھتے ہیں: نفاس اور حیض والی عورت کا احرام باندھنا صحیح ہے اور یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔ جمہور، احناف، شافعیوں اور مالکیوں کے نزدیک غسل کرنا مستحب ہے۔ حسن بصری اور اہل ظاہر کے نزدیک غسل کرنا فرض ہے اور یہ بیت اللہ کے طواف اور اس کی دو رکعتوں کے سوا تمام افعال حج سرانجام دیں۔ (شرح صحیح مسلم، للنووي: 385/1) اب مَسْعٰی (سعی کرنے کی جگہ) مسجد حرام کا حصہ بن جانے کے بعد علماء نے کہا ہے کہ حائضہ عورت صفا و مروہ کی سعی بھی نہیں کر سکتی۔

٩٤٥- أخرجه أحمد: ٦/ ١٣٧ من حديث جابر الجعفي به وسنده ضعيف جدًا وله طريق آخر عند البخاري، ح: ١٥٦١.

٩٤٥م- [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، المناسك، باب الحائض تهل بالحج، ح: ١٧٤٤ من حديث مروان بن شجاع به ويشهد له ما قبله.

(المعجم ۱۰۱) بَابُ مَا جَاءَ مَنْ حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ فَلْيَكُنْ آخِرَ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ (التحفة ۱۰۱)

باب: 101۔ حج یا عمرہ کرنے والا آخری وقت بیت اللہ کے پاس گزارے

۹۴۶- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مُغِيرَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلْيَكُنْ آخِرَ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ». فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: خَرَرْتَ مِنْ يَدَيْكَ، سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَمْ تُخْبِرْنَا بِهِ؟

[946] سیدنا حارث بن عبداللہ بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''جو اس گھر کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس کا آخری وقت اس گھر کے پاس گزرے۔'' (طواف وداع کر کے روانہ ہو۔) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تو اپنے ہاتھوں زمین پر گرا (یا تباہ و برباد ہوا) تو نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا اور ہمیں اس کی خبر تک نہ دی؟

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ أَوْسٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ مِثْلَ هٰذَا. وَقَدْ خُولِفَ الْحَجَّاجُ فِي بَعْضِ هٰذَا الْإِسْنَادِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ نے کہا: اس مسئلے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حارث بن عبداللہ بن اوس کی حدیث غریب ہے اور کئی راویوں نے حجاج بن ارطاۃ سے اسی طرح بیان کی ہے مگر اس سند کے بعض حصے میں حجاج کی مخالفت کی گئی ہے۔

(المعجم ۱۰۲) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْقَارِنَ يَطُوفُ طَوَافًا وَاحِدًا (التحفة ۱۰۲)

باب: 102۔ قارن صرف ایک ہی طواف کرے گا

۹۴۷- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَنَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا.

[947] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ اکٹھا کیا اور ان دونوں کے لیے ایک ہی طواف کیا۔

۹۴۶ـ [ضعيف] أخرجه أحمد: ۳/۴۱٦ من حديث الحجاج بن أرطاة به وهو ضعيف، وحديث أبي داود، ح: ۲۰۰٤، يغني عنه * وفي الباب عن ابن عباس [مسلم، ح: ۱۳۲۷].

۹۴۷ـ أخرجه أبو داود، المناسك، باب طواف القارن، ح: ۱۸۹۵ بإسناد صحيح عن أبي الزبير قال: سمعت جابر بن عبدالله به وأصله عند مسلم، ح: ۱۲۱۵ وللحديث شواهد منها الحديث الآتي * وفي الباب عن ابن عمر، [يأتي: ۹۴۸]، وابن عباس [ابن ماجه، ح: ۲۹۷۲].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ.
قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ قَالُوا: الْقَارِنُ يَطُوفُ طَوَافًا وَاحِدًا. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ يَطُوفُ طَوَافَيْنِ وَيَسْعٰى سَعْيَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ بعض اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ ان کا قول ہے: قارن ایک ہی طواف کرے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا قول ہے کہ وہ دو طواف اور دو بار سعی کرے۔ امام ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جو شخص حج اور عمرہ دونوں کے لیے ایک ہی احرام باندھتا ہے، اس کے عمرے کے افعال، حج کے افعال کے تحت ادا ہو جاتے ہیں، اس لیے اسے عمرے اور حج کے لیے الگ الگ طواف اور سعی نہیں کرنی پڑے گی۔ ایک ہی طواف اور سعی سے حج اور عمرہ دونوں ادا ہو جائیں گے۔ سیدنا ابن عمر، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم، عطاء، طاؤس، مجاہد، مالک، شافعی، اسحاق، ابوثور اور ابن منذر رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام احمد کا ایک قول یہی ہے جسے علامہ ابن قدامہ نے اختیار کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حج اور عمرے کے لیے الگ الگ طواف اور سعی کرنا ہوگی۔ امام شعبی، جابر بن زید، عبدالرحمن بن اسود، ثوری، حسن بن صالح اور اصحاب رائے کا یہی قول ہے۔ (المغني: 3/473-477) جمہور ائمہ کا قول راجح ہے کہ قارن کے لیے ایک ہی طواف اور سعی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 2/119) خیال رہے یہاں ایک طواف سے مراد وہ طواف ہے جس کے بعد سعی ہے، وگرنہ نفلی طواف جن کے بعد سعی نہیں ہوتی وہ جتنے چاہے کر سکتا ہے، اس کے علاوہ طواف زیارت اور طواف وداع بھی ضروری ہیں۔ دلائل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 3/624-626)

٩٤٨- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ أَسْلَمَ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَجْزَأَهُ طَوَافٌ وَاحِدٌ وَسَعْيٌ وَاحِدٌ عَنْهُمَا حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا».

[948] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے حج اور عمرے (دونوں) کا احرام باندھا اسے دونوں سے حلال ہونے کے لیے ایک طواف اور ایک سعی ہی کافی ہے۔"

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ تَفَرَّدَ بِهِ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَلٰى ذٰلِكَ اللَّفْظِ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَلَمْ يَرْفَعُوهُ وَهُوَ أَصَحُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ ان لفظوں میں صرف دَرَاوَرْدِی ہی بیان کرتا ہے۔ اور یہ روایت کئی راویوں نے عبیداللہ بن عمر سے بیان کی

٩٤٨ـ أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب طواف القارن، ح: ٢٩٧٥ من حديث عبدالعزيز بن محمد الدراوردي به، وله علة غير قادحة وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٧٤٥ وابن حبان، ح: ٩٩٣ وابن الجارود، ح: ٤٦٠ .

ہے اور اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ اور یہی زیادہ درست ہے (کہ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے)۔

(المعجم ۱۰۳) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ مُكْثَ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ بَعْدَ الصَّدَرِ ثَلَاثًا (التحفة ۱۰۳)

باب: 103۔ منیٰ سے واپسی کے بعد مہاجر مکے میں تین دن ٹھہر سکتا ہے

۹۴۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ: سَمِعْتُ السَّائِبَ ابْنَ يَزِيدَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ - يَعْنِي مَرْفُوعًا - قَالَ: يَمْكُثُ الْمُهَاجِرُ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ بِمَكَّةَ ثَلَاثًا.

[949] سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مہاجر عبادتِ حج کی ادائیگی کے بعد مکے میں تین دن ٹھہر سکتا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مَرْفُوعًا.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ دوسری سند سے بھی یہ حدیث مرفوعاً بیان کی گئی ہے۔

فائدہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ مکے سے ہجرت کر جانے والا شخص دوبارہ مکے میں اقامت اختیار نہیں کر سکتا لیکن منیٰ سے 13 ذوالحجہ کو واپسی کے بعد تین دن تک ٹھہر سکتا ہے اور یہ تین دن اقامت شمار نہیں ہوں گے۔ جمہور کا موقف یہی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 334/7) یہ حدیث ان علماء کی دلیل ہے جو مسافر کی مدتِ سفر تین دن قرار دیتے ہیں۔ اس سے زیادہ دن قیام کی نیت ہو تو وہ ان کے نزدیک مسافر شمار نہیں ہوگا۔ اور یہی موقف زیادہ صحیح ہے۔

(المعجم ۱۰۴) بَابُ مَا جَاءَ مَا يَقُولُ عِنْدَ الْقُفُولِ مِنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ (التحفة ۱۰۴)

باب: 104۔ حج اور عمرے سے واپسی کی دعا

۹۵۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوَةٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ فَعَلَا فَدْفَدًا مِنَ الْأَرْضِ أَوْ شَرَفًا كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: «لَا إِلٰهَ

[950] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب غزوے یا حج یا عمرے کے سفر سے لوٹتے اور زمین کے سخت ٹیلے یا بلند جگہ پر چڑھتے تو تین دفعہ اللہ اکبر کہتے، پھر فرماتے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ

۹۴۹- أخرجه مسلم، الحج، باب جواز الإقامة بمكة ... إلخ، ح:۱۳۵۲ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح:۳۹۳۳ من حديث عبدالرحمن بن حميد به.

۹۵۰- أخرجه مسلم، الحج، باب ما يقول إذا رجع من سفر الحج وغيره، ح:۱۳۴۴ من حديث إسماعيل وهو ابن علية، والبخاري، ح:۱۷۹۷ من حديث نافع به * وفي الباب عن البراء [يأتي: ۳۴۴۰]، وأنس [البخاري، ح:۳۰۸۵ ومسلم، ح:۱۳۴۵]، وجابر [البخاري، ح:۲۹۹۳].

إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَائِحُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ».

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَائِحُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ] ''اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کے لیے اقتدار ہے اور وہی حمد و شکر کا حق دار ہے اور وہی ہر چیز پر مکمل قادر ہے۔ ہم لوٹنے والے ہیں۔ توبہ کرنے والے ہیں۔ عبادت گزار ہیں۔ (مقصد کی طرف) چلنے والے ہیں۔ اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو پورا فرما دیا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور ایک اکیلے ہی نے سب لشکروں کو شکست دے دی۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ وَأَنَسٍ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا براء، انس اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

لغوی تشریح: فَدْفَدٍ، جمع فَدَافِد: ٹیلہ، پتھریلی سخت زمین، شَرَفٌ بلند جگہ۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ سفر و حضر میں حسب موقع دعائیں کیا کرتے تھے جن میں اصل مقصود اپنی بندگی اور فقر و احتیاج کا بیان اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، معبودیت اور اس سے استغفار کا اظہار ہوتا تاکہ امت کو یہ سبق ملے کہ کوئی انسان کس قدر ہی بلند قدر و منزلت کا حامل ہو وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی و عبودیت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا بلکہ وہ ہر وقت اس کی توفیق و نصرت کا محتاج ہے۔

(المعجم ۱۰۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُحْرِمِ يَمُوتُ فِي إِحْرَامِهِ (التحفة ۱۰۵)

باب: 105۔ جو محرم احرام کی حالت میں فوت ہو جائے اس کا بیان

٩٥١- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَرَأَى رَجُلًا سَقَطَ عَنْ بَعِيرِهِ فَوُقِصَ فَمَاتَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ

[951] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے اونٹ سے گر گیا اور گردن ٹوٹنے سے فوت ہو گیا جبکہ وہ محرم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے بیری

٩٥١ـ أخرجه مسلم، الحج، باب ما يفعل بالمحرم إذا مات، ح: ١٢٠٦ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح: ١٨٤٩ من حديث عمرو بن دينار به.

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «اغسِلُوهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَاتُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُهِلُّ أَوْ يُلَبِّي».

کے پتے ملے پانی سے غسل دو اور اس کے دونوں کپڑوں کا اسے کفن دو اور اس کا سر نہ ڈھانپنا۔ بلاشبہ یہ قیامت کے دن تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ] وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا مَاتَ الْمُحْرِمُ انْقَطَعَ إِحْرَامُهُ وَيُصْنَعُ بِهِ كَمَا يُصْنَعُ بِغَيْرِ الْمُحْرِمِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ جب محرم فوت ہو جاتا ہے تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے اور اس کے کفن کے سلسلے میں وہی کیا جائے جو غیر محرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

لغوی تشریح: یہاں يُهِلُّ اور يُلَبِّي دونوں کے معنی تلبیہ کہنا ہیں۔

فائدہ: اس حدیث کی بنا پر امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اور ظاہریہ کا یہ قول ہے کہ مرنے کے بعد بھی محرم کا احرام باقی رہتا ہے، اس لیے احرام کی حالت میں مرنے کی صورت میں اس کا سر نہیں ڈھانپا جائے گا اور نہ خوشبو لگائی جائے گی۔ یہی بات صحیح ہے کیونکہ حدیث سے یہی بات واضح ہوتی ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ، مالک اور اوزاعی رحمہم اللہ کے نزدیک موت سے احرام ختم ہو جاتا ہے، اس لیے احرام کی حالت میں مرنے والے کے ساتھ بھی غیر محرم والا معاملہ کیا جائے گا۔ اس کا سر ڈھانپا جائے گا اور خوشبو لگائی جا سکے گی۔

(المعجم ١٠٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُحْرِمِ يَشْتَكِي عَيْنَهُ فَيَضْمِدُهَا بِالصَّبِرِ (التحفة ١٠٦)

باب: 106۔ محرم کی آنکھیں دکھتی ہوں تو وہ ایلوے (مُصَبَّر) کا لیپ کرے

٩٥٢- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْمَرٍ اشْتَكٰى عَيْنَيْهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَسَأَلَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ فَقَالَ: اضْمِدْهُمَا بِالصَّبِرِ فَإِنِّي سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَذْكُرُهُ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: «اضْمِدْهُمَا بِالصَّبِرِ».

[952] نبیہ بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبیداللہ بن معمر کی آنکھیں دکھنے لگیں جبکہ وہ محرم تھے تو انھوں نے اَبان بن عثمان سے پوچھا، انھوں نے جواب دیا: ان پر ایلوے کا لیپ کرلو کیونکہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کررہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انھیں ایلوے کا لیپ کرو۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور

٩٥٢- أخرجه مسلم، الحج، باب جواز مداواة المحرم عينيه، ح: ١٢٠٤ من حديث سفيان بن عيينة به.

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا أَنْ يَتَدَاوَى الْمُحْرِمُ بِدَوَاءٍ مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ طِيبٌ.

اہل علم کا اسی پر عمل ہے، ان کے نزدیک محرم کے لیے ایسی دوا استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جس میں خوشبو کی آمیزش نہ ہو۔

لغوی تشریح: ضمد (ن،ض) اور ضَمَّدَ، ضِمَادَةٌ (مرہم پٹی کرنا) سے ماخوذ ہے یہاں مراد لیپ کرنا ہے۔ صَبِر: ایک انتہائی کڑوے درخت کا نچوڑ یا شیرہ ہے جسے اردو میں ایلوا کہتے ہیں۔

فائدہ: محرم بالاتفاق آنکھ وغیرہ پر ایلوے وغیرہ کا لیپ کرسکتا ہے بشرطیکہ اس میں خوشبو نہ ہو اور اس پر فدیہ نہیں اور اگر خوشبودار دوا استعمال کرنے کی ضرورت پڑے اور وہ استعمال کرلے تو اس پر فدیہ ہوگا۔ اسی طرح ضرورت کے تحت ایسا سرمہ لگا سکتا ہے جس میں خوشبو نہ ہو لیکن زینت وزیبائش کے لیے سرمہ لگانا، امام شافعی رحمہ اللہ اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے دونوں قول ہیں اور فدیہ میں اختلاف ہے۔ (صحیح مسلم للنووي: 383/1) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف امام شافعی والا ہے۔ (معارف السنن: 406/6)

(المعجم ۱۰۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُحْرِمِ يَحْلِقُ رَأْسَهُ فِي إِحْرَامِهِ مَا عَلَيْهِ (التحفة ۱۰۷)

باب: 107۔ جو محرم احرام کی حالت میں سر منڈوا لے اس پر کیا فدیہ ہے؟

٩٥٣- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ [السَّخْتِيَانِيِّ] وَابْنِ أَبِي نَجِيحٍ وَحُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ وَعَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِهِ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَهُوَ يُوقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ وَالْقَمْلُ يَتَهَافَتُ عَلٰى وَجْهِهِ فَقَالَ: «أَتُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ هٰذِهِ؟» فَقَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ: «احْلِقْ وَأَطْعِمْ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ - وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ - «أَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً» قَالَ ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ: أَوِ اذْبَحْ شَاةً.

[953] سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ان کے پاس سے گزرے جبکہ وہ مکے میں داخل ہونے سے پہلے حدیبیہ کے مقام پر تھے اور محرم تھے اور ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تیرے یہ حشرات (جوئیں) تجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں؟'' سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ تو آپ نے فرمایا: ''سر منڈوا لو اور چھ مسکینوں کو ایک فرق کھانا کھلا دو۔'' فرق تین صاع کا ہوتا ہے ''یا (فرمایا:) ''تین روزے رکھ لو یا ایک قربانی کردو۔'' ابن ابی نجیح کہتے ہیں ''یا بکری ذبح کردو۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے کہ اگر محرم

٩٥٣_ أخرجه مسلم، الحج، باب جواز حلق الرأس للمحرم إذا كان به أذى . . . إلخ، ح: ١٢٠١ عن محمد بن أبي عمر به، والبخاري، ح: ١٨١٤ من حديث حميد الأعرج به.

ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ الْمُحْرِمَ إِذَا حَلَقَ [رَأْسَهُ] أَوْ لَبِسَ مِنَ الثِّيَابِ مَا لَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَلْبَسَ فِي إِحْرَامِهِ أَوْ تَطَيَّبَ فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ بِمِثْلِ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

سر منڈوا لے یا جو لباس احرام کی حالت میں پہننا جائز نہیں، وہ پہن لے یا خوشبو لگا لے تو اس پر وہ کفارہ ہے جو نبی ﷺ سے مروی ہے۔

فائدہ: اگر محرم کو سر کی تکلیف کی بنا پر سر منڈوانے کی ضرورت پیش آ جائے تو وہ بالاتفاق سر منڈوا سکتا ہے لیکن اسے فدیہ ادا کرنا ہوگا، وہ بکری ذبح کر دے یا تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا مہیا کر دے اور یہ ائمہ حجاز (شافعی، مالک، احمد رحمہم اللہ) اور محدثین کے نزدیک ہر مسکین کے لیے ہر قسم کے غلے سے آدھا صاع ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گندم کا نصف صاع ہو اور باقی اجناس سے پورا صاع۔ ائمہ کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان تین چیزوں میں ترتیب نہیں ہے، تینوں میں سے کسی پر بھی عمل کرنے کا اختیار ہے۔ (شرح صحيح مسلم، النووي: 3/382، 383) امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ کا ایک قول جمہور والا نقل کیا ہے۔ (معارف السنن: 6/408) حدیث کا تقاضا بھی یہی ہے۔

(المعجم ۱۰۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ لِلرُّعَاةِ أَنْ يَرْمُوا يَوْمًا وَيَدَعُوا يَوْمًا (التحفة ۱۰۸)

باب: 108۔ چرواہوں کو اجازت ہے کہ ایک دن رمی کریں اور ایک دن چھوڑ دیں

۹۵۴- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لِلرِّعَاءِ أَنْ يَرْمُوا يَوْمًا وَيَدَعُوا يَوْمًا.

[954] ابوالبداح بن عدی رحمہ اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے چرواہوں کو رخصت دی کہ وہ ایک دن رمی کریں اور ایک دن چھوڑ دیں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰكَذَا رَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ. وَرَوَى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ. وَرِوَايَةُ مَالِكٍ أَصَحُّ. وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ لِلرُّعَاةِ أَنْ يَرْمُوا يَوْمًا وَيَدَعُوا يَوْمًا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عیینہ نے اسی طرح روایت کی ہے، لیکن امام مالک بن انس نے اس کو یوں بیان کیا کہ ابوالبداح بن عاصم بن عدی اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں اور مالک کی روایت ہی صحیح تر ہے۔ (ابوالبداح اپنے باپ عاصم سے روایت کرتے ہیں، دادے (عدی) سے نہیں۔) اور اہل علم کی ایک جماعت نے چرواہوں کو اجازت دی ہے کہ وہ ایک دن رمی کریں اور ایک دن

۹۵٤- أخرجه ابن ماجه، المناسك من عذر، ح:۳۰۳٦ من حديث سفيان بن عيينة به، وصرح بالسماع عند الحميدي، ح:۸۵٦ وصححه ابن خزيمة، ح:۲۹۷٦، إتحاف المهرة:٦/۳۸۳، ح:٦٦۷۸، وابن الجارود، ح:٤۷۸ وابن حبان، ح:۱۰۱۵ ورواه أبو داود، ح:۱۹۷۵ من حديث عبدالله بن أبي بكر به.

چھوڑ دیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: منیٰ میں رات گزارنا جمہور کے نزدیک واجب ہے، تاہم ضرورت کے تحت اگر کہیں جانا پڑے تو جائز ہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ کوئی شخص دس کو رمی کر کے کسی کام کے لیے چلا جائے اور گیارہ کو رمی نہ کرے اور بارہ کو گیارہ اور بارہ دو دن کی رمی اکٹھی کر لے۔ (تحفة الأحوذي: 24/4، 25)

٩٥٥- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَخَّصَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِرُعَاةِ الْإِبِلِ فِي الْبَيْتُوتَةِ أَنْ يَرْمُوا يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَجْمَعُوا رَمْيَ يَوْمَيْنِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ فَيَرْمُونَهُ فِي أَحَدِهِمَا - قَالَ مَالِكٌ: ظَنَنْتُ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَوَّلِ مِنْهُمَا - ثُمَّ يَرْمُونَ يَوْمَ النَّفْرِ.

[955] سیدنا ابوالبداح بن عاصم بن عدی رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو رات گزارنے کے بارے میں رخصت دی کہ وہ نحر کے دن (دس ذوالحجہ کو) رمی کر لیں، پھر نحر کے دن کے بعد دو دن کی رمی اکٹھی کر لیں اور اسے ایک دن میں کر لیں۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ استاد نے کہا: ان میں پہلے دن رمی کر لیں، پھر کوچ کے دن رمی کر لیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حدیث ابن عیینہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: نحر کے دن کے بعد تین دن ایام تشریق ہوتے ہیں، یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ جن میں رمی کرنی ہوتی ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور صاحبین کے نزدیک یہ جائز ہے کہ چرواہے دو دن کی رمی کو اکٹھا کر کے ایک دن رمی کر لیں، اس صورت میں ان حضرات کے نزدیک کوئی فدیہ نہیں ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تاخیر کی صورت میں فدیہ ہے اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ جمع تاخیر کرنی چاہیے، یعنی گیارہ اور بارہ کی رمی بارہ کو اکٹھی کر لیں۔ (معارف السنن: 410/6) پھر تیرہ کو رمی کر لیں۔ امام خطابی نے امام مالک اور شافعی کا یہی قول قرار دیا ہے لیکن ابن عیینہ کی حدیث مطلق ہے، جمع تقدیم یا تاخیر کی قید نہیں ہے، اس لیے بعض حضرات کا موقف ہے کہ جمع تقدیم اور تاخیر میں اختیار ہے۔ (تحفة الأحوذي: 26/4) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمی میں تقدیم ہے، کیونکہ پہلے دن سے مراد گیارہ کا دن ہے۔

(المعجم ١٠٩) بَابُ [إِهْلَالِ الرَّجُلِ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ] (التحفة ١٠٩)

باب: 109۔ آدمی احرام باندھتے ہوئے یوں نیت کرے کہ میرا احرام نبی ﷺ کے احرام کی مانند ہے

٩٥٥- أخرجه أبو داود، المناسك، باب: في رمي الجمار، ح: ١٩٧٥ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ٤٠٨ (يحيى) وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٩٧٥ وابن حبان، ح: ١٠١٥ والحاكم: ١/ ٤٧٨، ٣/ ٤٢٠ ووافقه الذهبي.

٩٥٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي: حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ عَلِيًّا قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: «بِمَا أَهْلَلْتَ؟» قَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، قَالَ: «لَوْلَا أَنَّ مَعِيَ هَدْيًا لَأَحْلَلْتُ».

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ] غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[956] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یمن سے آئے تو آپ نے پوچھا: ”تونے کیسے احرام باندھا؟“ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے احرام کی طرح احرام باندھا۔ آپ نے فرمایا: ”اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو حلال ہو جاتا۔ (حج تمتع کرتا۔“)

امام عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سند سے غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کو دوسرے انسان کے احرام پر معلق کرنا، یعنی مبہم نیت کے ساتھ احرام باندھنا جائز ہے۔ امام ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ مبہم احرام باندھنا، یعنی کسی کا یہ کہنا کہ میرا احرام فلاں کے احرام کی طرح ہے، جائز ہے اور اس میں کوئی اختلاف نقل نہیں کیا۔ (المغني: 253/3) یعنی ائمۂ اربعہ کا اس مسئلے پر اتفاق ہے۔

(المعجم ١١٠) بَابُ [مَا جَاءَ فِي يَوْمِ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ] (التحفة ١١٠)

باب: 110۔ حج اکبر کا بیان

٩٥٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ يَوْمِ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ فَقَالَ: «يَوْمُ النَّحْرِ».

[957] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حج اکبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ”نحر، یعنی دس ذوالحجہ کا دن ہے۔“

٩٥٨- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ.

وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ.

[958] سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حج اکبر کے دن سے مراد دس ذوالحجہ کا دن ہے۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہاں حدیث کی نسبت

٩٥٦- أخرجه البخاري، الحج، باب من أهل في زمن النبي ﷺ كإهلال النبي ﷺ، ح: ١٥٥٨، ومسلم، ح: ١٢٥٠ من حديث عبدالصمد بن عبدالوارث به.

٩٥٧- أخرجه ابن أبي حاتم في تفسيره: ٦/ ١٧٤٧ التوبة: ٣ من حديث عبدالوارث بن سعيد به، سنده ضعيف لعلل وله شواهد عند البخاري، ح: ٣١٧٩ ومسلم، ح: ١٣٤٧/ ٤٣٥ وغيرهما.

٩٥٨- انظر الحديث السابق.

وَرِوَايَةُ ابْنِ عُيَيْنَةَ مَوْقُوفٌ أَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ ابْنِ إِسْحَاقَ مَرْفُوعٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ مَّوْقُوفًا. [وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ مَّوْقُوفًا].

رسول اللہ ﷺ کی طرف نہیں کی گئی اور یہ پہلی حدیث سے صحیح تر ہے۔ ابن عیینہ کی موقوف روایت (کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے) محمد بن اسحاق کی مرفوع روایت سے صحیح تر ہے۔ بہت سے راویوں نے اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کی حیثیت ہی سے بیان کیا ہے۔ امام شعبہ نے بھی اپنی سند سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہی قرار دیا ہے۔

فائدہ: حج اکبر کی تفسیر میں اختلاف ہے: اکثر علماء کے نزدیک حج اکبر سے مراد حج ہے اور عمرہ حج اصغر کہلاتا ہے۔ یوم النحر کو حج اکبر کا مصداق اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ حج کے اکثر افعال: جمرۂ عقبہ کی رمی، سر منڈوانا، ذبح اور طواف زیارت اسی دن کیے جاتے ہیں۔ عام لوگوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ جس سال عرفے کا دن جمعے کو ہو وہ حج اکبر ہوتا ہے، قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہر سال کا حج عمرے کے مقابلے میں حج اکبر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس سال حج کیا تھا اس سال عرفے کے دن جمعہ تھا۔ (تحفة الأحوذي: 2/27، 28)

(المعجم ١١١) بَابُ [مَا جَاءَ فِي اسْتِلَامِ الرُّكْنَيْنِ] (التحفة ١١١)

باب: 111۔ حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام

٩٥٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنِ ابْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُزَاحِمُ عَلَى الرُّكْنَيْنِ [زِحَامًا مَّا رَأَيْتُ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَفْعَلُهُ] فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّكَ تُزَاحِمُ عَلَى الرُّكْنَيْنِ زِحَامًا مَّا رَأَيْتُ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُزَاحِمُ عَلَيْهِ فَقَالَ: إِنْ أَفْعَلْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ مَسْحَهُمَا كَفَّارَةُ الْخَطَايَا». وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «مَنْ طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ أُسْبُوعًا فَأَحْصَاهُ كَانَ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ». وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «لَا يَضَعُ قَدَمًا وَّلَا يَرْفَعُ

[959] ابن عبید بن عمیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما دو رکنوں (رکن حجر اسود اور رکن یمانی) پر بہت مزاحمت کرتے تھے۔ میں نے اس طرح کسی اور صحابی کو مزاحمت کرتے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! آپ دو رکنوں پر بہت مزاحمت کرتے ہیں، (غالب آنے کی کوشش کرتے ہیں) میں نے کسی صحابی کو اس کے لیے مزاحمت کرتے نہیں دیکھا۔ انھوں نے جواب دیا: اگر میں یہ کام کرتا ہوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ''ان کو چھونا گناہوں کا کفارہ ہے۔'' اور میں نے آپ ﷺ کو یہ بھی فرماتے سنا: ''جس نے

٩٥٩ـ أخرجه الحاكم: ١/ ٤٨٩ من حديث جرير به وتابعه معمر والثوري عند أحمد: ٢/ ٨٩، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٧٣٠ وابن حبان (الإحسان): ٣٦٨٩ والحاكم ووافقه الذهبي، ورواه النسائي، ح: ٢٩٢٢ من طريق حماد بن زيد عن عطاء عن عبدالله بن عبيد ابن عمير به، لم يقل: عن أبيه.

أُخْرٰى إِلَّا حَطَّ اللهُ عَنْهُ خَطِيئَةً وَّكَتَبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةً».

اہتمام کے ساتھ اس گھر کے سات چکر لگائے تو یہ گردن آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔'' میں نے آپ کو یہ بھی فرماتے سنا: ''وہ ایک قدم رکھ کر دوسرا قدم نہیں اٹھاتا مگر اللہ اس کے سبب اس کا ایک گناہ مٹا دیتا اور ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ السَّائِبِ، عَنِ ابْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِيهِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی روایت حماد بن زید، عطاء بن سائب کی سند سے بیان کرتے ہیں لیکن وہ ابن عبید بن عمیر کے بعد عن ابیہ (اپنے باپ سے) نہیں کہتے بلکہ عن ابن عمر کہتے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ روایت حسن ہے۔

فائدہ: استلام حجر کے لیے دوسروں کو تکلیف اور ایذا پہنچانا درست نہیں اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہجوم کے باوجود کوشش کرنا بھی اس پر محمول ہے کہ وہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے تھے۔ لیکن استلام حجر کی سنت پوری کرنے کا از حد اہتمام فرماتے تھے اور ان دو رکنوں کا استلام چھوڑتے نہیں تھے۔

(المعجم ۱۱۲) بَابُ [مَا جَاءَ فِي الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ] (التحفة ۱۱۲)

باب: 112۔ طواف میں گفتگو کرنا

۹۶۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «الطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلَاةِ إِلَّا أَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُونَ فِيهِ فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيهِ فَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِخَيْرٍ».

[960] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''بیت اللہ کے گرد طواف کرنا نماز کی طرح ہے، مگر فرق یہ ہے کہ تم اس میں گفتگو کر سکتے ہو، لہٰذا جو اس میں گفتگو کرے تو وہ اچھی بات ہی زبان پر لائے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ وَّغَيْرِهِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا وَّلَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّونَ أَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ الرَّجُلُ فِي الطَّوَافِ إِلَّا لِحَاجَةٍ أَوْ بِذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى أَوْ مِنَ الْعِلْمِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن طاؤس وغیرہ یہ روایت طاؤس کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی حیثیت سے بیان کرتے ہیں اور ہمارے علم میں یہ مرفوعاً صرف عطاء بن سائب ہی بیان کرتے ہیں۔ اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ انسان طواف میں صرف ضرورت کی بات کرے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا علم کی بات کرے۔

۹۶۰ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن خزيمة: ٤/ ٢٢٢، ح: ٢٧٣٩ من حديث جرير بن عبدالحميد به، وصححه ابن خزيمة وابن حبان، ح: ٩٩٨، وللحديث طريق أخرى عند النسائي، ح: ٢٩٢٥ وغيره.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف نماز کی طرح ہے، اس لیے اس کے لیے حدث اور نجاست سے پاکیزگی ضروری ہے اور طہارت کی طرح پردے کے اعضاء کو ڈھانپنا بھی شرط ہے۔ بلا طہارت (وضو کے بغیر) طواف درست نہیں۔ امام مالک اور شافعی ﷫ کا یہی موقف ہے اور امام احمد ﷫ کا مشہور قول یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ ﷫ کے نزدیک طہارت اور پردے کے اعضاء کو ڈھانپنا شرط نہیں۔ بعض احناف کے نزدیک یہ چیزیں واجب ہیں اور بعض کے نزدیک سنت۔ (المغني: 397/3) امام طبری نے اپنی کتاب ''القریٰ'' میں لکھا ہے کہ طواف کے لیے طہارت اور پردہ پوشی شرط ہے اور طواف کا حکم نماز والا ہے، ہاں اس میں اچھے کلام کی رخصت دی گئی ہے۔ اور بقول امام ابن قدامہ: محرم تلبیہ، اللہ کا ذکر، قراءت قرآن، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور جاہل کو تعلیم یا اپنی ضرورت کی بات کرسکتا ہے۔ بہر حال لغو وفضول یا ناجائز باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ امام ابن تیمیہ ﷫ کے نزدیک طواف کے لیے وضو کرنا مسنون ہے شرط نہیں، ورنہ اس کے بغیر بھی طواف جائز ہے۔ (کتاب المناسك، لابن تيمية)

(المعجم ١١٣) بَابُ [مَا جَاءَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ] (التحفة ١١٣)

باب: 113۔ حجر اسود کا بیان

٩٦١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْحَجَرِ: «وَاللهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ عَلَى مَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ».

[961] سیدنا ابن عباس ﷠ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا: ''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس طرح اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس کے ساتھ بات کرے گا اور جن لوگوں نے اس کا استلام کیا (بوسہ دیا) ہوگا ان کے حق میں سچی شہادت دے گا۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ ﷫ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حجر اسود جو دیکھنے میں پتھر کا ایک ٹکڑا نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اندر شعور و ادراک پیدا کردے گا اور جو شخص ایمان اور حصولِ ثواب کے جذبات سے ادب واحترام کے ساتھ اسے بلا واسطہ یا بالواسطہ چومتا اور اس کا استلام کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ایک دیکھنے اور بولنے والی ہستی بنا کر کھڑا کردے گا اور وہ ان بندوں کے بارے میں گواہی دے گا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ادب ومحبت کے ساتھ اس کا استلام کیا ہوگا۔

(المعجم ١١٤) [بَابُ ادِّهَانِ الْمُحْرِمِ بِالزَّيْتِ] (التحفة ١١٤)

باب: 114۔ محرم کا تیل لگانا

٩٦١ـ أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب استلام الحجر، ح: ٢٩٤٤ من حديث عبدالله بن عثمان بن خثيم به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٧٣٥، ٢٧٣٦ وابن حبان، ح: ١٠٠٥ والحاكم: ١/ ٤٥٧ والذهبي* جرير هو ابن عبدالحميد.

٩٦٢- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ وَهُوَ مُحْرِمٌ غَيْرِ الْمُقَتَّتِ.

[962] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ احرام کی حالت میں تیل لگا لیتے تھے جس میں خوشبو نہیں ہوتی تھی۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: مُقَتَّتٌ: مُطَيَّبٌ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ. وَقَدْ تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ فِي فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ وَرَوٰى عَنْهُ النَّاسُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مقتت کے معنی ہیں: مُطیّب (خوشبو والا)۔ (یہ ''قَتَّت'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''خوشبو'' ہیں۔) امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف فرقد سبخی بیان کرتا ہے۔ امام یحییٰ بن سعید نے فرقد سبخی پر جرح کی ہے مگر دوسرے حضرات اس سے روایت بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ حدیث بالکل ضعیف ہے بلکہ امام ابن خزیمہ نے تو صراحت کی ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ فرقد سبخی کو وہم ہوا ہے اور اس نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر بیان کر دیا، جب کہ یہ اصل میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل تھا اور وہ بھی احرام سے پہلے کا نہ کہ بعد کا۔ ملاحظہ ہو: (صحيح ابن خزيمة: 184/4، 185) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ اثر صحیح بخاری میں بھی درج ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسے باب الطيب عند الإحرام کے تحت ہی بیان کیا ہے۔ اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ تیل بھی، خوشبو کی طرح، احرام سے پہلے تو لگایا جا سکتا ہے، لیکن احرام کے بعد لگانا جائز نہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کو اختلافی مسئلہ قرار دے کر اس کے ترک کو اولیٰ بتلایا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 239/13، طبع جدید) شیخ البانی رحمہ اللہ نے خوشبو اور تیل لگانے کو احرام کے بعد حرام قرار دیا ہے۔ (مناسك الحج والعمرة، ص: 13) اور بعض نے سر اور ڈاڑھی کے علاوہ بقیہ جسم پر تیل لگانے کی اجازت دی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 123/2) اور بعض نے سر اور ڈاڑھی پر تیل لگانے پر فدیے تک کا حکم لگایا ہے۔ (فقه السنة) اس تفصیل سے واضح ہے کہ محرم کو سر اور ڈاڑھی پر تیل لگانے سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ احرام کی حالت میں زیب و زینت والی چیزوں کا استعمال ممنوع ہے اور تیل بھی اکثر علماء کے نزدیک اشیائے زینت ہی میں شامل ہے، اس لیے اس کا ترک ہی بہتر ہے جیسا کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(المعجم ١١٥) بَابُ [مَا جَاءَ فِي حَمْلِ مَاءِ زَمْزَمَ] (التحفة ١١٥)

باب: 115۔ زمزم کا پانی ساتھ لانا

٩٦٢- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب ما يدهن به المحرم، ح: ٣٠٨٣ من حديث وكيع به، ذكره ابن خزيمة، ح: ٢٦٥٢ وأشار إلى أنه ضعيف، وقال إن فرقد السبخي وهم في رفعه هذا الخبر. وأخرجه البخاري، ح: ١٥٣٧ موقوفًا على ابن عمر، وهو الصواب. وأشار البخاري في التبويب عليه بأن فعل ابن عمر هذا عند الإحرام أي حين يريد أن يحرم.

٩٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَزِيدَ الْجُعْفِيُّ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ [رَضِيَ اللهُ عَنْهَا] أَنَّهَا كَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَتُخْبِرُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَحْمِلُهُ.

[963] سیدنا عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ساتھ زمزم کا پانی لے جاتی تھیں اور بتاتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اسے لے جایا کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمزم کا پانی اپنے ساتھ دوسرے علاقوں میں لے جانا سنت ہے۔علاوہ ازیں اسے پینے کے علاوہ بھی ہر طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔بعض لوگوں نے اس کے بعض استعمالات کو مکروہ وحرام قرار دیا ہے۔لیکن بغیر دلیل کے کسی چیز کو حرام کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے؟

(المعجم ١١٦) بَابٌ: [أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ] (التحفة ١١٦)

باب: 116۔حاجی آٹھ ذوالحجہ (یوم الترویہ) کو ظہر کی نماز کہاں پڑھے؟

٩٦٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ الْوَاسِطِيُّ - الْمَعْنٰى وَاحِدٌ - قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: حَدِّثْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ: بِمِنًى، قَالَ: قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ، ثُمَّ قَالَ: افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ.

[964] عبدالعزیز بن رُفیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے ایسی چیز بتائیے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سمجھی ہو کہ آپ ﷺ نے ترویہ کے دن (آٹھ ذوالحجہ کو) ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انھوں نے جواب دیا۔منیٰ میں۔میں نے کہا: کوچ کے دن عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: ابطح (وادیٔ محصب) میں۔پھر فرمایا: ویسے ہی کرو جیسے تمھارے امیر کرتے ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيثِ إِسْحَاقَ [بْنِ يُوسُفَ] الْأَزْرَقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ. آخِرُ أَبْوَابِ الْحَجِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اسحاق بن یوسف ازرق کی ثوری سے روایت غریب ہے۔

فائدہ: آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھنا اور تیرہ ذوالحجہ کو منیٰ سے واپسی پر ابطح، یعنی محصب میں نماز پڑھنا ائمۂ اربعہ کے نزدیک مستحب ہے، لازم نہیں، اس لیے اگر کسی وجہ سے اس پر عمل نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

٩٦٣- أخرجه البيهقي: ٥/ ٢٠٢ من حديث ابن خزيمة عن أبي كريب به وأعل بما لا يقدح.

٩٦٤- أخرجه البخاري، الحج، باب: أين يصلي الظهر يوم التروية؟، ح: ١٦٥٣ ومسلم، ح: ١٣٠٩ من حديث إسحاق الأزرق به.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ٨) أَبْوَابُ الْجَنَائِزِ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ (التحفة ٦)

رسول اللہ ﷺ سے منقول جنازے کے احکام و مسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي ثَوَابِ الْمَرَضِ (التحفة ١)

٩٦٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَأَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي أُمَامَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَنَسٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَسَدِ بْنِ كُرْزٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَزْهَرَ وَأَبِي مُوسٰى. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

باب:1۔ بیمار کے لیے اجر وثواب

[965] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن بندے کو اگر کوئی کانٹا چبھتا ہے یا کوئی چھوٹی بڑی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس سے ایک گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

اس مسئلے میں سیدنا سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح، ابوہریرہ، ابوامامہ، ابوسعید، انس، عبداللہ بن عمرو، اسد بن کرز، جابر بن عبداللہ، عبدالرحمن بن ازہر اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔

٩٦٥- أخرجه مسلم، البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض ... إلخ، ح:٢٥٧٢ من حديث أبي معاوية الضرير به * وفي الباب عن سعد بن أبي وقاص [يأتي: ٢٣٩٨]، وأبي عبيدة بن الجراح [أحمد:١/١٩٦، والدارمي، ح:٢٧٦٦]، وأبي هريرة [يأتي:٢٠٨٨]، وأبي أمامة [ابن ماجه، ح:١٥٩٧]، وأبي سعيد [يأتي:٩٦٦]، وأنس [البخاري، ح:٥٦٥٣]، وعبدالله بن عمرو [أحمد:٢/١٥٩، ١٩٤، ١٩٨ والبخاري في الأدب المفرد، ح:٥٠٠]، وأسد بن كرز [عبدالله ابن أحمد في زوائد المسند:٤/٧٠]، وجابر [أحمد:٣/٣٤٩، ٣٨٦، ٤٠٠ والبخاري في الأدب المفرد، ح:٥٠٨]، وعبدالرحمن بن أزهر [الحاكم:٣/٤٣١]، وأبي موسى [يأتي:٣٢٥٢].

لغوی تشریح: [فَمَا فَوْقَهَا] کوئی تکلیف اور اذیت جو کانٹے سے بڑھ کر ہو یا کم تر۔ یہاں کم تر اور حقیر مراد لینا ہی بہتر ہے۔

٩٦٦- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا حَزَنٍ وَلَا وَصَبٍ حَتَّى الْهَمُّ يَهُمُّهُ إِلَّا يُكَفِّرُ اللهُ بِهِ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ».

[966] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن شخص کو جو دکھ بھی پہنچتا ہے، تھکان ہو یا غم وحزن ہو یا بیماری حتیٰ کہ وہ فکر و پریشانی جو اسے لاحق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی لغزشیں دور فرما دیتا ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ فِي هٰذَا الْبَابِ. قَالَ: وَسَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ: إِنَّهُ لَمْ يُسْمَعْ فِي الْهَمِّ أَنَّهُ يَكُونُ كَفَّارَةً إِلَّا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ. قَالَ: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس مسئلے میں حسن ہے۔ امام وکیع فرماتے ہیں: هَمّ (فکر و پریشانی) کا گناہوں کے کفارے کا باعث بننا میں نے صرف اس حدیث میں سنا ہے۔ اور بعض راویوں نے یہ حدیث عطاء بن یسار کے واسطے سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔

فائدہ: ایک مسلمان کے لیے ایمان کی یہ برکت ہے کہ اس کے لیے کسی قسم کا دکھ اور تکلیف یا بیماری و پریشانی محض دکھ اور مصیبت نہیں ہوتی بلکہ ایک پہلو سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہوتی ہے جس سے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے اور اس کے گناہوں کی صفائی ہوتی ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ وہ اپنی بیماری اور دوسری تکلیفوں اور مصیبتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کی تنبیہ سمجھ کر اپنی اصلاح کی فکر اور کوشش کرے۔ ان پر رونے پیٹنے کی بجائے صبر و شکر سے کام لے۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي عِيَادَةِ الْمَرِيضِ (التحفة ٢)

باب:2۔ مریض کی عیادت کا بیان

٩٦٧- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي

[967] سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا

٩٦٦ـ أخرجه أحمد: ٣/ ٢٤ من حديث أسامة بن زيد به، وأصله عند البخاري، ح: ٥٦٤١، ٥٦٤٢ ومسلم، ح: ٢٥٧٣ * أثر وكيع: سنده صحيح.

٩٦٧ـ أخرجه مسلم، البر والصلة، باب فضل عيادة المريض، ح: ٢٥٦٨ من حديث يزيد بن زريع به * وفي الباب عن علي [يأتي: ٩٦٩]، وأبي موسى [لعله يشير إلى حديث البخاري، ح: ٢٩٩٦ "إذا مرض العبد أو سافر كتب له مثل ما كان يعمل مقيمًا صحيحًا"] والبراء [يأتي: ١٧٦٠]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ٢٥٦٩]، وأنس [أبو داود، ح: ٣٠٩٧]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٠٤، والبخاري في الأدب المفرد، ح: ٥٢٢].

أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ».

ہے (تو وہ واپس آنے تک) جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّأَبِي مُوسٰى وَالْبَرَاءِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ وَّجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ثَوْبَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَرَوٰى أَبُو غِفَارٍ وَّعَاصِمٌ الْأَحْوَلُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. قَالَ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: مَنْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ فَهُوَ أَصَحُّ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَحَادِيثُ أَبِي قِلَابَةَ إِنَّمَا هِيَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيثَ فَهُوَ عِنْدِي عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابوموسیٰ، براء، ابوہریرہ، انس اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوغفار اور عاصم احول نے یہ حدیث ابوقلابہ سے بیان کی ہے اور ابوقلابہ اور ابواسماء کے درمیان ابواشعث کا واسطہ بیان کیا ہے۔ اور (امام ترمذی نے) کہا: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: اس حدیث میں ابواسماء سے ابواشعث کا واسطہ بیان کرنا ہی صحیح تر ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ابوقلابہ کی احادیث ابواسماء ہی سے مروی ہیں مگر یہ حدیث میرے نزدیک وہ ابواشعث کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔

٩٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ: قِيلَ: مَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: «جَنَاهَا».

[968] محمد بن وزیر واسطی کی سند سے یہ حدیث ابواشعث کے واسطے سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا [خُرْفَةُ الْجَنَّةِ] سے کیا مراد ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کا پھل۔''

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. نَحْوَ حَدِيثِ خَالِدٍ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

احمد بن عبدہ ضبی کی سند سے خالد کی حدیث کی مانند مروی ہے اور اس میں (ابوقلابہ اور ابواسماء کے درمیان) ابواشعث کا واسطہ بیان نہیں کیا گیا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض راویوں نے اسی حدیث کو حماد بن زید سے موقوفاً بیان کیا ہے۔

٩٦٨- أخرجه مسلم، البر والصلة، باب فضل عيادة المريض، ح:٢٥٦٨/ ٤٢ من حديث يزيد بن هارون به، انظر الحديث السابق.

فائدہ: ایک مسلمان جب کسی مسلمان کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو اس کا اصل مقصود اجروثواب کا حصول ہوتا ہے، اس لیے اس کا ہر قدم اجروثواب کا باعث ہے۔ اسی لیے عیادت کے لیے چلنے کو جنت اور اس کے پھلوں میں چلنے سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ یہ جنت میں جانے کا راستہ ہے۔

٩٦٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ ثُوَيْرٍ [هُوَ ابْنُ أَبِي فَاخِتَةَ]، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَخَذَ عَلِيٌّ بِيَدِي قَالَ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى الْحَسَنِ نَعُودُهُ، فَوَجَدْنَا عِنْدَهُ أَبَا مُوسَى فَقَالَ عَلِيٌّ - عَلَيْهِ السَّلَامُ -: أَعَائِدًا جِئْتَ يَا أَبَا مُوسَى أَمْ زَائِرًا؟ فَقَالَ: لَا بَلْ عَائِدًا، فَقَالَ عَلِيٌّ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ».

[969] ابوفاختہ کے بیٹے ثویر، اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: آؤ حسن کی عیادت کے لیے چلیں تو ہم نے ان کے پاس ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو پایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوموسیٰ! عیادت کے لیے آئے ہو یا ملاقات کے لیے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ عیادت کے لیے آیا ہوں، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان کی عیادت کے لیے آتا ہے تو اس کے لیے ستر ہزار فرشتے شام تک رحمت و بخشش کی دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اس کو جنت میں (پھلوں کا) باغ ملتا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ وَمِنْهُمْ مَنْ وَقَفَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ. اسْمُ أَبِي فَاخِتَةَ: سَعِيدُ بْنُ عِلَاقَةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب حسن ہے اور کئی سندوں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیان کی گئی ہے۔ اور بعض راویوں نے اس کو مرفوع کی بجائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے۔ ابوفاختہ کا نام سعید بن علاقہ ہے۔

فائدہ: مسلمان جب کسی مسلمان کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو وہ اس کو تسلی دیتا ہے۔ اس سے ہمدردی اور خیر خواہی کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے غم اور پریشانی کو ہلکا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بسا اوقات مسنون دم کرتا ہے۔ اس کو دعا دیتا ہے، اس لیے نبی ﷺ نے اس کو اونچے درجے کا نیک عمل قرار دیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے۔

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّمَنِّي لِلْمَوْتِ (التحفة ٣)

باب: 3۔ موت کی تمنا کرنا جائز نہیں

٩٦٩- [صحيح لغيره بلفظ «شامتًا» مكان «زائرًا»] أخرجه البغوي في شرح السنة، ح: ١٤١٠ من حديث إسرائيل به وقال: "حسن" * ثُوير ضعيف وللحديث شواهد عند أحمد: ١/ ٩٧، ١١٨ وابن ماجه، ح: ١٤٤٢ وغيرهما أنظر: الصحيحة للألباني، ح: ١٣٦٧.

٩٧٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى خَبَّابٍ وَّقَدِ اكْتَوٰى فِي بَطْنِهِ فَقَالَ: مَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ لَقِيَ مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَقِيتُ، لَقَدْ كُنْتُ مَا أَجِدُ دِرْهَمًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَفِي نَاحِيَةِ [مِّنْ] بَيْتِي أَرْبَعُونَ أَلْفًا وَّلَوْلَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَانَا - أَوْ نَهٰى - أَنْ يُّتَمَنَّى الْمَوْتُ لَتَمَنَّيْتُ.

[970] حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ اپنے پیٹ پر داغ لگوا چکے تھے۔ انھوں نے کہا: میرے علم میں نبی ﷺ کے ساتھیوں میں سے کسی کو میرے جتنے مصائب سے دوچار ہونا نہیں پڑا۔ میرے پاس نبی ﷺ کے عہد میں ایک درہم بھی نہیں تھا اور اب میرے گھر کے کونے میں چالیس ہزار درہم ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع نہ کیا ہوتا یا موت کی تمنا سے روکا نہ ہوتا تو میں موت کی تمنا کرتا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ وَّجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ خَبَّابٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَّزَلَ بِهِ، وَلْيَقُلِ: اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي».

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، انس اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی کسی دکھ اور تکلیف کے پہنچنے سے موت کی تمنا نہ کرے، (اگر ضروری کرنا ہی ہو) تو یوں کہے: [اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي] ''اے اللہ! میرے لیے جب تک زندگی بہتر ہو اس وقت تک مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو اس وقت مجھے دنیا سے اٹھا لے۔''

فوائد و مسائل: ① سیدنا خباب رضی اللہ عنہ بنو تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ دور جاہلیت میں ان کو قیدی بنالیا گیا تھا اور مکے میں فروخت کر دیا گیا، اس لیے اسلام لانے کی پاداش میں انھیں انتہائی ظلم و ستم برداشت کرنا پڑا اور فتوحات سے پہلے اکثر صحابہ کی طرح فقر و فاقے اور تنگی کی زندگی گزاری۔ ② [كَيّ] آگ سے داغ لگوانا، عربوں کے ہاں ایک معروف طریقۂ علاج تھا اور وہ لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ شفا اور تندرستی میں داغنا فی ذاتہ موثر ہے اور اس میں شفا یقینی ہے، حالانکہ اس میں مریض کے لیے انتہائی تکلیف یقینی بات ہے، جبکہ شفا ایک موہوم چیز ہے، اس لیے داغنے کے ذریعے سے علاج شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں۔ لیکن اگر اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہے تو اسے علاج کی ایک صورت خیال کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ پر بھروسا اور اعتماد رکھتے ہوئے، اختیار کیا جا سکتا ہے کہ شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور یہ ایک دوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو کارگر ہوگی ورنہ

٩٧٠- أخرجه ابن ماجه، الزهد، باب: في البناء والخراب، ح: ٤١٦٣ من حديث أبي إسحاق به، وللحديث طرق عند البخاري، ح: ٥٦٧٢ ومسلم، ح: ٢٦٨١ وغيرهما * وفي الباب عن أبي هريرة [البخاري، ح: ٥٦٧٣ ومسلم، ح: ٢٦٨٢] وأنس [يأتي: ٩٧١]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٣٢].

نہیں۔ ③ دنیوی تکالیف اور پریشانیوں سے گھبرا کر موت کی آرزو اور دعا کرنا بڑی بے عقلی، کم ہمتی اور بے صبری کی بات ہے، نیز ایمان کی کمزوری کی علامت ہے جبکہ اس پر صبر وثبات سے کام لینا، اجر وثواب اور درجات کی بلندی کا باعث ہے اور اس سے انسان کو اپنی اصلاح کا موقع بھی ملتا ہے۔ زندگی کی صورت میں نیکیوں کے ذخیرے میں اضافہ کرنے اور برے اعمال سے توبہ و استغفار کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا موقع ملتا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے موت کی تمنا اور آرزو کرنے سے منع فرمایا ہے اور لاچاری اور مجبوری کی حالت میں مشروط طور پر دعا کرنے کی اجازت دی ہے کہ اگر زندگی نیکیوں اور طاعات کا وسیلہ بنتی ہے تو زندہ رکھ اور اگر گناہوں کا، رونے پیٹنے اور بے صبری کا باعث بنتی ہے تو مجھے موت دے دے۔

٩٧١- حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِذٰلِكَ.

[971] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت علی بن حجر کی سند سے بھی مروی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّعَوُّذِ لِلْمَرِيضِ (التحفة ٤)

باب: 4۔ مریض کو دم کرنا

٩٧٢- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّ جِبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «يَا مُحَمَّدُ اشْتَكَيْتَ؟» قَالَ: «نَعَمْ». قَالَ: «بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَعَيْنٍ حَاسِدٍ بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ وَاللهُ يَشْفِيكَ».

[972] سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' تو جبریل علیہ السلام نے یہ کلمات پڑھے: [بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَعَيْنٍ حَاسِدٍ، بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ وَاللهُ يَشْفِيكَ] ''میں اللہ کے نام سے آپ کو اس چیز سے دم کرتا ہوں جو آپ کو تکلیف دیتی ہے اور ہر جاندار کے شر سے اور حسد کرنے والی آنکھ سے، میں اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں اور اللہ آپ کو شفا دے گا۔''

٩٧٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ

[973] عبدالعزیز بن صہیب بیان کرتے ہیں کہ میں

٩٧١- أخرجه البخاري، الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة، ح: ٦٣٥١ ومسلم، ح: ٢٦٨٠ من حديث إسماعيل ابن علية به.

٩٧٢- أخرجه مسلم، السلام، باب الطب والمرض والرقى، ح: ٢١٨٦ عن بشر بن هلال به.

٩٧٣- أخرجه البخاري، الطب، باب رقية النبي ﷺ، ح: ٥٧٤٢ من حديث عبدالوارث به * وفي الباب عن أنس [يعني هذا الحديث، وانظر المسند لأحمد: ٣/ ٢٦٧]، وعائشة [مسلم، ح: ٢١٨٥].

سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ ثَابِتٌ: يَا أَبَا حَمْزَةَ اشْتَكَيْتُ، فَقَالَ أَنَسٌ: أَفَلَا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: بَلٰى. قَالَ: «اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ الْبَاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا».

اور ثابت بنانی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ثابت نے عرض کی: اے ابوحمزہ! میں بیمار ہوں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کے دم کے ساتھ دم نہ کروں؟ اس نے کہا: کیوں نہیں؟ (ضرور دم کریں۔) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے پڑھا: [اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ الْبَأْسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا] ''اے اللہ! لوگوں کے رب! (پروردگار و مشکل کشا!) تنگی و شدت کو دور کرنے والے! شفا بخش۔ تو ہی شفا عطا فرمانے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں۔ ایسی شفا دے جو کوئی بیماری نہ رہنے دے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَالَ: وَسَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقُلْتُ لَهُ: رِوَايَةُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَصَحُّ أَوْ حَدِيثُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ؟ قَالَ: كِلَاهُمَا صَحِيحٌ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ.

اس مسئلے میں سیدنا انس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے ابوزرعہ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا اور اس سے کہا: عبدالعزیز کی ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ابونضرہ کے واسطے سے روایت زیادہ صحیح ہے یا عبدالعزیز کی انس سے؟ انھوں نے کہا: دونوں صحیح ہیں۔ عبدالصمد بن عبدالوارث اپنے باپ سے یہ روایت سیدنا ابوسعید اور انس رضی اللہ عنہما دونوں سے عبدالعزیز بن صہیب کے واسطے سے بیان کرتا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صحت و تندرستی کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے بیماری کی حالت میں صحت و تندرستی کی درخواست اسی سے کرنی چاہیے۔ اس کے سوا کوئی شفا عطا نہیں کرسکتا۔ اور اس کے لیے دعائیہ کلمات سے دم کروانا جائز اور مسنون ہے۔ یہ توکل اور اعتماد کے منافی نہیں۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَثِّ عَلَى الْوَصِيَّةِ (التحفة ٥)

باب:5۔ وصیت لکھ رکھنے کی ترغیب

٩٧٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا حَقُّ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ وَلَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ». [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى.

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[974] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دو راتیں بھی اس حال میں گزارے کہ اس کے پاس کوئی قابل وصیت چیز ہو اور اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔“ (امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اس مسئلے میں سیدنا ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جمہور کا موقف یہ ہے کہ جس شخص کے پاس کوئی امانت ہو یا اس کے ذمے کسی کا قرض ہو یا کسی کا حق ہو، اللہ تعالیٰ کا ہو یا بندے کا، وارث کا ہو یا غیر وارث کا تو اس کے لیے وصیت کرنا لازم ہے۔ اگر کسی قسم کا کوئی حق اس کے ذمے نہ ہو تو پھر وصیت لازم نہیں۔ لیکن ظاہریہ کے نزدیک وہ قریبی رشتے دار جو میراث کے حقدار نہیں ان کے لیے بہرصورت وصیت کرنا ضروری ہے۔ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر بیٹا یا بیٹی فوت ہو جائے اور ان کے محتاج اور ضرورت مند بچے موجود ہوں جو وراثت سے محروم ہو گئے ہیں تو ان کے حق میں دادا اور نانا کو ضرور وصیت کرنی چاہیے۔ چونکہ موت کا کوئی پتا نہیں، اس لیے بہتر یہی ہے کہ اگر وصیت کرنے کی ضرورت ہو تو وہ اسے تحریر کر کے رکھ لے۔ (شرح صحیح مسلم، للنووي: 39/2)

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ (التحفة ٦)

باب: 6۔ ایک تہائی اور چوتھائی کی وصیت کرنا

٩٧٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: عَادَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا مَرِيضٌ فَقَالَ: «أَوْصَيْتَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «بِكَمْ؟» قُلْتُ: بِمَالِي كُلِّهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، قَالَ: «فَمَا تَرَكْتَ لِوَلَدِكَ؟» قَالَ:

[975] سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میری بیماری میں میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو آپ نے پوچھا: ”تو نے وصیت کی ہے؟“ میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”کتنے مال کی؟“ میں نے کہا: میں نے سارا مال اللہ کی راہ میں دینے کی وصیت کی ہے۔

٩٧٤- أخرجه مسلم، الوصية، باب وصية الرجل مكتوبة عنده، ح: ١٦٢٧ من حديث ابن نمير، والبخاري، ح: ٢٧٣٨ من حديث نافع به * وفي الباب عن ابن أبي أوفى [البخاري، ح: ٤٤٦٠ ومسلم، ح: ١٦٣٤].

٩٧٥- أخرجه النسائي، الوصايا، باب الوصية بالثلث: ٦/ ٢٤٣، ح: ٣٦٦١ من حديث جرير بن عبدالحميد به، ورواه زائدة بن قدامة وأبوالأحوص وخالد بن عبدالله وغيرهم عن عطاء به وهو حدث به قبل اختلاطه وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ١٢٩٥ ومسلم، ح: ١٦٢٨ من حديث سعد بن أبي وقاص به * وفي الباب عن ابن عباس [البخاري، ح: ٢٧٤٣ ومسلم: ١٦٢٩].

هُمْ أَغْنِيَاءُ بِخَيْرٍ ، قَالَ: «أَوْصِ بِالْعُشْرِ»، قَالَ: فَمَا زِلْتُ أُنَاقِصُهُ حَتّٰى قَالَ: «أَوْصِ بِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ كَبِيرٌ» . قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: وَنَحْنُ نَسْتَحِبُّ أَنْ يَنْقُصَ مِنَ الثُّلُثِ لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ: «وَالثُّلُثُ كَبِيرٌ».

آپ نے فرمایا: ''تو نے اپنی اولاد کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہ سب غنی اور اچھے حالات کے مالک ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''دسویں حصے کی وصیت کردو۔'' پھر میں مسلسل آپ ﷺ سے کم کرواتا رہا، حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: ''تہائی کی وصیت کرو اور تہائی بھی بہت ہے۔'' ابوعبدالرحمن (راوی) فرماتے ہیں: ہم تہائی سے کم کرنے کو پسند کرتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تہائی بھی بہت ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ سَعْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ: كَبِيرٌ، وَيُرْوٰى: كَثِيرٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ أَنْ يُوصِيَ الرَّجُلُ بِأَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ وَيَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَنْقُصَ مِنَ الثُّلُثِ. وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ فِي الْوَصِيَّةِ الْخُمُسَ دُونَ الرُّبُعِ، وَالرُّبُعَ دُونَ الثُّلُثِ، وَمَنْ أَوْصٰى بِالثُّلُثِ فَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا، وَلَا يَجُوزُ لَهُ إِلَّا الثُّلُثَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور ان سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ ان (سعد رضی اللہ عنہ) سے یوں بھی منقول ہے کہ: [اَلثُّلُثُ كَبِيرٌ] ''یعنی تہائی بہت بڑا حصہ ہے۔'' اور یوں بھی کہ [اَلثُّلُثُ كَثِيرٌ] ''تہائی بہت ہے۔'' اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ تہائی سے کم وصیت کرے، اس سے زیادہ کی وصیت کو وہ درست نہیں سمجھتے۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں: سلف ربع (چوتھائی) سے کم خمس (پانچواں) حصہ مستحب سمجھتے تھے اور ثلث (تہائی) سے کم چوتھائی حصہ وصیت کرنا پسند کرتے تھے اور جس نے تہائی وصیت کی، اس نے اپنے حق سے کچھ نہ چھوڑا، کیونکہ اس کے لیے تہائی ہی کی وصیت کا اختیار ہے۔

فائدہ: ہر شخص کو اپنے مال میں زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کی وصیت کرنا جائز ہے اور اس سے جس قدر کم کرے اتنا ہی بہتر ہے۔ اگر مرنے والے کا کوئی وارث نہ ہو تو احناف کے نزدیک ایک تہائی سے زائد کی وصیت جائز ہے، یہاں تک کہ کل مال کی وصیت بھی جائز ہے۔ (ردالمحتار: 652/6) جمہور کا موقف یہ ہے کہ تہائی سے زائد جائز نہیں۔ (شرح صحیح مسلم: 39/2) سیدنا ابن مسعود اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔ امام اسحاق اور احمد رحمہما اللہ کا ایک قول یہی ہے، مالک، اوزاعی، حسن اور شافعی جمہور کے ساتھ ہیں۔ (تحفة الأحوذي: 127/2)

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَلْقِينِ الْمَرِيضِ عِنْدَ الْمَوْتِ وَالدُّعَاءِ لَهُ [عِنْدَهُ] (التحفة ٧)

باب: 7۔موت کے وقت بیمار کو تلقین کرنا اور اس کے سامنے اس کے حق میں دعا کرنا

٩٧٦- حَدَّثَنَا أَبُوسَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ».

[976] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مرنے والوں کو لا إله إلّا الله کی تلقین کرو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَعَائِشَةَ وَجَابِرٍ وَسُعْدَى الْمُرِّيَّةِ، وَهِيَ امْرَأَةُ طَلْحَةَ ابْنِ عُبَيْدِ اللهِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، سیدہ ام سلمہ، عائشہ، سیدنا جابر رضی اللہ عنہم اور سیدہ سعدیٰ مُرّیّہ رضی اللہ عنہا جو سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب حسن صحیح ہے۔

٩٧٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيضَ أَوِ الْمَيِّتَ فَقُولُوا خَيْرًا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلٰى مَا تَقُولُونَ» قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا سَلَمَةَ مَاتَ، قَالَ: «فَقُولِي: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَلَهُ وَأَعْقِبْنِي مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً»، قَالَتْ: فَقُلْتُ: فَأَعْقَبَنِي اللهُ مِنْهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ رَسُولَ اللهِ ﷺ.

[977] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''جب تم بیمار یا قریب المرگ کے پاس جاؤ تو اچھی بات کہو بلاشبہ جو کچھ تم کہتے ہو، فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔'' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! ابوسلمہ فوت ہوگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تم یوں کہو: [اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَلَهُ وَأَعْقِبْنِي مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً] ''اے اللہ! مجھے اور اسے معاف کر دے اور اس کے بدلے میں مجھے اس سے بہتر عنایت فرما۔'' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے بدلے میں اس سے بہترین، یعنی رسول اللہ ﷺ عنایت فرما دیے۔

٩٧٦_ أخرجه مسلم، الجنائز، باب تلقين الموتى: لا إله إلا الله، ح: ٩١٦ من حديث بشر بن المفضل به * وفي الباب عن أبي هريرة [مسلم، ح: ٩١٧]، وأم سلمة [يأتي: ٩٧٧]، وعائشة [النسائي، ح: ١٨٢٨]، وجابر [العقيلي: ٣/ ٧٢، ٧٣ والبزار: ١/ ٣٧٣]، وسعدى المرية [لعله يشير إلى حديث الطبراني في الكبير: ٢٤/ ٣٠٤، ح: ٧٧٢].

٩٧٧_ أخرجه مسلم، الجنائز، باب ما يقال عند المريض والميت، ح: ٩١٩ من حديث أبي معاوية الضرير به.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: شَقِيقٌ هُوَ ابْنُ سَلَمَةَ أَبُووَائِلٍ الْأَسَدِيُّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أُمِّ سَلَمَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ كَانَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُلَقَّنَ الْمَرِيضُ عِنْدَ الْمَوْتِ قَوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا قَالَ ذٰلِكَ مَرَّةً فَمَا لَمْ يَتَكَلَّمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُلَقَّنَ وَلَا يُكْثَرَ عَلَيْهِ فِي هٰذَا. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ: أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ جَعَلَ رَجُلٌ يُلَقِّنُهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَكْثَرَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ: إِذَا قُلْتُ مَرَّةً فَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا لَمْ أَتَكَلَّمْ بِكَلَامٍ. وَإِنَّمَا مَعْنٰى قَوْلِ عَبْدِ اللهِ إِنَّمَا أَرَادَ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ كَانَ آخِرُ قَوْلِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ».

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شقیق سے مراد ابن سلمہ ابووائل اسدی ہے۔ اور امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اس بات کو پسند کیا جاتا تھا کہ بیمار کو موت کے وقت لا إلٰه إلا الله کی تلقین کی جائے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ جب وہ ایک دفعہ کلمہ کہہ دے تو جب تک اس کے بعد گفتگو نہ کرے، اسے تلقین کرنا مناسب نہیں اور تلقین زیادہ دفعہ بھی نہیں کرنی چاہیے۔ امام ابن مبارک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو ایک آدمی انھیں لا إلٰه إلا الله کی تلقین کرنے لگا اور کثرت سے کہنے لگا تو امام عبداللہ رحمہ اللہ نے اس سے کہا: جب میں نے ایک دفعہ کہہ دیا تو جب تک میں کوئی گفتگو نہ کروں اس پر قائم سمجھا جاؤں گا۔ عبداللہ رحمہ اللہ کے اس قول کے معنی یہ ہیں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ”جس کا آخری بول لا إلٰه إلا الله ہوگا، جنت میں داخل ہوگا۔“ (تو جب تک میں گفتگو نہ کروں میرا آخری بول یہی تصور ہوگا۔)

فوائد و مسائل: ① جب کوئی شخص کسی مریض کے پاس جائے تو اس کے حق میں صحت و سلامتی کی دعا کرے اور مرنے والے کے پاس جائے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت اور رحمت و معافی کی دعا کرے کیونکہ ایسے وقت میں فرشتے اس کے کلمات پر آمین کہتے ہیں۔ کسی قسم کے غلط کلمات نہیں بولنے چاہئیں۔ ② [لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ] میں تلقین کا انداز یہ ہونا چاہیے، اس بارے میں کچھ علماء کی رائے یہ ہے کہ وہاں موجود لوگ قدرے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھیں تاکہ اس کا دل و دماغ اللہ تعالیٰ کی توحید و وحدانیت کی طرف متوجہ ہو جائے اور وہ اس کلمے کو پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کرے، لیکن اس کو پڑھنے کا حکم نہ دیا جائے کیونکہ مریض پر آخری لمحات بڑے کٹھن ہوتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پریشانی اور اضطراب کی حالت میں انکار کر دے، اس طرح تلقین کثرت کے ساتھ کرنا یا مسلسل کرنا بھی درست نہیں ہے۔ (شرح صحيح مسلم، للنووي: 300/1، تعليقات سلفية، نسائي: 211/1) دوسرے بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ اگر قریب المرگ شخص کے ہوش و حواس قائم ہوں، وہ کسی گھبراہٹ اور پریشانی کا شکار نہ ہو اور یہ خطرہ نہ ہو کہ وہ منہ سے کوئی غلط بات نکال دے گا تو اسے نرمی سے کلمہ پڑھنے کا کہنا چاہیے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک انصاری کی عیادت کرتے ہوئے فرمایا: اے ماموں! [قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ] ”لا إلٰه إلا الله کہیے۔“ (كتاب الجنائز، للألباني، ص: 19) اور [مَوْتَاكُمْ] سے مراد قریب المرگ مریض ہے، جس پر موت کے آثار نمایاں ہو چکے ہوں۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ عِنْدَ الْمَوْتِ (التحفة ٨)

باب:8۔موت کے وقت کی شدت وسختی کا بیان

٩٧٨۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ سَرْجِسَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهُ قَدَحٌ فِيهِ مَاءٌ وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ يَقُولُ: «اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ».

[978] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو موت کے وقت دیکھا ہے، آپ کے پاس ایک پیالہ پڑا تھا جس میں پانی تھا۔ آپ اپنا ہاتھ پیالے میں ڈالتے، پھر اپنے چہرے پر پھیر لیتے، پھر فرماتے: ”اے اللہ! موت کی شدتوں اور سختیوں یا موت کی مدہوشیوں (کے دور کرنے) میں میری مدد فرما۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

لغوی تشریح: [غَمَرات] واحد [غمرة] ہے، شدت وسختی۔ [سکرات: سکرة] کی جمع ہے۔ اس سے مراد بھی موت کی شدت ہے۔ اس صورت میں عطف بیان یا تفسیری ہے یا شدت کے نتیجے میں پیدا ہونے والی دہشت وحیرت ہے۔

٩٧٩۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ: حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحَلَبِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا أَغْبِطُ أَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

[979] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں کسی کی موت کی آسانی اور سہولت پر رشک نہیں کرتی، اس کے بعد کہ میں رسول اللہ ﷺ کی موت کی شدت دیکھ چکی ہوں۔

قَالَ: وَسَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ [وَ]قُلْتُ لَهُ: مَنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْعَلَاءِ؟ فَقَالَ: هُوَ ابْنُ الْعَلَاءِ بْنِ اللَّجْلَاجِ وَإِنَّمَا أَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ترمذی کا قول ہے: میں نے اس حدیث کے بارے میں ابوزرعہ رحمہ اللہ سے پوچھا اور کہا: عبدالرحمن بن علاء کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: وہ علاء بن لجلاج کا بیٹا ہے اور ہم یہ حدیث اسی سند سے جانتے ہیں۔

لغوی تشریح: [هَون] (زبر کے ساتھ) آسانی وسہولت، [هُون] (ھ پر پیش ہوتو) ذلت ورسوائی۔

٩٧٨۔ [صحيح بطريق أخرى عند البخاري (٤٤٤٩)] أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في ذكر مرض رسول الله ﷺ، ح: ١٦٢٣ من حديث الليث بن سعد به، وصححه الحاكم: ٢/ ٤٦٥، ٣/ ٥٦، ٥٧ والذهبي * موسى بن سرجس: مجهول.

٩٧٩۔ أخرجه المزي في تهذيب الكمال: ١٤/ ٥٠٣ من حديث العلاء بن اللجلاج به، وسنده ضعيف وله شواهد عند البخاري، ح: ٥٦٤٦ ومسلم، ح: ٢٥٧٠ وغيرهما.

فائدہ: بیماری کی شدت اور سختی برے انجام یا برا ہونے کی دلیل و علامت نہیں اور بیماری کی سہولت و آسانی بھی عزت و تکریم کی نشانی نہیں۔ مومن بیماری کی شدت میں تو مبتلا کیا جاسکتا ہے لیکن اس کی روح آسانی کے ساتھ نکل جاتی ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ بھی بیماری کی شدت میں مبتلا تھے لیکن روح نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ نکل گئی تھی۔

٩٨٠- [حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَامُ بْنُ الْمِصَكِّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ نَفْسَ الْمُؤْمِنِ تَخْرُجُ رَشْحًا، وَلَا أُحِبُّ مَوْتًا كَمَوْتِ الْحِمَارِ». قِيلَ: وَمَا مَوْتُ الْحِمَارِ؟ قَالَ: «مَوْتُ الْفَجْأَةِ»].

[980] سیدنا عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''مومن کی جان پسینے کی صورت میں (آسانی کے ساتھ) نکلتی ہے اور میں گدھے جیسی موت پسند نہیں کرتا۔'' پوچھا گیا: گدھے کی موت سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچانک موت۔''

(المعجم ٩) بَابٌ: [فِي فَضْلِ حَسَنَاتِ طَرَفَيِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ] (التحفة ٩)

باب: 9۔ دن اور رات کے شروع اور آخر میں نیک اعمال کی فضیلت

٩٨١- [حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحَلَبِيُّ عَنْ تَمَّامِ بْنِ نَجِيحٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ حَافِظَيْنِ رَفَعَا إِلَى اللهِ مَا حَفِظَا مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، فَيَجِدُ اللهُ فِي أَوَّلِ الصَّحِيفَةِ وَفِي آخِرِ الصَّحِيفَةِ خَيْرًا، إِلَّا قَالَ اللهُ تَعَالَى: أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي مَا بَيْنَ طَرَفَيِ الصَّحِيفَةِ»].

[981] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو محافظ (ریکارڈ رکھنے والے) فرشتے انسان کا دن یا رات کا محفوظ کیا گیا عمل اللہ کے حضور پیش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نامۂ اعمال کے شروع اور آخر میں خیر اور بھلائی پاتا ہے تو فرماتا ہے: میں تمھیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے اپنے بندے کے دفترِ اعمال کے درمیانی حصے کو معاف فرما دیا۔''

(المعجم ١٠) بَابُ [مَا جَاءَ أَنَّ الْمُؤْمِنَ يَمُوتُ بِعَرَقِ الْجَبِينِ] (التحفة ١٠)

باب: 10۔ مومن پیشانی کے پسینے سے فوت ہوتا ہے

٩٨٠ـ [ضعيف] أخرجه الطبراني في الأوسط: ٦/ ٤٢٠، ح: ٥٨٩٨ من حديث مسلم بن إبراهيم به * حسام، ضعيف يكاد أن يترك (تقريب) وللحديث شواهد ضعيفة عند البيهقي في الشعب، ح: ١٠٢١٦ وغيره.

٩٨١ـ [ضعيف] أخرجه البزار (كشف الأستار): ٤/ ٨٣، ح: ٣٢٥٢ عن زياد بن أيوب به وأورده ابن الجوزي في العلل، ح: ٢٨ وقال: "هذا حديث لا يصح" * تمام: ضعيف.

٩٨٢- حَدَّثَنَا [مُحَمَّدُ] بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمُؤْمِنُ يَمُوتُ بِعَرَقِ الْجَبِينِ».

[982] سیدنا عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مومن پیشانی کے پسینے کے ساتھ مرتا ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَ[قَدْ] قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ لَا نَعْرِفُ لِقَتَادَةَ سَمَاعًا مِّنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور بعض محدثین کے نزدیک قتادہ کا عبداللہ بن بریدہ سے سماع ثابت نہیں۔

فائدہ: ''پیشانی کے پسینے'' سے علماء نے مختلف معانی مراد لیے ہیں: ① مومن کی زندگی جہد مسلسل اور عمل پیہم کا نام ہے۔ ایک طرف رزق حلال کے حصول کے لیے محنت وکوشش کرتا ہے تو دوسری طرف نماز، روزہ وغیرہ عبادات کے لیے محنت ومشقت برداشت کرتا ہے۔ ② موت کے وقت اس پر سختی وشدت طاری ہوتی ہے جس سے پیشانی عرق آلود ہوجاتی ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک صاف ہوجائے یا اس کے درجات اور مراتب بلند کیے جائیں۔ ③ مومن کو موت کے وقت جب کامیابی وکامرانی کی بشارت ملتی ہے تو اس کی نظر اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی طرف جاتی ہے تو اس پر خجالت اور شرم وحیا کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، جس کی بنا پر اس کی پیشانی پسینے سے شرابور ہوجاتی ہے۔ ④ پیشانی پر پسینہ مومنانہ موت کی علامت ہے جو اس کی خیر ونیکی کی دلیل ہے۔ (تحفة الأحوذي: 128/2، التعليقات السلفية، نسائي: 211/1)

(المعجم ١١) بَابُ [الرَّجَاءِ بِاللهِ وَالْخَوْفِ بِالذَّنْبِ عِنْدَ الْمَوْتِ] (التحفة ١١)

باب: 11۔ موت کے وقت اللہ سے امید اور گناہوں سے خوف ہونا چاہیے

٩٨٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ [الْكُوفِيُّ] وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَزَّازُ الْبَغْدَادِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى شَابٍّ وَهُوَ فِي

[983] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک نوجوان کے پاس گئے جو قریب المرگ تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں اللہ تعالیٰ سے (رحم وکرم کا) امیدوار

٩٨٢- أخرجه النسائي، الجنائز، باب علامة موت المؤمن: ٤/ ٥، ٦، ح: ١٨٢٩ عن محمد بن بشار به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣٠٠٠ والحاكم على شرط الشيخين: ١/ ٣٦١ ووافقه الذهبي * قتادة، تابعه كهمس بن الحسن القيسي عند النسائي: ٤/ ٦، ح: ١٨٣٠ وإسناده صحيح * وفي الباب عن ابن مسعود [البزار (كشف): ١/ ٣٧٠، ح: ٧٧٩].

٩٨٣- [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، ح: ٤٢٦١ من حديث سيار به، وصححه ابن الملقن في تحفة المحتاج، ح: ٧٦٣.

الْمَوْتِ فَقَالَ: «كَيْفَ تَجِدُكَ؟»، قَالَ: وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَرْجُو اللّٰهَ وَإِنِّي أَخَافُ ذُنُوبِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ فِي مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُو، وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ».

ہوں اور اپنے گناہوں (کے مؤاخذے) سے ڈر رہا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس قسم کے موقع پر جس بندے کے دل میں یہ دونوں کیفیتیں جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے وہی عنایت فرما دیتا ہے جس کی اسے امید ہوتی ہے اور جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے اس سے اس کو امن دے دیتا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور بعض راویوں نے اسے ثابت سے مرسل (انس رضی اللہ عنہ کے واسطے کے بغیر) بیان کیا ہے۔

فائدہ: صاحب ایمان کے لیے خوف اور امید دونوں کیفیتوں کا حامل ہونا ضروری ہے۔ جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالے تو مؤاخذے کا خوف ہو۔ کیونکہ مؤاخذے کے ڈر کے بغیر انسان گناہوں سے باز نہیں رہ سکتا اور جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف دھیان کرے تو مغفرت اور بخشش کی امید رکھے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ کا فرمان ہے کہ میں اپنے بندے سے وہی سلوک کرتا ہوں جس کا وہ میرے بارے میں گمان رکھتا ہے۔'' (صحيح البخاري، التوحيد، حديث: 7405، 7505) اس لیے زندگی میں خوف و اندیشے کا غلبہ ہونا چاہیے تاکہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہے اور موت کے وقت امید و آس کا غلبہ ہونا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا سامان پیدا ہو سکے۔

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ النَّعْيِ (التحفة ١٢)

باب:12۔ موت کی تشہیر ناپسندیدہ ہے

٩٨٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ وَهَارُونُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ عَنْبَسَةَ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالنَّعْيَ فَإِنَّ النَّعْيَ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ». قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: وَالنَّعْيُ أَذَانٌ بِالْمَيِّتِ.

[984] سیدنا عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے آپ کو موت کی تشہیر کرنے سے بچاؤ کیونکہ موت کی تشہیر کرنا جاہلیت کا کام ہے۔'' سیدنا عبداللہ نے کہا: نَعْي سے مراد میت سے آگاہ کرنا ہے۔ (اس کے مرنے کی تشہیر کرنا ہے۔)

وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ.

اس مسئلے میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔

٩٨٥- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ:

[985] علقمہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا حدیث

٩٨٤- [ضعيف] * أبو حمزة ميمون الأعور: ضعيف كما في التقريب وغيره، عنبسة هو ابن سعيد * وفي الباب عن حذيفة [يأتي: ٩٨٦].

٩٨٥- [ضعيف] انظر الحديث السابق.

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْعَدَنِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ [عَنِ النَّبِيِّ ﷺ] نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ وَالنَّعْيُ: أَذَانٌ بِالْمَيِّتِ.

بیان کرتے ہیں مگر اس کو نبی ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتے اور اس میں یہ جملہ بھی نہیں ہے ''نَعْي سے مراد میت کی تشہیر کرنا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عَنْبَسَةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ. وَأَبُو حَمْزَةَ هُوَ مَيْمُونٌ الْأَعْوَرُ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ. وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ النَّعْيَ، وَالنَّعْيُ عِنْدَهُمْ أَنْ يُنَادٰى فِي النَّاسِ أَنَّ فُلَانًا مَاتَ لِيَشْهَدُوا جَنَازَتَهُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا بَأْسَ أَنْ يُعْلِمَ الرَّجُلُ قَرَابَتَهُ وَإِخْوَانَهُ، وَرُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا بَأْسَ بِأَنْ يُعْلِمَ الرَّجُلُ قَرَابَتَهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث (موقوف) عنبسہ رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا (پہلی حدیث) سے زیادہ صحیح ہے۔ اور ابوحمزہ سے مراد میمون اعور ہے اور وہ محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ بعض اہل علم نے نَعْي کو مکروہ کہا ہے اور ان کے نزدیک نَعْي کے یہ معنی ہیں کہ لوگوں میں یہ اعلان کیا جائے کہ فلاں فوت ہوگیا ہے تاکہ وہ اس کے جنازے میں شریک ہوں۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی اس کے رشتے داروں اور بھائیوں کو اطلاع دے۔ ابراہیم کا قول ہے: اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان اس کے رشتے داروں کو آگاہ کرے۔

٩٨٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ: حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ سُلَيْمٍ الْعَبْسِيُّ عَنْ بِلَالِ بْنِ يَحْيَى الْعَبْسِيِّ، عَنْ حُذَيْفَةَ [ابْنِ الْيَمَانِ] قَالَ: إِذَا مِتُّ فَلَا تُؤْذِنُوا بِي أَحَدًا، إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ نَعْيًا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَنْهٰى عَنِ النَّعْيِ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ].

[986] سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں مر جاؤں تو میری (موت کی) اطلاع کسی کو نہ دینا، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہیں یہ نَعْي میں شمار نہ ہو اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو نَعْي (موت کی تشہیر) سے منع کرتے سنا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: مذکورہ تینوں روایات ضعیف ہیں، اس لیے کہ ''نَعْي'' کے لغوی معنی موت کی خبر یا اطلاع دینا ہے، لہٰذا ایسا کرنا نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو سیدنا زید، سیدنا جعفر اور سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی موت کی خبر دی تھی۔ (صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، حديث:3757) اس کی تین صورتیں ہیں: * عزیز و اقارب، دوست احباب اور نیک لوگوں کو اطلاع دینا، یہ مسنون ہے۔ * فخر و مباہات کے لیے لوگوں کو اکٹھا کرنا، یہ مکروہ ہے۔ * جاہلیت کے

٩٨٦- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء في النهي عن النعي، ح: ١٤٧٦ من حديث حبيب العبسي به، وقال ابن معين في بلال بن يحيى: "روايته عن حذيفة مرسلة" وبه ضعف الحديث.

انداز میں تشہیر کرنا (تحفة الأحوذي: 129/2) اس کی دو صورتیں تھیں۔ ○ جاہلیت کے دور میں جب کوئی بڑا آدمی مرجاتا یا قتل کردیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو گھوڑے پر سوار کر کے مختلف قبائل کی طرف بھیجتے تھے وہ روتا جاتا اور کہتا جاتا تھا: أنعي فلانا: میں فلاں کی موت کی خبر دیتا ہوں۔ ○ جب کوئی بڑا مرجاتا تو اس کے مرنے پر نوحہ کرنے والیوں کو اس کے گھر بلایا جاتا تھا۔ وہ نوحہ کرنے کے ساتھ ہر آنے والے کو روتے ہوئے اس کی موت کی خبر دیتی تھیں اور اس کے کارناموں اور قابلِ فخر باتوں کی تشہیر کی جاتی تھی، یہ تشہیر ناجائز ہے۔ محض موت کی اطلاع یا خبر دینا جائز ہے۔ (تحفة الأحوذي: 129/2، وفتح الباري: 151/3) اس کی روشنی میں دونوں قسم کی روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ جن میں نَعْي (موت کی خبر دینے) کی ممانعت ہے، اس سے مراد جاہلیت کے طریقے سے خبر دینا ہے اور جن میں اس کا اثبات ہے، اس سے مراد سادہ انداز میں متعلقین کو آگاہ کرنا ہے۔

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الصَّبْرَ فِي الصَّدْمَةِ الْأُولٰى (التحفة ١٣)

باب: 13۔ صبر وہی ہے جو دکھ پہنچتے ہی کیا جائے

٩٨٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الصَّبْرُ فِي الصَّدْمَةِ الْأُولٰى».

[987] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صبر وہی ہے جو صدمے کے آغاز پر کیا جائے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

٩٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى».

[988] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صبر صدمہ کے آغاز ہی میں ہوتا ہے۔''

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اصل صبر و برداشت وہی ہے جو صدمے کی ابتدا میں ہو، کیونکہ وقت گزرنے کے ساتھ انسان کو صبر آ ہی جاتا ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جزع فزع پر قائم نہیں رہ سکتا۔ صاحب ایمان جو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی اور مطمئن ہو کہ اس کے تمام فیصلے کامل حکمت پر مبنی ہیں، اس کے لیے صبر انتہائی آسان ہوتا ہے۔ اور صبر کے یہ معنی نہیں کہ صدمے کا انسان کے دل و دماغ پر

٩٨٧- أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في الصبر على المصيبة، ح: ١٥٩٦ من حديث الليث بن سعد به، وهو متفق عليه من حديث أنس رضي الله عنه، البخاري، ح: ١٢٨٣ ومسلم، ح: ٩٢٦ انظر الحديث الآتي.

٩٨٨- أخرجه مسلم، الجنائز، باب: في الصبر على المصيبة عند الصدمة الأولى، ح: ٩٢٦ عن محمد بن بشار، والبخاري، الجنائز، باب زيارة القبور، ح: ١٢٨٣ من حديث شعبة به.

کوئی اثر نہ ہو بلکہ صبر اس رویے کا اظہار ہے جو نبی ﷺ نے اپنے لخت جگر سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کے موقع پر ظاہر فرمایا تھا کہ ”آنکھ آنسو بہا رہی ہے، دل غم زدہ ہے اور ہم زبان سے وہی بات کہیں گے جو اللہ کو پسند ہے اور اے ابراہیم! ہم تمھاری جدائی پر غم زدہ ہیں۔“ (صحيح البخاري، الجنائز، حديث: 1303)

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقْبِيلِ الْمَيِّتِ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ میت کو بوسہ دینا

٩٨٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِي، أَوْ قَالَ: عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

[989] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا عثمان بن مظعون (رضی اللہ عنہ) کو بوسہ دیا جبکہ وہ فوت ہو چکے تھے اور آپ رو رہے تھے یا کہا: آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ وَعَائِشَةَ قَالُوا: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مَيِّتٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، جابر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ ان سب نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کو بوسہ دیا تھا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: مسلمان اپنی زندگی میں طیب اور پاک ہوتا ہے اور فوت ہو جانے کے بعد بھی پاک ہی ہوتا ہے۔ بالاتفاق میت کی محبت، عزت و تکریم کے لیے یا اس کی عظمت کے اعتراف میں اس کا بوسہ لینا جائز ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب نبی ﷺ کو بوسہ دیا ہے تو اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل صحیح بخاری میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو: (صحيح البخاري، الطب، حديث: 5709)

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي غُسْلِ الْمَيِّتِ (التحفة ١٥)

باب: 15۔ میت کو غسل دینا

٩٩٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ:

[990] سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی

٩٨٩- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الجنائز، باب: في تقبيل الميت، ح: ٣١٦٣ وابن ماجه، ح: ١٤٥٦ من حديث سفيان الثوري به، وعاصم بن عبيدالله ضعيف ولبعض الحديث شواهد عند البزار ومختصر زوائد البزار، ح: ٥٤٩ وأبي نعيم في الحلية: ١/ ١٠٥ وغيرهما * وفي الباب عن ابن عباس [البخاري، ح: ٥٧٠٩-٥٧١١]، وجابر [البخاري، أيضًا]، وعائشة [الطيالسي، ح: ١٧١٢]. ضعفه الألباني رحمه الله في الضعيفة، حديث: ٦٠١٠ وراجع عن تصحيحه في كتب أخرى.

٩٩٠- أخرجه البخاري، الجنائز، باب غسل الميت ووضوئه بالماء والسدر، ح: ١٢٥٣ ومسلم، ح: ٩٣٩ من حديث محمد بن سيرين به * وفي الباب عن أم سليم [الطبراني في الكبير: ٢٥/ ١٢٤-١٢٦، ح: ٣٠٤ والبيهقي: ٣/ ٤٠٥، ٤/ ٤، ٥].

حَدَّثَنَا خَالِدٌ وَمَنْصُورٌ وَهِشَامٌ فَأَمَّا خَالِدٌ وَهِشَامٌ فَقَالَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَحَفْصَةَ: - وَقَالَ مَنْصُورٌ: عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ -: تُوُفِّيَتْ إِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ، وَاغْسِلْنَهَا بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي». فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقٰى إِلَيْنَا حَقْوَهُ فَقَالَ: «أَشْعِرْنَهَا بِهِ» قَالَ هُشَيْمٌ: وَفِي حَدِيثِ غَيْرِ هٰؤُلَاءِ - وَلَا أَدْرِي وَلَعَلَّ هِشَامًا مِّنْهُمْ - قَالَتْ: وَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ. قَالَ هُشَيْمٌ: أَظُنُّهُ قَالَ فَأَلْقَيْنَاهُ خَلْفَهَا. قَالَ هُشَيْمٌ: فَحَدَّثَنَا خَالِدٌ مِّنْ بَيْنِ الْقَوْمِ عَنْ حَفْصَةَ وَمُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: وَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ».

ایک بیٹی وفات پا گئی تو آپ نے فرمایا: ''اس کو طاق غسل دو، یعنی تین یا پانچ بار یا اگر مناسب سمجھو تو اس سے زائد بار بھی غسل دے سکتی ہو اور اسے بیری کے پتے ملے پانی سے غسل دو۔ آخری بار میں کافور بھی ڈال لو، یا کچھ کافور شامل کر لو۔ جب تم (اس کے غسل سے) فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا۔'' جب ہم فارغ ہو چکیں تو ہم نے آپ ﷺ کو اطلاع کر دی تو آپ نے اپنا تہبند ہماری طرف پھینک دیا اور فرمایا: ''اسے اس کے جسم پر لپیٹ دو۔'' ہشیم راوی بیان کرتے ہیں: میرے ان تین اساتذہ کے علاوہ کی روایت میں ہے۔ اور شاید ہشام بھی ان میں ہو کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم نے اس کے بالوں کی تین لٹیں کر دیں۔ ہشیم بیان کرتے ہیں: میرے خیال میں استاد نے کہا: ہم نے انھیں ان کے پیچھے ڈال دیا۔ اور ان تین اساتذہ میں سے خالد نے ام عطیہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا: ''غسل اس کے داہنے اعضاء اور وضو کے مقامات سے شروع کرنا۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أُمِّ عَطِيَّةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: غُسْلُ الْمَيِّتِ كَالْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ. وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: لَيْسَ لِغُسْلِ الْمَيِّتِ عِنْدَنَا حَدٌّ مُؤَقَّتٌ وَلَيْسَ لِذٰلِكَ صِفَةٌ مَّعْلُومَةٌ وَلٰكِنْ يُطَهَّرُ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنَّمَا قَالَ مَالِكٌ قَوْلًا مُّجْمَلًا، يُغَسَّلُ وَيُنْقٰى، وَإِذَا أُنْقِيَ الْمَيِّتُ بِمَاءِ الْقَرَاحِ أَوْ مَاءٍ غَيْرِهِ أَجْزَأَ ذٰلِكَ مِنْ غُسْلِهِ، وَلٰكِنْ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُغَسَّلَ ثَلَاثًا فَصَاعِدًا لَا يُنْقَصُ عَنْ ثَلَاثٍ لِّمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا». وَإِنْ أَنْقَوْا فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَجْزَأَ وَلَا يَرٰى أَنَّ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّمَا هُوَ عَلٰى مَعْنَى

اس مسئلے میں ام سلیم رضی اللہ عنہا سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ابراہیم نخعی سے مروی ہے، انھوں نے کہا: میت کا غسل، غسل جنابت کی طرح ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک میت کے غسل کی کوئی متعین حد نہیں (کہ عدد میں کمی وبیشی نہ ہو سکے) اور نہ اس کی کیفیت ہی متعین ہے لیکن اس کی صفائی اور طہارت ہونی چاہیے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ نے ایک مجمل بات کہی ہے کہ اسے نہلایا جائے اور خوب پاک صاف کیا جائے اور اگر میت کو خالص اور بے آمیز پانی یا مخلوط پانی سے پاک صاف کر دیا جائے تو یہ غسل اس کے لیے کافی ہے۔ لیکن مجھے یہ پسند ہے کہ اسے

الْإِنْقَاءِ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا، وَلَمْ يُوَقِّتْ. وَكَذٰلِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ وَهُمْ أَعْلَمُ بِمَعَانِي الْحَدِيثِ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: وَتَكُونُ الْغَسَلَاتُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّيَكُونُ فِي الْآخِرَةِ شَيْءٌ مِّنْ كَافُورٍ.

تین یا اس سے زائد بار نہلایا جائے۔ تین سے کم نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے تین بار یا پانچ بار غسل دینا۔'' اور اگر نہلانے والے اسے تین بار سے کم میں پاک صاف کر دیں تو کافی ہوگا۔ وہ نبی ﷺ کے قول کے یہ معنی نہیں لیتے کہ صفائی و پاکیزگی تین یا پانچ بار ہی (غسل دینے) سے ہوگی۔ آپ ﷺ نے حد مقرر نہیں کی۔ فقہاء (محدثین) نے اسی طرح کہا ہے اور وہی حدیث کے معانی بہتر اور خوب جانتے ہیں۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول ہے کہ ہر بار کا غسل پانی اور بیری کے پتوں سے ہو اور آخری بار میں کچھ کافور شامل کر لیا جائے۔

فوائد و مسائل: ① مسلمان میت کے سفر آخرت میں اس کے ساتھ حسن سلوک کا شرعی طریقہ یہی ہے کہ اسے خوب اچھی طرح غسل دے کر کفن پہنا کر جنازہ پڑھ کے دفن کیا جائے۔ ② غسل کا طریقہ: حدیث بالا میں رسول اللہ ﷺ کی بڑی صاحبزادی سیدنا ابوالعاص بن ربیع کی بیوی زینب، یا ام کلثوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی کے غسل کے بارے میں آپ ﷺ کی ہدایات بیان کی گئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے میت کے وضو کے اعضاء دھوئے جائیں۔ اس کے بعد اسے کم از کم تین دفعہ غسل دیا جائے اور اعضاء کو ملا بھی جائے اور اگر اس سے زیادہ بار (غسل دینے) کی ضرورت محسوس ہو تو زیادہ بھی کر لیا جائے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو طاق عدد محبوب ہے اس لحاظ سے پانچ یا سات بار غسل دیا جائے اور غسل کے پانی میں بیری کے پتے ڈال کر جوش دے لیا جائے کیونکہ ایسا پانی جسم سے میل کچیل خوب صاف کرتا ہے۔ اگر بیری کے پتے دستیاب نہ ہوں تو کوئی خوشبودار صابن استعمال کیا جا سکتا ہے۔ آخری بار صاف پانی میں کافور ملایا جائے گا جو ایک مہک دار اور دیر پا خوشبو ہے۔ میت اگر عورت ہے تو اس کے بالوں کے تین حصے کر کے ان کو پشت پر ڈال دیا جائے۔ بقول امام ابن قدامہ غسل سے پہلے میت کے پیٹ کو نرمی سے دبایا جائے تا کہ اگر پیٹ میں کوئی آلائش ہو تو وہ نکل جائے، اس طرح ہاتھ پر کپڑے کا ٹکڑا باندھ کر اسے استنجا بھی کرائیں۔ (المغني: 318/2) ③ [كذلك قال الفقهاء] ''فقہاء نے اسی طرح کہا ہے'' اس سے مراد محدثین، یعنی سفیان ثوری، مالک، شافعی، احمد، عبداللہ بن مبارک اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ وغیرہ ہیں کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب العلل کے آغاز میں انھی کے اقوال کی سندیں بیان کی ہیں۔

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمِسْكِ لِلْمَيِّتِ (التحفة ١٦)

باب: 16۔ میت کے لیے کستوری استعمال کرنا

٩٩١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو

[991] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

٩٩١- أخرجه مسلم، الألفاظ من الأدب وغيرها، باب استعمال المسك وأنه ... إلخ، ح: ٢٢٥٢ من حديث شعبة به، وهو في مسند الطيالسي، ح: ٢١٦٩ ورواه النسائي، ح: ١٩٠٦ عن محمود بن غيلان به.

دَاوُدَ وَشَبَابَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُلَيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ سَمِعَ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَطْيَبُ الطِّيبِ الْمِسْكُ».

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہتر اور اعلیٰ خوشبو کستوری ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۹۹۲- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ خُلَيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْمِسْكِ فَقَالَ: «هُوَ أَطْيَبُ طِيبِكُمْ».

[992] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے کستوری کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''وہ تمھاری خوشبوؤں میں سب سے بہتر ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْمِسْكَ لِلْمَيِّتِ. قَالَ وَقَدْ رَوَاهُ الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّيَّانِ أَيْضًا عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ عَلِيٌّ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّيَّانِ ثِقَةٌ. قَالَ يَحْيٰى: خُلَيْدُ بْنُ جَعْفَرٍ ثِقَةٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک میت کو کستوری لگانا ناپسندیدہ ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں: ابونضرہ سے ان کے دوسرے شاگرد مستمر بن ریان نے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔ اور امام یحییٰ بن سعید نے ابونضرہ کے دونوں شاگردوں مستمر بن ریان اور خُلید بن جعفر کو ثقہ قرار دیا ہے۔

فائدہ: میّت کو خوشبو لگانا سنت ہے اور کستوری سب سے بہتر خوشبو ہے، لہٰذا اس کا استعمال بھی جائز ہے، کراہت کی کوئی وجہ نہیں تاہم کافور میسر ہو تو وہی افضل ہے۔

(المعجم ۱۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغُسْلِ مِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ (التحفة ۱۷)

باب: 17- میت کو نہلانے کے سبب نہانا

۹۹۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ

[993] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میت کو نہلانے کی صورت میں نہانا ہوگا اور اسے اٹھانے کی صورت میں وضو کرنا ہوگا۔'' اس مسئلے میں

۹۹۲ـ انظر الحديث السابق ❊ حديث المستمر أخرجه أبو داود، ح:۳۱۵۸ والنسائي، ح:۱۹۰۷.

۹۹۳ـ أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في غسل الميت، ح:۱٤٦۳ عن محمد بن عبدالملك به، وصححه ابن حبان (الإحسان):۱۱۵۸ وله شواهد كثيرة عند أبي داود، ح:۳۱٦۲ والبيهقي وغيرهما ❊ وفي الباب عن علي [ابن ماجه، ح:۱٤٦۲]، وعائشة [أبو داود، ح:۳۱٦۰].

النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مِنْ غُسْلِهِ الْغُسْلُ، وَمِنْ حَمْلِهِ الْوُضُوءُ» - يَعْنِي الْمَيِّتَ - [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّعَائِشَةَ.

سیدنا علی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایات آئی ہیں۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَوْقُوفًا. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الَّذِي يُغَسِّلُ الْمَيِّتَ فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: إِذَا غَسَّلَ مَيِّتًا فَعَلَيْهِ الْغُسْلُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: عَلَيْهِ الْوُضُوءُ. وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: أَسْتَحِبُّ الْغُسْلَ مِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَلَا أَرٰى ذٰلِكَ وَاجِبًا وَهٰكَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ. وَقَالَ أَحْمَدُ: مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا أَرْجُو أَنْ لَّا يَجِبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ وَأَمَّا الْوُضُوءُ فَأَقَلُّ مَا قِيلَ فِيهِ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: لَا بُدَّ مِنَ الْوُضُوءِ. [قَالَ:] وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَغْتَسِلُ وَلَا يَتَوَضَّأُ مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور سیدنا ابوہریرہ سے یہ موقوفاً بھی مروی ہے۔ اہل علم کا میت کو غسل دینے والے کے بارے میں اختلاف ہے: بعض اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا قول ہے کہ جب کوئی شخص میت کو غسل دے تو اس کے لیے خود نہانا ضروری ہے اور بعض کا خیال ہے کہ وضو ضروری ہے۔ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے نزدیک میت کو غسل دینے کی صورت میں نہانا مستحب ہے، میں اس کو ضروری نہیں سمجھتا۔ یہی قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے: میں امید رکھتا ہوں کہ میت کو غسل دینے والے پر غسل واجب نہیں لیکن وضو ضرور کرنا چاہیے۔ امام اسحاق کہتے ہیں: وضو لازم ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ غسل میت پر غسل ہے نہ وضو۔

فائدہ: ائمہ اربعہ اور جمہور کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ میت کو غسل دینے والے پر نہانا فرض نہیں لیکن مستحب ہے کہ وہ غسل کرلے، کم از کم وضو تو کرنا ہوگا۔ (شرح المهذب: 186/5) اور بقول علامہ خطابی جنازہ اٹھانے والے کے لیے وضو کرنا بالاتفاق ضروری نہیں۔ (معالم السنن، الجنائز، ومن باب الغسل من غسل الميت: 267/1)

(المعجم ١٨) بَابُ [مَا جَاءَ] مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْأَكْفَانِ (التحفة ١٨)

باب: 18۔ کس قسم کا کفن مستحب اور پسندیدہ ہے

٩٩٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ،

[994] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سفید کپڑے پہنا کرو بلاشبہ یہ تمھارے

٩٩٤_ أخرجه أبو داود، اللباس، باب: في البياض، ح: ٤٠٦١ وابن ماجه، ح: ١٤٧٢ من حديث ابن خثيم به، وصححه ابن حبان، ح: ١٤٣٩_١٤٤١ والحاكم: ١/ ٣٥٤ على شرط مسلم ووافقه الذهبي * وفي الباب عن سمرة [يأتي: ٢٨١٠]، وابن عمر [ابن عدي في الكامل: ٧/ ٢٥٣٥]، وعائشة [يأتي: ٩٩٦].

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ».

بہترین اور اچھے کپڑے ہیں اور انھی میں اپنے مرنے والوں کو کفنایا کرو۔"

وَفِي الْبَابِ عَنْ سَمُرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ يَسْتَحِبُّهُ أَهْلُ الْعِلْمِ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُكَفَّنَ فِي ثِيَابِهِ الَّتِي كَانَ يُصَلِّي فِيهَا. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَيْنَا - أَنْ يُكَفَّنَ فِيهَا - الْبَيَاضُ، وَيُسْتَحَبُّ حُسْنُ الْكَفَنِ.

اس مسئلے میں سیدنا سمرہ، ابن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم اسی لباس کو پسند کرتے ہیں۔ امام ابن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میرے نزدیک ان کپڑوں میں کفنانا مستحب ہے جن میں وہ نماز پڑھتا تھا۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول ہے: ہمارے نزدیک سفید کپڑوں میں کفنانا پسندیدہ ہے اور کفن عمدہ ہونا مستحب ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کو سفید چادروں میں کفن دیا گیا تھا، اس لیے سفید کپڑوں میں کفن دینا بالاتفاق بہتر ہے۔ (صحیح البخاري، الجنائز، حديث: 1264)

(المعجم ١٩) بَابُ [أَمْرِ الْمُؤْمِنِ بِإِحْسَانِ كَفَنِ أَخِيهِ] (التحفة ١٩)

باب: 19۔ مومن کو چاہیے کہ اپنے بھائی کو عمدہ کفن دے

٩٩٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا وَلِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ».

[995] سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو چاہیے کہ اسے اچھا کفن دے۔"

وَفِيهِ عَنْ جَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: قَالَ سَلَّامُ بْنُ [أَبِي] مُطِيعٍ فِي قَوْلِهِ: وَلْيُحْسِنْ أَحَدُكُمْ كَفَنَ أَخِيهِ. قَالَ: هُوَ الصَّفَاءُ وَلَيْسَ بِالْمُرْتَفِعِ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور ابن مبارک کہتے ہیں، بقول سلام بن ابی مطیع، آپ ﷺ کے قول "تم اپنے بھائی کو اچھا کفن دو" کے معنی ہیں: اچھا

٩٩٥ـ أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فيما يستحب من الكفن، ح: ١٤٧٤ عن ابن بشار به، وله شاهد صحيح عند مسلم، الجنائز: باب ١٥، ح: ٩٤٣ وغيره ۞ وفي الباب عن جابر [مسلم، ح: ٩٤٣].

اور صاف ستھرا ہو، مہنگا ہونا مراد نہیں۔

فائدہ: میت کو اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنی حیثیت کے مطابق اچھا اور عمدہ کفن دینا چاہیے، گراں قیمت اور مہنگا کفن خلافِ سنت ہے۔ استطاعت کے باوجود ردی کفن دینا بھی معیوب ہے۔

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَمْ كُفِّنَ النَّبِيُّ ﷺ (التحفة ٢٠)

باب:20۔ نبی ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا؟

٩٩٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُفِّنَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ يَمَانِيَةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. قَالَ: فَذَكَرُوا لِعَائِشَةَ قَوْلَهُمْ فِي ثَوْبَيْنِ وَبُرْدٍ حِبَرَةٍ فَقَالَتْ: قَدْ أُتِيَ بِالْبُرْدِ وَلٰكِنَّهُمْ رَدُّوهُ وَلَمْ يُكَفِّنُوهُ فِيهِ.

[996] سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ تین سفید یمنی چادروں میں کفنائے گئے (جو سحول علاقے کی تھیں) ان میں نہ کرتا تھا اور نہ عمامہ (پگڑی۔) سیدہ عائشہ ؓ کے سامنے صحابہ کا یہ قول بیان کیا گیا کہ دو کپڑے تھے اور ایک دھاری دار چادر، تو انھوں نے فرمایا: دھاری دار چادر لائی گئی تھی، لیکن کفن دینے والوں نے وہ واپس کر دی تھی، انھوں نے آپ کو اس میں کفنایا نہیں تھا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کفن کے لیے تین کپڑے کافی ہیں۔ جن روایات میں تین سے زیادہ کپڑوں کا ذکر ہے، وہ ضعیف ہیں۔ عورتوں کا کفن بھی تین ہی کپڑوں میں ہوگا۔ (أحكام الجنائز، للألباني)

٩٩٧- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَفَّنَ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فِي نَمِرَةٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ.

[997] سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب کو ایک اونی دھاری دار چادر میں، ایک ہی کپڑے میں کفن دیا تھا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ فِي

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابن عباس، عبداللہ بن مغفل اور ابن عمر ؓ کی روایات بھی آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے اور

٩٩٦- أخرجه مسلم، الجنائز، باب: في كفن الميت، ح: ٩٤١ من حديث حفص بن غياث، والبخاري، ح: ١٢٦٤ من حديث هشام بن عروة به.

٩٩٧- أخرجه أحمد: ٣/ ٣٢٩ من حديث زائدة به وسنده حسن * وفي الباب عن علي [أحمد: ١/ ٩٤، ١٠٢]، وابن عباس [أبو داود، ح: ٣١٥٣]، وعبدالله بن مغفل [الحاكم في المستدرك: ٣/ ٥٧٨]، وابن عمر [ابن ماجه، ح: ١٤٧٠].

كَفَنِ النَّبِيِّ ﷺ رِوَايَاتٌ مُخْتَلِفَةٌ، وَحَدِيثُ عَائِشَةَ أَصَحُّ الْأَحَادِيثِ الَّتِي رُوِيَتْ فِي كَفَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: يُكَفَّنُ الرَّجُلُ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ، إِنْ شِئْتَ فِي قَمِيصٍ وَلِفَافَتَيْنِ وَإِنْ شِئْتَ فِي ثَلَاثِ لَفَائِفَ. وَيُجْزِيءُ ثَوْبٌ وَاحِدٌ إِنْ لَمْ يَجِدُوا ثَوْبَيْنِ، وَالثَّوْبَانِ يُجْزِيَانِ، وَالثَّلَاثَةُ لِمَنْ وَجَدُوا أَحَبُّ إِلَيْهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، قَالُوا: تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي خَمْسَةِ أَثْوَابٍ.

نبی ﷺ کے کفن کے بارے میں مختلف روایات منقول ہیں۔ سب سے زیادہ صحیح روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری کا قول ہے کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ چاہو تو قمیص اور دو لفافوں میں اور چاہو تو تین لفافوں میں کفنا دو۔ اگر دو کپڑے نہ ملیں تو ایک کپڑا کافی ہو گا۔ دو کپڑے بھی کافی ہیں اور جسے مل جائیں تو تین کپڑوں میں کفنانا بہتر ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ان کے نزدیک عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جائے۔

فوائد و مسائل: ① جمہور کے نزدیک مسنون کفن مرد کے لیے تین کپڑے ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے، لیکن بوقت ضرورت ایک کپڑا بھی کافی ہے بلکہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا تو ایک کپڑا بھی چھوٹا تھا، اس لیے پاؤں پر کپڑے کی جگہ اِذخر گھاس ڈالی گئی تھی۔ (صحيح البخاري، الجنائز، حديث: 1276) ② بقول علامہ البانی رحمہ اللہ مرد اور عورت کے کفن میں فرق کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں ہے۔ لیلیٰ بنت قانف کی جس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے وہ ضعیف ہے۔ (أحكام الجنائز للألباني، ص: 85)

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الطَّعَامِ يُصْنَعُ لِأَهْلِ الْمَيِّتِ (التحفة ٢١)

باب: 21۔ اہل میت کے لیے کھانا تیار کرنا

٩٩٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: لَمَّا جَاءَ نَعْيُ جَعْفَرٍ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اصْنَعُوا لِأَهْلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَإِنَّهُ قَدْ جَاءَهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ».

[998] سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کی اطلاع آئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو، کیونکہ انھیں مشغول کر دینے والی خبر پہنچی ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَقَدْ كَانَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلٰى أَهْلِ الْمَيِّتِ شَيْءٌ لِّشُغْلِهِمْ بِالْمُصِيبَةِ، وَهُوَ قَوْلُ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ میت والوں کے ہاں (کھانے کی) کوئی چیز بھیجی جائے، کیونکہ وہ مصیبت

٩٩٨- أخرجه أبو داود، الجنائز، باب صفة الطعام لأهل الميت، ح: ٣١٣٢ وابن ماجه، ح: ١٦١٠ من حديث ابن عيينة به، وصححه الحاكم: ١/ ٣٧٢ والذهبي وابن السكن.

الشَّافِعِيِّ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَجَعْفَرُ بْنُ خَالِدٍ هُوَ ابْنُ سَارَةَ وَهُوَ ثِقَةٌ، رَوٰى عَنْهُ ابْنُ جُرَيْجٍ.

(غم وحزن) کے سبب مشغول ہوتے ہیں (خود کھانا پکا نہیں سکتے) امام شافعی کا یہی قول ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی جعفر بن خالد جو سارہ کے بیٹے ہیں، ثقہ (قابل اعتماد) ہیں، ابن جریج ان سے روایت لیتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس گھر میں موت واقع ہوئی ہو اس کے عزیز واقارب یا پڑوسیوں کو ان کے کھانے کا انتظام کرنا چاہیے کیونکہ وہ اپنی مصیبت اور غم وحزن یا پریشانی کی بنا پر کھانا پکانے سے معذور ہوتے ہیں اور بقول علامہ ابن العربی صبح اور شام کا کھانا دیا جائے۔(عارضة الأحوذي: 219/4) ابن ہمام اور ملا علی قاری نے بھی یہی بات لکھی ہے۔(تحفة الأحوذي: 134/2) حدیث کے الفاظ اور علماء کے ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا صرف میت کے گھر والوں کے لیے تیار کیا جائے نہ کہ ان کے مہمانوں کے لیے بھی جنھوں نے اہل میت کے ہاں کھانا کھانا ہوتا ہے۔ جو رسم آج کل چل پڑی ہے کہ سب عزیز واقارب یا اڑوس پڑوس والے اس میں شریک ہوجاتے ہیں یہ بالکل درست نہیں۔ اسی طرح یہ رسم بھی غلط ہے اور اسے دین سمجھا جائے تو بدعت ہے کہ اس موقع پر میت کے گھر والے رشتے داروں اور تعزیت کے لیے آنے والوں کے لیے کھانے کا انتظام کریں، کیونکہ بقول ابن الہمام دعوت سرور کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ شرور کے موقع پر اور یہ ناپسندیدہ بدعت ہے۔(تحفة الأحوذي: 134/2) علامہ ابن عابدین نے بھی (ردالمحتار: 240/2، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت) میں یہی بات لکھی ہے۔ اور سنن ابن ماجہ میں سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم اہل میت کے ہاں جمع ہونا اور ان کا کھانا تیار کرنا، نوحہ شمار کرتے تھے۔(سنن ابن ماجه، الجنائز، حديث: 1612) اس لیے ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ لوگوں کے اجتماع کی خاطر اہل میت کا کھانا تیار کرنا بدعت مکروہ ہے بلکہ حرام ہے۔(تحفة الأحوذي: 134/2) ایک اشکال کا حل: مشکاۃ میں سیدنا عاصم بن کلیب کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں شرکت کے لیے نکلے۔ آخر میں جب آپ تدفین سے فارغ ہوکر واپس آئے تو [استقبله داعي امرأته فأجاب ونحن معه فجيء بالطعام فوضع يده ووضع القوم فأكلوا] ''آپ کے سامنے اس کی بیوی کی طرف سے بلانے والا آیا۔ آپ ﷺ نے اس کی دعوت قبول کرلی اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ کھانا لایا گیا۔ آپ نے کھانا شروع کردیا اور لوگوں نے ہاتھ ڈال کر کھانا شروع کردیا۔'' اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ میت کے گھر سے کھانا جائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے: ○ مشکاۃ میں جو داعي امرأتِهٖ (اس کی بیوی کی طرف سے بلانے والا) کے الفاظ ہیں، اس میں امرأةِ کے بعد ضمیر ''ہ'' کا لکھنا درست نہیں کیونکہ یہ حدیث دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے، مثلاً: سنن ابوداود (حديث:3332) میں داعي امرأة ''کسی عورت کی طرف سے بلانے والا'' ہے۔ اور (مسند أحمد مع فتح الرباني: 146/5، وسنن دارقطني: 545/2 میں امرأة من قريش ہے ''ایک قریشی عورت'' یہی بات شرح معاني الآثار (330/2) اور سنن کبریٰ: (97/6) میں موجود ہے اور میت انصاری شخص کی تھی۔ ○ وہ کھانا میت کے گھر والوں نے تیار نہیں کیا تھا بلکہ کسی عورت نے تیار کیا تھا، کیونکہ آپ کا حکم یہی ہے کہ کھانا دوسرے لوگ تیار کریں۔ اور قریشی عورت کی طرف سے دعوت دینا بھی اس کی دلیل ہے۔ اور امام بیہقی کی کتاب دلائل النبوة (310/6) میں بھی ''داعي امرأة'' کا لفظ بلا ضمیر ہی موجود ہے اور

صاحب مشکاۃ نے حوالے میں صرف ابوداود اور دلائل النبوۃ کا نام نقل کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ''التحقیق الحسن في الإطعام عن المیت بعد الدفن'' مصنفہ مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ۔ (مرعاة المفاتيح: 481/5)

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ ضَرْبِ الْخُدُودِ وَشَقِّ الْجُيُوبِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ (التحفة ٢٢)

باب: 22۔ مصیبت کے وقت رخسار پیٹنا اور گریبان چاک کرنا ناجائز ہے

٩٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي زُبَيْدٌ الْأَيَامِيُّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوبَ وَضَرَبَ الْخُدُودَ وَدَعَا بِدَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ».

[999] سیدنا عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے گریبان چاک کیے اور رخسار پیٹے اور جاہلیت کی پکار بلند کی وہ ہم میں سے نہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: غم وحزن کے موقع پر رنجیدہ اور غمگین ہونا اور اس کے نتیجے میں آنکھوں سے آنسو بہہ پڑنا ایک فطری اور طبعی چیز ہے، اس لیے شریعت میں اسے ممنوع قرار نہیں دیا گیا۔ لیکن اس موقع پر اپنے رخسار پیٹنا، گریبان چاک کرنا اور اہل جاہلیت کے طریقے پر واویلا کرنا یہ اہل اسلام کے طریقے کو پس پشت ڈالنا ہے، اس لیے نبی ﷺ نے ایسے شخص سے اظہار براءت کرتے ہوئے فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں۔'' گویا آپ ﷺ کی سفارش وشفاعت کا وہ حقدار نہیں۔ اور ایسے شخص کو اہل سنت میں اٹھنے بیٹھنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے کیونکہ اس نے ان کا طریقہ اور طرز عمل چھوڑ دیا ہے۔ (فتح الباري: 209/3)

(المعجم ٢٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ النَّوْحِ (التحفة ٢٣)

باب: 23۔ نوحہ (بین) کرنا ناجائز ہے

١٠٠٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ وَمَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ

[1000] علی بن ربیعہ اسدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری جسے قرظہ بن کعب کہا جاتا تھا، فوت ہوگیا۔ اس

٩٩٩- أخرجه البخاري، الجنائز، باب: ليس منا من شق الجيوب، ح: ١٢٩٤ من حديث سفيان الثوري، ومسلم، ح: ١٠٣ من حديث مسروق به.

١٠٠٠- أخرجه مسلم، الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، ح: ٩٣٣ من حديث مروان الفزاري، والبخاري، ح: ١٢٩١ من حديث سعيد الطائي به * وفي الباب عن عمر [يأتي: ١٠٠٢]، وعلي [ابن أبي شيبة: ٣/ ٦٤]، وأبي موسى [يأتي: ١٠٠٣]، وقيس بن عاصم [النسائي، ح: ١٨٥٢]، وأبي هريرة [يأتي: ١٠٠١ ومسلم، ح: ٦٧]، وجنادة بن مالك [الطبراني في الكبير: ٢/ ٢٨٢، ح: ٢١٧٨]، وأنس [مسلم، ح: ٩٢٧/ ٢١]، وأم عطية [البخاري، ح: ١٣٠٦ ومسلم، ح: ٩٣٦]، وسمرة [أحمد: ٥/ ١٠]، وأبي مالك الأشعري [مسلم، ح: ٩٣٤].

سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ الْأَسَدِيِّ قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ - يُقَالُ لَهُ قَرَظَةُ بْنُ كَعْبٍ - فَنِيحَ عَلَيْهِ فَجَاءَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ: مَا بَالُ النَّوْحِ فِي الْإِسْلَامِ أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ نِّيحَ عَلَيْهِ عُذِّبَ مَا نِيحَ عَلَيْهِ».

پر نوحہ کیا گیا تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور منبر پر چڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد کہا: اہل اسلام میں نوحہ کیوں ہورہا ہے، جبکہ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جس پر نوحہ کیا گیا اسے ان باتوں کے سبب جن سے اس کا نوحہ کیا گیا عذاب ہوگا۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَأَبِي مُوسٰى وَقَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَجُنَادَةَ بْنِ مَالِكٍ وَأَنَسٍ وَأُمِّ عَطِيَّةَ وَسَمُرَةَ وَأَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ الْمُغِيرَةِ حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر، علی، ابوموسیٰ، قیس بن عاصم، ابوہریرہ، جنادہ بن مالک، انس، سیدہ ام عطیہ، سیدنا سمرہ اور ابومالک اشعری رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب حسن صحیح ہے۔

فائدہ: انسان کا مرنے والے پر رونا اور آنکھوں سے آنسو بہنا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں محبت، ہمدردی اور دردمندی کا جذبہ موجود ہے جو انسانیت کا ایک قیمتی اور پسندیدہ جذبہ ہے لیکن نوحہ و ماتم کرنا، یعنی زور زور سے چیخنا چلانا اور میت کے مبالغہ آمیز فضائل گنوانا یہ رضا بالقضا کے بالکل خلاف ہے جو مقام عبدیت کے منافی ہونے کے سبب ایک مسلمان کے لیے قطعاً جائز نہیں۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وفہم کی بیش بہا نعمت اس لیے عطا فرمائی ہے کہ حوادث و مصائب کو برداشت کر کے صبر وشکر کا اظہار کرے اور نوحہ و ماتم کرنا اس نعمت کا کفران ہے، اس لیے رنج وغم کے اظہار کا یہ مصنوعی اور جاہلانہ انداز ممنوع ہے۔

١٠٠١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَالْمَسْعُودِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَنْ يَدَعَهُنَّ النَّاسُ: النِّيَاحَةُ وَالطَّعْنُ فِي الْأَحْسَابِ وَالْعَدْوٰى - أَجْرَبَ بَعِيرٌ فَأَجْرَبَ مِائَةَ بَعِيرٍ - مَنْ أَجْرَبَ الْبَعِيرَ الْأَوَّلَ؟ وَالْأَنْوَاءُ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1001] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں جاہلیت کی چار باتیں ہیں جنھیں لوگ ہرگز نہیں چھوڑیں گے: نوحہ و ماتم کرنا، نسب پر طعن کرنا، بیماری کو متعدی سمجھنا کہ ایک اونٹ کو خارش ہوئی تو اس نے سو اونٹوں کو خارش زدہ کر دیا، بھلا پہلے کو کس نے خارش والا کیا تھا؟ ستاروں کے طلوع وغروب کو مؤثر سمجھنا، (مثلاً:) فلاں فلاں ستارے کے سبب ہم پر بارش برسی۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

١٠٠١- أخرجه أحمد: ٢/ ٢٩١، ٤١٤ من حديث المسعودي وشعبة به ※ أبو الربيع تقدم حاله: ٧٦٠، وللحديث شواهد عند مسلم، ح: ٦٧، ٩٣٤ وغيره.

فائدہ: اَحساب، حسب کی جمع ہے جس کے معنی نسب و خاندان کے ہیں۔ لوگ بعض خاندانوں کو حقیر یا کم تر سمجھ کر اپنی نسبت دوسرے خاندانوں کی طرف کر لیتے ہیں۔ یا حسب کے معنی عمدہ خصائل ہیں، مثلاً: شجاعت، سخاوت، فصاحت وغیرہ۔ لوگ ایک دوسرے کی ان خوبیوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ عَدْوٰی سے مراد ایک بیمار سے دوسرے تندرست کو بیماری کا لگ جانا ہے۔ اس فرمان میں جاہلیت کے اس عقیدے کی نفی اور تردید مقصود ہے کہ بیماری بذات خود اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر دوسرے کو لگ جاتی ہے اور یہ بات کسی طرح درست نہیں۔ جس طرح پہلا فرد اللہ تعالیٰ کے حکم اور مشیت سے بیماری کا شکار ہوتا ہے، دوسرا یا تیسرا بھی اس کی مشیت اور حکم ہی سے بیمار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو بیماروں سے اختلاط بیماری کا سبب بن سکتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو تو یہ سبب نہیں بنے گا۔

(المعجم ٢٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ (التحفة ٢٤)

باب: 24۔ میت پر (بلند آواز سے) رونا ناجائز ہے

١٠٠٢- حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ ابْنِ كَيْسَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللهِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ».

[1002] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مردے کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ.
قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْبُكَاءَ عَلَى الْمَيِّتِ قَالُوا: اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، وَذَهَبُوا إِلَى هٰذَا الْحَدِيثِ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: أَرْجُو إِنْ كَانَ يَنْهَاهُمْ فِي حَيَاتِهِ أَنْ لَّا يَكُونَ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ کچھ اہل علم نے میت پر رونا ناجائز قرار دیا ہے۔ ان کا قول ہے کہ گھر والوں کے رونے کے سبب میت کو عذاب ہوتا ہے اور انھوں نے اس حدیث پر عمل کیا ہے۔ ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے امید ہے اگر وہ اپنی زندگی میں گھر والوں کو اس کام سے روکتا تھا تو اس پر کچھ عذاب نہ ہوگا۔

١٠٠٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

[1003] سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

١٠٠٢- أخرجه النسائي، الجنائز، باب النهي عن البكاء على الميت: ١٦/٤، ح: ١٨٥١ من حديث يعقوب به، وهو في صحيح مسلم، ح: ٩٢٧ من حديث عبدالله بن عمر عنه به * وفي الباب عن ابن عمر [يأتي: ١٠٠٦]، وعمران بن حصين [النسائي، ح: ١٨٥٥].

١٠٠٣- أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء في الميت يعذب بما نيح عليه، ح: ١٥٩٤ من حديث أسيد به.

عَمَّارٍ: حَدَّثَنِي أَسِيدُ بْنُ أَبِي أَسِيدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ بَاكِيهِمْ فَيَقُولُ: وَاجَبَلَاهُ وَاسَيِّدَاهُ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ إِلَّا وُكِّلَ بِهِ مَلَكَانِ يَلْهَزَانِهِ أَهٰكَذَا كُنْتَ؟».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی بھی مرتا ہے اور رونے والے کھڑے ہوکر یہ کہتے ہیں: اے میرے پہاڑ! اے میرے سردار! یا اس قسم کے اور الفاظ تو اس پر دو فرشتے مقرر کیے جاتے ہیں جو اس کے سینے پر گھونسہ مار کر پوچھتے ہیں: کیا تو ایسا ہی تھا؟''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے امام ترمذی رحمہ اللہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی توضیح وتشریح کی ہے کہ جس رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اس سے مراد بین اور نوحہ کرنا ہے اور نوحے کے ساتھ مرنے والے کے کارنامے بیان کرکے اس کی بلندی اور رفعت کو بیان کرنا ہے اور عذاب سے مراد فرشتوں کا مارنا ہے۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک رونے سے مراد واویلا کرنا، گریبان چاک کرنا اور چیخنا چلانا ہے۔ اور میت کو عذاب اس صورت میں ہوگا جب گھر والوں کے رونے میں اس کا دخل ہو، مثلاً: وہ خود اپنی زندگی میں یہ حرکت کرتا رہا ہو اور پچھلوں کے لیے یہ غلط نمونہ چھوڑ گیا ہو۔ یا اس نے ان کی تعلیم وتربیت میں کوتاہی کی ہو، اسے علم ہو کہ اس کے خاندان میں یہ غلط عمل ہوتا ہے لیکن اس نے انھیں روکا نہ ہو یا بقول امام نووی اس نے اپنے گھر والوں کو یہ تلقین اور وصیت کی ہو کہ میرے مرنے کے بعد مجھ پر خوب رونا دھونا اور نوحہ کرنا جیسا کہ جاہلیت کے دور میں یہ رواج تھا کہ مرنے والا رونے اور نوحہ کرنے کی وصیت کرتا تھا اور اس نوحے کو اپنے لیے قابل فخر سمجھتا تھا۔ مشہور شاعر طرفۃ بن العبد کہتا ہے:

إِذَا مِتُّ فَانْعِينِي بِمَا أَنَا أَهْلُهُ ۔۔۔ وَشُقِّي عَلَيَّ الْجَيْبَ يَا ابْنَةَ مَعْبَدِ

جب میں مرجاؤں تو اے معبد کی بیٹی! تو میری موت کی خبر لوگوں کو اس اہتمام سے سنانا جس کا میں اہل ہوں اور میرے لیے گریبان چاک کرنا۔ (فتح الباري: 197/3) عام اہل علم اور جمہور کا قول یہی ہے۔

(المعجم ٢٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ (التحفة ٢٥)

باب: 25۔ میت پر رونے کی اجازت

١٠٠٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ». فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَرْحَمُهُ اللهُ

[1004] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے سے عذاب ہوتا ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (یہ حدیث سن کر) فرمایا: ابن عمر پر اللہ رحم فرمائے! انھوں نے غلط بیانی تو

١٠٠٤۔ أخرجه أحمد: ٢/ ٣١ من حديث محمد بن عمرو به * وفي الباب عن ابن عباس [أحمد: ١/ ٢٣٧، ٢٣٨، ٣٣٥]، وقرظة بن كعب [الطبراني في الكبير: ١٩/ ٣٩، ح: ٨٢]، وأبي هريرة [النسائي، ح: ١٨٦٠]، وابن مسعود [ابن حبان، ح: ٧٩٢ والحاكم: ٢/ ٣٣٦، وأصله عند ابن ماجه، ح: ١٥٧١]، وأسامة بن زيد [البخاري، ح: ١٢٨٤ ومسلم، ح: ٩٢٣].

لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهُ وَهِمَ، إِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِرَجُلٍ مَاتَ يَهُودِيًّا: «إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ وَإِنَّ أَهْلَهُ لَيَبْكُونَ عَلَيْهِ».

نہیں کی لیکن وہم کا شکار ہو گئے ہیں۔ نبی ﷺ نے تو ایک یہودی کے مرنے پر اس کے بارے میں فرمایا تھا: ''میت کو عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَائِشَةَ. وَقَدْ ذَهَبَ أَهْلُ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا وَتَأَوَّلُوا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ [الإسراء:١٥] وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، قرظہ بن کعب، ابو ہریرہ، ابن مسعود اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے اور یہ روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ اور بعض اہل علم نے اس کو اختیار کیا ہے اور اس آیت ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ ''کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔'' کی تاویل یہی کی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔

فائدہ: سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم کا موقف بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والا ہے۔ (فتح الباري: 197/3) امام قرطبی فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ ''یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا وہم ہے'' درست نہیں کیونکہ یہ بات متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، اس لیے بہت سے اہل علم نے سیدہ عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تطبیق دی ہے۔ سب سے بہتر تطبیق امام بخاری رحمہ اللہ کی ہے کہ سیدنا ابن عمر کی حدیث کا تعلق اس صورت سے ہے جب اس رونے میں میت کا دخل ہو جیسا کہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا تعلق اس صورت سے ہے جب میت کا رونے میں دخل نہ ہو۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 197/3)

١٠٠٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: أَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ فَوَجَدَهُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَهُ فِي حِجْرِهِ فَبَكَى، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: أَتَبْكِي أَوَ لَمْ تَكُنْ نَهَيْتَ عَنِ الْبُكَاءِ؟ قَالَ: «لَا، وَلٰكِنْ نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ خَمْشِ وُجُوهٍ وَشَقِّ

[1005] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انھیں لے کر اپنے بیٹے ابراہیم کے پاس گئے اور اسے اس حال میں پایا کہ اس کی جان نکل رہی تھی۔ نبی ﷺ نے اسے اپنی گود میں رکھ لیا اور رونے لگے تو سیدنا عبدالرحمن نے کہا: کیا آپ رو رہے ہیں؟ کیا آپ نے رونے سے روکا نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں (میں نے رونے سے نہیں روکا) لیکن میں نے دو احمقانہ نافرمانی والی آوازوں سے روکا

١٠٠٥ـ [حسن بالشواهد] أخرجه عبد بن حميد، ح:١٠٠٦ من حديث محمد بن أبي ليلى به، والطحاوي في معاني الآثار: ٤/ ٢٩٣، وللحديث شاهد عند البزار (كشف): ١/ ٣٧٧، ح: ٧٩٥ وسنده حسن وأورده الضياء في المختارة.

جُيُوبٍ وَرَنَّةِ شَيْطَانٍ» وَفِي الْحَدِيثِ كَلَامٌ أَكْثَرُ مِنْ هٰذَا.

ہے: ایک آواز مصیبت کے وقت، چہرے کو نوچنا اور گریبان چاک کرنا اور دوسری شیطانی آواز (زور زور سے چیخنے چلانے یا گانے بجانے کی) نوحہ کرنا، چیخنا چلانا ہے۔ اور اس حدیث میں اس سے مزید بھی کلام ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میت پر رونا (بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہو جانا) منع نہیں بلکہ نوحہ اور ماتم کرنا منع ہے، کیونکہ اس میں تصنع اور بناوٹ ہے۔

١٠٠٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ - وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ وَذُكِرَ لَهَا: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ [عَلَيْهِ] فَقَالَتْ عَائِشَةُ: غَفَرَ اللّٰهُ لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَمَا إِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهُ نَسِيَ أَوْ أَخْطَأَ، إِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى يَهُودِيَّةٍ يُبْكَى عَلَيْهَا فَقَالَ: «إِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا».

[1006] سیدہ عمرہ بیان کرتی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میت کو اس پر زندہ کے (یا خاندان کے) رونے پر عذاب ہوتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ ابوعبدالرحمن (ابن عمر) کو معاف فرمائے! انھوں نے غلط بیانی نہیں کی لیکن وہ بھول گئے ہیں یا چوک گئے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودی عورت کے پاس سے گزرے جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے، تو آپ نے فرمایا: ”یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں، حالانکہ اس کو ضرور قبر میں عذاب ہوگا۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ یہودی عورت کو اس کے کفر کے سبب عذاب ہو رہا تھا جبکہ گھر والے اس کے فراق و جدائی کے غم کی بنا پر رو رہے تھے۔ عذاب کا ان کے رونے سے تعلق نہ تھا۔ اور بقول ملا علی قاری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعتراض تب درست تھا اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق صرف اس واقعے سے ہوتا، حالانکہ اس سلسلے میں مختلف صحابہ سے مختلف اسلوب سے مختلف روایات ثابت ہیں۔ (تحفة الأحوذي: 74/4)

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَشْيِ أَمَامَ الْجَنَازَةِ (التحفة ٢٦)

باب: 26۔ جنازے کے آگے چلنا

١٠٠٦ـ أخرجه مسلم، الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، ح: ٩٣٢/ ٢٧ عن قتيبة، والبخاري، ح: ١٢٨٩ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٢٣٤ (يحيى) باختلاف يسير.

١٠٠٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ.

[1007] سیدنا سالم اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو جنازے کے آگے آگے چلتے دیکھا ہے۔

١٠٠٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ مَنْصُورٍ وَبَكْرٍ الْكُوفِيِّ وَزِيَادٍ وَسُفْيَانَ، كُلُّهُمْ يَذْكُرُ أَنَّهُ [سَمِعَهُ مِنَ] الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ.

[1008] سیدنا سالم بن عبداللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جنازے کے آگے آگے چلتے دیکھا ہے۔

١٠٠٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي سَالِمٌ: أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يَمْشِي أَمَامَ الْجَنَازَةِ.

[1009] امام زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جنازے کے آگے آگے چلتے تھے۔ اور سالم نے مجھے بتایا کہ ان کے والد بھی جنازے کے آگے آگے چلتے تھے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ هٰكَذَا رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ وَزِيَادُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَرَوٰى مَعْمَرٌ وَيُونُسُ بْنُ يَزِيدَ وَمَالِكٌ وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْحُفَّاظِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَمْشِي أَمَامَ الْجَنَازَةِ [قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَأَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يَمْشِي أَمَامَ الْجَنَازَةِ]،

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر کی حدیث ابن جریج، زیاد بن سعد اور بہت سے راویوں نے زہری سے ابن عیینہ کی طرح مرفوعاً بیان کی ہے۔ معمر، یونس بن یزید اور امام مالک وغیرہ حفاظ نے اس کو زہری سے مرسل بیان کیا ہے، یعنی زہری بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جنازے کے آگے آگے چلتے تھے اور زہری

١٠٠٧- أخرجه أبو داود، الجنائز، باب المشي أمام الجنازة، ح:٣١٧٩ وابن ماجه، ح:١٤٨٢ والنسائي:٤/٥٦، ح:١٩٤٦ من حديث ابن عيينة به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣٠٣٦ وله شواهد حسنة، انظر الحديث الآتي.

١٠٠٨- أخرجه النسائي، الجنائز، باب مكان الماشي من الجنازة: ٤/٥٦، ح:١٩٤٧ من حديث همام به، والزهري صرح بالسماع عنده، وللحديث شواهد.

١٠٠٩- انظر الحديث السابق * وفي الباب عن أنس [يأتي: ١٠١٠] * قول ابن المبارك صحيح عنه.

وَأَهْلُ الْحَدِيثِ كُلُّهُمْ يَرَوْنَ أَنَّ الْحَدِيثَ الْمُرْسَلَ فِي ذٰلِكَ أَصَحُّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مُوسٰى يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّزَّاقِ يَقُولُ: قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: حَدِيثُ الزُّهْرِيِّ فِي هٰذَا مُرْسَلٌ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ. قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: وَأَرَى ابْنَ جُرَيْجٍ أَخَذَهُ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرَوٰى هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ زِيَادٍ، - وَهُوَ ابْنُ سَعْدٍ - وَمَنْصُورٍ وَبَكْرٍ وَسُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ. وَإِنَّمَا هُوَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ رَوٰى عَنْهُ هَمَّامٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْمَشْيِ أَمَامَ الْجَنَازَةِ فَرَأٰى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ الْمَشْيَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ أَفْضَلُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ. [قَالَ: وَحَدِيثُ أَنَسٍ فِي هٰذَا الْبَابِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ].

کو سالم نے بتایا کہ میرے والد بھی جنازے کے آگے آگے چلتے تھے اور تمام محدثین کے نزدیک اس مسئلے کے بارے میں مرسل روایت صحیح تر ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ اپنی سند سے ابن مبارک رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ زہری کی مرسل روایت ابن عیینہ کی مرفوع روایت سے صحیح تر ہے اور میرے خیال میں ابن جریج نے یہ روایت ابن عیینہ سے لی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمام بن یحییٰ نے یہ حدیث زیاد بن سعد منصور، بکر اور سفیان کے واسطے سے زہری سے بیان کی ہے اور زہری سالم کے واسطے سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتا ہے۔ سفیان سے مراد سفیان بن عیینہ ہے کیونکہ ہمام اس سے ہی روایت بیان کرتا ہے۔ جنازے کے آگے آگے چلنے کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا قول ہے کہ جنازے کے آگے آگے چلنا افضل ہے۔ امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس مسئلے کے بارے میں محفوظ نہیں۔

فائدہ: جنازے کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف چلنا بالاتفاق جائز ہے۔ لیکن افضل اور بہتر کیا ہے؟ اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بقول علامہ ابن قدامہ اکثر اہل علم کے نزدیک جنازے کے آگے آگے چلنا افضل ہے۔ سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان اور بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین کا یہی موقف ہے۔ امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام اوزاعی اور اصحاب الرائے کے نزدیک پیچھے چلنا افضل ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 356/2) اور بقول امام نووی جمہور کا موقف آگے چلنا ہے۔ (شرح المهذب: 279/5)

١٠١٠- حَدَّثَنَا [أَبُو مُوسٰى] مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْشِي أَمَامَ الْجَنَازَةِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ.

[1010] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنازے کے آگے آگے چلتے تھے، سیدنا ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی۔

١٠١٠- أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في المشي أمام الجنازة، ح: ١٤٨٣ من حديث محمد بن بكر به، والحديث السابق: ١٠٠٨ شاهد له.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ [خَطَأٌ] أَخْطَأَ فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ وَإِنَّمَا يُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوا يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَأَخْبَرَنِي سَالِمٌ: أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يَمْشِي أَمَامَ الْجَنَازَةِ. قَالَ مُحَمَّدٌ: هٰذَا أَصَحُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں محمد (امام بخاری رحمہ اللہ) سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا: اس حدیث میں خطا ہوئی ہے، اس میں محمد بن بکر کو غلطی لگی ہے۔ اصل میں یہ حدیث یونس، زہری سے (مرسل طور پر) بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جنازے کے آگے آگے چلتے تھے۔ اور زہری، سالم سے بیان کرتے ہیں کہ اس کے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) بھی جنازے کے آگے آگے چلتے تھے۔ امام محمد کہتے ہیں: یہی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَشْيِ خَلْفَ الْجَنَازَةِ (التحفة ٢٧)

باب: 27۔ جنازے کے پیچھے چلنا

١٠١١ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَحْيٰى إِمَامِ بَنِي تَيْمِ اللهِ، عَنْ أَبِي مَاجِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، عَنِ الْمَشْيِ خَلْفَ الْجَنَازَةِ قَالَ: «مَا دُونَ [الْخَبَبِ]، فَإِنْ كَانَ خَيْرًا عَجَّلْتُمُوهُ، وَإِنْ كَانَ شَرًّا فَلَا يُبَعَّدُ إِلَّا أَهْلُ النَّارِ، الْجَنَازَةُ مَتْبُوعَةٌ وَلَا تَتْبَعُ، لَيْسَ مِنْهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا».

[1011] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے جنازے کے پیچھے پیچھے چلنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ''قدرے تیز رفتاری کے ساتھ چلو۔ اگر وہ اچھا ہے تو اسے جلدی (اس کی جگہ پر) پہنچاؤ گے اور اگر برا ہے تو دوزخی ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ (یا دور کیے جاتے ہیں۔) جنازے کے پیچھے چلا جاتا ہے وہ پیچھے نہیں چلتا۔ آگے چلنے والا اس کے ساتھ نہیں ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ [قَالَ:] وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يُضَعِّفُ حَدِيثَ أَبِي مَاجِدٍ هٰذَا. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: قِيلَ لِيَحْيٰى: مَنْ أَبُو مَاجِدٍ هٰذَا؟ قَالَ: طَائِرٌ طَارَ فَحَدَّثَنَا. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ إِلٰى هٰذَا، رَأَوْا أَنَّ الْمَشْيَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صرف اس سند سے جانتے ہیں اور امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ، ابو ماجد کی اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ اور امام یحییٰ سے پوچھا گیا: یہ ابوماجد کون ہے؟ انھوں نے کہا: ایک اڑنے والا پرندہ تھا۔ وہ اڑا تو اس نے ہمیں حدیثیں سنائیں، یعنی مجہول الحال ہے۔ بعض اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا یہی موقف ہے، ان کے

١٠١١ - [ضعيف] أخرجه أبو داود، الجنائز، باب الإسراع، ح: ٣١٨٤ وابن ماجه، ح: ١٤٨٤ من حديث يحيى الجابر به.

خَلْفَهَا أَفْضَلُ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَإِسْحَاقُ: وَأَبُو مَاجِدٍ رَجُلٌ مَجْهُولٌ وَلَهُ حَدِيثَانِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ: وَيَحْيٰى إِمَامُ بَنِي تَيْمِ اللهِ ثِقَةٌ يُكْنٰى أَبَا الْحَارِثِ وَيُقَالُ لَهُ يَحْيَى الْجَابِرُ، وَيُقَالُ لَهُ يَحْيَى الْمُجْبِرُ أَيْضًا وَهُوَ كُوفِيٌّ رَوٰى لَهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَأَبُو الْأَحْوَصِ وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ.

نزدیک پیچھے چلنا افضل ہے۔ سفیان ثوری اور اسحاق رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ ابو ماجد، مجہول آدمی ہے۔ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اور بنو تیم اللہ کا امام، یحییٰ ثقہ ہے۔ اس کی کنیت ابوحارث ہے۔ اسے یحییٰ الجابر اور یحییٰ المجبر بھی کہتے ہیں۔ وہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس سے شعبہ، سفیان ثوری، ابواحوص اور سفیان بن عیینہ روایت کرتے ہیں۔

لغوی تشریح: لَا يُبْعَدُ: دور نہیں کیا جاتا۔ لَا يُبْعَدُ: ہلاک و تباہ نہیں ہوتا۔ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ جابر اور مجبر: ہڈیوں کو جوڑنے والا۔ جمہور کے نزدیک یہ یحییٰ بھی ضعیف راوی ہے، ثقہ نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 138/2)

فائدہ: یہ روایت تو ضعیف ہے، تاہم چونکہ جنازے کے ساتھ جانے سے اصل مقصود اس کے اٹھانے میں تعاون کرنا ہے، اس لیے اس مقصد کے اعتبار سے جو صورت بہتر ہو، یعنی آگے یا پیچھے چلنا، اسے اختیار کر لینا جائز ہے۔ بعض دفعہ پیچھے والا پیچھے ہی رہ جاتا ہے، وہ جنازے کی تیز رفتاری کی وجہ سے اس کو اٹھا نہیں سکتا اور آگے والا تو ہر حالت میں آگے ہی رہتا ہے، اس لیے وہ جنازہ اٹھانے میں آسانی سے شریک ہو سکتا ہے۔ (زاد المعاد: 498/1)

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الرُّكُوبِ خَلْفَ الْجَنَازَةِ (التحفة ٢٨)

باب: 28۔ جنازے کے پیچھے سوار ہو کر جانا مکروہ ہے

١٠١٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ [أَبِي] بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي جَنَازَةٍ فَرَأٰى نَاسًا رُكْبَانًا فَقَالَ: «أَلَا تَسْتَحْيُونَ؟ إِنَّ مَلَائِكَةَ اللهِ عَلٰى أَقْدَامِهِمْ وَأَنْتُمْ عَلٰى ظُهُورِ الدَّوَابِّ».

[1012] سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے۔ آپ نے کچھ لوگوں کو سواری پر دیکھا تو فرمایا: ''کیا تمھیں شرم محسوس نہیں ہوتی؟ اللہ کے فرشتے پیدل چل رہے ہیں اور تم چوپاؤں کی پشتوں پر ہو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَجَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ثَوْبَانَ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مَوْقُوفًا. [قَالَ مُحَمَّدٌ: الْمَوْقُوفُ مِنْهُ أَصَحُّ].

اس مسئلے میں سیدنا مغیرہ بن شعبہ اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث ان کے قول کے طور پر بھی بیان کی گئی

١٠١٢ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في شهود الجنائز، ح: ١٤٨٠ من حديث أبي بكر بن أبي مريم به، وأبوبكر ضعيف: وكان قد سرق بيته فاختلط (تقريب) * وفي الباب عن المغيرة بن شعبة [يأتي: ١٠٣١]، وجابر بن سمرة [يأتي: ١٠١٣، ١٠١٤].

ہے۔امام محمد کہتے ہیں: ان کی موقوف روایت ہی صحیح تر ہے۔

فائدہ: یہ حدیث بھی ضعیف ہے، اس لیے اگر کوئی شخص سواری پر جنازے میں شریک ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

(التحفة ٢٩)

باب:29۔سوار ہونے کی رخصت

١٠١٣- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُولُ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي جَنَازَةِ [أَبِي] الدَّحْدَاحِ، وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لَّهُ يَسْعٰى وَنَحْنُ حَوْلَهُ وَهُوَ يَتَوَقَّصُ بِهِ.

[1013] سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ابو دحداح رضی اللہ عنہ کے جنازے میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے جبکہ آپ اپنے دوڑتے ہوئے گھوڑے پر تھے۔ ہم آپ ﷺ کے اردگرد تھے اور آپ اسے چھوٹے چھوٹے قدموں پر لے جا رہے تھے۔

لغوی تشریح: يَتَوَقَّصُ: چھوٹے چھوٹے ڈگ بھرنا، قریب قریب قدم رکھنا۔

١٠١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ عَنِ الْجَرَّاحِ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اتَّبَعَ جَنَازَةَ [أَبِي] الدَّحْدَاحِ مَاشِيًا وَّرَجَعَ عَلٰى فَرَسٍ.

[1014] سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ابو دحداح رضی اللہ عنہ کے جنازے کے ساتھ پیدل چلے اور گھوڑے پر واپس آئے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جنازے میں ہر طرح سے شریک ہونا جائز ہے۔

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

(التحفة ٣٠)

باب:30۔جنازہ تیزی سے لے جانا

١٠١٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا [سُفْيَانُ] ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ: سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَسْرِعُوا

[1015] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جنازہ تیزی سے لے چلو کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو تم اسے بھلائی کے قریب کر رہے ہو اور اگر برا

١٠١٣_ أخرجه مسلم، الجنائز، باب ركوب المصلي على الجنازة إذا انصرف، ح: ٩٦٥ من حديث شعبة به.

١٠١٤_ أنظر الحديث السابق * أبو قتيبة هو مسلم بن قتيبة، والجراح هو ابن مليح الرواسي.

١٠١٥_ أخرجه البخاري، الجنائز، باب السرعة بالجنازة، ح: ١٣١٥، ومسلم، ح: ٩٤٤ من حديث ابن عيينة به * وفي الباب عن أبي بكرة [أبو داود، ح: ٣١٨٢].

بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ خَيْرًا تُقَدِّمُوهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ تَكُ شَرًّا تَضَعُوهُ عَنْ رِقَابِكُمْ».

ہے تو اسے اپنی گردنوں سے اتار دو گے۔"

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① میت نیک ہو یا بد اس کی تجہیز و تکفین جلدی ہو جانی چاہیے اور قبرستان لے جاتے ہوئے بالخصوص تیز رفتاری سے لے جانا چاہیے تاکہ وہ جلد اپنے مناسب مقام پر پہنچ جائے اور ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔ جنازے کو جلدی لے جانا بالاتفاق مستحب ہے۔ جمہور کے نزدیک تیزی سے مراد عام رفتار سے تیزی ہے۔ بھاگنا درست نہیں۔ ② جنازے کے ساتھ کسی قسم کا ذکر بلند آواز سے کرنا درست نہیں۔ سیدنا قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام جنازے کے ساتھ آواز بلند کرنا ناپسند کرتے تھے۔ (المغني: 358/2، 359، الأذكار، ص: 202، أحكام الجنائز، للألباني، ص: 92)

(المعجم ٣١) بَابُ مَا جَاءَ فِي قَتْلَى أُحُدٍ وَذِكْرِ حَمْزَةَ (التحفة ٣١)

باب: 31۔ غزوۂ احد کے شہداء اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

١٠١٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَتَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى حَمْزَةَ يَوْمَ أُحُدٍ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَرَآهُ قَدْ مُثِّلَ بِهِ، فَقَالَ: «لَوْلَا أَنْ تَجِدَ صَفِيَّةُ فِي نَفْسِهَا لَتَرَكْتُهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الْعَافِيَةُ حَتَّى يُحْشَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ بُطُونِهَا» . قَالَ: ثُمَّ دَعَا بِنَمِرَةٍ فَكَفَّنَهُ فِيهَا فَكَانَتْ إِذَا مُدَّتْ عَلَى رَأْسِهِ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا مُدَّتْ عَلَى رِجْلَيْهِ بَدَا رَأْسُهُ. قَالَ: فَكَثُرَ الْقَتْلَى وَقَلَّتِ الثِّيَابُ، قَالَ: فَكُفِّنَ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالثَّلَاثَةُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ثُمَّ يُدْفَنُونَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ. قَالَ: فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْأَلُ عَنْهُمْ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ قُرْآنًا

[1016] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور رک گئے اور دیکھا کہ ان کا مثلہ کیا گیا ہے۔ (ان کے اعضاء ہاتھ، کان اور ناک وغیرہ کاٹے جا چکے ہیں۔) تو آپ نے فرمایا: "اگر (میری پھوپھی) صفیہ اپنے دل میں رنج و الم محسوس نہ کرتی تو میں انھیں اسی حالت میں چھوڑ دیتا حتیٰ کہ اسے (خوراک کے طالب) پرندے کھا جاتے تاکہ انھیں قیامت کے دن ان پرندوں اور درندوں کے پیٹوں سے جمع کیا جاتا۔" پھر آپ ﷺ نے اونی چادر طلب فرمائی اور اس میں انھیں کفنایا۔ اسے جب ان کے سر تک بڑھایا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب ان کے پاؤں پر

١٠١٦- أخرجه أبو داود، الجنائز، باب: في الشهيد يغسل، ح: ٣١٣٦ عن قتيبة به وصححه الحاكم: ٣/ ١٩٦ ووافقه الذهبي وللحديث شواهد منها، حديث الليث [يأتي: ٣٠٣٦].

فَيُقَدِّمُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ. قَالَ: فَدَفَنَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ».

پھیلایا جاتا تو سر ننگا ہو جاتا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مقتولوں کی تعداد زیادہ تھی اور کپڑے کم ہو گئے تھے، اس لیے ایک دو اور تین تین افراد کو ایک ایک کپڑے میں کفنایا گیا، پھر انھیں ایک ہی قبر میں دفن کر دیا جاتا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے بارے میں پوچھتے جاتے تھے کہ ان میں قرآن کسے زیادہ یاد ہے تو اسے قبلے کی طرف آگے کر دیتے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے انھیں دفن کروایا اور ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. [النَّمِرَةُ: الْكِسَاءُ الْخَلِقُ. وَقَدْ خُولِفَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيثِ، فَرَوَى اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ. وَرَوٰى مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، عَنْ جَابِرٍ، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا ذَكَرَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ إِلَّا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ؟ فَقَالَ: حَدِيثُ اللَّيْثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرٍ، أَصَحُّ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ نمرہ پرانی یا بوسیدہ اُونی چادر کو کہتے ہیں یا دھاری دار پرانی چادر کو۔ اس حدیث میں اسامہ بن زید کی مخالفت کی گئی ہے۔ لیث بن سعد یہ روایت ابن شہاب سے بیان کرتے ہیں اور اسے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت قرار دیتے ہیں اور معمر بھی ابن شہاب سے بیان کرتے ہیں اور اسے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت قرار دیتے ہیں اور ہمارے علم میں صرف اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہی زہری سے اسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ اور میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے لیث والی سند کو زیادہ صحیح قرار دیا جس میں اس روایت کو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے۔

لغوی تشریح: [قَتْلٰی، قتيل] کی جمع ہے، مقتول کو کہتے ہیں۔ [عافية] کی جمع [عوافي] ہے، ان پرندوں اور درندوں کو کہتے ہیں جو لاشوں کو کھاتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے شہدائے احد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ شہید کی نماز جنازہ کے بارے میں مسئلے کی تحقیق [باب ترك الصلاة على الشهيد] ''شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھنا'' کے تحت آگے آئے گی، نیز قرآن کے حافظ اور عالم دین اپنی زندگی میں عام لوگوں سے افضل اور محترم ہوتے ہیں تو مرنے کے بعد بھی انھیں یہ اعزاز حاصل رہتا ہے۔

(المعجم ٣٢) بَابٌ آخَرُ [فِي سُنَّةِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَشُهُودِ الْجَنَازَةِ] (التحفة ٣٢)

باب:32۔ بیمار کی عیادت اور جنازے میں شرکت کے مسنون عمل کا بیان

١٠١٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْأَعْوَرِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ، وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ، وَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ، وَكَانَ يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ عَلٰى حِمَارٍ مَخْطُومٍ بِحَبْلٍ مِّنْ لِّيفٍ عَلَيْهِ إِكَافُ لِيفٍ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُسْلِمٍ عَنْ أَنَسٍ. وَمُسْلِمٌ الْأَعْوَرُ يُضَعَّفُ وَهُوَ مُسْلِمُ بْنُ كَيْسَانَ الْمُلَائِيُّ تُكُلِّمَ فِيهِ. وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ.

[1017] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار کی عیادت فرمایا کرتے تھے۔ جنازے میں شریک ہوتے تھے۔ گدھے پر سوار ہو جاتے تھے۔ غلام کی دعوت منظور فرما لیتے تھے۔ بنوقریظہ کے دن ایک گدھے پر سوار تھے جس کی لگام والی رسی کھجور کی چھال کی تھی اور اس پر گدی (زین) بھی کھجور کی چھال کی تھی۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں یہ حدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے صرف مسلم اعور بیان کرتا ہے اور مسلم اعور کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ یہ مسلم بن کیسان ملائی ہے۔ اس پر جرح کی گئی ہے اور اس سے شعبہ اور سفیان نے روایت بیان کی ہے۔

فائدہ: یہ روایت گو ضعیف ہے مگر مختلف صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ معاملہ انتہائی ہمدردانہ اور مشفقانہ ہوتا تھا۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ ان کی غمی اور خوشی میں بلا امتیاز امیر وغریب شریک ہوتے تھے۔ سواری وغیرہ اور عام ضروریات کے سلسلے میں کسی قسم کے تکلف کے روادار نہ تھے، جو سواری بھی میسر آ جاتی اس پر سوار ہو جاتے تھے۔

(المعجم ٣٣) بَابٌ: [أَيْنَ تُدْفَنُ الْأَنْبِيَاءُ] (التحفة ٣٣)

باب:33۔ انبیائے کرام علیہم السلام کہاں دفن کیے جاتے ہیں؟

١٠١٨- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اخْتَلَفُوا فِي دَفْنِهِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ

[1018] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی روح قبض کر لی گئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ کے دفن کے سلسلے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسی بات سنی ہے

١٠١٧ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الزهد، باب البراءة من الكبر والتواضع، ح: ٤١٧٨ من حديث مسلم الأعور به، وهو ضعيف.

١٠١٨ـ [صحيح لغيره] أخرجه أحمد بن علي بن سعيد المروزي في مسند أبي بكر، ح: ٤٣ من حديث أبي كريب به، وللحديث شواهد كثيرة عند ابن سعد وغيره.

شَيْئًا مَا نَسِيتُهُ قَالَ: «مَا قَبَضَ اللهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ» ، فَدَفَنُوهُ فِي مَوْضِعِ فِرَاشِهِ.

جو میں بھولا نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ نبی کو اسی جگہ ہی فوت کرتا ہے جہاں وہ اس کے دفن کو پسند فرماتا ہے۔'' چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو آپ کے بستر کی جگہ میں دفن کر دیا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُلَيْكِيُّ يُضَعَّفُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ. رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [أَيْضًا].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اور عبدالرحمن بن ابی بکر ملیکی کو اس کے حافظے کے سبب ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ حدیث دوسری سند سے بھی منقول ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ کو آپ کے کمرۂ وفات میں دفن کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا وہیں دفن کرنا مناسب تھا اور بقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس میں حکمت یہ بھی تھی کہ اگر آپ ﷺ کی قبر عام قبرستان میں بنائی جاتی تو اس کی پرستش شروع ہوجاتی جیسا کہ ہم آج کل دیکھ رہے ہیں کہ نیک نام لوگوں کی قبروں پر کس قدر شرکیہ کام ہو رہے ہیں۔ ② دینی اور دنیاوی امور میں اختلاف ہوجائے تو فرامین رسول (احادیث مبارکہ) ہی وہ میزان حق ہیں جن سے یہ درست راہنمائی مل سکتی ہے۔

(المعجم ٣٤) بَابٌ آخَرُ [فِي الْأَمْرِ بِذِكْرِ مَحَاسِنِ الْمَوْتٰى وَالْكَفِّ عَنْ مَسَاوِيهِمْ] (التحفة ٣٤)

باب: 34۔ مرنے والوں کی خوبیاں بیان کرنے اور ان کی برائیاں بیان کرنے سے باز رہنے کا بیان

١٠١٩- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَنَسٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ».

[1019] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مرنے والوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیاں بیان کرنے سے باز رہو۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: عِمْرَانُ بْنُ أَنَسٍ الْمَكِّيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ. [قَالَ] وَعِمْرَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ مَصْرِيٌّ أَثْبَتُ وَأَقْدَمُ مِنْ عِمْرَانَ بْنِ أَنَسٍ الْمَكِّيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث غریب ہے۔ میں نے امام محمد کو فرماتے سنا کہ عمران بن انس مکی منکر الحدیث ہے۔ (اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہے۔) اور بعض راویوں نے یہ حدیث عطاء کے واسطے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے۔ عمران بن ابی انس مصری ثقہ ہے اور

١٠١٩- [ضعيف] أخرجه أبوداود، الأدب، باب: في النهي عن سب الموتى، ح: ٤٩٠٠ عن أبي كريب محمد بن العلاء به، وأورده ابن حبان في صحيحه (الإحسان): ٣٠٠٩.

عمران بن انس مکی سے پہلے ہو گزرا ہے۔

لغوی تشریح: مَحَاسِن: خلاف قیاس ''حسن'' کی جمع ہے، خوبیاں، کمالات اور ''مَسَاوِي'' خلاف قیاس ''سُوء'' کی جمع ہے، برائیاں، کوتاہیاں۔

فائدہ: یہ حدیث گو ضعیف ہے، تاہم عمومی دلائل کے تحت نیک کردار اور اچھے لوگوں کی خوبیوں کا اعتراف اور اظہار کرنا چاہیے تاکہ لوگ انھیں اختیار کریں۔ لیکن ان کی کسی شخصی اور انفرادی غلطی جس سے دوسرے آگاہ نہ ہوں، اس کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، ہاں اگر یہ خطرہ ہو کہ لوگ اس کے غلط فعل یا غلط قول کی اقتدا کریں گے تو پھر اس کی نشان دہی ضروری ہے اور کسی برے فرد کی اچھی شہرت کی پردہ دری بھی ضروری ہے تاکہ لوگ اس کے دھوکے میں آنے سے بچ جائیں۔ (الكوكب الدري: 182/2)

(المعجم ٣٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجُلُوسِ قَبْلَ أَنْ تُوضَعَ (التحفة ٣٥)

باب: 35۔ جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا

١٠٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ ابْنُ عِيسٰى عَنْ بِشْرِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمَانَ ابْنِ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اتَّبَعَ الْجَنَازَةَ لَمْ يَقْعُدْ حَتّٰى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ، فَعَرَضَ لَهُ حَبْرٌ فَقَالَ: هٰكَذَا نَصْنَعُ يَا مُحَمَّدُ! قَالَ: فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَالَ: «خَالِفُوهُمْ».

[1020] سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنازے کے ساتھ جاتے تو جب تک اسے لحد میں نہ اتار دیا جاتا، نہ بیٹھتے۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک یہودی عالم آیا اور کہا: اے محمد! ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ بیٹھنے لگے اور فرمایا: ''ان کی مخالفت کرو۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَبِشْرُ بْنُ رَافِعٍ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اور بشر بن رافع راوی حدیث کے سلسلے میں قوی نہیں۔

فائدہ: اس مسئلے میں مختلف روایات آئی ہیں جن کی وجہ سے اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابن قدامہ لکھتے ہیں: جو انسان جنازے کے ساتھ جائے اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے۔ ابن عمر، حسن بن علی، ابوہریرہ، ابن زبیر، نخعی، شعبی، اوزاعی، اسحاق اور امام احمد رحمہ اللہ کا موقف یہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کھڑے رہنا سیدنا علی کی حدیث سے منسوخ ہے، لیکن نسخ کا دعویٰ صحیح نہیں۔ (المغني: 362/2) امام نووی نے بھی لکھا ہے کہ دعوائے نسخ درست نہیں، کھڑے رہنا بہتر ہے اور بیٹھنا جائز ہے۔ (شرح صحيح مسلم، للنووي: 310/1) اور امام نووی نے

١٠٢٠- [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في القيام للجنازة، ح: ١٥٤٥ عن محمد بن بشار به، بشر ابن رافع ضعيف وعبدالله بن سليمان ضعيف وأبوه سليمان بن جنادة منكر الحديث (تقريب) وللحديث شواهد.

شرح المہذب میں لکھا ہے کہ راجح بات یہ ہے کہ کھڑے رہنا مستحب ہے اور بیٹھنے کے بارے میں صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث نسخ کی دلیل نہیں بن سکتی۔ امام مالک اور احمد رحمہما اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جنازہ رکھنے تک بیٹھنا مکروہ ہے۔ شعبی، نخعی اور داود ظاہری کا موقف یہی ہے۔ (شرح المهذب: 280/5) امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے جو جنازے کے ساتھ جائے گا وہ اس وقت تک نہیں بیٹھے گا جب تک اس کو مردوں کے کندھے سے زمین پر نہ رکھ دیا جائے اور اگر بیٹھ جائے تو اس کو کھڑا رہنے کا حکم دیا جائے گا۔ (فتح الباري: 228/3)

(المعجم ٣٦) بَابُ فَضْلِ الْمُصِيبَةِ إِذَا احْتَسَبَ (التحفة ٣٦)

١٠٢١ - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سِنَانٍ قَالَ: دَفَنْتُ ابْنِي سِنَانًا وَأَبُو طَلْحَةَ الْخَوْلَانِيُّ جَالِسٌ عَلَى شَفِيرِ الْقَبْرِ فَلَمَّا أَرَدْتُ الْخُرُوجَ أَخَذَ بِيَدِي فَقَالَ: أَلَا أُبَشِّرُكَ يَا أَبَا سِنَانٍ؟ قُلْتُ: بَلَى قَالَ: حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَرْزَبٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللهُ لِمَلَائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُولُ اللهُ: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوهُ بَيْتَ الْحَمْدِ».

باب: 36۔ مصیبت پر ثواب کی نیت سے صبر کرنے کی فضیلت

[1021] ابوسنان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے سنان کو قبر میں اتارا جبکہ ابوطلحہ خولانی رحمہ اللہ قبر کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں نے قبر سے نکلنا چاہا تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے ابوسنان! کیا میں تمھیں خوش خبری نہ سناؤں؟ میں نے کہا: ضرور سنایئے۔ تو انھوں نے اپنی سند سے مجھے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ کے کسی بندے کا بچہ فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی ہے؟ وہ کہتے ہیں: ہاں۔ تو وہ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل قبض کر لیا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: جی ہاں۔ وہ فرماتا ہے: اس نے (اس حادثے پر) کیا کہا؟ وہ عرض کرتے ہیں: اس نے تیری حمد بیان کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ (ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک عالی شان گھر بناؤ

١٠٢١ـ [حسن بالشواهد] أخرجه أحمد: ٤/ ٤١٥ من حديث ابن المبارك به وهو في الزهد له، ص: ٢٧، ح: ١٠٨ رواية نعيم ابن حماد الصدوق، وصححه ابن حبان، ح: ٧٢٧ وحسنه البغوي في شرح السنة، ح: ١٥٤٩ انظر التفصيل في الصحيحة للألباني، حديث: ١٤٠٨.

اور اس کا نام بیت الحمد (تعریف وشکر کا گھر) رکھ دو۔"

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: انسان کی اولاد اس کے دل کا پھل اور جگر گوشہ ہوتی ہے، اس لیے اس کی موت پر صبر کرنا بڑا مشکل اور کٹھن کام ہے اور اس پر صبر وہی کرسکتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ تصور کرتا ہے اور اس کی قضا پر راضی رہتا ہے، اس لیے اس کا اجروثواب بھی بہت زیادہ ہے۔

(المعجم ٣٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ (التحفة ٣٧)

باب: 37۔ جنازے پر تکبیر کہنا

١٠٢٢ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

[1022] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نجاشی کی نمازِ جنازہ پڑھائی تو چار تکبیریں کہیں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ أَبِي أَوْفٰى وَجَابِرٍ وَأَنَسٍ وَيَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَيَزِيدُ بْنُ ثَابِتٍ هُوَ أَخُو زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ، شَهِدَ بَدْرًا وَزَيْدٌ لَمْ يَشْهَدْ بَدْرًا. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ يَرَوْنَ التَّكْبِيرَ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، ابن ابی اوفیٰ، جابر، انس اور یزید بن ثابت رضی اللہ عنہم کی روایات بھی موجود ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا یزید بن ثابت، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں جو ان سے بڑے ہیں اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے جبکہ زید رضی اللہ عنہ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا اس پر عمل ہے۔ ان کے بقول جنازے پر چار تکبیریں کہی جائیں۔ امام سفیان ثوری، مالک بن انس، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

١٠٢٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

[1023] عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

١٠٢٢ـ أخرجه البخاري، الجنائز، باب الصفوف على الجنازة، ح: ١٣١٨ من حديث معمر، ومسلم، ح: ٩٥١ من حديث الزهري به * وفي الباب عن ابن عباس [ابن ماجه، ح: ١٥٠٤]، وابن أبي أوفى [ابن ماجه، ح: ١٥٠٣]، وجابر [البخاري، ح: ١٣٣٤ ومسلم، ح: ٩٥٢]، ويزيد بن ثابت [ابن ماجه، ح: ١٥٢٨]، وأنس [يأتي: ١٠٣٤ مختصرًا وأبو داود، ح: ٣١٩٤].

١٠٢٣ـ أخرجه مسلم، الجنائز، باب الصلاة على القبر، ح: ٩٥٧ عن محمد بن المثنى به.

ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ: كَانَ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ يُكَبِّرُ عَلٰى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا وَإِنَّهُ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةٍ خَمْسًا فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكَبِّرُهَا.

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہتے تھے اور انھوں نے ایک جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں۔ ہم نے ان سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ اتنی تکبیریں بھی کہا کرتے تھے۔ (پانچ تکبیریں بھی کہہ دیا کرتے تھے۔)

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ رَأَوُا التَّكْبِيرَ عَلَى الْجَنَازَةِ خَمْسًا وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: إِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ عَلَى الْجَنَازَةِ خَمْسًا فَإِنَّهُ يَتْبَعُ الْإِمَامَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا یہی موقف ہے کہ جنازے پر پانچ تکبیریں ہیں۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول ہے کہ جب امام جنازے پر پانچ تکبریں کہے تو مقتدی امام کی پیروی کرے۔

فائدہ: نبی اکرم ﷺ سے نو تک تکبیریں کہنا ثابت ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے بعد چار سے زائد تکبیریں کہتے رہے ہیں، لہٰذا چار سے نو تک کوئی عدد بھی اختیار کیا جا سکتا ہے اگرچہ چار تکبیروں کے متعلق روایات زیادہ ہیں اور امت کا عمومی عمل بھی اسی پر ہے۔ (أحكام الجنائز للألباني، ص: 141)

(المعجم ٣٨) بَابُ مَا يَقُولُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ (التحفة ٣٨)

باب: 38۔ جنازے میں کون سی دعائیں پڑھیں؟

١٠٢٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا هِقْلُ بْنُ زِيَادٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي أَبُو إِبْرَاهِيمَ الْأَشْهَلِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا» قَالَ يَحْيٰى: وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ

[1024] ابو ابراہیم اشہلی رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنازہ پڑھاتے تو یہ دعا کرتے: [اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا] ”اے اللہ! مغفرت فرما ہمارے زندہ اور ہمارے مردہ کی، ہمارے حاضر اور ہمارے غائب کی، ہمارے چھوٹے اور

١٠٢٤۔ [صحيح لغيره] أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ١٠٩٢٣ وعمل اليوم والليلة، ح: ١٠٨٤ من حديث الأوزاعي به وسنده حسن، وللحديث طرق عند أبي داود، ح: ٣٢٠١ وأحمد: ٥/ ١٩٨، ٢٩٩ وغيرهما وصححه ابن الجارود، ح: ٥٤١ * وفي الباب عن عبدالرحمن بن عوف [البزار (البحر الزخار): ٣/ ٢٥٤، ح: ١٠٤٥]، وعائشة [البيهقي: ٤/ ٤١ والحاكم: ١/ ٣٥٨]، وأبي قتادة [أحمد: ٤/ ١٧٠، والنسائي في عمل اليوم والليلة، ح: ١٠٨٦]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٥٧ وابن ماجه، ح: ١٥٠١]، وعوف بن مالك [يأتي: ١٠٢٥].

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ ذٰلِكَ وَزَادَ فِيهِ: «اَللّٰهُمَّ! مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ».

ہمارے بڑے کی، ہمارے مرد اور ہماری عورت کی۔" اور سیدنا ابوہریرہ کی حدیث میں ان الفاظ کے بعد یہ اضافہ ہے: [اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ] "اے اللہ! جسے تو ہم میں سے زندہ رکھے تو اسے اسلام پر (قائم رکھتے ہوئے) زندہ رکھ، اور جسے تو ہم میں سے فوت کرے تو اسے ایمان کی حالت میں فوت کرنا۔"

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَائِشَةَ وَأَبِي قَتَادَةَ وَجَابِرٍ وَعَوْفِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ وَالِدِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوٰى هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. وَرَوٰى عِكْرِمَةُ ابْنُ عَمَّارٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدِيثُ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَعِكْرِمَةُ رُبَّمَا يَهِمُ فِي حَدِيثِ يَحْيٰى. وَرُوِيَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: أَصَحُّ الرِّوَايَاتِ فِي هٰذَا حَدِيثُ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ الْأَشْهَلِيِّ، عَنْ أَبِيهِ. قَالَ وَسَأَلْتُهُ عَنِ اسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ الْأَشْهَلِيِّ فَلَمْ يَعْرِفْهُ.

اس مسئلے میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوقتادہ، جابر اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ابراہیم کے باپ کی روایت حسن صحیح ہے۔ ہشام دستوائی اور علی بن مبارک نے یہ حدیث نبی ﷺ سے مرسلاً (صحابی کا واسطہ چھوڑ کر) بیان کی ہے اور عکرمہ بن عمار نے یحییٰ بن ابی کثیر کی سند سے اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے نقل کیا ہے اور عکرمہ بن عمار کی حدیث محفوظ نہیں ہے، کیونکہ وہ بعض دفعہ یحییٰ کی حدیث کے بیان کرنے میں وہم کا شکار ہوجاتا ہے۔ اور یحییٰ بن ابی کثیر نے عبداللہ بن ابی قتادہ کے واسطے سے یہ حدیث ابوقتادہ سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام محمد (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے تھے: اس سلسلے میں سب سے زیادہ صحیح روایت یحییٰ بن ابی کثیر کی ابوابراہیم اشہلی کے واسطے سے ہے۔ اور میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے ابوابراہیم کا نام معلوم کیا تو انھیں معلوم نہ تھا۔

١٠٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى

[1025] سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک میت کی نماز جنازہ پڑھاتے سنا، آپ نے اس پر یہ دعا پڑھی جو میں نے محفوظ کرلی: [اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَاغْسِلْهُ بِالْبَرَدِ

١٠٢٥- أخرجه مسلم، الجنائز، باب الدعاء للميت في الصلاة، ح: ٩٦٣ من حديث ابن مهدي به.

مَيِّتٍ فَفَهِمْتُ مِنْ صَلَاتِهِ عَلَيْهِ: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَاغْسِلْهُ بِالْبَرَدِ [وَاغْسِلْهُ] كَمَا يُغْسَلُ الثَّوْبُ».

(وَاغْسِلْهُ) كَمَا يُغْسَلُ الثَّوْبُ] ''اے اللہ! اسے معاف فرما۔ اس پر رحم فرما۔ اس کو اولوں (کے صاف شفاف پانی) سے نہلا دے۔ اور اسے (گناہوں سے) اس طرح دھو ڈال جس طرح کپڑا دھویا جاتا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ هٰذَا الْحَدِيثُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام محمد بن اسماعیل (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سب سے صحیح حدیث یہی ہے۔

فائدہ: جنازے کی نماز میں رسول اللہ ﷺ سے مختلف دعائیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ بعض دفعہ یہ دعائیں آپ ﷺ نے بلند آواز سے پڑھی ہیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سن کر انھیں محفوظ کرلیا۔ نبی ﷺ کا بلند آواز سے دعائیں (پڑھنے) کا غالباً مقصد بھی یہی تھا کہ لوگ سن کر یاد کرلیں کیونکہ جنازے کا اصل مقصد ہی میت کے لیے دعا کرنا ہے۔

(المعجم ٣٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (التحفة ٣٩)

باب: 39۔ جنازے میں سورۂ فاتحہ پڑھنا

١٠٢٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

[1026] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جنازے میں فاتحۃ الکتاب پڑھی۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ شَرِيكٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَوِيِّ. إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ هُوَ أَبُو شَيْبَةَ الْوَاسِطِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ. وَالصَّحِيحُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ: مِنَ السُّنَّةِ الْقِرَاءَةُ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

اس مسئلے میں ام شریک رضی اللہ عنہا سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی سند قوی نہیں۔ ابراہیم بن عثمان جو ابوشیبہ واسطی ہے منکر الحدیث ہے۔ صحیح روایت یوں ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ جنازے میں فاتحۃ الکتاب پڑھی جائے۔

١٠٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

[1027] طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے روایت ہے کہ

١٠٢٦ـ [صحيح بطريق الآتي] أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في القراءة على الجنازة، ح: ١٤٩٥ عن أحمد بن منيع به * إبراهيم بن عثمان كذبه شعبة كما في عمدة القاري وغيره، والحديث الآتي يغني عنه.

١٠٢٧ـ أخرجه البخاري، الجنائز، باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة، ح: ١٣٣٥ من حديث سفيان الثوري به.

الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ: إِنَّهُ مِنَ السُّنَّةِ أَوْ مِنْ تَمَامِ السُّنَّةِ.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک جنازہ پڑھایا اور اس میں سورۂ فاتحہ پڑھی۔ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: یہ سنت ہے، یا فرمایا سنت کامل یہی ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ يَخْتَارُونَ أَنْ يَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ، إِنَّمَا هُوَ ثَنَاءٌ عَلَى اللهِ وَالصَّلَاةُ عَلٰى نَبِيِّهِ ﷺ وَالدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَغَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ. [وَطَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ هُوَ ابْنُ أَخِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَوٰى عَنْهُ الزُّهْرِيُّ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ وہ اس بات کو اختیار کرتے ہیں کہ پہلی تکبیر کے بعد فاتحہ پڑھی جائے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھے، بلکہ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی تعریف، اس کے نبی ﷺ پر درود اور میت کے لیے دعا کا نام ہے۔ یہی قول امام ثوری اور دوسرے اہل کوفہ کا ہے۔ اور طلحہ بن عبداللہ بن عوف، سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بھتیجا ہے۔ اس سے امام زہری روایت لیتے ہیں۔

فائدہ: صحیح روایات کی روشنی میں نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھی جائے، تاہم دعائے استفتاح کی صراحت کسی حدیث میں موجود نہیں۔ ہاں امام ثوری نے اس کو مستحب قرار دیا ہے۔ امام احمد کا ایک قول یہی ہے کہ باقی نمازوں پر قیاس کا تقاضا یہی ہے، لیکن اس کی کوئی صریح دلیل موجود نہیں۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور یہی صحیح موقف ہے۔ امام ثوری، اوزاعی، مالک اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک جنازے میں قراءت نہیں ہے۔ (المغني: 366/3) لیکن احناف کے نزدیک سورۂ فاتحہ بطور دعا پڑھی جاسکتی ہے۔ (عالمگیری: 281/1)

(المعجم ٣٠) بَابٌ: كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَى الْمَيِّتِ وَالشَّفَاعَةُ لَهُ (التحفة ٣٠)

باب: 40۔ نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے اور میت کے حق میں سفارش کا بیان

١٠٢٨ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ

[1028] مرثد بن عبداللہ یزنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

١٠٢٨ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الجنائز، باب: في الصف على الجنازة، ح: ٣١٦٦ وابن ماجه، ح: ١٤٩٠ من حديث محمد بن إسحاق بن يسار به ولم يصرح بالسماع هاهنا وفيه علة أخرى قادحة ومع ذلك صححه الحاكم: ١/ ٣٦٢ والذهبي حسنه النووي * وفي الباب عن عائشة [يأتي: ١٠٢٩]، وأم حبيبة [لم أجده]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ١٤٨٨]، وميمونة زوج النبي ﷺ [النسائي، ح: ١٩٩٥].

الْمُبَارَكِ وَيُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ إِذَا صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّأَهُمْ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ فَقَدْ أَوْجَبَ».

مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب جنازہ پڑھاتے اور اس میں لوگوں کی تعداد کم خیال کرتے تو انھیں تین حصوں میں تقسیم کر دیتے (تین صفیں کر دیتے) پھر کہتے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس پر تین صفوں نے نماز جنازہ پڑھی، اس کے لیے (مغفرت وبخشش اور جنت) لازم ہوگئی۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ حَبِيبَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَمَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ. وَرَوٰى إِبْرَاهِيمُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ هٰذَا الْحَدِيثَ وَأَدْخَلَ بَيْنَ مَرْثَدٍ وَمَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ رَجُلًا. وَرِوَايَةُ هٰؤُلَاءِ أَصَحُّ عِنْدَنَا.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، ام حبیبہ، سیدنا ابوہریرہ اور ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ بہت سے راویوں نے یہ روایت محمد بن اسحاق سے اسی طرح بیان کی ہے۔ ابراہیم بن سعد نے بھی یہ حدیث محمد بن اسحاق سے بیان کی ہے اور مرثد اور مالک بن ہبیرہ کے درمیان ایک آدمی کا اضافہ کر دیا ہے، لیکن دوسرے راویوں کی روایت ہی زیادہ صحیح ہے۔

١٠٢٩- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ - رَضِيعٍ كَانَ لِعَائِشَةَ - عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَمُوتُ أَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُوا أَنْ يَكُونُوا مِائَةً فَيَشْفَعُوا لَهُ إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ». وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ فِي حَدِيثِهِ: مِائَةٌ فَمَا فَوْقَهَا.

[1029] سیدنا عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان بھی فوت ہو جائے اور مسلمانوں کا ایک گروہ جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہو اس کی نماز جنازہ پڑھے اور اس کے حق میں سفارش کرے تو ان کی اس کے حق میں سفارش قبول کر لی جاتی ہے۔'' علی بن حجر کی حدیث میں ہے: ''ان کی تعداد سو اور اس سے زائد ہو۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ أَوْقَفَهُ بَعْضُهُمْ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض راویوں نے اس کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول قرار دیا ہے، نبی ﷺ کی طرف اس کی نسبت نہیں کی۔

١٠٢٩- أخرجه مسلم، الجنائز، باب من صلى عليه مائة، ح: ٩٤٧ من حديث أيوب السختياني به.

فائدہ: مختلف احادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں مسلمان اور موحد لوگوں کی تعداد سو یا چالیس یا اس سے کم تین صفوں تک پہنچ جائے اور وہ اس کے لیے خلوص دل سے دعا کریں اور اس کے حق میں معافی اور مغفرت کی سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول فرمالیتا ہے، اس لیے اہتمام کرنا چاہیے کہ نماز جنازہ میں زیادہ سے زیادہ اچھے اور نیک کردار موحد مسلمان شریک ہوں، جو میت کے لیے اخلاص سے دعا اور سفارش کریں۔ (تحفة الأحوذي: 98/4)

(المعجم ٤١) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا (التحفة ٤١)

باب: 41۔ سورج کے طلوع اور غروب کے وقت جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

١٠٣٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ أَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا: حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ، حَتَّى تَمِيلَ، وَحِينَ تَضَيَّفُ [الشَّمْسُ] لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ.

[1030] سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین اوقات ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھنے اور مُردے دفن کرنے سے منع فرماتے تھے: جب سورج چمکتا ہوا نکل رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہوجائے اور جب دوپہر کو کھڑا ہونے والا کھڑا ہوجاتا ہے، یعنی عین دوپہر ہو حتیٰ کہ سورج ڈھل جائے اور جب وہ غروب ہونے کے لیے جھکتا ہے یہاں تک کہ غروب ہوجائے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ يَكْرَهُونَ الصَّلَاةَ عَلَى الْجَنَازَةِ فِي هٰذِهِ السَّاعَاتِ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ أَنْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا يَعْنِي الصَّلَاةَ عَلَى الْجَنَازَةِ وَكَرِهَ الصَّلَاةَ عَلَى الْجَنَازَةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا وَإِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ قَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا بَأْسَ أَنْ يُصَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ فِي السَّاعَاتِ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهِنَّ الصَّلَاةُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا عمل اس پر ہے۔ ان کے نزدیک ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ اور ابن مبارک کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ان تین اوقات میں مردے دفن کرنا کے معنی، ان کی نماز جنازہ پڑھنا ہیں، یعنی ان کے نزدیک سورج کے طلوع اور غروب کے وقت اور نصف النہار کے وقت جب تک سورج ڈھل نہ جائے، نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

١٠٣٠- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نُهِيَ عن الصلاة فيها، ح: ٨٣١ من حديث موسى بن علي به.

فائدہ: ان تین مکروہ اوقات میں جمہور کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ، مالک، احمد اور اوزاعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اور صحیح بات یہی ہے۔ امام نووی کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا بالاتفاق جائز ہے۔ (تحفة الأحوذي: 110/4، معالم السنن: 272/1) اسی طرح اس حدیث کی رو سے ان اوقات میں مردے کو دفن کرنا بھی جائز نہیں۔ اس کی یہ تاویل کرنا کہ اس سے مراد نماز جنازہ پڑھنا ہے، درست نہیں۔ (أحكام الجنائز، علامة الباني: 176، والتعليقات السلفية على النسائي: 230/1) لیکن ملا علی قاری لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک اوقات ثلاثہ مکروہہ میں فرائض ونوافل، نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت سب ناجائز ہیں، البتہ اگر جنازہ اوقاتِ مکروہہ ہی میں آئے یا اس وقت آیت سجدہ تلاوت کی جائے تو ایسی صورت میں نہ سجدہ مکروہ ہوگا نہ نماز جنازہ۔ لیکن اس صورت میں بھی وقت مکروہ کے ختم ہونے کا انتظار کرنا اولیٰ ہے۔ (مرقاة: 41/3، 42)

(المعجم ٤٢) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْأَطْفَالِ (التحفة ٤٢)

باب: 42۔ بچوں کی نماز جنازہ پڑھنا

١٠٣١- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ ابْنِ بِنْتِ أَزْهَرَ السَّمَّانِ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «الرَّاكِبُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ، وَالْمَاشِي حَيْثُ شَاءَ مِنْهَا، وَالطِّفْلُ يُصَلَّى عَلَيْهِ».

[1031] سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”سوار، جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل جہاں چاہے، اور بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوٰى إِسْرَائِيلُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ قَالُوا: يُصَلَّى عَلَى الطِّفْلِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَهِلَّ بَعْدَ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّهُ خُلِقَ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسرائیل اور بہت سے دوسروں نے یہ روایت سعید بن عبیداللہ سے بیان کی ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے اگرچہ پیدائش کے وقت وہ رویا یا چیخا نہ ہو جبکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے جسم کی تخلیق ہو چکی ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اگر بچہ زندہ پیدا ہوا اور آواز نکالے تو اسے بالاتفاق غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ لیکن اگر مردہ پیدا ہوا اور وضع حمل چار ماہ کے بعد ہو جبکہ اس کا ڈھانچہ تشکیل پا چکا ہو تو امام احمد، سعید بن مسیب، ابن سیرین اور اسحاق کے

١٠٣١ـ أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في الصلاة على الطفل، ح: ١٥٠٧ والنسائي: ٤/ ٥٦، ح: ١٩٤٥ من حديث سعيد بن عبيدالله به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣٠٣٨ والحاكم: ١/ ٣٥٥ وغيرهما.

نزدیک اسے غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: [اَلسِّقْطُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ] ''مردہ پیدا ہونے والے بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔'' (سنن أبي داود، الجنائز، حدیث: 3180، أحكام الجنائز، للألباني) یہی بات راجح ہے۔ لیکن امام حسن، ابراہیم، حکم، حماد، مالک، اوزاعی اور اصحاب الرائے کے نزدیک مردہ پیدا ہونے والے بچے کی نماز جنازہ نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے دونوں قول منقول ہیں۔ (المغني: 393/2، 394)

(المعجم ٤٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الصَّلَاةِ عَلَى الطِّفْلِ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ (التحفة ٤٣)

باب: 43۔ بچہ جب تک آواز نہ نکالے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا

١٠٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ [الْوَاسِطِيُّ] عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ [الْمَكِّيِّ]، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الطِّفْلُ لَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَا يَرِثُ وَلَا يُورَثُ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ».

[1032] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بچے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور نہ وہ وارث بنے گا نہ کوئی اس کا وارث ہوگا جب تک کہ وہ آواز نہ نکالے۔ (پیدائش کے وقت نہ روئے۔'')

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ قَدِ اضْطَرَبَ النَّاسُ فِيهِ، فَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَرْفُوعًا. وَرَوٰى أَشْعَثُ بْنُ سَوَّارٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ مَوْقُوفًا. [وَرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرٍ مَوْقُوفًا] وَكَأَنَّ هٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا. قَالُوا: لَا يُصَلّٰى عَلَى الطِّفْلِ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ. وَهُوَ قَوْلُ [سُفْيَانَ] الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے سلسلے میں لوگوں (راویوں) میں اختلاف ہے۔ بعض راوی اسے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں اور بعض اسے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں۔ اور اس کا مرفوع کی بجائے موقوف ہونا ہی زیادہ صحیح ہے۔ اور بعض اہل علم کا عمل اس پر ہے۔ ان کے نزدیک بچہ ولادت کے وقت جب تک آواز نہ نکالے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ سفیان ثوری اور امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف یہی ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے صحیح بات وہی ہے جو گزشتہ فائدے میں بیان ہوئی ہے کہ چار ماہ کے بعد پیدا ہونے والے مُردہ بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے جس میں اس کے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے۔

(المعجم ٤٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ٤٤)

باب: 44۔ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا

١٠٣٢۔ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في الصلاة على الطفل، ح: ١٥٠٨، ٢٧٥٠ من حديث أبي الزبير به وعنعن.

١٠٣٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ حَمْزَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى سُهَيْلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ فِي الْمَسْجِدِ».

[1033] سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل ابن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: قَالَ مَالِكٌ لَا يُصَلَّى عَلَى الْمَيِّتِ فِي الْمَسْجِدِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُصَلَّى عَلَى الْمَيِّتِ فِي الْمَسْجِدِ. وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام مالک ؒ فرماتے ہیں: میت کا جنازہ مسجد میں نہیں پڑھا جائے گا۔ امام شافعی ؒ فرماتے ہیں: میت کا جنازہ مسجد میں پڑھا جاسکتا ہے اور دلیل میں یہی حدیث پیش کی ہے۔

فائدہ: امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور صحیح بات بھی یہی ہے کیونکہ سیدنا عمر ؓ نے سیدنا ابوبکر ؓ کی نماز جنازہ اور صہیب ؓ نے سیدنا عمر ؓ کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی تھی۔ (تحفة الأحوذي: 105/4) لیکن امام مالک اور ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں، تاہم بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے کیونکہ نبی ﷺ کا عمومی طریقہ یہی تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (أحكام الجنائز للألباني، مسئله: 72، وزادالمعاد: 481/1-483)

(المعجم ٤٥) بَابُ مَا جَاءَ أَيْنَ يَقُومُ الْإِمَامُ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ؟ (التحفة ٤٥)

باب: 45۔ نماز جنازہ میں امام، مرد اور عورت کے لیے کہاں کھڑا ہو؟

١٠٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ عَلَى جَنَازَةِ رَجُلٍ فَقَامَ حِيَالَ رَأْسِهِ، ثُمَّ جَاؤُوا بِجَنَازَةِ امْرَأَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ، فَقَالُوا: يَا أَبَا حَمْزَةَ! صَلِّ عَلَيْهَا. فَقَامَ حِيَالَ وَسَطِ السَّرِيرِ، فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ: هٰكَذَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْجَنَازَةِ مَقَامَكَ مِنْهَا وَمِنَ الرَّجُلِ مَقَامَكَ

[1034] ابوغالب ؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس بن مالک ؓ کے ساتھ ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھی تو وہ اس کے سر کے سامنے کھڑے ہوئے، پھر لوگ قریش کی ایک عورت کا جنازہ لائے اور کہا: اے ابوحمزہ! اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، تو وہ چارپائی کے درمیان کھڑے ہوئے۔ علاء بن زیاد نے ان سے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح دیکھا ہے کہ عورت کے جنازے میں اس

١٠٣٣_ أخرجه مسلم، الجنائز، باب الصلاة على الجنازة في المسجد، ح: ٩٧٣ عن علي بن حجر به.

١٠٣٤_ أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في أين يقوم الإمام إذا صلى على الجنازة، ح: ١٤٩٤ من حديث سعيد بن عامر به * وفي الباب عن سمرة [يأتي: ١٠٣٥].

مِنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: احْفَظُوا.

جگہ کھڑے ہوئے جہاں آپ کھڑے ہوئے اور مرد کے لیے اس جگہ کھڑے ہوئے جہاں آپ کھڑے ہوئے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ فراغت کے بعد کہنے لگے: (یہ مسئلہ) یاد رکھنا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ سَمُرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ [هٰذَا] حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ هَمَّامٍ مِّثْلَ هٰذَا. وَرَوٰى وَكِيعٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ هَمَّامٍ فَوَهِمَ فِيهِ فَقَالَ عَنْ غَالِبٍ، عَنْ أَنَسٍ وَّالصَّحِيحُ عَنْ أَبِي غَالِبٍ. وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ أَبِي غَالِبٍ مِّثْلَ رِوَايَةِ هَمَّامٍ. وَّاخْتَلَفُوا فِي اسْمِ أَبِي غَالِبٍ هٰذَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُقَالُ اسْمُهُ نَافِعٌ وَّيُقَالُ رَافِعٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن ہے۔ بہت سے راویوں نے ہمام سے اسی طرح بیان کی ہے۔ وکیع نے بھی یہ حدیث ہمام سے بیان کی ہے اور وہم کا شکار ہو کر عن ابی غالب کی بجائے، عن غالب کہہ دیا ہے۔ اور یہ حدیث عبدالوارث بن سعید اور بہت سے راویوں نے، ابو غالب سے ہمام ہی کی طرح بیان کی ہے۔ اور ابو غالب کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں: اس کا نام نافع ہے اور بعض کہتے ہیں رافع ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اس حدیث پر ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

١٠٣٥ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا [عَبْدُ اللهِ] ابْنُ الْمُبَارَكِ وَالْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى عَلَى امْرَأَةٍ فَقَامَ وَسَطَهَا.

[1035] سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھائی تو اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ روایت شعبہ نے بھی حسین معلم سے بیان کی ہے۔

فائدہ: احادیث کی رو سے امام، مرد کے جنازے میں سر کے برابر اور عورت کے جنازے میں درمیان میں کھڑا ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف یہی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مرد کے سینے کے مقابلے میں کھڑا ہوگا اور عورت کے درمیان میں۔ صاحبین کا موقف امام شافعی والا ہے۔ امام مالک کے نزدیک مرد کے درمیان میں اور عورت کے کندھوں کے پاس اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے سینے کے مقابلے میں کھڑا ہوگا۔ (المغني: 390/2) لیکن علامہ انور شاہ نے امام

١٠٣٥ـ أخرجه مسلم، الجنائز، باب: أين يقوم الإمام من الميت للصلاة عليه، ح: ٩٦٤ عن علي بن حجر، والبخاري، الجنائز، باب: أين يقوم من المرأة والرجل؟ ح: ١٣٣٢ من حديث حسين المعلم به.

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول کو راجح قرار دیا ہے جو حدیث کے مطابق ہے (جامع الترمذی مع عرف الشذی:1/199، درس ترمذی:3/312)

(المعجم ٣٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الصَّلَاةِ عَلَى الشَّهِيدِ (التحفة ٣٦)

باب:46۔ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھنا

١٠٣٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ثُمَّ يَقُولُ: «أَيُّهُمَا أَكْثَرُ حِفْظًا لِّلْقُرْآنِ؟» فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلٰى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ: «أَنَا شَهِيدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا.

[1036] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ احد کے شہداء میں سے دو کو ایک کپڑے (کفن) میں جمع کرتے، پھر پوچھتے: ''ان دونوں میں سے قرآن کس کو زیادہ یاد ہے؟'' جب ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا تو آپ ﷺ لحد میں اسے آگے رکھتے، اور آپ نے فرمایا: ''میں قیامت کے دن ان کے حق میں گواہ ہوں گا۔'' آپ ﷺ نے انھیں ان کے خونوں سمیت دفن کرنے کا حکم دیا، اور ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور نہ انھیں غسل دیا گیا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي صُعَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَمِنْهُمْ مَنْ ذَكَرَهُ عَنْ جَابِرٍ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الشَّهِيدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يُصَلّٰى عَلَى الشَّهِيدِ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُصَلّٰى عَلَى الشَّهِيدِ، وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى حَمْزَةَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ. وَبِهِ يَقُولُ إِسْحَاقُ.

اس مسئلے میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ روایت زہری سیدنا انس سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں۔ اور زہری نے یہ روایت عبداللہ بن ثعلبہ بن ابی صُعیر کے واسطے سے بھی نبی ﷺ سے بیان کی ہے اور بعض نے اس (عبداللہ بن ثعلبہ کی روایت) کو جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ شہید کی نماز جنازہ کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ اہل مدینہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی اور احمد رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ

١٠٣٦ـ أخرجه البخاري، الجنائز، باب دفن الرجلين والثلاثة في قبر، ح: ١٣٤٣، ١٣٤٥ من حديث الليث بن سعد به * وفي الباب عن أنس بن مالك [تقدم: ١٠١٦].

پڑھی تھی۔ امام ثوری رحمہ اللہ اور اہل کوفہ کا قول یہی ہے۔
اسحاق رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل تھے۔

فائدہ: اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ اگر شہید جنبی نہ ہو تو اسے غسل نہ دیا جائے، صرف حسن اور سعید بن مسیب اسے غسل دینے کے قائل ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ہر میت جنبی ہے۔ اگر جنبی ہو تو پھر امام ابوحنیفہ اور احمد کے نزدیک غسل دیں گے، امام مالک کے نزدیک پھر بھی غسل نہیں دیں گے۔ امام شافعی سے دونوں طرح منقول ہے۔ (المغني: 399/2) اور فرشتوں کا جنبی شہداء کو غسل دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں علم ہو تو ہمیں غسل دینا چاہیے، ورنہ فرشتے غسل دے لیں گے۔ شہید کی نماز جنازہ کے بارے میں علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ امام مالک، شافعی، اسحاق اور امام احمد رحمہم اللہ کا ایک قول یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ثوری رحمہما اللہ کے نزدیک شہید کی نماز پڑھی جائے اور امام خلال نے امام احمد کی اس روایت کو اختیار کیا ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ (المغني: 398/2) شہید کی نماز جنازہ کے لیے سب سے بڑی دلیل سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھنا ہے، حالانکہ ان روایات میں تضاد ہے۔ کسی روایت میں صرف سیدنا حمزہ کی نماز پڑھنے کا ذکر ہے کہیں ان پر ستر دفعہ جنازہ پڑھنا ہے، کہیں دس دس افراد پر جنازہ پڑھنا، کہیں ان کے ساتھ نو اور افراد کو لینا ہے، اس لیے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: متواتر روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے شہدائے احد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور جو یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور حمزہ پر ستر تکبیریں کہیں تو یہ درست نہیں۔ اس حدیث کو صحیح احادیث کے مقابلے میں پیش کرنے والے کو حیا آنی چاہیے۔ (الأم: 267/1) عقبہ بن عامر کی حدیث (جو صحیح ہے) اس میں یہ صراحت موجود ہے کہ یہ آٹھ سال بعد پڑھی گئی۔ جو لوگ شہید کی نماز جنازہ کے قائل ہیں ان کے نزدیک ایک طویل عرصے کے بعد، قبر پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ (فتح الباري: 267/3) مزید برآں جب شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھ لی گئی تھی تو پھر دوبارہ کیوں پڑھی گئی؟ صحیح بات وہی ہے جو حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھی ہے کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت ہے، ضروری نہیں۔ (تهذيب السنن: 295/2) کیونکہ بعض صحیح روایات سے شہید کی نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے۔ (سنن النسائي، الجنائز، حديث: 1955)

(المعجم ٤٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ (التحفة ٤٧)

باب: 47۔ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا

١٠٣٧ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا الشَّيْبَانِيُّ: حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ

[1037] شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بتایا جس نے نبی ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے ایک الگ

١٠٣٧ـ أخرجه مسلم، الجنائز، باب الصلاة على القبر، ح:٩٥٤ من حديث هشيم، والبخاري، ح:١٣٣٦ من حديث سليمان الشيباني به * وفي الباب عن أنس [مسلم، ح:٩٥٥]، وبريدة [ابن ماجه، ح:١٥٣٢]، ويزيد بن ثابت [ابن ماجه، ح:١٥٢٨]، وأبي هريرة [البخاري، ح:٤٥٨، ١٣٣٧ ومسلم، ح:٩٥٦]، وعامر بن ربيعة [ابن ماجه، ح:١٥٢٩]، وأبي قتادة [البيهقي: ٤/ ٤٩]، وسهل بن حنيف [ابن أبي شيبة: ٣/ ٣٦١ نسخة قديمة].

رَأَى النَّبِيَّ ﷺ وَرَأَى قَبْرًا مُنْتَبِذًا فَصَفَّ أَصْحَابَهُ [خَلْفَهُ] فَصَلَّى عَلَيْهِ فَقِيلَ لَهُ: مَنْ أَخْبَرَكَ؟ فَقَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ.

تھلگ قبر دیکھی، تو آپ نے اپنے پیچھے اپنے ساتھیوں کو صف میں کھڑا کیا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ شعبی سے پوچھا گیا: آپ کو اس حدیث کی کس نے خبر دی؟ تو انھوں نے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَبُرَيْدَةَ وَيَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ وَأَبِي قَتَادَةَ وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا يُصَلَّى عَلَى الْقَبْرِ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ. وَقَالَ [عَبْدُ اللّٰهِ] بْنُ الْمُبَارَكِ: إِذَا دُفِنَ الْمَيِّتُ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ صُلِّيَ عَلَى الْقَبْرِ. وَرَأَى ابْنُ الْمُبَارَكِ الصَّلَاةَ عَلَى الْقَبْرِ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: يُصَلَّى عَلَى الْقَبْرِ إِلٰى شَهْرٍ، وَقَالَا: أَكْثَرُ مَا سَمِعْنَا عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلٰى قَبْرِ أُمِّ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ بَعْدَ شَهْرٍ.

اس مسئلے میں سیدنا انس، بریدہ، یزید بن ثابت، ابوہریرہ، عامر بن ربیعہ، ابوقتادہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں: قبر پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ امام مالک بن انس کا یہی قول ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک کا قول ہے: اگر میت کو نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا ہو تو قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ ابن مبارک قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کے نزدیک ایک ماہ تک قبر پر جنازہ پڑھا جاسکتا ہے۔ ان کا قول ہے کہ زیادہ سے زیادہ مدت جو ہم نے سعید بن مسیب کی روایت میں سنی ہے، وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی قبر پر (ان کی وفات کے) ایک ماہ بعد نماز پڑھی۔

فائدہ: اگر کسی آدمی کو نماز جنازہ پڑھنے سے پہلے دفن کر دیا جائے، یا بعض لوگ اس کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے ہوں، تو وہ اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور ایسے شخص کو امام بنا لیا جائے جس نے پہلے جنازے میں شرکت نہ کی ہو اور یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (أحکام الجنائز، للألباني: 112-115) ائمۂ اربعہ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ نماز جنازہ میں شرکت کرنا چاہتے ہوں مگر کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے ہوں تو وہ موقع ملنے پر قبر پر بلا تعیین مدت نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں، اصل مطلوب تو دعا ہے، اس لیے قبر پر دعا پر کفایت کی جاسکتی ہے کیونکہ صحابہ کے دور کے بعد آنے والے لوگوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی قبروں اور نبی ﷺ کی قبر مبارک پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

١٠٣٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ وَالنَّبِيُّ ﷺ غَائِبٌ فَلَمَّا قَدِمَ صَلَّى عَلَيْهَا وَقَدْ مَضٰى لِذٰلِكَ شَهْرٌ.

[1038] سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ وفات پا گئیں جبکہ نبی ﷺ موجود نہیں تھے۔ جب آپ ﷺ (سفر سے) واپس آئے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جبکہ اسے (فوت ہوئے) ایک ماہ گزر چکا تھا۔

(المعجم ٤٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى النَّجَاشِيِّ (التحفة ٤٨)

باب: 48۔ نبی ﷺ کا نجاشی کی نماز جنازہ پڑھنا

١٠٣٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَخَاكُمُ النَّجَاشِيَّ قَدْ مَاتَ فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ». قَالَ: فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا كَمَا يُصَفُّ عَلَى الْمَيِّتِ وَصَلَّيْنَا عَلَيْهِ كَمَا يُصَلّٰى عَلَى الْمَيِّتِ.

[1039] سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''تمھارا (دینی) بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے، اٹھو اور اس کی نماز جنازہ پڑھو۔'' وہ کہتے ہیں: ہم نے اٹھ کر صفیں بنائیں جیسا کہ میت پر صفیں بنائی جاتی ہیں اور اس طرح نماز جنازہ پڑھی جس طرح میت پر پڑھی جاتی ہے۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي سَعِيدٍ وَحُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ وَجَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رَوَاهُ أَبُو قِلَابَةَ عَنْ عَمِّهِ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. وَأَبُو الْمُهَلَّبِ اسْمُهُ عَبْدُ

اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ، جابر بن عبداللہ، ابو سعید، حذیفہ بن اسید اور جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سند سے غریب ہے۔ یہ روایت ابو قلابہ بھی اپنے چچا ابومہلب سے بیان کرتے ہیں۔ ابومہلب کا نام عبدالرحمن

١٠٣٨ـ [ضعيف] أخرجه ابن أبي شيبة: ٣/ ٣٦٠، ح: ١١٩٣٤ والبيهقي: ٤/ ٤٨ من حديث قتادة به وقتادة عنعن والسند مرسل أيضًا.

١٠٣٩ـ أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في الصلاة على النجاشي، ح: ١٥٣٥ والنسائي: ٤/ ٧٠، ح: ١٩٧٧ من حديث بشر بن المفضل به، وهو في صحيح مسلم، الجنائز: ٢٢، ح: ٩٥٣ من حديث أبي قلابة عن أبي المهلب به * وفي الباب عن أبي هريرة [تقدم: ١٠٢٢]، وجابر بن عبدالله [البخاري، ح: ١٣٣٤ ومسلم، ح: ٩٥٢]، وأبي سعيد [الطبراني في الأوسط: ٥/ ٣٢٦، ح: ٤٦٤٢]، وحذيفة بن أسيد [ابن ماجه، ح: ١٥٣٧]، وجرير بن عبدالله [أحمد: ٢/ ٣٦٠، ٣٦٣].

الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو وَّيُقَالُ لَهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو. بن عمرو ہے اور انھیں معاویہ بن عمرو بھی کہتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، لیکن نبی ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ اس میں اختلاف ہے، حالانکہ یہ بات طے ہے کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں بے شمار لوگ فوت ہوئے جو مدینے کے علاوہ کسی اور جگہ رہتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی، اسی طرح خلفائے راشدین اور دوسرے جلیل القدر صحابۂ کرام ؓ کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھی گئی۔ آپ ﷺ نے صرف نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے کیونکہ وہ مسلمان بادشاہ تھا اور اس نے مسلمانوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ اس وجہ سے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے پڑا ہوا ہے۔ (أحكام الجنائز، للألباني، ص: 116) ائمہ کے اقوال: ○ مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک یہ اس کے ساتھ خاص تھا۔ ○ امام شافعی اور امام احمد ؒ کے ایک قول کے مطابق ہر ایک کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ (المغني: 386/2) ○ حافظ ابن تیمیہ ؒ کے نزدیک اگر کوئی انسان ایسی جگہ فوت ہوا ہو جہاں اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تو پھر اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور اگر وہاں نمازِ جنازہ پڑھی گئی ہو تو پھر چونکہ فرض ادا ہو گیا، غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (زادالمعاد: 501/1) امام خطابی نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔ امام رویانی شافعی نے بھی اس کی تائید کی ہے اور امام ابوداود کا موقف بھی یہی ہے (فتح الباري: 241/3) صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ مخصوص حالات ہی میں پڑھنی چاہیے، مثلاً: کوئی عظیم دینی شخصیت ہے جس کے امت مسلمہ پر بہت احسانات ہیں یا قومی و ملی خدمات ہوں۔ اس جنازے میں بہت سے لوگ شریک ہونا چاہتے تھے، لیکن انھیں وقت پر پتا نہیں چل سکا یا بعض وجوہ سے شریک ہونا ممکن نہ تھا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ لیکن بلا امتیاز و خصوصیت اس کو عام بنالینا درست نہیں۔ اگر اس کی عام اجازت ہوتی تو کم از کم خلفائے راشدین اور عشرۂ مبشرہ ؓ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاتی، جبکہ ان کے امت پر بے شمار احسانات تھے اور ملی و دینی خدمات بھی بے حد و حساب تھیں، لیکن چونکہ ان پر ایسے لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی جو امت کا خلاصہ تھے، اس لیے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی اور اس بنا پر ان کی قبروں پر بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی، لیکن آج اس کثرت کے ساتھ بلند پایہ افراد کہیں جمع نہیں ہیں، اس لیے کسی کی قومی و ملی خدمات کے اعتراف کے لیے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ والله أعلم.

(المعجم ٤٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ (التحفة ٤٩)

باب: 49۔ نمازِ جنازہ پڑھنے کی فضیلت

١٠٤٠- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ

[1040] سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول

١٠٤٠ـ أخرجه أحمد: ٢/ ٤٧٠ من حديث محمد بن عمرو الليثي به، وهو في صحيح البخاري، ح: ١٣٢٥ ومسلم، ح: ٩٤٥ من حديث أبي هريرة به * وفي الباب عن البراء [النسائي، ح: ١٩٤٢]، وعبدالله بن مغفل [النسائي، ح: ١٩٤٣]، وعبدالله بن مسعود [البزار (كشف): ١/ ٣٨٩، ح: ٨٢٥]، وأبي سعيد [أحمد: ٣/ ٢٧، ٩٦]، وأبي بن كعب [ابن ماجه، ح: ١٥٤١]، وابن عمر [أحمد: ٢/ ١٦، ٣١]، ثوبان [مسلم، ح: ٩٤٦].

سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى عَلٰى جَنَازَةٍ فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَمَنْ تَبِعَهَا حَتّٰى يُقْضٰى دَفْنُهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ أَحَدُهُمَا أَوْ أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ» فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عُمَرَ فَأَرْسَلَ إِلٰى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا، عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ: صَدَقَ أَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے نماز جنازہ پڑھی اسے ایک قیراط ملے گا اور جو اس کے ساتھ اس وقت تک رہا کہ اس کے دفن سے فراغت حاصل ہوگئی تو اسے دو قیراط ملیں گے۔ ان میں سے ایک یا دونوں (قیراطوں) میں سے چھوٹا اُحد کے برابر ہوگا۔‘‘ ابوسلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ روایت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سنائی تو انھوں نے آدمی بھیج کر اس کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم نے تو بہت سے قیراط ضائع کر دیے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَابْنِ عُمَرَ وَثَوْبَانَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ.

اس مسئلے میں سیدنا براء، عبداللہ بن مغفل، عبداللہ بن مسعود، ابوسعید، ابی بن کعب، ابن عمر اور ثوبان رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور ان سے کئی سندوں سے مروی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اگر کوئی اپنے مسلمان بھائی کے جنازے میں ایمان و یقین اور اجر و ثواب کی نیت سے شریک ہو اور اس کے دفن تک ساتھ رہے اور محض شخصی تعلق اور رشتے داری کے خیال سے یا میت کے گھر والوں کو خوش کرنے کی خاطر یا کسی دنیوی مفاد و لالچ کی خاطر شریک نہ ہو، یعنی اصل محرک اور داعیہ اللہ و رسول کی باتوں پر ایمان اور آخرت کی امید ہو تو اس کو دو قیراط کے برابر ثواب ملے گا۔ آخرت کے اجر و ثواب کے اعتبار سے یہ قیراط احد پہاڑ کے برابر وزنی ہوگا۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ جلیل القدر صحابی بھی بعض روایات سے ناواقف ہوتے تھے اور وہ معلومات کے حصول کے لیے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کرتے تھے۔

(المعجم ٥٠) بَابٌ آخَرُ [قَدْرُ مَا يُجْزِىءُ مِنِ اتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَحَمْلِهَا] (التحفة ٥٠)

باب: 50۔ جنازے کے ساتھ کس قدر رہنا اور اس کا اٹھانا کافی ہے

١٠٤١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا

[1041] ابومہزم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دس سال رہا، میں نے ان سے سنا،

١٠٤١ـ [ضعيف جدًا] أبوالمهزم، متروك (تقريب)، ورواه ابن أبي شيبة: ٣/ ٢٨٣، ح: ١١٢٨٢ من حديث عباد بن منصور به موقوفًا.

الْمُهَزِّمِ يَقُولُ: صَحِبْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَشْرَ سِنِينَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَحَمَلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ مِنْ حَقِّهَا».

کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: ''جو جنازے کے ساتھ گیا اور اسے تین مرتبہ اٹھایا، تو اس نے اپنے اوپر میت کا جو حق تھا ادا کر دیا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ. وَأَبُو الْمُهَزِّمِ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ سُفْيَانَ وَضَعَّفَهُ شُعْبَةُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ بعض راویوں نے اسی سند سے اسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ ابومہزم کا نام یزید بن سفیان ہے اور شعبہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(المعجم ٥١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ (التحفة ٥١)

باب: 51۔ جنازے کے لیے اٹھنا

١٠٤٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَامِرِ ابْنِ رَبِيعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا لَهَا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ».

[1042] سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم جنازہ دیکھو تو اس کی خاطر کھڑے ہو جاؤ، حتیٰ کہ وہ (جنازہ) تمھیں پیچھے چھوڑ جائے یا (زمین پر) رکھ دیا جائے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَجَابِرٍ وَسَهْلِ ابْنِ حُنَيْفٍ وَقَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید، جابر، سہل بن حنیف، قیس بن سعد اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

١٠٤٣- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَالْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ [الْخَلَّالُ] الْحُلْوَانِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ

[1043] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم جنازہ دیکھو تو اس کی

١٠٤٢ـ أخرجه مسلم، الجنائز، باب القيام للجنازة، ح: ٩٥٨ عن قتيبة والبخاري، ح: ١٣٠٧ من حديث ابن شهاب الزهري به * وفي الباب عن أبي سعيد [يأتي: ١٠٤٣]، وجابر [البخاري، ح: ١٣١١ ومسلم، ح: ٩٦٠]، وسهل بن حنيف [البخاري، ح: ١٣١٢، ١٣١٣ ومسلم، ح: ٩٦١]، وقيس بن سعد [مسلم، ح: ٩٦١]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ١٣٠٩].

١٠٤٣ـ أخرجه البخاري، الجنائز، باب من تبع جنازة فلا يقعد حتى توضع . . . إلخ، ح: ١٣١٠، ومسلم، ح: ٩٥٩ من حديث هشام الدستوائي به.

جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا [لَهَا] فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدَنَّ حَتّٰى تُوضَعَ».

خاطر کھڑے ہو جاؤ۔ اور جو اس کے ساتھ جائے، وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک اسے رکھ نہ دیا جائے۔‘‘

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ قَالَا: مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدَنَّ حَتّٰى تُوضَعَ عَنْ أَعْنَاقِ الرِّجَالِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَتَقَدَّمُونَ الْجَنَازَةَ فَيَقْعُدُونَ قَبْلَ أَنْ تَنْتَهِيَ إِلَيْهِمُ الْجَنَازَةُ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول اس کے مطابق ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جائے، جب تک اسے گردنوں سے اتار نہ دیا جائے، وہ نہ بیٹھے۔ اور بعض اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات سے مروی ہے کہ وہ جنازے کے آگے چلے جاتے تھے اور جب تک جنازہ پہنچتا اس سے پہلے بیٹھ بھی جاتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہی ہے۔

فائدہ: جنازے کے لیے اٹھنے کی دو صورتیں ہیں: ○ جنازے کو دیکھ کر اٹھنا۔ ○ جنازے کے ساتھ جانا اور جب تک اس کو زمین پر نہ رکھ دیا جائے اس وقت تک کھڑے رہنا۔ دوسری صورت کے بارے میں تفصیل گزشتہ باب ’’جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا‘‘ کے تحت گزر چکی ہے۔ پہلی صورت میں بعض کے نزدیک جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہونا منسوخ ہے، اور بعض کے نزدیک قیام دونوں صورتوں میں منسوخ ہے۔ بقول امام نووی صحیح بات یہ ہے کہ قیام منسوخ نہیں، بلکہ پہلے حکم تھا، اب مندوب (مستحب) رہ گیا ہے، اس لیے بیٹھنا جائز ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي: 310/1) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوتے تھے اور آپ ﷺ نے اس کا حکم بھی دیا تھا مگر بعد میں آپ بیٹھنے لگے تھے، اس لیے بقول بعض قیام منسوخ ہو گیا اور بقول بعض بیٹھنا اور کھڑے ہونا دونوں طرح جائز ہے، قیام مستحب ہے اور نہ اٹھنا جائز ہے۔ نسخ کی بجائے یہی قول بہتر ہے۔ (زادالمعاد: 521/1) اس لیے امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں طرح درست ہے، اور بقول امام ابن قدامہ نہ اٹھنا بہتر ہے۔ (المغني: 361/2) مزید تفصیل اگلے باب میں آ رہی ہے۔

(المعجم ٥٢) بَابٌ: فِي الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الْقِيَامِ لَهَا (التحفة ٥٢)

باب: 52۔ جنازے کے لیے نہ اٹھنے کی اجازت ہے

١٠٤٤ــ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ

[1044] مسعود بن حکم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا علی

١٠٤٤ـ أخرجه مسلم، الجنائز، باب نسخ القيام للجنازة، ح: ٩٦٢ عن قتيبة به ٭ وفي الباب عن الحسن بن علي [النسائي، ح: ١٩٢٥ـ١٩٢٨]، وابن عباس [النسائي، ح: ١٩٢٥].

يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ وَاقِدٍ وَهُوَ ابْنُ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ ابْنِ مُعَاذٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ مَسْعُودِ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ ذُكِرَ الْقِيَامُ فِي الْجَنَائِزِ حَتّٰى تُوضَعَ فَقَالَ عَلِيٌّ: قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ قَعَدَ.

بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے جنازے کے لیے اٹھنے کا ذکر کیا گیا حتیٰ کہ اسے رکھ دیا جائے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ پہلے کھڑے ہوتے تھے، پھر بیٹھنے لگے۔

وَفِي الْبَابِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ [حَدِيثٌ] حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِيهِ رِوَايَةُ أَرْبَعَةٍ مِّنَ التَّابِعِينَ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَهٰذَا أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ. وَهٰذَا الْحَدِيثُ نَاسِخٌ لِّلْحَدِيثِ الْأَوَّلِ «إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا» وَقَالَ أَحْمَدُ: إِنْ شَاءَ قَامَ وَإِنْ شَاءَ لَمْ يَقُمْ. وَاحْتَجَّ بِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ قَامَ ثُمَّ قَعَدَ، وَهٰكَذَا قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَمَعْنٰى قَوْلِ عَلِيٍّ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَعَدَ. يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَأَى الْجَنَازَةَ [قَامَ] ثُمَّ تَرَكَ ذٰلِكَ بَعْدُ فَكَانَ لَا يَقُومُ إِذَا رَأَى الْجَنَازَةَ.

اس مسئلے میں سیدنا حسن بن علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور یہ چار تابعی ایک دوسرے سے بیان کرتے ہیں۔ بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس مسئلے میں سب سے صحیح ہے، اور یہ حدیث پہلی حدیث کہ ''تم جب جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ'' کی ناسخ ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چاہے تو کھڑا ہو جائے، چاہے تو کھڑا نہ ہو۔ انھوں نے دلیل یہ دی ہے کہ نبی ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے، پھر بیٹھنے لگے۔ امام اسحاق بن ابراہیم کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کہ نبی ﷺ جنازے کے سلسلے میں کھڑے ہوئے، پھر بیٹھ گئے، کے معنی یہ ہیں: جب نبی ﷺ جنازہ دیکھتے تھے، کھڑے ہو جاتے تھے، بعد میں اس عمل کو چھوڑ دیا، یعنی آپ ﷺ جنازہ دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔

فائدہ: امام بیضاوی نے [ثُمَّ قَعَدَ] کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں دو معنوں کا احتمال ہے: ○ جنازہ جب گزر گیا یا دور چلا گیا تو آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ ○ پہلے آپ کسی وقت کھڑے ہوا کرتے تھے، پھر آپ نے کھڑے ہونا بالکل چھوڑ دیا، جس سے معلوم ہوا کہ اٹھنے کا حکم، استحباب کے لیے ہے، فرضیت کے لیے نہیں۔ اور ابن حزم رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 122/4) لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا طرز عمل کہ انھوں نے کھڑے ہونے والوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، دوسرے معنی کو راجح قرار دیتا ہے۔ امام حازمی نے اپنی کتاب ''الاعتبار'' میں اہل علم کا اختلاف نقل کرنے کے بعد لکھا ہے، نہ اٹھنا بہتر ہے۔ (تحفة الأحوذي: 122/4)

(المعجم ٥٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «اللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا» (التحفة ٥٣)

باب:53۔ نبی ﷺ کے فرمان ''لحد ہمارے لیے ہے اور شق دوسروں کے لیے'' کا بیان

١٠٤٥- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَنَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ وَيُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِيُّ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا».

[1045] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''لحد ہمارے لیے ہے اور شق دوسروں کے لیے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَعَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

اس مسئلے میں سیدنا جریر بن عبداللہ، سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن ہے اور اس سند سے غریب ہے۔

لغوی تشریح: اَللَّحْد: یعنی بغلی قبر بنانا، قبر کو قبلہ رخ میں آگے بڑھا کر کھودنا۔ شق: قبر کا صرف درمیان والا حصہ کھودنا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے بغلی قبر بنانا بہتر ہے اور یہ اس زمین میں ممکن ہے جو سخت ہو، جو زمین نرم یا ریتلی ہو اس میں شق ہی بنائی جا سکتی ہے۔ (شرح المهذب: 287/5) اس لیے لحد اور شق دونوں کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

(المعجم ٥٤) بَابُ مَا جَاءَ مَا يَقُولُ إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ (التحفة ٥٤)

باب:54۔ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت کیا کہیں؟

١٠٤٦- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ

[1046] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب میت

١٠٤٥ـ [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الجنائز، باب: في اللحد، ح:٣٢٠٨ وابن ماجه، ح:١٥٥٤ وغيرهما من حديث حكام به ※ عبدالأعلى الثعلبي، قال ابن حجر: صدوق يهم وللحديث شواهد ※ وفي الباب عن جرير بن عبدالله [ابن ماجه، ح:١٥٥٥]، وعائشة [ابن ماجه، ح:١٥٥٨]، وابن عمر [أحمد: ٢/ ٢٤]، وجابر [ابن شاهين في الجنائز، كما في التلخيص الحبير: ٢/ ١٢٧، ح:٧٨١] ※ قال النووي في المجموع: ٥/ ٢٨٧: "أجمع العلماء أن الدفن في اللحد والشق جائزان، لكن إن كانت الأرض صلبة لا ينهار ترابها فاللحد أفضل لما سبق من الأدلة، وإن كانت رخوة تنهار فالشق أفضل".

١٠٤٦ـ أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء في إدخال الميت القبر، ح:١٥٥٠ عن أبي سعيد الأشج به ※ حجاج هو ابن أرطاة وللحديث شواهد عند ابن ماجه، ح:١٥٥٠ وأبي داود، ح:٣٢١٣ وغيرهما.

الْأَحْمَرُ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ [كَانَ] إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ قَالَ: - وَقَالَ أَبُو خَالِدٍ [مَرَّةً] إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِي لَحْدِهِ - قَالَ مَرَّةً: بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ وَقَالَ مَرَّةً: بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

کو قبر میں داخل کیا جاتا، یا یوں کہا: جب میت کو اس کی لحد میں رکھا جاتا تو نبی ﷺ فرماتے: [بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ] یا فرماتے: [بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ] ''اللہ کے نام سے، اللہ کی توفیق سے اور رسول اللہ ﷺ کی ملت یا طریقے کے مطابق۔''

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ أَيْضًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ أَبُو الصِّدِّيقِ النَّاجِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ [النَّاجِيِّ]، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، مَوْقُوفًا أَيْضًا.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ اور یہ حدیث اس سند کے علاوہ سندوں سے بھی ابن عمر ؓ سے مرفوعاً بیان کی گئی ہے۔ ابوصدیق ناجی بھی ابن عمر ؓ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ اور ابو صدیق ناجی سے ابن عمر ؓ کی یہ روایت موقوفاً بھی بیان کی گئی ہے۔

فائدہ: میت کو قبر میں اتارتے وقت اکثر لوگ آیت: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا...... پڑھتے ہیں جو صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، اس لیے اس آیت کی بجائے یہ دعا پڑھنی چاہیے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔

(المعجم ٥٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ يُلْقٰى تَحْتَ الْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ (التحفة ٥٥)

باب: 55۔ قبر میں میت کے نیچے ایک کپڑا بچھانا

١٠٤٧- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: الَّذِي أَلْحَدَ قَبْرَ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَبُو طَلْحَةَ. وَالَّذِي أَلْقَى الْقَطِيفَةَ تَحْتَهُ شُقْرَانُ مَوْلًى لِّرَسُولِ اللهِ ﷺ.

[1047] جعفر بن محمد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد کھودی تھی وہ ابوطلحہ ؓ ہیں اور جس نے آپ کے نیچے چادر ڈالی وہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام شقران ؓ ہیں۔

قَالَ جَعْفَرٌ: وَأَخْبَرَنِي [عُبَيْدُاللهِ] بْنُ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ شُقْرَانَ يَقُولُ: أَنَا، وَاللهِ! طَرَحْتُ الْقَطِيفَةَ تَحْتَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْقَبْرِ قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ

جعفر کہتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن ابی رافع نے بتایا کہ میں نے شقران ؓ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم! میں نے ہی رسول اللہ ﷺ کے نیچے قبر میں چادر ڈالی تھی۔ اس مسئلے میں ابن عباس ؓ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام

١٠٤٧ـ أخرجه ابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني (٤٦٨) * عثمان بن فرقد، حسن الحديث، وابن أبي رافع هو عبيدالله، والحديث أنكره أبو حاتم كما في علل الحديث، ح: ١٠٥٤ وللحديث شواهد عند أحمد وغيره.

شُقْرَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَرَوٰى عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ فَرْقَدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ.

ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شقران کی حدیث حسن غریب ہے۔ علی بن مدینی نے بھی یہ حدیث عثمان بن فرقد سے بیان کی ہے۔

١٠٤٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جُعِلَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ قَطِيفَةٌ حَمْرَاءُ.

[1048] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی قبر میں سرخ چادر رکھی گئی تھی۔

[قَالَ: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَيَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهٰذَا أَصَحُّ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الْقَصَّابِ، وَاسْمُهُ عِمْرَانُ بْنُ أَبِي عَطَاءٍ. وَرُوِيَ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ. وَاسْمُهُ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ، وَكِلَاهُمَا مِنْ أَصْحَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يُلْقٰى تَحْتَ الْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ شَيْءٌ. وَإِلٰى هٰذَا ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ.

یہ حدیث امام ترمذی کے استاد محمد بن بشار نے محمد بن جعفر اور یحییٰ دونوں سے شعبہ کی سند سے بیان کی ہے اور یہی سند زیادہ صحیح ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور شعبہ، ابوحمزہ قصاب سے بھی روایت لیتے ہیں جس کا نام عمران بن ابی عطاء ہے اور ابو جمرہ ضبعی سے بھی بیان کی ہے جس کا نام نصر بن عمران ہے اور یہ دونوں ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ قبر میں میت کے نیچے کوئی چیز بچھانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور بعض اہل علم کا یہی موقف ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام شقران رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے آپ ﷺ کی چادر آپ کی قبر میں ڈالی تھی کہ بعد میں کوئی اس کو استعمال نہ کر سکے، لیکن جب دوسرے صحابہ کو پتا چلا تو انھوں نے اسے نکال لیا تھا، اس لیے میت کے نیچے کفن سے الگ کوئی کپڑا بچھانا درست نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 126/4) اور بقول مولانا گنگوہی اس چادر کے سلسلے میں سیدنا علی اور عباس رضی اللہ عنہما میں اختلاف تھا، اسے ختم کرنے کے لیے شقران نے ایسا کیا، اب ہمارے لیے یہ عمل درست نہیں، کیونکہ صحابہ نے اس عمل کو پسند نہیں کیا۔ (الكوكب الدري: 194/2، 195)

(المعجم ٥٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَسْوِيَةِ الْقَبْرِ (التحفة ٥٦)

باب: 56۔ قبر کو ہموار کرنا

١٠٤٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

[1049] ابووائل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ

١٠٤٨ـ أخرجه مسلم، الجنائز، باب جعل القطيفة في القبر، ح: ٩٦٧ من حديث يحيى بن سعيد القطان به، وعنده أبوجمرة.
١٠٤٩ـ أخرجه مسلم، الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر، ح: ٩٦٩ من حديث سفيان الثوري به * وفي الباب عن جابر [يأتي: ١٠٥٢].

الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِأَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ: أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي بِهِ النَّبِيُّ ﷺ: أَنْ لَا تَدَعَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ، وَلَا تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ.

نے ابو ہیاج اسدی رحمہ اللہ سے فرمایا: میں تمھیں ایسے کام کے لیے بھیجتا ہوں جس کے لیے مجھے نبی ﷺ نے بھیجا تھا، جس قبر کو بلند دیکھو، اس کو برابر کر دینا اور جس مجسمے کو دیکھو اس کو مٹا دینا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، يَكْرَهُونَ أَنْ يُرْفَعَ الْقَبْرُ فَوْقَ الْأَرْضِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: أَكْرَهُ أَنْ يُرْفَعَ الْقَبْرُ إِلَّا بِقَدْرِ مَا يُعْرَفُ أَنَّهُ قَبْرٌ، لِكَيْلَا يُوطَأَ وَلَا يُجْلَسَ عَلَيْهِ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ وہ قبر کو زمین سے بلند کرنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں قبر کو صرف اسی قدر بلند کرنا پسند کرتا ہوں جس سے اس کا قبر ہونا معلوم ہو تاکہ اسے روندا نہ جائے اور اس پر بیٹھا نہ جائے۔

فوائد و مسائل: ① قبر کو صرف اس قدر بلند کرنا چاہیے جس سے اس کا قبر ہونا معلوم ہو سکے اور عام طور پر اسے ایک بالشت بلند قرار دیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ، مالک اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک قبر کو کوہان کی طرح درمیان سے بلند کرنا افضل ہے اور یہی صحیح بات ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اسے ہموار بنایا جائے۔ (المغني: 2/380، 381) ② اسی طرح مجسمہ کسی بھی جاندار کا ہو، کسی حالت میں بھی درست نہیں۔ وہ صرف سر ہو یا دھڑ (جسم) سمیت سر ہو، یہی حکم تصویر کا ہے۔ تصویر محض سر کی ہو یا پورے جسم کی، ممنوع ہے۔

(المعجم ٥٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْوَطْءِ عَلَى الْقُبُورِ وَالْجُلُوسِ عَلَيْهَا [وَالصَّلَاةِ إِلَيْهَا] (التحفة ٥٧)

باب: 57۔ قبروں کو روندنا، ان پر بیٹھنا اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ناجائز ہے

١٠٥٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا [عَبْدُ اللهِ] بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا».

[1050] سیدنا ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔''

١٠٥٠ـ أخرجه مسلم، الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، ح: ٩٧٢/٩٨ من حديث ابن المبارك به * وفي الباب عن أبي هريرة [مسلم، ح: ٩٧١]، وعمرو بن حزم [أحمد، كما في جامع المسانيد والسنن لابن كثير: ٩/ ٥٥٨، ٥٥٩، ح: ٧٢٧٤]، وبشير ابن الخصاصية [أبو داود، ح: ٣٢٣٠ وابن ماجه، ح: ١٥٦٨].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، وَبَشِيرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَةِ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، نَحْوَهُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، عمرو بن حزم اور بشیر بن خصاصیہ سے بھی روایات آئی ہیں۔ محمد بن بشار کی سند سے بھی مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

١٠٥١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَأَبُو عَمَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ ابْنِ جَابِرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ وَلَيْسَ فِيهِ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ وَهٰذَا الصَّحِيحُ.

[1051] سیدنا ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے اوپر والی روایت کی مانند بیان کرتے ہیں لیکن اس کی سند میں بسر بن عبیداللہ اور واثلہ بن اسقع کے درمیان ابوادریس کا واسطہ نہیں ہے اور یہی صحیح ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: قَالَ مُحَمَّدٌ: وَحَدِيثُ ابْنِ الْمُبَارَكِ خَطَأٌ، أَخْطَأَ فِيهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَزَادَ فِيهِ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ وَإِنَّمَا هُوَ بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ وَاثِلَةَ، هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ. وَلَيْسَ فِيهِ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ. وَبُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَدْ سَمِعَ مِنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام محمد (بخاری) رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابن مبارک کی حدیث میں غلطی ہے، جو ابن مبارک سے سرزد ہوئی ہے کہ اس میں بسر بن عبیداللہ اور واثلہ کے درمیان ابوادریس خولانی کا اضافہ کردیا، حالانکہ بسر بن عبیداللہ، واثلہ سے براہ راست بیان کرتا ہے، بہت سے راویوں نے اس طرح بیان کیا ہے۔ اور بسر بن عبیداللہ نے واثلہ بن اسقع سے براہ راست سنا ہے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک قبروں کو پامال کرنا، انھیں روندنا، ان پر بیٹھنا اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک اس سے مراد قضائے حاجت ہے۔ لیکن امام احمد رحمہ اللہ نے اس تاویل کو پسند نہیں کیا۔ (المغني: 382/2) امام نووی نے بھی اس تاویل کو باطل قرار دیا ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ قضائے حاجت تو بالکل ناجائز ہے اور بیٹھنا بھی پسندیدہ عمل نہیں۔ اس حدیث سے یہ استنباط بھی کیا گیا ہے کہ قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا درست نہیں۔

(المعجم ٥٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ تَجْصِيصِ الْقُبُورِ وَالْكِتَابَةِ عَلَيْهَا (التحفة ٥٨)

باب: 58۔ قبروں کو چونا گچ کرنا اور ان پر لکھنا ناجائز ہے

١٠٥٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ أَبُو عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنِ ابْنِ

[1052] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبریں پختہ کرنے، ان پر لکھنے، ان پر عمارت تعمیر

١٠٥١- انظر الحديث السابق، ورواه مسلم، ح: ٩٧٢ عن علي بن حجر به والطريقان صحيحان.

١٠٥٢- أخرجه مسلم، الجنائز، باب النهي عن تجصيص القبر والبناء عليه، ح: ٩٧٠ من حديث ابن جريج به.

جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُورُ وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا وَأَنْ يُبْنٰى عَلَيْهَا، وَأَنْ تُوطَأَ.

کرنے اور انھیں روندنے سے منع فرمایا ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، مِنْهُمُ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ فِي تَطْيِينِ الْقُبُورِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا بَأْسَ أَنْ يُطَيَّنَ الْقَبْرُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ بعض اہل علم نے قبروں پر مٹی پھیرنے (لیپنے) کی رخصت دی ہے۔ حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قبروں کو لیپنے میں کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: قبر پر گنبد یا عمارت بنانا، اس کو پختہ کرنا، اس پر لکھنا اور اسے پامال کرنا جائز نہیں، لیکن قبر کو مٹی سے لیپنا، اس کو پختہ کرنا نہیں ہے، اس لیے امام شافعی، احمد اور حسن بصری رحمہم اللہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت کی رو سے یہ بھی بہتر نہیں۔ (المغني: 382/2) احناف کے نزدیک بھی قبر کو لیپنا جائز ہے۔ (الكوكب الدري: 196/2)

(المعجم ٥٩) بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ الْمَقَابِرَ (التحفة ٥٩)

باب: 59۔ قبرستان میں داخل ہوتے وقت انسان کون سی دعا پڑھے؟

١٠٥٣- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ عَنْ أَبِي كُدَيْنَةَ، عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقُبُورِ الْمَدِينَةِ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ».

[1053] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر مدینے کی چند قبروں سے ہوا تو آپ نے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ] ”سلام ہو تم پر اے قبروں والو! اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھاری مغفرت فرمائے۔ تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم پیچھے آنے والے ہیں۔“

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ وَعَائِشَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَأَبُو كُدَيْنَةَ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ الْمُهَلَّبِ. وَأَبُو ظَبْيَانَ اسْمُهُ حُصَيْنُ بْنُ جُنْدُبٍ.

اس مسئلے میں سیدنا بریدہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن غریب ہے۔ ابوکدینہ کا نام یحییٰ بن مہلب ہے اور ابوظبیان کا نام حصین بن جندب ہے۔

١٠٥٣- [ضعيف بهذا السياق] أخرجه الطبراني في الكبير: ١٢/ ١٠٧، ١٠٨، ح: ١٢٦١٣ من حديث أبي كدينة به * قابوس فيه لين (تقريب) ولبعض الحديث شواهد * وفي الباب عن بريدة [مسلم، ح: ٩٧٥]، وعائشة [مسلم، ح: ٩٧٤].

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے لیکن دوسری صحیح روایات سے ثابت ہے کہ قبرستان جانے کا اصل مقصد اپنی موت کو یاد کرنا اور مردوں کے لیے سلامتی اور مغفرت کی دعا کرنا ہے، اور اس حدیث میں ان دونوں امور کی نشان دہی کی گئی ہے، کجا یہ کہ لوگ ان سے مرادیں مانگنے جائیں جو سراسر شرک اور بدعت ہے۔

(المعجم ٦٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ (التحفة ٦٠)

باب:60۔قبروں کی زیارت کی رخصت کا بیان

١٠٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ، فَزُورُوهَا، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ».

[1054] سیدنا سلیمان بن بریدہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تمھیں قبروں پر جانے سے منع کیا تھا۔ (اب) محمد ﷺ کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اجازت دے دی گئی ہے، تو تم بھی ان کی زیارت کرو۔ بلاشبہ یہ آخرت یاد دلاتی ہیں۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ بُرَيْدَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَا يَرَوْنَ بِزِيَارَةِ الْقُبُورِ بَأْسًا، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید، ابن مسعود، انس، ابوہریرہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک قبروں پر جانے میں کوئی حرج نہیں۔ ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: شروع شروع میں جبکہ ابھی مسلمانوں کے دلوں میں توحید پوری طرح راسخ اور پختہ نہیں ہوئی تھی اور انھیں شرک و جاہلیت سے نکلے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع فرما دیا تھا کیونکہ اس سے لوگوں کے شرک اور قبر پرستی میں ملوث ہونے کا خطرہ تھا جیسا کہ آج کل ان بزرگوں کے ساتھ ہو رہا ہے جن کی قبروں پر شاندار مقبرے تعمیر کیے گئے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب امت کا مزاج توحید پر پختہ ہو گیا اور مسلمانوں کے دلوں میں ہر قسم کے جلی و خفی شرک کی نفرت جاگزیں ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں قبروں پر جانے کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی اس عمل کا مقصد بھی

١٠٥٤- أخرجه مسلم، الجنائز، باب استئذان النبي ﷺ ربه عزوجل في زيارة قبر أمه، ح: ٩٧٧ من حديث سفيان الثوري به *
وفي الباب عن أبي سعيد [البيهقي: ٤/ ٧٧]، وابن مسعود [ابن ماجه، ح: ١٥٧١]، وأنس [أحمد: ٣/ ٢٣٧]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ٩٧٦]، وأم سلمة [الطبراني في الكبير: ٢٣/ ٢٧٨، ح: ٦٠٢].

واضح فرما دیا کہ اس سے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت یاد آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی زیارات جن سے شرکیہ افعال کی راہ کھلتی ہو، کی اجازت نہیں ہے۔ امام نووی نے اس کو اتفاقی قول قرار دیا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنا مسنون ہے۔ (شرح صحيح مسلم، للنووي: 314/2) اور ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک مردوں کے لیے زیارت قبور فرض ہے اگرچہ زندگی میں ایک مرتبہ ہی ہو کیونکہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔ (فتح الباري: 190/3)

(المعجم ٦١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الزِّيَارَةِ لِلْقُبُورِ لِلنِّسَاءِ (التحفة ٦١)

باب: 61۔ عورتوں کا قبرستان جانا

١٠٥٥ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى ابْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بِالْحُبْشِيِّ قَالَ: فَحُمِلَ إِلَى مَكَّةَ فَدُفِنَ فِيهَا، فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ أَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ: وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً مِّنَ الدَّهْرِ حَتّٰى قِيلَ: لَنْ يَتَصَدَّعَا فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَمَالِكًا لِطُولِ اجْتِمَاعٍ، لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعًا ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ! لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ إِلَّا حَيْثُ مُتَّ، وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ.

[1055] عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حُبْشِيّ (مقام) میں فوت ہو گئے تو انھیں اٹھا کر مکہ لایا گیا اور وہاں دفن کیا گیا۔ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (مکہ مکرمہ) آئیں تو (اپنے بھائی) سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر آئیں اور کہنے لگیں: ہم دونوں ایک طویل عرصے تک جذیمہ کے دو ہم نشینوں کی طرح اکٹھے رہے حتیٰ کہ کہا گیا: یہ کبھی جدا نہیں ہوں گے مگر جب جدا ہو گئے تو ایسے لگتا ہے کہ میں اور مالک نے باوجود طویل عرصہ اکٹھے رہنے کے ایک رات بھی اکٹھے بسر نہیں کی۔ پھر فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں تیرے پاس ہوتی تو تجھے وہیں دفن کیا جاتا جہاں تو فوت ہوا تھا۔ اور اگر میں تیری موت کے وقت تیرے پاس ہوتی تو تیری (قبر کی) زیارت کے لیے نہ آتی۔

(المعجم ٦١م) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ زِيَارَةِ الْقُبُورِ لِلنِّسَاءِ (التحفة ٦٢)

باب: 61م۔ عورتوں کے لیے قبروں پر جانا مکروہ ہے

١٠٥٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُمَرَ

[1056] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

١٠٥٥ـ [ضعيف] ابن جريج عنعن في هذا اللفظ، وأخرجه عبدالرزاق: ٣/ ٥١٧، ح: ٦٥٣٥ عن ابن جريج به مختصرًا دون الأشعار وصرح بالسماع عنده.

١٠٥٦ـ أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في النهي عن زيارة النساء القبور، ح: ١٥٧٦ من حديث أبي عوانة به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣١٧٨ * وفي الباب عن ابن عباس [تقدم: ٣٢٠]، وحسان بن ثابت [ابن ماجه، ح: ١٥٧٤].

ابنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ.

ﷺ نے بار بار قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ. قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ هٰذَا كَانَ قَبْلَ أَنْ يُرَخِّصَ النَّبِيُّ ﷺ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِي رُخْصَتِهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّمَا كُرِهَ زِيَارَةُ الْقُبُورِ [لِلنِّسَاءِ]، لِقِلَّةِ صَبْرِهِنَّ وَكَثْرَةِ جَزَعِهِنَّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض اہل علم کی رائے میں اس حدیث کا تعلق اس دور سے ہے جس میں نبی ﷺ نے قبروں کی زیارت کی اجازت نہیں دی تھی۔ پھر جب آپ ﷺ نے رخصت عنایت فرما دی تو یہ رخصت مردوں اور عورتوں دونوں کو مل گئی۔ اور بعض کی رائے ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت اس لیے مکروہ ہے کہ ان میں صبر کا مادہ کم اور جزع فزع کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔

فائدہ: قبروں پر جانے کا اصل مقصد دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر پیدا کرنا ہے۔ اگر عورتیں اس مقصد کے لیے جائیں تو جائز ہے لیکن بار بار نہ جائیں اور وہاں جا کر بے صبری اور جزع فزع اور چیخ پکار کا مظاہرہ نہ کریں اور اگر وہاں جا کر خلاف شریعت امور کا ارتکاب کریں تو پھر ان کا جانا جائز نہیں۔ (المغني: 2/430، 431، المجموع: 5/311)

(المعجم ٦٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ (التحفة ٦٢)

باب: 62۔ رات کو دفن کرنا

١٠٥٧- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ عَنِ الْمِنْهَالِ ابْنِ خَلِيفَةَ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ قَبْرًا لَيْلًا، فَأُسْرِجَ لَهُ سِرَاجٌ، فَأَخَذَهُ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَقَالَ: «رَحِمَكَ اللهُ إِنْ كُنْتَ لَأَوَّاهًا تَلَّاءً لِلْقُرْآنِ» وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

[1057] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات کے وقت ایک قبر میں داخل ہوئے تو آپ کے لیے چراغ روشن کیا گیا۔ آپ ﷺ نے میت کو قبلے کی طرف سے لیا اور فرمایا: ”اللہ تجھ پر رحمت برسائے! بلاشبہ تو بہت گڑگڑانے والا اور بہت زیادہ تلاوت کرنے والا تھا۔“ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَيَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ، وَهُوَ أَخُو زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَكْبَرُ مِنْهُ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ

اس مسئلے میں سیدنا جابر اور یزید بن ثابت رضی اللہ عنہما جو سیدنا زید بن ثابت کے بھائی اور ان سے بڑے ہیں، سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن

١٠٥٧ـ [ضعيف] وضعفه البيهقي* حجاج بن أرطاة: ضعيف مدلس، ورواه ابن ماجه، ح: ١٥٢٠ مختصرًا دون المرفوع اللفظي وهو حديث حسن * وفي الباب عن جابر [ابن ماجه، ح: ١٥٢١]، ويزيد بن ثابت [ابن ماجه، ح: ١٥٢٨].

أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا. وَقَالَ: يُدْخَلُ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُسَلُّ سَلًّا. وَرَخَّصَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ.

عباس ؓ کی حدیث حسن ہے۔ بعض اہل علم نے اس کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ میت کو قبر میں قبلے کی طرف سے داخل کیا جائے اور بعض نے کہا ہے کہ اسے قبر کی پائینتی کی طرف سے قبر میں کھینچ لیا جائے۔ اکثر اہل علم نے رات کو دفن کرنے کی اجازت دی ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ روایت تو ضعیف ہے، تاہم دوسرے دلائل کی رُو سے میت کو رات کے وقت دفن کرنا جائز ہے اور ضرورت کے تحت قبر کے پاس روشنی کا انتظام کرنا بھی درست ہے۔ جمہور سلف اور خلف کا یہی موقف ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي: 306/1) تفصیل کے لیے دیکھیے: (أحکام الجنائز للألباني: 177-179) ② امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک میت کو قبلے کی جانب سے قبر میں داخل کیا جائے جس کی صورت یہ ہوگی کہ جنازے کو قبر کے قبلے کی طرف، قبر کے برابر رکھا جائے، میت کا سر قبر کے سر کی طرف اور پاؤں قبر کی پائینتی کی طرف ہوں، پھر اس کو اسی طرح قبر میں اتار دیا جائے۔ امام شافعی، احمد اور نخعی ؒ کے نزدیک افضل کھینچنا ہے، یعنی میت کو قبر کی پائینتی کی طرف رکھا جائے اور میت کا سر قبر کی پائینتی کے ساتھ ہو، پھر اسے قبر میں اس طرح کھینچا جائے کہ پہلے قبر میں سر داخل ہو اور آخر میں پاؤں۔ سیدنا ابن عمر، انس، عبداللہ بن یزید خطمی ؓ کا یہی موقف تھا۔ سیدنا علی، محمد بن حنفیہ اور اسحاق بن راہویہ کا موقف امام ابوحنیفہ والا ہے۔ امام مالک کے دونوں قول ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المجموع: 294/5)

(المعجم ٦٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الثَّنَاءِ الْحَسَنِ عَلَى الْمَيِّتِ (التحفة ٦٤)

باب: 63- میت کی تعریف و توصیف کا بیان

١٠٥٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: مُرَّ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَجَبَتْ» ثُمَّ قَالَ: «أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ».

[1058] سیدنا انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی اچھی تعریف کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس کے لیے ثابت ہوگئی۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔“

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ

امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں سیدنا عمر، کعب بن عجرہ اور ابوہریرہ ؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام

١٠٥٨- أخرجه أحمد: ٣/ ١٧٩ من حديث حميد الطويل به، والبخاري، ح: ١٣٦٧ ومسلم، ح: ٩٤٩ من حديث أنس رضي الله عنه به * وفي الباب عن عمر [يأتي: ١٠٥٩]، وكعب بن عجرة [الطبراني في الكبير: ١٩/ ١٥٦، ح: ٣٤٤]، وأبي هريرة [أبو داود، ح: ٣٢٣٣].

صَحِيحٌ.

ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر اچھے، نیک اور پارسا لوگ کسی میت کی تعریف وتوصیف کریں تو یہ ان شاء اللہ اس کے لیے اچھے اور جنتی ہونے کی دلیل وشہادت اور حسن انجام کی علامت ہے۔

١٠٥٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِاللهِ الْبَزَّازُ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَمَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا. فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ. فَقُلْتُ لِعُمَرَ: وَمَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: أَقُولُ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. قَالَ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ لَهُ ثَلَاثَةٌ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ» قَالَ: قُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ. قَالَ: وَلَمْ نَسْأَلْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْوَاحِدِ.

[1059] ابوالاسود دِیلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں آیا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا۔ لوگ ان کے پاس سے ایک جنازہ لے کر گزرے اور اس کی اچھائی ذکر کی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے لیے ثابت ہوگئی۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا ثابت ہوگئی؟ انھوں نے کہا: میں وہی بات کہہ رہا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے کہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان کے حق میں تین مسلمان شہادت دیں، اس کے لیے جنت ثابت ہوجاتی ہے۔'' ہم نے پوچھا اور دو؟ آپ نے فرمایا: ''دو بھی۔'' اور ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ایک کی گواہی کے بارے میں سوال نہ کیا۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو الْأَسْوَدِ الدِّيلِيُّ اسْمُهُ ظَالِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سُفْيَانَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوالاسود دیلی کا نام ظالم بن عمرو بن سفیان ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے کسی فیصلے تک پہنچنے سے پہلے دو عادل مسلمانوں کی گواہی کو معتبر قرار دیا ہے، اس لیے اگر کسی مُردے کے بارے میں دو عادل مسلمان اچھے اور بہتر ہونے کی شہادت دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ان کی گواہی معتبر ہوگی کیونکہ اچھے لوگ ہی کسی اچھے آدمی کی اچھائی کی گواہی دیں گے جبکہ برے لوگ تو اپنے جیسوں ہی کو اچھا سمجھیں گے۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر، باز با باز

(المعجم ٦٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي ثَوَابِ مَنْ قَدَّمَ وَلَدًا (التحفة ٦٥)

باب: 64۔ جس کے بچے فوت ہوگئے ہوں اس کی فضیلت

١٠٥٩ـ أخرجه البخاري، الجنائز، باب ثناء الناس على الميت، ح: ١٣٦٨ من حديث داود بن أبي الفرات به.

١٠٦٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ. ح: وَحَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَمُوتُ لِأَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ، إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ».

[1060] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی مسلمان کے تین بچے فوت ہوگئے ہوں تو اسے آگ محض قسم پورا کرنے کے لیے ہی لگے گی۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَمُعَاذٍ وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَعُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ وَأُمِّ سُلَيْمٍ وَجَابِرٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي ذَرٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي ثَعْلَبَةَ الْأَشْجَعِيِّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَقُرَّةَ بْنِ إِيَاسٍ الْمُزَنِيِّ. [قَالَ:] وَأَبُو ثَعْلَبَةَ [الْأَشْجَعِيُّ] لَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدِيثٌ وَاحِدٌ، [هُوَ] هٰذَا الْحَدِيثُ، وَلَيْسَ هُوَ بِالْخُشَنِيِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر، معاذ، کعب بن مالک، عتبہ بن عبد، ام سلیم، جابر، انس، ابوذر، ابن مسعود، ابوثعلبہ اشجعی، ابن عباس، عقبہ بن عامر، ابوسعید اور قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ ابوثعلبہ اشجعی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے صرف یہی ایک حدیث بیان کرتے ہیں اور یہ ابوثعلبہ خشنی نہیں (بلکہ یہ ابوثعلبہ اور ہیں۔) امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: [إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ] سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ ''تم میں سے ہر ایک جہنم سے گزرے گا۔'' (مریم 71:19) اس آیت میں [اِلَّا] استثنا منقطع کے لیے ہے کیونکہ یہاں ورود سے مراد اس میں داخل ہونا نہیں بلکہ اس پر پہنچنا اور اس سے گزرنا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ﴾ (القصص 23:28) ''جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے۔'' اور جو لوگ استثنا کو متصل مان کر داخل ہونا مراد لیتے ہیں ان کے نزدیک آگ ﴿بَرْدًا وَّسَلٰمًا﴾ (الأنبیآء 69:21) ہوگی، اس لیے نیک لوگ سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے۔ اسی بات کو حدیث میں ''قسم پورا کرنے'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

١٠٦١- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا

[1061] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

١٠٦٠ـ أخرجه مسلم، البر والصلة، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه، ح:٢٦٣٢، والبخاري، ح:٦٦٥٦ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٢٣٥ * وفي الباب عن عمر [ابن عدي في الكامل:٧/ ٢٧١٦]، ومعاذ [ابن ماجه، ح:١٦٠٣]، وكعب بن مالك [لم أجده]، وعتبة بن عبد [ابن ماجه، ح:١٦٠٤]، وأم سليم [أحمد:٦/ ٤٣١ والبخاري في الأدب المفرد، ح:١٤٩]، وجابر [أحمد:٣/ ٣٠٦ والبخاري في الأدب المفرد، ح:١٤٦]، وأنس [البخاري، ح:١٢٤٨]، وأبي ذر [النسائي، ح:١٨٧٥]، وابن مسعود [يأتي:١٠٦١]، وأبي ثعلبة الأشجعي [أحمد:٦/ ٣٩٦]، وابن عباس [يأتي: ١٠٦٢] وعقبة بن عامر [أحمد:٤/ ١٤٤]، ومسلم، ح:٢٦٣٣]، وقرة بن إياس المزني [أحمد:٥/ ٣٥٠ والنسائي، ح:١٨٧١، ٢٠٩٠]، وأبي سعيد [لم أجده].

١٠٦١ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في ثواب من أصيب بولده، ح:١٦٠٦عن نصر بن علي به * ◄◄

إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَدَّمَ ثَلَاثَةً لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانُوا لَهُ حِصْنًا حَصِينًا مِّنَ النَّارِ».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان تین نابالغ بچے آگے بھیجتا ہے وہ اس کے لیے آگ سے مضبوط قلعہ اور پناہ گاہ بنیں گے۔''

قَالَ أَبُو ذَرٍّ: قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ. قَالَ: «وَاثْنَيْنِ». فَقَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ سَيِّدُ الْقُرَّاءِ: قَدَّمْتُ وَاحِدًا؟ قَالَ: «وَوَاحِدًا، وَلٰكِنْ إِنَّمَا ذَاكَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى». قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَأَبُو عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ.

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے دو بچے آگے بھیجے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو بھی۔'' سید القراء اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ایک ہی آگے بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک بھی، لیکن یہ صرف اس صورت میں ہوگا جب چوٹ پڑتے ہی صبر کیا جائے۔'' امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور ابوعبیدہ نے اپنے باپ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے نہیں سنا۔

١٠٦٢- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَأَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ ابْنُ بَارِقٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي أَبَا أُمِّي سِمَاكَ ابْنَ الْوَلِيدِ الْحَنَفِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطَانِ مِنْ أُمَّتِي أَدْخَلَهُ اللهُ بِهِمَا الْجَنَّةَ».

[1062] سماک بن ولید حنفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''میری امت کے جس مسلمان کے دو پیش رو ہوں گے اللہ تعالیٰ اسے ان کے ساتھ جنت میں داخل کردے گا۔''

فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ مِّنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: «وَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ، يَا مُوَفَّقَةُ» قَالَتْ: فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِّنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: «فَأَنَا فَرَطُ أُمَّتِي، لَنْ يُصَابُوا بِمِثْلِي». قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ بَارِقٍ، وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْأَئِمَّةِ. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ سَعِيدٍ الْمُرَابِطِيُّ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ: أَنْبَأَنَا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے پوچھا: آپ کی امت کے جس مسلمان کا ایک پیش رو (پہلے جانے والا) ہوا؟ آپ نے فرمایا: ''اے توفیق یافتہ خاتون! جس کا ایک پیش رو بھی ہوا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: آپ کی امت کے جس فرد کا کوئی پیش رو نہ ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنی امت کا پیش رو ہوں۔ میری (موت) جیسی مصیبت ان کو کبھی لاحق نہیں ہوگی۔'' امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ

◀◀ أبو محمد مجهول (تقريب) والسند منقطع.

١٠٦٢ـ [حسن لغيره] أخرجه أحمد: ١/ ٣٣٤ من حديث عبد ربه به، وللحديث شواهد.

عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ بَارِقٍ، فَذَكَرَ بِنَحْوِهِ. وَسِمَاكُ بْنُ الْوَلِيدِ الْحَنَفِيُّ، هُوَ أَبُو زُمَيْلٍ الْحَنَفِيُّ.

فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اس حدیث کو صرف عبدربہ بن بارق بیان کرتا ہے اور اس سے بہت سے ائمہ نے روایت لی ہے۔ احمد بن سعید مرابطی کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔ اور سماک بن ولید حنفی سے مراد ابوزمیل حنفی ہے۔

فائدہ: [فَرَطٌ] سے مراد وہ آدمی ہے جو پہلے جا کر ہر قسم کا ضروری سامان تیار کرتا ہے اور ماں باپ سے پہلے مرنے والا نابالغ بچہ اپنے والدین کے لیے جنت میں جانے کا سبب بنے گا اور انھیں جنت میں لے جائے گا۔ ایک مسلمان امتی کو چونکہ ہر چیز سے بڑھ کر نبی ﷺ سے پیار ومحبت ہے اور وہ آپ کی خاطر ہر چیز قربان کرسکتا ہے، اس لیے ایسے امتی کے لیے آپ ﷺ ہی پیش رو بلکہ بہترین پیش رو ہوں گے اور اس کے حق میں سفارش فرمائیں گے۔ جس طرح نابالغ بچے کو اپنی فکر نہیں ہوگی، وہ اپنے والدین ہی کی فکر کرے گا، اسی طرح نبی ﷺ کو اپنی امت ہی کی فکر ہوگی کہ وہ نجات پا جائے۔

(المعجم ٦٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الشُّهَدَاءِ مَنْ هُمْ؟ (التحفة ٦٦)

باب: 65۔ شہداء کون کون ہیں؟

١٠٦٣- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح: وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الشُّهَدَاءُ خَمْسٌ: الْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللهِ».

[1063] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شہداء پانچ قسم کے ہیں: طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں (معرکے میں) شہید ہونے والا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَصَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ وَجَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ وَخَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ وَأَبِي مُوسَى وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا انس، صفوان بن امیہ، جابر بن عتیک، خالد بن عرفطہ، سلیمان بن صرد، ابوموسیٰ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: حقیقی اور اصولی شہید جو سب سے زیادہ بلند و بالا مراتب کا حامل ہے وہ تو صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں

١٠٦٣ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب فضل التهجير إلى الظهر، ح: ٦٥٣ عن قتيبة ومسلم، ح: ١٩١٤ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ١/ ١٣١ (يحيى) * وفي الباب عن أنس [أخرجه البخاري، ح: ٢٨٣٠ ومسلم، ح: ١٩١٦]، وصفوان بن أمية [النسائي، ح: ٢٠٥٦]، وجابر بن عتيك [أبو داود، ح: ٣١١١ ومالك في الموطأ: ١/ ٢٣٣ والنسائي، ح: ١٨٤٧]، وخالد بن عرفطة [يأتي: ١٠٦٤]، وسليمان بن صرد [يأتي: ١٠٦٤] وأبي موسى [أحمد: ٤/ ٣٩٥]، وعائشة [البخاري، ح: ٦٦١٩].

کافروں سے لڑتا ہوا میدان جنگ میں جان دے۔ لیکن مجازی اور حکمی طور پر اجروثواب میں اضافے کے اعتبار سے مذکورہ بالا افراد کو بھی شہید شمار کیا گیا ہے۔ أوجز المسالك شرح موطأ إمام مالك میں ان کی تعداد ساٹھ تک بیان کی گئی ہے۔

١٠٦٤۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا أَبُو سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيِّ، قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ لِّخَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ - أَوْ خَالِدٌ لِّسُلَيْمَانَ -: أَمَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ قَتَلَهُ بَطْنُهُ لَمْ يُعَذَّبْ فِي قَبْرِهِ»؟ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: نَعَمْ.

[1064] سیدنا سلیمان بن صرد نے خالد بن عرفطہ سے یا خالد بن عرفطہ نے سلیمان بن صرد سے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ جسے اس کے پیٹ نے مارا، اسے قبر میں عذاب نہیں ہوگا؟ ان میں سے ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا: ہاں (سنا ہے۔)

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ فِي هٰذَا الْبَابِ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس مسئلے کے بارے میں حسن غریب ہے۔ اور کئی مزید سندوں سے بھی مروی ہے۔

فائدہ: بعض حضرات نے بطن سے باطنی، یعنی اندرونی بیماری مراد لی ہے جو ظاہر نہ ہو کیونکہ جگر، معدہ اور دل وغیرہ سب اندر کی چیزیں ہیں۔ ان کی شدت وسختی جھیلنے اور اس پر صبر کرنے کے نتیجے میں عذاب قبر سے چھٹکارا مل جاتا ہے بشرطیکہ آدمی ایمان دار ہو اور ثواب کی امید رکھے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٦٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْفِرَارِ مِنَ الطَّاعُونِ (التحفة ٦٦)

باب: 66۔ طاعون سے (ڈر کر) بھاگنا مکروہ ہے

١٠٦٥۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ الطَّاعُونَ فَقَالَ: «بَقِيَّةُ رِجْزٍ أَوْ عَذَابٍ أُرْسِلَ عَلَى طَائِفَةٍ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَإِذَا وَقَعَ

[1065] سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے طاعون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ اس عذاب کا بقیہ ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر مسلط کیا گیا تھا، لہٰذا جب تم کسی ایسے علاقے میں موجود ہو جہاں یہ

١٠٦٤۔ أخرجه النسائي: ٤/ ١٩٨، ح: ٢٠٥٤ من طريق آخر عن سليمان وخالد به وسنده صحيح.
١٠٦٥۔ أخرجه مسلم، السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها، ح: ٢٢١٨/ ٩٥ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٦٩٧٤ من حديث عامر بن سعد به * وفي الباب عن سعد (بن أبي وقاص) [معاني الآثار: ٤/ ٣٠٥]، وخزيمة بن ثابت [مسلم، ح: ٢٢١٨/ ٩٧]، وعبدالرحمن بن عوف [البخاري، ح: ٥٧٣٠ ومسلم، ح: ٢٢١٩]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٢٤]، وعائشة [البخاري، ح: ٦٦١٩].

بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَلَسْتُمْ بِهَا فَلَا تَهْبِطُوا عَلَيْهَا».

شروع ہو جائے تو تم وہاں سے نہ نکلو۔ اور جب تم ایسے علاقے سے باہر ہو جہاں یہ واقع ہو چکا ہو تو تم وہاں نہ جاؤ۔‘‘

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَخُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَجَابِرٍ وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا سعد، خزیمہ بن ثابت، عبدالرحمن بن عوف، جابر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات بیان کی گئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① بنی اسرائیل کے گروہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے سجدہ کرتے ہوئے دروازے میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا، لیکن وہ اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سرینوں کے بل داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون کی وبا مسلط کر دی۔ (تحفة الأحوذي: 148/4) ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلیتاً ظاہری اسباب پر اعتماد اور بھروسا کرنا یا ان کو بالکل نظر انداز کر دینا، افراط و تفریط ہے۔ اعتدال اور میانہ روی یہی ہے کہ ان کا مناسب حد تک خیال رکھا جائے تاکہ عقیدے میں فساد و بگاڑ نہ ہو، اس لیے طاعون زدہ علاقے سے نکلنا تقدیر سے بھاگنا ہے کیونکہ جس کی موت کا وقت آ چکا ہے وہ طاعون زدہ علاقے سے بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکتا لیکن کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے تحت نکلنا ضروری ہو تو یہ فرار نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر ضرورت نہ ہو تو طاعون زدہ علاقے میں نہ جائے کیونکہ قدرتی طور پر بیماری میں مبتلا ہونے سے عقیدے میں خرابی آ سکتی ہے، اس لیے وہاں نہیں جانا چاہیے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 149/4)

(المعجم ٦٧) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ (التحفة ٦٨)

باب: 67۔ جسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند ہو، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے

١٠٦٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، أَبُو الْأَشْعَثِ الْعِجْلِيُّ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ».

[1066] سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ کی ملاقات پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے اور جو اللہ سے ملنا پسند نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتا۔‘‘

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مُوسٰى وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ حَدِيثٌ

اس مسئلے میں سیدنا ابوموسیٰ، ابوہریرہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

١٠٦٦- أخرجه البخاري، الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه، ح: ٦٥٠٧ ومسلم، ح: ٢٦٨٣ من حديث قتادة به، ورواه النسائي، ح: ١٨٣٨ عن أحمد بن المقدام به * وفي الباب عن أبي موسى [البخاري، ح: ٦٥٠٨ ومسلم، ح: ٢٦٨٦]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٧٥٠٤ ومسلم، ح: ٢٦٨٥]، وعائشة [يأتي: ١٠٦٧].

حَسَنٌ صَحِيحٌ.

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

١٠٦٧- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ [زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى]، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ»، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! كُلُّنَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ. قَالَ: «لَيْسَ كَذٰلِكَ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللهِ وَرِضْوَانِهِ وَجَنَّتِهِ، أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ، وَأَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللهِ وَسَخَطِهِ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ وَكَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ».

[1067] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند فرماتا ہے۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر کوئی موت کو ناپسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ مفہوم نہیں ہے۔ موت کو تو ہر کوئی ناپسند کرتا ہے، لیکن جب مومن شخص کو جان کنی کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کی رضامندی اور اس کی جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے۔ اور کافر کو جب اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی کی خبر سنائی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے، چنانچہ اللہ بھی اس سے ملنا ناپسند فرماتا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا دارومدار اور انحصار عام زندگی کے علاوہ جان کنی کے وقت طاری ہونے والی کیفیت پر ہے۔ جب انسان پر موت کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں اور آخرت کا انجام یا نتیجہ نظر آنے لگتا ہے تو خوش بختوں کو کامیابی و کامرانی کی بشارت ملتی ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرنے لگتے ہیں۔ اور بدبختوں کو ناکامی اور نامرادی کی خبر سنائی جاتی ہے جس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ سے ملنا ناپسند کرنے لگتے ہیں اور ملاقات کا راستہ موت ہی ہے۔ مرے بغیر تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و رضوان اور جنت کا حصول ممکن نہیں، اس لیے جان کنی کی اذیت و تکلیف کی وجہ سے موت کو ناپسند کرنے کا کوئی اعتبار نہیں۔

(المعجم ٦٨) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَقْتُلُ نَفْسَهُ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ (التحفة ٦٩)

باب: 68۔ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے

١٠٦٨- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ:

[1068] سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

١٠٦٧- أخرجه مسلم، الذكر والدعاء، باب من أحب لقاء الله، أحب الله لقاءه ... إلخ، ح: ٢٦٨٤ عن محمد بن بشار به.
١٠٦٨- أخرجه مسلم، الجنائز، باب ترك الصلاة على القاتل نفسه، ح: ٩٧٨ من حديث سماك به، ورواه أحمد: ٥/ ١٠٢، ١٠٧ عن وكيع به.

حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ وَشَرِيكٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: أَنَّ رَجُلًا قَتَلَ نَفْسَهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ.

آدمی نے خودکشی کر لی تو نبی ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائی۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]، وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُصَلّٰى عَلٰى كُلِّ مَنْ صَلّٰى لِلْقِبْلَةِ، وَعَلٰى قَاتِلِ النَّفْسِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ أَحْمَدُ: لَا يُصَلِّي الْإِمَامُ عَلٰى قَاتِلِ النَّفْسِ، وَيُصَلِّي عَلَيْهِ غَيْرُ الْإِمَامِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ جو انسان بھی کعبے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو، چاہے وہ خودکشی کر لے، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ سفیان ثوری اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے: امام خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھے، کوئی دوسرا شخص پڑھا دے۔

فائدہ: نبی ﷺ کا اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا وعید اور تنبیہ کے طور پر تھا تا کہ لوگ اس قسم کے گناہ کا ارتکاب نہ کریں، جیسے آپ ﷺ نے بعض دفعہ مقروض کی بھی نمازِ جنازہ پڑھانے سے انکار فرمایا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ ہی پڑھنا صحیح نہیں بلکہ نمازِ جنازہ تو ضرور پڑھی جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے جنازوں میں معتبر و معزز اور اشراف شریک نہ ہوں۔ اسی طرح صاحب حیثیت امام بھی نمازِ جنازہ نہ پڑھائے تا کہ ان کی عدم شرکت سے لوگوں کو عبرت ہو اور وہ اس قسم کی حرکات کے ارتکاب سے باز رہیں اور اس قبیح فعل پر ڈانٹ ڈپٹ کا مؤثر طور پر اظہار ہو سکے۔

(المعجم ٦٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي [الصَّلَاةِ عَلَى] الْمَدْيُونِ (التحفة ٧٠)

باب:69۔ مقروض کی نماز جنازہ پڑھنا

١٠٦٩- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِرَجُلٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «صَلُّوا عَلٰى صَاحِبِكُمْ، فَإِنَّ عَلَيْهِ دَيْنًا».

[1069] سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا تا کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”اپنے ساتھی کی نماز جنازہ تم پڑھو (میں نہیں پڑھتا) کیونکہ اس کے ذمے قرض ہے۔“

قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: هُوَ عَلَيَّ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: وہ قرض میں اپنے ذمے لیتا

١٠٦٩ـ أخرجه النسائي، الجنائز، باب الصلاة على من عليه دين: ٤/ ٦٥، ح: ١٩٦٢ عن محمد بن غيلان به، وصححه ابن حبان، ح: ١١٥٧ * وفي الباب عن جابر [أبو داود، ح: ٣٣٤٣]، وسلمة بن الأكوع [البخاري، ح: ٢٢٨٩]، وأسماء بنت يزيد [الطبراني في الكبير: ٢٤/ ١٨٤، ١٨٥، ح: ٤٦٦].

«بِالْوَفَاءِ»؟ [قَالَ: بِالْوَفَاءِ. فَصَلّٰى عَلَيْهِ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ وَأَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''ادا کرو گے؟'' انھوں نے کہا: ادا کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ اس مسئلے میں سیدنا جابر، سلمہ بن اکوع اور سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کی طرف سے قرضے کی ادائیگی کی ذمے داری قبول کرنا درست ہے اور نیکی کا کام ہے، خواہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہو جس سے قرض ادا ہو سکے یا نہ چھوڑا ہو۔ اکثر اہل علم ائمۂ حجاز (مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ) کا یہی موقف ہے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر میت نے اتنا مال نہ چھوڑا ہو جس سے اس کا قرض ادا ہو سکے تو میت کی طرف سے کفالت یا ذمے داری قبول کرنا درست نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 153/4) صحیح بات جمہور کی ہے۔ ② نبی ﷺ نے قرض کے بارے میں یہ شدت اس لیے اختیار کی تاکہ لوگ قرض کی ادائیگی میں غفلت اور سستی نہ کریں اور لوگوں کا مال ضائع ہونے سے محفوظ ہو جائے۔

١٠٧٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْفَضْلِ مَكْتُومُ بْنُ الْعَبَّاسِ [التِّرْمِذِيُّ] قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ، [قَالَ:] حَدَّثَنِي اللَّيْثُ [قَالَ:] حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ [قَالَ:] أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰى، عَلَيْهِ الدَّيْنُ، فَيَقُولُ: «هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ مِنْ قَضَاءٍ؟» فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلّٰى عَلَيْهِ. وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ: «صَلُّوا عَلٰى صَاحِبِكُمْ».

[1070] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی ایسی میت لائی جاتی جس کے ذمے قرض ہوتا تو آپ پوچھتے: ''کیا اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟'' پھر اگر آپ کو بتایا جاتا کہ اس نے قرض کی ادائیگی کی رقم چھوڑی ہے، تو آپ ﷺ اس کا جنازہ پڑھا دیتے۔ ورنہ مسلمانوں سے فرماتے: ''اپنے ساتھی کی نماز جنازہ تم پڑھ لو۔''

فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَامَ فَقَالَ: «أَنَا أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَتَرَكَ دَيْنًا، فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ». قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ [نَحْوَ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَالِحٍ].

پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات بخشیں اور غنیمتیں حاصل ہونے لگیں تو آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''میں مومنوں کے لیے ان کے نفسوں سے بھی زیادہ حق دار ہوں، لہٰذا جو مومن فوت ہو جائے اور قرض چھوڑ جائے تو اس کی ادائیگی کا میں ذمے دار ہوں اور جو مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہوگا۔'' امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ

١٠٧٠ـ أخرجه البخاري، النفقات، باب قول النبي ﷺ: "من ترك كلًّا أو ضياعًا فإليّ"، ح: ٥٣٧١، ومسلم، ح: ١٦١٩ من حديث الليث بن سعد به.

حدیث حسن صحیح ہے اور اسے یحییٰ بن بکیر اور دوسرے راویوں نے لیث بن سعد سے عبداللہ بن صالح کی اس حدیث کی طرح بیان کیا ہے۔

فائدہ: چونکہ رسول اکرم ﷺ امت کے افراد پر ان کی اپنی ذات سے بھی زیادہ مشفق اور مہربان ہیں، لہٰذا اہل ایمان کو لازم ہے کہ آپ سے اپنی ذات سے بڑھ کر محبت کریں اور آپ کی اطاعت کریں۔ اس حدیث میں شرعی حکومت کے اسلامی اقتصادی نظام کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ اپنی رعیت کی کامل کفالت کرے۔

(المعجم ٧٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ (التحفة ٧١)

١٠٧١ - حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ - أَوْ قَالَ: أَحَدُكُمْ - أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ، يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ النَّكِيرُ. فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ مَا كَانَ يَقُولُ: هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. فَيَقُولَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هٰذَا، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ، ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: نَمْ، فَيَقُولُ: أَرْجِعُ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ؟ فَيَقُولَانِ: نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ، حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ».

باب: 70۔ عذابِ قبر کا بیان

[1071] سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب میت کو (یا فرمایا:) تم میں سے کسی کو قبر میں اتارا جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر (نامانوس، اجنبی) اور دوسرے کو نکیر (جو کسی کو نہ پہچانے) کہتے ہیں۔ وہ دونوں پوچھتے ہیں: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ تو وہ وہی بات کہے گا جو (دنیا میں) کہتا تھا، یعنی وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور بلاشبہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تو وہ دونوں کہتے ہیں: ہم جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا۔ پھر اس کے لیے قبر چاروں طرف سے ستر ہاتھ کشادہ کر دی جاتی ہے، اس کے لیے اس میں روشنی کر دی جاتی ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے، سو جا۔ تو وہ کہتا ہے: میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاتا

١٠٧١ـ أخرجه البيهقي في إثبات عذاب القبر، ح: ٥٤، ٥٥ من حديث عبدالرحمن بن إسحاق المدني به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٣١٠٧ * وفي الباب عن علي [يأتي: ٣٥٢٠]، وزيد بن ثابت [مسلم، ح: ٢٨٦٧]، وابن عباس [تقدم: ٧٠] والبراء ابن عازب [البخاري، ح: ١٣٦٩ ومسلم، ح: ٢٨٧١]، وأبي أيوب [مسلم، ح: ٢٨٦٩]، وأنس [البخاري، ح: ١٣٧٤ ومسلم، ح: ٢٨٦٨]، وجابر [البخاري في الأدب المفرد، ح: ٧٣٥]، وعائشة [البخاري، ح: ١٣٧١، ١٣٧٢ ومسلم، ح: ٩٣٢]، وأبي سعيد [أحمد: ٣/ ٣٨ والبيهقي في إثبات عذاب القبر، ح: ٥٧].

ہوں تاکہ انھیں اطلاع دوں؟ تو وہ اسے کہتے ہیں: تو اس دُلھن کی طرح (آرام وسکون سے) سوجا، جسے صرف وہی شخص جگائے گا جو اسے اپنے سب گھر والوں سے زیادہ محبوب ہے، یعنی شوہر، حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اس کی آرام گاہ سے اٹھائے گا۔

«وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ فَقُلْتُ مِثْلَهُ، لَا أَدْرِي. فَيَقُولَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ ذٰلِكَ، فَيُقَالُ لِلْأَرْضِ: الْتَئِمِي عَلَيْهِ، فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ، فَتَخْتَلِفُ [فِيهَا] أَضْلَاعُهُ، فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ». وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَأَبِي أَيُّوبَ وَأَنَسٍ وَجَابِرٍ وَعَائِشَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ. كُلُّهُمْ رَوَوْا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

’’اور اگر (مرنے والا) منافق ہوا تو وہ کہے گا: میں لوگوں کو (کچھ کہتے) سنتا تھا تو میں بھی اس طرح کہہ دیتا تھا۔ (اب مجھے اس کا) پتا نہیں ہے۔ تو وہ کہتے ہیں: ہم جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا، پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس پر سکڑ جا، تو وہ اس پر سکڑ جاتی ہے (دونوں جانب سے مل جاتی ہے۔) تو اس کی پسلیاں قبر میں آپس میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح اسے ہمیشہ عذاب ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی اس لیٹنے کی جگہ سے اٹھائے گا۔‘‘ اس مسئلے میں سیدنا علی، زید بن ثابت، ابن عباس، براء بن عازب، ابوایوب، انس، جابر، سیدہ عائشہ اور سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں اور یہ سب عذاب قبر کے بارے میں نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت حسن غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب انسان مرنے کے بعد قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو فوراً ہی اس کی آزمائش شروع ہوجاتی ہے۔ اس کے پاس دو خوفناک سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں جن سے انسان کی جان پہچان نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی سے جان پہچان رکھتے ہیں۔ وہ سب سے پہلے، رسول اکرم ﷺ کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور آپ کی بعثت کے حوالے سے پوچھتے ہیں کہ جو شخص تم میں بھیجا گیا تھا تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اور بعض روایات میں آپ ﷺ کے نام کی تصریح موجود ہے۔ (تحفة الأحوذي: 155/4) مرنے والا اگر صحیح مسلمان ہو تو وہ چونکہ دنیا میں آپ کی نبوت اور رسالت کی شہادت دیتا رہا تھا تو قبر میں بھی اللہ تعالیٰ اسے اس شہادت کی توفیق دے دیتا ہے اور فرشتوں کو بھی اس کی ہیئت اور بشاشت سے معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ کیا جواب دے گا۔ اس صحیح ایمان کے نتیجے میں اس کی قبر میں کشادگی پیدا کردی جاتی ہے اور اس میں روشنی اور نور پھیل جاتا ہے۔ عالم برزخ کی کیفیات ایک اَن دیکھا جہاں ہونے کی بنا پر ہم پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ اور وہ اپنی قبر میں آرام وسکون کے ساتھ رہتا ہے اور جنت کی نعمتوں سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے، صبح وشام جنت میں اپنی جگہ دیکھ کر

شاداں و فرحاں (خوش) رہتا ہے، لیکن اگر دنیا میں خلوصِ دل سے ایمان نہیں لایا تھا، محض دنیوی مفادات کے تحت زبانی، کلامی کلمے کا اقرار کیا تھا تو قبر میں توحید و رسالت کی شہادت سے محروم رہے گا اور قبر اس پر سکڑ جائے گی جس سے اس کی پسلیاں ایک دوسری میں پیوست ہو جائیں گی اور قیامت تک صبح و شام اپنا برا جہنمی ٹھکانا دیکھ کر عذاب میں مبتلا رہے گا۔ مسلمان اپنے اچھے انجام کو دیکھ کر اس خواہش کا اظہار کرے گا کہ مجھے واپس اپنے گھر والوں میں جانے دیا جائے تا کہ میں انھیں اپنے اچھے انجام سے آگاہ کر سکوں اور وہ بھی میری مسرت و شادمانی اور خوشی میں شریک ہو سکیں اور اچھے کاموں پر جم جائیں۔

١٠٧٢ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ [بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ] فَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ يُقَالُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[1072] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مردہ مر کر دفن ہوتا ہے تو اس پر صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہو تو اہل جنت والا اور اگر دوزخی ہو تو دوزخیوں والا۔ پھر کہہ دیا جاتا ہے: یہی تیرا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اٹھائے گا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَجْرِ مَنْ عَزّٰى مُصَابًا (التحفة ۲)

باب: 71۔ مصیبت زدہ کو تسلی دینے کا اجر

١٠٧٣ـ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ. قَالَ: حَدَّثَنَا وَاللهِ! مُحَمَّدُ بْنُ سُوقَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ».

[1073] سیدنا عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مصیبت زدہ کو تسلی دی تو اسے بھی اس کی طرح ثواب ملے گا۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ، بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، مِثْلَهُ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف علی بن عاصم کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں۔ اور بعض راویوں نے اس سند سے محمد بن سوقہ سے اس

١٠٧٢ـ أخرجه البخاري، الجنائز، باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي، ح: ١٣٧٩ ومسلم، ح: ٢٨٦٦ من حديث نافع به.

١٠٧٣ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في ثواب من عزى مصابًا، ح: ١٦٠٢ من حديث علي بن عاصم به، وقال البيهقي: "تفرد به علي بن عاصم وهو أحد ما أنكر عليه، وقد روي عن غيره" وله متابعات ضعيفة، انظر التلخيص الحبير: ٢/ ١٣٨، ٧٩٩ وغيره.

مَوْقُوفًا، وَلَمْ يَرْفَعْهُ. وَيُقَالُ: أَكْثَرُ مَا ابْتُلِيَ بِهِ عَلِيُّ ابْنُ عَاصِمٍ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ، نَقَمُوا عَلَيْهِ.

کو موقوف بیان کیا ہے، مرفوع بیان نہیں کیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ محمد بن عاصم پر اکثر جرح کا سبب یہی حدیث بنی ہے اور اسی وجہ سے اس پر انکار اور اعتراض ہوا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے۔ صحیح حدیث یوں ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّي أَخَاهُ بِمُصِيبَةٍ إِلَّا كَسَاهُ اللهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''جو مومن اپنے کسی بھائی کو اس کی مصیبت میں تسلی دے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے قیامت کے دن ضرور عزت کا لباس پہنائے گا۔ (سنن ابن ماجه، الجنائز، حديث: 1601)

(المعجم ٧٢) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (التحفة ٧٢)

باب: 72۔ جمعے کے دن فوت ہونے والے کا بیان

١٠٧٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَأَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ سَيْفٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ».

[1074] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان جمعے کے دن یا جمعے کی رات فوت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبر کی آزمائش سے بچا لیتا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، [قَالَ: وَهٰذَا حَدِيثٌ] لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ. رَبِيعَةُ بْنُ سَيْفٍ إِنَّمَا يَرْوِي عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. وَلَا نَعْرِفُ لِرَبِيعَةَ بْنِ سَيْفٍ سَمَاعًا مِّنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند بھی متصل نہیں ہے۔ ربیعہ بن سیف عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ابوعبدالرحمن حبلی کے واسطے سے بیان کرتا ہے اور ہمارے علم کی رو سے ربیعہ بن سیف نے براہ راست عبداللہ بن عمرو سے سنا نہیں ہے اور یہاں براہ راست بیان کر رہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اوقات کو بعض دوسرے اوقات پر فضیلت اور برتری بخشی ہے، جس کی بنا پر اس وقت میں واقع ہونے والے کاموں پر ان کا اثر پڑتا ہے اور جمعے کی رات اور جمعے کے دن کو دوسرے اوقات و ایام پر فضیلت و برکت حاصل ہے۔ اس کے نتیجے میں ان اوقات میں مرنے والے مسلمان کو قبر کے فتنہ و آزمائش سے نجات مل جاتی ہے۔ لیکن یہ فضیلت صحیح عقیدہ و عمل والے مسلمانوں کے لیے ہے۔

١٠٧٤- [حسن بالشواهد] أخرجه أحمد: ٢/ ١٦٩ عن أبي عامر به وللحديث شواهد عند البيهقي في عذاب القبر، ح: ١٥٣ وغيره.

(المعجم ٧٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْجِيلِ الْجَنَازَةِ (التحفة ٧٣)

باب:73۔ جنازے کے لیے جلدی کرنا

١٠٧٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِاللهِ الْجُهَنِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهُ: «يَا عَلِيُّ! ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُؤًا».

[1075] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ”اے علی! تین چیزیں یا تین عمل ہیں ان میں تاخیر نہ کرنا: ① نماز جب اس کا وقت ہو جائے۔ ② اور جنازہ جب سامنے آ جائے۔ ③ اور شوہر دیدہ عورت (کی شادی میں) جبکہ اس کا ہم پلہ مل جائے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَمَا أَرٰى إِسْنَادَهُ مُتَّصِلًا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور میرے نزدیک اس کی سند بھی متصل نہیں ہے۔

(المعجم ٧٤) بَابٌ آخَرُ فِي فَضْلِ التَّعْزِيَةِ (التحفة ٧٥)

باب:74۔ تعزیت (تسلی و اطمینان دلانا) کی فضیلت

١٠٧٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ [قَالَ:] حَدَّثَتْنَا أُمُّ الْأَسْوَدِ عَنْ مُنْيَةَ ابْنَةِ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي بَرْزَةَ، عَنْ جَدِّهَا أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ عَزّٰى ثَكْلٰى، كُسِيَ بُرْدًا فِي الْجَنَّةِ».

[1076] سیدنا ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے بچہ گم پانے والی کو دلاسا دیا، اسے جنت میں چادر پہنائی جائے گی۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند قوی نہیں۔

(المعجم ٧٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْجَنَازَةِ (التحفة ٧٦)

باب:75۔ نماز جنازہ میں رفع الیدین کا بیان

١٠٧٥- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في الجنازة لا تؤخر إذا حضرت . . . إلخ، ح: ١٤٨٦ من حديث عبدالله بن وهب به، وصححه الحاكم: ٢/ ١٦٢، ١٦٣ والذهبي * سعيد بن عبدالله وثقه العجلي وابن حبان، والراجح أنه مجهولٌ.

١٠٧٦- [ضعيف] أخرجه المزي في تهذيب الكمال: ٢٢/ ٤٣٤ من حديث يونس بن محمد به * منية: لا يعرف حالها (تقريب) وأم الأسود مجهولة أيضًا.

١٠٧٧- حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ الْوَرَّاقُ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْلَى الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ يَزِيدَ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ، وَوَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى.

[1077] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنازے پر تکبیر کہی اور پہلی تکبیر کے آغاز میں ہاتھ اٹھائے اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا، فَرَآى أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، أَنْ يَرْفَعَ الرَّجُلُ يَدَيْهِ، فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ، عَلَى الْجَنَازَةِ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ. وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ. وَذُكِرَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ: لَا يَقْبِضُ بِيَمِينِهِ عَلٰى شِمَالِهِ. وَرَآى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَّقْبِضَ بِيَمِينِهِ عَلٰى شِمَالِهِ كَمَا يَفْعَلُ فِي الصَّلَاةِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: يَقْبِضُ أَحَبُّ إِلَيَّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اسے ہم صرف اس سند سے جانتے ہیں۔ اہل علم میں اس مسئلے کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا موقف یہ ہے کہ انسان جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے۔ ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں: ہاتھ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ (پہلی دفعہ) اٹھائے جائیں۔ ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ اور ابن مبارک سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے کہا: نماز جنازہ میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو نہ پکڑا جائے۔ اور بعض اہل علم کی رائے ہے کہ نماز کی طرح دائیں ہاتھ سے بایاں ہاتھ پکڑلیا جائے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک پکڑنا زیادہ محبوب ہے۔

فائدہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما، سالم، عمر بن عبدالعزیز، عطاء، قیس بن ابی حازم، زہری، اسحاق، ابن منذر، اوزاعی، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے جائیں۔ مالک، ثوری اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک صرف پہلی تکبیر کے ساتھ اٹھائے جائیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 370/2) بقول امام نووی امام مالک رحمہ اللہ کے دونوں قول ہیں۔ (المجموع: 232/5) اور بقول ابن حزم، امام ابوحنیفہ کے نزدیک سب تکبیروں کے ساتھ رفع الیدین ہے اگرچہ احناف کا عمل اس کے برعکس ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (أحكام الجنائز للألباني، ص: 148) بہرحال تکبیراتِ زوائد میں رفع الیدین کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح صحیح ہے۔ اس میں تشدد بلا جواز ہے۔

١٠٧٧ـ [ضعيف] أخرجه البيهقي: ٣٨/٤ من حديث إسماعيل الوراق به ❊ يزيد بن سنان: ضعيف ويحيى بن يعلى: شيعي ضعيف (تقريب).

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ نَفْسَ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ (التحفة ٧٦)

باب:76۔مومن کی جان اپنے قرض کے بسبب محبوس رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی طرف سے ادا کردیا جائے

١٠٧٨- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ».

[1078] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی جان اپنے قرض کے سبب لٹکی رہتی ہے، یہاں تک کہ اسے اس کی طرف سے ادا کردیا جائے۔''

١٠٧٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ».

[1079] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی جان اپنے قرض کے سبب لٹکی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کی طرف سے ادا کردیا جائے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَهُوَ أَصَحُّ مِنَ الْأَوَّلِ.

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: قرض بندوں کا حق ہے اور اس کی ادائیگی فرض ہے۔ اس لیے ایک مومن انسان مرنے کے بعد بھی اس کا فکر مند ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔ اس کے ورثاء کی اخلاقی اور شرعی ذمے داری ہے کہ جس طرح وہ اس کے چھوڑے ہوئے مال کے وارث بنتے ہیں، اسی طرح اس نے اگر ترکے میں مال کی بجائے قرض چھوڑا ہو تو وہ اس کو بھی ادا کریں۔ اگر ترکے میں مال چھوڑا ہو تو سب سے پہلے اس سے قرض ادا کریں۔ اگر ان کے اندر طاقت نہ ہو تو مسلمان حکومت ادا کرے۔ اگر اس دنیا میں اس کے قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت نہیں بنتی تو وہ مرنے والے ہی کے ذمے رہتا ہے، تاہم اگر اس کی پوری دیانت دارانہ کوشش یہ تھی کہ وہ اپنا قرض ادا کردے اور اس نے قرض بھی جائز ضرورت کے لیے مجبوراً لیا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو

١٠٧٨- صححه الحاكم على شرط الشيخين: ٢/ ٢٦، ٢٧ ووافقه الذهبي * وللحديث لون آخر عند أحمد: ٢/ ٥٠٨ وانظر الحديث الآتي.

١٠٧٩- أخرجه ابن ماجه، الصدقات، باب التشديد في الدين، ح: ٢٤١٣ من حديث إبراهيم بن سعد به، وحسنه البغوي وله طرق بعضها صححه ابن حبان، ح: ١١٥٨.

اپنی طرف سے ادا کر دے گا۔ اگر قرض ناجائز مقاصد کے لیے لیا ہو گا یا ادائیگی کی نیت نہ تھی تو پھر اسے وہ مقام حاصل نہیں ہو سکے گا جو قرض کی ادائیگی کی صورت میں حاصل ہو سکتا تھا۔ (تحفة الأحوذي: 164/4، 165)

نکاح کی اہمیت وضرورت

نکاح، انسان کی طبعی اور سماجی ضرورت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دینی ضرورت بھی ہے، اس لیے نبی ﷺ نے نکاح کی طاقت رکھنے والے انسان کو نکاح کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ آپ ﷺ نے نکاح کے سلسلے میں تفصیلی ہدایات دی ہیں اور اس کے بارے میں تمام ضروری امور کی وضاحت فرما دی ہے، نیز نکاح کے مقاصد بھی بیان فرما دیے ہیں۔ بیوی کی خوبیوں اور اس کی خامیوں کی بھی نشاندہی فرما دی ہے اور نکاح کے بعد جو امور بگاڑ و فساد کا باعث بنتے ہیں ان کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور فریقین کے ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں اور ہر ایک کے جو فرائض اور ذمے داریاں ہیں انھیں بھی بیان فرما دیا ہے۔ اس طرح اس کے متعلقات، گواہ، منگنی، پیغام نکاح، حق مہر اور ولیمے کی تفصیلات بیان فرما دی ہیں جو نکاح کے ان ابواب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ٩) أَبْوَابُ النِّكَاحِ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ٤)

رسول اللہ ﷺ سے منقول نکاح کے احکام و مسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ التَّزْوِيجِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ] (التحفة ١)

باب: 1۔ شادی کرنے کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان

١٠٨٠- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي الشِّمَالِ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ».

[1080] سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار خصلتیں رسولوں کی (عمومی) سنت و طریقہ ہیں: ① شرم و حیا ② خوشبو لگانا ③ مسواک کرنا اور ④ شادی کرنا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ وَثَوْبَانَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَعَائِشَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو [وَأَبِي نَجِيحٍ] وَجَابِرٍ وَعَكَّافٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي أَيُّوبَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ

اس مسئلے میں سیدنا عثمان، ثوبان، ابن مسعود، سیدہ عائشہ، سیدنا عبداللہ بن عمرو (ابو نجیح)، جابر اور عکاف رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ محمود بن خداش بغدادی یہی روایت عباد بن عوام کی سند سے بیان کرتے

١٠٨٠ـ [ضعيف] أخرجه الطبراني: ٤/ ١٨٣، ١٨٤، ح: ٤٠٨٥ من حديث حفص بن غياث به * الحجاج هو ابن أرطاة: ضعيف مدلس، وأبو الشمال: مجهول، وللحديث شواهد ضعيفة عند الطبراني والدولابي وغيرهما * وفي الباب عن عثمان [النسائي، ح: ٢٢٤٥ وأحمد: ١/ ٥٨]، وثوبان [يأتي: ٣٠٩٤]، وابن مسعود [يأتي: ١٠٨١]، وعائشة [ابن ماجه، ح: ١٨٤٦]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٥٦، ١٥٨، ١٦٥، ١٨٨، ٢١٠]، وأبي نجيح وجابر [يأتي: ١٢٥٣]، وعكاف [الطبراني في الكبير: ١٨/ ٨٦، ح: ١٥٨ وله شاهد عند أحمد: ٥/ ١٦٣] * حديث محمد بن يزيد الواسطي، أخرجه أحمد: ٥/ ٤٢١.

مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي الشِّمَالِ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَ حَدِيثِ حَفْصٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ هُشَيْمٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْوَاسِطِيُّ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ أَبِي الشِّمَالِ. وَحَدِيثُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ وَعَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ أَصَحُّ.

ہیں جو حفص کی مذکورہ بالا روایت کے ہم معنی ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں: یہ روایت ہشیم، محمد بن یزید واسطی، ابومعاویہ اور بہت سے راوی، حجاج ہی سے بیان کرتے ہیں لیکن مکحول اور ابوایوب رضی اللہ عنہ کے درمیان ابوشمال کا واسطہ بیان نہیں کرتے۔ حالانکہ حفص بن غیاث اور عباد بن عوام کے واسطے والی روایت زیادہ صحیح ہے۔

فوائد ومسائل: ① نکاح کے اصل معنی ہیں: باہم مل جانا یا ایک دوسرے میں سرایت کر جانا، لیکن قرآن مجید میں یہ لفظ عموماً عقد اور شادی کرنے کے معنی میں آیا ہے اور عقد ہی میاں بیوی کے تعلقات کا سبب اور علت ہے، اس لیے یہ تعلقات قائم کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوجاتا ہے۔ شادی کرنا چونکہ تمام انبیاء ﷩ کی سنت ہے اور انبیاء ﷩ کا طرز عمل اور طریقہ ہی بہترین طرز عمل ہے جس کو اختیار کرنا چاہیے۔ جن کے اندر شہوت کا غلبہ ہو، ایسا شخص اگر بیوی کے حق مہر اور نان ونفقہ کی طاقت رکھتا ہو اور بیوی بھی مل سکتی ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا ضروری ہے، اگر وہ نکاح نہیں کرتا تو گناہ گار ہوگا۔ لیکن اگر شہوت کا غلبہ نہ ہو اور گناہ میں گرفتار ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو پھر نکاح فرض نہیں ہے لیکن نسل انسانی کی افزائش اور امت کی کثرت کی خاطر نکاح کرنا پسندیدہ ہے، اسی لیے نبی ﷺ نے صاحب استطاعت کو اس کی ترغیب دلائی ہے۔ ② یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس میں بیان کردہ باتیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

١٠٨١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ [الزُّبَيْرِيُّ]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ شَبَابٌ لَا نَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ. فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ».

[1081] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور ہمارے پاس کچھ نہ تھا، حالانکہ ہم نوجوان تھے۔ آپ نے فرمایا: "اے نوجوانوں کی جماعت! نکاح کرو کیونکہ وہ نگاہ کو خوب نیچا کرنے والا اور شرمگاہ کی بہت حفاظت کرنے والا ہے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھے تو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ اسے خصی بنا دے گا۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور حسن بن علی خلال نے اپنی سند سے اس کے ہم معنی بیان

١٠٨١- أخرجه البخاري، النكاح، باب من لم يستطع الباءة فليصم، ح: ٥٠٦٦ ومسلم، ح: ١٤٠٠ من حديث الأعمش به.

نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ، نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، مِثْلَ هٰذَا. وَرَوٰى أَبُو مُعَاوِيَةَ وَالْمُحَارِبِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: كِلَاهُمَا صَحِيحٌ].

کیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت بہت سے راویوں نے اعمش کی مذکورہ سند سے بیان کی ہے، لیکن ابومعاویہ اور محاربی نے اعمش کی دوسری سند سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دونوں سندیں صحیح ہیں۔

لغوی تشریح: [اَلْبَاءَة] کے اصل معنی ہیں: تعلقات قائم کرنا اور یہ [مباءة] ''ٹھکانا مہیا کرنا'' سے ماخوذ ہے اور جو شخص کسی عورت سے شادی کرتا ہے، وہ اسے ٹھکانا مہیا کرتا ہے اور تعلقات کے لیے نکاح کی ضرورت ہوتی ہے جو نان و نفقے کی ذمے داری اٹھائے بغیر ممکن نہیں۔

فائدہ: نکاح انسان کی ایک طبعی، سماجی اور دینی ضرورت ہے، اور غلبۂ شہوت کی صورت میں اس کے بغیر اپنی نظر اور شرم گاہ پر قابو پانا انتہائی مشکل اور صبر آزما کام ہے، اس لیے اگر انسان میں مردانہ قوت ہے اور وہ شادی کے شرعی لوازمات پورے کر سکتا ہے، یعنی عورت کو ٹھکانا اور نان ونفقہ مہیا کر سکتا ہے تو اسے شادی کر لینی چاہیے تاکہ نظر اور شرمگاہ پر ضبط کر سکے۔ اگر نان ونفقہ اور ٹھکانا مہیا کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر روزے رکھے تاکہ روزے کے ذریعے سے ضبط نفس کی قوت اور حوصلہ پیدا ہو اور آہستہ آہستہ شہوت کم ہو جائے۔ شریعت نے شہوانی جذبات کو ضبط کرنے کا یہی طریقہ بتایا ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّبَتُّلِ (التحفة ٢)

باب: 2۔ عورتوں سے الگ تھلگ رہنا اور شادی نہ کرنا ممنوع ہے

١٠٨٢- حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ وَزَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ [الطَّائِيُّ] وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ [الصَّوَّافُ] الْبَصْرِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ التَّبَتُّلِ.

[1082] سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے الگ تھلگ رہنے سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَزَادَ زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ فِي حَدِيثِهِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے شیخ زید بن اخزم

١٠٨٢ـ أخرجه ابن ماجه، النكاح، باب النهي عن التبتل، ح:١٨٤٩ عن زيد بن أخزم به، وله شواهد عند البخاري، ح:٥٠٧٣ ومسلم، ح:١٤٠٢ وغيرهما * وفي الباب عن سعد [يأتي:١٠٨٣]، وأنس بن مالك [البخاري، ح:٥٠٦٣ ومسلم، ح:١٤٠١ وأحمد: ٣/١٥٨، ٢٤٥]، وعائشة [النسائي، ح:٣٢١٥]، وابن عباس [أبو داود، ح:١٧٢٩ وأحمد: ١/٣١٢] * حديث الأشعث بن عبدالملك، أخرجه النسائي: ٦/٥٩، ح:٣٢١٥.

وَقَرَأَ قَتَادَةُ ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾ [الرعد:٣٨]. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَعَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَرَوَى الْأَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. وَيُقَالُ: كِلَا الْحَدِيثَيْنِ صَحِيحٌ.

نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بیان کیا کہ قتادہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾ ”ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے انھیں بیویاں اور اولاد عنایت کی۔“ اس مسئلے میں سیدنا سعد، انس بن مالک، سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا سمرہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ اور اشعث بن عبدالملک نے یہ حدیث بواسطہ حسن، عن سعد، عن عائشة عن النبي ﷺ بیان کی ہے۔ اور کہا گیا ہے: دونوں ہی حدیثیں صحیح ہیں۔

١٠٨٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: رَدَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ، وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1083] سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل (عورتوں سے علیحدگی) کی اجازت نہیں دی تھی۔ اگر آپ ﷺ انھیں اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لغوی تشریح: [اَلتَّبَتُّل] عورتوں سے الگ تھلگ رہنا، ان سے نکاح نہ کرنا، اس لیے اُس عورت کو بتول کہتے ہیں جو مردوں سے دلچسپی اور رغبت نہ رکھے اور ان سے الگ رہے۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتول اس لیے کہا گیا کہ وہ دنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھیں، یا اپنے دور کی عورتوں سے اپنے فضل وتقویٰ اور دین میں ممتاز تھیں۔

فائدہ: شادی چونکہ ایک انسان کی طبعی وفطری ضرورت ہے، اس کے بغیر نسل انسانی کی افزائش اور بقا میں انسان اپنا حصہ نہیں ڈال سکتا اور یہ انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ اور لائحہ عمل ہے، اس لیے اسے ترک کرنے کی عمومی اجازت نہیں دی جاسکتی، اور چونکہ غلبۂ شہوت کی صورت میں اس کے بغیر چارہ نہیں ہے، اس لیے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس کی اجازت ہوتی تو ہم اس شہوت کو ختم کرنے کے لیے خصی ہو جاتے۔ اور انسان کا خصی ہونا یا خصی کرنا بالاتفاق جائز نہیں۔ حیوانات کے خصی کرنے میں اختلاف ہے۔ (تحفة الأحوذي: 170/4)

١٠٨٣- أخرجه البخاري، النكاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء، ح: ٥٠٧٣ من حديث الزهري به ومسلم، ح: ١٤٠٢ من حديث معمر به.

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ فَزَوِّجُوهُ (التحفة ٣)

١٠٨٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ ابْنِ وَثِيمَةَ النَّصْرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ، فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي حَاتِمٍ الْمُزَنِيِّ وَعَائِشَةَ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَدْ خُولِفَ عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، فَرَوَاهُ اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، مُرْسَلًا. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] قَالَ مُحَمَّدٌ: وَحَدِيثُ اللَّيْثِ أَشْبَهُ، وَلَمْ يَعُدَّ حَدِيثَ عَبْدِ الْحَمِيدِ مَحْفُوظًا.

باب:3۔جس کی دین داری تمھیں پسند آئے اس سے شادی کردو

[1084] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’جب تمھیں کوئی ایسا آدمی نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور کردار کو تم اچھا سمجھتے ہو (پسند کرتے ہو) تو اس سے نکاح کردو۔ اگر تم یہ کام نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا بگاڑ پیدا ہوگا۔‘‘

اس مسئلے میں سیدنا ابوحاتم مزنی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی سند میں عبدالحمید بن سلیمان کی مخالفت کی گئی ہے۔ لیث بن سعد اس روایت میں ابن عجلان اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان (ابن وثیمہ نصری کا) واسطہ بیان نہیں کرتے اور حدیث منقطع بیان کرتے ہیں۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: لیث کی حدیث صحت کے زیادہ قریب ہے، وہ عبدالحمید کی روایت کو محفوظ نہیں سمجھتے۔

فائدہ: اسلام دین فطرت ہے، اس لیے وہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہیں، اور اپنا کردار و اخلاق اس کے سانچے میں ڈھالتے ہیں۔ دین محض حسن و جمال اور مال و دولت کو وجۂ ترجیح قرار نہیں دیتا۔ اگر حسن و جمال یا مال و دولت اور حسب و نسب کو وجۂ ترجیح قرار دیا جائے تو بہت سے مرد اور عورتیں شادی سے محروم رہ جائیں گی، جس کی بنا پر بے حیائی اور زنا کا دروازہ کھلے گا اور معاشرے میں عداوت اور دشمنی پیدا ہوگی، عفت و پاکدامنی گھٹ جائے گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دین اور اخلاق کے سوا کچھ دیکھا نہ جائے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ وجۂ ترجیح دین اور اخلاق ہو، پیشہ اور ذات برادری یا حسن و جمال وجۂ ترجیح نہ ہو۔ دین و اخلاق کے ساتھ یہ چیزیں ہوں تو پھر یہ محض دین پر وجۂ ترجیح بن سکتی ہیں، کیونکہ یہ چیزیں رشتۂ نکاح میں پائداری اور خوش گواری کا باعث بنتی ہیں، اس لیے جمہور کے نزدیک شادی کرتے وقت دین، حریت و آزادی، نسب و خاندان اور پیشہ و حرفت کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ (تحفة الأحوذي: 4/173)

١٠٨٤- [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، النكاح، باب الأكفاء، ح: ١٩٦٧ من حديث عبدالحميد بن سليمان به، وهو ضعيف وشيخه مدلس وعنعن ومع ذلك صححه الحاكم: ٢/ ١٦٤، ١٦٥ فتعقبه الذهبي وللحديث شواهد * وفي الباب عن أبي حاتم المزني [يأتي: ١٠٨٥]، وعائشة [الديلمي، ح: ٣١٥٤ بلا سند، أو يشير إلى حديث عائشة، أخرجه البخاري، ح: ٥٠٠٠].

١٠٨٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو [السَّوَّاقُ الْبَلْخِيُّ]: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ مُحَمَّدٍ وَّسَعِيدٍ ابْنَيْ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي حَاتِمٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَأَنْكِحُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ». قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَإِنْ كَانَ فِيهِ؟

[1085] سیدنا ابوحاتم مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمھارے پاس (شادی کے لیے) ایسا شخص آئے جس کا دین اور اخلاق تمھیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم یہ کام نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد برپا ہوگا۔ اگر تم یہ کام نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد برپا ہو جائے گا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگرچہ اس میں (حسن و جمال اور مال کی کمی ہو)؟

قَالَ: «إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَأَنْكِحُوهُ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَأَبُو حَاتِمٍ الْمُزَنِيُّ لَهُ صُحْبَةٌ، وَلَا نَعْرِفُ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ.

آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا: ''جب تمھارے پاس ایسا شخص آئے جس کا دین اور اخلاق تمھیں پسند ہو تو اس سے شادی کر دو۔'' امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابوحاتم مزنی کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے لیکن ہمارے علم میں ان کی اس حدیث کے سوا نبی ﷺ سے کوئی اور حدیث مروی نہیں۔

فائدہ: جس طرح نکاح کرتے وقت صاحب ایمان کو کسی خاتون میں دینداری کو اولیت دینی چاہیے، اسی طرح نکاح میں دیتے وقت بھی دین واخلاق ہی کو ترجیح دینا لازمی ہے ورنہ فتنہ وفساد لازمی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَنْكِحُ عَلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ (التحفة ٤)

باب: 4۔ نکاح میں تین خوبیاں دیکھی جائیں

١٠٨٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسٰى: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ [بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ] عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ

[1086] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت سے شادی اس کے دین، دولت اور حسن کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ تو تم ایسی عورت کو ترجیح دو جو دیندار ہو،

١٠٨٥- [حسن بما قبله] أخرجه الطبراني: ٢٢/ ٣٠٠، ح: ٧٦٢ من حديث حاتم بن إسماعيل به وانظر الحديث السابق.

١٠٨٦- أخرجه مسلم، الرضاع، باب استحباب نكاح ذات الدين، ح٧١٥ بعد، ح: ١٤٦٦ من حديث عبدالملك بن أبي سليمان به ※ وفي الباب عن عوف بن مالك [البزار (كشف): ٢/ ١٥٠، ح: ١٤٠٤ وفيه يزيد بن عياض]، وعائشة [أحمد: ٦/ ١٥٢] وعبدالله بن عمرو [ابن ماجه، ح: ١٨٥٩]، وأبي سعيد [أحمد: ٣/ ٨٠ وابن حبان، ح: ١٢٣١ والحاكم: ٢/ ١٦١ وصححه ووافقه الذهبي].

النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْمَرْأَةَ تُنْكَحُ عَلٰى دِينِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا، فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ».

تمھارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔"

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ وَّعَائِشَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَّأَبِي سَعِيدٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عوف بن مالک، سیدہ عائشہ، سیدنا عبداللہ بن عمرو، اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جس طرح عورت کے اولیاء مرد کا حسن و جمال، مال و دولت اور حسب ونسب دیکھتے ہیں، اسی طرح مرد بھی عورت کا دین، حسن و جمال اور مال وثروت دیکھتا ہے۔ لیکن اسلام طرفین کے لیے وجہ ترجیح دین ہی کو قرار دیتا ہے کیونکہ دین میاں بیوی کو ایک دوسرے کے حقوق اور اپنے فرائض و ذمہ داریاں ادا کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اگر دین نہ ہو تو ہر ایک اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے۔ اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق نظر انداز کر دیتا ہے اور نتیجتاً گھر آباد نہیں رہ سکتا جیسا کہ آج کل طلاقوں کی کثرت کی صورت میں بگاڑ اور فساد نمایاں ہے۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّظَرِ إِلَى الْمَخْطُوبَةِ (التحفة ٥)

باب:5۔ منگیتر کو ایک نظر دیکھ لینا

١٠٨٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ [قَالَ]: حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ [هُوَ الْأَحْوَلُ] عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ خَطَبَ امْرَأَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «انْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرٰى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا».

[1087] سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک عورت کو شادی کا پیام دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: "اسے دیکھ لو، کیونکہ یہ تم دونوں میں محبت والفت پیدا کرنے کے لیے بہت مناسب اور مفید ہے۔"

وَفِي الْبَابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَجَابِرٍ وَّأَنَسٍ وَّأَبِي حُمَيْدٍ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ، وَقَالُوا: لَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا مَا لَمْ يَرَ مِنْهَا مُحَرَّمًا، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَمَعْنٰى

اس مسئلے میں سیدنا محمد بن مسلمہ، جابر، انس، ابوحمید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور بعض اہل علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔ ان کا قول ہے: اگر اس سے ناجائز حصہ نہ دیکھے تو اس پر ایک نظر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔

١٠٨٧- أخرجه النسائي، النكاح، باب إباحة النظر قبل التزويج: ٦/ ٦٩، ٧٠، ح: ٣٢٣٧ من حديث عاصم الأحول به، وصححه ابن الجارود، ح: ٦٧٥ * وفي الباب عن محمد بن مسلمة [ابن ماجه، ح: ١٨٦٤]، وجابر [أبو داود، ح: ٢٠٨٢]، وأنس [ابن ماجه، ح: ١٨٦٥]، وأبي حميد [أحمد: ٥/ ٤٢٤]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ١٤٢٤].

قَوْلِهِ: «أَحْرٰى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا». قَالَ: أَحْرٰى أَنْ تَدُومَ الْمَوَدَّةُ بَيْنَكُمَا.

امام احمد اور اسحاق ﷫ کا یہی قول ہے۔ آپ ﷺ کے اس فرمان: ''یہ زیادہ لائق اور مناسب ہے کہ تمھارے درمیان الفت و محبت پیدا کرے'' کا مفہوم یہ ہے کہ یہ عمل پیار و محبت اور الفت کو دائمی بنانے کے زیادہ لائق اور مناسب ہے۔

فوائد و مسائل: ① نکاح اور شادی زندگی بھر کا معاملہ ہے، اس لیے اس کا فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے، ناواقفی اور بے خبری کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے، اس لیے منگیتر پر ایک نظر ڈال لینا جائز عمل ہے، لیکن اس کے لیے ایسا طرز عمل اختیار نہیں کرنا چاہیے جو عورت یا اس کے گھر والوں کے لیے گرانی یا ناگواری کا باعث بنے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کو مخفی انداز میں چھپ کر دیکھ لیا جائے تاکہ کوئی ناگوار صورت سامنے نہ آئے یا کم از کم اپنی عورتوں کے ذریعے سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لی جائیں، لیکن نظر صرف اس کے چہرے اور ہاتھوں پر ہی ڈالی جائے تاکہ اس کے متعلق ایک سرسری اندازہ ہو جائے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (صحيح مسلم مع النووي: 456/1، والمغني: 453/7، 454) ② اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شکل و صورت، قد و قامت یا حسن و جمال کو بالکل نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ محبت و پیار میں اس کا کافی دخل ہے اور طرفین ہی ایک دوسرے کو خوبصورت دیکھنا چاہتے ہیں۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِعْلَانِ النِّكَاحِ (التحفة ٦)

باب: 6۔ نکاح کی تشہیر یا اس کا اعلان کرنا

١٠٨٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَلْجٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ الْجُمَحِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَرَامِ وَالْحَلَالِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ».

[1088] سیدنا محمد بن حاطب جمحی ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حلال اور حرام میں فرق اور امتیاز دف اور تشہیر سے ہوگا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَجَابِرٍ وَالرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَأَبُو بَلْجٍ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، وَيُقَالُ: ابْنُ سُلَيْمٍ أَيْضًا. وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاطِبٍ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ غُلَامٌ صَغِيرٌ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا جابر اور سیدہ رُبیع بنت معوذ ﷢ سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ﷫ فرماتے ہیں: محمد بن حاطب ﷜ کی حدیث حسن ہے۔ اور ابوبلج کا نام یحییٰ بن ابی سلیم ہے۔ انھیں ابن سلیم بھی کہا جاتا تھا۔ اور محمد بن حاطب ﷜ نے بچپن (چھوٹی عمر) میں نبی ﷺ کو دیکھا تھا۔

١٠٨٨ـ أخرجه ابن ماجه، النكاح، باب إعلان النكاح، ح:١٨٩٦ والنسائي:٦/١٢٧، ح:٣٣٧١ من حديث هشيم به، وصححه الحاكم: ٢/ ١٨٤ والذهبي * وفي الباب عن عائشة [يأتي:١٠٨٩]، وجابر [أحمد:٣/ ٣٩١ والنسائي في الكبرى]، والربيع بنت معوذ [يأتي: ١٠٩٠].

فائدہ: اس حدیث سے نبی ﷺ کا اصل مقصد یہ ہے کہ نکاح مخفی اور چوری چھپے نہ ہو کیونکہ اس سے بڑے مفاسد پیدا ہونے کا خطرہ ہے، اس لیے نکاح سے پہلے دف بجا کر بچیوں کو شرعی حدود کے اندر گیت گانے چاہئیں تا کہ قرب وجوار کے لوگوں کو خوب علم ہو جائے۔ دف جو محض اعلان اور تشہیر کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کا مقصد لہو ولعب اور لذت اندوزی نہیں، اس لیے شادی بیاہ کے وقت ایسا آلہ استعمال کرنا جس کا مقصد تشہیر اور اعلان ہو، آلۂ موسیقی کے معنی میں نہیں آتا اور اس کے ساتھ چھوٹی بچیوں کے گیت گانا جن میں شہوت انگیزی یا جذبات کو بھڑکانا نہ ہو، بلکہ محض مسرت وشادمانی کا اظہار ہو، کوئی حرج نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 4/177-179)

١٠٨٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مَيْمُونٍ [الْأَنْصَارِيُّ] عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ».

[1089] سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نکاح کا اعلان کرو اور اسے مساجد میں سرانجام دو، اور اس پر دف بجاؤ۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ فِي هٰذَا الْبَابِ. وَعِيسَى بْنُ مَيْمُونٍ الْأَنْصَارِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ. وَعِيسَى بْنُ مَيْمُونٍ الَّذِي يَرْوِي عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ التَّفْسِيرَ هُوَ ثِقَةٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس مسئلے میں حسن غریب ہے۔ عیسیٰ بن میمون انصاری حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اور وہ عیسیٰ بن میمون جو ابن ابی نجیح سے تفسیر بیان کرتا ہے، ثقہ ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن نکاح کی تشہیر اور اعلان کا حکم صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اعلان کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نکاح مسجد میں پڑھا جائے کیونکہ مسجد ہی وہ مبارک مقام ہے جہاں مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں، اس سے عمل نکاح میں برکت بھی ہوگی۔

١٠٩٠- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ: جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَدَخَلَ عَلَيَّ غَدَاةَ بُنِيَ بِي، فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي، وَجُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِدُفُوفِهِنَّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ إِلٰى أَنْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ: وَفِينَا

[1090] خالد بن ذکوان بیان کرتے ہیں کہ سیدہ رُبَیّع بنت معوذ ؓ نے بتایا کہ جس رات میری رخصتی عمل میں آئی اس کی صبح رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جس طرح آپ بیٹھے ہیں اور ہماری بچیاں دف بجا رہی تھیں اور جنگ بدر میں شہید ہونے والے میرے آباء و اجداد کے خصائل اور

١٠٨٩- [ضعيف] * عيسى بن ميمون ضعيف (تقريب) وللحديث طريق ضعيف جدًا عند ابن ماجه، ح: ١٨٩٥ عن القاسم بن محمد به.

١٠٩٠- أخرجه البخاري، النكاح، باب ضرب الدف في النكاح والوليمة، ح: ٥١٤٧ من حديث بشر بن المفضل به.

نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ لَهَا [رَسُولُ اللهِ ﷺ]: «اسْكُتِي عَنْ هٰذِهِ، وَقُولِي الَّتِي كُنْتِ تَقُولِينَ قَبْلَهَا».

خوبیاں بیان کر رہی تھیں یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے یہ کہہ دیا: ہمارے اندر ایسا نبی موجود ہے جو آنے والے کل کی باتیں جانتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اس آخری بول سے چپ ہو جا اور اس سے پہلے جو کچھ کہہ رہی تھی، وہی کہہ۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لغوی تشریح: ندبة: مرنے والے کے اوصاف وخصائل بیان کرنا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بزرگ یا قابل احترام شخص عورت کے پاس بیٹھ سکتا ہے، لیکن اس سے یہ ثابت کرنا کہ سیدہ ربیع رضی اللہ عنہا کا چہرہ کھلا تھا یا نبی ﷺ نے اس کے ساتھ خلوت اختیار کی، درست نہیں، کیونکہ بچیوں کی موجودگی کی صراحت کے باوجود اس کو خلوت سے کیسے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ اور پھر کیا وہ خالد بن ذکوان کے سامنے کھلے منہ بیٹھی تھیں؟ مزید برآں پہلے دن تو گھر والے دلھن سے دور نہیں رہتے، اس لیے اجنبی عورت سے خلوت کے لیے آپ ﷺ کی تخصیص یا استثنا کی ضرورت ہی نہیں۔ ② بچیوں نے جب غلط بات کہی تو نبی ﷺ نے فوراً روک دیا، جس سے معلوم ہوا کہ گیت اگرچہ چھوٹی بچیاں ہی پڑھیں، وہ خلاف شریعت نہیں ہونے چاہئیں اور خوشی کے موقع پر بھی غیر شرعی بات اور عمل کی اجازت نہیں۔

(المعجم ...) بَابُ مَا [جَاءَ فِيمَا] يُقَالُ لِلْمُتَزَوِّجِ (التحفة ...)

باب: 7- شادی کرنے والے کو کیا دعا دی جائے؟

١٠٩١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ، إِذَا تَزَوَّجَ قَالَ: «بَارَكَ اللهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ».

[1091] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی کو شادی کے موقع پر مبارک باد دیتے تو فرماتے: [بَارَكَ اللهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ] ''اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے اور خیر وبھلائی میں تم دونوں کو متفق رکھے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی موجود ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

١٠٩١ـ أخرجه أبو داود، النكاح، باب ما يقال للمتزوج، ح: ٢١٣٠ عن قتيبة به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٤٠٤١ والحاكم: ٢/ ١٨٣ والذهبي ※ وفي الباب عن عقيل بن أبي طالب [ابن ماجه، ح: ١٩٠٦].

لغوی تشریح: رَفَأَ: کے اصل معنی ہیں: اتفاق و اجتماع، اور نکاح کی مبارکباد کے موقع پر برکت اور اتفاق کی دعا دینے کے معنی میں مستعمل ہے۔

فائدہ: دنیا کی مختلف قوموں اور مختلف خاندانوں میں شادی بیاہ اور نکاح کے موقع پر مبارکباد کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے اپنی تعلیم و ہدایت سے یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے کہ میاں بیوی کے لیے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کی جائے اور دونوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے خیر و بھلائی اور سازگاری کی درخواست کی جائے۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَا يَقُولُ إِذَا دَخَلَ عَلَى أَهْلِهِ (التحفة ٨)

باب:8۔ بیوی کے پاس جاتے وقت کون سی دعا پڑھے؟

١٠٩٢- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ، إِذَا أَتَى أَهْلَهُ، قَالَ: بِسْمِ اللهِ اللّٰهُمَّ! جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَإِنْ قَضَى اللهُ بَيْنَهُمَا وَلَدًا لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ».

[1092] سیدنا ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھ لے: [بِسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا] ''اللہ کے نام سے، اے اللہ! تو ہمیں شیطان کے شر سے بچا اور جو اولاد ہمیں دے اسے بھی شیطان سے بچا۔ (اس سے شیطان کو دور رکھ)'' پھر اگر اس مباشرت کے نتیجے میں ان کے لیے بچہ مقدر ہوا تو شیطان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: انسان جب اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ پہلے یہ دعا پڑھ لے تو اس کی خیر و برکت سے اس مباشرت کے نتیجے میں اگر بچہ مقدر ہوا تو وہ شیطان کے تسلط و غلبے سے محفوظ رہے گا اور وہ دین و شریعت سے بے رخی نہیں برتے گا۔ اس کے برعکس بقول شاہ عبدالحق: اگر اس نے اللہ تعالیٰ سے غافل رہ کر جانوروں کی طرح شہوت نفس کا تقاضا پورا کیا تو ایسی مباشرت کے نتیجے میں جو اولاد پیدا ہوگی وہ شیطان کے شر سے محفوظ نہیں رہے گی۔ اس دور کی نسل کے اخلاق کے بگاڑ اور ان کی تباہ کاری کا ایک اہم سبب یہی ہے کہ مسلمان اپنے نبی ﷺ کی اس ہدایت و تعلیم کی پابندی نہیں کرتے۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَوْقَاتِ الَّتِي يُسْتَحَبُّ فِيهَا النِّكَاحُ (التحفة ٩)

باب:9۔ کن اوقات میں نکاح کرنا مستحب ہے

١٠٩٢۔ أخرجه البخاري، النكاح، باب ما يقول إذا أتى أهله، ح: ٥١٦٥ ومسلم، ح: ١٤٣٤ من حديث منصور به.

١٠٩٣- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي شَوَّالٍ، وَبَنَى بِي فِي شَوَّالٍ.

[1093] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ شادی شوال میں کی اور میری رخصتی بھی شوال میں ہوئی۔

وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ أَنْ يُبْنَى بِنِسَائِهَا فِي شَوَّالٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ [بْنِ أُمَيَّةَ].

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو پسند فرماتیں کہ ان کی قرابت دار عورتوں کی رخصتی شوال میں ہو۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہمارے علم میں اسے ثوری ہی اسماعیل بن امیہ سے بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: دورِ جاہلیت میں لوگ شوال میں شادی، نکاح کرنا اور رخصتی کرنا ناپسند کرتے تھے جیسے کہ آج کل ماہ محرم میں ناپسند کیا جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے اس کراہت اور ناپسندیدگی کو ختم کرنے کے لیے شوال میں شادی اور رخصتی کی جو انتہائی بابرکت ثابت ہوئی، اس لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زمانۂ جاہلیت کی اس رسم کو توڑنے کے لیے شوال میں نکاح اور رخصتی پسند فرماتی تھیں۔ (تحفة الأحوذي: 182/4)

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَلِيمَةِ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ ولیمے کا بیان

١٠٩٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ، فَقَالَ: «مَا هٰذَا؟» فَقَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ: «بَارَكَ اللهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ».

[1094] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے اور کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا حق مہر ٹھہرایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تمھارے لیے مبارک کرے! ولیمہ کرو، چاہے بکری ہی ہو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَّعَائِشَةَ وَجَابِرٍ وَّزُهَيْرِ بْنِ عُثْمَانَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ

اس مسئلے میں ابن مسعود، سیدہ عائشہ، سیدنا جابر اور زہیر بن عثمان رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ

١٠٩٣ـ أخرجه مسلم، النكاح، باب استحباب التزوج والتزويج في شوال واستحباب الدخول فيه، ح: ١٤٢٣ من حديث سفيان الثوري به.

١٠٩٤ـ أخرجه مسلم، النكاح، باب الصداق وجواز كونه تعليم قرآن وخاتم حديد ... إلخ، ح: ١٤٢٧ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٥١٥٥ من حديث حماد بن زيد به * وفي الباب عن ابن مسعود [يأتي: ١٠٩٧]، وعائشة [البيهقي: ٧/ ٢٦٠]، وجابر [مسلم، ح: ١٤٣٠]، وزهير بن عثمان [أبو داود، ح: ٣٧٤٥].

أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: وَزْنُ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ: وَزْنُ ثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ وَثُلُثٍ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: هُوَ وَزْنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ [وَثُلُثٍ].

فرماتے ہیں: انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: گٹھلی کے برابر سونا $3\frac{1}{3}$ درہم کے برابر ہوتا ہے اور اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: $5\frac{1}{3}$ درہم وزن ہوتا ہے۔

لغوی تشریح: ولیمة: ولم سے مشتق ہے جس کے معنی اکٹھا ہونا ہیں کیونکہ میاں بیوی جمع ہوتے ہیں اور عرف عام میں اس کا اطلاق اس دعوت پر ہوتا ہے جو شادی کے موقع پر کی جاتی ہے۔

فوائد و مسائل: ① سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور ایک جلیل القدر صحابی کی حیثیت سے ان کا رسول اللہ ﷺ سے خصوصی تعلق تھا، اس کے باوجود انھوں نے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کو بلانے کا اہتمام نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے اس پر ان سے کسی قسم کی شکایت بھی نہیں کی، جس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام مجلس نکاح کے لیے لوگوں کو بلانے کا کوئی خاص اہتمام نہیں کرتے تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی بات آگے آ رہی ہے۔ نکاح میں عدم تکلف اور سادگی ہی پسندیدہ طرز عمل ہے۔ ② نئی دلھنیں چونکہ رنگ دار خوشبو، زعفران وغیرہ سے رنگے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں، اس کا اثر اور نشان سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے کپڑوں یا جسم پر پڑا، جسے آپ ﷺ نے محسوس فرما کر پوچھ لیا اور انھیں ولیمہ کرنے کا حکم دیا جو اس اعتبار سے مسنون عمل ہے۔ ③ [أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ] ''ولیمہ کرو اگرچہ بکری ہو۔'' عام طور پر کلمہ [لو] کو تقلیل کے لیے لیا گیا ہے، لیکن آپ کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے یہ تقلیل کے لیے نہیں کیونکہ اگر تقلیل کے معنی ہو تو معلوم یہ ہوگا کہ بکری کم از کم ہے، حالانکہ آپ ﷺ نے اس سے کم محض ستو اور کھجوریں کھلائی ہیں اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی کسی بیوی کے لیے ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے کیا تھا۔ آپ ﷺ نے پوری ایک بکری کا ولیمہ کیا۔ (صحيح البخاري، باب من أولم على بعض نسائه أكثر من بعض، حديث: 5171) اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے باقی بیویوں کے نکاح پر جو ولیمہ کیا وہ اس سے مختصر اور ہلکا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ [لو] تکثیر کے لیے ہے تقلیل کے لیے نہیں۔ بہر حال اس میں اپنی حیثیت کو ملحوظ رکھنا چاہیے، جہیز کی طرح اس کو بھی اپنے لیے مصیبت کا سبب نہیں بنانا چاہیے اور ''گٹھلی کے برابر سونا'' سے مراد اکثر علماء کے نزدیک پانچ درہم کے برابر سونا ہے۔ واللہ أعلم.

١٠٩٥- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْلَمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ بِسَوِيقٍ وَتَمْرٍ.

[1095] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے ولیمے میں ستو اور کھجوریں کھلائی تھیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

١٠٩٥- أخرجه ابن ماجه، ح: ١٩٠٩ عن محمد بن أبي عمر به، وللحديث شواهد عند البخاري، ح: ٣٧١ ومسلم، النكاح، باب فضيلة إعتاقه أمته ثم يتزوجها، ح: ١٣٦٥ وغيرهما.

فائدہ: صحیح بخاری کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمے میں صحابہ کے اشتراک سے کھجوریں، پنیر اور گھی کا مالیدہ تیار کر کے کھلایا تھا۔ اس میں ستو بھی ڈال لیے گئے ہوں گے۔ (صحيح البخاري، باب ما يذكر في الفخذ، حديث: 371)

١٠٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ سُفْيَانَ، نَحْوَ هٰذَا.

[1096] محمد بن یحییٰ سفیان ہی کی سند سے اس کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں۔

وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ. وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ وَائِلٍ، عَنِ ابْنِهِ نَوْفٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَكَانَ سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ يُدَلِّسُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ. فَرُبَّمَا لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ وَائِلٍ، عَنِ ابْنِهِ وَرُبَّمَا ذَكَرَهُ.

اور بہت سے راویوں نے یہ حدیث ابن عیینہ سے بیان کی ہے اور اس میں عن وائل عن ابنہ نہیں کہا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سفیان بن عیینہ اس حدیث میں تدلیس کرتے تھے، اس لیے بعض دفعہ عن وائل عن ابنہ کہتے تھے اور بعض دفعہ اس کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ عن وائل عن أبیہ ہونا چاہیے جیسا کہ حدیث نمبر 1098 کی سند میں ہے۔ عن وائل عن ابنہ نوف درست نہیں، یا یہ کہنا ہوگا کہ وائل یہ روایت اپنے باپ اور اپنے بیٹے دونوں سے بیان کرتا ہے اور تحفہ کے نسخے میں حدیث نمبر 1098 میں بھی عن ابنہ نوف ہے۔

١٠٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «طَعَامُ أَوَّلِ يَوْمٍ حَقٌّ، وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّانِي سُنَّةٌ، وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَةٌ، وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ».

[1097] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پہلے دن کا کھانا ثابت ہے۔ (ضروری اور لازم ہے۔) دوسرے دن کا کھانا سنت ہے، اور تیسرے دن کا کھانا شہرت اور دکھلاوا ہے اور جو شہرت کے لیے کرے گا اللہ اس کا کام سنا دے گا۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ زِيَادِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَزِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ كَثِيرُ الْغَرَائِبِ وَالْمَنَاكِيرِ. [قَالَ: وَ]سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَذْكُرُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہمارے علم کے مطابق صرف زیاد بن عبداللہ ہی مرفوع بیان کرتا ہے اور زیاد بن عبداللہ بہت غریب اور منکر روایات بیان کرتا ہے بلکہ امام وکیع تو یہ فرماتے ہیں کہ زیاد

١٠٩٦- انظر الحديث السابق وهو في مسند الحميدي، ح: ١١٩٤.

١٠٩٧- [ضعيف] أخرجه البيهقي: ٧/ ٢٦٠ وابن عدي: ٣/ ١٥٠ من حديث محمد بن موسى البصري الحرشي به، وضعفه، وللحديث شواهد ضعيفة عند أبي داود، ح: ٣٧٤٥ وابن حبان، ح: ١٩١٥ وغيرهما * عطاء بن السائب اختلط * قول وكيع: "زياد بن عبدالله مع شرفه (لا) يكذب في الحديث" سقط "لا" من رواية الترمذي فيما أظن، وقال البخاري في التاريخ الكبير: ٣/ ٣٦٠: "وقال ابن عقبة السدوسي عن وكيع: هو أشرف من أن يكذب" وكذا رواه أبو أحمد الحاكم وهو الصواب كما في التهذيب وغيره.

عُقْبَةَ قَالَ: قَالَ وَكِيعٌ: زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، مَعَ شَرَفِهِ، يَكْذِبُ فِي الْحَدِيثِ.

بن عبداللہ معزز اور بزرگ ہونے کے باوجود حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔

فائدہ: امام وکیع رحمہ اللہ کا جو قول زیاد بن عبداللہ کے بارے میں ہے، اس کے متعلق غالب گمان یہ ہے کہ ترمذی کی روایت میں اس کے شروع میں [لَا] حذف ہو گیا ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں امام وکیع کا قول جو ذکر کیا ہے، وہ اس طرح ہے: [هُوَ أَشْرَفُ مِنْ أَنْ يَكْذِبَ] ''وہ اس سے معزز ہیں کہ حدیث رسول میں جھوٹ بولیں۔'' اس لیے یہ قول اصل میں اس طرح ہے: [زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَعَ شَرَفِهِ لَا يَكْذِبُ فِي الْحَدِيثِ] ''زیادہ بن عبداللہ معزز و بزرگ کے ساتھ حدیثِ رسول میں جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام دارمی سے امام وکیع سے یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِجَابَةِ الدَّاعِي (التحفة ١١)

باب: 11- دعوت قبول کرنا

١٠٩٨- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ائْتُوا الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ».

[1098] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمھیں دعوت دی جائے تو دعوت میں حاضر ہو۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَالْبَرَاءِ وَأَنَسٍ وَأَبِي أَيُّوبَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابوہریرہ، براء، انس اور ابوایوب رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں ولیمے کی صراحت موجود ہے۔ (صحیح البخاري، الجمعة، حدیث: 5173، وصحیح مسلم، النکاح، حدیث: 1429) حسب خواہش کسی عورت سے نکاح ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی نعمت اور دلی خوشی اور مسرت کی بات ہے، اور اس کا حق یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اور اپنی مسرت و شادمانی کا اظہار دوست احباب کی دعوت کی صورت میں کیا جائے اور انھیں یہ قبول بھی کرنی چاہیے۔ ② دعوت ولیمہ قبول کرنا ضروری ہے بشرطیکہ اس میں خلاف شریعت امور کا ارتکاب نہ ہو کیونکہ جن ولیموں میں کھلا اسراف، نمود و نمائش یا کسی قسم کی منکرات کا ارتکاب ہو، ان میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔

١٠٩٨- أخرجه مسلم، النكاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلى دعوة، ح:١٠٢/١٤٢٩ من حديث بشر بن المفضل، والبخاري، ح:٥١٧٩ من حديث نافع به * وفي الباب عن علي [يأتي:٢٧٣٦]، وأبي هريرة [البخاري، ح:٥١٧٧ ومسلم، ح:١٤٣٢]، والبراء [البخاري، ح:٥١٧٥ ومسلم، ح:٢٠٦٦]، وأنس [أحمد:٣/ ٢١٠، ٢٣٢، ٢٧٠]، وأبي أيوب [البخاري في الأدب المفرد، ح:٩٢٢].

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَجِيءُ إِلَى الْوَلِيمَةِ بِغَيْرِ دَعْوَةٍ (التحفة ١٢)

باب:12۔ بغیر دعوت کے ولیمے میں شرکت کا بیان

١٠٩٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ إِلَى غُلَامٍ لَهُ لَحَّامٍ، فَقَالَ: اصْنَعْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً. فَإِنِّي رَأَيْتُ فِي وَجْهِ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْجُوعَ قَالَ: فَصَنَعَ طَعَامًا، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَدَعَاهُ وَجُلَسَاءَهُ الَّذِينَ مَعَهُ، فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ اتَّبَعَهُمْ رَجُلٌ لَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ حِينَ دُعُوا، فَلَمَّا انْتَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْبَابِ، قَالَ لِصَاحِبِ الْمَنْزِلِ: «إِنَّهُ اتَّبَعَنَا رَجُلٌ لَمْ يَكُنْ مَعَنَا حِينَ دَعَوْتَنَا، فَإِنْ أَذِنْتَ لَهُ دَخَلَ». قَالَ: فَقَدْ أَذِنَّا لَهُ، فَلْيَدْخُلْ.

[1099] سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوشعیب رضی اللہ عنہ نام کا آدمی اپنے گوشت فروش غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا: مجھے کھانا تیار کردو جو پانچ آدمیوں کے لیے کافی ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر بھوک کے اثرات دیکھے ہیں۔ تو اس نے کھانا تیار کردیا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ایلچی بھیج کر آپ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کو بھی جو آپ کے ساتھ تھے، دعوت دی۔ جب نبی ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اٹھے تو ان کے پیچھے ایک آدمی چل پڑا جو دعوت دیتے وقت ان کے ساتھ نہ تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ دروازے پر پہنچ گئے تو گھر والے سے فرمایا: ''بے شک ہمارے ساتھ ایک آدمی آ گیا ہے جب تم نے ہمیں دعوت دی تھی وہ اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھا، اگر تم اسے اجازت دے دو تو وہ آ سکتا ہے۔'' اس نے عرض کی: ہم نے اسے اجازت دی، وہ آ جائے۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی آئی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضیافت میں بن بلائے شرکت کرنا درست نہیں۔ اور جنھیں دعوت دی گئی ہے، انھیں بھی اجازت لیے بغیر کسی کو اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہیے۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ کسی کو ساتھ لانے سے گھر والوں کو تکلیف نہیں ہوگی اور وہ اس کو ناگوار نہیں سمجھیں گے تو پھر کسی کو ساتھ لے جانے کی گنجائش ہے۔

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَزْوِيجِ الْأَبْكَارِ (التحفة ١٣)

باب:13۔ دوشیزہ (کنواری) کے ساتھ شادی کرنا

١٠٩٩- أخرجه مسلم، الأشربة، باب ما يفعل الضيف إذا تبعه غير من دعاه صاحب الطعام ... إلخ، ح: ٢٠٣٦ من حديث أبي معاوية الضرير، والبخاري، ح: ٥٤٣٤ من حديث الأعمش به * وفي الباب عن ابن عمر [أبو داود، ح: ٣٧٤١].

١١٠٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «أَتَزَوَّجْتَ يَا جَابِرُ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: «بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا» ؟ فَقُلْتُ: لَا، بَلْ ثَيِّبًا. فَقَالَ: «هَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ» ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ عَبْدَ اللهِ مَاتَ وَتَرَكَ سَبْعَ بَنَاتٍ أَوْ تِسْعًا، فَجِئْتُ بِمَنْ يَقُومُ عَلَيْهِنَّ. [قَالَ:] فَدَعَا لِي.

[1100] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی، پھر (کسی وقت) میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا: ''اے جابر! شادی کرلی ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''کنواری سے یا بیوہ سے؟'' میں نے کہا: بیوہ سے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''کنواری سے کیوں نہیں کی؟ تم اس سے اٹھکیلیاں کرتے، وہ تم سے اٹھکیلیاں کرتی۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے والد عبداللہ فوت ہو گئے ہیں اور سات یا نو بیٹیاں چھوڑ گئے ہیں، اس لیے میں ایسی عورت کو گھر لایا ہوں جو ان کی نگہداشت کرے اور انھیں سنبھالے، تو آپ ﷺ نے مجھے دعا دی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ جَابِرِ [بْنِ عَبْدِ اللهِ] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابی بن کعب اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ انسان کنواری لڑکی سے شادی کرے تو یہ باہمی محبت و پیار اور دل لگی کا سبب بنتی ہے، ہاں کسی بہتر مقصد یا کسی ضرورت کے تحت بیوہ سے شادی کرے اور اپنی دلی چاہت و رغبت کو نظر انداز کر دے تو پھر یہ شادی بہتر ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے دینی مفاد اور دین کی ترویج و اشاعت کی خاطر ایک کے سوا سب شادیاں شوہر دیدہ عورتوں سے کی ہیں، اور یہاں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرگان کی نگہداشت اور تربیت کی خاطر ایک بیوہ سے شادی کی ہے۔

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ سرپرست کے بغیر نکاح نہیں ہوتا

١١٠١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ

[1101] سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

١١٠٠ـ أخرجه البخاري، النفقات، باب عون المرأة زوجها في ولده، ح:٥٣٦٧ ومسلم، الرضاع، باب استحباب نكاح البكر بعد، ح:١٤٦٦ من حديث حماد بن زيد به ٭ وفي الباب عن أبي بن كعب [البخاري في التاريخ الكبير: ٣/ ٢٧٢]، وكعب ابن عجرة [البخاري في التاريخ الكبير: ٣/ ٢٧٢ والطبراني في الكبير: ١٩/ ١٥٠، ح:٣٢٨].

١١٠١ـ أخرجه ابن ماجه، النكاح، باب لا نكاح إلا بولي، ح:١٨٨١ من حديث أبي عوانة به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٤٠٦٥، ٤٠٦٦ وابن الجارود، ح:٧٠٢، ٧٠٣، وللحديث شواهد كثيرة جدًا ٭ وفي الباب عن عائشة [يأتي: ١١٠٢]، وابن عباس [ابن ماجه، ح:١٨٨٠]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح:١٨٨٢]، وعمران بن حصين [ابن عدي في الكامل: ٤/ ١٤٥٣، ١٥٦٩ والبيهقي: ٧/ ١٢٥]، وأنس [ابن عدي: ٣/ ٩٧٩].

عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ؛ ح:: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ولی (سرپرست) کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَنَسٍ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عباس، ابوہریرہ، عمران بن حصین اور انس ؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔

١١٠٢- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسٰى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنِ اشْتَجَرُوا، فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ».

[1102] سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت نے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے۔ اس کا نکاح باطل ہے۔ اس کا نکاح باطل ہے۔ اگر خاوند نے اس سے ہم بستری کر لی تو اسے اس کی شرمگاہ کو حلال سمجھنے کی وجہ سے مہر ملے گا۔ اور اگر اولیاء (سرپرستوں) میں اختلاف ہو جائے (تو وہ کالعدم ہوں گے) اور جس کا کوئی ولی نہ ہو تو حاکم اس کا ولی ہوگا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، نَحْوَ هٰذَا. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَحَدِيثُ أَبِي مُوسٰى حَدِيثٌ فِيهِ اخْتِلَافٌ. رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ وَشَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَأَبُو عَوَانَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ یحییٰ بن سعید انصاری، یحییٰ بن ایوب، سفیان ثوری اور بہت سے حفاظ نے ابن جریج سے اس کے ہم معنی روایت بیان کی ہے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: سیدنا ابوموسیٰ ؓ کی روایت میں اختلاف ہے۔ بہت سے راویوں نے اسے ابواسحاق سے بیان کیا ہے۔ اور وہ بواسطہ ابوبردہ ابوموسیٰ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ اَسباط بن محمد اور زید بن حباب

١١٠٢- أخرجه أبو داود، النكاح، باب: في الولي، ح:٢٠٨٣ من حديث سفيان بن عيينة به وصححه ابن حبان، ح:١٢٤٨ والحاكم:٢/ ١٦٨ على شرط الشيخين وقواه ابن عدي في الكامل:٣/ ١١١٥ * ابن جريج سمعه من سليمان وسليمان من الزهري والزهري من عروة، وللحديث شواهد كثيرة.

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَزَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوٰى أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، [عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ] عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، [عَنْ أَبِي مُوسٰى] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [أَيْضًا]. وَرَوٰى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، [عَنْ أَبِي مُوسٰى] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ». وَقَدْ ذَكَرَ بَعْضُ أَصْحَابِ سُفْيَانَ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى، وَلَا يَصِحُّ. وَرِوَايَةُ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ» عِنْدِي أَصَحُّ. لِأَنَّ سَمَاعَهُمْ مِنْ أَبِي إِسْحَاقَ فِي أَوْقَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَإِنْ كَانَ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ أَحْفَظَ وَأَثْبَتَ مِنْ جَمِيعِ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ هٰذَا الْحَدِيثَ. فَإِنَّ رِوَايَةَ هٰؤُلَاءِ عِنْدِي أَشْبَهُ وَأَصَحُّ. لِأَنَّ شُعْبَةَ وَالثَّوْرِيَّ سَمِعَا هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ أَبِي إِسْحَاقَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ. وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: [قَالَ] حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: [قَالَ] أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَسْأَلُ أَبَا إِسْحَاقَ: أَسَمِعْتَ أَبَا بُرْدَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ»؟ فَقَالَ: نَعَمْ. فَدَلَّ هٰذَا الْحَدِيثُ عَلٰى أَنَّ سَمَاعَ شُعْبَةَ وَالثَّوْرِيِّ [عَنْ مَكْحُولٍ] هٰذَا الْحَدِيثَ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ. وَإِسْرَائِيلُ هُوَ [ثِقَةٌ] ثَبْتٌ فِي أَبِي إِسْحَاقَ. سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُثَنّٰى يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ

نے اس روایت کو ابواسحاق کی سند سے بیان کیا ہے۔ ابوعبیدہ الحداد نے ابواسحاق کے بیٹے یونس کے واسطے سے بیان کیا ہے، لیکن ابواسحاق کا واسطہ ذکر نہیں کیا۔ اور (یہ روایت) یونس سے بھی اپنے والد ابواسحاق کے واسطے سے مذکورہ بالا سند سے مروی ہے۔ شعبہ اور ثوری نے ابواسحاق سے ابوبردہ کے واسطے کے بغیر براہ راست ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔'' اور سفیان کے بعض شاگردوں نے سفیان سے ابواسحاق کی مذکورہ بالا روایت ابوبردہ کے واسطے سے بھی بیان کی ہے جو درست نہیں ہے۔ اور ان لوگوں کی روایت جو ابواسحاق سے ابوبردہ کے واسطے سے ابوموسیٰ کی مرفوع روایت کہ ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا'' بیان کرتے ہیں، میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے کیونکہ ان لوگوں نے ابواسحاق سے مختلف اوقات میں سنا ہے۔ اگرچہ شعبہ اور ثوری، ان تمام لوگوں سے جو ابواسحاق سے روایت بیان کرتے ہیں، زیادہ حافظ اور ثقہ ہیں، لیکن ان سب کی روایات میرے نزدیک صحت کے زیادہ قریب اور زیادہ صحیح ہیں، کیونکہ شعبہ اور ثوری نے یہ حدیث ابواسحاق سے ایک ہی مجلس میں سنی ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو ہمیں محمود بن غیلان نے اپنی سند سے سنائی کہ شعبہ نے سفیان ثوری کو ابواسحاق سے یہ پوچھتے سنا: کیا آپ نے ابوبردہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔'' انھوں نے کہا، ہاں، (سنا ہے۔) یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شعبہ اور ثوری نے یہ حدیث مکحول سے اکٹھے ہی سنی ہے اور اسرائیل، ابواسحاق سے روایت کرنے میں ثقہ اور ثبت (قابل اعتماد) ہے۔ عبدالرحمن بن مہدی کہتے تھے: ثوری کی ابواسحاق سے روایات مجھ سے صرف

الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُولُ: مَا فَاتَنِي الَّذِي فَاتَنِي مِنْ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، إِلَّا لَمَّا اتَّكَلْتُ بِهِ عَلٰى إِسْرَائِيلَ، لِأَنَّهُ كَانَ يَأْتِي بِهِ أَتَمَّ. وَحَدِيثُ عَائِشَةَ فِي هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ» حَدِيثٌ [عِنْدِي] حَسَنٌ. رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسٰى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ وَجَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرُوِيَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: ثُمَّ لَقِيتُ الزُّهْرِيَّ فَسَأَلْتُهُ فَأَنْكَرَهُ، فَضَعَّفُوا هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ أَجْلِ هٰذَا. وَذُكِرَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ، أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَذْكُرْ هٰذَا الْحَرْفَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ إِلَّا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: وَسَمَاعُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ لَيْسَ بِذَاكَ، إِنَّمَا صَحَّحَ كُتُبَهُ عَلٰى كُتُبِ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ مَا سَمِعَ مِنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. وَضَعَّفَ يَحْيٰى رِوَايَةَ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. وَالْعَمَلُ فِي هٰذَا الْبَابِ عَلٰى حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ» عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُوهُرَيْرَةَ وَغَيْرُهُمْ. وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ بَعْضِ فُقَهَاءِ التَّابِعِينَ أَنَّهُمْ قَالُوا: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ. مِنْهُمْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَشُرَيْحٌ وَإِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَغَيْرُهُمْ. وَبِهٰذَا يَقُولُ

اس لیے رہ گئی ہیں کہ میں نے اسرائیل پر اعتماد کیا کیونکہ وہ اس کی روایات کامل طور پر بیان کرتا تھا۔ اور اس مسئلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نبی ﷺ سے روایت: ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا'' میرے نزدیک حسن ہے۔ اسے ابن جریج نے بھی اپنی سند سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔ حجاج بن ارطاۃ اور جعفر بن ربیعہ بھی اسے زہری کی مذکورہ سند سے بیان کرتے ہیں اور ہشام بن عروہ سے بھی ان کے باپ کے واسطے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت اسی طرح بیان کی گئی ہے۔ بعض محدثین نے زہری کی عروہ سے اس روایت پر جرح کی ہے کیونکہ ابن جریج کہتے ہیں: میں پھر زہری کو ملا اور اس سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا، اس وجہ سے محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ کلمہ ''میں زہری کو ملا'' ابن جریج سے صرف اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا ہے اور اسماعیل بن ابراہیم کا ابن جریج سے سماع قابل اعتماد نہیں۔ اس نے اپنی کتابوں کی تصحیح، عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد کی کتابوں کے ذریعے سے کی تھی، اس نے (براہِ راست) ابن جریج سے سنا نہیں ہے۔ اور یحییٰ نے اسماعیل بن ابراہیم کی ابن جریج سے روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اہل علم صحابہ جن میں عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے داخل ہیں، کا عمل اس مسئلے میں نبی ﷺ کی اس حدیث پر ہے کہ ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا''۔ اور بعض تابعین فقہاء سے بھی یہی منقول ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ سعید بن مسیب، حسن بصری، شریح، ابراہیم نخعی، عمر بن عبدالعزیز اور دوسرے حضرات کا یہی قول ہے۔ سفیان ثوری، اوزاعی، مالک، عبداللہ بن مبارک، شافعی،

سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَمَالِكٌ وَّعَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقَ. احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی قول ہے۔

فائدہ: مولانا منظور احمد نعمانی حنفی لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں مرد وعورت کے باہمی تعلق اور اولاد سے متعلق کئی طریقے اور ضابطے رائج تھے۔ ان میں سے بعض نہایت گندے اور شرمناک تھے۔ ایک طریقہ اصولی طور پر صحیح اور شریفانہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی اصلاح فرما کر بس اسی کو باقی رکھا اور دوسرے سارے طریقے یکسر ختم فرما دیے اور ان کو سنگین گناہ اور جرم قرار دیا۔ آپ نے اپنے طرز عمل اور ارشادات سے نکاح وشادی کا جو عمومی طریقہ مقرر فرمایا، وہ یہ ہے کہ مرد کی طرف سے عورت کے اولیاء اور سرپرستوں کو پیام دیا جائے اور رشتے کی طلب واستدعا کی جائے۔ اگر وہ رشتے کو مناسب اور قرین مصلحت سمجھیں تو عورت کے عاقلہ بالغہ اور صاحب رائے ہونے کی صورت میں اس کی مرضی معلوم کر کے اور کم سن ہونے کی صورت میں اپنی مخلصانہ اور خیر خواہانہ صواب دید کے مطابق رشتہ منظور کر لیں اور نکاح کر دیں اور ظاہر ہے یہی طریقہ فطرت اور حکمت کے عین مطابق ہے۔ نکاح وشادی کی اصل ذمہ داریاں چونکہ منکوحہ عورت پر عائد ہوتی ہیں اور وہی ساری عمر کے لیے ان کی پابند ہوتی ہے، اس لیے اس کی رائے اور رضامندی لینا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے اور اس کے نفس کا اصل مختار خود اس کو قرار دیا گیا ہے۔ ولی اور سرپرست کو حق نہیں ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف کسی سے اس کا نکاح کر دے۔ اس کے ساتھ عورت کے شرف نسوانیت کی رعایت سے ہدایت فرمائی گئی کہ معاملہ اولیاء اور سرپرستوں ہی کے ذریعے سے طے ہو اور وہی عقد نکاح کرنے والے ہوں۔ یہ بات عورت کے مقام شرف کے خلاف ہے کہ کسی کی بیوی بننے کا معاملہ وہ خود براہ راست طے کرے اور خود سامنے آ کر اپنے آپ کو کسی کے نکاح میں دے۔ علاوہ ازیں چونکہ کسی لڑکی کے نکاح کے کچھ اثرات اس کے خاندان پر بھی پڑتے ہیں، اس وجہ سے بھی اولیاء (خاندانی بزرگوں) کو کسی درجہ دخیل قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر سارا معاملہ عورت ہی کے ہاتھ میں دے دیا جائے اور اولیاء بے تعلق رہیں تو اس کا بہت زیادہ امکان ہے کہ بیچاری عورت دھوکا کھا جائے اور کسی کے دام فریب میں آ کر خود اپنے حق میں غلط فیصلہ کر لے۔ ان سب وجوہ کی بنا پر ضروری قرار دیا گیا ہے کہ (خاص استثنائی صورتوں کے علاوہ) نکاح وشادی اولیاء ہی کے ذریعے سے ہو۔ اور جمہور کا موقف یہی ہے جیسا کہ امام ترمذی نے تصریح کی ہے کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المجموع: 16/148-150، المغني: 7/337-339) امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ آزاد اور عاقلہ بالغہ ہو، البتہ ولی کا ہونا مندوب ومستحب ہے۔ ائمۂ احناف کے اقوال کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح القدير، باب الأولياء والأكفاء، المبسوط، باب النكاح بغير ولي، ج: 5) صحیح موقف جمہور کا ہے۔ مزید تفصیل آگے آئے گی۔

(المعجم ۱۵) بَابُ مَا جَاءَ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ (التحفة ۱۵)

باب: 15۔ گواہوں کے بغیر نکاح درست نہیں

١١٠٣- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «الْبَغَايَا اللَّاتِي يُنْكِحْنَ أَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ».

[1103] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ عورتیں زانیہ ہیں جو گواہوں کے بغیر اپنا نکاح کرتی ہیں۔''

قَالَ يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ: رَفَعَ عَبْدُ الْأَعْلٰى هٰذَا الْحَدِيثَ فِي التَّفْسِيرِ. وَأَوْقَفَهُ فِي كِتَابِ الطَّلَاقِ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

یوسف بن حماد بیان کرتے ہیں کہ عبدالاعلیٰ نے یہ حدیث تفسیر میں مرفوع اور طلاق کے باب میں موقوف بیان کی ہے۔

١١٠٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ [مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ]، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ. وَهٰذَا أَصَحُّ.

[1104] قتیبہ کی سند سے یہ حدیث موقوف مروی ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، لَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَفَعَهُ إِلَّا مَا رُوِيَ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلٰى، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ مَرْفُوعًا. وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلٰى، عَنْ سَعِيدٍ هٰذَا الْحَدِيثُ مَوْقُوفًا. وَالصَّحِيحُ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ. وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، نَحْوَ هٰذَا، مَوْقُوفًا. وَفِي هٰذَا الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ. قَالُوا: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِشُهُودٍ، لَمْ يَخْتَلِفُوا فِي ذٰلِكَ عِنْدَنَا مَنْ مَضٰى مِنْهُمْ، إِلَّا قَوْمًا مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَإِنَّمَا اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا إِذَا أُشْهِدَ وَاحِدٌ بَعْدَ وَاحِدٍ، فَقَالَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث محفوظ نہیں، ہمارے علم میں عبدالاعلیٰ کے سوا کسی نے بھی سعید سے اسے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔ اور عبدالاعلیٰ سے یہ حدیث سعید سے موقوفاً بھی بیان کی گئی ہے۔ اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ اور کئی راویوں نے سعید بن ابی عروبہ سے اسے موقوفاً ہی بیان کیا ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا عمران بن حصین، انس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ اور اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور بعد کے اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کا قول ہے: گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک سلف میں اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، ہاں کچھ متاخرین اہل علم کا اختلاف ہے۔ اہل علم میں اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب گواہ یکے بعد

١١٠٣ـ [ضعيف] أخرجه الطبراني: ١٢/ ١٨٢، ح: ١٢٨٢ والبيهقي: ٧/ ١٢٥، ١٢٦ من حديث يوسف بن حماد به * سعيد ابن أبي عروبة وقتادة عنعنا وللحديث شواهد مرفوعة وموقوفة، ومنها الحديث السابق.

١١٠٤ـ [ضعيف] انظر الحديث السابق * وفي الباب عن عمران بن حصين [ابن عدي في الكامل: ٤/ ١٤٥٣ والبيهقي: ٧/ ١٢٥]، وأنس [ابن عدي: ٧/ ٢٥٦٦]، وأبي هريرة [البيهقي: ٧/ ١٤٣].

أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَغَيْرِهِمْ: لَا يَجُوزُ النِّكَاحُ حَتَّى يَشْهَدَ الشَّاهِدَانِ مَعًا عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ. وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ إِذَا أُشْهِدَ وَاحِدٌ بَعْدَ وَاحِدٍ، فَإِنَّهُ جَائِزٌ، إِذَا أَعْلَنُوا ذٰلِكَ. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ [وَغَيْرِهِ] هٰكَذَا قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ فِيمَا حَكَى عَنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَجُوزُ شَهَادَةُ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ فِي النِّكَاحِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

دیگرے بنائے جائیں۔ اہل کوفہ میں سے اکثر اہل علم کہتے ہیں: نکاح صرف اس صورت میں جائز ہے جب نکاح پڑھتے وقت اکٹھے دو گواہ ٹھہرائے جائیں۔ اور اہل مدینہ میں سے بعض کا موقف ہے کہ یکے بعد دیگرے گواہ بنانا جائز ہے جب وہ اس کا اعلان کر دیں۔ امام مالک بن انس وغیرہ کا یہی قول ہے۔ امام اسحاق بن ابراہیم نے اہل مدینہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ نکاح کے بارے میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی جائز ہے۔ امام احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔

(المعجم ١٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي خُطْبَةِ النِّكَاحِ (التحفة ١٦)

باب: 17۔ نکاح کے خطبے کا بیان

١١٠٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ، قَالَ التَّشَهُّدُ فِي الصَّلَاةِ: «التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ». وَالتَّشَهُّدُ فِي الْحَاجَةِ «إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ - أَيِ اللهُ - فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ» قَالَ: وَيَقْرَأُ

[1105] سیدنا عبداللہ (بن مسعود) ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز میں تشہد اور حاجت و ضرورت (نکاح وغیرہ) میں تشہد (خطبہ) سکھایا۔ نماز میں تشہد یہ ہے: ''قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے خاص ہیں۔ سلامتی ہو اے نبی! آپ پر۔ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات نازل ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' اور حاجت و ضرورت کا تشہد یہ ہے: ''ہر قسم کی حمد و ستائش کا حقدار اللہ ہے۔ ہم اسی سے مدد کے طلبگار ہیں اور اس سے مغفرت کے خواہاں ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں (بدنتائج) سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے وہ

١١٠٥- أخرجه النسائي: ٦/ ٨٩، ح: ٣٢٧٩ عن قتيبة به ورواه شعبة عن أبي إسحاق عن أبي عبيدة عن عبدالله بن مسعود وكذلك عن أبي إسحاق عن أبي الأحوص به، أحمد: ١/ ٣٩٣ * وفي الباب عن عدي بن حاتم [لعله يشير إلى حديث مسلم، ح: ٨٧٠].

ثَلَاثَ آيَاتٍ.

(اللہ) ہدایت سے نوازے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ راہ سے دور کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقینا محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' اور تین آیات پڑھتے۔

قَالَ عَبْثَرٌ: فَفَسَّرَهُ لَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: ﴿اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران:١٠٢]. ﴿وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء:١]. ﴿اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾ [الأحزاب:٧٠]. الآية [قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِاللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ صَحِيحٌ، لِأَنَّ إِسْرَائِيلَ جَمَعَهُمَا فَقَالَ: عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ وَأَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَدْ قَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ: إِنَّ النِّكَاحَ جَائِزٌ بِغَيْرِ خُطْبَةٍ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَغَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ.

سفیان ثوری نے وضاحت کرتے ہوئے یہ تین آیات پڑھیں: ① ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام ہی کی حالت میں مرو۔'' ② ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ''اس اللہ سے ڈرو جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے طالب مدد ہوتے ہو اور قرابتوں کا لحاظ رکھو۔ بلاشبہ اللہ تم پر نگہبان ہے۔'' ③ ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾ ''اللہ سے ڈرو اور صحیح صحیح بات کہو۔'' اس مسئلے میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اعمش اسے ابواسحاق سے بیان کرتے ہیں اور ابواسحاق، ابوالاحوص کے واسطے سے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ اور یہی روایت شعبہ ابواسحاق کے واسطے سے بیان کرتے ہیں اور ابوالاحوص کی جگہ ابوعبیدہ کا نام لیتے ہیں اور دونوں حدیثیں ہی صحیح ہیں کیونکہ اسرائیل ابوالاحوص اور ابوعبیدہ دونوں کو ابواسحاق کا استاد قرار دیتے ہیں۔ اہل علم کا قول ہے کہ خطبے کے بغیر بھی نکاح جائز ہے۔ سفیان ثوری وغیرہ اہل علم کا یہی قول ہے۔

فائدہ: خطبہ میں پڑھی جانے والی تینوں آیات کا مشترکہ مضمون اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات کی خوشگواری اور باہمی حقوق کی ادائیگی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ دونوں ہی تقویٰ، یعنی حدود الٰہی کا پاس کریں۔ جمہور کے نزدیک نکاح کے لیے خطبہ شرط یا ضروری نہیں۔ اہل ظاہر کے نزدیک خطبہ ضروری ہے۔ (تحفة الأحوذي: 179/2)

١١٠٦- حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ: حَدَّثَنَا [مُحَمَّدُ] بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَشَهُّدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ».

[1106] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ خطبہ جس میں توحید ورسالت کی شہادت نہیں ہے وہ کوڑھی ہاتھ کی طرح ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ] غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ میں کلمۂ شہادت کا پڑھنا ضروری ہے۔

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي اسْتِئْمَارِ الْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ (التحفة ١٧)

باب: 18۔ (نکاح کے سلسلے میں) کنواری اور شوہر دیدہ سے مشورہ لینا

١١٠٧- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، وَإِذْنُهَا الصُّمُوتُ».

[1107] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شوہر دیدہ کا نکاح اس سے مشورہ کیے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور اس کا خاموش رہنا اس کی اجازت ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ وَالْعُرْسِ بْنِ عَمِيرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ الثَّيِّبَ لَا تُزَوَّجُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَإِنْ زَوَّجَهَا الْأَبُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَسْتَأْمِرَهَا، فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ، فَالنِّكَاحُ مَفْسُوخٌ عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي تَزْوِيجِ الْأَبْكَارِ إِذَا زَوَّجَهُنَّ الْآبَاءُ،

اس مسئلے میں سیدنا عمر، ابن عباس، سیدہ عائشہ اور عرس بن عمیرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ شوہر دیدہ کی شادی اس کے مشورے (صریح اجازت) کے بغیر نہ کی جائے اور اگر اس کا باپ اس سے مشورہ کیے بغیر کردے اور وہ اس کو ناپسند کرے تو اکثر اہل علم کے نزدیک نکاح فسخ ہوجائے گا۔

١١٠٦- أخرجه أبو داود، الأدب، باب: في الخطبة، ح:٤٨٤١ من حديث عاصم بن كليب به وصححه ابن حبان، ح:١٩٩٤، ٥٧٩.

١١٠٧- أخرجه مسلم، النكاح، باب استيذان الثيب في النكاح بالنطق، وبالبكر بالسكوت، ح:١٤١٩ من حديث الأوزاعي، والبخاري، ح:٥١٣٦ من حديث يحيى بن أبي كثير به * وفي الباب عن عمر [الطبراني في الكبير: ١/ ٧٣، ٧٤، ح:٨٨]، وابن عباس [يأتي:١١٠٨]، وعائشة [البخاري، ح:٦٩٤٦ ومسلم، ح:١٤٢٠]، والعرس بن عميرة [البيهقي: ٧/ ١٢٣].

فَرَآى أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَغَيْرِهِمْ، أَنَّ الْأَبَ إِذَا زَوَّجَ الْبِكْرَ وَهِيَ بَالِغَةٌ، بِغَيْرِ أَمْرِهَا، فَلَمْ تَرْضَ بِتَزْوِيجِ الْأَبِ، فَالنِّكَاحُ مَفْسُوخٌ، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ: تَزْوِيجُ الْأَبِ عَلَى الْبِكْرِ جَائِزٌ، وَإِنْ كَرِهَتْ ذٰلِكَ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

کنواریوں کے بارے میں، جب ان کے باپ ان کا نکاح کر دیں، اہل علم میں اختلاف ہے۔ اہل کوفہ اور دوسرے حضرات میں سے اکثر اہل علم کا موقف یہ ہے کہ جب باپ بالغہ کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دے اور وہ اس پر راضی نہ ہو تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اور بعض اہل مدینہ کا قول ہے کہ باپ کے لیے کنواری کا نکاح کرنا جائز ہے اگرچہ وہ اس کو ناپسند کرتی ہو۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① شوہر دیدہ عورت کے بارے میں رسول ﷺ نے یہ ہدایت دی ہے کہ اس کی رائے اور مرضی معلوم کیے بغیر اس کی شادی نہ کی جائے جس کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنی رائے یا رضامندی کا اظہار زبان سے صراحتاً کرے کیونکہ ''استیمار'' کے معنی حکم طلب کرنا ہیں، اور کنواری لڑکی کے بارے میں یہ ہدایت فرمائی کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے کیونکہ ''استیذان'' کے معنی اجازت طلب کرنا ہیں۔ چونکہ دوشیزہ لڑکی کے لیے جب وہ شرم و حیا سے متصف ہو، آزاد اور کھلی نہ ہو، زبان یا صریح اشارے سے اجازت دینا مشکل ہوتا ہے، اس لیے اس کی رضامندی کے لیے اس کی خاموشی یا رضامندی کا کوئی اور قرینہ بھی کافی ہے۔ ② یہ بات واضح ہے کہ استیمار یا استیذان اس لڑکی سے ہوسکتا ہے جو سن شعور و تمیز کو پہنچ چکی ہو، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہو، شادی کے مقصد اور مفہوم کو سمجھتی ہو، اس لیے شادی اس وقت کرنی چاہیے جب لڑکی عقل و شعور اور سوجھ بوجھ کی عمر کو پہنچ جائے۔ اگر کسی مجبوری یا مصلحت و حکمت کے تحت چھوٹی عمر میں شادی کرنی پڑے جبکہ لڑکی ابھی نکاح و شادی کے بارے میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، لیکن کوئی بہت اچھا اور مناسب رشتہ موجود ہو، ولی خیر خواہ اور ہمدرد و مشفق ہو، احساس ذمہ داری رکھتا ہو، کسی مفاد و خود غرضی یا لالچ کا شکار نہ ہو بلکہ بچی کی ہمدردی اور بھلائی و بہتری کے جذبے سے شادی کرنا چاہتا ہو تو پھر وہ بچی کی رائے یا مرضی معلوم کیے بغیر اپنی خیر خواہانہ صوابدید کے مطابق خود فیصلہ کرسکتا ہے، اس لیے ولایت کا مدار عقل و شعور اور سوجھ بوجھ پر ہے۔ ③ اگر بچی عاقل بالغ ہے تو ولی اپنی مرضی نہیں کرسکتا، اس کے لیے لڑکی سے اجازت لینا یا اس کی مرضی معلوم کرنا ضروری ہے۔ ائمہ کے مسالک میں اختلاف ہے: امام شافعی اور امام مالک ؒ کے نزدیک اگر عورت کنواری ہے تو ولی اپنی مرضی سے جبراً اس کا نکاح کرسکتا ہے، کنواری لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ۔ اور شوہر دیدہ لڑکی کی شادی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتا۔ ابن ابی لیلیٰ اور امام اسحاق کا یہی موقف ہے۔ امام احمد کا ایک قول یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر بچی نابالغہ ہے تو اس کی مرضی کے بغیر ولی نکاح کرسکتا ہے، لیکن اگر بالغہ ہے تو پھر ولی اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر شادی نہیں کرسکتا۔ امام اوزاعی، ثوری، ابوعبید، ابوثور اور ابن منذر کا نظریہ یہی ہے اور امام احمد کا ایک قول یہی ہے۔ (المغني: 380/7) گویا کنواری نابالغہ کا نکاح ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کی اجازت کے بغیر ولی کرسکتا ہے اور ابن منذر

نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ (المغني: 379/7)

١١٠٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ [بْنُ سَعِيدٍ]: حَدَّثَنَا مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا. وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا. وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا».

[1108] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شوہر دیدہ اپنے نفس کے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ حق اور اختیار رکھتی ہے اور کنواری سے بھی اس کے نفس کے بارے میں اجازت طلب کی جائے اور اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔''

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ. وَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُ النَّاسِ - فِي إِجَازَةِ النِّكَاحِ بِغَيْرِ وَلِيٍّ - بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَلَيْسَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مَا احْتَجُّوا بِهِ. لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ - مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ». وَهٰكَذَا أَفْتٰى بِهِ ابْنُ عَبَّاسٍ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ. وَإِنَّمَا مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا» - عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ -: أَنَّ الْوَلِيَّ لَا يُزَوِّجُهَا إِلَّا بِرِضَاهَا وَأَمْرِهَا: فَإِنْ زَوَّجَهَا فَالنِّكَاحُ مَفْسُوخٌ: عَلٰى حَدِيثِ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ، حَيْثُ زَوَّجَهَا أَبُوهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ، فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ، فَرَدَّ النَّبِيُّ ﷺ نِكَاحَهُ.

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شعبہ اور سفیان ثوری نے بھی یہ حدیث امام مالک بن انس سے بیان کی ہے۔ اور بعض لوگوں نے ولی کے نکاح کے بغیر، جائز ہونے کے لیے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ لیکن یہ حدیث ان کے لیے حجت و دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ کئی سندوں سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔'' اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کے بعد اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیا اور کہا: ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ اور نبی ﷺ کے فرمان: ''شوہر دیدہ اپنے نفس کے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے'' کے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ ولی اس کی رضامندی اور حکم کے بغیر اس کا نکاح نہ کرے، اگر وہ نکاح کرے گا تو سیدہ خنساء بنت خدام کی حدیث کے مطابق وہ نکاح فسخ کر دیا جائے گا، جب اس کے باپ نے اس کے شوہر دیدہ ہونے کے باوجود اس کی شادی کر دی، اس نے اسے ناپسند کیا تو نبی ﷺ نے اس کے نکاح کو مردود قرار دے دیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① [أَيِّمٌ] سے مراد وہ عورت ہے جس کا خاوند نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ﴾ (النور 32:24) ''اور اپنی ان عورتوں کی شادی کرو جن کے شوہر نہیں ہیں۔'' لیکن اس حدیث میں أَيِّمٌ سے مراد، ایسی عورت ہے

١١٠٨- أخرجه مسلم، النكاح، باب استيذان الثيب في النكاح بالنطق، والبكر بالسكوت، ح: ١٤٢١ عن قتيبة به وهو في الموطأ (يحيى): ٢/ ٥٢٤، ٥٢٥.

جو شوہر دیدہ ہو، بعد میں شوہر کے انتقال یا طلاق سے بے شوہر ہوگئی ہو کیونکہ صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 1421 وغیرہ میں اس کی جگہ ثیب کا لفظ آیا ہے اور کنواری کے مقابلے میں آنا بھی اس کی دلیل ہے۔ ② چونکہ اسلام خالق فطرت کا ضابطۂ ہدایت ہے، اس لیے اس میں انسانی فطرت کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر ایسے معاملے میں جس کا تعلق دو فریقوں یا دو افراد سے ہو، اعتدال اور توازن قائم رکھا گیا ہے۔ کسی ایک فریق یا ایک فرد کو دوسرے کا حق مارنے یا اس پر جبر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ نکاح بھی ایک ایسا ہی معاملہ ہے جس کا تعلق عورت کے ولی اور عورت کے ساتھ ہے، اس لیے اسلامی قانون وشریعت میں دونوں کی رائے اور رضامندی کو اہمیت دی گئی ہے۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: نکاح کے معاملے میں صرف عورتوں کو اختیار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ وہ کم عقل ہیں اور بدفکری کا شکار ہوجاتی ہیں اور عام طور پر مصلحت وحکمت تک نہیں پہنچ پاتیں اور اکثر طور پر حسب ونسب کا پاس نہیں کرتیں اور ایسے شخص سے شادی کر لیتی ہیں جو ان کا ہم پلہ نہیں ہوتا اور یہ چیز ان کے خاندان کے لیے عار یا بدنامی کا باعث بنتی ہے، اس لیے فساد وخرابی کا دروازہ بند کرنے کے لیے اولیاء کو بھی کچھ اختیار دیا گیا ہے، نیز طبعی اور جبلی ضرورت کے تحت لوگوں کا عام رویہ اور طرز عمل یہی ہے کہ وہ عورتوں کے نگران اور ذمہ دار ہیں اور تمام معاملات کا اختیار انھیں ہی حاصل ہے اور مصارف کے ذمے دار وہی ہیں اور عورتیں تو انھی کے ہاتھوں میں مقید ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو نگران وسرپرست قرار دیا ہے۔ نکاح کے لیے ولی کی شرط رکھنے کا مقصد ان کے مقام وشرف کو بڑھانا ہے۔ عورتوں کا بذات خود نکاح کر لینا بے شرمی وبے حیائی ہے جس کا منبع وسرچشمہ شرم کی کمی ہے اور مردوں کے حقوق غصب کرنا اور انھیں نظر انداز کرنا ہے۔'' (حجة الله: 127/2)

③ مختلف احادیث کو سامنے رکھنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ نکاح ولی کے ذریعے سے ہونا چاہیے۔ عورت کے لیے یہ رویہ اختیار کرنا درست نہیں کہ وہ بے شرمی اور بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود اپنے طور پر کسی سے نکاح رچا لے، اور سرپرست یا ولی کے لیے بھی یہ صحیح نہیں کہ وہ عقل وتمیز سے متصف یا عاقلہ بالغہ بچی کی رائے اور مشورے کو نظر انداز کرے یا اس پر جبر کرے یا اس سے رائے اور مشورہ ہی نہ لے۔ دونوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کا حق خوش دلی سے تسلیم کریں اور باہمی مشورہ ورضامندی سے یہ معاملہ طے کریں، ہاں شوہر دیدہ عورت سے بات کھل کر ہو اور وہ کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرے جب کہ کنواری سے بات کھلے انداز سے نہیں ہوسکتی۔ اور زیادہ حق کے یہ معنی نہیں کہ ولی کا حق ہی ختم ہوگیا ہے، جس طرح اس کے یہ معنی نہیں کہ کنواری کا حق ہی نہیں اور اس پر باپ جبر کرسکتا ہے، اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ ولی اور لڑکی میں سے کسی کو دوسرے کا حق مارنے کا حق نہیں ہے، شادی ولی کے واسطے اور ذریعے سے ہوگی۔ لڑکی یا عورت کی رائے اور مشورے کا احترام ہو، اس پر جبر نہ ہو۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کی کتاب ''مفرور لڑکیوں کا نکاح اور ہماری عدالتیں''۔

(المعجم ۱۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِكْرَاهِ الْيَتِيمَةِ عَلَى التَّزْوِيجِ (التحفة ۱۱)

باب: 19۔ یتیم بچی پر شادی کے لیے جبر کرنا

١١٠٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْيَتِيمَةُ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا، فَإِنْ صَمَتَتْ فَهُوَ إِذْنُهَا، وَإِنْ أَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا». [يَعْنِي إِذَا أَدْرَكَتْ فَرَدَّتْ].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مُوسٰى، وَابْنِ عُمَرَ [وَعَائِشَةَ]. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي تَزْوِيجِ الْيَتِيمَةِ فَرَآى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا زُوِّجَتْ، فَالنِّكَاحُ مَوْقُوفٌ حَتّٰى تَبْلُغَ، فَإِذَا بَلَغَتْ فَلَهَا الْخِيَارُ فِي إِجَازَةِ النِّكَاحِ أَوْ فَسْخِهِ. وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ التَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَجُوزُ نِكَاحُ الْيَتِيمَةِ حَتّٰى تَبْلُغَ، وَلَا يَجُوزُ الْخِيَارُ فِي النِّكَاحِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: إِذَا بَلَغَتِ الْيَتِيمَةُ تِسْعَ سِنِينَ فَزُوِّجَتْ فَرَضِيَتْ، فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ، وَلَا خِيَارَ لَهَا إِذَا أَدْرَكَتْ. وَاحْتَجَّا بِحَدِيثِ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ وَقَدْ قَالَتْ عَائِشَةُ إِذَا بَلَغَتِ الْجَارِيَةُ تِسْعَ سِنِينَ فَهِيَ امْرَأَةٌ.

[1109] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یتیم بچی سے اس کے نفس کے بارے میں رائے لی جائے، اگر وہ خاموش رہے تو یہی اس کی اجازت ہے اور اگر انکار کردے تو اس پر جبر نہیں۔'' یعنی جب بالغہ ہوکر رد کردے۔

اس مسئلے میں سیدنا ابوموسیٰ، ابن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اہل علم کا نابالغہ یتیم بچی کی شادی کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کی رائے ہے کہ نابالغہ یتیم بچی کی اگر شادی کردی جائے تو اس کا نکاح اس کی بلوغت تک موقوف ہوگا۔ جب وہ بالغ ہوجائے تو اسے نکاح کے برقرار رکھنے یا توڑنے کا اختیار ہوگا۔ بعض تابعین اور دوسرے اہل علم کا یہی قول ہے۔ بعض کا قول ہے کہ نابالغہ یتیم بچی کا بالغہ ہونے تک نکاح کرنا جائز نہیں اور نکاح میں اختیار دینا بھی درست نہیں۔ سفیان ثوری، شافعی رحمہما اللہ اور دوسرے اہل علم کا یہی قول ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول ہے: اگر یتیم بچی نو سال کی ہوجائے اور اس کی شادی کردی جائے اور وہ اس پر راضی ہو تو نکاح جائز ہوگا اور بلوغت کے بعد اسے اختیار نہیں ہوگا۔ ان کی دلیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی رخصتی نو برس کی عمر میں کروائی تھی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب بچی نو سال کی ہوجائے تو وہ عورت ہے۔

فوائد ومسائل: ① یتیم سے مراد وہ لڑکی ہے جس کا باپ فوت ہوجائے اور وہ ابھی نابالغ ہو، لیکن اس حدیث میں اس جو

١١٠٩- أخرجه أبو داود، النكاح، باب: في الاستيمار، ح: ٢٠٩٣ والنسائي: ٦/ ٨٧، ح: ٣٢٧٢ من حديث محمد بن عمرو به، وصححه ابن حبان، ح: ١٢٣٩، ١٢٤٠ * وفي الباب عن أبي موسى [أحمد: ٤/ ٣٩٤، ٤١١]، وابن عمر [ابن ماجه، ح: ١٨٧٨ وأحمد: ٢/ ١٣٠]، وعائشة [البخاري، ح: ٦٩٧١ ومسلم، ح: ١٤٢٠].

شوہر دیدہ ہو، بعد میں شوہر کے انتقال یا طلاق سے بے شوہر ہوگئی ہو کیونکہ صحیح مسلم، النکاح، حدیث:1421 وغیرہ میں سے [استیمار] ''اس کی رائے لینے'' کا حکم دیا گیا ہے اور [استیمار] تبھی ممکن ہے جب وہ سوچ سمجھ والی ہو جائے۔ جب تک اسے نکاح کے مقاصد اور مفہوم کا شعور و ادراک نہیں تو اس کا استیمار کالعدم ہے، اس لیے احناف کے نزدیک اس سے مراد خیار بلوغ ہے کیونکہ نابالغہ یتیم بچی کا نکاح ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ﴾ (النسآء 3:4) ''اور اگر تمھیں یہ خطرہ ہو کہ تم یتیم بچیوں سے عدل نہیں کر سکو گے تو پھر تم دوسری پسندیدہ عورتوں سے نکاح کرلو'' جس سے معلوم ہوا کہ یتیم بچی کا نکاح کیا جاسکتا ہے۔ اب جب اس سے استیمار کا حکم ہے تو پھر وہ بلوغت کے بعد ہی ہوسکتا ہے، اور یتیمہ سے مراد سابقہ عمر کے اعتبار سے بالغہ بچی بھی ہوسکتی ہے جس طرح قرآن مجید میں ہے: ﴿وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ﴾ (النسآء 2:4) ''یتیموں کے مال ان کے حوالے کر دو۔'' حالانکہ مال بلوغت کے بعد ہی دیا جاسکتا ہے۔ اس پر شفقت اور اس کی خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات کو ابھارنے کے لیے اسے یتیم کا نام دیا گیا ہے، حالانکہ اب وہ یتیم نہیں، بالغ ہو چکی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ سرپرست کو یہ سمجھ کر کہ اس کا باپ نہیں ہے، اپنی مرضی اس پر مسلط نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کی رضامندی اور رائے معلوم کر کے اس کی شادی کرنی چاہیے۔ ③ امام مالک، احمد، ثوری، ابوعبید اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک باپ کے علاوہ کوئی ولی نابالغ بچی کا نکاح نہیں کرسکتا۔ امام شافعی کے نزدیک باپ اور دادے کے علاوہ کوئی ولی صغیرہ کا نکاح نہیں کرسکتا۔ بلوغت کے بعد اس کی رضامندی اور رائے سے نکاح کرے۔ لیکن حسن، عمر بن عبدالعزیز، عطا، طاؤس، قتادہ، ابن شبرمہ، اوزاعی اور ابوحنیفہ کے نزدیک باپ کے علاوہ دوسرا ولی بھی صغیرہ کا نکاح کرسکتا ہے اور بلوغت کے بعد اس کو نکاح کے فسخ (ختم) کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ (المغني: 382/7) ③ امام مالک، شافعی اور ابوحنیفہ کے نزدیک نو سال کی بچی نابالغہ تصور ہوگی اور عام فقہاء کا یہی موقف ہے۔ امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ امام احمد کے دوسرے قول کے مطابق نو سال کی بچی کا حکم بالغہ والا ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ ؓ کا قول ہے، کیونکہ اس عمر میں حیض کا آغاز ہوسکتا ہے اور اسے نکاح کی ضرورت لاحق ہوسکتی ہے، لہٰذا اگر اس عمر میں نکاح کر دیا جائے تو اسے خیار بلوغ حاصل نہیں ہوگا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 404/5، 405) ④ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ جب بچی شعور اور ادراک کی عمر کو پہنچ جائے اور اس سے مشورہ لینا ممکن ہو جائے تو نکاح اس کی رضامندی اور رائے سے کیا جائے اور بعد میں اس کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن اگر نکاح سوجھ بوجھ کی عمر سے پہلے کر دیا جائے اور اس سے مشورہ نہ لیا جاسکتا ہو تو پھر بعد میں اسے خیار بلوغ حاصل ہوگا کہ وہ نکاح کو برقرار رکھے یا ختم کر دے۔

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَلِيَّيْنِ يُزَوِّجَانِ (التحفة ١٩)

باب:20۔ دو ولی شادی کر دیں (تو اس کا حکم)

١١١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا

[1110] سیدنا سمرہ بن جندب ؓ سے روایت ہے کہ

١١١٠ـ [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب: إذا باع المجيزان فهو للأول، ح: ٢١٩٠ من حديث سعيد بن أبي عروبة به وصححه الحاكم على شرط البخاري: ٢/ ٣٥ ووافقه الذهبي * الحسن البصري عنعن وهو مدلس.

سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ زَوَّجَهَا وَلِيَّانِ فَهِيَ لِلْأَوَّلِ مِنْهُمَا، وَمَنْ بَاعَ بَيْعًا مِّنْ رَّجُلَيْنِ فَهُوَ لِلْأَوَّلِ مِنْهُمَا».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت کی شادی اس کے دو ولی کر دیں تو وہ ان میں سے پہلے کی منکوحہ ہوگی۔ اور جس نے دو آدمیوں سے کوئی سودا کیا ہو تو وہ ان میں سے پہلے کا ہوگا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمْ فِي ذٰلِكَ اخْتِلَافًا: إِذَا زَوَّجَ أَحَدُ الْوَلِيَّيْنِ قَبْلَ الْآخَرِ، فَنِكَاحُ الْأَوَّلِ جَائِزٌ، وَنِكَاحُ الْآخَرِ مَفْسُوخٌ. وَإِذَا زَوَّجَا جَمِيعًا فَنِكَاحُهُمَا جَمِيعًا مَفْسُوخٌ. وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ہمارے علم میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ اگر ایک ولی، دوسرے ولی سے پہلے شادی کردے تو پہلے کا نکاح نافذ ہوگا اور دوسرے کا ختم کر دیا جائے گا۔ اور اگر دونوں بیک وقت نکاح کر دیں تو دونوں کا نکاح کالعدم سمجھا جائے گا۔ ثوری، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اگر برابر کے درجے کے دو ولی یکے بعد دیگرے نکاح کریں تو پھر پہلے کا نکاح معتبر ہوگا اور اگر ایک قریبی تعلق رکھتا ہو اور دوسرا دور کا تو پھر قریبی کا اعتبار ہوگا۔ سب سے زیادہ قریبی ولی باپ ہے، پھر دادا اور پھر حقیقی بھائی۔ اولیاء کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 364/7) دو ولیوں کے نکاح کے لیے دیکھیے: (المجموع: 190/16)

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي نِكَاحِ الْعَبْدِ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ (التحفة ٢٠)

باب: 21۔ غلام کا اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کرنا

١١١١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ فَهُوَ عَاهِرٌ».

[1111] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کی تو وہ زانی ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا يَصِحُّ. وَالصَّحِيحُ عَنْ عَبْدِاللهِ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور بعض راویوں نے یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کی ہے، لیکن یہ بات درست نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت

١١١١- [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، النكاح، باب: في نكاح العبد بغير إذن مواليه، ح: ٢٠٧٨ من حديث ابن عقيل به وصححه الحاكم: ٢/ ١٩٤ ووافقه الذهبي * وفي الباب عن ابن عمر [أبو داود، ح: ٢٠٧٩] ابن عقيل، تقدم: ١٢٨.

ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ نِكَاحَ الْعَبْدِ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ لَا يَجُوزُ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَغَيْرِهِمَا [بِلَا اخْتِلَافٍ].

عبداللہ بن محمد بن عقیل سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے کہ غلام کا نکاح اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ امام احمد، اسحاق رحمہ اللہ اور دوسرے حضرات کا یہی موقف ہے۔

١١١٢- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ فَهُوَ عَاهِرٌ».

[1112] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لی تو وہ زانی ہے۔“

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: مذکورہ دونوں روایات بعض حضرات کے نزدیک صحیح ہیں۔ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا، اگر کرے گا تو وہ نافذ نہیں ہوگا۔ امام احمد رحمہ اللہ کی مشہور روایت کے مطابق وہ باطل ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے۔ امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ آقا کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر وہ اجازت دے دے تو وہ صحیح تصور ہوگا، اگر اجازت نہ دے تو باطل ہوگا۔ اصحاب رائے کا بھی یہی قول ہے۔ (المغني: 365/7، 366) امام مالک رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 182/2)

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي مُهُورِ النِّسَاءِ (التحفة ٢١)

باب: 22۔ عورتوں کے مہروں کا بیان

١١١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِاللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ بَنِي فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلَى

[1113] عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ بنوفزارہ کی ایک عورت نے جوتوں کے ایک جوڑے کے عوض شادی کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تو اپنی جان اور مال کے مقابلے میں جوتوں کے جوڑے پر راضی ہے؟“ اس نے کہا: ہاں، تو آپ ﷺ نے

١١١٢- [حسن بالشواهد] أخرجه أحمد: ٣/ ٣٧٧ عن يحيى بن سعيد القطان به وانظر الحديث السابق.

١١١٣- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، النكاح، باب صداق النساء، ح: ١٨٨٨ من حديث عاصم بن عبيدالله به وهو ضعيف * وفي الباب عن عمر [يأتي: ١١١٤م]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ١٤٢٤]، وسهيل بن سعد [يأتي: ١١١٤]، وأبي سعيد [الدارقطني: ٣/ ٢٤٤ والبيهقي]، وأنس [يأتي: ١٩٣٣]، وعائشة [أحمد: ٦/ ٨٢]، وجابر [أبو داود، ح: ٢١١٠]، وأبي حدرد الأسلمي [أحمد: ٣/ ٤٤٨].

نَعْلَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَرَضِيتِ مِنْ نَفْسِكِ وَمَالِكِ بِنَعْلَيْنِ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَجَازَهُ.

اسے اجازت دے دی۔ (نکاح کو صحیح قرار دیا۔)

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَسَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَنَسٍ وَعَائِشَةَ وَجَابِرٍ وَأَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْمَهْرِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْمَهْرُ عَلَى مَا تَرَاضَوْا عَلَيْهِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: لَا يَكُونُ الْمَهْرُ أَقَلَّ مِنْ رُبْعِ دِينَارٍ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْكُوفَةِ: لَا يَكُونُ الْمَهْرُ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر، ابوہریرہ، سہل بن سعد، ابوسعید، انس، سیدہ عائشہ، سیدنا جابر اور ابوحدرد اسلمی رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ مہر کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ مہر وہی ہے جس پر میاں بیوی راضی ہو جائیں۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مہر دینار کے چوتھے حصے (چوتھائی) سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ اور بعض اہل کوفہ کا قول ہے: مہر دس درہم سے کم نہیں ہوسکتا۔

(المعجم ٢٢) [بَابٌ مِّنْهُ] (التحفة ٢٢)

باب: 23۔ مہر ہی کے بارے میں ایک اور باب

١١١٤- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عِيسٰى وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ [الصَّائِغُ]، قَالَا: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنِّي وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ، فَقَامَتْ طَوِيلًا، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ! زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكَ بِهَا حَاجَةٌ. فَقَالَ: «هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا؟» فَقَالَ: مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هٰذَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِزَارَكَ إِنْ أَعْطَيْتَهَا جَلَسْتَ وَلَا إِزَارَ لَكَ فَالْتَمِسْ شَيْئًا». قَالَ: مَا أَجِدُ. قَالَ «الْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ». قَالَ: فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟»

[1114] سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: میں نے اپنے آپ کو آپ کے لیے ہبہ کر دیا ہے، پھر خاصی دیر تک کھڑی رہی، تو ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں تو اس کی شادی میرے ساتھ کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے جو اسے مہر میں دے سکے؟“ اس نے کہا: میرے پاس میرے اس تہ بند کے سوا کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اپنا تہ بند اسے دے دو گے تو تم تہ بند کے بغیر بیٹھ رہو گے، اس لیے کچھ تلاش کرو۔“ اس نے کہا: مجھے کچھ میسر نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تلاش کر، چاہے لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔“ اس نے

١١١٤ـ أخرجه البخاري، النكاح، باب: السلطان ولي لقول النبي ﷺ: زوجناكها بما معك من القرآن، ح: ٥١٣٥ من حديث مالك، ومسلم، ح: ١٤٢٥ من حديث أبي حازم به وهو في الموطأ (يحيى): ٢/ ٥٢٦.

قَالَ: نَعَمْ، سُورَةُ كَذَا، وَسُورَةُ كَذَا لِسُوَرٍ سَمَّاهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ».

جستجو کی تو اسے کچھ نہ ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تجھے کچھ قرآن مجید یاد ہے؟“ اس نے کہا: ہاں، فلاں سورت، فلاں سورت۔ اس نے سورتوں کے نام لیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے، جو قرآن تمھیں یاد ہے اس کے عوض، اس کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ ذَهَبَ الشَّافِعِيُّ إِلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ، فَقَالَ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ شَيْءٌ يُّصْدِقُهَا، فَتَزَوَّجَهَا عَلٰى سُورَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ، فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ، وَيُعَلِّمُهَا سُورَةً مِّنَ الْقُرْآنِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: النِّكَاحُ جَائِزٌ، وَيَجْعَلُ لَهَا صَدَاقَ مِثْلِهَا. وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام شافعی ؒ کا عمل اس حدیث پر ہے، اگر آدمی کے پاس مہر دینے کے لیے کوئی چیز نہ ہو اور وہ قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھانے کے عوض شادی کر لے تو اس کا نکاح جائز ہوگا۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے: نکاح جائز ہے اور وہ بیوی کو مہر مثل دے گا۔ اہل کوفہ، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی موقف ہے۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں نکاح کا جو معزز طریقہ عربوں کے ہاں رائج تھا، اس میں نکاح کرنے والے مرد کے لیے ضروری ہوتا تھا کہ وہ بیوی کو حق مہر کے طور پر کچھ رقم دے۔ اسلام میں بھی اس انداز نکاح کو برقرار رکھا گیا ہے اور مہر اس بات کی علامت ہے کہ نکاح کرنے والا مرد، بیوی کا طالب اور خواستگار ہے اور وہ اپنی حیثیت کے مطابق اسے مہر کی صورت میں ہدیہ یا تحفہ پیش کرتا ہے یا اس کی ادائیگی اپنے ذمے لیتا ہے۔ ② چونکہ نکاح کرنے والوں کی حیثیت و استطاعت اور ان کے حالات مختلف ہوتے ہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مہر کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں فرمائی لیکن آپ ﷺ کی ازواج میں سے اکثر کا اور آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کا اس بھلے دور میں مہر پانچ سو درہم تھا، لیکن آپ کے سامنے اس سے بہت کم اور بہت زیادہ مہر بھی باندھے گئے۔ آپ کی طرف سے سیدہ ام حبیبہ ؓ کے لیے بادشاہ نجاشی نے چار ہزار دینار مہر دیا تھا اور قرآن مجید میں ہے: ﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا﴾ (النسآء 20:4) ”اگر تم ان کو ڈھیروں مال دے دو“ لیکن مہر محض فرضی اور رسمی بات یا زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ شوہر کے ذمے اس کی ادائیگی فرض ہے الا یہ کہ بیوی برضا و رغبت بغیر کسی دباؤ اور اشارے کے اپنی خوشی سے چھوڑ دے، اس لیے نکاح کے وقت خاوند کی حیثیت و استطاعت اور اس کے حالات کے مطابق مہر باندھنا چاہیے، اس میں افراط و تفریط نہیں ہونی چاہیے، اس لیے شریعت نے اس کی کوئی حد اور مقدار مقرر نہیں فرمائی۔ ③ اکثر ائمہ کا نظریہ یہی ہے کہ فریقین جس مہر پر راضی ہو جائیں وہی مہر مقرر کر دیا جائے۔ امام مالک اور ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک مہر کی مقدار کم از کم اتنی رقم ہے جس سے چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اور وہ امام مالک ؒ کے نزدیک چوتھائی دینار ہے اور امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک دس درہم، امام نخعی کے نزدیک کم از کم بیس یا چالیس درہم۔ سعید بن جبیر کے نزدیک پچاس درہم، لیکن یہ سب اقوال صحیح دلیل سے خالی ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔ (تحفة الأحوذي: 183/2) اکثر ائمہ سے مراد حسن، عطا، عمرو بن

دینار، ابن ابی لیلیٰ، ثوری، اوزاعی، لیث، شافعی، احمد، اسحاق، ابوثور اور داود ﷭ ہیں۔ ④ سعید بن مسیب ﷫ نے اپنی بیٹی کا مہر دو درہم رکھا تھا۔ (المغني: 5/8) ⑤ صحیح حدیث کی رو سے امام شافعی ﷫ کا موقف صحیح ہے۔ تعلیم قرآن اس انسان کے لیے مہر کا کام دے سکتی ہے جس کے پاس دینے کے لیے کوئی مالی معاوضہ نہ ہو۔ (فتح الباري: 267/9)

١١١٤م- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي الْعَجْفَاءِ [السُّلَمِيِّ] قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: «أَلَا لَا تُغَالُوا صُدُقَةَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللهِ، لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللهِ ﷺ. مَا عَلِمْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَكَحَ شَيْئًا مِّنْ نِّسَائِهِ، وَلَا أَنْكَحَ شَيْئًا مِّنْ بَنَاتِهِ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً».

[1114م] - سیدنا عمر بن خطاب ﷜ نے فرمایا: خبردار! عورتوں کے مہر زیادہ نہ رکھو کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت وشرف کا باعث ہوتا یا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ کا معیار ہوتا تو اللہ کے نبی ﷺ اس کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ (وہ مہر زیادہ دیتے۔) میرے علم میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی بیوی کے نکاح میں اور اپنی بچیوں کا نکاح کرتے وقت بارہ اوقیے سے زیادہ مہر نہیں باندھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيُّ، اسْمُهُ: هَرِمٌ. وَالْوَقِيَّةُ - عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ -: أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا، وَثِنْتَا عَشْرَةَ وَقِيَّةً: أَرْبَعُمِائَةٍ وَثَمَانُونَ دِرْهَمًا.

امام ابوعیسیٰ ﷫ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوعجفاء سلمی ﷫ کا نام ہرم ہے۔ اور ایک اوقیہ اہل علم کے نزدیک چالیس درہم کا ہوتا ہے، اور بارہ اوقیے کی رقم چارسو اسی درہم بنتی ہے۔

فائدہ: سیدہ عائشہ ﷞ کی روایت میں مہر کی رقم پانچ صد (500) درہم بیان کی گئی ہے، سیدنا عمر ﷜ نے بیس درہم (نصف اوقیے) کونظر انداز کر دیا ہے۔ سیدہ ام حبیبہ ﷞ کا مہر نجاشی نے ادا کیا تھا، جو بقول بعض چار ہزار درہم اور بعض کے نزدیک چار ہزار دینار تھا۔ (معارف الحدیث: 26/7)

(المعجم ٢٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُعْتِقُ الْأَمَةَ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا (التحفة ٢٣)

باب: 24۔ آدمی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرلے

١١١٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ

[1115] سیدنا انس بن مالک ﷜ سے روایت ہے کہ

١١١٤م- أخرجه أبو داود، النكاح، باب الصداق، ح:٢١٠٦ من حديث أيوب السختياني به * محمد بن سيرين سمعه من أبي العجفاء [أحمد: ١/ ٤٠٧ وغيره]، ومن ابن أبي العجفاء فالطريقان محفوظان والحديث صححه ابن حبان (الإحسان): ٤٦٠١ والحاكم: ٢/ ١٧٥، ١٧٦ .

١١١٥- أخرجه مسلم، النكاح، باب فضيلة إعتاقه أمته ثم يتزوجها، ح: ١٣٦٥ - ٨٥ بعد ح: ١٤٢٧ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٥٠٨٦ من طريق آخر من حديث أنس به * وفي الباب عن صفية [الطبراني في الكبير: ٢٤/ ٧٣، ٧٤، ح: ١٩٤].

قَتَادَةَ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ، وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا.

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ صفیہ ؓ کو آزاد کر دیا اور اس کی آزادی کو اس کا مہر ٹھہرایا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ صَفِيَّةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَكَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُجْعَلَ عِتْقُهَا صَدَاقَهَا، حَتّٰى يَجْعَلَ لَهَا مَهْرًا سِوَى الْعِتْقِ. وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

اس مسئلے میں سیدہ صفیہ ؓ کی حدیث بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: سیدنا انس ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا قول یہی ہے۔ اور بعض اہل علم نے آزادی کو مہر قرار دینا مکروہ ٹھہرایا ہے، یہاں تک کہ اسے آزادی کے علاوہ مزید مہر دے دیا جائے، مگر پہلا قول ہی درست ہے۔

فائدہ: غلام کو آزادی دینا بہت شرف اور سعادت کا عمل ہے اور یہ چیز اس لونڈی یا غلام کے لیے مالی طور پر بھی مفید ہے، اس لیے آزادی ایک مالی مفاد ہونے کی بنا پر لونڈی کے لیے مہر بن سکتا ہے اور صحیح حدیث کا مفاد بھی یہی ہے کہ آزادی بھی مہر بن سکتی ہے۔

(المعجم ٢٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْفَضْلِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ٢٤)

باب: 25۔ آزاد کر کے شادی کرنے کی فضیلت

١١١٦- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسٰى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ: عَبْدٌ أَدّٰى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، فَذٰلِكَ يُؤْتٰى أَجْرَهُ مَرَّتَيْنِ. وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ جَارِيَةٌ وَضِيئَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ أَدَبَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا. يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ فَذٰلِكَ يُؤْتٰى أَجْرَهُ مَرَّتَيْنِ، وَرَجُلٌ آمَنَ بِالْكِتَابِ الْأَوَّلِ ثُمَّ جَاءَهُ الْكِتَابُ الْآخَرُ: فَآمَنَ بِهِ فَذٰلِكَ يُؤْتٰى أَجْرَهُ

[1116] سیدنا ابوبردہ اپنے والد سیدنا ابوموسیٰ ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین قسم کے افراد دوہرا ثواب دیے جاتے ہیں: غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہو اور اپنے مالکوں کا حق بھی ادا کرتا ہو اسے اس کا دوہرا اجر ملے گا۔ اور وہ آدمی جس کی ملکیت میں خوبصورت لونڈی ہو، وہ اسے خوب ادب آداب سکھائے (دینی اور دنیاوی)، پھر اسے آزاد کر دے، پھر اس سے شادی کر لے اور اس سے مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو تو اس کو دوہرا اجر ملے گا۔ اور وہ آدمی جو اپنی پہلی کتاب پر ایمان لایا، پھر

١١١٦- أخرجه البخاري، النكاح، باب اتخاذ السراري، ومن أعتق جارية ثم تزوجها، ح: ٥٠٨٣ ومسلم، ح: ١٥٤ من حديث الشعبي به. * حديث ابن أبي عمر أخرجه مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ إلى جميع الناس ونسخ الملل بملته، ح: ١٥٤/ ٢٤١ عن محمد بن أبي عمر، والبخاري، ح: ٣٠١١ من حديث سفيان بن عيينة به.

مَرَّتَيْنِ».

دوسری کتاب اس تک پہنچ گئی تو وہ اس پر بھی ایمان لے آیا تو اسے اس کا دوہرا اجر ملے گا۔"

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ - وَهُوَ ابْنُ حَيٍّ - عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي مُوسٰى حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسٰى، اِسْمُهُ: عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ. وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ صَالِحِ ابْنِ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ هٰذَا الْحَدِيثَ، [وَصَالِحُ بْنُ صَالِحِ ابْنِ حَيٍّ هُوَ وَالِدُ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ].

ابن ابی عمر کی سند سے بھی اس کے ہم معنی مروی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور ابوبردہ بن ابی موسیٰ کا نام عامر بن عبداللہ بن قیس ہے اور یہ روایت شعبہ اور سفیان ثوری بھی صالح بن صالح بن حی سے بیان کرتے ہیں اور صالح بن صالح بن حی، حسن بن صالح بن حی کا باپ ہے۔

فائدہ: اجر وثواب میں اضافے کا سبب اس عمل میں محنت اور مشقت کا زیادہ ہونا بھی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: [إِنَّ لَكِ مِنَ الْأَجْرِ عَلٰى قَدْرِ نَصَبِكِ وَ نَفَقَتِكِ] "تمھارا اجر، تمھاری مشقت اور خرچ کے مطابق ہوگا۔" (صحيح الترغيب والترهيب، حديث: 1116) یا کہتے ہیں: [اَلْعَطَايَا عَلٰى قَدْرِ الْبَلَايَا] "عطیہ وانعام تکلیف ومحنت کے مطابق ملتا ہے۔" اور اس حدیث میں بیان کردہ تینوں عمل بہت محنت اور مشقت طلب ہیں۔ اپنے آقا و مالک کا حق کما حقہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حقوق کامل طور پر ادا کرنا بہت مشکل اور مشقت طلب کام ہے۔ اسی طرح ایک لونڈی کو آزاد کر کے اسے اپنی برابر کی سطح پر لا کر اس سے شادی کرنا بہت حوصلے اور ہمت کا کام ہے۔ اسی طرح ایک نبی اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کے بعد، نئے نبی پر ایمان لانا اور اس کی کتاب کو تسلیم کرنا ایک انسان کے غرور اور پندار کے منافی ہے، اس غرور اور جذبۂ تعصب کی بنا پر عام طور پر اہل کتاب نے آپ ﷺ کی نبوت اور کتاب پر ایمان لانے سے انکار اور تکبر کیا۔ گویا ان تینوں میں رکاوٹ اور مانع چیز کو عبور کر کے یہ عمل کیے جاتے ہیں، اس لیے ہر عمل پر دوہرا اجر ملے گا۔

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ ثُمَّ يُطَلِّقُهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا هَلْ يَتَزَوَّجُ ابْنَتَهَا، أَمْ لَا؟ (التحفة ٢٥)

باب: 26۔ اگر کوئی مرد کسی عورت سے شادی کرلے پھر تعلقات قائم کرنے سے پہلے ہی اسے طلاق دے دے تو کیا وہ اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

١١١٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

[1117] سیدنا عمرو بن شعیب اپنے باپ (شعیب) سے اور وہ اپنے دادے سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے

١١١٧ـ [ضعيف] أخرجه البيهقي: ٧/ ١٦٠ من حديث ابن لهيعة به وعنعن ※ حديث المثنى، أخرجه البيهقي.

قَالَ: «أَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً فَدَخَلَ بِهَا، فَلَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُ ابْنَتِهَا، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَلْيَنْكِحِ ابْنَتَهَا، وَأَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً فَدَخَلَ بِهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُ أُمِّهَا».

فرمایا: ''جس مرد نے کسی عورت سے شادی کی اور اس سے میاں بیوی والے تعلقات قائم کر لیے تو وہ اس کی (پہلے خاوند کی) بیٹی سے شادی نہیں کر سکتا اور اگر اس نے تعلقات قائم نہ کیے ہوں تو وہ اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور جس مرد نے کسی عورت سے شادی کی ہو پھر اس سے تعلقات قائم کیے ہوں یا نہ، اس کے لیے اس کی ماں سے نکاح کرنا جائز نہیں۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ وَإِنَّمَا رَوَاهُ ابْنُ لَهِيعَةَ وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ وَابْنُ لَهِيعَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيثِ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ امْرَأَةً ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا حَلَّ لَهُ أَنْ يَنْكِحَ ابْنَتَهَا، وَإِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْإِبْنَةَ فَطَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا لَمْ يَحِلَّ لَهُ نِكَاحُ أُمِّهَا لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ [النساء:٢٣] وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے صحیح نہیں کیونکہ اسے ابن لہیعہ اور مثنیٰ بن صباح بیان کرتے ہیں اور یہ دونوں راوی حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیے گئے ہیں۔ اور اکثر اہل علم کا عمل اسی حدیث کے مطابق ہے۔ ان کے نزدیک جب آدمی کسی عورت سے شادی کرلے، پھر اس کے پاس جانے سے پہلے ہی طلاق دے دے تو وہ اس کی (سابقہ) بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے اور جب بیٹی سے شادی کرلے پھر اس کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دے تو وہ اس کی ماں سے نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ﴾ ''اور تمھاری بیویوں کی مائیں'' (تم پر حرام ہیں)۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: قرآن مجید میں بیوی کی بیٹی کی حرمت کے لیے تعلقات کی قید لگائی گئی ہے اور فرمایا ہے: ﴿فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ (النسآء 23:4) ''اگر تم نے ان سے تعلقات قائم نہیں کیے تو پھر ان کی بیٹیوں سے (انھیں طلاق دینے کے بعد) نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔'' لیکن بیویوں کی ماؤں کے لیے بلا قید یہ فرمایا ہے: ﴿وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ﴾ (النسآء 23:4) ''تمھاری بیویوں کی مائیں (تم پر حرام ہیں)۔'' اس لیے ائمہ اربعہ کا موقف اس حدیث کے مطابق ہے۔ (المغني: 472/7)

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَيَتَزَوَّجُهَا آخَرُ فَيُطَلِّقُهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا (التحفة ٢٦)

باب: 27۔ اگر کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے پھر اس سے کوئی دوسرا مرد نکاح کر لے مگر وہ تعلقات قائم کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دے تو؟

١١١٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي، فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الزَّبِيرِ وَمَا مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ: «أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتّٰى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ».

[1118] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رِفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: میں رفاعہ کی بیوی تھی، اس نے مجھے طلاق دے دی اور وہ میری آخری طلاق تھی۔ میں نے (عدت گزارنے کے بعد) عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی مگر اس کے پاس سوائے کپڑے کے ڈورے (ہُبل) کے کچھ نہیں ہے (مردانہ قوت بہت کمزور ہے۔) آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تو رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے؟ یہ ممکن نہیں، جب تک تو اس سے تعلقات کی لذت اور مٹھاس نہ چکھ لے اور وہ تیری لذت نہ چکھ لے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ وَالرُّمَيْصَاءِ أَوِ الْغُمَيْصَاءِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ، فَطَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، أَنَّهَا لَا تَحِلُّ لِلزَّوْجِ الْأَوَّلِ إِذَا لَمْ يَكُنْ جَامَعَهَا الزَّوْجُ الْآخَرُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، انس، سیدہ رُمیصاء یا غُمیصا اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ عام اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا موقف یہی ہے کہ جب خاوند نے اپنی بیوی کو (یکے بعد دیگرے) تین طلاقیں دے دی ہوں اور وہ کسی اور خاوند سے شادی کر لے مگر وہ تعلقات سے پہلے ہی طلاق دے دے تو پہلے خاوند کے لیے اس سے شادی کرنا جائز نہیں ہوگا جبکہ دوسرے خاوند نے اس سے جماع نہ کیا ہو۔

فائدہ: ائمۂ اربعہ اور جمہور امت کے نزدیک جب دوسرا خاوند جماع سے پہلے طلاق دے دے تو پہلے خاوند کے لیے اس سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ سیدنا سعید بن مسیب کے نزدیک اگر اس نے جائز طریقے سے نکاح کیا تھا، نکاح کا مقصد صرف پہلے خاوند کے لیے اس کو حلال کرنا نہیں تھا، تو پھر اگر وہ جماع سے پہلے طلاق دے دے تو پہلے خاوند کے لیے اس سے نکاح کرنا جائز ہے، لیکن یہ موقف صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ شاید ان تک حدیث نہ پہنچی ہو۔ (تحفة الأحوذي: 185/2)

١١١٨ـ أخرجه البخاري، الشهادات، باب شهادة المختبىء، ح: ٢٦٣٩ ومسلم، ح: ١٤٣٣ من حديث سفيان بن عيينة به *
وفي الباب عن ابن عمر [النسائي، ح: ٣٤٤٣، ٣٤٤٤]، وأنس [البيهقي: ٧/ ٣٧٥]، والرميصاء أو الغميصاء [النسائي، ح: ٣٤٤٢ والطبراني في الكبير: ٢٤/ ٣٥١، ح: ٨٦٩]، وأبي هريرة [عزاه المباركفوري إلى الطبراني وابن أبي شيبة، تحفة الأحوذي: ٢/ ١٨٥].

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُحِلِّ وَالْمُحَلَّلِ لَهُ (التحفة ٢٧)

باب:28۔ (پہلے خاوند کے لیے عورت) حلال کرنے والے اور جس کے لیے حلال کیا ہے، کا بیان

١١١٩- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زُبَيْدٍ الْأَيَامِيُّ: حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ وَعَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَا: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَعَنَ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.

[1119] سیدنا جابر اور علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مُحِل، (حلال کرنے والے) اور مُحَلَّل لَهُ (جس کے لیے حلال کیا ہے) پر لعنت بھیجی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ عَلِيٍّ وَجَابِرٍ حَدِيثٌ مَعْلُولٌ، وَهٰكَذَا رَوٰى أَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ [الشَّعْبِيِّ]، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ وَعَامِرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَهٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَائِمِ لِأَنَّ مُجَالِدَ بْنَ سَعِيدٍ قَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمْ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَرَوٰى عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ، عَنْ عَلِيٍّ. وَهٰذَا قَدْ وَهِمَ فِيهِ ابْنُ نُمَيْرٍ. وَالْحَدِيثُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ. وَقَدْ رَوَاهُ مُغِيرَةُ وَابْنُ أَبِي خَالِدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، ابوہریرہ، عقبہ بن عامر اور ابن عباس ؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: سیدنا علی اور جابر کی روایت معلول ہے۔ مجالد امام عامر شعبی کی سند سے سیدنا علی اور جابر ؓ سے بیان کرتا ہے اور اس حدیث کی سند مستحکم اور قوی نہیں کیونکہ مجالد بن سعید کو بعض اہل علم نے، جن میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں، ضعیف قرار دیا ہے۔ اور عبداللہ بن نمیر نے یہ حدیث مجالد کے واسطے سے عامر (شعبی) سے یوں بیان کی ہے کہ سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ یہ حدیث حضرت علی ؓ سے بیان کرتے ہیں اور یہ ابن نمیر کا وہم ہے، اور پہلی حدیث ہی صحیح ہے، یعنی عامر شعبی سیدنا جابر اور علی ؓ سے الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ اور یہ روایت مغیرہ اور ابن ابی خالد اور دوسرے حضرات شعبی سے بیان کرتے ہیں اور شعبی حارث کے واسطے سے سیدنا علی ؓ سے بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ محل (حلالہ کرنے والے) اور محلل لہ (جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے) پر نبی ﷺ نے اس

١١١٩- [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، النكاح، باب المحلل والمحلل له، ح: ١٩٣٥ من حديث مجالد به، وهو ضعيف ولأصل الحديث شواهد كثيرة عند ابن ماجه وأبي داود، ح: ٢٠٧٦ وغيرهما وانظر الحديث الآتي * وفي الباب عن ابن مسعود [يأتي: ١١٢٠]، وأبي هريرة [أحمد: ٢/ ٣٢٣]، وعقبة بن عامر [ابن ماجه، ح: ١٩٣٦]، وابن عباس [ابن ماجه، ح: ١٩٣٤].

لیے لعنت کی ہے کیونکہ یہ عمل مروت کو پامال کرتا ہے، اور حمیت وغیرت کی کمی کی علامت ہے، نفس کی خست وسقوط کی دلیل ہے۔ اور مُحِلّ چونکہ صرف مُحَلَّلْ لَهٗ کی خاطر یہ کام سرانجام دیتا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے اسے کرائے کا سانڈ قرار دیا ہے۔ (مرقاۃ: 297/6)

١١٢٠- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ [الزُّبَيْرِيُّ] حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.

[1120] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مُحِلّ اور مُحَلَّلْ لَهٗ پر لعنت بھیجی ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو قَيْسٍ الْأَوْدِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَرْوَانَ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا [الْحَدِيثِ] عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو وَغَيْرُهُمْ. وَهُوَ قَوْلُ الْفُقَهَاءِ مِنَ التَّابِعِينَ وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ [قَالَ]: وَسَمِعْتُ الْجَارُودَ [بْنَ مُعَاذٍ] يَذْكُرُ عَنْ وَكِيعٍ أَنَّهُ قَالَ بِهٰذَا وَقَالَ: يَنْبَغِي أَنْ يُرْمٰى بِهٰذَا الْبَابِ مِنْ قَوْلِ أَصْحَابِ الرَّأْيِ. [قَالَ جَارُودُ]: قَالَ وَكِيعٌ: وَقَالَ سُفْيَانُ إِذَا تَزَوَّجَ [الرَّجُلُ] الْمَرْأَةَ لِيُحَلِّلَهَا ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يُمْسِكَهَا فَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُمْسِكَهَا، حَتّٰى يَتَزَوَّجَهَا بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوقیس اَودی کا نام عبدالرحمن بن ثروان ہے۔ اور یہ حدیث نبی ﷺ سے کئی سندوں سے بیان کی گئی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اہل علم، یعنی عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، عبداللہ بن عمرو اور دوسرے صحابہ کا عمل اس حدیث پر تھا اور فقہائے تابعین کا بھی یہی قول ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ جارود بن معاذ کے بقول، وکیع بھی اسی کے قائل تھے اور کہتے تھے: مناسب یہ ہے کہ اس مسئلے میں اہل رائے کے قول کو پھینک دیا جائے اور وکیع یہ بھی کہتے تھے کہ سفیان کا قول ہے کہ جب کوئی مرد کسی عورت سے اس نیت سے شادی کرے کہ اس کو (پہلے خاوند کے لیے) حلال بنا دے، پھر اس کا خیال ہو جائے کہ اسے اپنے پاس ہی رکھ لے تو اس کو اپنے پاس اس وقت تک رکھنا جائز نہیں جب تک نکاح کی تجدید نہ کرے، یعنی نیا نکاح کرنا ہوگا۔

فوائد ومسائل: ① ان احادیث کی رُو سے ایک شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں یکے بعد دیگرے، الگ الگ اوقات میں دے دے تو اس کے لیے عدت کے اندر رجوع کرنا جائز نہیں اور عدت گزرنے کے بعد نیا نکاح کرنا بھی اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے صحیح نکاح نہ کرلے، یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے نباہ کی نیت سے نکاح کرکے، جائز طریقے سے مطلقہ

١١٢٠- أخرجه النسائي، الطلاق، باب إحلال المطلقة ثلاثًا وما فيه من التغليظ: ٦/ ١٤٩، ح: ٣٤٤٥ من حديث سفيان الثوري به، وانظر الحديث السابق.

نہ ہو جائے یا دوسرا خاوند فوت نہ ہو جائے۔ اگر دوسرا مرد اس سے اس نیت سے نکاح کرتا ہے کہ میں اس سے تعلقات زن وشو قائم کرنے کے بعد طلاق دے دوں گا تاکہ یہ اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے تو شریعت کی اصطلاح میں اس کو مُحِلّ یا مُحَلِّل کہتے ہیں اور اگر اس نے یہ کام پہلے خاوند کی رائے یا خواہش سے کیا ہو اور اس کی رائے اور اشارے سے اس کے لیے حلال کرنے کے لیے طلاق دی ہو تو پہلا شوہر شریعت کی اصطلاح میں مُحَلَّل لَهٗ ہوگا اور یہ دونوں شرعی نقطۂ نظر سے ملعون ہیں۔ ② سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا: میں نے ایک عورت سے اس نیت سے شادی کی ہے تاکہ وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے، پہلے خاوند نے نہ مجھے اس کا مشورہ دیا ہے اور نہ اسے اس کا علم ہے؟ انھوں نے جواب دیا: نکاح وہی ہے جو شوق ورغبت سے اپنے لیے ہو، اگر تمھیں پسند ہے رکھ لو، اگر پسند نہیں چھوڑ دو۔ اور تم نے جو نیت کی ہے، صحابۂ کرام کے دور میں اس کو زنا تصور کیا جاتا تھا۔ (المستدرك للحاكم: 199/2) اگر وہ پہلے خاوند کے لیے حلال کرنے کی خاطر کچھ دن رکھتا ہے تو میاں بیوی زانی شمار ہوں گے، چاہے اس حالت میں بیس سال گزر جائیں۔ امام احمد رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک مرد کسی عورت سے اس نیت سے شادی کرتا ہے کہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے اور عورت کو اس بات کا علم نہیں ہے تو امام صاحب نے فرمایا: وہ مُحَلِّل ہے اور ملعون ہے۔ اور بقول علامہ ابن قدامہ [هٰذَا ظَاهِرُ قَوْلِ الصَّحَابَةِ] صحابۂ کرام کا معروف قول یہی ہے۔ ③ حسن بصری، نخعی، شعبی، قتادہ، بکر مزنی، لیث، مالک، ثوری اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک عقد (نکاح) صحیح ہے، یعنی وہ دوسرے خاوند کے ساتھ رہے گی۔ (المغني: 575/7) امام ابن قدامہ [لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ] حدیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: صحابۂ کرام کا عمل اس حدیث پر تھا اور فقہاء وتابعین کا بھی یہی موقف تھا۔ (المغني: 575/7) لیکن احناف کے نزدیک اگر دل میں نیت ہو کہ میں کچھ دن اپنے پاس رکھ کر چھوڑ دوں گا، اس کا اظہار نہ ہو تو وہ ماجور ہوگا۔ (فتح القدير: 34/4، البحر الرائق: 58/4) اور اگر حلال کرنے کی شرط کے ساتھ نکاح کیا ہو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مکروہ تحریمی ہے، البتہ نکاح درست ہے اور عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔ امام ابویوسف کے نزدیک تحلیل کی شرط کے ساتھ نکاح فاسد ہوگا۔ امام محمد کے نزدیک نکاح درست ہوگا لیکن وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی۔ (فتح القدير: 34/4، 35، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل المطلقة) امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کے نزدیک تحلیل کی شرط کے ساتھ نکاح ہوتا ہی نہیں اور نہ اس سے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہوتی ہے۔ مالک، ثوری، لیث اور ابن مبارک رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ (المغني: 574/7) صحیح حدیث کا تقاضا بھی یہی ہے کہ پہلے شوہر کے لیے حلال کرنے کے لیے نکاح کرنا جائز نہیں۔ جب شریعت کی رو سے یہ جائز نہیں بلکہ لعنت کا باعث ہے تو پھر کسی مسلمان کے لیے زیبا نہیں کہ وہ یہ حرکت کرے، پھر اگر وہ ملعون بن کر یہ حرکت کرے تو خلاف شریعت کام، شرعی اعتبار سے کالعدم ہوتا ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: [مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ] (صحيح مسلم، الأقضية، حديث: 1718) ''جو ایسا کام کرتا ہے، جس کی دین اجازت نہیں دیتا وہ مردود ہے۔''

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي [تَحْرِيمِ] نِكَاحِ الْمُتْعَةِ (التحفة ٢٨)

باب: 29۔ نکاح متعہ کی حرمت کا بیان

١١٢١ـ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِمَا، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ.

[1121] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کے گوشت کو جنگ خیبر کے وقت ممنوع قرار دے دیا تھا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، وَإِنَّمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْءٌ مِّنَ الرُّخْصَةِ فِي الْمُتْعَةِ، ثُمَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ حَيْثُ أُخْبِرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَأَمْرُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى تَحْرِيمِ الْمُتْعَةِ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا سبرہ جہنی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ بس سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کی کچھ رخصت (اضطراری حالت میں) منقول ہے، مگر انھوں نے بھی بعد میں نبی ﷺ کی حدیث سن کر اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ اکثر اہل علم متعے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ امام ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① متعہ کسی وقت بھی سفر یا اقامت کی حالت میں جائز قرار نہیں دیا گیا، شروع اسلام میں اس کی محض جنگی سفروں میں مجبوری اور اضطرار کی حالت میں رخصت یا اجازت دے دی جاتی تھی اور پھر اس رخصت کو بھی حجۃ الوداع کے موقع پر قطعی طور پر ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا، اس لیے اس کے حرام ہونے کے بارے میں فقہاء اور ائمۂ امت میں آج کوئی اختلاف نہیں۔ ② متعہ کے معنی یہ ہیں کہ چند دن کے لیے کچھ اجرت کے عوض مرد اور عورت آپس کی رضامندی سے والدین کی اجازت اور گواہوں کے بغیر ایک دوسرے سے جنسی فائدہ اٹھالیں۔ اس صورت میں متعہ کرنے والا مرد گھر بسانے کا یا حمل ٹھہرنے کی صورت میں بچہ قبول کرنے کا ذمے دار نہیں ہوتا تھا اور نہ وہ عورت کے نان و نفقہ ہی کا مکلف ٹھہرتا تھا۔ (تحفة الأحوذي: 226/4) ائمہ کے اقوال کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 571/7، 572) اس میں طلاق، ظہار، ایلاء، لعان اور وراثت وغیرہ کے احکام جاری نہیں ہوتے، جبکہ صحیح نکاح کی صورت میں یہ سب ہوتے ہیں۔ سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی کہ آپ کا فتویٰ سوار لے اڑے ہیں اور شعراء اسے شعروں میں بیان کر رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: سبحان اللہ! میں نے عام فتویٰ تو نہیں دیا تھا۔ اس کی مثال تو مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کی ہے جو لاچاری کی صورت میں جائز

١١٢١ـ أخرجه البخاري، النكاح، باب نهي النبي ﷺ عن نكاح المتعة أخيرًا، ح:٥١١٥ ومسلم، ح:١٤٠٧ من حديث سفيان بن عيينة به * وفي الباب عن سبرة الجهني [مسلم، ح:١٤٠٦]، وأبي هريرة [الدارقطني:٤/٢٥٩ وابن حبان، ح:١٢٦٧].

ہے۔ابن جریج کہتے ہیں کہ آخر میں وہ اس فتوے سے بھی رک گئے تھے۔(نصب الرایۃ: 181/3)

۱۱۲۲- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُقْبَةَ أَخُو قَبِيصَةَ بْنِ عُقْبَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ، فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِقَدْرِ مَا يَرَى أَنَّهُ يُقِيمُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَتُصْلِحُ لَهُ شَيْئَهُ حَتَّى إِذَا نَزَلَتِ الْآيَةُ ﴿إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ [المؤمنون:٦] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ.

[1122] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ متعے کی اجازت بس اسلام کے ابتدائی دور میں تھی۔ ایک آدمی کسی شہر میں جاتا جہاں اس کی جان پہچان نہ ہوتی تو وہ کسی عورت سے اتنے دن کے لیے شادی کر لیتا جتنا عرصہ وہ سمجھتا کہ اس نے وہاں رہنا ہے، وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی اور ضرورت کی اشیاء درست کرتی، حتیٰ کہ یہ آیت اتری: ﴿إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ ''(وہ اپنے ستر نہیں کھولتے) مگر اپنی بیویوں پر یا جن عورتوں (لونڈیوں) کے ان کے دائیں ہاتھ مالک ہیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان کے سوا ہر شرم گاہ حرام ہے۔

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ نِكَاحِ الشِّغَارِ (التحفة ٢٩)

باب:30۔نکاح شغار کی حرمت

۱۱۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ - وَهُوَ الطَّوِيلُ - قَالَ: حَدَّثَ الْحَسَنُ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ، وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَيْسَ مِنَّا».

[1123] سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسلام میں جلب، جنب اور شغار نہیں ہے اور جس نے کسی قسم کا کوئی ڈاکا ڈالا وہ ہم میں سے نہیں۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَأَبِي رَيْحَانَةَ وَابْنِ عُمَرَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
اس مسئلے میں سیدنا انس، ابوریحانہ، ابن عمر، جابر، معاویہ،

۱۱۲۲۔[ضعيف] أخرجه البيهقي: ٧/ ٢٠٥، ٢٠٦ من حديث سفيان بن عقبة به * موسى بن عبيدة: ضعيف.
۱۱۲۳۔ [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في الجلب على الخيل في السباق، ح:٢٥٨١ (وابن ماجه، ح:٣٩٣٧ وغيره) من حديث بشر بن المفضل به، وصححه ابن حبان، ح: ١٥٠٢ - ١٥٠٤ والمؤلف، ح:١٤٤٨ وغيرهما وله شواهد عند أبي داود، ح:٤٣٩١، ٤٣٩٢ وغيره * وفي الباب عن أنس [ابن ماجه، ح:١٨٨٥ وابن حبان، ح:١٢٦٩]، وأبي ريحانة [ابن عدي في الكامل:٢/ ٧٩٩]، وابن عمر [يأتي:١١٢٤]، وجابر [مسلم، ح:١٤١٧]، ومعاوية [أبو داود، ح:٢٠٧٥]، وأبي هريرة [مسلم، ح:١٤١٦]، ووائل بن حجر [البزار (كشف):٢/ ١٦٦، ح:١٤٤٠].

وَجَابِرٍ وَمُعَاوِيَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ. ابو ہریرہ اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔

فوائد ومسائل: ① [لَا جَلَبَ] کا تعلق اگر زکاۃ کے مسئلے سے ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ زکاۃ وصول کرنے والا، ہر شخص کے پاس جا کر زکاۃ وصول کرے گا، یہ نہیں کہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور لوگوں کو حکم دے کہ زکاۃ کا مال یہاں لا کر جمع کراؤ۔ اور اگر [لَا جَلَبَ] کا تعلق سباق (گھوڑ دوڑ) سے ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ ایک شہسوار اپنے پیچھے کسی آدمی کو اس لیے مقرر نہیں کر سکتا کہ وہ پیچھے سے شور مچائے اور گھوڑے کو ڈانٹے تا کہ وہ تیز دوڑے۔ اسی طرح [جَنَبَ] کا تعلق اگر زکاۃ سے ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ زکاۃ ادا کرنے والا اپنا مال لے کر دور نہ چلا جائے کہ زکاۃ وصول کرنے والا مشقت برداشت کر کے اس کے تعاقب میں رہے۔ اور اگر [جَنَبَ] کا تعلق سباق سے ہو تو معنی ہوں گے، شہسوار دوڑ کے وقت ایک خالی گھوڑا ساتھ رکھے تا کہ جس گھوڑے پر سوار ہو جب وہ تھک جائے تو خالی پر سوار ہو جائے۔ شریعت کی رو سے یہ تمام صورتیں ممنوع ہیں۔ ② شغار وٹہ سٹہ کی شادی کو کہتے ہیں، یعنی کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن یا جو عورت اس کی سرپرستی میں ہو اس کا نکاح دوسرے آدمی کو اس شرط پر دے کہ وہ اپنی بیٹی، بہن یا زیر سرپرستی کا نکاح اس کو دے، گویا نکاح اس شرط پر دینا کہ دوسرا بھی نکاح دے۔ اس شرط کی بنا پر یہ نکاح بھی ممنوع ہے اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ مزید وضاحت آگے آ رہی ہے۔

١١٢٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ.

[1124] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے شغار سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ نِكَاحَ الشِّغَارِ. وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلٰى أَنْ يُزَوِّجَهُ الْآخَرُ ابْنَتَهُ أَوْ أُخْتَهُ وَلَا صَدَاقَ بَيْنَهُمَا. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: نِكَاحُ الشِّغَارِ مَفْسُوخٌ وَلَا يَحِلُّ وَإِنْ جَعَلَ لَهُمَا صَدَاقًا، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَرُوِيَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ [أَنَّهُ] قَالَ: يُقَرَّانِ عَلٰى نِكَاحِهِمَا، وَيُجْعَلُ لَهُمَا صَدَاقُ الْمِثْلِ، وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْكُوفَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عام اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک نکاح شغار درست نہیں۔ اور شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ دوسرا آدمی اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس سے کرے گا اور دونوں کے درمیان مہر نہ ہو۔ بعض اہل علم کے نزدیک نکاح شغار فسخ کر دیا جائے گا اور وہ جائز نہیں، اگرچہ دونوں مہر مقرر کر لیں۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ عطاء بن ابی رباح سے منقول ہے کہ دونوں کا نکاح برقرار رکھا جائے گا اور دونوں کا مہر مثل مقرر کیا جائے گا۔ اہل کوفہ کا یہی موقف ہے۔

١١٢٤- أخرجه البخاري، النكاح، باب الشغار، ح:٥١١٢ ومسلم، ح:١٤١٥ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ٢/ ٥٣٥.

فوائد ومسائل: ① نکاح شغار کی تعریف میں مہر کے تقرر اور عدم تقرر کے بارے میں اختلاف ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو صحیح مسلم میں ہے، اس میں شغار کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ''ایک آدمی دوسرے آدمی کو کہے کہ تم اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کردو اور میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کردوں گا، یا تم اپنی بہن کی شادی مجھ سے کردو اور میں اپنی بہن کی شادی تم سے کردوں گا۔'' (صحيح مسلم، النكاح، باب تحريم نكاح الشغار وبطلانه، حديث: 1416) اور سیدنا معاویہ نے بھی محض شرط پر نکاح کرنے کو شغار قرار دیا ہے اور اپنے مدینے کے گورنر سیدنا مروان کو وٹے سٹے کے نکاح کو ختم کرنے کا حکم دیا تھا، حالانکہ اس میں مہر مقرر تھا۔ (سنن أبي داود، النكاح، باب في الشغار، حديث: 2075) اور صحیح بات یہی ہے کہ وٹے سٹے کے نکاح میں جو خاندانی اور خانگی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، مہر مقرر کردینے سے وہ ختم نہیں ہوتیں۔ اس نکاح سے منع کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان خرابیوں سے معاشرے کو بچایا جائے، اس لیے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ یہ نکاح کرے۔ جو لوگ یہ نکاح شغار کررہے ہیں، وہ گوناں گوں مفاسد اور خرابیوں سے دوچار ہیں، حتیٰ کہ نوبت قتل وغارت تک پہنچ رہی ہے اور بے شمار گھر اجڑ رہے ہیں یا ان کا سکون تباہ ہوچکا ہے، اس لیے ان حضرات کا موقف درست نہیں جو اس نکاح کے فساد کا سبب صرف مہر کا نہ ہونا سمجھتے ہیں اور مہر مثل مقرر کرکے اس کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 570-567/7، المجموع: 249-245/16) ② نکاح کے وقت مہر مقرر کرنا ضروری نہیں، مہر تو بعد میں بھی طے ہوسکتا ہے۔ ③ احناف کا یہ موقف کہ اس طریقے سے کیا گیا نکاح درست ہے اور دونوں عورتوں کو مہر مثل دے دیا جائے گا، درست نہیں کیونکہ علمائے اصول اور جمہور علمائے کرام کے نزدیک نہی، ممنوعہ فعل کے فساد پر دلالت کرتی ہے، لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ نے نکاح کے اس طریقے سے منع کردیا ہے تو اس طریقے سے کیا گیا نکاح فاسد وباطل ہوگا، چاہے مہر مثل مقرر کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ والله أعلم. دیکھیے: (الوجيز، ص: 302، إرشاد الفحول: 97، 98) ④ وٹے سٹے کے ذریعے سے ہونے والے نکاح چونکہ باطل ہیں، اس لیے دونوں نکاحوں میں تجدید نکاح ضروری ہے، تاہم شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے بقول ان میں طلاق کی ضرورت نہیں، اگر ان کی زندگی ہنسی خوشی گزر رہی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرد، عورت کے ولی یا عصبہ میں سے اس کے قریب ترین شخص کو بلا کر اس کی موجودگی میں دو عادل گواہوں اور مہر جدید کے ساتھ ازسرنو نکاح کرلیں۔ دوسری عورت بھی اسی طرح کرے۔ (فتاوی اسلامیہ: 267/3، مطبوعہ دارالسلام۔ لاہور)

(المعجم ٣١) بَابُ مَا جَاءَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا (التحفة ٣٠)

باب: 31۔ کسی عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا جبکہ اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ اس مرد کے نکاح میں موجود ہو

١١٢٥۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا

[1125] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی

١١٢٥۔ أخرجه أحمد: ١/ ٣٧٢ من حديث سعيد به، وله طريق آخر عند أبي داود، ح: ٢٠٦٧ وللحديث شواهد عند البخاري، ح: ٥١٠٩ ومسلم، ح: ١٤٠٨ وغيرهما * حديث هشام، أخرجه مسلم، ح: ١٤٠٨/ ٣٨ * وفي الباب عن علي [أحمد: ١/ ٧٨] وابن عمر [العقيلي في الضعفاء: ١/ ١٨٥]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٨٩]، وأبي سعيد [أحمد: ٣/ ٦٧]، وأبي أمامة [الخطيب في الموضح: ٣/ ٣١٥ وأبو يعلى، ح: ٤٧٥٧ وأصله عند الحاكم: ٤/ ٣٤٩]، وجابر [البخاري، ح: ٥١٠٨]، ◄◄

عَبْدُ الْأَعْلَى [بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى]: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ أَبِي حَرِيزٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ تَزَوُّجِ الْمَرْأَةِ عَلٰى عَمَّتِهَا أَوْ عَلٰى خَالَتِهَا».

ﷺ نے کسی عورت سے اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ کے اوپر شادی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (پھوپھی اور خالہ نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی، بھانجی سے نکاح سے منع فرمایا ہے۔)

وَأَبُو حَرِيزٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ حُسَيْنٍ. حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي أُمَامَةَ وَجَابِرٍ وَعَائِشَةَ وَأَبِي مُوسٰى وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ.

ابوحریز کا نام عبداللہ بن حسین ہے۔ نصر بن علی کی سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نبی ﷺ کا یہی فرمان منقول ہے۔ (امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اس مسئلے میں سیدنا علی، ابن عمر، عبداللہ بن عمرو، ابوسعید، ابوامامہ، جابر، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوموسیٰ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔

١١٢٦- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ [الْخَلَّالُ]: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ: حَدَّثَنَا عَامِرٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا أَوِ الْعَمَّةُ عَلٰى بِنْتِ أَخِيهَا أَوِ الْمَرْأَةُ عَلٰى خَالَتِهَا، أَوِ الْخَالَةُ عَلٰى بِنْتِ أُخْتِهَا، وَلَا تُنْكَحُ الصُّغْرٰى عَلَى الْكُبْرٰى، وَلَا الْكُبْرٰى عَلَى الصُّغْرٰى.

[1126] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ عورت سے اس کی پھوپھی کے اوپر، یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی کی موجودگی میں یا عورت سے اس کی خالہ کے اوپر یا خالہ سے اس کی بھانجی کے اوپر نکاح کیا جائے۔ چھوٹی (بھانجی) سے بڑی (خالہ) کے اوپر نکاح نہ کیا جائے اور نہ بڑی (خالہ) سے چھوٹی (بھانجی) کی موجودگی میں نکاح کیا جائے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمُ اخْتِلَافًا، أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا، فَإِنْ نَكَحَ امْرَأَةً عَلٰى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا أَوِ الْعَمَّةَ عَلٰى بِنْتِ أَخِيهَا، فَنِكَاحُ الْأُخْرٰى مِنْهُمَا مَفْسُوخٌ، وَبِهِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور عام اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان میں مرد کے کسی عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو جمع کرنے کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگر وہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر یا اس کی خالہ پر، یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی پر شادی کرتا ہے تو ان میں

◄ وعائشة [الخطيب في الموضح: ٣/ ٣٨٥]، وأبي موسى [ابن ماجه، ح: ١٩٣١]، وسمرة بن جندب [البخاري في التاريخ الكبير: ١/ ٤٣].

١١٢٦- أخرجه أبو داود، النكاح، باب ما يكره أن يجمع بينهن من النساء، ح: ٢٠٦٥ من حديث داود به، وعلقه البخاري، ح: ٥١٠٨ وصححه ابن حبان(الإحسان): ٦/ ٤١٠٦ وابن الجارود، ح: ٦٨٥.

يَقُولُ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: أَدْرَكَ الشَّعْبِيُّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَرَوٰى عَنْهُ، وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا، فَقَالَ: صَحِيحٌ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَرَوَى الشَّعْبِيُّ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

سے بعد والی کا نکاح فسخ ہوگا۔ عام اہل علم کا یہی قول ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شعبی رحمہ اللہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ملے ہیں اور ان سے روایت کرتے ہیں۔ یہ بات میں نے امام محمد (امام بخاری رحمہ اللہ) سے دریافت کی تو انھوں نے فرمایا: یہ بات درست ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام شعبی رحمہ اللہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک واسطے سے بھی روایت کرتے ہیں۔

فائدہ: اس مسئلے میں اہل سنت میں کوئی اختلاف نہیں کہ پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو ایک وقت میں نکاح میں نہیں رکھا جاسکتا، لیکن اہل بدعت: خوارج اور روافض (شیعہ) کے نزدیک یہ جائز ہے۔ اصول یہ ہے کہ ہر وہ دو فرد، مرد اور عورت جو رشتہ داری وقرابت کے سبب آپس میں شادی نہ کر سکتے ہوں تو اگر دو عورتوں میں یہی رشتہ وقرابت ہو تو ان کو ایک نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا تاکہ یہ چیز قطع رحمی کا باعث نہ بنے۔ (المغني: 478/7، 479) اسی بنا پر دو چچوں یا ماموں کی لڑکیوں کو جمع کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کی باہم شادی ہوسکتی تھی، جب ان میں سے ایک مذکر ہوتا۔

(المعجم ٣٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الشَّرْطِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ (التحفة ٣١)

باب: 32۔ نکاح کرتے وقت شرط لگانا

١١٢٧- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْيَزَنِيِّ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَحَقَّ الشُّرُوطِ أَنْ يُوفٰى بِهَا، مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ».

[1127] سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شرط کے پورا کیے جانے میں سب سے زیادہ حقدار وہ شرط ہے جس کے سبب تم نے شرم گاہوں کو اپنے لیے حلال ٹھہرایا ہے۔''

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ.

ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ کی سند سے بھی یہی بات مروی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جن میں سیدنا عمر بن خطاب بھی ہیں، کے نزدیک عمل اسی پر ہوگا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب

١١٢٧- [صحيح لغيره] أخرجه مسلم، النكاح، باب الوفاء بالشروط في النكاح، ح:١٤١٨ من حديث وكيع، والبخاري، ح:٥١٥١ من حديث يزيد به.

مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ امْرَأَةً، وَشَرَطَ لَهَا أَنْ لَا يُخْرِجَهَا مِنْ مِصْرِهَا، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُخْرِجَهَا، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَرُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ: شَرْطُ اللهِ قَبْلَ شَرْطِهَا، كَأَنَّهُ رَأَى لِلزَّوْجِ أَنْ يُخْرِجَهَا وَإِنْ كَانَتِ اشْتَرَطَتْ عَلَى زَوْجِهَا أَنْ لَا يُخْرِجَهَا، وَذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَبَعْضِ أَهْلِ الْكُوفَةِ.

آدمی کسی عورت سے شادی کرتا ہے اور اس سے یہ شرط کرلیتا ہے کہ وہ اسے اس کے شہر سے باہر نہیں لے جائے گا تو وہ اسے (اس کی مرضی کے بغیر) باہر نہیں لے جاسکتا۔ بعض اہل علم کا یہی قول ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کی شرط، عورت کی شرط سے پہلے ہے۔ گویا ان کی رائے کی رو سے خاوند اس کو باہر لے جاسکتا ہے اگرچہ عورت نے خاوند سے یہ شرط منوائی ہو کہ وہ اسے باہر نہیں لے جائے گا۔ بعض اہل علم کا یہی موقف ہے۔ سفیان ثوری اور بعض اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: عقد نکاح کے وقت جو شرطیں لگائی جاتی ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں: ○ وہ شرطیں جو شادی کے مقاصد کے مطابق ہوتی ہیں، مثلاً: بیوی کو نان ونفقہ مہیا کرنا، اسے رہائش دینا اور اس سے تعلقات قائم کرنا۔ ان کا پورا کرنا بالاتفاق ضروری ہے اگرچہ ان کی صراحت نہ کی گئی ہو۔ ○ وہ شرطیں جو نکاح کے تقاضوں کے منافی ہوں، مثلاً: پہلی بیوی کو طلاق دینا، نان ونفقہ یا رہائش نہ دینا، یہ شرطیں بالاتفاق باطل ہیں۔ ان کا اعتبار نہیں ہوگا۔ ○ وہ شرطیں جن کا تعلق مذکورہ بالا دونوں قسموں سے نہیں یا ان کے بارے میں مذکورہ قسموں میں سے ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے، مثلاً: خاوند کہے کہ میں تیری موجودگی میں کسی سے شادی نہیں کروں گا۔ یا تجھے تیرے گھر یا تیرے شہر سے باہر نہیں لے جاؤں گا۔ یا کہے: تو باکرہ (دوشیزہ) ہوگی۔ امام احمد، اسحاق اور اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ کے نزدیک ان شرطوں پر عمل ہوگا۔ اگر تیسری قسم کی شرط کو خاوند پورا نہ کرے تو عورت کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہوگا۔ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور سفیان ثوری رحمہم اللہ کے نزدیک تیسری قسم کی شرطوں کو پورا کرنا لازم نہیں، ہاں دیانت واخلاق کا تقاضا یہی ہے کہ پورا کرے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف امام احمد والا نہیں۔ شروط کی تفصیل اور قائلین کے ناموں کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 7/448-452)

(المعجم ٣٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ (التحفة ٣٣)

باب: 33۔ ایسا نومسلم جس کے پاس پہلے سے دس بیویاں ہوں (تو وہ کیا کرے؟)

١١٢٨ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ

[1128] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اس حال میں مسلمان ہوا کہ جاہلیت میں اس کی

١١٢٨ـ أخرجه ابن ماجه، النكاح، باب الرجل يسلم وعنده أكثر من أربع نسوة، ح: ١٩٥٣ من حديث معمر به، صححه ابن حبان (الإحسان): ٤١٤٦ وللحديث شواهد عند ابن ماجه، ح: ١٩٥٢ وغيره.

عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ وَلَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَسْلَمْنَ مَعَهُ، فَأَمَرَ[هُ] النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَتَخَيَّرَ أَرْبَعًا [مِنْهُنَّ].

دس بیویاں تھیں۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہی مسلمان ہوگئیں تو نبی ﷺ نے اسے ان میں سے چار کے انتخاب کا حکم دیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰكَذَا رَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ. [قَالَ:] وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: هٰذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَالصَّحِيحُ مَا رَوٰى شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ وَغَيْرُهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ [وَحَمْزَةَ]، قَالَ: حُدِّثْتُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوَيْدٍ الثَّقَفِيِّ، أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ أَسْلَمَ وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَإِنَّمَا حَدِيثُ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ ثَقِيفٍ طَلَّقَ نِسَاءَهُ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَتُرَاجِعَنَّ نِسَاءَكَ، أَوْ لَأَرْجُمَنَّ قَبْرَكَ، كَمَا رُجِمَ قَبْرُ أَبِي رِغَالٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيثِ غَيْلَانَ بْنِ سَلَمَةَ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، مِنْهُمُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معمر رحمہ اللہ نے یہ روایت زہری کی سند سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح بیان کی ہے اور میں نے امام محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) کو یہ فرماتے سنا: یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔ صحیح روایت وہ ہے جو شعیب بن ابی حمزہ وغیرہ نے زہری (اور حمزہ) سے بیان کی ہے کہ مجھے محمد بن سوید ثقفی سے بیان کیا گیا کہ غیلان بن سلمہ مسلمان ہوا جبکہ اس کی دس بیویاں تھیں۔ امام محمد فرماتے ہیں: زہری، سالم سے تو یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ثقیف کے ایک آدمی نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تم اپنی بیویوں سے رجوع کرلو ورنہ میں تمھاری قبر کو اس طرح رجم کروں گا جس طرح ابورغال کی قبر رجم کی گئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے ساتھیوں کا عمل غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہے۔ ان میں شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ بھی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① ائمۂ ثلاثہ: مالک، شافعی، احمد اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک اگر کوئی کافر اسلام قبول کرے جبکہ اس کی بیویاں چار سے زائد ہوں اور وہ بھی مسلمان ہوجائیں تو وہ ان میں سے کوئی سی چار کا انتخاب کرلے اور باقیوں کو چھوڑ دے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک خاوند کو انتخاب کا حق حاصل نہیں بلکہ جن چار بیویوں سے پہلے نکاح کیا تھا، ان کا نکاح برقرار رہے گا، بقیہ کا نکاح خود بخود فسخ ہوجائے گا۔ امام لیث، اوزاعی اور ثوری کا موقف بھی ائمۂ ثلاثہ والا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 14/10) اور بقول مولانا تقی عثمانی ائمۂ ثلاثہ کا مسلک حدیث کے موافق ہے اور بلاشبہ حدیثِ باب کے ظاہر سے ائمۂ ثلاثہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہ کی جانب سے اس کا کوئی تسلی بخش جواب نظر سے نہیں گزرا، نیز حدیثِ باب کے علاوہ بعض دوسری روایات سے بھی ائمۂ ثلاثہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ (درس ترمذی: 414/3) ② سیدنا غیلان ثقفی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اپنی موت کے قریب، بیویوں کو ورثے سے محروم کرنے کی نیت سے طلاق دے کر اپنا مال اپنے

بیٹوں میں تقسیم کر دیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں رجوع کا حکم دیا کیونکہ ورثے سے محروم کرنے کے لیے طلاق دینا جائز نہیں، اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رجوع کر لو ورنہ میں تمھاری قبر کو نشان عبرت بنا دوں گا۔ تمھارا انجام ابو رغال جیسا عبرت ناک ہوگا۔ ابو رغال کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: ○ ابو رغال قوم ثمود کا ایک فرد تھا، جس وقت قوم ثمود پر عذاب نازل ہوا، اسے اس عذاب سے اس لیے مستثنیٰ کر دیا گیا کہ اس وقت یہ حرم میں تھا۔ بعد میں جب یہ حرم سے نکل گیا تو اس پر بھی وہ عذاب نازل ہوا جو اس کی قوم پر نازل ہوا تھا۔ یہ طائف کے قریب دفن کیا گیا۔ لوگ اس کی قبر پر پتھر مارا کرتے تھے۔ سنن ابوداود کی حدیث جو سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے نقل کی گئی ہے اس کی تائید کرتی ہے۔ (سنن أبي داود، الخراج، حديث: 3088) ○ لسان العرب: (291/11) کلمہ رغل کے تحت لکھا ہے کہ یہ سیدنا صالح علیہ السلام کا غلام تھا۔ انھوں نے اسے صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا۔ یہ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچا جن کے پاس دودھ دینے والی صرف ایک ہی بکری تھی اور قوم میں ایک ایسا بچہ تھا جس کی ماں مر چکی تھی۔ لوگ اس بکری کے دودھ سے اس بچے کی پرورش کر رہے تھے۔ ابو رغال نے وہی بکری لینے پر اصرار کیا، جبکہ لوگ اس بچے کی وجہ سے وہ بکری دے نہیں رہے تھے۔ بکری کے مالک نے اسے قتل کر دیا یا آسمان سے عذاب نازل ہوا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ سیدنا صالح علیہ السلام کو پتا چلا تو انھوں نے اس پر لعنت بھیجی۔ ○ اور علامہ جوہری نے یہ غلط بات نقل کی ہے کہ ابرہہ کی قیادت میں جو لشکر بیت اللہ پر حملہ آور ہوا تھا، ابو رغال اس کا رہبر تھا اور راستے ہی میں مر گیا۔ ○ یہ سیدنا شعیب علیہ السلام کا غلام تھا اور بقول ابن سیدہ یہ عشر وغیرہ لینے پر مقرر تھا اور اس کی وصولی میں لوگوں پر ظلم وستم ڈھاتا تھا۔ بقول بعض یہ شخص ظلم ونحوست میں ضرب المثل تھا، جس کی قبر پر حاجی لوگ پتھر مارا کرتے تھے۔ مشہور شاعر جریر کہتا ہے:

إِذَا مَاتَ الْفَرَزْدَقُ فَارْجُمُوهُ كَمَا تَرْمُونَ قَبْرَ أَبِي رِغَالِ

”جب فرزدق مر جائے تو تم اسے رجم کرنا جس طرح تم ابو رغال کی قبر پر پتھر برساتے ہو۔“

(المعجم ٣٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ وَعِنْدَهُ أُخْتَانِ (التحفة ٣٣)

باب: 34۔ ایسا نو مسلم کہ دو بہنیں اس کی بیویاں ہوں

١١٢٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجَيْشَانِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ فَيْرُوزَ الدَّيْلَمِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اخْتَرْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ».

[1129] ابن فیروز دیلمی اپنے باپ سے بیان کرتا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں مسلمان ہو گیا ہوں اور دو بہنیں میری بیویاں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان میں سے جسے چاہو رکھ لو۔“

١١٢٩ـ أخرجه أبو داود، الطلاق، باب: في من أسلم وعنده نساء أكثر من أربع أو أختان، ح: ٢٢٤٣ وابن ماجه، ح: ١٩٥٠ من حديث أبي وهب به، وصححه ابن حبان، ح: ١٢٧٦ وانظر الحديث الآتي.

١١٣٠- [حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ فَيْرُوزَ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ قَالَ: «اخْتَرْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ».]

[1130] ضحاک بن فیروز دیلمی اپنے باپ سے بیان کرتا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں مسلمان ہوگیا ہوں اور دو بہنیں میری بیویاں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''دونوں میں سے جسے چاہو منتخب کرلو۔''

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَأَبُو وَهْبٍ الْجَيْشَانِيُّ اسْمُهُ الدَّيْلَمُ بْنُ هَوْشَعَ.

یہ حدیث حسن غریب ہے اور ابووہب جیشانی کا نام دیلم بن ہوشع ہے۔

فائدہ: ائمۂ ثلاثہ: مالک، شافعی اور احمد ﷭ کے نزدیک جب کوئی شخص مسلمان ہو جائے اور دو بہنیں اس کے عقد میں ہوں اور وہ بھی مسلمان ہوجائیں تو وہ ان میں سے جسے چاہے بطور بیوی رکھ لے، دوسری کو علیحدہ کردے۔ امام ابوحنیفہ ﷫ کے نزدیک اگر دونوں سے نکاح بیک وقت کیا ہوتو وہ کسی کو بھی نہیں رکھ سکتا۔ اگر یکے بعد دیگرے کیا ہوتو صرف پہلی کو رکھ سکتا ہے، لیکن حدیث میں اس قسم کی تفریق کا ذکر نہیں ہے، اس لیے صحیح موقف ائمۂ ثلاثہ ہی کا ہے۔

(المعجم ٢٥) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الرَّجُلِ يَشْتَرِي الْجَارِيَةَ وَهِيَ حَامِلٌ (التحفة ٢٢)

باب:35۔ اگر کوئی شخص لونڈی خریدے جبکہ وہ حاملہ ہو

١١٣١- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ رُوَيْفِعِ ابْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَسْقِ مَاءَهُ وَلَدَ غَيْرِهِ».

[1131] سیدنا رویفع بن ثابت ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنا پانی (نطفہ) دوسرے کے بچے کو نہ پلائے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَا يَرَوْنَ لِلرَّجُلِ، إِذَا اشْتَرَى جَارِيَةً

امام ابوعیسیٰ ﷫ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور رویفع بن ثابت ؓ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ اس بات کو درست نہیں سمجھتے کہ ایک

١١٣٠ـ أخرجه أبوداود، ح: ٢٢٤٣ من حديث وهب بن جرير به (انظر الحديث السابق).

١١٣١ـ [صحيح لغيره] للحديث طريق آخر عند أبي داود، ح: ٢١٥٨ عن رويفع وشاهد عند الترمذي، يأتي: ١٥٦٤ * وفي الباب عن ابن عباس [أحمد: ١/ ٢٥٦ والحاكم: ٢/ ١٣٧]، وأبي الدرداء [أبوداود، ح: ٢١٥٦]، والعرباض بن سارية [يأتي: ١٤٧٤]، وأبي سعيد [مسلم، ح: ١٤٥٦ وأبو داود، ح: ٢١٥٧].

وَهِيَ حَامِلٌ، أَنْ يَطَأَهَا حَتّٰى تَضَعَ. وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَالْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ.

شخص جب حاملہ لونڈی خریدے تو اس سے وضع حمل (ولادت) سے پہلے تعلقات زن وشو قائم کرے۔ اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، ابودرداء، عرباض بن ساریہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔

فائدہ: جب کسی عورت کو حمل ٹھہر جائے تو وہ بچہ اسی شخص کا ہوتا ہے جس کا وہ نطفہ ہو، اس لیے کسی دوسرے مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے پانی سے اس کھیتی کو سیراب کرے۔ قرآن مجید میں چونکہ عورتوں کو کھیتی قرار دیا گیا ہے، اس لیے جنسی تعلقات قائم کرنے کو پانی دینے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہے۔

(المعجم ۳۶) بَابُ مَا جَاءَ [فِي الرَّجُلِ] يَسْبِي الْأَمَةَ وَلَهَا زَوْجٌ، هَلْ يَحِلُّ لَهُ وَطْؤُهَا (التحفة ۳۵)

باب: 36۔ اگر کوئی آدمی ایسی لونڈی کو گرفتار کر لے جس کا خاوند موجود ہو تو کیا اس کے لیے اس سے تعلقات قائم کرنا جائز ہے؟

۱۱۳۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الْبَتِّيُّ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: أَصَبْنَا سَبَايَا يَوْمَ أَوْطَاسٍ، وَلَهُنَّ أَزْوَاجٌ فِي قَوْمِهِنَّ، فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَنَزَلَتْ: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ [النساء:۲۴].

[1132] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اوطاس کی لڑائی میں ہم نے عورتیں گرفتار کیں، اور ان کی قوم میں ان کے خاوند موجود تھے۔ لوگوں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو یہ آیت اتری: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ ''خاوند والی عورتیں (تمھارے لیے جائز نہیں) مگر جن کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بن جائیں، یعنی لونڈیاں بن جائیں۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَهٰكَذَا رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عُثْمَانَ الْبَتِّيِّ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَأَبُو الْخَلِيلِ اسْمُهُ صَالِحُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، وَرَوٰى هَمَّامٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ ابْنُ هِلَالٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ ثوری نے اسے عثمان بتی کی سند سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ عثمان کے استاد ابوخلیل کا نام صالح بن ابی مریم ہے۔ ہمام نے یہ حدیث قتادہ سے بیان کی ہے اور وہ ابوخلیل اور ابوسعید خدری کے درمیان ابوعلقمہ ہاشمی کا واسطہ لاتا ہے۔

۱۱۳۲۔ أخرجه أحمد: ۳/ ۷۲ من حديث عثمان به وهو في صحيح مسلم، ح: ۱۴۵۶/ ۳۵ من حديث أبي الخليل به.

فائدہ: اس بات پر ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے کہ جب خاوند والی عورتیں، خاوندوں کے بغیر گرفتار کر لی جائیں تو اپنے خاوندوں سے ان کا نکاح ختم اور مالک کے لیے استبرائے رحم کے بعد ان سے صحبت کرنا حلال ہو جاتا ہے، لیکن فسخ نکاح کے سبب کے بارے میں اختلاف ہے۔ ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک فسخ نکاح کا سبب ان کا گرفتار ہونا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سبب فسخ اختلاف دارین ہے، یعنی ان کا دارالحرب سے دارالاسلام میں آ جانا ہے، اس لیے ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک اگر میاں بیوی دونوں گرفتار ہو جائیں تو پھر بھی نکاح فسخ ہو جائے گا، جبکہ احناف کے نزدیک چونکہ ''اختلاف دارین'' نہیں پایا گیا، اس لیے نکاح فسخ نہیں ہوگا لیکن ملک یمین کی قید سے ائمۂ ثلاثہ کی تائید ہوتی ہے اور صحیح مسلم کی طویل حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم، الرضاع، حدیث: 1456)

(المعجم ۳۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ مَهْرِ الْبَغِيِّ (التحفة ۳۷)

باب: 37۔ زانیہ کی اجرت حرام ہے

۱۱۳۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

[1133] سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی اجرت (شیرینی) سے منع فرمایا ہے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَأَبِي جُحَيْفَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَحَدِيثُ أَبِي مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا رافع بن خدیج، ابوجحیفہ، ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابومسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک کتے کی خرید وفروخت جائز نہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ عطا اور نخعی کے نزدیک شکاری کتے کی قیمت جائز ہے۔ زانی کی اجرت، زنا کی حرمت کی بنا پر بالاتفاق ناجائز ہے۔ اسی طرح کہانت کی اجرت بھی جسے سہولت کے ساتھ بغیر محنت ومشقت کے حاصل ہونے کے سبب حلوان (شیرینی) سے تعبیر کیا گیا ہے، بالاتفاق حرام ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي: 19/2) عربوں کے نزدیک کاہن ہر اس شخص کو کہتے ہیں، جو غیب کی خبریں دیتا ہے۔ کاہن اور عراف میں یہ فرق ہے کہ کاہن مستقبل کے متعلق خبریں دیتا ہے اور عراف گمشدہ سامان یا چوری شدہ اشیاء کے بارے میں بتاتا ہے اور کبھی عراف کو بھی کاہن کہہ دیتے ہیں۔ (شرح صحیح مسلم للنووي: 19/2)

۱۱۳۳- أخرجه مسلم، المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب، وحلوان الكاهن ... إلخ، ح:۱۵٦۷ عن قتيبة، والبخاري، ح:۲۲۳۷ من حديث ابن شهاب الزهري * وفي الباب عن رافع بن خديج [يأتي:۱۲۷۵]، وأبي جحيفة [البخاري، ح:۲۲۳۸]، وأبي هريرة [البخاري، ح:۲۲۸۳]، وابن عباس [أبو داود، ح:۳٤۸۲ وأحمد: ۱/ ۲۳۵، ۲۷۸].

(المعجم ٣٨) بَابُ مَا جَاءَ أَنْ لَّا يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ (التحفة ٣٧)

۱۱۳۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَقُتَيْبَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ: يَبْلُغُ بِهِ [النَّبِيَّ ﷺ]. وَقَالَ أَحْمَدُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ».

[قَالَ]: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَمُرَةَ وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: إِنَّمَا مَعْنٰى كَرَاهِيَةِ أَنْ يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ، إِذَا خَطَبَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَرَضِيَتْ بِهِ، فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَخْطُبَ عَلٰى خِطْبَتِهِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ «لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ»، هٰذَا عِنْدَنَا إِذَا خَطَبَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَرَضِيَتْ بِهِ وَرَكَنَتْ إِلَيْهِ، فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَخْطُبَ عَلٰى خِطْبَتِهِ. فَأَمَّا قَبْلَ أَنْ يَعْلَمَ رِضَاهَا أَوْ رُكُونَهَا إِلَيْهِ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَخْطُبَهَا. وَالْحُجَّةُ فِي ذٰلِكَ حَدِيثُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، حَيْثُ جَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّ أَبَا جَهْمِ بْنَ حُذَيْفَةَ وَمُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ خَطَبَاهَا، فَقَالَ: «أَمَّا أَبُو جَهْمٍ، فَرَجُلٌ لَا يَرْفَعُ عَصَاهُ عَنِ النِّسَاءِ. وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ، وَلٰكِنِ انْكِحِي أُسَامَةَ»، فَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَنَا، وَاللهُ أَعْلَمُ، أَنَّ فَاطِمَةَ لَمْ تُخْبِرْهُ بِرِضَاهَا

باب: 38۔ آدمی اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کا پیغام نہ دے

[1134] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے، اور نہ اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کا پیغام بھیجے۔''

اس مسئلے میں سیدنا سمرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بھائی کے پیغام پر پیغام بھیجنے کی ناپسندیدگی اس صورت میں ہے کہ جب ایک آدمی نے عورت کو پیغام بھیجا ہو اور وہ اس پر مطمئن ہوگئی ہو تو کسی دوسرے کے لیے اس پیغام کے بعد پیغام بھیجنا جائز نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کہ ''آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے منگنی کے پیغام پر پیغام بھیجے'' کے معنی ہمارے نزدیک یہ ہیں کہ جب ایک آدمی نے کسی عورت کو پیغام بھیجا ہو اور وہ اس پر راضی ہوگئی ہو اور اس مرد کی طرف مائل ہوگئی ہو تو کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس کے پیغام پر پیغام بھیجے، لیکن عورت کی رضامندی یا اس کے میلان اور جھکاؤ کا علم ہونے سے پہلے اس کو پیغام بھیجنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی دلیل سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو بتایا کہ ابوجہم بن حذیفہ

۱۱۳٤ـ أخرجه البخاري، البيوع، باب: لا يبيع على بيع أخيه . . . إلخ، ح: ٢١٤٠ ومسلم، ح: ١٤١٣ من حديث سفيان بن عيينة به * وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح: ٥١٤٢ ومسلم، ح: ١٤١٢]، وسمرة [أحمد: ٢/ ٢٤٢] * حديث: "أما أبو جهم فرجل لا يرفع عصاه عن النساء" انظر الحديث الآتي.

بِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا، وَلَوْ أَخْبَرَتْهُ، لَمْ يُشِرْ عَلَيْهَا بِغَيْرِ الَّذِي ذَكَرَتْهُ.

اور معاویہ بن ابی سفیان نے اسے (شادی کا) پیغام بھیجا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابوجہم تو ایسا شخص ہے جو عورتوں سے اپنا ڈنڈا نہیں اٹھاتا، اور معاویہ کے پاس تو (شادی کے لیے) مال نہیں ہے، لیکن تو اسامہ سے نکاح کر لے۔'' تو اس حدیث کے معنی ہمارے نزدیک، واللہ اعلم، یہ ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو اپنی رضامندی سے آگاہ نہیں کیا کہ میں ان میں سے کسی ایک سے شادی پر راضی ہوں۔ اگر وہ آپ کو اس کی اطلاع دیتی تو آپ اسے اس کے پسندیدہ کے سوا دوسرے کا مشورہ نہ دیتے۔

فائدہ: بھائی کی بیع پر بیع کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے سودا طے کرے لیکن ابھی مجلس قائم ہو یا اختیار باقی ہو تو کوئی تیسرا آدمی خریدار سے کہے کہ اس سودے کو ختم کردو، میں تمھیں یہی چیز اس سے کم قیمت پر دے دوں گا۔ یا اس کے برعکس فروخت کرنے والے سے کہے کہ یہ سودا ختم کر دو، میں یہی چیز تم سے زیادہ قیمت پر خرید لیتا ہوں۔ یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ اسی طرح اگر بائع اور مشتری کسی قیمت پر متفق ہو جائیں اور بیع کی طرف مائل ہو جائیں، اتنے میں تیسرا آدمی آکر بھاؤ لگائے تو یہ جائز نہیں۔ اور منگنی پر منگنی کے ناجائز ہونے کی صورت عورت کے میلان اور جھکاؤ کا ظاہر ہو جانا ہے جیسا کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 7/520-522)

١١٣٥ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ [قَالَ]: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ الْجَهْمِ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، فَحَدَّثَتْنَا أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً، قَالَتْ: وَوَضَعَ لِي عَشَرَةَ أَقْفِزَةٍ عِنْدَ ابْنِ عَمٍّ لَّهُ: خَمْسَةَ شَعِيرٍ وَّخَمْسَةَ بُرٍّ، قَالَتْ: فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، قَالَتْ: فَقَالَ «صَدَقَ» [قَالَتْ] فَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ، ثُمَّ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ بَيْتَ أُمِّ شَرِيكٍ بَيْتٌ يَّغْشَاهُ الْمُهَاجِرُونَ، وَلٰكِنِ

[1135] ابوبکر بن جہم کا بیان ہے کہ میں اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن، فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ہمیں بتایا کہ ان کے خاوند نے انھیں تین طلاقیں دے دیں، اور انھیں رہائش گاہ اور نفقہ (خرچ) نہ دیا اور میرے لیے اپنے چچا زاد کے پاس دس قفیز رکھ دیے۔ پانچ جو کے اور پانچ گندم کے۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''تیرے خاوند نے صحیح کہا۔'' (تیرے لیے رہائش اور نفقہ نہیں ہے۔) اور آپ نے مجھے ام شریک کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا۔ پھر رسول

١١٣٥ـ أخرجه مسلم، الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، ح: ١٤٨٠/ ٥٠ من حديث شعبة ومن حديث وكيع عن سفيان الثوري به وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ١٦٤٥.

اعْتَدِّي فِي بَيْتِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَعَسٰى أَنْ تُلْقِيَ ثِيَابَكِ فَلَا يَرَاكِ، فَإِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُكِ فَجَاءَ أَحَدٌ يَخْطُبُكِ فَأْتِينِي».

اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''ام شریک کا گھر ایسا ہے جس میں مہاجرین آتے رہتے ہیں لیکن تو ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزار، ہوسکتا ہے کہ تو اپنے کپڑے اتارے تو وہ تجھے دیکھ نہ سکے گا۔ پھر جب تیری عدت ختم ہوجائے اور تجھے کوئی پیغام دینے آئے تو میرے پاس آنا۔''

فَلَمَّا انْقَضَتْ عِدَّتِي، خَطَبَنِي أَبُو جَهْمٍ وَمُعَاوِيَةُ. قَالَتْ: فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «أَمَّا مُعَاوِيَةُ فَرَجُلٌ لَا مَالَ لَهُ، وَأَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَرَجُلٌ شَدِيدٌ، عَلَى النِّسَاءِ»، قَالَتْ: فَخَطَبَنِي أُسَامَةُ ابْنُ زَيْدٍ، فَتَزَوَّجَنِي، فَبَارَكَ اللهُ لِي فِي أُسَامَةَ. هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي جَهْمٍ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَزَادَ فِيهِ: فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: «انْكِحِي أُسَامَةَ». حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مَحْمُودُ ابْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي الْجَهْمِ بِهٰذَا.

چنانچہ جب میری عدت ختم ہوگئی تو مجھے ابوجہم اور معاویہ رضی اللہ عنہما نے پیغام دیا۔ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے ان پیغامات کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''معاویہ تو ایسا شخص ہے جس کے پاس مال نہیں ہے (اس لیے تیرا اس کے ساتھ گزارہ نہیں ہوسکے گا۔) رہا ابوجہم! تو وہ عورتوں پر بہت سختی کرتا ہے۔ (تیرا اس کے ساتھ بھی نباہ نہیں ہوگا۔)'' اور فرماتی ہیں: (ان کے بعد) مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے پیغام دیا اور انھوں نے مجھ سے شادی کرلی تو اللہ تعالیٰ نے اسامہ کو میرے لیے باعث برکت بنایا۔ (اس کے ساتھ میری قابل رشک زندگی گزری۔) یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ روایت سفیان ثوری نے بھی ابوبکر بن ابوجہم سے اسی طرح بیان کی ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ مجھے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسامہ سے شادی کرلے۔''

فائدہ: بقول امام نووی بعض حضرات نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ''ہوسکتا ہے، تو اپنے کپڑے اتارے تو وہ تجھے دیکھ نہیں سکے گا'' سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے، اس سے بلاشبہ یہ جواز نکلتا ہے، تاہم یہ حسب ضرورت ہی ہے۔ اصل حکم نگاہ نیچی رکھنے ہی کا ہے جو دونوں ہی کے لیے ہے، اس لیے عورت کے لیے بھی بہتر یہی ہے کہ وہ مردوں کو دیکھنے سے گریز ہی کرے۔

(المعجم ٣٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَزْلِ (التحفة ٣٨)

باب: 39۔ عزل کا بیان

١١٣٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي

[1136] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا:

١١٣٦ـ أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٩٠٧٨ من حديث معمر به * وفي الباب عن عمر [ابن ماجه، ح: ١٩٢٨]، والبراء [لم أجده]، وأبي هريرة [النسائي في الكبرى، ح: ٩٠٩٠]، وأبي سعيد [البخاري، ح: ٥٢١٠ ومسلم، ح: ١٤٣٨].

الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا كُنَّا نَعْزِلُ، فَزَعَمَتِ الْيَهُودُ أَنَّهُ الْمَوْءُودَةُ الصُّغْرٰى، فَقَالَ: «كَذَبَتِ الْيَهُودُ، إِنَّ اللهَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْلُقَهُ لَمْ يَمْنَعْهُ».

اے اللہ کے رسول! ہم عزل کرتے ہیں اور یہود کا خیال ہے کہ عزل کرنا ایک طرح سے چھوٹے درجے میں زندہ دفن کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہود غلط کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اسے پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کی پیدائش کو کوئی نہیں روک سکتا۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَالْبَرَاءِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر، براء، ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔

١١٣٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا نَعْزِلُ، وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ.

[1137] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عزل کرلیا کرتے تھے، جبکہ قرآن مجید اتر رہا تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، فِي الْعَزْلِ، وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: تُسْتَأْمَرُ الْحُرَّةُ فِي الْعَزْلِ، وَلَا تُسْتَأْمَرُ الْأَمَةُ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور یہ کئی سندوں سے مروی ہے۔ بعض صحابہ اور دوسرے اہل علم حضرات نے عزل کی اجازت دی ہے۔ امام مالک بن انس کا قول ہے کہ آزاد عورت سے عزل کی اجازت لینی ہوگی اور لونڈی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

فوائد و مسائل: ① بعض دفعہ کسی ضرورت یا کسی خاص وجہ سے (مثلاً بیوی کی صحت یا پہلے بچے کا چھوٹا اور کمزور ہونا) خاوند یہ نہیں چاہتا کہ اس کی بیوی کو حمل قرار پائے، وہ اس مقصد کے لیے یہ طریقہ اختیار کرے کہ بیوی سے صحبت کرتے وقت جب انزال کا موقع آئے تو وہ اس سے الگ ہوجائے تا کہ مادۂ منویہ باہر خارج ہو، اس کو عزل کا نام دیا جاتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ عزل کرنے سے بچہ نہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی تو غیر ارادی طور پر کوئی قطرہ اندر گر جائے گا اور اس سے حمل قرار پا جائے گا، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بچے کی پیدائش کا فیصلہ ہو چکا ہے تو اسے روکنے کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہے گا۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 1439) ② عزل کے بارے میں مختلف احادیث آئی ہیں۔ بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے، بعض سے عدم جواز۔ صحیح مسلم میں سیدہ جدامہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، آپ نے فرمایا: [ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ] (صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 1442) ''یہ پوشیدہ طور پر زندہ دفن کرنا ہے۔'' اور

١١٣٧ـ أخرجه البخاري، النكاح، باب العزل، ح:٥٢٠٨ ومسلم، ح:١٤٤٠ من حديث سفيان بن عيينة به.

بعض روایات سے اس عمل کا بے فائدہ ہونا معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ اگلے باب میں سیدنا ابوسعید کی روایت آ رہی ہے۔ ان روایات پر مجموعی طور پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی انسان شخصی اور انفرادی طور پر کسی ضرورت یا صحیح غرض کے طور پر عزل کرتا ہے اور اس کی بیوی بھی اس کو ضرورت سمجھتی ہے تو یہ جائز ہے، لیکن اگر غلط غرض یا نیت فاسد سے یہ حرکت کرتا ہے، مثلاً: غربت اور فاقے کا اندیشہ ہے یا لڑکی پیدا ہونے کا خطرہ ہے، تو ایسی صورت میں یہ ناجائز ہے۔ (3) ہمارے دور میں خاندانی منصوبہ بندی یا برتھ کنٹرول کے نام سے جو تحریک چلی ہوئی ہے اس کے عدم جواز میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ یہ شخصی اور انفرادی ضرورت کے تحت نہیں ہے، نیز اس کا مقصد و منشا فقر و فاقے کا ڈر ہے اور یہ منشا قرآن کی صراحت کی رو سے فاسد ہے، فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا أَوْلَٰدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَٰقٍ﴾ (بني إسرآئيل 31:17) ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔'' اگر فقر و فاقہ موجود ہو تو بھی یہ عمل درست نہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا أَوْلَٰدَكُم مِّنْ إِمْلَٰقٍ﴾ (الأنعام 151:6) ''اپنی اولاد کو فاقے کی وجہ سے قتل نہ کرو۔'' اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ ﴿نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ﴾ ''ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور انھیں (تمھاری اولاد کو) بھی ہم ہی دیں گے۔'' نیز یہ تحریک اللہ تعالیٰ کے نظام ربوبیت کو اپنے ہاتھ میں لینے کی جسارت ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلْأَرْضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزْقُهَا﴾ (هود 6:11) ''زمین کے ہر جاندار کے رزق کا ذمے دار اللہ ہے'' چنانچہ دیکھ لیجیے کہ ہر زمانے میں پیداوار اللہ تعالیٰ اس دور کی ضرورت کے مطابق کرتا ہے، اور اس تحریک میں سراسر توحید ربوبیت کا انکار ہے۔

(المعجم ٤٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْعَزْلِ (التحفة ٣٩)

باب: 40۔ عزل ناپسندیدہ عمل ہے

١١٣٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَقُتَيْبَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ قَزَعَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: ذُكِرَ الْعَزْلُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: «لِمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ؟».

[1138] سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عزل کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی یہ حرکت کیوں کرتا ہے؟''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] زَادَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي حَدِيثِهِ: وَلَمْ يَقُلْ لَا يَفْعَلْ ذَاكَ أَحَدُكُمْ، قَالَا فِي حَدِيثِهِمَا: فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَفْسٌ مَخْلُوقَةٌ إِلَّا اللّٰهُ خَالِقُهَا، [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. وَقَدْ كَرِهَ الْعَزْلَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن ابی عمر نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: تم میں سے کوئی ایک یہ حرکت نہ کرے۔ دونوں راویوں کی حدیث میں ہے: ''یقینا جس جان نے پیدا ہونا ہے اللہ اسے پیدا کر کے رہے گا۔'' اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا

١١٣٨ـ أخرجه مسلم، النكاح، باب حكم العزل، ح: ١٤٣٨/ ١٣٢ من حديث سفيان بن عيينة به و رواه البخاري، ح: ٥٢١٠ من حديث أبي سعيد الخدري به * وفي الباب عن جابر [مسلم، ح: ١٤٣٩].

أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ.

ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے، اور ابوسعید سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ اور کچھ اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات نے عزل کو ناپسند کیا ہے۔

فائدہ: عزل کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کے اقوال کے لیے دیکھیے: (المغني: 8/132-134) یہ بات طے ہے کہ عزل کی غرض صحیح ہو یا فاسد، اللہ تعالیٰ جس جان کو پیدا کرنا چاہے گا وہ پیدا ہو کر رہے گی، دنیا کی کوئی طاقت اس جان کو دنیا میں آنے سے نہیں روک سکتی۔

(المعجم ٤١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِسْمَةِ لِلْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ (التحفة ٤٠)

باب: 41۔ کنواری اور شوہر دیدہ کے لیے باری کا بیان

١١٣٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَوْ شِئْتُ أَنْ أَقُولَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَلٰكِنَّهُ قَالَ: السُّنَّةُ، إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى امْرَأَتِهِ، أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا، وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى امْرَأَتِهِ، أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ.

[1139] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لیکن یہ کہا: سنت طریقہ یہ ہے کہ جب انسان بیوی کی موجودگی میں کنواری عورت سے شادی کرے تو اس کے ہاں سات دن ٹھہرے اور جب اپنی بیوی کی موجودگی میں شوہر دیدہ عورت سے نکاح کرے تو اس کے ہاں تین دن قیام کرے۔ اس مسئلے میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت آئی ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَفَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ بَعْضُهُمْ. [قَالَ:] وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ امْرَأَةً بِكْرًا عَلَى امْرَأَتِهِ، أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا، ثُمَّ قَسَمَ بَيْنَهُمَا بَعْدُ، بِالْعَدْلِ، وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى امْرَأَتِهِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا. [وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.] [وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ: إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى امْرَأَتِهِ أَقَامَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ محمد بن اسحاق نے اس کو مرفوع بیان کیا ہے اور بعض راویوں نے اسے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کا قول ہے کہ جب مرد اپنی بیوی کی موجودگی میں کنواری عورت سے شادی کرے تو اس کے ہاں سات دن قیام کرے، پھر دونوں کے لیے عادلانہ باری شروع کرے اور جب اپنی بیوی کی موجودگی میں شوہر دیدہ عورت سے شادی کرے تو اس کے ہاں تین دن ٹھہرے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور

١١٣٩ـ أخرجه البخاري، النكاح، باب العدل بين النساء "ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النساء . . . إلخ"، ح: ٥٢١٣ من حديث بشر، ومسلم، ح: ١٤٦١ من حديث خالد الحذاء به * وفي الباب عن أم سلمة [مسلم، ح: ١٤٦٠].

عِنْدَهَا ثَلَاثًا، وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ أَقَامَ عِنْدَهَا لَيْلَتَيْنِ وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ].

بعض تابعین اہل علم کا قول ہے کہ جب بیوی کی موجودگی میں کنواری سے شادی کرے تو اس کے پاس تین دن ٹھہرے اور جب شوہر دیدہ سے شادی کرے تو دو راتیں اس کے ہاں گزارے۔ پہلا قول ہی صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ، امام اسحاق اور ابوثور وغیرہ کا مسلک ثابت ہوتا ہے کہ دوسرا نکاح کرنے والا مرد نئی بیوی کے پاس، اگر وہ کنواری ہو تو سات دن اور اگر شوہر دیدہ ہو تو تین دن ٹھہرے۔ یہ مدت باری سے خارج ہوگی۔ باری اس کے بعد شروع کی جائے گی اور یہی صحیح موقف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور حماد کے نزدیک یہ ایام، باری میں شمار ہوں گے۔ گویا پہلی دفعہ کنواری کو سات دن دیں گے، پھر پہلی بیوی کو سات دن دیں گے، پھر یومیہ باری شروع کریں گے۔ سعید بن مسیب، حسن بصری اور نافع کے نزدیک کنواری کو تین دن ملیں گے اور شوہر دیدہ کو دو دن۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 8/160-167)

(المعجم ٤٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْوِيَةِ بَيْنَ الضَّرَائِرِ (التحفة ٤١)

باب: 42۔ سوکنوں میں برابری (مساوات) قائم رکھنا

١١٤٠- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهِ فَيَعْدِلُ وَيَقُولُ: «اللّٰهُمَّ! هٰذِهِ قِسْمَتِي فِيمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ».

[1140] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی بیویوں میں باری تقسیم کرتے اور اس میں عدل و انصاف ملحوظ رکھتے اور فرماتے: ''اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے بس میں ہے، پس تو مجھے اس برتاؤ (دلی محبت و پیار) میں ملامت نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہے، میرے اختیار میں نہیں۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عَائِشَةَ هٰكَذَا، رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْسِمُ، وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، مُرْسَلًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْسِمُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ. وَمَعْنَى

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حماد بن سلمہ کی سند سے بہت سے راویوں نے اسی طرح بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ باری تقسیم کرتے تھے اور حماد بن زید اور بہت سے راویوں نے ایوب سے، انھوں نے ابوقلابہ سے مرسلاً (سیدہ عائشہ کا واسطہ چھوڑ کر) بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ بیویوں کے ہاں باری باری رہتے تھے۔ حماد بن سلمہ کے

١١٤٠- [مرسل] أخرجه أبو داود، النكاح، باب: في القسم بين النساء، ح: ٢١٣٤ وابن ماجه، ح: ١٩٧١ وغيرهما من حديث حماد بن سلمة به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٤١٩٢ والحاكم: ٢/ ١٨٧ والذهبي، لكن اتفق حماد بن زيد وابن علية على إرساله، وكل منهما أحفظ وأضبط من حماد بن سلمة فروايتهما أرجح عند المخالفة، لا سيما إذا اجتمعا عليها.

قَوْلِهِ: «لَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ»، إِنَّمَا يَعْنِي بِهِ الْحُبَّ وَالْمَوَدَّةَ، كَذَا فَسَّرَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ.

مقابلے میں حماد بن زید کی مرسل روایت زیادہ صحیح ہے۔ اور آپ ﷺ کے اس فرمان: ''مجھے اس معاملے میں ملامت نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہے، میرے اختیار میں نہیں'' سے آپ کی مراد محبت ومودت ہے۔ بعض اہلِ علم نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے، لیکن اس کا مفہوم درست ہے، کیونکہ اس کی تائید سنن ابوداود کی اس صحیح روایت سے ہوتی ہے کہ سیدہ عائشہ ؓ نے اپنے بھانجے عروہ ؒ سے فرمایا تھا: ''میرے بھانجے! رسول اللہ ﷺ (ہم ازواج میں) باری مقرر کرنے کے معاملے میں، یعنی ہمارے پاس ٹھہرنے کے معاملے میں ہم میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیا کرتے تھے۔'' (سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2135) مطلب یہ کہ نبیٔ اکرم ﷺ رہن سہن اور عملی برتاؤ میں اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ کامل عدل ومساوات برتتے تھے۔ جو معاملہ اور برتاؤ ایک کے ساتھ تھا وہی سب کے ساتھ تھا اور آپ ﷺ کے طرز عمل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس کے لیے فرض ہے کہ وہ ان سب میں ظاہری رہن سہن اور برتاؤ میں یکساں سلوک کرے، کسی کے ساتھ بے انصافی نہ کرے، ہاں دل کے رجحان پر انسان کا قابو نہیں ہے، اس میں انسان معذور تصور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ (النساء 129/4) ''اور تم خواہ کتنا ہی چاہو ہرگز عورتوں میں برابری نہیں کر سکو گے، تو ایسا بھی نہ کرو کہ ایک ہی کی طرف مکمل طور پر جھک جاؤ اور دوسری کو یوں چھوڑ دو گویا وہ لٹک رہی ہے۔'' اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دلی میلان اور رجحان میں یکسانیت اور برابری انسان کے بس میں نہیں۔ وہ صرف ظاہری حالت ہی میں برابری کر سکتا ہے۔

١١٤١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا كَانَ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ، فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ».

[1141] سیدنا ابوہریرہ ؓ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل وانصاف کا برتاؤ نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَإِنَّمَا أَسْنَدَ هٰذَا الْحَدِيثَ هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ قَتَادَةَ، وَرَوَاهُ هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: كَانَ يُقَالُ، وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کو مسند (مرفوع) صرف ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا ہے۔ قتادہ کے دوسرے شاگرد ہشام دستوائی کہتے ہیں: کہا جاتا تھا، اور ہم

١١٤١- أخرجه النسائي، عشرة النساء، باب ميل الرجل إلى بعض نسائه دون بعض: ٧/ ٦٣، ح: ٣٣٩٤ من حديث ابن مهدي، وأبو داود، ح: ٢١٣٣ وابن ماجه، ح: ١٩٦٩ من حديث همام به وصححه ابن حبان، ح: ١٣٠٧ وابن الجارود، ح: ٧٢٢ والحاكم: ٢/ ١٨٦ والذهبي وغيرهم وللحديث شاهد.

مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هَمَّامٍ، وَهَمَّامٌ ثِقَةٌ حَافِظٌ.

یہ حدیث مرفوعاً صرف ہمام کی سند ہی سے جانتے ہیں اور ہمام قابل اعتماد حافظ ہے۔

فائدہ: دنیا کے جرائم اور آخرت کی سزاؤں میں جو مناسبت ہوگی ﴿جَزَآءً وِّفَاقًا﴾ (النبا 26:79) اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ جو آدمی معاملے اور برتاؤ میں ایک بیوی کی طرف جھکتا ہوگا، وہ قیامت کے دن اس حال میں ہوگا کہ اس کا دھڑ ایک طرف سے گرا ہوا ہوگا اور سب لوگ اسے اس رسوا کن اور ذلت آمیز حالت میں دیکھیں گے۔ اللہ کی پناہ۔

(المعجم ٤٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الزَّوْجَيْنِ الْمُشْرِكَيْنِ يُسْلِمُ أَحَدُهُمَا (التحفة ٤٣)

باب:43۔ دو مشرک میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو؟

١١٤٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَهَنَّادٌ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَدَّ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ، بِمَهْرٍ جَدِيدٍ وَنِكَاحٍ جَدِيدٍ.

[1142] عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی سیدہ زینب، سیدنا ابوالعاص بن ربیع کو نئے مہر اور نئے نکاح سے لوٹائی تھی۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ [وَفِي الْحَدِيثِ الْآخَرِ أَيْضًا مَقَالٌ] وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا أَسْلَمَتْ قَبْلَ زَوْجِهَا ثُمَّ أَسْلَمَ زَوْجُهَا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ أَنَّ زَوْجَهَا أَحَقُّ بِهَا مَا كَانَتْ فِي الْعِدَّةِ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں کلام ہے۔ (جبکہ دوسری حدیث میں بھی کلام ہے۔) اہل علم کا عمل اس حدیث پر ہے کہ جب عورت اپنے خاوند سے پہلے مسلمان ہو جائے پھر اس کا خاوند بھی اس (عورت) کی عدت کے دوران میں مسلمان ہو جائے تو اس کا خاوند ہی عدت کے اندر اس کا حقدار ہے۔ امام مالک بن انس، اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی قول ہے۔

١١٤٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَدَّ النَّبِيُّ ﷺ ابْنَتَهُ

[1143] سیدنا ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی سیدہ زینب، ابوالعاص بن ربیع کو چھ سال بعد، پہلے نکاح سے لوٹا دی اور نیا نکاح نہ کیا۔

١١٤٢ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، النكاح، باب الزوجين يسلم أحدهما قبل الآخر، ح: ٢٠١٠ من حديث أبي معاوية الضرير عن الحجاج بن أرطاة به، والحجاج ضعيف مدلس.

١١٤٣ـ أخرجه أبو داود، الطلاق، باب إلى متى ترد عليه امرأته إذا أسلم بعدها، ح: ٢٢٤٠ وابن ماجه، ح: ٢٠٠٩ من حديث محمد بن إسحاق بن يسار به وصححه الحاكم: ٣/ ٦٣٨، ٦٣٩ على شرط مسلم فقال الذهبي: "لا".

زَيْنَبَ عَلٰى أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ، بَعْدَ سِتِّ سِنِينَ، بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ، وَلَمْ يُحْدِثْ نِكَاحًا.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ بِإِسْنَادِهِ بَأْسٌ، وَلٰكِنْ لَا نَعْرِفُ وَجْهَ هٰذَا الْحَدِيثِ، وَلَعَلَّهُ قَدْ جَاءَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں کوئی حرج نہیں، لیکن ہم اس حدیث کی توجیہ نہیں جانتے۔ شاید یہ اختلاف داود بن حصین کے کمزور حافظے کے سبب پیدا ہوا ہو۔

فائدہ: عمرو بن شعیب کی حدیث تو اکثر محققین کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں حافظ ابن حجر، شیخ البانی اور نواب صدیق حسن نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (فتح الباري: 525/9، حديث: 5288، وإرواء الغليل: 321/6، حديث: 1922، والروضة الندية مع التعليقات الرضية: 205/2-208) اس کے مقابلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت صحیح ہے، تاہم اس میں دو سال یا چھ سال کے الفاظ کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے شاذ قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی رو سے یہی راجح ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی طرف کئی سال گزر جانے کے باوجود اس وقت پہلے نکاح ہی کے ساتھ لوٹا دیا تھا جب وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سیدہ زینب اپنے خاوند کے قبول اسلام کے انتظار میں بیٹھی رہی تھیں، اس لیے نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کوئی عورت مسلمان ہو جائے (اور خاوند مسلمان نہ ہو) تو حیض سے پاک ہونے کے بعد اگر وہ کسی جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، اور نکاح کر لینے کے بعد اگر پہلا خاوند مسلمان ہو جائے تو پھر اس پر اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور اگر وہ نکاح نہ کرے تو وہ پہلے خاوند ہی کے عقد میں رہے گی۔ اور خاوند کے قبول اسلام کے بعد پہلے نکاح ہی کے ساتھ دوبارہ اس کے گھر آباد ہو جائے گی۔ دلائل اسی موقف کی تائید کرتے ہیں۔" (التعليقات الرضية على الروضة الندية، كتاب النكاح: 209/2، 210) نواب صاحب رحمہ اللہ کی یہ توجیہ نہایت معقول ہے، اس سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے اپنے خاوند کی طرف لوٹانے سے متعلقہ احادیث کی بھی صحیح توجیہ ہو جاتی ہے۔ واللہ أعلم۔

١١٤٤- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ [قَالَ]: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ مُسْلِمًا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ جَاءَتِ امْرَأَتُهُ مُسْلِمَةً، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّهَا كَانَتْ أَسْلَمَتْ مَعِي، فَرُدَّهَا عَلَيَّ، فَرَدَّهَا عَلَيْهِ. هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ. سَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ

[1144] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے عہد میں ایک آدمی مسلمان ہو کر آ گیا، پھر اس کی بیوی بھی مسلمان ہو کر آئی، اور اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بھی میرے ساتھ ہی مسلمان ہو گئی تھی، اس لیے اسے میری طرف لوٹا دیجیے، تو آپ نے اسے اس کی طرف لوٹا دیا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ مجھے یہ حدیث عبد بن

١١٤٤- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الطلاق، باب إذا أسلم أحد الزوجين، ح: ٢٢٣٨ من حديث وكيع به * سماك عن عكرمة، سلسلة ضعيفة.

حُمَيْدٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ يَذْكُرُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، هٰذَا الْحَدِيثَ.

حمید نے بھی یزید بن ہارون کے واسطے سے محمد بن اسحاق سے سنائی۔

وَحَدِيثُ الْحَجَّاجِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَدَّ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلٰى أَبِي الْعَاصِ بِمَهْرٍ جَدِيدٍ وَّنِكَاحٍ جَدِيدٍ. فَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَجْوَدُ إِسْنَادًا. وَّالْعَمَلُ عَلٰى حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ.

حجاج کی عمرو بن شعیب کی سند سے حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی سیدہ زینب، ابوالعاص بن ربیع کو نئے مہر اور نئے نکاح سے لوٹائی تھی۔ تو اس کے بارے میں یزید بن ہارون نے کہا: سند کے اعتبار سے ابن عباس ؓ کی حدیث عمدہ اور اعلیٰ ہے، لیکن عمل عمرو بن شعیب کی حدیث پر ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ روایت ضعیف ہے، تاہم اس میں بیان کردہ بات صحیح ہے، غالباً اسی لیے امام ترمذی نے اسے صحیح ہی کہا ہے۔ کیونکہ خاوند کے قبول اسلام کے بعد اس کو کسی دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہی نہیں تھی۔ ایسی صورت میں یقیناً پہلا خاوند ہی اس کا مستحق ہوگا۔ ② امام ترمذی کا سیدنا ابن عباس ؓ کی روایت کو عمدہ اور اعلیٰ کہنے کے باوجود عمرو بن شعیب کی روایت کو (جس پر گزشتہ فوائد میں بحث گزری) معمول بہ قرار دینا عجیب ہے، اسی لیے حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ صرف اہل عراق کے ہاں اس حدیث پر عمل ہے۔ (فتح الباري) ورنہ صحیح بات وہی ہے جو مذکورہ فوائد میں بیان ہوئی ہے۔

(المعجم ٤٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ فَيَمُوتُ عَنْهَا قَبْلَ أَنْ يَفْرِضَ لَهَا (التحفة ٤٣)

باب: 44۔ کوئی آدمی کسی عورت سے نکاح کرے مگر اس کا مہر مقرر کیے بغیر فوت ہو جائے تو؟

١١٤٥- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَّلَمْ يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا، وَّلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتّٰى مَاتَ، فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: لَهَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَائِهَا، لَا وَكْسَ وَلَا شَطَطَ، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَلَهَا الْمِيرَاثُ، فَقَامَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ الْأَشْجَعِيُّ فَقَالَ: قَضٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ، امْرَأَةٍ مِّنَّا، مِثْلَ مَا قَضَيْتَ، فَفَرِحَ بِهَا ابْنُ مَسْعُودٍ.

[1145] علقمہ ؒ بیان کرتے ہیں، سیدنا ابن مسعود ؓ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے ایک عورت سے شادی کی اور اس کا مہر مقرر نہیں کیا اور عورت کے پاس جانے سے پہلے فوت ہوگیا، تو سیدنا ابن مسعود ؓ نے فرمایا: اسے اس کے خاندان کی عورتوں کے برابر مہر ملے گا، نہ کم اور نہ زیادہ۔ اسے عدت گزارنی ہوگی اور اسے وراثت میں سے حصہ ملے گا۔ اس پر سیدنا معقل بن سنان اشجعی ؓ کھڑے ہو کر کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ نے بروع بنت واشق نامی ہماری عورت کے بارے میں

١١٤٥ـ أخرجه أبو داود، النكاح، باب: فيمن تزوج ولم يسم لها صداقًا حتى مات، ح: ٢١١٥ وابن ماجه، ح: ١٨٩١ (تعليقًا) من حديث سفيان الثوري به، وصححه البيهقي: ٧/ ٢٤٥ وللحديث شواهد منها عند النسائي، ح: ٣٣٦٠ وصححه ابن حبان، ح: ١٢٦٣ والحاكم على شرط مسلم: ٢/ ١٨٠ ووافقه الذهبي، وإسناده صحيح.

آپ کے فیصلے جیسا ہی فیصلہ فرمایا تھا، تو اس پر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ الْجَرَّاحِ. حَدَّثَنَا الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، وَبِهِ يَقُولُ الثَّوْرِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ: إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا حَتّٰى مَاتَ، قَالُوا: لَهَا الْمِيرَاثُ، وَلَا صَدَاقَ لَهَا، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَقَالَ: لَوْ ثَبَتَ حَدِيثُ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ لَكَانَتِ الْحُجَّةُ فِيمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَرُوِيَ عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ رَجَعَ بِمِصْرَ بَعْدُ عَنْ هٰذَا الْقَوْلِ، وَقَالَ بِحَدِيثِ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ.

اس مسئلے میں سیدنا جراح رضی اللہ عنہ کی روایت بھی موجود ہے۔ حسن بن علی بن خلال کی سند سے بھی اسی کی مانند مروی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور ان سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ بعض اہل علم صحابہ اور دوسرے حضرات کا اس پر عمل ہے۔ امام ثوری، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی نظریہ ہے۔ اور بعض اہل علم صحابہ جن میں سیدنا علی، زید بن ثابت، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم شامل ہیں کا قول ہے کہ جب ایک شخص کسی عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس کے پاس نہیں گیا اور نہ اس کا مہر مقرر کرتا ہے، حتیٰ کہ فوت ہو جاتا ہے تو اس عورت کو وراثت ملے گی، مہر نہیں ملے گا اور اسے عدت گزارنی ہوگی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر بروع بنت واشق رضی اللہ عنہا کی حدیث ثابت ہو جائے تو حجت و دلیل نبی ﷺ کی حدیث ہی ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے پہلے قول کے بعد مصر میں بروع بنت واشق رضی اللہ عنہا کی حدیث کو قبول کر کے اس کے مطابق قول اختیار کر لیا تھا۔

فائدہ: سیدہ بروع بنت واشق رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر خاوند نکاح کے بعد اس حال میں مر جائے کہ نہ بیوی کا مہر مقرر کیا ہو اور نہ اس سے صحبت کی ہو، تو بیوی کو مہر مثل ملے گا۔ وہ وراثت کی حقدار ہوگی اور اسے عدت بھی گزارنی ہوگی۔ سیدنا ابن مسعود، ابن سیرین، ابن ابی لیلیٰ، ابوحنیفہ، اسحاق اور امام احمد کا یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے۔ ان کے علاوہ جتنے قول ہیں، وہ غیر صحیح ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾

''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، (یہ حکم) اس شخص کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔''

(البقرة 2:233)

رضاعت کے احکام ومسائل

بعض دفعہ بعض طبعی یا معاشرتی اسباب کی بنا پر عورت اپنی اولاد کو اپنا دودھ نہیں پلاتی اور اس کام کے لیے کسی دوسری عورت کی خدمات سے فائدہ اٹھاتی ہے، اسے رضاعت (دودھ پلانا) کہتے ہیں۔ یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے، اس لیے شریعت اسلامیہ نے رضاعت کے حقوق، اس کی مدت، کیفیت اور اس کے احکام تفصیل سے بیان کیے ہیں تا کہ اس میں کسی قسم کی کوتاہی معاشرتی خرابیوں کا باعث نہ بنے۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

(المعجم ١٠) أَبْوَابُ الرَّضَاعِ (التحفة ٨)

رضاعت کے احکام و مسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ (التحفة ١)

باب: 1۔ رضاعت سے بھی وہ رشتہ حرام ٹھہرتا ہے جو رشتہ نسب میں حرام ہے

١١٤٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عَلِيٍّ [بْنِ أَبِي طَالِبٍ] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ».

[1146] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے رضاعت کے سبب ان رشتوں کو حرام قرار دیا ہے جو رشتے نسب کی رو سے حرام ہیں۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأُمِّ حَبِيبَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عباس اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

١١٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ [الْقَطَّانُ]: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا

[1147] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے رضاعت کے سبب ان رشتوں

١١٤٦ـ [صحيح لغيره] أخرجه أحمد: ١/ ١٣١ والنسائي في الكبرى، ح: ٥٤٣٨ من حديث علي بن زيد بن جدعان به وسنده ضعيف وللحديث شواهد كثيرة، منها الحديث الآتي * وفي الباب عن عائشة [يأتي: ١١٤٧]، وابن عباس [البخاري، ح: ٥١٠٠ ومسلم: ١٤٤٧]، وأم حبيبة [البخاري ح: ٥١٠١ ومسلم، ح: ١٤٤٩].

١١٤٧ـ أخرجه النسائي، النكاح، باب ما يحرم من الرضاع: ٦/ ٩٨، ٩٩، ح: ٣٣٠٢ من حديث يحيى القطان به، والحديث في الموطأ: ٢/ ٦٠٧ (يحيى) بسند "سليمان بن يسار عن عروة بن الزبير عن عائشة" وأخرجه البخاري، ح: ٤٧٩٦ ومسلم، ح: ١٤٤٥ من حديث عروة به.

إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ [قَالَ]: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ الْوِلَادَةِ».

کو حرام ٹھہرایا ہے جو رشتے ولادت سے حرام ٹھہرائے ہیں۔"

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَحَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمْ فِي ذٰلِكَ اخْتِلَافًا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی صحیح ہے۔ عمومی طور پر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ ہمارے علم میں ان کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

فائدہ: رضاعت سے حرمت کا تعلق صرف اس بچے کا دودھ پلانے والی عورت اور اس کی اولاد و اقارب سے قائم ہوتا ہے جس نے دودھ پیا ہے۔ دودھ پینے والے بچے کے دوسرے بہن بھائیوں میں اس کا اثر نہیں ہوگا، مثلاً: ایک بچے نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے تو اس عورت کی اولاد اس کے بہن بھائی بن گئے، اس لیے ان کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا لیکن دودھ پینے والے بچے یا بچی کے دوسرے بہن بھائی، وہ رضاعی بہن بھائی نہیں بنیں گے، اسی طرح دودھ پلانے والی ان کی ماں نہیں بنے گی۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي لَبَنِ الْفَحْلِ (التحفة ٢)

باب: 2۔ دودھ خاوند کی طرف منسوب ہوتا ہے

١١٤٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ [الْخَلَّالُ]: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ، فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتّٰى أَسْتَأْمِرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ عَمُّكِ» قَالَتْ: إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ، قَالَ: «فَإِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ».

[1148] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا نے میرے ہاں آنے کی اجازت چاہی تو میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے (پوچھنے پر) فرمایا: "وہ تیرے پاس آ سکتا ہے کیونکہ وہ تیرا چچا ہے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: دودھ تو مجھے عورت نے پلایا ہے، مرد نے نہیں پلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یقیناً وہ تیرا چچا ہے، اس لیے تیرے پاس آ سکتا ہے۔"

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی

١١٤٨ـ أخرجه مسلم، الرضاع، باب تحريم الرضاعة من ماء الفحل، ح: ١٤٤٥ من حديث ابن نمير، والبخاري، ح: ٥٢٣٩ من حديث هشام بن عروة به.

النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، كَرِهُوا لَبَنَ الْفَحْلِ، وَالْأَصْلُ فِي هٰذَا حَدِيثُ عَائِشَةَ، وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي لَبَنِ الْفَحْلِ، وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

پر ہے، وہ خاوند کے دودھ سے حرمت کے قائل ہیں۔ اور اس کی دلیل سیدہ عائشہ ؓ کی حدیث ہے۔ اور بعض اہل علم نے خاوند کے دودھ سے حرمت ثابت نہیں کی۔ اور پہلا قول ہی صحیح تر ہے۔

فائدہ: جس طرح دودھ پلانے والی عورت دودھ پینے والے بچے کی ماں ہے اور اس کی بہن اس کی خالہ ہے، اسی طرح اس عورت کا خاوند اس دودھ پینے والے بچے، بچی کا باپ ہے اور اس کا بھائی اس کا چچا ہے اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہے اور یہ رضاعی رشتے ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین، امام اوزاعی، ثوری، احناف، مالک، شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا یہی موقف ہے، لیکن بعض صحابۂ کرام ؓ اور تابعین ان رشتوں کی حرمت کے قائل نہیں تھے۔ صحیح احادیث کی رو سے درست موقف جمہور اور ائمۂ اربعہ کا ہے کہ ان رضاعی رشتوں کو بھی حرمت حاصل ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري:9/189، 190)

١١٤٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ [قَالَ]: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ لَهُ جَارِيَتَانِ، أَرْضَعَتْ إِحْدَاهُمَا جَارِيَةً وَالْأُخْرٰى غُلَامًا، أَيَحِلُّ لِلْغُلَامِ أَنْ يَتَزَوَّجَ الْجَارِيَةَ؟ فَقَالَ: لَا، اللِّقَاحُ وَاحِدٌ.

[1149] سیدنا ابن عباس ؓ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کی دو لونڈیاں ہیں (جن سے وہ تعلقات صحبت قائم کرتا ہے۔) ان میں سے ایک نے ایک بچے کو دودھ پلایا اور دوسری نے ایک بچی کو دودھ پلایا۔ کیا یہ بچہ اس بچی سے شادی کر سکتا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: نہیں، دودھ کا منبع ایک ہی ہے، یعنی نطفہ جس سے دودھ بنا وہ ایک ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَهٰذَا تَفْسِيرُ لَبَنِ الْفَحْلِ وَهٰذَا الْأَصْلُ فِي هٰذَا الْبَابِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: مرد کے دودھ کی یہی تفسیر و وضاحت ہے اور یہی اس مسئلے کی دلیل ہے۔ امام احمد اور اسحاق ؒ کا قول اسی طرح ہے: [لِقَاحٌ: مَاءُ الرَّجُلِ] ”نر کا مادہ منویہ۔“

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ (التحفة ٣)

باب:3۔ ایک دو دفعہ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

١١٥٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ [عَبْدِ الْأَعْلٰى] الصَّنْعَانِيُّ

[1150] سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے

١١٤٩ـ أخرجه البيهقي: ٧/ ٤٥٣ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ٢/ ٦٠٢ ح١٣١٧ .

١١٥٠ـ أخرجه مسلم، الرضاع، باب في المصة والمصتان، ح: ١٤٥٠ من حديث المعتمر به * وفي الباب عن أم الفضل [مسلم، ح: ١٤٥١]، وأبي هريرة [النسائي في الكبرى، ح: ٥٤٦٠، ٥٤٦١]، والزبير بن العوام [النسائي في الكبرى،«

[قَالَ:] حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ».

فرمایا: ''ایک دفعہ چوسنا یا دو دفعہ چوسنا حرمت کا باعث نہیں بنتا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَالزُّبَيْرِ [بْنِ الْعَوَّامِ] وَابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ». وَرَوَى مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الزُّبَيْرِ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَزَادَ فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ [الْبَصْرِيُّ] عَنِ الزُّبَيْرِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ. وَالصَّحِيحُ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا فَقَالَ: الصَّحِيحُ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ دِينَارٍ خَطَأٌ، أَخْطَأَ فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ وَزَادَ فِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ وَإِنَّمَا هُوَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ]. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. قَالَتْ عَائِشَةُ: أُنْزِلَ فِي الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ فَنَسَخَ مِنْ ذٰلِكَ خَمْسًا وَصَارَ إِلَى خَمْسِ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ

اس مسئلے میں سیدہ ام فضل، سیدنا ابوہریرہ، زبیر بن عوام اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت ہے کہ ''ایک دفعہ چوسنا اور دو دفعہ چوسنا حرام نہیں کرتا۔'' یہ روایت محمد بن دینار بصری بھی ہشام بن عروہ کی سند سے بیان کرتا ہے اور عبداللہ بن زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان زبیر کے واسطے کا اضافہ کرتا ہے۔ اور یہ سند غیر محفوظ ہے۔ محدثین کے نزدیک صحیح روایت عبداللہ بن ابی ملیکہ والی ہے جس میں زبیر کا واسطہ نہیں ہے، سیدنا عبداللہ بن زبیر، براہ راست سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور میں نے محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: صحیح روایت ابن زبیر کی براہ راست عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے اور محمد بن دینار کی ہشام بن عروہ سے روایت میں ہشام اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں اور عروہ (اپنے باپ) زبیر رضی اللہ عنہ سے (اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان نہیں کرتے۔) بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: قرآن میں (پہلے) دس معلوم و متعین رضعات کا حکم نازل ہوا، پھر پانچ منسوخ کر کے پانچ معلوم و متعین رضعات باقی رکھے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک حکم یہی تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور بعض ازواج مطہرات

ح: ٥٤٥٧]، وابن الزبير [النسائي في الصغرى، ح: ٣٣١١] ❁ حديث مالك عن عبدالله بن أبي بكر عن عمرة عن عائشة، وأخرجه مسلم، الرضاع، باب التحريم بخمس رضعات، ح: ١٤٥٢/ ٢٤ وهو في الموطأ: ٢/ ٦٠٨ (يحيى).

بِهٰذَا، وَبِهٰذَا كَانَتْ عَائِشَةُ تُفْتِي وَبَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَإِسْحَاقَ، وَقَالَ أَحْمَدُ بِحَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ» وَقَالَ: إِنْ ذَهَبَ ذَاهِبٌ إِلٰى قَوْلِ عَائِشَةَ فِي خَمْسِ رَضَعَاتٍ فَهُوَ مَذْهَبٌ قَوِيٌّ، وَجَبُنَ عَنْهُ أَنْ يَقُولَ فِيهِ شَيْئًا. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: يُحَرِّمُ قَلِيلُ الرَّضَاعِ وَكَثِيرُهُ إِذَا وَصَلَ إِلَى الْجَوْفِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَوَكِيعٍ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ. [عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ وَيُكْنٰى أَبَا مُحَمَّدٍ، وَكَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَدِ اسْتَقْضَاهُ عَلَى الطَّائِفِ]. [وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: أَدْرَكْتُ ثَلَاثِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ].

اس کے مطابق فتویٰ دیتی تھیں۔ امام شافعی اور اسحاق کا قول بھی یہی ہے (کہ پانچ رضعات سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔) امام احمد کا قول اس حدیث کے مطابق ہے کہ ''ایک دفعہ چوسنا یا دو دفعہ چوسنا حرمت پیدا نہیں کرتا۔'' اور ان کا قول یہ بھی ہے کہ اگر کوئی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والا پانچ رضعات کا قول اختیار کرے تو یہ مضبوط موقف ہے، لیکن خود یہ قول اختیار کرنے کی جرأت نہیں کی۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا قول ہے: دودھ کم پیا جائے یا زیادہ، جب پیٹ میں پہنچ جائے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ سفیان ثوری، مالک بن انس، اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، وکیع اور اہل کوفہ (احناف) کا یہی قول ہے۔ عبداللہ بن ابی ملیکہ سے مراد عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ ہے جس کی کنیت ابو محمد ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے انھیں طائف کا قاضی بنایا تھا۔ اور ان کا قول ہے: میری تیس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی۔

لغوی تشریح: مَصَّةٌ کے معنی ایک دفعہ چوسنا ہیں، اور رَضْعَةٌ کے معنی پینا ہیں، یعنی بچہ پستان منہ میں لے کر دودھ پینا شروع کر دے یہاں تک کہ اپنی مرضی سے پستان منہ سے نکالے تو یہ ایک مصہ یا ایک رضعہ ہے۔

فائدہ: رضاعت کی مقدار کے بارے میں، امت کے درمیان اختلاف ہے۔ مشہور قول یہ ہیں: ○ جمہور ائمہ کے نزدیک رضاعت کی ہر مقدار حرمت کا باعث ہے، کم ہو یا زیادہ۔ امام مالک، ابوحنیفہ، اوزاعی، امام احمد اور لیث کا مشہور قول یہی ہے۔ سیدنا ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم، تابعین میں سے سعید بن مسیب، طاؤس، مکحول، حسن بصری، زہری رحمہ اللہ وغیرہ کا قول بھی یہی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ ○ حرمت کم از کم تین رضعات سے ثابت ہوتی ہے۔ اسحاق، ابوعبید، ابوثور، ابن منذر اور داود ظاہری کا یہی موقف ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے۔ ○ حرمت پانچ دفعہ سے کم دودھ پینے سے ثابت نہیں ہوتی۔ ہر دفعہ الگ طور پر بچہ سیراب ہو جس کو مَصَّہ یا رَضْعَہ کہا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف یہی ہے۔ ابن حزم کا قول بھی یہی ہے اور امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے۔ اور یہی قول راجح ہے۔ یہی مقدار ایسی ہے جس سے بچے کے گوشت اور ہڈی کی بناوٹ اور نشوونما ہوتی ہے اور حرمت کے لیے اتنی مقدار ضروری ہے، محض منہ میں ڈال کر چوس لینا یا کسی عورت کا اپنا پستان بچے کے منہ میں ڈال دینا اس کے لیے کافی نہیں۔ آج کل چونکہ رضاعت کا رواج نہیں ہے، اس لیے عورتیں رضاعت کے صحیح مفہوم سے آگاہ نہیں،

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي شَهَادَةِ الْمَرْأَةِ الْوَاحِدَةِ فِي الرَّضَاعِ (التحفة ٤)

باب: 4۔ رضاعت کے لیے ایک عورت کی شہادت کا بیان

١١٥١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: وَسَمِعْتُهُ مِنْ عُقْبَةَ وَلٰكِنِّي لِحَدِيثِ عُبَيْدٍ أَحْفَظُ قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فَجَاءَتْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: تَزَوَّجْتُ فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانٍ فَجَاءَتْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا وَهِيَ كَاذِبَةٌ، قَالَ: فَأَعْرَضَ عَنِّي، قَالَ: فَأَتَيْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ. [فَأَعْرَضَ عَنِّي بِوَجْهِهِ] فَقُلْتُ: إِنَّهَا كَاذِبَةٌ، قَالَ: «وَكَيْفَ بِهَا وَقَدْ زَعَمَتْ أَنَّهَا قَدْ أَرْضَعَتْكُمَا، دَعْهَا عَنْكَ».

[1151] سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی تو ہمارے ہاں ایک سیاہ رنگ کی عورت آئی اور اس نے کہا: میں نے تم دونوں (میاں بیوی) کو دودھ پلایا ہے، اس پر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میں نے فلاں کی فلاں بیٹی سے شادی کی ہے تو ایک سیاہ فام عورت نے ہمیں آ کر کہا ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور وہ غلط (جھوٹ) کہتی ہے تو آپ ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں آپ کے سامنے آ گیا۔ آپ نے مجھ سے پھر منہ موڑ لیا، میں نے کہا: وہ جھوٹی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب تم بیوی کو کیسے رکھ سکتے ہو، یا اس عورت کو کیسے مطمئن کر سکتے ہو جبکہ اس کا خیال ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ اسے اپنے سے الگ کر دو۔''

[قَالَ: وَفِي الْبَابِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ. وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ «دَعْهَا عَنْكَ» وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا [الْحَدِيثِ] عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، أَجَازُوا شَهَادَةَ الْمَرْأَةِ الْوَاحِدَةِ فِي الرَّضَاعِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: تَجُوزُ شَهَادَةُ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ فِي الرَّضَاعِ،

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور یہ کئی سندوں سے ابن ابی ملیکہ سے بیان کی گئی ہے۔ عام راویوں نے سند میں عبید بن ابی مریم کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ متن ہی میں ''اسے اپنے سے الگ کر دو'' کا تذکرہ کیا ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ وہ رضاعت کے مسئلے میں ایک عورت کی گواہی کافی سمجھتے ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: رضاعت کے مسئلے میں ایک عورت

١١٥١ـ أخرجه البخاري، النكاح، باب شهادة المرضعة، ح: ٥١٠٤ من حديث إسماعيل وهو ابن علية به ❊ وفي الباب عن ابن عمر [لم أجده].

وَيُؤْخَذُ يَمِينُهَا، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ، وَقَدْ قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ الْوَاحِدَةِ فِي الرَّضَاعِ حَتّٰى يَكُونَ أَكْثَرَ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ. سَمِعْتُ الْجَارُودَ بْنَ مُعَاذٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ: لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ فِي الرَّضَاعِ فِي الْحُكْمِ، وَيُفَارِقُهَا فِي الْوَرَعِ.

کی گواہی کافی ہے، اس سے قسم لی جائے گی۔ امام احمد اور اسحاق کا قول بھی یہی ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں: رضاعت کے لیے ایک سے زائد عورتوں کی گواہی ہی معتبر ہوگی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ امام وکیع کا قول ہے: قانون کی رو سے ایک عورت کی گواہی رضاعت میں معتبر نہیں لیکن ورع اور احتیاط کے تحت علیحدگی اختیار کرلی جائے۔

فائدہ: امام احمد، اسحاق اور اوزاعی وغیرہ کے نزدیک رضاعت کے مسئلے میں ایک عورت کی گواہی کافی ہے (بشرطیکہ وہی دودھ پلانے والی ہو) اور حزم و احتیاط اور ورع کا تقاضا یہی ہے اور بعض دفعہ فقہی قانون پر احتیاط و ورع کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس لیے نبی ﷺ نے جدائی کا حکم دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔ شوافع، شعبی اور عطا کے نزدیک چار عورتوں کا ہونا ضروری ہے۔ احناف کے نزدیک نصاب شہادت، یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 331/5، وعمدة القاري: 512/9، باب شهادة النسآء)

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ [مَا ذُكِرَ] أَنَّ الرَّضَاعَةَ لَا تُحَرِّمُ إِلَّا فِي الصِّغَرِ دُونَ الْحَوْلَيْنِ (التحفة ٥)

باب: 5- وہی رضاعت حرمت کا باعث ہے جو دو سال سے کم عمر میں ہو

١١٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ [وَفَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ هِيَ امْرَأَةُ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ]، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ إِلَّا مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ، وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ».

[1152] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہی رضاعت حرمت کا باعث ہے جو انتڑیوں کو کھول دے، پستان سے ہو اور دودھ چھڑانے سے پہلے ہو۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، أَنَّ الرَّضَاعَةَ لَا تُحَرِّمُ إِلَّا مَا كَانَ دُونَ الْحَوْلَيْنِ وَمَا كَانَ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ الْكَامِلَيْنِ، فَإِنَّهُ لَا يُحَرِّمُ شَيْئًا.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے کہ وہی رضاعت حرمت کا باعث ہے جو دو سال کی عمر سے پہلے ہو اور جو دو سال مکمل ہوجانے کے بعد ہو اس سے کچھ حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حرمت رضاعت اس دودھ سے ثابت ہوتی ہے جو بچے کے لیے باقاعدہ غذا

١١٥٢- أخرجه ابن حبان (موارد): ١٢٥٠ من حديث أبي عوانة به، وللحديث شواهد كثيرة جدًا.

کا کام دے اور اس کی موجودگی میں کسی دوسری غذا کی ضرورت نہ رہے کیونکہ [فتق الأمعاء]''انتڑیوں کو پھاڑنا'' کنایہ ہے کہ اس سے انتڑیاں خوب بھر جائیں کسی اور چیز کی ضرورت نہ رہے اور یہ رضاعت مدت رضاعت کے اندر ہو جبکہ بچہ دودھ پر پل رہا ہوتا ہے۔ جمہور امت کے نزدیک کل مدت رضاعت دو سال ہے۔ صاحبین کا موقف بھی یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو سال چھ ماہ اور امام زفر کے نزدیک تین سال ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح القدير: 307/3، فتح الباري: 183/9) اور بقول مولانا تقی عثمانی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جمہور اور صاحبین کا مسلک دلائل کی رو سے نہایت قوی ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں: [وَلَا يَخْفٰى قُوَّةَ دَلِيلِهِمَا] ''صاحبین کی رائے کی دلیل کی قوت پوشیدہ نہیں۔'' (درس ترمذی: 450/3)

(المعجم ٦) بَابُ مَا يُذْهِبُ مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ (التحفة ٦)

باب: 6۔ رضاعت کے حق کی ادائیگی کا بیان

١١٥٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا يُذْهِبُ عَنِّي مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ؟ فَقَالَ: «غُرَّةٌ: عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ».

[1153] حجاج بن حجاج اسلمی اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! میری طرف سے حق رضاعت کیسے ادا ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ایک غلام یا لونڈی۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: مَا يُذْهِبُ عَنِّي مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ. يَقُولُ: إِنَّمَا يَعْنِي [بِهِ] ذِمَامَ الرَّضَاعَةِ وَحَقَّهَا، يَقُولُ: إِذَا أَعْطَيْتَ الْمُرْضِعَةَ عَبْدًا أَوْ أَمَةً، فَقَدْ قَضَيْتَ ذِمَامَهَا، وَيُرْوٰى عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ. قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ فَبَسَطَ النَّبِيُّ ﷺ رِدَاءَهُ حَتّٰى قَعَدَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا ذَهَبَتْ قِيلَ: هِيَ كَانَتْ أَرْضَعَتِ النَّبِيَّ ﷺ. هٰكَذَا رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، وَحَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سائل کے سوال ''میری طرف سے رضاعت کے حق کی ادائیگی کی کیا صورت ہے'' سے اس کا مقصد رضاعت کا حق وحرمت ادا کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تم نے دودھ پلانے والی کو غلام یا لونڈی دے دی تو تو نے اس کا حق ادا کر دیا۔ ابوطفیل ؓ سے بیان کیا گیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی تو نبی ﷺ نے اپنی چادر بچھا دی۔ وہ اس پر بیٹھ گئی۔ جب وہ چلی گئی تو بتایا گیا کہ اس نے نبی ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ یہ روایت یحییٰ بن سعید قطان، حاتم بن اسماعیل اور بہت سے راویوں نے ہشام بن عروہ کی سند سے حجاج بن حجاج سے بیان کی

١١٥٣ـ [محتمل للتحسين] أخرجه أبو داود، النكاح، باب: في الرضخ عند الفصال، ح: ٢٠٦٤ والنسائي: ١٠٨/٦، ح: ٣٣٣١ من حديث هشام به، وصححه ابن حبان، ح: ١٢٥٣، ١٢٥٤ وللحديث شواهد كثيرة (مجمع الزوائد: ٢٦٢/٤ وغيره).

عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَبِي حَجَّاجٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ. وَالصَّحِيحُ مَا رَوٰى هٰؤُلَاءِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ. وَهِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ يُكْنٰى أَبَا الْمُنْذِرِ، وَقَدْ أَدْرَكَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ [وَابْنَ عُمَرَ، وَفَاطِمَةَ بِنْتَ الْمُنْذِرِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ - هِيَ امْرَأَةُ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ -].

ہے۔ اور سفیان بن عیینہ ہشام بن عروہ سے ہی بیان کرتا ہے لیکن وہ (حجاج بن حجاج کی بجائے) حجاج بن ابی حجاج کہتا ہے۔ اور ابن عیینہ کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ صحیح بات وہی ہے جو دوسرے راوی کہتے ہیں۔ ہشام بن عروہ کی کنیت ابو منذر ہے اور اسے جابر بن عبداللہ، ابن عمر اور فاطمہ بنت منذر بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم سے ملاقات حاصل ہے۔ اور فاطمہ بنت منذر ہشام بن عروہ کی بیوی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ پلانے والی عورت تعظیم و تکریم کی حقدار ہے اور اسے غلام یا لونڈی کا عطیہ و تحفہ دینا بھی حق رضاعت کی ادائیگی کی ایک صورت ہے۔ ② نبی ﷺ کی مُرضِعَة (دودھ پلانے والی) حلیمہ سعدیہ جنگ حنین کے موقع پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں۔

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَمَةِ تُعْتَقُ وَلَهَا زَوْجٌ (التحفة ٧)

باب: 7- لونڈی کو خاوند کی موجودگی میں آزادی ملنے کا بیان

١١٥٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا، فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا، وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا.

[1154] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ سیدہ بریرہ کا خاوند غلام تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو اختیار دیا تو اس نے علیحدگی کو پسند کر لیا۔ اگر وہ آزاد ہوتا تو آپ ﷺ بریرہ کو اختیار نہ دیتے۔

١١٥٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ حُرًّا، فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ.

[1155] اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بریرہ کا خاوند آزاد تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو اختیار دیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، هٰكَذَا رَوٰى هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا. وَرَوٰى عِكْرِمَةُ

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو ہشام اپنے باپ عروہ سے بیان کرتا ہے کہ بریرہ کا خاوند غلام تھا، حسن صحیح ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

١١٥٤- أخرجه مسلم، العتق، باب بيان أن الولاء لمن أعتق، ح: ٩/١٥٠٤ من حديث جرير بن عبدالحميد به.

١١٥٥- أخرجه أبو داود، الطلاق، باب من قال كان حرًّا، ح: ٢٢٣٥ من حديث إبراهيم النخعي به والحديث شاذ بلفظ «حُرًّا» والمحفوظ «عَبْدًا» كما في الحديث السابق، قال ابن حبان (الإحسان): ٤٢٥٧ وإن الأسود واهم في قوله: "كان حرًّا".

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَأَيْتُ زَوْجَ بَرِيرَةَ، وَكَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ. وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَالُوا: إِذَا كَانَتِ الْأَمَةُ تَحْتَ الْحُرِّ فَأُعْتِقَتْ، فَلَا خِيَارَ لَهَا، وَإِنَّمَا يَكُونُ لَهَا الْخِيَارُ إِذَا أُعْتِقَتْ وَكَانَتْ تَحْتَ عَبْدٍ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ حُرًّا فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ. وَرَوٰى أَبُو عَوَانَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، فِي قِصَّةِ بَرِيرَةَ، قَالَ الْأَسْوَدُ: وَكَانَ زَوْجُهَا حُرًّا. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ.

بیان کرتا ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے بریرہ کے خاوند کو دیکھا وہ غلام تھا۔ اسے مغیث کہا جاتا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ ان کا قول ہے: جب لونڈی کو آزادی ملے اور آزاد کی بیوی ہو تو اسے اختیار نہیں ملے گا۔ اسے اختیار صرف اس صورت میں ملے گا جب اسے آزادی اس حال میں ملے کہ اس کا خاوند غلام ہو۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ اور اعمش کی سند سے کئی راوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ بریرہ کا خاوند آزاد تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے (بریرہ کو) اختیار دیا۔ ابوعوانہ اعمش کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ اسود رحمہ اللہ نے کہا: اس کا خاوند آزاد تھا۔ بعض اہل علم تابعین اور بعد کے حضرات کا یہی مسلک ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

١١٥٦- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيدِ [بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ]، عَنْ أَيُّوبَ وَقَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا أَسْوَدَ لِبَنِي الْمُغِيرَةِ، يَوْمَ أُعْتِقَتْ بَرِيرَةُ. وَاللهِ! لَكَأَنِّي بِهِ فِي طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَنَوَاحِيهَا، وَإِنَّ دُمُوعَهُ لَتَسِيلُ عَلٰى لِحْيَتِهِ، يَتَرَضَّاهَا لِتَخْتَارَهُ، فَلَمْ تَفْعَلْ.

[1156] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس وقت بریرہ کو آزادی ملی، بریرہ کا خاوند بنومغیرہ کا سیاہ فام غلام تھا۔ اللہ کی قسم! گویا مجھے وہ مدینہ کی گلیوں (راستوں) اور اس کے اطراف میں پھرتا نظر آ رہا ہے اور اس کے آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے ہیں۔ وہ بریرہ کو راضی کرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ وہ اسے پسند کرلے مگر وہ راضی نہ ہوئی۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ هُوَ سَعِيدُ بْنُ مِهْرَانَ، وَيُكْنٰى أَبَا النَّضْرِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کا راوی سعید بن ابی عروبہ، سعید بن مہران ہے جس کی کنیت ابونضر ہے۔

فائدہ: لونڈی کی آزادی کے وقت اگر اس کا خاوند غلام ہو تو بالاتفاق لونڈی کو اختیار ملتا ہے کہ وہ شوہر کے پاس رہے یا اسے چھوڑ دے لیکن اگر باندی کا خاوند آزاد ہو تو پھر اسے اختیار ملنے میں اختلاف ہے۔ جمہور اور ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک شوہر کی

١١٥٦- أخرجه البخاري، ح: ٥٢٨٠، ٥٢٨٢ من حديث أيوب السختياني به.

آزادی کی صورت میں لونڈی کو آزاد ہونے پر اختیار نہیں ملے گا اور احناف کے نزدیک اسے اختیار ملے گا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اس بارے میں صریح ہے کہ بریرہ کا خاوند اس کی آزادی کے وقت غلام تھا، اور یہی روایات صحیح ہیں۔ جن روایات میں اس کے آزاد ہونے کا ذکر ہے وہ ضعیف ہیں، اس لیے صحیح موقف ائمہ ثلاثہ کا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 591/7، 592، وتحفة الأحوذي: 4/267-269)

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْوَلَدَ لِلْفِرَاشِ (التحفة ٨)

باب: 8۔ اولاد بستر والے (مالک وآقا اور خاوند) کی ہے

١١٥٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ».

[1157] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بچہ بستر کے مالک کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں (سزائے رجم ہے)۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَائِشَةَ وَأَبِي أُمَامَةَ وَعَمْرِو بْنِ خَارِجَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ [مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ]. وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر، عثمان، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوامامہ، عمرو بن خارجہ، عبداللہ بن عمرو، براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل ہے۔ اور یہ روایت امام زہری نے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ دونوں کے واسطے سے بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

فائدہ: فراش سے مراد بیوی ہے جو مرد کے نکاح میں ہونے کی وجہ سے اس کے بستر پر ہوتی اور اس کی مفروشہ بنتی ہے۔ جس طرح رخصتی سے پہلے عورت مفروشہ نہیں ہے، اسی طرح جب دونوں کے ملنے کا امکان نہ ہو تو بھی مفروشہ نہیں۔ عورت اسی صورت میں مفروشہ تصور ہوگی جب دونوں کے ملنے کا امکان ہو اور باہمی نکاح ہوا ہو، اگر نکاح نہیں ہوا، یا نکاح ہوا ہے لیکن ملنے کا امکان نہیں، مثلاً مرد امریکہ میں ہے اور عورت جس سے نکاح ہوا ہے وہ پاکستان میں ہے اور وہ ایک دوسرے کے پاس گئے

١١٥٧ـ أخرجه مسلم، الرضاع، باب الولد للفراش وتوقي الشبهات، ح:١٤٥٨ من حديث سفيان بن عيينة به، وللحديث طرق عند البخاري، ح:٦٨١٨ وغيره * وفي الباب عن عمر [ابن ماجه، ح:٢٠٠٥]، وعثمان [أبو داود، ح:٢٢٧٥]، وعائشة [البخاري، ح:٢٤٢١ ومسلم، ح:١٤٥٧]، وأبي أمامة [ابن ماجه، ح:٢٠٠٧]، وعمرو بن خارجة [يأتي: ٢١٢١]، وعبدالله ابن عمرو [أبو داود، ح:٢٢٧٤]، والبراء بن عازب [الطبراني في الكبير: ٥/ ١٩١، ح:٥٠٥٧]، وزيد بن أرقم [الطبراني في الكبير: ٥/ ١٩١، ح:٥٠٥٧].

بھی نہیں تو عورت فراش نہیں سمجھی جائے گی اور اگر عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے تو وہ خاوند کا نہیں اگر چہ وہ زانی کو بھی نہیں ملے گا۔ جمہور کا موقف یہی ہے اور یہی صحیح ہے اگر چہ احناف کے نزدیک یہ بچہ خاوند کا ہے۔ بقول مولانا انور شاہ کشمیری میاں بیوی کی کرامت کا کرشمہ ہے اور بقول مولانا تقی عثمانی ہمارے زمانے کی تیز رفتار سواریوں کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ (درس ترمذی: 456/3) حالانکہ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ تو صدیوں پہلے کا ہے جب موجودہ تیز رفتار سواریوں کا کوئی تصور تھا نہ کسی کے وہم وگمان ہی میں تھا۔ علاوہ ازیں کیا آج بھی ایسی کوئی تیز رفتار سواری ہے کہ راتوں رات میاں بیوی کا ملاپ کرا کے میاں بیوی میں سے ایک کو مشرق میں اور دوسرے کو مغرب میں چھوڑ جائے اور کسی بھی تیسرے شخص کو ان کے آنے جانے یا ملاپ کا علم نہ ہو؟ فقہی جمود کی یہ کیسی عجیب و غریب مثال ہے جس کا مظاہرہ روشنی کے اس دور میں بھی ان ''فضلاء'' کی طرف سے ہو رہا ہے۔ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے؟

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَرَى الْمَرْأَةَ فَتُعْجِبُهُ (التحفة ٩)

باب: 9۔ اگر کوئی آدمی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے اچھی لگے تو؟

١١٥٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ - وَهُوَ الدَّسْتَوَائِيُّ - عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ [بْنِ عَبْدِ اللهِ]: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى امْرَأَةً، فَدَخَلَ عَلَى زَيْنَبَ فَقَضَى حَاجَتَهُ وَخَرَجَ، وَقَالَ: «إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا أَقْبَلَتْ، أَقْبَلَتْ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ، فَإِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِي مَعَهَا».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ. وَهِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ - هُوَ صَاحِبُ الدَّسْتَوَائِيِّ، هُوَ هِشَامُ بْنُ سَنْبَرٍ-.

[1158] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی ایک عورت پر نظر پڑی تو آپ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں آئے اور (گھر میں) اپنی ضرورت وخواہش پوری کی اور باہر آ کر بتایا: ''جب کوئی عورت سامنے آتی ہے تو وہ شیطانی صورت میں سامنے آتی ہے، اس لیے جب تم میں سے کسی کی کسی عورت پر نظر پڑے اور وہ اسے اچھی لگے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ اس کے پاس بھی اسی کی طرح اس کی خواہش پوری کرنے والی چیز ہے۔''

اس مسئلے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔
امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہشام بن ابی عبداللہ جسے صاحب الدستوائی کہتے ہیں اس سے مراد ہشام بن سنبر ہے۔ (چونکہ وہ اہواز کے علاقے دستواء سے آنے والے دستوائی کپڑے فروخت کرتے تھے، اس لیے انھیں صاحب الدستوائی ''دستوائی کپڑوں والے'' کہہ دیتے تھے۔)

١١٥٨ـ أخرجه مسلم، النكاح، باب ندب من رأى امرأة، فوقعت في نفسه . . . إلخ، ح:١٤٠٣ من حديث عبدالأعلى به، وله شاهد عند أحمد: ٤/ ٢٣١ من حديث أبي كبشة الأنماري * وفي الباب عن ابن مسعود [الدارمي: ٢/ ١٤٦، ح: ٢٢٢١].

فائدہ: اس حدیث میں انسان کی جنسی فطرت اور جنسی خواہش بیان کی گئی ہے کہ عورت کو دیکھ کر اس کا جنسی جذبہ ابھر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت میں ایک کشش رکھی ہے اور اس میں ایک امتحان بھی ہے، اس لیے شیطان موقع بموقع انسان پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے۔ اگر انسان اس سے غافل ہو جائے تو وہ اس سے متاثر بھی ہو جاتا ہے، لہٰذا اس سے بچنے کے لیے نگاہیں جھکا کر رکھنے اور پردے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اگر کسی وقت کسی اجنبی خاتون کو دیکھ کر جذبات ابھریں تو اسے اپنی جنسی ضرورت جائز طریقے سے پوری کر لینی چاہیے۔ اور اگر وہ غیر شادی شدہ ہو تو پھر یوسف علیہ السلام کی طرح اللہ کی پناہ اور تحفظ میں آنا چاہیے اور اس گناہ کی سنگینی پر نظر ڈال کر اپنے اوپر قابو پانا چاہیے۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ خاوند کا بیوی پر کیا حق ہے

١١٥٩ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ ابْنُ شُمَيْلٍ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا».

[1159] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں کسی انسان کو دوسرے انسان کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَسُرَاقَةَ ابْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى وَطَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَأَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

اس مسئلے میں سیدنا معاذ بن جبل، سراقہ بن مالک بن جعشم، سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عباس، عبداللہ بن ابی اوفی، طلق بن علی، سیدہ ام سلمہ، سیدنا انس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث محمد بن عمرو کی سند سے حسن غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت کی رو سے جس طرح غیر اللہ کے لیے سجدۂ عبادت جائز نہیں اسی طرح سجدۂ تعظیم و تکریم بھی جائز نہیں۔ اگر سجدۂ تعظیمی جائز ہوتا تو نبی ﷺ خاوند کی تعظیم و تکریم کے لیے عورت کو حکم دیتے کہ اپنے

١١٥٩ـ أخرجه البيهقي: ٧/ ٢٩١ من حديث النضر به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٤١٥٠ وله طريق آخر عند الحاكم: ٤/ ١٧١ * وفي الباب عن معاذ بن جبل [يأتي: ١١٧٤]، وسراقة بن مالك بن جعشم [الطبراني في الكبير: ٧/ ١٢٩، ح: ٦٥٩٠] وعائشة [ابن ماجه، ح: ١٨٥٢]، وابن عباس [البزار (كشف الأستار): ٢/ ١٧٩، ح: ١٤٦٧]، وعبدالله بن أبي أوفى [ابن ماجه، ح: ١٨٥٣]، وطلق بن علي [يأتي: ١١٦٠]، وأم سلمة [يأتي: ١١٦١]، وأنس [أحمد: ٣/ ١٥٨ والنسائي في الكبرى]، وابن عمر [لعله يشير إلى حديث الطيالسي، ح: ١٩٥١ وابن أبي شيبة: ٤/ ٣٠٣ والبيهقي: ٨/ ٢٩٢].

شوہر کو سجدہ کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو حرام اور ناجائز کام کے علاوہ ہر کام اور ہر معاملے میں اپنے خاوند کی اطاعت وفرماں برداری کرنی چاہیے۔

١١٦٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بَدْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ».

[1160] سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مرد اپنی بیوی کو اپنی ضرورت سے بلائے تو وہ اس کے پاس آجائے، خواہ وہ تنور ہی پر ہو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بیوی کو لازم ہے کہ اپنے شوہر کی کامل اطاعت کرے اور اس کے جذبات کا خاص خیال رکھے، اس میں صنفی جذبات بھی آتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ اگر کسی دوسری اہم خدمت میں بھی مصروف ہو جس کا ترک خاوند کے مال کے ضیاع اور بیوی کے لیے مشقت وتکلیف کا باعث ہو تو بھی پروا نہ کرے۔ اس میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ اگر شوہر کے جذبات بالخصوص صنفی جذبات کی تسکین نہ ہو تو اس کا ردعمل اس کی اپنی ذات میں، بیوی کے حق میں یا اسلامی معاشرے میں کسی بڑے فتنہ وفساد کا باعث بن سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے یہ حکم اسی وقت ہوگا جب خاوند کی خواہش پوری کرنے میں کوئی شرعی عذر، یعنی حیض اور فرض روزہ وغیرہ مانع نہ ہو۔

١١٦١- حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبِي نَصْرٍ، عَنْ مُسَاوِرٍ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ، دَخَلَتِ الْجَنَّةَ».

[1161] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو (مسلمان) عورت اس حال میں فوت ہوتی ہے کہ اس کا خاوند اس پر راضی رہا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: خاوند کا اپنی بیوی سے راضی ہونا اس بات کی علامت ہے کہ وہ بندوں کے حقوق ادا کرتی ہے اور جو عورت بندوں کے حقوق کا خیال رکھتی ہے یقینا وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا بالاولیٰ اہتمام کرتی ہوگی، اس لیے وہ جنت کی حقدار ہے اور اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے بے پروا لوگوں کے لیے یہ خوشخبری نہیں ہوسکتی۔

١١٦٠- أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٨٩٧١ عن هناد بن السري به وصححه ابن حبان (الإحسان): ٤١٥٣.

١١٦١- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، النكاح، باب حق الزوج على المرأة، ح: ١٨٥٤ من حديث محمد بن فضيل بن غزوان به، وصححه الحاكم: ٤/ ١٧٣ والذهبي وقال الذهبي في ترجمة مساور: "فيه جهالة والخبر منكر" (ميزان الاعتدال) وجهله صاحب التقريب وكذا أمه، والحديث ضعفه ابن الجوزي وغيره.

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا (التحفة ١١)

باب: 11۔ بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے

١١٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ».

[1162] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان میں وہ مومن زیادہ کامل ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہو اور تم میں سے سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہیں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ [هٰذَا] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: خلق کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ پسندیدہ اور کریمانہ برتاؤ کیا جائے یا اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ اور برتاؤ کیا جائے جو اللہ کو پسند ہو۔ ایمان بھی اسی چیز کا نام ہے، اس لیے جو انسان جس قدر مخلوق اور خالق کے ساتھ اعلیٰ اور عمدہ رویہ اختیار کرے گا اسی قدر اس کا ایمان کامل ہوگا اور عورتوں کے ساتھ، جو صنف نازک اور کمزور و ناتواں ہیں اور بعض اوقات ان کی طبیعت میں ٹیڑھ بھی ہوتی ہیں، خیر اور بہتری کا اسلوب اپنانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فرد عدل اور خلق حسن سے موصوف ہے، ورنہ طاقتور کے ساتھ تو ہر کوئی حسن معاملہ ہی سے پیش آتا ہے۔

١١٦٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ شَبِيبِ بْنِ غَرْقَدَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَذَكَّرَ وَوَعَظَ. فَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ قِصَّةً فَقَالَ: «أَلَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ

[1163] سلیمان بن عمرو بن احوص اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور وعظ و نصیحت فرمائی۔ اور حدیث میں راوی نے حج کا قصہ بیان کیا۔ (یا آپ ﷺ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا: ''خبردار! عورتوں کے بارے میں میری طرف سے خیر خواہی کی وصیت قبول کرو۔ بلاشبہ وہ تمھارے ہاتھوں

١١٦٢ـ أخرجه أبو داود، ح:٤٦٨٢ من حديث محمد بن عمرو الليثي به وصححه ابن حبان، ح:١٩٢٦ والحاكم:١/٣ والذهبي وللحديث شواهد كثيرة جدًا وله طريق آخر عند ابن حبان، ح:١٣١١ .

١١٦٣ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، النكاح، باب حق المرأة على الزوج، ح:١٨٥١ من حديث الحسين بن علي الجعفي به .

شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ، إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا، أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ، وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ، أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ».

میں اسیر (قیدی) ہیں۔تم اس (صحبت) کے سوا ان پر کوئی اختیار نہیں رکھتے، الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔اگر وہ یہ حرکت کریں تو انھیں بستروں میں چھوڑ دو، یعنی ان کے قریب نہ جاؤ، انھیں اپنے سے الگ کردو۔اور انھیں ایسی مار مارو جو شدید اور زخمی کرنے والی نہ ہو۔پھر اگر وہ تمھاری اطاعت اختیار کرلیں تو ان کے خلاف کوئی بہانہ تلاش نہ کرو۔خبردار! تمھارا تمھاری عورتوں کے ذمے ایک حق ہے اور تمھاری عورتوں کا تمھارے ذمے ایک حق ہے۔ تمھارا تمھاری عورتوں پر حق یہ ہے کہ وہ تمھارے بستروں پر کسی ایسے آدمی کو جگہ نہ دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور تمھارے گھروں میں ایسے شخص کو اجازت نہ دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔خبردار! ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان سے ان کے لباس اور ان کے کھانے میں احسان برتو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا [حَدِيثٌ] حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: «عَوَانٍ عِنْدَكُمْ» يَعْنِي أَسْرٰى فِي أَيْدِيكُمْ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور آپ ﷺ کے فرمان: [عَوَانٌ عِنْدَكُمْ] کے معنی ہیں: وہ تمھارے ہاتھوں میں قیدی ہیں۔

لغوی تشریح: اِسْتَوْصُوا وصیت قبول کرو، یا ایک دوسرے کو وصیت کرو، یا اپنے نفسوں سے مطالبہ کرو۔عَوَانٌ: عانية کی جمع ہے۔قیدی اور اسیر کو کہتے ہیں۔مُبَرِّح شدید زخمی کردینے والی، یعنی ہڈی پسلی نہ توڑو۔

فائدہ: گھر میاں بیوی کے جوڑے سے آباد ہوتا ہے۔یہ دونوں جس قدر ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا پاس کریں اور آپس میں پیار محبت سے رہیں گھر کا سکون اسی قدر زیادہ ہوگا، اس لیے معمولی معمولی باتوں اور چھوٹے چھوٹے معاملات میں ایک دوسرے سے ناراض ہوجانا اور اپنی طبیعت اور خواہش کے خلاف کوئی چیز برداشت نہ کرنا اور عفو و درگزر سے کام نہ لینا گھر کا سکون تباہ کردیتا ہے، اس لیے شریعت اسلامیہ، جو ایک الٰہی ضابطۂ حیات اور دستور زندگی ہے، وہ دونوں فریقوں کو اپنے مدمقابل کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین کرتی ہے اور اپنے حقوق کے سلسلے میں درگزر اور برداشت کرنے کی وصیت کرتی ہے۔ عورتیں چونکہ کمزور فریق ہیں، اس لیے ان کے بارے میں خصوصی طور پر حسن سلوک اور حسن معاشرت کی تلقین و تاکید کرتی ہے۔

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ إِتْيَانِ النِّسَاءِ فِي أَدْبَارِهِنَّ (التحفة ١٢)

باب:12۔عورتوں سے دبر میں صحبت کرنا ناجائز ہے

١١٦٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَهَنَّادٌ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ عِيسَى بْنِ حِطَّانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ سَلَّامٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ قَالَ: أَتَى أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! الرَّجُلُ مِنَّا يَكُونُ فِي الْفَلَاةِ، فَتَكُونُ مِنْهُ الرُّوَيْحَةُ، وَيَكُونُ فِي الْمَاءِ قِلَّةٌ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ، وَلَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَعْجَازِهِنَّ، فَإِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ».

[1164] سیدنا علی بن طلق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک بدو آیا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی جنگل وصحرا میں ہوتا ہے اور اس کی کچھ ہوا خارج ہوجاتی ہے اور پانی کم ہوتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کی پھسکی نکل جائے تو وہ وضو کرلے، اور تم عورتوں سے ان کی دبر میں صحبت نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ حق بات کے اظہار میں شرم نہیں کرتا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَخُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: لَا أَعْرِفُ لِعَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ الْوَاحِدِ، وَلَا أَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ حَدِيثِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ السُّحَيْمِيِّ. وَكَأَنَّهُ رَأَى أَنَّ هٰذَا رَجُلٌ آخَرُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوٰى وَكِيعٌ هٰذَا الْحَدِيثَ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر، خزیمہ بن ثابت، ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علی بن طلق رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ) کو میں نے یہ فرماتے سنا کہ میرے علم میں نبی ﷺ سے علی بن طلق صرف یہی ایک حدیث بیان کرتے ہیں اور میرے علم میں طلق بن علی سُحیمی یہ حدیث بیان نہیں کرتا، گویا امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ دونوں نبی ﷺ کے الگ الگ صحابی ہیں۔ اور امام وکیع بھی یہ روایت بیان کرتے ہیں۔

لغوی تشریح: أعجاز، عجز کی جمع ہے، یعنی پچھلا حصہ، مراد عورت کی دبر ہے جہاں سے پاخانہ نکلتا ہے۔

١١٦٥- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلٰى رَجُلٍ أَتٰى رَجُلًا أَوِ

[1165] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ایسے انسان پر نظر (رحمت) نہیں ڈالتا جو کسی مرد یا عورت کی دبر میں مجامعت کرتا ہے۔''

١١٦٤ـ [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، الطهارة، باب: فيمن يحدث في الصلاة، ح: ٢٠٥ من حديث عاصم الأحول به وصححه ابن حبان، ح: ٢٠٣، ٢٠٤، ١٣٠١ * وفي الباب عن عمر [النسائي في الكبرى: ٥/ ٣٢٢، ح: ٩٠٠٩]، وخزيمة بن ثابت [الحميدي، ح: ٤٣٦ وأحمد: ٥/ ٢١٣ والنسائي في الكبرى]، وابن عباس [يأتي: ١١٦٥] وأبي هريرة [أبو داود، ح: ٢١٦٢].

١١٦٥ـ أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٩٠٠١ عن أبي سعيد الأشج به وصححه ابن حبان، ح: ١٣٠٢ وللحديث شواهد.

امْرَأَةً فِي الدُّبُرِ».

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

١١٦٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مُسْلِمٍ - وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ، وَلَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَعْجَازِهِنَّ».

[1166] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کی پھسکی نکل جائے تو وہ وضو کرے اور عورتوں سے ان کی دبر میں صحبت نہ کرو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَعَلِيٌّ هٰذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ طَلْقٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس علی رضی اللہ عنہ سے مراد علی بن طلق ہیں۔

فوائد ومسائل: ① ہوا معمولی اور بلا آواز خارج ہو یا آواز سے ہر صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا اور نئے سرے سے وضو کرنا ہوگا۔ اس کا محل دبر ہے، اس لیے نبی ﷺ نے اس کے ساتھ تعلق رکھنے والا ایک اور مسئلہ بھی بیان فرما دیا کیونکہ بدو کو اس سے آگاہ کرنے کی ضرورت تھی۔ ② عورت چونکہ اسلامی نقطۂ نظر سے افزائش نسل کا ذریعہ ہے اور شادی کا مقصد ہی حصول اولاد ہے اور اس کا محل قُبل (سامنے والا حصہ) ہے، دُبر نہیں جو پاخانے کے اخراج کا مقام ہے، اس لیے شریعت اسلامیہ کی رو سے دبر میں مجامعت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ عقل، شرع اور شادی کے مقصد کے منافی حرکت ہے۔

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ خُرُوجِ النِّسَاءِ فِي الزِّينَةِ (التحفة ١٣)

باب: 13۔ عورت کا بن سنور کر نکلنا جائز نہیں ہے

١١٦٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ ابْنَةِ سَعْدٍ وَكَانَتْ خَادِمًا لِلنَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَثَلُ الرَّافِلَةِ فِي الزِّينَةِ فِي غَيْرِ أَهْلِهَا، كَمَثَلِ ظُلْمَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا نُورَ لَهَا».

[1167] نبی ﷺ کی خادمہ سیدہ میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس عورت کی مثال جو غیر محرم لوگوں میں بن سنور کر ناز نخرے سے چلتی ہے، قیامت کے دن کی تاریکی کی مانند ہے، اس کے لیے نور روشنی نہیں ہوگی۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ، وَمُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَهُوَ صَدُوقٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم یہ حدیث صرف موسیٰ بن عبیدہ کی سند سے جانتے ہیں اور موسیٰ بن عبیدہ کو حدیث کے معاملے میں اپنے حفظ وضبط کے باعث ضعیف قرار دیا

١١٦٦- أخرجه أحمد: ١/ ٨٦ عن وكيع به وللحديث شواهد كثيرة، انظر، ح: ١١٦٤ وغيره وحسنه الترمذي كما في تحفة الأشراف: ٧/ ٤٧١.

١١٦٧- [ضعيف] أخرجه الطبراني في الكبير: ٢٥/ ٣٨، ح: ٧٠ من حديث موسى بن عبيدة به وهو ضعيف.

وَقَدْ رَوَى عَنْ شُعْبَةَ، وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مُوسَى ابْنِ عُبَيْدَةَ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

گیا ہے اگرچہ وہ صدوق ہے۔ (سچ بولنے والا ہے، یعنی دیانت وامانت کی رو سے قابل قبول ہے۔) اور وہ شعبہ سے بھی روایت کرتا ہے۔ بعض راویوں نے موسیٰ بن عبیدہ سے اس روایت کو مرفوعاً بیان نہیں کیا، یعنی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت نہیں کی۔

فائدہ: [رافلة] اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے کپڑوں میں ناز ونخرہ کرے اور ادا کے ساتھ چلے۔

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغَيْرَةِ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ غیرت وحمیت کا بیان

١١٦٨ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ حَبِيبٍ عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ يَغَارُ، وَالْمُؤْمِنُ يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ عَلَيْهِ».

[1168] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور مومن کو بھی غیرت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر غیرت کھاتا ہے کہ کوئی ایماندار کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرے جو اس نے اس پر حرام کی ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُوعِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، هٰذَا الْحَدِيثُ، وَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ صَحِيحٌ. وَالْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ - هُوَ الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ - وَأَبُو عُثْمَانَ اسْمُهُ مَيْسَرَةُ وَالْحَجَّاجُ يُكْنَى أَبَا الصَّلْتِ، وَثَّقَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا أَبُو عِيسَى: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْعَطَّارُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ [الْمَدِينِيِّ] قَالَ: سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ فَقَالَ: هُوَ [ثِقَةٌ] فَطِنٌ كَيِّسٌ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ یہ روایت یحییٰ بن ابی کثیر ابوسلمہ کی ایک دوسری سند سے سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے بھی مرفوعاً بیان کرتے ہیں، اور دونوں ہی حدیثیں صحیح ہیں۔ حجاج صوّاف سے مراد حجاج بن ابی عثمان ہے۔ ابوعثمان کا نام میسرہ ہے اور حجاج کی کنیت ابوالصلت ہے۔ یحییٰ بن سعید قطان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام علی بن عبداللہ مدینی کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید قطان سے حجاج صواف کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: وہ ثقہ، ذہین، سمجھدار اور عقلمند ہے۔

١١٦٨ - أخرجه مسلم، التوبة، باب غيرة الله تعالى وتحريم الفواحش، ح: ٢٧٦١/٣٦ من حديث حجاج الصواف، والبخاري، ح: ٥٢٢٣ من حديث يحيى بن أبي كثير به * وفي الباب عن عائشة [البخاري، ح: ١٠٤٤ ومسلم، ح: ٩٠١]، وعبدالله ابن عمر [لم أجده].

فائدہ: غیرت کسی چیز کی ناپسندیدگی اور کراہت پر خون کھول جانے کا نام ہے، اور ظاہر ہے یہ معنی مخلوق کے اعتبار سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کراہت وناپسندیدگی یا نفرت ویسی ہے جیسی اس کی شان کے مناسب ولائق ہے۔ اس کی کیفیت وحقیقت کو جاننا ہمارے علم کی پہنچ سے باہر ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس فعل کو انتہائی نفرت اور ناپسندیدگی سے دیکھتا ہے اور اس پر ناراضی اور غصے کا اظہار فرماتا ہے۔

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ تُسَافِرَ الْمَرْأَةُ وَحْدَهَا (التحفة ١٥)

باب: 15۔ اکیلی عورت کے لیے سفر پر نکلنا ناجائز ہے

١١٦٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ [الْخُدْرِيِّ] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا، يَكُونُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا، إِلَّا وَمَعَهَا أَبُوهَا أَوْ أَخُوهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوِ ابْنُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِّنْهَا».

[1169] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی ایسے سفر پر نکلے جو تین دن کا ہو یا اس سے زائد مگر اس صورت میں کہ اس کے ساتھ اس کا باپ یا اس کا بھائی یا اس کا خاوند یا اس کا بیٹا یا کوئی اور مرد ہو جس سے اس کا نکاح نہ ہوسکتا ہو (بھانجا، بھتیجا وغیرہ)۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ»، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، يَكْرَهُونَ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تُسَافِرَ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْمَرْأَةِ إِذَا كَانَتْ مُوسِرَةً، وَلَمْ يَكُنْ لَهَا مَحْرَمٌ، هَلْ تَحُجُّ؟ فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا يَجِبُ عَلَيْهَا الْحَجُّ، لِأَنَّ الْمَحْرَمَ مِنَ السَّبِيلِ، لِقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿مَنِ

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''عورت ایک دن رات کی مسافت کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے۔'' اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ عورت محرم کے بغیر سفر کرے۔ اور اس مسئلے میں اہل علم کے ہاں اختلاف ہے کہ جو عورت مالدار ہو اور اس کا محرم نہ ہو، کیا وہ حج کرسکے گی؟ بعض اہل علم کا قول ہے کہ اس پر حج فرض نہیں کیونکہ محرم کا ہونا رستے کی

١١٦٩- أخرجه مسلم، الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره، ح: ١٣٤٠ من حديث أبي معاوية الضرير به، وللحديث طرق عند البخاري ومسلم وغيرهما عن أبي سعيد الخدري به * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ١١٧٠]، وابن عباس [البخاري، ح: ١٨٦٢ ومسلم، ح: ١٣٤١]، وابن عمر [البخاري، ح: ١٠٨٦ ومسلم، ح: ١٣٣٨]، حديث عبدالله بن عمرو بن العاص عند أحمد: ٢/ ١٨٢ وانظر الحديث الآتي برقم، ح: ١٥٨٥.

اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ [آل عمران:٩٧] فَقَالُوا: إِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهَا مَحْرَمٌ فَلَمْ تَسْتَطِعْ إِلَيْهِ سَبِيلًا. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ.. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا كَانَ الطَّرِيقُ آمِنًا، فَإِنَّهَا تَخْرُجُ مَعَ النَّاسِ فِي الْحَجِّ. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ.

استطاعت میں داخل ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی رو سے ''جو اس (بیت اللہ) تک پہنچنے کا راستہ پاتا ہو۔'' (آل عمران 97:3) اس لیے وہ کہتے ہیں: جب اس کے ساتھ محرم نہیں ہے تو اسے بیت اللہ تک پہنچنے کے راستے کی استطاعت نہیں ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ جب راستہ پرامن ہو تو وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ حج کے لیے جاسکتی ہے۔ امام مالک بن انس اور شافعی کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① عورت جب سفر پر نکلتی ہے تو اس کا اجنبی لوگوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے۔ بسا اوقات اسے الگ تھلگ بھی چلنا پڑتا ہے جس سے اس کی عزت و ناموس پر حملہ ہوسکتا ہے اور اس کے لیے اکیلے اپنا تحفظ و دفاع کرنا ممکن نہیں ہوتا، اس لیے شریعت اس کے تحفظ و دفاع کے نقطۂ نظر سے یہ چاہتی ہے کہ وہ اکیلی محرم کے بغیر سفر پر نہ نکلے۔ ② سفر کا لفظ بعض احادیث میں بلا قید آیا ہے، بعض میں تین دن کی مسافت کا تذکرہ ہے، بعض میں دو دن کی مسافت کا، بعض میں ایک دن رات کا، بعض میں صرف ایک دن کا، بعض میں صرف ایک رات کا اور بعض میں اس سے بھی کم مسافت کا ذکر ہے۔ اصل مقصود عورت کی عزت و ناموس کا تحفظ و دفاع اور اسے اجنبی مردوں کے ساتھ میل جول سے بچانا ہے، لہٰذا اگر ایسا سفر ہو جس میں عورت کے لیے کسی قسم کا خطرہ یا اندیشہ نہ ہو، اس کو کہیں اکیلے رات گزارنے کی ضرورت لاحق نہ ہو، جس طرح آج کل چند گھنٹوں کا ہوائی جہاز، ریل اور بس وغیرہ کا سفر ہے، جس کے ذریعے سے عورت بغیر خوف و خطرے کے اپنے محفوظ ٹھکانے پر پہنچ جاتی ہے تو ضرورت کے پیش نظر اس کی اجازت ہونی چاہیے ورنہ لوگ بہت مشقت اور تکلیف سے دوچار ہوں گے۔ ③ اسی طرح حج کا سفر ہے، عورت کو حج کرنے کا شوق ہے، اس کے پاس سفر خرچ بھی ہے لیکن کوئی محرم ساتھ جانے والا نہیں ہے، اس صورت میں اسے ضرور حج کرنا چاہیے، جس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس کے ساتھ اپنی جان پہچان کی عورتیں ہوں اور ان کے ساتھ ان کے محرم ہوں، کسی حالت میں کسی مرد کے ساتھ الگ تھلگ نہ رہنا پڑتا ہو اور کسی قسم کا خوف و خطرہ نہ ہو تو پھر اس مجبوری کی صورت میں اس کو بغیر محرم کے جانے کی اجازت ہونی چاہیے لیکن اگر اس کے ساتھ کچھ عرصے کے بعد کسی محرم کے جانے کا امکان ہو یا جلد ہی جاسکتا ہو تو پھر محرم کے بغیر حج پر جانے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ افراط و تفریط کو نظر انداز کر کے عورت کے شوق اور اس کی مجبوری کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔ ④ البتہ نوجوان اور خوب صورت عورت کا معاملہ اور ہے، نوجوان اور خوبصورت عورت کو محرم کے بغیر حج کے سفر پر روانہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس سفر میں کافی وقت صرف ہوتا ہے اور حج کے مناسک ادا کرنا آج کل بہت محنت طلب کام ہے، بیت اللہ میں آمد و رفت، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی آمد و رفت بہت حزم و احتیاط اور محنت طلب عمل ہے۔ محرم کے بغیر حج کے مناسک صحیح طور پر ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ ⑤ امام ابوحنیفہ اور نخعی کے نزدیک حج کے لیے محرم کا ساتھ ہونا شرط ہے۔ امام شافعی اور احمد کے ایک قول کی رو سے شرط ہے، دوسرے قول کی رو سے شرط نہیں۔ امام مالک کے نزدیک فرض حج کے لیے

محرم کا ہونا ضروری نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 263/4)

١١٧٠- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ».

[1170] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عورت ایک دن رات کی مسافت کا سفر اپنے محرم کے بغیر نہ کرے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الدُّخُولِ عَلَى الْمُغِيبَاتِ (التحفة ١٠)

باب: 16- جس عورت کا خاوند گھر پر نہ ہو اس کے پاس تنہائی میں جانا جائز نہیں

١١٧١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ» فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: «اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ».

[1171] سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے آپ کو (غیر محرم) عورتوں کے پاس جانے سے بچاؤ۔“ ایک انصاری آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! دیور، جیٹھ کے بارے میں بتائیے؟ آپ نے فرمایا: ”دیور، جیٹھ تو موت (تباہی و بربادی) ہے۔“

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَجَابِرٍ، وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَإِنَّمَا مَعْنَى كَرَاهِيَةِ الدُّخُولِ عَلَى النِّسَاءِ، عَلَى نَحْوِ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ، إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ» وَمَعْنَى قَوْلِهِ: اَلْحَمْوُ يُقَالُ: اَلْحَمْوُ أَخُو الزَّوْجِ، كَأَنَّهُ كَرِهَ لَهُ أَنْ يَخْلُوَ بِهَا.

اس مسئلے میں سیدنا عمر، جابر اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ عورتوں کے پاس جانے کی کراہت اور ناپسندیدگی کا مفہوم دوسری حدیث سے واضح ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی (غیر محرم) مرد کسی عورت سے خلوت وتنہائی میں ملتا ہے تو ان کا تیسرا (فرد) شیطان ہوتا ہے (جو انھیں نوع کاری کی ترغیب دیتا ہے)۔“

١١٧٠- أخرجه البخاري، التقصير، باب: في كم يقصر الصلاة؟، ح:١٠٨٨ من حديث سعيد المقبري به، ومسلم، ح:١٣٣٩/ ٤٢١ من حديث مالك.

١١٧١- أخرجه البخاري، النكاح، باب: لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم، والدخول على المغيبة، ح:٥٢٣٢، ومسلم، ح:٢١٧٢ عن قتيبة به * وفي الباب عن عمر [يأتي: ٢١٦٥]، وجابر [يأتي: ٢٠٩٧ ومسلم، ح:٢١٧١]، وعمرو بن العاص [يأتي: ٢٧٧٩] حديث: لا يخلون رجل بامرأة، يأتي، برقم: ٢١٦٥ وهو حديث صحيح.

اور آپ کے فرمان میں حَمو سے مراد خاوند کا بھائی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے بھائی کی بیوی سے خلوت کو ناجائز قرار دیا ہے۔

لغوی تشریح: الحمو سے مراد خاوند کے وہ قریبی رشتے دار ہیں جو بیوی کے لیے محرم نہیں ہوتے، ان سے اس کی شادی ہوسکتی ہے، مثلاً: خاوند کا ماموں: چچا، چچا زاد، بھائی، بھتیجا اور بھانجا وغیرہ۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خاوند کے وہ رشتے دار اور عزیز و اقارب جو اس کی بیوی کے محرم نہیں لیکن قریبی ہونے کے ناتے ان کی گھر میں آمد و رفت رہتی ہے، ایسے لوگوں کے لیے خاوند کی عدم موجودگی میں اس کے گھر آنا جائز نہیں کیونکہ اس سے ان میں تنہائی اور خلوت کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور دوسروں کے مقابلے میں ان میں محبت و پیار کی پینگیں بڑھنے بڑھانے کا امکان زیادہ ہے۔ اس وجہ سے ان میں ناجائز تعلقات قائم ہونے کا خطرہ بھی زیادہ ہے، لہٰذا ان سے پردہ کرنے اور تنہائی میں ملنے سے گریز کرنے کی ضرورت زیادہ ہے کیونکہ ان کے اختلاط اور میل جول سے خاوند کو ان کے طرز عمل پر شبہ پڑسکتا ہے جس کے نتیجے میں وہ غیرت میں آ کر دونوں کو ہلاک کرسکتا ہے، یا بیوی کو طلاق دے کر فارغ کرسکتا ہے۔ مزید یہ کہ عورت کے مشتبہ چال چلن کی بنا پر اسے کوئی اور شخص قبول نہیں کرے گا اور اس کے لیے زندگی گزارنی مشکل ہوجائے گی یا اس سے دونوں کی دینی غیرت کا جنازہ نکل جاتا ہے اور وہ اسلامی شرم و حیا کو پامال کر ڈالتے ہیں۔ ② یہ بھی ممکن ہے کہ اگر وہ دونوں شادی شدہ ہوں تو دونوں کو سنگسار کر دیا جائے یا کم از کم عورت کو رجم کی سزا ملے، اس لیے یہ خلوت اس قدر ناپسندیدہ اور بری حرکت ہے جیسے انسان کے لیے موت انتہائی ناگوار اور ناپسندیدہ چیز ہے اور وہ اس سے بچنے کی سر توڑ کوشش کرتا ہے۔ آج کل مسلمانوں کی غالب اکثریت نبی ﷺ کے اس فرمان کو نظر انداز کرچکی ہے اور اس کے خطرناک اور بھیانک نتائج بھگت رہی ہے لیکن پھر بھی عبرت پکڑنے کے لیے تیار نہیں بلکہ عزیز و اقارب اور دوست احباب سے پردے کو قدامت پرستی قرار دے کر ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

(المعجم ١١) بَابُ [التَّحْذِيرِ مِنْ ذٰلِكَ لِجَرَيَانِ الشَّيْطَانِ مَجْرَى الدَّمِ] (التحفة ١١)

باب: 17- خلوت سے ممانعت کا سبب شیطان کا انسان کے اندر خون کی طرح دوڑنا ہے

١١٧٢- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ. فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ» قُلْنَا: وَمِنْكَ؟ قَالَ: «وَمِنِّي، وَلٰكِنَّ اللهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ، فَأَسْلَمُ».

[1172] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جن عورتوں کے خاوند غیر حاضر ہوں ان کے گھروں میں نہ جایا کرو کیونکہ تمھارے اندر شیطان اس طرح گردش کرتا ہے جیسے خون۔'' ہم نے پوچھا: اور آپ میں؟ آپ نے فرمایا: ''مجھ میں بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے

١١٧٢- [صحيح لغيره] أخرجه أحمد: ٣/ ٣٠٩ عن عيسى بن يونس به، وللحديث شواهد منها الحديث السابق.

میں میری مدد فرمائی ہے، اس لیے میں اس کے وار سے محفوظ رہتا ہوں۔‘‘

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ مِّنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَسَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ خَشْرَمٍ، يَقُولُ: قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ فِي تَفْسِيرِ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «وَلٰكِنَّ اللهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمُ»: يَعْنِي فَأَسْلَمُ أَنَا مِنْهُ. قَالَ سُفْيَانُ: وَالشَّيْطَانُ لَا يُسْلِمُ. وَلَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ، وَالْمُغِيبَةُ: الْمَرْأَةُ الَّتِي يَكُونُ زَوْجُهَا غَائِبًا، وَالْمُغِيبَاتُ جَمَاعَةُ الْمُغِيبَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ بعض اہل علم نے مجالد بن سعید پر اس کے حافظے کے سبب جرح کی ہے (کہ اس کا حافظہ درست نہیں تھا۔) اور امام سفیان بن عیینہ نے نبی ﷺ کے فرمان فَأَسْلَمُ ’’لیکن اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے‘‘ کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ میں اس کے وار اور حملے سے محفوظ رہتا ہوں۔ (وہ مجھے غلط کام پر آمادہ نہیں کرسکتا۔) سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیطان مسلمان یا فرمانبردار نہیں ہوتا۔ مُغِيبَات، مُغِيبَةٌ کی جمع ہے۔ مغیبہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند غائب ہو۔ تمھیں ان کے پاس نہیں جانا چاہیے۔

فوائد ومسائل: ① شیطان اسے کہتے ہیں جو سرکش ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو، اس لیے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو وہ شیطان نہیں رہے گا۔ ہاں، وہ رسول اللہ ﷺ کا اطاعت گزار اور فرمانبردار ہوسکتا ہے کہ آپ کی مرضی کے خلاف آپ سے کچھ کروانے کی کوشش نہیں کرتا۔ ② وہ عورت جس کا خاوند غائب ہو، یعنی وطن یا گھر سے باہر ہو تو اس کی جنسی خواہش پوری نہ ہونے کی بنا پر شیطان اسے جلد ورغلا سکتا ہے کیونکہ جنسی جذبہ ایک منہ زور خواہش ہے جس پر ایمان واستقامت کے بغیر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ جس طرح انسان کو خون کی گردش نظر نہیں آتی، حالانکہ وہ اس کے پورے بدن میں گردش کر رہا ہے، اسی طرح شیطان اسے غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر متأثر کرلیتا ہے اور خاوند کی آمد کا خطرہ نہ ہونے کی وجہ سے خلوت وتنہائی کی صورت میں مرد اور عورت دونوں آسانی سے شیطان کے جال میں پھنس سکتے ہیں۔ بچاؤ اور تحفظ کی صورت یہی ہے کہ وہ خلوت اختیار نہ کریں تاکہ شیطان کو بہکانے اور پھسلانے کا موقع ہی نہ مل سکے۔

(المعجم ١٨) بَابُ [اسْتِشْرَافِ الشَّيْطَانِ الْمَرْأَةَ إِذَا خَرَجَتْ] (التحفة ١٨)

باب: 18۔ عورت کے باہر نکلنے پر شیطان کا اسے اپنی نظروں کا نشانہ بنانا

١١٧٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ

[1173] سیدنا عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

١١٧٣ـ أخرجه ابن خزيمة: ٣/ ٩٣، ح: ١٦٨٥ من حديث عمرو بن عاصم به وصححه ابن حبان، ح: ٣٢٩، ٣٣٠ .

عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُوَرِّقٍ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ».

کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت (سراسر) ستر ہے (جس کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے) سو جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس سے تانک جھانک کرتا ہے۔ (اپنی نظر کا نشانہ بناتا ہے، یا اسے دوسروں کی نظروں میں پرکشش بناتا ہے۔)

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

لغوی تشریح: استشرفھا: اس کی طرف نظر اٹھاتا ہے، اسے ورغلانے اور پھسلانے کی کوشش کرتا ہے۔

فائدہ: عربی زبان میں ''عورت'' اس چیز یا جسم کے اس حصے کو کہتے ہیں جس کا چھپانا اور پردے میں رکھنا ضروری اور کھولنا معیوب و ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خواتین کو پردے میں رہنا چاہیے۔ ان کا کھلے منہ دوسروں کے سامنے آنا ناپسندیدہ اور انتہائی برا ہے۔ جب کوئی عورت بے پردہ نکلتی ہے تو شیاطین تانک جھانک کرتے ہیں، اس لیے عورتوں کو حتی الوسع باہر نکلنا ہی نہیں چاہیے تاکہ شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں کو شیطنت اور شرارت کا موقع ہی نہ ملے اور اگر کسی ضرورت سے نکلنا پڑے تو اس طرح باپردہ ہو کر نکلیں کہ زیب و زینت اور آرائش کا اظہار نہ ہو۔ اس سے خود یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جو مغرب زدہ اور حیا باختہ عورتیں بن ٹھن کر شمع محفل بننے کی کوشش کرتی ہیں وہ مردوں کی ہولناک نگاہوں کا نشانہ کیوں نہ بنیں گی؟ اور موقع ملنے پر خواہش پرست اور جنس زدہ نوجوان ان کی عزت و ناموس کو تار تار کیوں نہیں کریں گے؟

(المعجم ١٩) بَابُ [الْوَعِيدِ لِلْمَرْأَةِ عَلٰى إِيذَاءِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا] (التحفة ١٩)

باب: 19۔ عورت اگر اپنے خاوند کو تکلیف و اذیت پہنچائے تو اس کے لیے وعید

١١٧٤- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ ابْنِ مَعْدَانَ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا، إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ: لَا تُؤْذِيهِ، قَاتَلَكِ اللهُ، فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ، يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا».

[1174] سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی عورت دنیا میں اپنے خاوند کو تکلیف پہنچاتی ہے تو حورعین میں سے اس کی بیوی کہتی ہے: اسے اذیت نہ پہنچا، اللہ تعالیٰ تجھے تباہ و برباد کرے! یہ تو بس تیرے پاس مہمان ہے۔ جلد ہی تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا۔''

١١٧٤- أخرجه ابن ماجه، النكاح، باب: في المرأة تؤذي زوجها، ح: ٢٠١٤ من حديث إسماعيل بن عياش به، وصرح بالسماع عند أبي نعيم في حلية الأولياء: ٥/ ٢٢٠.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَرِوَايَةُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الشَّامِيِّينَ أَصْلَحُ. وَلَهُ عَنْ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ الْعِرَاقِ مَنَاكِيرُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ اسماعیل بن عیاش کی شامی اساتذہ سے روایت بہتر ہے۔ (اور یہ استاد بحیر بن سعد ہے۔) مگر اہل حجاز اور اہل عراق راویوں سے منکر (نا قابل قبول) روایات بیان کرتا ہے۔

[آخِرُ كِتَابِ الرَّضَاعِ، وَأَوَّلُ كِتَابِ الطَّلَاقِ]

لغوی تشریح: حور، حَوراء کی جمع ہے۔ اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کا سفید حصہ انتہائی سفید اور سیاہ حصہ خوب سیاہ ہو۔ عین، عَیناء کی جمع ہے، یعنی کشادہ، آہو چشم۔ قَاتَلَكِ اللّٰهُ یہ عربی محاورہ ہے جو حیرت اور تعجب کے موقع پر بولتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی مراد نہیں ہوتے۔ دخیل: مہمان، جس نے رخصت ہونا ہی ہوتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن بندہ جس نے جنت میں داخل ہونا ہے، اگر دنیا میں اس کی بیوی اسے بلاوجہ تنگ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی جنتی بیوی کو اس کی خبر کر دیتا ہے تو وہ حورعین اس کی اس حرکت پر تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہے: تیرے پاس تو یہ چند روزہ مہمان ہے جو عزت و احترام کا حقدار ہے۔ ایک نہ ایک دن تجھے چھوڑ کر میرے پاس آنے والا ہے، اس لیے اسے تکلیف نہ دے۔ جب یہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا، تب اس کی قدر ہوگی۔

ارشادِ باری تعالیٰ

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾

”اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انھیں ان کی عدت کے وقت میں طلاق دو اور عدت گنتے رہو۔“

(الطلاق 65:1)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

(المعجم ١١) أَبْوَابُ الطَّلَاقِ وَاللِّعَانِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ٩)

طلاق اور لعان کے احکام ومسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي طَلَاقِ السُّنَّةِ (التحفة ١)

باب: 1- طلاقِ سنت کا بیان

١١٧٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ يُونُسَ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَقَالَ: هَلْ تَعْرِفُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ؟ فَإِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا.

[1175] یونس بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی ہو تو انھوں نے فرمایا: کیا تم عبداللہ بن عمر کو جانتے ہو؟ انھوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ نے اسے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔

قَالَ: قُلْتُ: فَيُعْتَدُّ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ؟ قَالَ: فَمَهْ، أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ؟

میں نے پوچھا: تو کیا وہ طلاق شمار ہوگی؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور کیا ہوگا۔ بتاؤ اگر وہ صحیح طریقے سے عاجز آ گیا ہو اور حماقت و بے وقوفی کا کام کرے (تو کیا عجز اور حماقت سے طلاق شمار نہیں ہوگی)؟

١١٧٦- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ، عَنْ

[1176] سیدنا سالم رحمہ اللہ اپنے باپ (ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت

١١٧٥- أخرجه مسلم، الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها... إلخ، ح: ٧/١٤٧١ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٥٣٣٣ من حديث محمد بن سيرين به.

١١٧٦- أخرجه مسلم، ح: ٥/١٤٧١ من حديث وكيع والبخاري، ح: ٧١٦٠ من حديث سالم بن عبدالله بن عمر به.

سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فِي الْحَيْضِ. فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا».

میں طلاق دے دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”اسے کہو کہ بیوی سے رجوع کرے، پھر (اگر ضرورت ہو تو) طہر یا حمل کی حالت میں طلاق دے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَكَذٰلِكَ حَدِيثُ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، أَنَّ طَلَاقَ السُّنَّةِ، أَنْ يُطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِّنْ غَيْرِ جِمَاعٍ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَهِيَ طَاهِرٌ، فَإِنَّهُ يَكُونُ لِلسُّنَّةِ أَيْضًا. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ [بْنِ حَنْبَلٍ] وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَكُونُ ثَلَاثًا لِّلسُّنَّةِ، إِلَّا أَنْ يُطَلِّقَهَا وَاحِدَةً [وَاحِدَةً]. وَهُوَ قَوْلُ [سُفْيَانَ] الثَّوْرِيِّ وَإِسْحَاقَ. وَقَالُوا فِي طَلَاقِ الْحَامِلِ: يُطَلِّقُهَا مَتٰى شَاءَ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُطَلِّقُهَا عِنْدَ كُلِّ شَهْرٍ تَطْلِيقَةً.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یونس بن جبیر کی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت حسن صحیح ہے۔ یہی حالت سالم کی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ یہ حدیث کئی سندوں سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بیان کی گئی ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے کہ طلاق دینے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ بیوی کو اس طہر میں ایک طلاق دے جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو۔ اور بعض کا قول ہے کہ اگر اسے طہر میں تین طلاقیں بھی دے دے تو یہ سنت کے مطابق ہوں گی۔ امام شافعی اور احمد بن حنبل کا یہی قول ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ تین طلاقیں دینا سنت طریقہ نہیں الّا یہ کہ الگ الگ اور ایک ایک کر کے دے۔ امام سفیان ثوری اور اسحاق کا یہی قول ہے، اور اہل علم کے نزدیک حاملہ عورت کو جب چاہے طلاق دے سکتا ہے۔ شافعی، احمد اور اسحاق کا یہی مسلک ہے، اور بعض کا قول ہے کہ ہر مہینے میں ایک طلاق دے۔

فوائد و مسائل: ① طلاق دینے کا صحیح طریقہ جس کی شریعت اجازت دیتی ہے، یہ ہے کہ خاوند ایسے طہر میں ایک طلاق دے جس میں صحبت نہ کی ہو۔ اس کے بعد عدت گزرنے دے۔ عدت (تین حیض یا تین مہینے) گزر جانے پر طلاق مؤثر ہو جائے گی، یعنی عورت آزاد ہو جائے گی۔ اس کے بعد وہ ولی کی اجازت سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اس طریقۂ طلاق کا فائدہ یہ ہے کہ بالاتفاق پہلے خاوند سے بھی اس کا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے، اس لیے طلاق کا یہی طریقہ اپنانا چاہیے کہ حالت طہر میں صرف ایک طلاق دی جائے۔ علاوہ ازیں جمہور کے نزدیک یہ طریقہ بھی جائز ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو، پھر دوسری طلاق دوسرے اور تیسری طلاق تیسرے طہر میں دے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: طلاق کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ ہر طہر کے آغاز میں ایک طلاق دو۔ (سنن ابن ماجه، الطلاق، حديث: 2021) ② حیض کی حالت میں طلاق دینا درست نہیں کیونکہ طلاق اس صورت میں دی جاتی ہے جب خاوند کو عورت سے طبعی طور پر عداوت اور نفرت پیدا

ہوجائے لیکن حیض کی حالت میں عورت چونکہ میلی کچیلی رہتی ہے اور اس کی طبیعت معمول کے مطابق نہیں رہتی بلکہ اس میں چڑ چڑا پن پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ شوہر کی طرف مائل نہیں ہوتی اور شوہر کو بھی اس سے طبعی رغبت نہیں ہوتی، اس لیے اس حالت میں طلاق دینا درست نہیں ہے، لیکن اگر طلاق دے دی ہو تو ائمۂ اربعہ اور جمہور کے نزدیک طلاق واقع ہوجائے گی۔ اہل بدعت اور شیعہ کے نزدیک طلاق نہیں ہوگی۔ (المغني: 238/8، 239) ائمہ سنت میں سے حافظ ابن حزم، امام ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہم اللہ کے نزدیک بھی طلاق نہیں ہوگی۔ صحیح موقف جمہور کا ہے۔ اور اگر حیض کی حالت میں طلاق دی ہو تو امام ثوری، اوزاعی، شافعی، ابن ابی لیلیٰ اور اہل الرائے کے نزدیک رجوع کرنا مستحب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ رجوع ضروری ہے۔ امام مالک اور داود ظاہری کا موقف یہی ہے۔ (المغني: 239/8، والتحفة الأحوذي: 271/4، 272) صاحب ہدایہ کی رائے بھی یہی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 272/4)

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ (التحفة ٢)

باب:2۔ اگر خاوند بیوی کو طلاق بتہ دے دے تو؟......

١١٧٧ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ [سَعِيدٍ]، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ ابْنِ رُكَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي طَلَّقْتُ امْرَأَتِي الْبَتَّةَ، فَقَالَ: «مَا أَرَدْتَ بِهَا؟» قُلْتُ: وَاحِدَةً. قَالَ: «وَاللهِ؟» قُلْتُ: وَاللهِ. قَالَ: «فَهُوَ مَا أَرَدْتَ».

[1177] عبداللہ بن یزید بن رُکانہ اپنے باپ سے اور وہ اس کے دادا سے بیان کرتا ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ (فیصلہ کن طلاق) دے دی ہے، تو آپ نے پوچھا: ''اس سے تیرا مقصد کیا تھا؟'' میں نے کہا: ایک طلاق۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم کھاتے ہو؟'' میں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ نے فرمایا: ''وہ تیرے ارادے کے مطابق ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا، عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: فِيهِ اضْطِرَابٌ، وَيُرْوٰى عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ فِي طَلَاقِ الْبَتَّةِ. فَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ جَعَلَ الْبَتَّةَ

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ) سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: اس حدیث میں اضطراب ہے (راویوں کا اختلاف ہے۔) عکرمہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں۔ اہل علم

١١٧٧ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الطلاق، باب: في البتة، ح: ٢٢٠٨ وابن ماجه، ح: ٢٠٥١ من حديث جرير بن حازم به، الزبير بن سعيد: لين الحديث (التقريب: ١٩٩٥) وحديث أبي داود (٢٢٠٦، ٢٢٠٧) يغني عنه.

وَاحِدَةً، وَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ جَعَلَهَا ثَلَاثًا، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، فِيهِ نِيَّةُ الرَّجُلِ، إِنْ نَوٰى وَاحِدَةً فَوَاحِدَةٌ وَإِنْ نَوٰى ثَلَاثًا فَثَلَاثٌ، وَإِنْ نَوٰى ثِنْتَيْنِ لَمْ تَكُنْ إِلَّا وَاحِدَةٌ. وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ. وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ فِي الْبَتَّةِ: إِنْ كَانَ قَدْ دَخَلَ بِهَا فَهِيَ ثَلَاثُ تَطْلِيقَاتٍ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنْ نَوٰى وَاحِدَةً فَوَاحِدَةٌ، يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ، وَإِنْ نَوٰى ثِنْتَيْنِ [فَثِنْتَانِ]، وَإِنْ نَوٰى ثَلَاثًا فَثَلَاثٌ.

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا طلاق بتہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے بتہ کو ایک طلاق قرار دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے اسے تین طلاقیں ٹھہرایا۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ اس کے بارے میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہے۔ اگر اس نے ایک کی نیت کی تو ایک ہوگی اور اگر تین کی نیت کی تو تین ہوں گی۔ اگر دو کی نیت کی ہو تو بھی ایک ہی ہوگی۔ امام ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طلاق بتہ دینے والے نے اگر اس سے صحبت کر لی ہو تو پھر تین ہوں گی۔ امام شافعی فرماتے ہیں: اگر ایک کی نیت کی ہو تو ایک ہوگی، خاوند رجوع کر سکے گا، اور اگر دو کی نیت کی ہے تو دو ہوں گی اور اگر تین کی نیت کی ہے تو تین ہوں گی۔

فوائد و مسائل: ① اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہتا ہے: [أَنْتِ طَالِقٌ الْبَتَّةَ] تو احناف کے نزدیک اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی ہے یا کوئی نیت نہیں کی تو ایک بائن طلاق ہوگی، جس میں خاوند رجوع نہیں کر سکتا، اگر دو کی نیت کی ہو تو ایک طلاق ہوگی اور اگر تین کی نیت کی ہو تو تین ہوں گی۔ امام زفر کے نزدیک بقول امام ابن حزم (مسئلہ: 1987) دو کی نیت کی صورت میں دو ہوں گی۔ ② شوافع کے نزدیک جس عدد کی نیت کرے گا وہی عدد معتبر ہوگا۔ اگر کسی عدد کی نیت نہ کرے تو ایک رجعی ہوگی۔ ③ مالکیہ کے نزدیک اگر بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں ہوں گی اگرچہ وہ ان کی نیت نہ بھی کرے۔ (تحفة الأحوذي: 274/4، والمغني: 272/8-275)

ملحوظہ: یہ روایت مسئلہ طلاقِ ثلاثہ در مجلسِ واحد میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ علاوہ ازیں اس کی صحت و ضعف میں بھی اختلاف ہے۔ صحت کی صورت میں (مسند أحمد: 123/4 بہ تحقیق أحمد شاکر) میں موجود روایت سے اس روایت کے الفاظ ''طلاق بتہ'' کی توضیح ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد الگ الگ موقعوں پر تین طلاقیں نہیں ہیں کیونکہ ان میں تو پھر رجوع کی گنجائش ہی نہیں رہتی جب کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ کو رجوع کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور اسے ان کی نیت کے مطابق ایک ہی طلاق قرار دیا۔ نبی ﷺ کا یہ طرز عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دی تھیں (جیسا کہ مسند احمد میں ہے) جنھیں آپ ﷺ نے ایک ہی طلاق قرار دے کر رجوع کرنے کا حکم فرمایا اور انھوں نے رجوع کر لیا۔ یہ معروف معنوں میں ''طلاقِ بتہ'' نہیں، اور اس توجیہ کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے۔ علاوہ ازیں ابو داود کی حسن روایت (2206) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس میں ہے کہ سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ نے پھر اپنی بیوی کو دوسری طلاق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں

اور تیسری طلاق سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں دی۔

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي: أَمْرُكِ بِيَدِكِ (التحفة ٣)

باب:3۔ بیوی کو یہ کہنا: تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے

١١٧٨ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَيُّوبَ: هَلْ عَلِمْتَ [أَنَّ] أَحَدًا قَالَ فِي: أَمْرُكِ بِيَدِكِ: إِنَّهَا ثَلَاثٌ إِلَّا الْحَسَنَ؟ فَقَالَ: لَا إِلَّا الْحَسَنَ. ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ غَفْرًا إِلَّا مَا حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ كَثِيرٍ مَوْلَى بَنِي سَمُرَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «ثَلَاثٌ».

[1178] حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے ایوب رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ حسن کے سوا کسی نے ”تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے“ کو تین طلاق قرار دیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، حسن کے سوا کسی کے بارے میں علم نہیں۔ پھر کہنے لگے: اللہ معاف فرمائے! قتادہ نے مجھے بنی سمرہ کے آزاد کردہ غلام کثیر کی سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”(تفویض) تین طلاقیں ہوں گی۔“

قَالَ أَيُّوبُ: فَلَقِيتُ كَثِيرًا مَوْلَى بَنِي سَمُرَةَ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، فَرَجَعْتُ إِلَى قَتَادَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: نَسِيَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ [غَرِيبٌ] لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ بِهٰذَا. وَإِنَّمَا هُوَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَوْقُوفٌ. وَلَمْ يُعْرَفْ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ حَافِظًا، صَاحِبَ حَدِيثٍ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي: أَمْرُكِ بِيَدِكِ. فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَغَيْرِهِمْ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: هِيَ وَاحِدَةٌ. وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ. وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَزَيْدُ بْنُ

ایوب رحمہ اللہ کہتے ہیں: تو میں بنی سمرہ کے آزاد کردہ غلام کثیر رحمہ اللہ کو ملا اور اس سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ میں دوبارہ قتادہ سے ملا اور اسے یہ واقعہ بتایا تو اس نے کہا: کثیر بھول گیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اور ہمارے علم میں یہ حماد بن زید سے صرف سلیمان بن حرب بیان کرتا ہے۔ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ) سے پوچھا تو انھوں نے کہا: یہ تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث معلوم نہیں ہوسکی۔ سلیمان بن حرب کا شاگرد علی بن نصر حافظ اور محدث تھا۔ ”تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے“ کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا قول ہے کہ یہ ایک

١١٧٨ـ [ضعيف] أخرجه النسائي: ٦/ ١٤٧، ح: ٣٤٣٩ عن علي بن نصر، وأبو داود، ح: ٢٢٠٤ من حديث سليمان بن حرب به * في الحديث علل، انظر ضعيف سنن أبي داود (مفصل) للألباني، ح: ٣٧٩.

ثَابِتٍ: الْقَضَاءُ مَا قَضَتْ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا جَعَلَ أَمْرَهَا بِيَدِهَا وَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا ثَلَاثًا، وَأَنْكَرَ الزَّوْجُ وَقَالَ: لَمْ أَجْعَلْ أَمْرَهَا [بِيَدِهَا] إِلَّا فِي وَاحِدَةٍ، أُسْتُحْلِفَ الزَّوْجُ وَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ مَعَ يَمِينِهِ. وَذَهَبَ سُفْيَانُ وَأَهْلُ الْكُوفَةِ إِلَى قَوْلِ عُمَرَ وَعَبْدِاللهِ. وَأَمَّا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ فَقَالَ: الْقَضَاءُ مَا قَضَتْ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ. وَأَمَّا إِسْحَاقُ فَذَهَبَ إِلَى قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ.

طلاق ہے، سیدنا عمر بن خطاب، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور بہت سے اہل علم تابعین اور بعد کے حضرات کا یہی موقف ہے۔ سیدنا عثمان بن عفان اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ عورت جو فیصلہ کرے وہی معتبر ہے، یعنی عورت جتنی چاہے اتنی طلاقیں واقع کر سکتی ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب شوہر نے طلاق عورت کو تفویض (سپرد) کر دی اور اس نے اپنے آپ کو تین طلاقیں دے لیں اور خاوند تین کا انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ میں نے تو اسے صرف ایک طلاق دینے کا حق دیا تھا تو خاوند سے قسم لی جائے گی اور قسم کے ساتھ اس کے قول کا اعتبار ہوگا۔ امام سفیان اور اہل کوفہ کا مسلک سیدنا عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما والا ہے۔ رہے امام مالک تو ان کا قول ہے کہ فیصلے کا اختیار عورت کو حاصل ہے اور امام احمد کا قول بھی یہی ہے۔ اور امام اسحاق نے ابن عمر رضی اللہ عنہما والا قول اختیار کیا ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، تاہم حسن بصری رحمہ اللہ کے اثر کے طور پر صحیح ہے۔ راجح بات اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر عورت خاوند کے اس اختیار کو قبول کر لیتی ہے، تو یہ ایک رجعی طلاق شمار ہوگی اور خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہوگا۔ تفویض طلاق کی صورت میں عورت خاوند ہی کے پاس رہنا پسند کرے تو بالاتفاق کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ (تحفة الأحوذي: 274/4)

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخِيَارِ (التحفة ٤)

باب: 4۔ عورت کو اختیار دینا

١١٧٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَيَّرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاخْتَرْنَاهُ. أَفَكَانَ طَلَاقًا؟.

[1179] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تو ہم نے آپ کا ساتھ پسند کیا، تو کیا یہ طلاق تھی؟

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ:

بندار کی سند سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مذکورہ بالا کی مثل

١١٧٩- أخرجه مسلم، الطلاق، باب بيان أن تخييره امرأته لا يكون طلاقًا إلا بالنية، ح:١٤٧٧ عن محمد بن بشار، والبخاري، ح:٥٢٦٣ من حديث إسماعيل بن أبي خالد به.

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، بِمِثْلِهِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْخِيَارِ. فَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُمَا قَالَا: إِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا، فَوَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ. وَرُوِيَ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا قَالَا أَيْضًا: وَاحِدَةٌ يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ. وَإِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَلَا شَيْءَ. وَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ: إِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَوَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ، وَإِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَوَاحِدَةٌ يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ. وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: إِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَوَاحِدَةٌ، وَإِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَثَلَاثٌ. وَذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ فِي هٰذَا الْبَابِ إِلٰى قَوْلِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللهِ. وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ. وَأَمَّا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، فَذَهَبَ إِلٰى قَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

مروی ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اختیار دینے کے مسئلے میں اختلاف ہے۔ سیدنا عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر وہ علیحدگی پسند کرلے تو ایک بائنہ طلاق ہوگی اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک رجعی طلاق ہوگی اور اگر خاوند کو پسند کرلے تو کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر علیحدگی پسند کرتی ہے تو ایک بائنہ (الگ کرنے والی) ہوگی اور اگر خاوند کو پسند کرتی ہے تو ایک رجعی ہوگی، خاوند رجوع کرسکے گا۔ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اگر خاوند کو پسند کرتی ہے تو ایک (بائنہ) ہوگی اور اگر علیحدگی پسند کرتی ہے تو تین ہوں گی۔ اور اکثر اہل علم اور اہل فقہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے حضرات کا موقف سیدنا عمر اور عبداللہ رضی اللہ عنہما والا ہے۔ اہل کوفہ اور سفیان ثوری کا یہی قول ہے۔ امام احمد نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ والا قول اختیار کیا ہے۔

فائدہ: جمہور صحابہ و تابعین اور اہل فقہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر عورت خاوند کو پسند کرلیتی ہے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ صحیح موقف یہی ہے۔ اگر علیحدگی پسند کرتی ہے تو پھر اس کے بارے میں اختلاف ہے جس کی تفصیل امام ترمذی نے بیان کردی ہے۔

(المعجم) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا لَا سُكْنٰى لَهَا وَلَا نَفَقَةَ (التحفة)

باب: 5۔ جسے تین طلاقیں ہوجائیں اس کے لیے اخراجات اور رہائش نہیں

١١٨٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ: طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا سُكْنٰى لَكِ وَلَا نَفَقَةَ».

قَالَ مُغِيرَةُ: فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: قَالَ عُمَرُ:

[1180] سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے میرے خاوند نے نبی ﷺ کے دور میں تین طلاقیں دے دیں تو (میرے پوچھنے پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تیرے لیے رہائش ہے نہ اخراجات۔“

اس حدیث کے ایک راوی مغیرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں

١١٨٠ـ أخرجه مسلم، الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، ح: ١٤٨٠ من حديث مغيرة به.

لَا نَدَعُ كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا ﷺ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ، لَا نَدْرِي أَحَفِظَتْ أَمْ نَسِيَتْ، وَكَانَ عُمَرُ يَجْعَلُ لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةَ. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَنْبَأَنَا حُصَيْنٌ وَإِسْمَاعِيلُ وَمُجَالِدٌ. قَالَ هُشَيْمٌ: وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ أَيْضًا عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى فَاطِمَةَ ابْنَةِ قَيْسٍ فَسَأَلْتُهَا عَنْ قَضَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيهَا، فَقَالَتْ: طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ، فَخَاصَمَتْهُ فِي السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةِ، فَلَمْ يَجْعَلْ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً. وَفِي حَدِيثِ دَاوُدَ قَالَتْ: وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَدَّ فِي بَيْتِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، مِنْهُمْ: الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ، وَعَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ وَالشَّعْبِيُّ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ، وَقَالُوا: لَيْسَ لِلْمُطَلَّقَةِ سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةٌ، إِذَا لَمْ يَمْلِكْ زَوْجُهَا الرَّجْعَةَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ عُمَرُ وَعَبْدُ اللهِ: إِنَّ الْمُطَلَّقَةَ ثَلَاثًا، لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَهَا السُّكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ لَهَا، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، وَالشَّافِعِيِّ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنَّمَا جَعَلْنَا لَهَا السُّكْنٰى بِكِتَابِ اللهِ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ﴾ [الطلاق:١] قَالُوا: هُوَ الْبَذَاءُ، أَنْ تَبْذُوَ عَلٰى أَهْلِهَا، وَاعْتَلَّ بِأَنَّ فَاطِمَةَ ابْنَةَ قَيْسٍ لَمْ يَجْعَلْ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ السُّكْنٰى، لِمَا كَانَتْ تَبْذُو عَلٰى أَهْلِهَا. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَلَا نَفَقَةَ لَهَا، لِحَدِيثِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي قِصَّةِ حَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ.

نے یہ حدیث ابراہیم نخعی کو سنائی تو انھوں نے کہا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے، نہ معلوم اس نے آپ ﷺ کی بات یاد رکھی ہے یا بھول گئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مطلقہ ثلاثہ کو رہائش اور اخراجات دلواتے تھے۔ احمد بن منیع کی سند سے مروی ہے، امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں سیدہ فاطمہ بنت قیس کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ اس کے خاوند نے اسے بتہ (فیصلہ کن) طلاق دے دی تھی۔ اس نے اس سے رہائش اور خرچ اخراجات کے بارے میں جھگڑا کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے خاوند سے رہائش اور خرچہ نہ دلوایا۔ اور داود راوی کی حدیث میں یہ اضافہ ہے: وہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا قول اسی کے مطابق ہے۔ حسن بصری، عطا بن ابی رباح اور شعبی انھی میں داخل ہیں۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ وہ کہتے ہیں: مطلقہ (ثلاثہ) کے لیے سکنیٰ (رہائش) ہے نہ خرچہ، کیونکہ خاوند رجوع کا حق نہیں رکھتا (اگر رجوع کا حق ہوتا تو رہائش اور خرچہ بھی دینا پڑتا۔) بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جن میں سیدنا عمر اور عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہما بھی ہیں، کہتے ہیں: مطلقہ ثلاثہ کو رہائش اور خرچہ ملے گا۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی موقف ہے۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس کو رہائش ملے گی، خرچہ نہیں ملے گا۔ امام مالک بن انس، لیث بن سعد اور شافعی کا یہی مسلک ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: ہم نے اسے رہائش اللہ کے اس فرمان کی رو سے دی ہے: ''انھیں ان کے گھروں سے نہ

نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں۔" (الطلاق 65:1) یہ حضرات کہتے ہیں: کھلم کھلی بے حیائی سے مراد بَذَاء ہے، یعنی خاوند کے خاندان والوں سے زبان درازی۔ امام شافعی نے فاطمہ بنت قیس کو نبی ﷺ کی طرف سے رہائش نہ دینے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے اہل سے زبان درازی کرتی تھی۔ وہ فرماتے ہیں: اس کو خرچہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی بنا پر نہیں ملے گا جو فاطمہ بنت قیس کے واقعے کے بارے میں آئی ہے۔

فائدہ: اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ مطلقہ رجعیہ (جس سے رجوع ہو سکتا ہے) اور مطلقہ ثلاثہ جب حاملہ ہوں تو یہ دونوں عدت کے دوران میں خرچے اور رہائش کی حق دار ہیں، لیکن مطلقہ ثلاثہ جب حاملہ نہ ہو تو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ حسن بصری، عطا بن ابی رباح، شعبی، عمرو بن دینار، طاؤس، عکرمہ، اہل ظاہر، محدثین، احمد، اسحاق اور ایک قول کی رو سے ابراہیم کا قول یہ ہے کہ اس کے لیے رہائش ہے نہ خرچہ۔ اور صحیح موقف یہی ہے کیونکہ جس آیت سے رہائش پر استدلال کیا جاتا ہے اس کے آخر میں ہے: ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ "اللہ اس کے بعد کوئی موافقت و رجوع کی صورت پیدا فرما دے گا۔" (الطلاق 65:1) اس لیے سیدہ فاطمہ بنت قیس فرماتی تھیں: میں اس اختلاف میں قرآن کو فیصل اور حکم مانتی ہوں۔ اس آیت کا تعلق اس خاوند کے ساتھ ہے جو رجوع کا حق رکھتا ہو تو تین طلاق کے بعد [أَيُّ أَمْرٍ يَحْدُثُ] کون سا نیا معاملہ پیدا ہوگا؟ (فتح الباري: 594/9)

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ (التحفة ٦)

باب: 6۔ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی

١١٨١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا عَامِرٌ الْأَحْوَلُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا نَذْرَ لِابْنِ آدَمَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ لَهُ فِيمَا لَا يَمْلِكُ،

[1181] عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انسان جس چیز کا مالک نہیں، اس کے بارے میں اس کی نذر معتبر نہیں۔ اور جس غلام کا وہ مالک

١١٨١ـ أخرجه ابن ماجه، الطلاق، باب: لا طلاق قبل النكاح، ح: ٢٠٤٧ من حديث هشيم، وأبو داود، ح: ٢١٩٠ من حديث عمرو بن شعيب به، ولفظ الحاكم: ٢/ ٢٠٥ "لا طلاق قبل النكاح" وصححه الذهبي * وفي الباب عن علي [ابن ماجه، ح: ٢٠٤٩ والطبراني في الصغير: ١/ ٩٦، وأصله عند أبي داود، ح: ٢٨٧٣]، ومعاذ بن جبل [الحاكم في المستدرك: ٢/ ٤١٩ وهو منقطع]، وجابر [الحاكم: ٢/ ٤٢٠]، وابن عباس [الحاكم: ٢/ ٤١٩ والبيهقي: ٧/ ٣٢٠]، وعائشة [الحاكم: ٢/ ٤١٩].

وَلَا طَلَاقَ لَهُ فِيمَا لَا يَمْلِكُ».

نہیں، اسے آزاد نہیں کر سکتا۔ اور جو عورت اس کے نکاح میں نہیں، اسے طلاق نہیں دے سکتا۔"

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهُوَ أَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِي هٰذَا الْبَابِ. وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. رُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَالْحَسَنِ، وَسَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، وَعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، وَشُرَيْحٍ، وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ فُقَهَاءِ التَّابِعِينَ، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَنْصُوبَةِ: إِنَّهَا تَطْلُقُ. وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَالشَّعْبِيِّ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّهُمْ قَالُوا: إِذَا وَقَّتَ نُزِّلَ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ: أَنَّهُ إِذَا سَمَّى امْرَأَةً بِعَيْنِهَا أَوْ وَقَّتَ وَقْتًا أَوْ قَالَ: إِنْ تَزَوَّجْتُ مِنْ كُورَةِ كَذَا، فَإِنَّهُ إِنْ تَزَوَّجَ فَإِنَّهَا تَطْلُقُ. وَأَمَّا ابْنُ الْمُبَارَكِ فَشَدَّدَ فِي هٰذَا الْبَابِ وَقَالَ: إِنْ فَعَلَ، لَا أَقُولُ هِيَ حَرَامٌ. وَقَالَ أَحْمَدُ: إِنْ تَزَوَّجَ لَا آمُرُهُ أَنْ يُفَارِقَ امْرَأَتَهُ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: أَنَا أُجِيزُ فِي الْمَنْصُوبَةِ، لِحَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَإِنْ تَزَوَّجَهَا لَا أَقُولُ تَحْرُمُ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ وَوَسَّعَ إِسْحَاقُ فِي غَيْرِ الْمَنْصُوبَةِ. وَذُكِرَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ حَلَفَ بِالطَّلَاقِ أَنْ لَا يَتَزَوَّجَ ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ، هَلْ لَهُ رُخْصَةٌ بِأَنْ يَأْخُذَ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ الَّذِينَ رَخَّصُوا فِي هٰذَا؟ فَقَالَ [عَبْدُ اللهِ] بْنُ الْمُبَارَكِ: إِنْ كَانَ يَرٰى هٰذَا

امام صاحب نے کہا: اس مسئلے میں سیدنا علی، معاذ بن جبل، جابر، ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت حسن صحیح ہے اور وہ اس مسئلے میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب، ابن عباس، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سعید بن مسیب، حسن، سعید بن جبیر، علی بن حسین، شریح، جابر بن زید اور بہت سے فقہاء تابعین رحمہم اللہ سے یہی مروی ہے۔ امام شافعی کا قول بھی یہی ہے۔ اور سیدنا ابن مسعود سے منقول ہے کہ اگر عورت کسی طور پر متعین ہو تو اسے طلاق ہو جائے گی۔ ابراہیم نخعی اور شعبی وغیرہ اہل علم سے مروی ہے کہ جب وہ وقت کی تعیین کر دے تو اسے طلاق ہو جائے گی۔ سفیان ثوری اور امام مالک بن انس کا یہی قول ہے۔ وہ کہتے ہیں: جب وہ کسی عورت کے نام کی تعیین کر دے یا وقت کی تعیین کر دے یا یوں کہے: اگر میں فلاں علاقے کی عورت سے شادی کروں، تو اگر وہ اس سے شادی کرے گا تو اسے طلاق ہو جائے گی۔ ابن مبارک نے اس مسئلے میں سخت موقف اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: اگر کسی نے یہ کام کیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ وہ اس پر حرام ہو گئی ہے۔ امام احمد کہتے ہیں: اگر اس نے شادی کر لی تو میں اسے اپنی بیوی چھوڑنے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ امام اسحاق کہتے ہیں: میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی بنا پر متعین عورت کے بارے میں یہ کہنے کی اجازت دیتا ہوں اور اگر اس سے شادی کر لے گا تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی۔ اور اگر عورت متعین نہ ہو تو اس کے بارے

الْقَوْلَ حَقًّا مَنْ قَبْلِ أَنْ يُبْتَلَى بِهٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ، فَلَهُ أَنْ يَأْخُذَ بِقَوْلِهِمْ، فَأَمَّا مَنْ لَمْ يَرْضَ بِهٰذَا، فَلَمَّا ابْتُلِيَ أَحَبَّ أَنْ يَأْخُذَ بِقَوْلِهِمْ، فَلَا أَرٰى لَهُ ذٰلِكَ.

میں امام اسحاق نے وسعت و گنجائش رکھی ہے (اس سے نکاح کرسکتا ہے۔) عبداللہ بن مبارک کے بارے میں منقول ہے کہ ان سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے قسم اٹھائی کہ وہ اگر کسی عورت سے شادی کرے تو اسے طلاق، پھر اس کا شادی کرنے کا خیال ہوگیا، کیا اس کو اجازت ہے کہ وہ ان فقہاء کا قول اختیار کرے جنھوں نے اس کی رخصت دی ہے؟ تو عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: وہ اگر اس مسئلے میں مبتلا ہونے سے پہلے ان لوگوں کے قول کو حق اور صحیح سمجھتا تھا تو وہ ان کا قول قبول کرسکتا ہے اور وہ اگر پہلے اس پر مطمئن اور راضی نہیں تھا جب اسے یہ مسئلہ پیش آ گیا ہے، اب ان کا قول اختیار کرنا چاہتا ہے تو میں اس کے لیے جائز نہیں سمجھتا۔

فائدہ: اس مسئلے میں مذاہب کی تفصیل خود امام ترمذی رحمہ اللہ نے بیان کردی ہے۔ صحیح بات وہی ہے جو حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ نکاح سے پہلے دی گئی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ابھی وہ کسی عورت کا مالک ہی نہیں، اس لیے جو لوگ ایسی طلاق کے وقوع کے قائل ہیں، ان کا موقف صحیح نہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (حجة الله البالغة، للشاه ولي الله دهلوي: 139/2، وفتح الباري: 9/473-480)

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ طَلَاقَ الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ (التحفة ٧)

باب: 7۔ لونڈی کی طلاقیں دو ہیں

١١٨٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُظَاهِرُ ابْنُ أَسْلَمَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «طَلَاقُ الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ، وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ».

[1182] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لونڈی کی طلاق، دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں۔''

١١٨٢ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الطلاق، باب: في سنة طلاق العبد، ح:٢١٨٩ وابن ماجه، ح:٢٠٨٠ من حديث أبي عاصم به، وقال أبو داود: "هو حديث مجهول" * مظاهر بن أسلم: ضعيف كما في تقريب التهذيب وغيره * وفي الباب عن عبدالله بن عمر [ابن ماجه، ح:٢٠٧٩].

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: وَحَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا مُظَاهِرٌ بِهٰذَا. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُظَاهِرِ بْنِ أَسْلَمَ، وَمُظَاهِرٌ لَا نَعْرِفُ لَهُ فِي الْعِلْمِ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی ہے۔
امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے مرفوعاً صرف مظاہر بن اسلم ہی بیان کرتا ہے۔ اور علمی طور پر مظاہر کی اس کے سوا کوئی اور حدیث ہمارے علم میں نہیں۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يُحَدِّثُ نَفْسَهُ بِطَلَاقِ امْرَأَتِهِ (التحفة ٨)

باب: 8۔ دل میں اپنی بیوی کو طلاق دینے کی حیثیت

١١٨٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَجَاوَزَ اللهُ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا، مَا لَمْ تَكَلَّمْ بِهِ أَوْ تَعْمَلْ بِهِ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا حَدَّثَ نَفْسَهُ بِالطَّلَاقِ، لَمْ يَكُنْ شَيْئًا حَتّٰى يَتَكَلَّمَ بِهِ.

[1183] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے اس بات سے درگزر فرمایا ہے جو بات ان کے دل میں آئے جب تک اسے زبان پر نہ لائے یا اس پر عمل نہ کرے۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ اگر مرد اپنے دل میں طلاق کے بارے میں خیال کرتا ہے (زبان پر نہیں لاتا) تو اس کی کوئی حیثیت نہیں، جب تک اسے زبان پر نہ لائے۔

فائدہ: انسان جب خود کلامی کے طور پر اپنے نفس سے طلاق کے بارے میں بات کرتا ہے، تو گویا وہ طلاق کے مسئلے پر سوچ بچار کرتا ہے کہ میں طلاق دوں یا نہ دوں، محض سوچ بچار پر پہرہ اور مؤاخذہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا علام الغیوب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پتا نہیں چلتا۔ جب عزم و ارادے سے طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ اس کا دوسروں کے سامنے اظہار بھی کرتا ہے، اس لیے اگر زبان سے کہے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر کوئی انسان ارادی اور شعوری طور پر طلاق دینے کی نیت سے طلاق کا لفظ لکھتا ہے تو یہ کلام کے قائم مقام ہوگا، اس لیے طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام شعبی، نخعی، زہری، حکم، ابوحنیفہ، مالک، شافعی کا صریح قول اور امام احمد کا مسلک یہی ہے۔ اگر طلاق دینے کی نیت نہیں، ایسے ہی شغل کے طور پر لکھ رہا ہے تو ائمۂ اربعہ کے نزدیک یہ

١١٨٣ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب: تجاوز الله عن حديث النفس والخواطر بالقلب إذا لم تستقر، ح: ١٢٧ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٥٢٦٩ من حديث قتادة به.

طلاق نہیں ہوگی، لیکن امام شعبی، نخعی، زہری اور حکم کے نزدیک طلاق ہو جائے گی۔ (المغني: 412-414)

(المعجم ۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجِدِّ وَالْهَزْلِ فِي الطَّلَاقِ (التحفة ۹)

باب:9۔ طلاق میں سنجیدگی ومتانت یا مذاق وخوش طبعی کرنا

۱۱۸۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ [أَرْدَكَ الْمَدَنِيِّ] عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ مَاهَكَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ».

[1184] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین کام ہیں ان میں حقیقت وسنجیدگی بھی حقیقت ہے اور خوش طبعی و مذاق بھی حقیقت (سچ مچ) ہی ہے: نکاح، طلاق اور رجوع۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ، هُوَ ابْنُ حَبِيبِ بْنِ [أَرْدَكَ الْمَدَنِيُّ]. وَابْنُ مَاهَكَ، هُوَ عِنْدِي يُوسُفُ بْنُ مَاهَكَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبدالرحمن راوی سے مراد ابن حبیب بن اردک مدنی ہے۔ اور ابن ماہک سے مراد میرے نزدیک یوسف بن ماہک ہے۔

فائدہ: اسلامی شریعت میں نکاح، طلاق، رجوع اور آزادی جیسے کام بعض مقاصد اور مصالح کے تحت مقرر کیے گئے ہیں۔ وہ مقاصد اور حکمتیں انتہائی اہم ہیں، اس لیے شریعت انھیں محض خوش طبعی اور شغل کا نشانہ بنانا جائز قرار نہیں دیتی۔ جو ان میں متانت وسنجیدگی کا دامن چھوڑے گا اور انھیں محض خوش طبعی کا ذریعہ بنائے گا، اس کی خوش طبعی کو بھی حقیقت وسنجیدگی پر مبنی قرار دیا جائے گا اور ان پر سچ مچ اور حقیقت والے احکام نافذ ہوں گے۔

(المعجم ۱۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخُلْعِ (التحفة ۱۰)

باب:10۔ خلع کا بیان

۱۱۸۵ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ - وَهُوَ مَوْلٰى آلِ طَلْحَةَ - عَنْ سُلَيْمَانَ

[1185] سیدہ رُبیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے نبی ﷺ کے عہد میں خلع لیا تو اسے نبی ﷺ نے حکم دیا، یا اسے حکم دیا گیا: ''وہ ایک حیض عدت

۱۱۸٤ـ [حسن لغيره] أخرجه ابن ماجه، الطلاق، باب من طلق أو نكح أو راجع لاعبًا، ح:۲۰۳۹ من حديث حاتم، وأبوداود، ح:۲۱۹٤ من حديث عبدالرحمن بن أردك به وصححه الحاكم:۲/۱۹۸ وغيره.

۱۱۸۵ـ أخرجه ابن ماجه، الطلاق، باب عدة المختلعة، ح:۲۰۵۸ والنسائي، من حديث الربيع بنت معوذ به:٦/۱۸٦، ۱۸۷، ح:۳۵۲۸ * وفي الباب عن ابن عباس [يأتي بعده في نفس الباب: ۱۱۸۵م].

ابْنِ يَسَارٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ: أَنَّهَا اخْتَلَعَتْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ - أَوْ أُمِرَتْ - أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ.

گزارے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ الرُّبَيِّعِ الصَّحِيحُ أَنَّهَا أُمِرَتْ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ربیع کی حدیث میں صحیح الفاظ یہ ہیں: ''اسے ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا گیا۔''

١١٨٥م- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ.

[1185م] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے نبی ﷺ کے دور میں اپنے شوہر سے خلع لیا، تو اسے نبی ﷺ نے ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي عِدَّةِ الْمُخْتَلِعَةِ، فَقَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: إِنَّ عِدَّةَ الْمُخْتَلِعَةِ عِدَّةُ الْمُطَلَّقَةِ، [ثَلَاثُ حِيَضٍ] وَهُوَ قَوْلُ [سُفْيَانَ] الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ عِدَّةَ الْمُخْتَلِعَةِ حَيْضَةٌ. قَالَ إِسْحَاقُ: وَإِنْ ذَهَبَ ذَاهِبٌ إِلَى هٰذَا، فَهُوَ مَذْهَبٌ قَوِيٌّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور خلع کرنے والی عورت کی عدت کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا قول ہے کہ خلع کرنے والی عورت کی عدت مطلقہ (طلاق شدہ) والی عدت (تین حیض) ہے۔ سفیان ثوری، اہل کوفہ، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا موقف یہ ہے کہ خلع لینے والی کی عدت ایک حیض ہے۔ امام اسحاق کا قول ہے: اگر کوئی صاحب علم اس رائے کو اپنائے تو یہ قوی اور مضبوط موقف ہے۔

لغوی تشریح: خلع: لغوی طور پر خلع کے معنی اتارنا ہوتے ہیں، جیسے کہتے ہیں: خَلَعَ الثَّوْبَ وَالنَّعْلَ، اس نے کپڑے اتارے اور جوتا اتارا۔ چونکہ مرد و عورت کو قرآن مجید میں ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے، اس لیے بیوی کا، عوض (حق مہر وغیرہ واپس) دے کر خاوند سے الگ ہو جانا، گویا اپنا لباس جدا کرنا ہے۔

١١٨٥م - أخرجه أبو داود، الطلاق، باب: في الخلع، ح: ٢٢٢٩ عن محمد بن عبدالرحيم به، وصححه الحاكم: ٢/٢٠٦ ووافقه الذهبي.

فوائد و مسائل: ① مطلب یہ ہے کہ جس طرح مرد کو طلاق کا حق حاصل ہے، اسی طرح عورت اگر کسی وجہ سے اپنے خاوند کے پاس رہنا پسند نہیں کرتی اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہے، تو وہ ایسا کر سکتی ہے۔ شریعت اسلامیہ نے عورت کو بھی علیحدگی حاصل کرنے کا حق دیا ہے۔ اس کو خلع کہتے ہیں۔ اس میں عورت کو حق مہر واپس کرنا پڑتا ہے۔ خاوند اگر عورت کی بات نہیں مانتا اور اسے اس کے کہنے پر طلاق نہیں دیتا تو عدالت یا پنچایت کے ذریعے سے خلع حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ② خلع کی صورت میں عورت چونکہ عوض دے کر اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کرتی ہے، اس لیے یہ نکاح کا فسخ ہے، کیونکہ خاوند اس میں رجوع نہیں کر سکتا اور ایک حیض سے رِحم کی حالت کا پتا چل جاتا ہے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں (زاد المعاد: 179/5) اس لیے ان لوگوں کا موقف صحیح ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اس کی عدت ایک حیض ہے (جیسا کہ اس حدیث میں وضاحت ہے۔) سیدنا ابن عباس، عثمان، اسحاق، ابوثور اور امام شافعی کا ایک قول یہی ہے اور نبی اکرم ﷺ کا سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دینا اس کی صریح دلیل ہے۔ (زاد المعاد: 182/5) جو لوگ کہتے ہیں کہ خلع بائن طلاق ہے، اس لیے اس کی عدت تین حیض ہے، کسی صریح حدیث میں اس کی دلیل موجود نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (زاد المعاد: 5/179-182 و 201، 202)

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُخْتَلِعَاتِ (التحفة ١١)

باب: 11۔ خلع لینے والی عورتوں کا بیان

١١٨٦- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا مُزَاحِمُ بْنُ ذَوَّادِ بْنِ عُلْبَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ أَبِي الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ».

[1186] سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''(بلاوجہ) خلع لینے والی عورتیں منافق ہیں۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ، لَمْ تَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ».

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور اس کی سند قوی نہیں۔ اور نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جس عورت نے بلاوجہ خاوند سے خلع لیا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گی۔''

١١٨٧- حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَمَّنْ حَدَّثَهُ، عَنْ ثَوْبَانَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ:

[1187] سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت نے اپنے خاوند سے بلاسبب خلع لیا تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

١١٨٦ـ [حسن بالشواهد] أخرجه ابن عدي في الكامل: ٣/ ٩٨٦ من حديث أبي كريب به وسنده ضعيف ولكن له شواهد عند النسائي: ٦/ ١٦٨، ح: ٣٤٩١ وغيره، وبها صح الحديث. وانظر التفصيل في الصحيحة للألباني، حديث: ٦٣٣.

١١٨٧ـ أخرجه أحمد: ٥/ ٢٧٧، ح: ٢٢٧٣٨ من حديث أيوب به، وأخرجه أبو داود، ح: ٢٢٢٦ وابن ماجه، ح: ٢٠٥٥ من حديث أيوب السختياني عن أبي قلابة عن أبي أسماء عن ثوبان به.

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا مِّنْ غَيْرِ بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَيُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ أَيُّوبَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ ایوب اسے ابو قلابہ سے بیان کرتے ہیں۔ بعض راوی ابوقلابہ کے استاد کا نام نہیں لیتے اور بعض ابواسماء کہتے ہیں اور بعض اسے مرفوعاً بیان نہیں کرتے۔

فائدہ: شریعت اسلامیہ میاں بیوی کی رفاقت کو دائمی دیکھنا چاہتی ہے، اس لیے ایک دوسرے کی کمزوری اور عیب سے صرف نظر کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ خلع اور طلاق جائز ہونے کے باوجود پسندیدہ نہیں اور اگر بلاوجہ اور بلاسبب ہوں تو پھر ان کی کراہت اور قباحت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، اس لیے ان احادیث میں ان کے لیے سخت وعید بیان کی گئی ہے تاکہ معقول وجہ کے بغیر نہ مرد طلاق دے اور نہ عورت اپنا حق خلع استعمال کرے۔

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي مُدَارَاةِ النِّسَاءِ (التحفة ١٢)

باب: 12۔ عورتوں سے رواداری اور نرمی اختیار کرنا

١١٨٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنْ تَرَكْتَهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا عَلٰى عِوَجٍ».

[1188] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت پسلی کی طرح ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے، اور اگر اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو تو ٹیڑھ کے باوجود اس سے فائدہ اٹھالو گے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ، وَسَمُرَةَ، وَعَائِشَةَ.
[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ [وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ].

اس مسئلے میں سیدنا ابوذر، سمرہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس طریق سے غریب ہے (اور اس کی سند جید ہے۔)

لغوی تشریح: مُدَارَاة: نرمی اور رواداری برتنا۔ بہتری کی خاطر دنیوی حقوق سے چشم پوشی کرنا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے مزاج اور طبیعت میں طبعی طور پر کچھ ٹیڑھ پن موجود ہے، اس لیے

١١٨٨ـ أخرجه مسلم، الرضاع، باب الوصية بالنساء، ح:١٤٧٠ من حديث يعقوب به وللحديث طرق عند البخاري، ح:٥١٨٤ ومسلم وغيرهما * وفي الباب عن أبي ذر [أحمد:٥/ ١٥٠]، وسمرة [ابن حبان، ح:١٣٠٨ والطبراني في الكبير:٧/ ٢٤٤، ح:٦٩٩٢ وله طريق آخر عند أحمد:٥/ ٨]، وعائشة.

خاوند کو اس بات کے درپے نہیں ہونا چاہیے کہ اس کا ٹیڑھ پن بالکل ختم کر دے کیونکہ یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے آپس کے تعلقات میں کشیدگی اور ناسازگاری پیدا ہوگی جس کا نتیجہ جدائی اور طلاق بھی ہو سکتا ہے، اس لیے عورت کا طبعی ٹیڑھ پن برداشت کرنا چاہیے، لیکن عورت کا دینی امور کی مخالفت کرنا اور بات ہے، اسے برداشت کرنے کی بالکل گنجائش نہیں۔

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَسْأَلُهُ أَبُوهُ أَنْ يُطَلِّقَ [زَوْجَتَهُ] (التحفة ١٣)

باب: 13۔ آدمی کا باپ بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ کرے (تو خاوند کیا کرے؟)

١١٨٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ أُحِبُّهَا، وَكَانَ أَبِي يَكْرَهُهَا، فَأَمَرَنِي أَبِي أَنْ أُطَلِّقَهَا فَأَبَيْتُ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «يَا عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَ! طَلِّقِ امْرَأَتَكَ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ.

[1189] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی جس سے مجھے محبت تھی جبکہ میرے والد اسے ناپسند کرتے تھے۔ مجھے میرے باپ نے اسے طلاق دینے کا حکم دیا تو میں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور میں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''اے عبداللہ بن عمر! اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ہم اسے ابن ابی ذئب کی سند سے جانتے ہیں۔

فائدہ: طلاق شرعی نقطۂ نظر سے ایک ناپسندیدہ عمل ہے اور کسی مجبوری کی صورت میں اس کی اجازت دی گئی ہے۔ بلاوجہ اور بلاسبب طلاق دینا انتہائی ناپسندیدہ حرکت ہے لیکن اگر کسی شخص کی بیوی اس کے والدین کے لیے اذیت و تکلیف کا باعث ہو، اس لیے وہ اسے طلاق کا حکم دیں، تو اسے اس پر عمل کرنا ہوگا، چاہے وہ اس کی محبوبہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور ظاہر ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے جہاں دیدہ، تجربہ کار اور صاحب فراست نے اگر اپنے بیٹے کو بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا تھا تو اس کی کوئی معقول وجہ ہوگی کیونکہ بلاوجہ طلاق دلوانا یا دینا تو ظلم ہے، لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بیوی سے محبت کی بنا پر اور طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کی بنا پر بیوی کو طلاق دینے میں تأمل تھا اور انھیں اس کا کوئی سبب محسوس نہیں ہوتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر کے حکم کی توثیق و تائید کر دی تو انھیں طلاق کی معقولیت میں کوئی شبہ نہ رہا، اور طلاق کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا (التحفة ١٤)

باب: 14۔ کوئی عورت اپنی (دینی) بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے

١١٨٩۔ أخرجه أبو داود، الأدب، باب: في بر الوالدين، ح:٥١٣٨ وابن ماجه، ح:٢٠٨٨ من حديث محمد بن عبدالرحمن ابن أبي ذئب به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٤٢٧، ٤٢٨، والحاكم على شرط الشيخين: ٢/١٩٧، ٤/١٥٢، ١٥٣ ووافقه الذهبي.

١١٩٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا، لِتَكْفِيءَ مَا فِي إِنَائِهَا».

[1190] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع روایت بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے کہ نتیجتاً اس کے برتن میں جو کچھ ہے اسے انڈیل دے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ، حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی عورت کے لیے خرچ و اخراجات اور رہائش کا انتظام خاوند کی صورت میں کر دیا ہے تو وہ اسے اس سے محروم کرنے کی کوشش کرے، چاہے وہ اس کی سوکن ہو یا اسے اس کی سوکن بننا ہو۔ کسی صورت میں بھی یہ حرکت جائز نہیں۔

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي طَلَاقِ الْمَعْتُوهِ (التحفة ١٥)

باب:15۔مجنون کی طلاق کا بیان

١١٩١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى [الصَّنْعَانِيُّ]: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ الْمَخْزُومِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ، إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ».

[1191] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر طلاق نافذ ہوگی سوائے مجنون کی طلاق کے جو مغلوب العقل ہو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَطَاءِ بْنِ عَجْلَانَ، وَعَطَاءُ بْنُ عَجْلَانَ ضَعِيفٌ، ذَاهِبُ الْحَدِيثِ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ لَا يَجُوزُ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْتُوهًا، يُفِيقُ الْأَحْيَانَ، فَيُطَلِّقُ فِي حَالِ إِفَاقَتِهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہمارے علم میں صرف عطا بن عجلان ہی مرفوعاً بیان کرتا ہے، اور عطا بن عجلان ضعیف ہے، اسے حدیث یاد نہیں رہتی تھی۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے کہ مجنون مغلوب العقل کی طلاق نافذ نہیں ہوگی الا یہ کہ ایسا مجنون ہو کہ بعض دفعہ اسے افاقہ ہو جاتا ہو اور وہ افاقے کی

١١٩٠ـ أخرجه مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الحاضر للبادي، ح: ١٥٢٠ والبخاري، ح: ٢١٤٠ من حديث سفيان بن عيينة به * وفي الباب عن أم سلمة [الطبراني في الكبير: ٢٣/ ٢٥٣، ح: ٥١٧].

١١٩١ـ [ضعيف جدًا] رواه ابن الجوزي في العلل المتناهية: ٢/ ١٥٦، ح: ١٠٦٩ من حديث الترمذي به * عطاء بن عجلان: متروك بل أطلق عليه ابن معين والفلاس وغيرهما الكذب، راجع التقريب وغيره.

حالت میں طلاق دے (تو نافذ ہوگی۔)

فوائد و مسائل: ① ایک انسان خوش طبعی سے طلاق دیتا ہے تو وہ شعوری طور پر طلاق کا لفظ منہ پر لاتا ہے اور اسے اس کے معنی و مفہوم اور حکم کا بھی علم ہے، اس لیے شریعت اس کی طلاق نافذ کر دیتی ہے لیکن ایک مجنون اور بے ہوش آدمی جسے پتا ہی نہیں کہ میرے منہ سے کیا نکل رہا ہے اور اس کے کیا معنی و مفہوم ہیں یا اس کا کیا حکم ہے۔ یہی حکم بچے اور نشے میں دھت آدمی کی طلاق کا ہے کیونکہ انھیں اس کا شعور اور احساس ہی نہیں، اس لیے ان کی طلاق نافذ نہیں ہوگی۔ ② اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی انسان کی عقل شراب پینے کے علاوہ کسی اور چیز سے ختم ہو جائے، جنون کی وجہ سے یا بے ہوشی کی وجہ سے یا نیند کے سبب، تو اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ سیدنا علی، عثمان، سعید بن مسیب، حسن، نخعی، شعبی، قتادہ، زہری، یحییٰ انصاری، مالک، ثوری، شافعی، اصحاب الرائے اور امام احمد کا یہی موقف ہے۔ بقول علامہ ابن قدامہ [لَا نَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا] اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (المغني: 255/8) لیکن نشے کی حالت میں طلاق دینے کے بارے میں اختلاف ہے۔ جلیل القدر اہل علم دونوں طرف گئے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 256/8، 257) ③ یہ روایت مرفوعاً سخت ضعیف ہے تاہم موقوفاً درست ہے۔ دیکھیے: (الإرواء: 110/7)

(المعجم ١٦) بَابُ [نُزُولِ قَوْلِهِ: الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ] (التحفة ١٦)

باب: 16۔ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ کے نزول کا سبب

١١٩٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ شَبِيبٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ، وَالرَّجُلُ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ مَا شَاءَ أَنْ يُطَلِّقَهَا، وَهِيَ امْرَأَتُهُ إِذَا ارْتَجَعَهَا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَإِنْ طَلَّقَهَا مِائَةَ مَرَّةٍ أَوْ أَكْثَرَ، حَتَّى قَالَ رَجُلٌ لِامْرَأَتِهِ: وَاللهِ لَا أُطَلِّقُكِ فَتَبِينِينَ مِنِّي، وَلَا آوِيكِ أَبَدًا، قَالَتْ: وَكَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: أُطَلِّقُكِ، فَكُلَّمَا هَمَّتْ عِدَّتُكِ أَنْ تَنْقَضِيَ، رَاجَعْتُكِ، فَذَهَبَتِ الْمَرْأَةُ حَتَّى دَخَلَتْ عَلَى عَائِشَةَ فَأَخْبَرَتْهَا. فَسَكَتَتْ عَائِشَةُ حَتَّى جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَتْهُ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ، حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ:

[1192] سیدہ عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ (دور جاہلیت میں) لوگوں کی حالت یہ تھی کہ مرد اپنی بیوی کو جتنی بار چاہتا طلاق دے دیتا اور وہ اس کی بیوی ہی رہتی جبکہ وہ عدت کے اندر اندر رجوع کر لیتا، چاہے وہ اسے سو دفعہ یا اس سے زائد دفعہ ہی طلاق دے چکا ہوتا، حتی کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا: اللہ کی قسم! میں تجھے ایسی طلاق نہیں دوں گا کہ تو مجھ سے جدا ہو جائے اور نہ تجھے کبھی اپنے پاس جگہ دوں گا۔ بیوی نے پوچھا: یہ کیسے ہوگا؟ اس نے کہا: طلاق دیتا رہوں گا اور جب تیری عدت ختم ہونے کو آئے گی رجوع کر لیا کروں گا۔ تو وہ عورت چلی حتی کہ سیدہ عائشہ

١١٩٢ـ [حسن بالشواهد] أخرجه البيهقي: ٧/ ٣٣٣، من حديث يعلى بن شبيب به وهو لين الحديث كما في التقريب وغيره ومع ذلك صححه الحاكم: ٢/ ٢٨٠ فتعقبه الذهبي، ورواه البيهقي: ٧/ ٣٦٧ من حديث ابن إسحاق: حدثني هشام عن أبيه عن عائشة به نحو المعنى وللحديث شواهد أخرى.

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌۢ بِإِحْسَانٍ﴾ [البقرة:٢٢٩] قَالَتْ عَائِشَةُ: فَاسْتَأْنَفَ النَّاسُ الطَّلَاقَ مُسْتَقْبَلًا، مَنْ كَانَ طَلَّقَ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ طَلَّقَ.

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انھیں اس صورت حال سے آگاہ کیا تو سیدہ عائشہ ؓ خاموش رہیں حتی کہ نبی ﷺ تشریف لائے تو انھیں بتایا۔ اس پر نبی ﷺ بھی چپ رہے حتی کہ قرآن مجید کی یہ آیت اتری: ''طلاق یکے بعد دیگرے دو دفعہ ہے، پھر دستور وضابطے کے مطابق روک لینا ہے یا اچھے طریقے سے الگ کر دینا ہے۔'' (البقرة 229:2) سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں، چنانچہ لوگوں نے آیندہ کے لیے طلاقوں کا آغاز نئے سرے سے کیا، چاہے انھوں نے طلاق دی تھی یا نہیں دی تھی۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ عَائِشَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ يَعْلَى ابْنِ شَبِيبٍ.

ابو کریب محمد بن العلاء کی سند سے سیدنا عروہ سے مذکورہ بالا کے ہم معنی مروی ہے۔ وہ اسے سیدہ عائشہ ؓ کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہی دوسری روایت پہلی روایت (یعلی بن شبیب والی) سے صحیح تر ہے۔

فوائد و مسائل: ① جاہلیت کے دور میں بھی طلاق اور رجوع کا طریقہ رائج تھا لیکن اس میں طلاق کی کوئی حد نہیں تھی کہ اس کے بعد رجوع نہ ہو سکے۔ شوہر جتنی بار چاہتا طلاق دیتا رہتا اور عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیتا تو عورت اس کی بیوی ہی شمار ہوتی۔ لیکن شریعت اسلامیہ میں طلاق کی حد بندی کر دی گئی۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: طلاقوں کی کثرت اور اسے معمولی سمجھ کر اس کے متعلق بے پروائی اختیار کرنا بہت سی خرابیوں کا سبب ہے کیونکہ بہت سے لوگ صرف شہوت پرست ہوتے ہیں، تدبیر منزل، خانہ آبادی، معاشرتی امور میں تعاون اور عفت و عصمت کا تحفظ ان کا مقصود ہی نہیں ہوتا، ان کا مطمح نظر صرف مختلف عورتوں سے لذت اندوز ہونا ہوتا ہے، مختلف عورتوں کا ذائقہ چکھنا انھیں نکاح اور طلاق کی کثرت پر آمادہ کرتا ہے۔ ان لوگوں اور زنا کاروں میں نفس پرستی اور لذت اندوزی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ (حجة الله : 138/2) اس لیے شریعت نے طلاق کا طریقہ بتایا اور اس کی حد بندی بھی کر دی، فرمایا: ''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہونے لگے تو پھر یا تو دستور (صحیح طریقے) کے مطابق انھیں اپنے پاس رکھ لو یا اچھے طریقے سے انھیں الگ کر دو، اور انھیں نقصان (تکلیف و اذیت) پہنچانے کے لیے نہ روکو کہ تم ان پر زیادتی کرو۔'' (البقرة 231:2) اور حد بندی یہ کر دی کہ اگر یکے بعد دیگرے دو بار طلاق دے دی ہے تو اب اگر تیسری بار طلاق دے دی تو پھر رجوع کا حق ختم ہو جائے گا اور نئے خاوند سے نکاح کیے بغیر آپس میں نیا نکاح بھی نہیں ہو سکے گا۔ اس سے جاہلیت کا رواج ختم ہو گیا۔ اس آیت کے نزول سے پہلے دی گئی طلاقوں کو کالعدم شمار کیا گیا اور اسلام کے ضابطے کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ رائج ہو گیا۔ ② قرآن کریم کی آیت ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ سے یہ بھی واضح ہوا کہ

بیک وقت تین طلاقیں دینا اور انھیں فی الفور نافذ کر دینا منشائے الٰہی کے خلاف ہے، اس لیے کہ اس طریقے میں مرد کو سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملتا جب کہ اللہ تعالیٰ کی منشا اس کو موقع دینا ہے، اس لیے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دینا ہی اس آیت کی رو سے صحیح ہے، جیسا کہ بعض مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے۔ اس کی تفصیل ''ایک مجلس کی تین طلاقیں'' نامی کتاب اور حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کی کتاب ''ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل (مطبوعہ دارالسلام)'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

(المعجم ١٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَامِلِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا تَضَعُ (التحفة ١٧)

باب: 17۔ حاملہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کے ہاں ولادت ہو تو کیا حکم ہے؟

١١٩٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي السَّنَابِلِ بْنِ بَعْكَكٍ قَالَ: وَضَعَتْ سُبَيْعَةُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِثَلَاثَةٍ وَعِشْرِينَ يَوْمًا، أَوْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ يَوْمًا، فَلَمَّا تَعَلَّتْ تَشَوَّفَتْ لِلنِّكَاحِ، فَأُنْكِرَ عَلَيْهَا ذٰلِكَ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ. فَقَالَ: «إِنْ تَفْعَلْ فَقَدْ حَلَّ أَجَلُهَا».

[1193] سیدنا ابو سنابل بن بعکک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سبیعہ رضی اللہ عنہا نامی عورت کے ہاں اس کے خاوند کی وفات کے تئیس (23) یا پچیس (25) دن بعد ولادت ہوئی۔ جب وہ نفاس سے پاک ہو گئی تو اس نے نکاح کی غرض سے بناؤ سنگھار کیا۔ اس کی اس حرکت پر اعتراض کیا گیا اور اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: ''اگر وہ ایسا کرتی ہے تو اس کی عدت پوری ہو چکی ہے۔''

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ نَحْوَهُ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي السَّنَابِلِ حَدِيثٌ مَشْهُورٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلَا نَعْرِفُ لِلْأَسْوَدِ شَيْئًا، عَنْ أَبِي السَّنَابِلِ، وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: لَا أَعْرِفُ أَنَّ أَبَا السَّنَابِلِ عَاشَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ الْحَامِلَ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، إِذَا وَضَعَتْ فَقَدْ حَلَّ لَهَا التَّزْوِيجُ،

احمد بن منیع کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو سنابل رضی اللہ عنہ کی حدیث مشہور ہے اور اس سند سے غریب ہے۔ اور ہمارے علم میں اسود کی کوئی روایت ابو سنابل رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے، اور میں نے امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ) سے سنا، وہ فرماتے تھے: میرے علم میں ابو سنابل رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے بعد زندہ نہیں رہے (اس لیے اسود کا سماع نہیں ہو سکتا۔) اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اس پر ہے کہ اگر

١١٩٣ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، الطلاق، باب الحامل المتوفى عنها زوجها، إذا وضعت حلت للأزواج، ح:٢٠٢٧ والنسائي، ح:٣٥٣٨ من حديث منصور به، وصححه ابن حبان (الإحسان):٤٢٨٥، وللحديث شواهد عند النسائي، ح:٣٥٤٠ وغيره * وفي الباب عن أم سلمة [يأتي:١١٩٤].

وَإِنْ لَّمْ تَكُنِ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: تَعْتَدُّ آخِرَ الْأَجَلَيْنِ، وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو بچے کی ولادت کے بعد اس کے لیے شادی کرنا جائز ہے اگرچہ (چار ماہ دس دن) مدت پوری نہ ہوئی ہو۔ امام سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا قول یہ ہے کہ دونوں میں سے جو مدت زیادہ لمبی ہو اس کے مطابق عدت گزارے گی، لیکن صحیح قول پہلا ہے۔

١١٩٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَّأَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ تَذَاكَرُوا الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، الْحَامِلَ تَضَعُ عِنْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: تَعْتَدُّ آخِرَ الْأَجَلَيْنِ. وَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ: بَلْ تَحِلُّ حِينَ تَضَعُ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي، يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ.

[1194] سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوہریرہ، ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے درمیان اس عورت کے بارے میں گفتگو ہوئی جس کا خاوند فوت ہوا ہو اس حال میں کہ وہ حاملہ تھی اور پھر اس کا حمل وضع ہو گیا، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ دونوں مدتوں میں سے بعد والی مدت تک عدت گزارے گی۔ اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بلکہ بچہ جنتے ہی اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہو جائے گا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنے بھتیجے، یعنی ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا ہمنوا ہوں۔

فَأَرْسَلُوا إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: قَدْ وَضَعَتْ سُبَيْعَةُ الْأَسْلَمِيَّةُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِيَسِيرٍ، فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ. فَأَمَرَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

چنانچہ انھوں نے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ کی طرف پیغام بھیجا، تو انھوں نے فرمایا: اسلم خاندان کی سبیعہ نامی عورت نے اپنے خاوند کی وفات کے تھوڑے ہی دنوں بعد بچہ جنا تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا تو آپ ﷺ نے اسے شادی کرنے کا حکم دیا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: مُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو، یعنی بیوہ، اس کی عدت کے بارے میں بلا قید فرمایا گیا ہے کہ ''تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور پیچھے اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں چار ماہ دس دن انتظار کریں۔'' (البقرۃ 234:2) اس آیت میں پیچھے رہ جانے والی بیویوں کے حاملہ یا غیر حاملہ ہونے کا کوئی ذکر نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں صورتوں میں

١١٩٤ـ أخرجه مسلم، الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها وغيرها، بوضع الحمل، ح: ١٤٨٥ من حديث الليث بن سعد به وللحديث طرق عند البخاري، ح: ٤٩٠٩ وغيره.

عدت چار ماہ دس دن ہے۔ لیکن سورۂ طلاق میں مطلقہ کی عدت کی بارے میں فرمایا ہے: ''اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔'' (آیت: 4) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مطلقہ عورت کا خاوند عدت کے دوران میں فوت ہو جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔ لیکن جمہور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ائمہ کا موقف یہ ہے کہ بیوہ اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت ہر حالت میں، مطلقہ ہو یا نہ، وضع حمل ہے اور اس حدیث سے اس کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ اگر بیوہ مطلقہ ہو تو پھر حمل کی صورت میں عدت وضع حمل ہے اور اگر مطلقہ نہ ہو تو پھر چار ماہ دس دن ہے اور غیر حاملہ ہونے کی صورت میں بھی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ صحیح موقف جمہور کا ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مسلک، کہ وضع حمل اور چار ماہ دس دن میں سے جو بعد میں پورے ہوں وہ مدت عدت گزارنی ہوگی، سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح انھیں بھی سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے واقعے کا علم نہیں ہوسکا۔ اگر انھیں علم ہو جاتا تو وہ بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح اپنے مسلک سے رجوع کر لیتے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 9/586-589)

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي عِدَّةِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا (التحفة ١٨)

باب: 18۔ جس عورت کا خاوند فوت ہوگیا، اس کی عدت کا بیان

حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيثِ الثَّلَاثَةِ:

امام ترمذی اپنے استاد انصاری کی سند سے مندرجہ ذیل تین روایات بیان کرتے ہیں۔

١١٩٥- قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلٰى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا، أَبُو سُفْيَانُ بْنُ حَرْبٍ. فَدَعَتْ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةُ خَلُوقٍ أَوْ غَيْرِهِ، فَدَهَنَتْ بِهِ جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَالِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».

[1195] سیدہ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، جب ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے باپ ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں ان کے پاس حاضر ہوئی تو انھوں نے خوشبو منگوائی جس میں خلوق یا کسی اور چیز کی زرد رنگت تھی، اور اسے ایک بچی کو لگایا، پھر اسے اپنے رخساروں پر مل لیا۔ پھر فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو ملنے کی ضرورت نہیں (کیونکہ خاوند نہیں ہے) مگر بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جو عورت اللہ اور آخرت

١١٩٥- أخرجه البخاري، الجنائز، باب إحداد المرأة على غير زوجها، ح: ١٢٨١، ٥٣٣٤ ومسلم، ح: ١٤٨٦ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ٢/ ٥٩٦، ٥٩٧.

کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی فوت شدہ پر تین دن سے زائد سوگ کرے، مگر خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی۔''

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فوت شدہ پر سوگ، اگر وہ خاوند نہیں تو تین دن تک ہوسکتا ہے، اور سوگ کا مقصد یہ ہے کہ عورت بناؤ سنگھار اور زیب و زینت نہ کرے، عام حالات میں گھر میں زیب و زینت جائز ہے۔ اور اگر خاوند فوت ہوجائے تو پھر چار ماہ دس دن سوگ کرنا ہوگا اور یہ اس کے لیے لازم ہے جیسا کہ تیسری حدیث میں آ رہا ہے۔

١١٩٦- قَالَتْ زَيْنَبُ: فَدَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ! مَالِي فِي الطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».

[1196] سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا بھائی فوت ہوا تو میں ان کے پاس گئی تو انھوں نے خوشبو منگوائی اور کچھ لگالی، پھر کہا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی خواہش نہیں مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ کرے، مگر خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی۔''

١١٩٧- قَالَتْ زَيْنَبُ: وَسَمِعْتُ أُمِّي، أُمَّ سَلَمَةَ تَقُولُ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَيْهَا، أَفَنَكْحَلُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا»، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، كُلُّ ذٰلِكَ يَقُولُ: «لَا»، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ».

[1197] سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنی ماں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ سنا، وہ فرما رہی تھیں: ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میری بچی کا خاوند فوت ہوگیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے، کیا ہم اسے سرمہ لگائیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ۔'' آپ نے یہ دو یا تین بار فرمایا اور ہر بار ''نہ'' کہا۔ پھر فرمایا ''یہ تو صرف چار ماہ دس دن ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں تو تم میں کوئی ایک عورت سال گزارنے کے بعد اونٹ کی مینگنی پھینکتی تھی۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ فُرَيْعَةَ ابْنَةِ مَالِكِ بْنِ

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ فریعہ

١١٩٦ـ أخرجه البخاري، الطلاق، باب: تحد المتوفى عنها زوجها أربعة أشهر وعشرًا، ح: ٥٣٣٥ ومسلم، ح: ١٤٨٧.
١١٩٧ـ أخرجه البخاري، ح: ٥٣٣٦ ومسلم، ح: ١٤٨٨ * وفي الباب عن فريعة بنت مالك بن سنان [يأتي: ١٢٠٤] وحفصة بنت عمر [الطيالسي في مسنده، ح: ١٥٨٧ في: أن تحد فوق ثلاثة أيام إلا للزوج].

سِنَانٍ، أُخْتِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَحَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ زَيْنَبَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، تَتَّقِي فِي عِدَّتِهَا الطِّيبَ وَالزِّينَةَ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكِ [ابْنِ أَنَسٍ]، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

بنت مالک بن سنان اور حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اس پر عمل ہے کہ بیوہ عدت کے دوران میں خوشبو اور زینت سے گریز کرے۔ امام سفیان ثوری، مالک بن انس، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① سوگ جمہور کے نزدیک تمام بیوگان پر لازم ہے۔ بیوہ آزاد ہو یا لونڈی، چھوٹی ہو یا بڑی، مسلمان ہو یا کافر۔ امام مالک، شافعی اور احمد کا یہی قول ہے۔ (زادالمعاد: 620/5) امام ابوحنیفہ کے نزدیک چھوٹی اور کتابیہ بیوہ پر سوگ لازم نہیں، اسی طرح لونڈی پر بھی لازم نہیں۔ (شرح صحیح مسلم از نووي: 157/10) تفصیل کے لیے دیکھیے: (زادالمعاد: 620/5، 621، والمغني: 167/9) ② اگر عدت گزارنے والی عورت کی آنکھوں میں تکلیف ہو، جس کے لیے سرمہ ڈالنا ضروری ہو تو جمہور کے نزدیک بغیر عذر کے اگرچہ سرمہ لگانا جائز نہیں لیکن عذر کی صورت میں رات کو سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور آنکھ کی وہ دوائی جو زینت کا باعث نہ ہو، اس کے استعمال میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اور زینت والا سرمہ دن کو صاف کر دیا جائے۔ عطا، نخعی، مالک اور اصحاب الرائے کا مسلک یہی ہے کہ عذر کی صورت میں سرمہ لگانا جائز ہے۔ (المغني: 169/9) ③ زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ بیوہ بدترین کپڑے پہن کر ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں سال بھر بند رہتی اور اس عرصے میں ہر طرح کی زینت کے استعمال سے پرہیز کرتی تھی۔ سال گزرنے کے بعد کوئی جانور (گدھا یا بکری) یا پرندہ لایا جاتا، جس سے وہ اپنی شرمگاہ صاف کرتی، اس طرح اس کی عدت پوری ہو جاتی، پھر وہ اپنے کمرے یا کوٹھڑی سے نکلتی تو اسے ایک مینگنی دی جاتی جو وہ پھینکتی۔ یہ عدت کے مکمل ہونے کی علامت ہوتی تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جاہلیت کے دور میں تو تم اس قدر تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے عدت کا ایک سال پورا کرتی تھیں اور سال بھر کے بعد مینگنی پھینک کر اشارہ کرتی تھیں کہ میں نے خاوند کا اس قدر حقیر حق ادا کیا ہے جس کی حیثیت مینگنی کی ہے اور اب تم اسلام کی مقرر کردہ معمولی پابندیاں چار ماہ دس دن بھی برداشت نہیں کر سکتی ہو۔ (تحفة الأحوذي: 303/4)

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ (التحفة ١٩)

باب: 19- ظہار کرنے والا اگر کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی سے صحبت کرلے

١١٩٨- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

[1198] سیدنا سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے اس ظہار کرنے والے کے بارے میں، جو کفارہ ادا کرنے سے

١١٩٨- أخرجه ابن ماجه، الطلاق، باب المظاهر يجامع قبل أن يكفر، ح:٢٠٦٤ عن الأشج به وصححه ابن خزيمة، ح:٢٣٧٨ وابن الجارود، ح:٧٤٤ والحاكم: ٢/ ٢٠٣ على شرط مسلم ووافقه الذهبي.

عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ صَخْرٍ الْبَيَاضِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ، قَالَ: «كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ».

پہلے صحبت کر لے، بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اس کے ذمے ایک ہی کفارہ ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكٍ، وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا وَاقَعَهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ، فَعَلَيْهِ كَفَّارَتَانِ، وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ اگر وہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے صحبت کر لے تو اس کے ذمے دو کفارے ہیں۔ عبدالرحمن بن مہدی کا یہی قول ہے۔

١١٩٩- حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، قَدْ ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي قَدْ ظَاهَرْتُ مِنِ امْرَأَتِي فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا قَبْلَ أَنْ أُكَفِّرَ، فَقَالَ: «مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ؟ يَرْحَمُكَ اللهُ!» قَالَ: رَأَيْتُ خَلْخَالَهَا فِي ضَوْءِ الْقَمَرِ، قَالَ: «فَلَا تَقْرَبْهَا حَتّٰى تَفْعَلَ مَا أَمَرَكَ اللهُ [بِهِ]».

[1199] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی جو اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد اس سے صحبت کر چکا تھا، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا، پھر کفارے کی ادائیگی سے پہلے ہی میں نے اس سے صحبت کر لی، آپ نے پوچھا: ''تجھے اس پر کس چیز نے آمادہ کیا، اللہ تجھ پر رحمت فرمائے'' اس نے عرض کی: میں نے چاند کی روشنی میں اس کے پازیب دیکھ لیے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے حکم پر عمل کرنے سے پہلے اس کے قریب نہ جانا۔''

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

لغوی تشریح: ظِھَار، ظَھر (پشت) سے ماخوذ ہے۔ چونکہ سواری کو ظہر کہا جاتا ہے اور بیوی سے تعلقات میں اس کا ایک قسم کا مفہوم پایا جاتا ہے، اس لیے جاہلیت کے دور میں جب بیوی کو اپنے اوپر حرام کرنا ہوتا تو یوں کہہ دیتے تھے: تو میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کی طرح حرام ہے۔

فوائد و مسائل: ① جاہلیت کے دور میں عورتوں کے سلسلے میں ظہار اور ایلاء کا طریقہ بھی رائج تھا جس میں تکلیف دہ امور داخل ہو گئے تھے۔ شریعت اسلامیہ نے ان کی اصلاح کے بارے میں ضروری ہدایات دی ہیں تاکہ لوگ ان سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی میں آسانیاں پیدا کر سکیں اور شریعت کی عطا کی ہوئی سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ② اگر کوئی شوہر اپنی بیوی سے کہتا

١١٩٩- [صحيح بطرقه] أخرجه النسائي، الطلاق، باب الظهار: ٦/ ١٦٧، ح: ٣٤٨٧ عن الحسين بن حريث به، وصححه الجارود، ح: ٧٤٧.

ہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے تو یہ بالاتفاق ظہار ہے۔ اگر ماں کے علاوہ کسی اور محرم رشتے دار عورت کی پشت سے تشبیہ دیتا ہے، مثلاً: دادی، خالہ، پھوپھی یا بہن تو یہ بھی اکثر اہل علم کے نزدیک ظہار ہی ہوگا۔ ائمۂ اربعہ، حسن، نخعی، عطاء، شعبی، زہری، ثوری اور اَوزاعی وغیرہ کا یہی قول ہے۔ اسی طرح اگر کسی اور عورت کی پشت سے تشبیہ دیتا ہے جس سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا، مثلاً: رضاعی ماں، بہن، بیوی کی ماں اور بیٹے یا باپ کی دوسری بیوی تو بھی اکثر اہل علم کے نزدیک یہ ظہار ہوگا۔ (المغني: 557/8، 558) ظہار کرنے کی صورت میں کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی کے پاس جانا جائز نہیں، تاہم اگر وہ پہلے صحبت کرے گا تو ائمۂ اربعہ کے نزدیک اس پر ایک ہی کفارہ ہوگا۔ بعض حضرات کے نزدیک دو کفارے ہیں اور بعض کے نزدیک تین۔ لیکن صحیح موقف اکثر اہل علم کا ہے (کہ ایک ہی کفارہ ہے) جو اس حدیث کے مطابق ہے۔ (تحفة الأحوذي: 304/4، 305)

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ الظِّهَارِ (التحفة ٢٠)

باب: 20۔ ظہار کا کفارہ

١٢٠٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَّازُ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [بْنِ ثَوْبَانَ]: أَنَّ سَلْمَانَ ابْنَ صَخْرٍ الْأَنْصَارِيَّ، أَحَدَ بَنِي بَيَاضَةَ، جَعَلَ امْرَأَتَهُ عَلَيْهِ كَظَهْرِ أُمِّهِ حَتّٰى يَمْضِيَ رَمَضَانُ، فَلَمَّا مَضٰى نِصْفٌ مِّنْ رَّمَضَانَ وَقَعَ عَلَيْهَا لَيْلًا، فَأَتٰى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَعْتِقْ رَقَبَةً»، قَالَ: لَا أَجِدُهَا، قَالَ: «فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ»، قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ، قَالَ: «أَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا»، قَالَ: لَا أَجِدُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِفَرْوَةَ بْنِ عَمْرٍو: «أَعْطِهِ ذٰلِكَ الْعَرَقَ - وَهُوَ مِكْتَلٌ يَأْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا أَوْ سِتَّةَ عَشَرَ صَاعًا - إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا».

[1200] ابو سلمہ اور محمد بن عبدالرحمان بن ثوبان بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سلمان بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ جو بنو بیاضہ کے فرد ہیں، انھوں نے رمضان کے گزرنے تک اپنی بیوی کو اپنے لیے اپنی ماں کی پشت کی طرح ٹھہرا دیا مگر جب آدھا رمضان گزر گیا تو ایک رات انھوں نے بیوی سے صحبت کر لی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''ایک گردن آزاد کردو۔'' اس نے کہا: یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔'' اس نے کہا: یہ میری قدرت سے باہر ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔'' اس نے کہا: میں یہ نہیں کر سکتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فروہ بن عمرو سے فرمایا: ''اسے وہ ٹوکری دے دو۔'' (راوی کا بیان ہے) اس ٹوکری میں پندرہ یا سولہ صاع آتے تھے۔ ''یہ ساٹھ مسکینوں کا کھانا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، يُقَالُ: سَلْمَانُ بْنُ صَخْرٍ، وَّيُقَالُ: سَلَمَةُ بْنُ صَخْرٍ الْبَيَاضِيُّ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے، سلمان بن صخر اور سلمہ بن صخر ایک ہی شخص ہے۔ اہل علم کا

١٢٠٠ـ [صحيح لغيره] أخرجه الحاكم: ٢/ ٢٠٤، ح: ٢٨١٦ من حديث يحيى بن أبي كثير به وصححه على شرط الشيخين ووافقه الذهبي.

وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، فِي كَفَّارَةِ الظِّهَارِ.

ظہار کے کفارے میں اس حدیث پر عمل ہے۔

فائدہ: امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کفارہ گندم سے ادا کرے تو ہر مسکین کے لیے ایک مد ہوگا اور اگر کھجور یا جَو ادا کرے تو دو مد، یعنی آدھا صاع ہوگا۔ امام شافعی، اوزاعی اور عطا کے نزدیک ہر جنس سے ایک مد ہوگا۔ امام مالک کے نزدیک ہر جنس سے دو مد ہوں گے۔ ثوری اور اہل رائے کے نزدیک گندم کے دو مد اور کھجور اور جو کا ایک صاع ہوگا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 605-602/8)

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِيلَاءِ (التحفة ٢١)

باب: 21۔ ایلاء کا بیان

١٢٠١- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: آلَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ، وَحَرَّمَ، فَجَعَلَ الْحَرَامَ حَلَالًا، وَجَعَلَ فِي الْيَمِينِ كَفَّارَةً.

[1201] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایلاء کیا (ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی) اور حرام قرار دے لیا، اور (یوں) ایک حلال چیز کو حرام ٹھہرالیا اور قسم کا کفارہ مقرر کیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَأَبِي مُوسٰى. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ مَسْلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ دَاوُدَ، رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَغَيْرُهُ عَنْ دَاوُدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، مُرْسَلًا، وَلَيْسَ فِيهِ: عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ مَسْلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ، وَالْإِيلَاءُ [هُوَ] أَنْ يَحْلِفَ الرَّجُلُ أَنْ لَا يَقْرَبَ امْرَأَتَهُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ فَأَكْثَرَ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِيهِ إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ، فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ يُوقَفُ. فَإِمَّا أَنْ يَفِيءَ، وَإِمَّا أَنْ يُطَلِّقَ. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ

اس مسئلے میں سیدنا انس اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسلمہ بن علقمہ کی داود سے روایت علی بن مسہر وغیرہ نے داود ہی سے بیان کی ہے اور وہ اسے شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ۔ اس طرح مسروق عن عائشہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ چھوڑ دیتے ہیں اور ارسال کرتے ہیں اور یہ مرسل روایت، مسند کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے۔ ایلاء یہ ہے کہ آدمی قسم اٹھائے کہ وہ چار ماہ یا اس سے زائد عرصے کے لیے اپنی بیوی کے پاس نہیں جائے گا۔ اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو کیا ہوگا۔ بعض اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

١٢٠١- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الطلاق، باب الحرام، ح:٢٠٧٢ عن الحسن بن قزعة به وصححه ابن حبان (الإحسان)، ح:٤٢٦٤ * مسلمة بن علقمة روى عن داود أحاديث مناكير عند الجمهور، والمرسل أصح * وفي الباب عن أبي موسى [البخاري، ح:١١٩١ ومسلم، ح:١٣٩٩]، وأنس [الطبراني كما في مجمع الزوائد: ٥/ ١٠ وفيه يوسف بن خالد السمتي متهم متروك].

أَنَسٍ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ فَهِيَ تَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ.

اور دوسرے حضرات کا یہ قول ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو اسے عدالت میں کھڑا کیا جائے گا کہ رجوع کرے یا طلاق دے۔ امام مالک بن انس، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا قول ہے: جب چار ماہ گزر جائیں (اور وہ رجوع نہ کرے) تو بائنہ طلاق ہو جائے گی۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا موقف یہی ہے۔

فائدہ: نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایلاء کیوں کیا تھا، اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: ○ واقعۂ عسل، یعنی اپنے اوپر شہد کو حرام کرنا۔ ○ واقعۂ ماریہ قبطیہ ○ نان ونفقہ میں اضافے کا مطالبہ۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي اللِّعَانِ (التحفة ٢٢)

باب:22۔ لعان کا بیان

١٢٠٢ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فِي إِمَارَةِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا؟ فَمَا دَرَيْتُ مَا أَقُولُ، فَقُمْتُ مَكَانِي إِلَى مَنْزِلِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَيْهِ فَقِيلَ لِي: إِنَّهُ قَائِلٌ، فَسَمِعَ كَلَامِي فَقَالَ: ابْنَ جُبَيْرٍ! ادْخُلْ، مَا جَاءَ بِكَ إِلَّا حَاجَةٌ.

[1202] سیدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مصعب بن زبیر کی گورنری کے دور میں مجھ سے لعان کرنے والے میاں بیوی کے بارے میں پوچھا گیا: کیا ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی؟ تو مجھے پتا نہ چلا کہ میں کیا جواب دوں، تو میں وہاں سے اٹھ کر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی منزل کی طرف روانہ ہوگیا (کوفے سے مکے گیا۔) میں نے ان سے ملنے کی اجازت طلب کی تو مجھے بتایا گیا کہ وہ قیلولہ کر رہے ہیں۔ انھوں نے میری گفتگو سن لی تو پوچھا: ابن جبیر ہو، آ جاؤ۔ تم کسی ضرورت کے تحت ہی آئے ہو۔

قَالَ: فَدَخَلْتُ فَإِذَا هُوَ مُفْتَرِشٌ بَرْذَعَةَ رَحْلٍ لَهُ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! الْمُتَلَاعِنَانِ، أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا؟ فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ! نَعَمْ، إِنَّ أَوَّلَ مَنْ سَأَلَ

میں اندر داخل ہوگیا تو وہ اپنے پالان کا آتھر (زین کی طرح جانور کی پیٹھ پر ڈالا جانے والا کپڑا یا ٹاٹ وغیرہ) بچھائے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا: اے ابوعبدالرحمن! کیا

١٢٠٢ـ أخرجه مسلم، اللعان، ح: ١٤٩٣ من حديث عبدالملك، والبخاري، ح: ٥٣١١ من حديث سعيد بن جبير به * وفي الباب عن سهل بن سعد [البخاري، ح: ٥٢٥٩ ومسلم، ح: ١٤٩٢]، وابن عباس [البخاري، ح: ٥٣١٠ ومسلم، ح: ١٤٩٧]، وحذيفة [الطبراني في الأوسط: ٩/ ٥١، ح: ٨١٠٧]، وابن مسعود [مسلم، ح: ١٤٩٥].

عَنْ ذٰلِكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَنَا رَأَى امْرَأَتَهُ عَلَى فَاحِشَةٍ، كَيْفَ يَصْنَعُ؟ إِنْ تَكَلَّمَ، تَكَلَّمَ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ، وَإِنْ سَكَتَ، سَكَتَ عَلَى أَمْرٍ عَظِيمٍ، قَالَ: فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ يُجِبْهُ. فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ، أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي سَأَلْتُكَ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيتُ بِهِ، فَأَنْزَلَ اللهُ هٰذِهِ الْآيَاتِ الَّتِي فِي سُورَةِ النُّورِ: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ﴾ [النور: ٦-١٠] حَتّٰى خَتَمَ الْآيَاتِ، فَدَعَا الرَّجُلَ فَتَلَا الْآيَاتِ عَلَيْهِ، وَوَعَظَهُ وَذَكَّرَهُ وَأَخْبَرَهُ: أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، فَقَالَ: لَا، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا، ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْأَةِ فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا، وَأَخْبَرَهَا: أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، فَقَالَتْ: لَا، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا صَدَقَ، قَالَ، فَبَدَأَ بِالرَّجُلِ فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ، وَالْخَامِسَةَ: أَنَّ لَعْنَةَ اللهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ، ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْأَةِ فَشَهِدَتْ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ، وَالْخَامِسَةَ: أَنَّ غَضَبَ اللهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ، ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَحُذَيْفَةَ، وَابْنِ مَسْعُودٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

لعان کرنے والے جوڑے کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی؟ تو انھوں نے فرمایا: سبحان اللہ! (حیرت کی بات ہے کہ تمھیں یہ بھی معلوم نہیں) ہاں۔ اس کے بارے میں سب سے پہلے فلاں بن فلاں نے سوال کیا تھا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی اپنی بیوی کو بدکاری کرتا دیکھ لے تو کیا کرے؟ اگر بولتا ہے تو یہ انتہائی سنگین (ناگوار) بات ہے اور اگر چپ رہتا ہے تو انتہائی ناگوار بات پر خاموشی اختیار کرتا ہے۔ تو نبی ﷺ چپ رہے اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کچھ مدت کے بعد پھر آیا اور کہا: اے اللہ کے نبی! میں نے جو مسئلہ آپ سے پوچھا تھا میں اس میں مبتلا ہو چکا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی یہ آیات اتار دیں: ''جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنے سوا گواہ نہیں ہیں۔'' (النور: 6 تا 10) ساری آیات نازل ہوئیں، تو آپ ﷺ نے اس آدمی کو بلایا اور اسے یہ ساری آیات 6 تا 10 سنائیں۔ اسے نصیحت کی۔ اس معاملے کی سنگینی یاد دلائی اور اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب (اسّی کوڑے) آخرت کے عذاب سے بہت ہلکا ہے۔ اس نے کہا: نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں نے اپنی بیوی کے بارے میں جھوٹ نہیں کہا۔ پھر آپ نے دوبارہ عورت کو نصیحت کی اور اسے معاملے کی سنگینی یاد دلائی اور اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب (سنگ ساری) آخرت کے عذاب سے ہلکا اور نرم ہے۔ اس نے کہا: نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اس نے سچ نہیں بولا۔ اس پر آپ ﷺ نے مرد سے آغاز کیا۔ اس نے چار دفعہ اللہ کی قسم اٹھا کر گواہی دی کہ وہ سچ بولنے والوں میں سے ہے، یعنی سچا ہے۔ پانچویں دفعہ کہا: اگر وہ جھوٹ بولنے

والوں سے ہو، یعنی جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر دوسری بار عورت سے کہا: اس نے اللہ کی قسم اٹھا کر چار بار گواہی دی کہ وہ (شوہر) جھوٹوں میں سے ہے، یعنی جھوٹا ہے۔ اور پانچویں بار کہا: اگر وہ سچوں میں سے ہو تو اللہ اس (بیوی) سے ناراض ہو۔ پھر آپ ﷺ نے ان میں جدائی کر دی۔'' اس مسئلے میں سیدنا سہل بن سعد، ابن عباس، حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے۔

١٢٠٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَاعَنَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ، وَفَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمَا، وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْأُمِّ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ].

[1203] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے لعان کیا تو نبی ﷺ نے ان کے درمیان علیحدگی کرادی اور بچہ ماں کو دے دیا۔ امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

فوائد و مسائل: ① بعض دفعہ خاوند اپنی بیوی کو کسی غیر مرد کے ساتھ ایسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جو اس کی قوت برداشت سے باہر ہوتی ہے اور بعض لوگ غیرت کے نام پر قتل کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے اس بارے میں واضح ہدایات دی ہیں جن پر عمل کر کے اس مسئلے سے بخوبی نبٹا جا سکتا ہے۔ ② جب شوہر، بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو چونکہ یہ انتہائی سنگین الزام ہے جس سے میاں بیوی کا آپس کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے اور ان میں مطلوب محبت و سکینت باقی نہیں رہتی، اور ان کا اکٹھے رہنا مشکل ہو جاتا ہے تو اس صورت حال کا حل شریعت نے یہ نکالا ہے کہ اگر خاوند اپنے الزام پر اصرار کرے اور بیوی اس کو تسلیم کرنے سے انکار کرے تو وہ پانچ پانچ شہادتیں قسم کے ساتھ دیں۔ چونکہ خاوند پانچویں شہادت میں جھوٹا ہونے کی صورت میں اپنے اوپر لعنت بھیجتا ہے، اس لیے ان شہادتوں کا نام لعان رکھ دیا گیا ہے۔ ③ عورت اگر یہ شہادتیں دے دے تو اس پر زنا ثابت نہیں ہوتا اور اس کے شوہر پر حدِ قذف نہیں ہوتی اور ان کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدائی واقع ہو جاتی ہے۔ اگر عورت ان شہادتوں سے انکار کرے تو مرد کو سچا قرار دے کر عورت پر حدِ رجم جاری کی جائے گی۔ ④ آیاتِ لعان میں مرد کے لیے ''لعنت'' کے صریح الفاظ جبکہ عورت کے لیے لعنت کو مستلزم الفاظ ''غضب'' استعمال کیے گئے ہیں کیونکہ عورت کا گناہ مرد کی نسبت بڑا ہے، اس لیے کہ عورت کی طرف زنا کی نسبت ہے جبکہ مرد کا گناہ تہمتِ زنا کا ہے۔ ⑤ شوہر

١٢٠٣- أخرجه البخاري، الطلاق، باب: يلحق الولد بالملاعنة، ح: ٥٣١٥ ومسلم، ح: ١٤٩٤/٨ اللعان من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ٢/ ٥٩٧.

اگر بچے کا انکار کر دے تو اسے ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا، تاہم اگر بچے کی پیدائش کے دوسرے یا تیسرے دن انکار کرے تو اس کا انکار تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ صرف بچے کی پیدائش کے فوراً بعد کے انکار کا اعتبار ہوگا۔ باپ کے فوراً انکار کی صورت میں بچہ ماں کا اور ماں بچے کی وارث ہوگی۔ ⑥ امام مالک اور شافعی کے نزدیک لعان کی صورت میں علیحدگی اور جدائی محض لعان سے ہو جائے گی، حاکم یا قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں۔ اور یہی بات راجح ہے۔ احناف کے نزدیک تفریق قاضی کے حکم سے ہوگی۔ امام احمد سے دونوں قول منقول ہیں۔ اب ان کا آپس میں کبھی کسی صورت میں نکاح نہیں ہو سکے گا۔ اور اس معاملے کا آغاز شوہر کی شہادتوں سے ہوگا۔ (المغني: 34/9)

(المعجم ٢٣) بَابُ مَا جَاءَ أَيْنَ تَعْتَدُّ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا (التحفة ٢٣)

١٢٠٤ - حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ عَمَّتِهِ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ: أَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ - وَهِيَ أُخْتُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ - أَخْبَرَتْهَا: أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِي بَنِي خُدْرَةَ، وَأَنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبَقُوا، حَتَّى إِذَا كَانَ بِطَرَفِ الْقَدُومِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوهُ. قَالَتْ: فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي، فَإِنَّ زَوْجِي لَمْ يَتْرُكْ لِي مَسْكَنًا يَمْلِكُهُ، وَلَا نَفَقَةً، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَعَمْ»، قَالَتْ: فَانْصَرَفْتُ، حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ نَادَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَوْ أَمَرَ بِي فَنُودِيتُ لَهُ فَقَالَ: «كَيْفَ قُلْتِ»؟ قَالَتْ: فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِي ذَكَرْتُ لَهُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِي، قَالَ: «امْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ». قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ، أَرْسَلَ

باب: 23۔ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے، وہ عدت کہاں گزارے؟

[1204] سیدنا ابوسعید خدری کی بہن، فریعہ بنت مالک بن سنان ؓ بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ بات پوچھنے کے لیے حاضر ہوئی کہ وہ اپنے گھر والوں بنو خدرہ کے ہاں چلی جائے کیونکہ اس کا خاوند اپنے بھگوڑے غلاموں کی تلاش میں نکلا تھا حتیٰ کہ جب وہ قدوم مقام کے کنارے پر تھا اور انھیں جا لیا تو انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤں کیونکہ میرے خاوند نے میرے لیے اپنا ملکیتی گھر نہیں چھوڑا اور نہ خرچہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' چنانچہ میں واپس چل پڑی حتیٰ کہ جب میں صحن میں یا مسجد میں پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے آواز دی یا مجھے آواز دینے کا حکم دیا، تو مجھے بلایا گیا، اور آپ ﷺ نے پوچھا: ''تو نے کیسے کہا ہے؟'' میں نے دوبارہ وہ واقعہ سنایا جو میں نے اپنے خاوند کے بارے میں آپ کو بتایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے گھر میں ٹھہری رہو یہاں تک کہ (عدت

١٢٠٤ـ أخرجه أبو داود، الطلاق، باب: في المتوفى عنها تنتقل، ح: ٢٣٠٠ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ٢/ ٥٩١ وصححه ابن حبان (الإحسان): ٤٢٧٨ وابن الجارود، ح: ٧٥٩ والحاكم: ٢/ ٢٠٨ والذهبي.

إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذٰلِكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَاتَّبَعَهُ وَقَضٰى بِهِ.

کا) مقررہ وقت پورا ہوجائے۔'' تو میں نے اس گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزاری۔ فرماتی ہیں: پھر جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، انھوں نے میرے پاس پیغام بھیج کر اس مسئلے کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے انھیں بتایا تو انھوں نے اس کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ لَمْ يَرَوْا لِلْمُعْتَدَّةِ أَنْ تَنْتَقِلَ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَعْتَدَّ حَيْثُ شَاءَتْ، وَإِنْ لَمْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

محمد بن بشار کی سند سے مذکورہ بالا کے ہم معنی مروی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک بیوہ عدت گزارنے سے پہلے خاوند کے گھر سے کہیں اور منتقل نہیں ہوسکتی۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا موقف یہ ہے کہ بیوہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے، خاوند کے گھر میں عدت گزارنا ضروری نہیں۔ اور صحیح قول پہلا ہی ہے۔

[آخِرُ كِتَابِ الطَّلَاقِ وَأَوَّلُ كِتَابِ الْبُيُوعِ]

فائدہ: ائمۂ اربعہ کا موقف اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے موقف کے مطابق یہ ہے کہ بیوہ عدت خاوند کے گھر میں گزارے چاہے وہ گھر ملکیتی ہو یا کرائے کا۔ سیدنا علی، ابن عباس، سیدہ عائشہ، سیدنا جابر رضی اللہ عنہم، جابر بن زید، عطا اور حسن بصری رحمہم اللہ کے نزدیک وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے، لیکن اس حدیث سے پہلے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ (المغني: 171/9، 172) ہاں دن کے وقت ضروریات کی خاطر گھر سے نکل سکتی ہے، رات گھر میں گزارنی ہوگی۔ (المغني: 177/9)

فرمانِ رسولِ اکرم ﷺ

«إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فُجَّارًا إِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَبَرَّ وَصَدَقَ»

”بلاشبہ تاجر قیامت کے دن بدکار (مجرم و گناہ گار) اٹھائے جائیں گے مگر جس نے اللہ کی حدود واحکام کی پابندی کی، لوگوں سے احسان کیا اور اچھا برتاؤ کیا اور سچائی کو اپنایا۔“

(جامع الترمذي، حديث: 1210)

خرید وفروخت کے احکام ومسائل

دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرنا انسان کی فطرت میں شامل ہے، اور تمام انسان اپنی زندگی میں ایک دوسرے کے تعاون، مدد اور باہمی لین دین کے محتاج ہیں۔ چونکہ ہر انسان اپنی زندگی کی تمام ضروریات اپنے طور پر پیدا نہیں کرسکتا، اس لیے ہر طبقہ اپنی ضروریات کی فراہمی اور حصول کے لیے دوسروں کا محتاج ہے۔ ایک مزدور جو صبح و شام محنت مزدوری کر کے کچھ رقم حاصل کرتا ہے، اسے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے ایسے انسان کی ضرورت ہے جس سے وہ اپنی خوراک کے لیے غلہ خرید سکے۔ ان کے لباس کے لیے کپڑا اور پاؤں کے لیے جوتا خرید سکے۔ غلہ پیدا کرنے والے کاشتکار کے لیے کھیت میں کام کرنے کے لیے مزدور کی ضرورت ہے۔ اسی طرح صنعت کار کو صنعت وحرفت کے کام کے لیے ایسے افراد کی ضرورت ہے جو یہ کام کرسکیں۔ کپڑا تیار کرنے کے لیے سوت اور دھاگے کی ضرورت ہے اور اسے رنگنے کے لیے رنگ کی اور بنانے کے لیے مشینری کی ضرورت ہے۔ رہائش کے لیے مکان اور مکان تعمیر کرنے کے لیے ملبے، مستری اور مزدوروں کی ضرورت ہے۔ بیمار پڑ جائے تو حکیم وطبیب یا ڈاکٹر کی ضرورت ہے اور دوائی کے لیے میڈیکل سٹور اور میڈیسن تیار کرنے والی کمپنی کی ضرورت ہے۔ الغرض اشیاء کی خرید وفروخت کا تجارتی تبادلہ کرنے، محنت و مزدوری، صنعت وحرفت، قرض و ادھار اور زراعت وغیرہ انسان کی معاشرتی زندگی کے لیے لوازمات کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے شریعت اسلامیہ میں انسان کے معاشی معاملات کے لیے تفصیلی روایات دی گئی ہیں اور اس میں چار بنیادی عناصر کو ملحوظ رکھا گیا ہے: ① اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچانا۔ ② عدل وانصاف۔ ③ امانت و دیانت اور صدق وسچائی۔ ④ سماحت، یعنی ہمدردی و خیر خواہی اور دوسروں کے لیے سہولت وآسانی کی فراہمی۔ أبواب البیوع کے زیر عنوان محدثین کرام رحمہم اللہ نے انھی معاشی معاملات کے بارے میں احادیث بیان فرمائی ہیں جن سے اسلام کی جامعیت اور کاملیت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان ہدایات و ارشادات کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو انسان ہر قسم کے تنازعات و اختلافات اور جھگڑوں سے محفوظ رہتا ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ١٢) أَبْوَابُ الْبُيُوعِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ١٠)

خرید وفروخت کے احکام ومسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الشُّبُهَاتِ (التحفة ١)

باب: 1۔ مشتبہ معاملات سے بچنے کا بیان

١٢٠٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَ ذٰلِكَ أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَدْرِي كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ أَمِنَ الْحَلَالِ هِيَ أَمْ مِّنَ الْحَرَامِ، فَمَنْ تَرَكَهَا، اسْتِبْرَاءً لِّدِينِهِ وَعِرْضِهِ فَقَدْ سَلِمَ، وَمَنْ وَاقَعَ شَيْئًا مِّنْهَا، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَ الْحَرَامَ، كَمَا أَنَّهُ مَنْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ».

[1205] سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے۔ ان کے درمیان کئی مشتبہ امور (معاملات) ہیں۔ بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ ان کا تعلق حلال سے ہے یا حرام سے۔ تو جس نے ایسے معاملے کو چھوڑ دیا تاکہ اپنے دین اور عزت کو بچا لے تو وہ (طعن وتشنیع سے) بچ گیا، اور جو ان میں سے کسی چیز میں پڑ گیا (ان کا مرتکب ہوا) ممکن ہے وہ حرام میں پڑ جائے، جیسا کہ وہ شخص جو کسی چراگاہ کے اردگرد مویشی چراتا ہے عین ممکن ہے کہ وہ اپنے جانور اس میں داخل کر بیٹھے یا وہ خود اس میں داخل ہو جائیں۔ خبردار! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے، خبردار! اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔''

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ

ہناد کی سند سے مذکورہ بالا کے ہم معنی مروی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسے کئی

١٢٠٥- [صحيح لغيره] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٦٩ من حديث مجالد به، وأخرجه البخاري، ح: ٥٢ ومسلم، ح: ١٥٩٩ من حديث الشعبي به.

ﷺ، نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ.

راویوں نے امام شعبی سے بیان کیا ہے اور وہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① حلت اور حرمت کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء کے چار درجات ومراتب ہیں: * [اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ] وہ حلال جس کا حلال ہونا واضح ہے، اس لیے یہاں الف لام استغراق کا نہیں کہ ہر حلال واضح ہے کیونکہ اگر ہر حلال واضح ہو تو پھر اشتباہ باقی نہیں رہتا، اس لیے الف لام عہد کا ہے کہ وہ حلال جسے اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے اس کا حلال ہونا واضح ہے، گویا خالص حلال واضح ہے یا [حُكْمُ الْحَلَالِ بَيِّنٌ] ''حلال کا حکم واضح ہے'' یا [اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ حُكْمُهُ] ''حلال کا حکم واضح ہے۔'' اور یہ وہی ہے جس کے بارے میں حدیث میں آیا ہے: [مَا أَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ] ''جسے اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے وہ حلال ہے۔'' * [اَلْحَرَامُ بَيِّنٌ] وہ حرام جس کا حرام ہونا واضح ہے، یا حرام کا حکم واضح ہے یا خالص حرام واضح ہے، اور یہ وہی ہے جس کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: [وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ] ''جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا وہ حرام ہے۔'' * [وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُّشْتَبِهَاتٌ] ''ان کے درمیان کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کی حلت وحرمت میں اشتباہ ہے'' کیونکہ ○ دلائل میں تعارض ہے۔ ○ ان کی حلت وحرمت میں علماء کا اختلاف ہے۔ ○ ان کے اندر دونوں پہلو نکلتے ہیں اور کراہت کا پہلو غالب محسوس ہوتا ہے۔ ○ دونوں پہلو موجود ہیں لیکن خرابی کا پہلو غالب ہے۔ ○ شریعت اس کے بارے میں خاموش ہے اور بقول ابن عباس [مَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ] شریعت جس کے بارے میں خاموش ہے، وہ معاف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشتبہ امور میں بچنا ہی بہتر ہے تاکہ انسان کے دین میں نقص وعیب پیدا نہ ہو اور نہ اس کی عزت و ناموس پر تبصرہ ہو۔ لیکن [مَا سَكَتَ عَنْهُ] میں اصل اباحت اور جواز ہے۔ لیکن خیال رہے کہ مباح چیزوں کی کثرت استعمال مکروہ کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور مکروہ کی کثرت حرام کا زینہ اور سیڑھی ہے۔ * [لَا يَدْرِي كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ] کے معنی ہیں کہ عوام ان کی حلت وحرمت نہیں جان سکتے لیکن شریعت کے ماہر علماء اس کا حکم جان سکتے ہیں۔ [لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى] ''ہر بادشاہ کا ایک ممنوعہ علاقہ ہوتا ہے'' جس کے اندر عام لوگ اپنے مویشی نہیں چرا سکتے، اس لیے محتاط اور سمجھدار لوگ بادشاہ کی چراگاہ کے قریب جو دوسروں کے لیے ممنوعہ علاقہ ہو، اپنے مویشی نہیں لے جاتے کیونکہ چراگاہ کی سرسبزی وشادابی دیکھ کر جانور اس کی طرف لپکیں گے اور چرواہے کی غفلت اور سستی سے فائدہ اٹھا کر اس میں داخل ہو جائیں گے جس کی بنا پر چرواہا سزا کا مستحق ہوگا، اسی طرح [مَحَارِمُ اللهِ] اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزیں ہیں، جو ان کے قریب جائے گا عین ممکن ہے کہ ان کے اپنانے کی بنا پر حرام کا مرتکب ہو جائے اور مجرم (گناہ گار) ٹھہرے، اس لیے گناہ اور حرام اشیاء سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان محرمات کے اسباب ومحرکات سے بچے۔ مشتبہ امور کا ارتکاب حرام کے ارتکاب کا ذریعہ اور سبب بنتا ہے، اس لیے ان سے بچنا ضروری ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ الرِّبَا (التحفة ٢)

باب:2۔ سود خوری کا بیان

١٢٠٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا، وَمُوكِلَهُ، وَشَاهِدَيْهِ، وَكَاتِبَهُ.

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَجَابِرٍ، [وَأَبِي جُحَيْفَةَ]. حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1206] سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر، کھلانے والے پر، یعنی جو سود دیتا ہے، اس (دستاویز) کے دونوں گواہوں پر اور اس کے لکھنے والے پر۔

اس مسئلے میں سیدنا عمر، علی، جابر اور ابو جحیفہ رضی اللہ عنہم سے احادیث آئی ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں: عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سودی لین دین اس قدر سنگین جرم ہے کہ اس میں کسی قسم کی شرکت بھی موجبِ لعنت ہے۔ صرف سود لینے اور کھانے والا ہی مجرم نہیں بلکہ سود کھلانے والا، سودی دستاویز وکاغذات لکھنے والا کاتب اور اس معاملے پر گواہ بننے والے افراد بھی لعنت میں حصے دار ہیں، لہٰذا اس کاروبار اور اس میں شراکت وحصہ داری سے بچنا ضروری ہے۔

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّغْلِيظِ فِي الْكَذِبِ وَالزُّورِ وَنَحْوِهِ (التحفة ٣)

باب:3۔ جھوٹ اور ناحق بات وغیرہ کی سنگینی

١٢٠٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ شُعْبَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْكَبَائِرِ قَالَ: «الشِّرْكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَقَوْلُ الزُّورِ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، وَأَيْمَنَ بْنِ خُرَيْمٍ، وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَنَسٍ، حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

[1207] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے کبیرہ گناہوں کے بارے میں فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی بے گناہ کو قتل کرنا اور ناحق بات، یعنی جھوٹ وغیرہ کہنا (کبیرہ گناہ) ہیں۔“

اس مسئلے میں سیدنا ابوبکرہ، ایمن بن خریم اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

١٢٠٦- أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في آكل الربا وموكله، ح:٣٣٣٣ وابن ماجه، ح:٢٢٧٧ من حديث سماك به، وصححه ابن حبان، ح:١١١٢ وللحديث شواهد كثيرة جدًا * وفي الباب عن عمر [ابن ماجه، ح:٢٢٧٦ في أكل الربا]، وعلي [النسائي، ح:٥١٠٦]، وجابر [مسلم، ح:١٥٩٨]، وأبي جحيفة [البخاري، ح:٢٠٨٦].

١٢٠٧- أخرجه مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، ح:٨٨ من حديث خالد بن الحارث، والبخاري، ح:٢٦٥٣ من حديث شعبة به * وفي الباب عن أبي بكرة [البخاري، ح:٢٦٥٤ ومسلم، ح:٨٧]، وأيمن بن خريم [يأتي: ٢٢٩٩]، وابن عمر [ابن ماجه، ح: ٢٣٧٣].

لغوی تشریح: زُور سے مراد ہر وہ بات جو حق سے ہٹی ہوئی اور باطل یا ناجائز ہو۔ وہ جھوٹ ہو یا دھوکا اور فریب اور ہر وہ بات جو دوسرے کے لیے اذیت وتکلیف اور نقصان کا باعث ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح شرک، والدین کی نافرمانی اور کسی بے گناہ کو قتل کرنا سنگین جرائم اور بڑے گناہ ہیں، اسی طرح ناجائز بات کرنا، خاص کر جھوٹ بولنا جس پر آج کل تجارت کی بنیاد ہے، انتہائی برا طرز عمل ہے۔

(المعجم ۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي التُّجَّارِ وَتَسْمِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ إِيَّاهُمْ (التحفة ۴)

باب: 4۔ تاجروں کا بیان اور نبی ﷺ کا ان کا نام رکھنا

١٢٠٨- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي غَرَزَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نُسَمَّى السَّمَاسِرَةَ، فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ! إِنَّ الشَّيْطَانَ وَالْإِثْمَ يَحْضُرَانِ الْبَيْعَ، فَشُوبُوا بَيْعَكُمْ بِالصَّدَقَةِ».

[1208] سیدنا قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارا نام اَلسَّمَاسِرَةَ (دلال، سودا کرنے والا) رکھا جاتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے تاجروں کی جماعت! بلاشبہ خرید وفروخت کے وقت شیطان اور گناہ آ دھمکتے ہیں، لہٰذا تم اپنی خرید وفروخت میں صدقے کی آمیزش کیا کرو۔''

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، وَرِفَاعَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ قَيْسِ بْنِ أَبِي غَرَزَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. رَوَاهُ مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ، وَحَبِيبُ ابْنُ أَبِي ثَابِتٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ قَيْسِ ابْنِ أَبِي غَرَزَةَ، وَلَا نَعْرِفُ لِقَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرَ هٰذَا. حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ، [وَشَقِيقٌ هُوَ أَبُو وَائِلٍ] عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي غَرَزَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ. وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، وَرِفَاعَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں براء بن عازب اور رفاعہ رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ حدیث منصور، اعمش، حبیب بن ابی ثابت اور بہت سے راویوں نے ابو وائل کے واسطے سے سیدنا قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے اور ہمارے علم میں سیدنا قیس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے صرف یہی ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔ ہناد کی سند سے مذکورہ بالا کے ہم معنی مروی ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا براء بن عازب اور رفاعہ سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

١٢٠٨- أخرجه النسائي: ٧/ ١٤، ١٥، ح: ٣٨٢٩ من حديث عاصم بن أبي النجود، وأبو داود، ح: ٣٣٢٦ وابن ماجه، ح: ٢١٤٥ من حديث شقيق أبي وائل به، وصححه ابن الجارود، ح: ٥٥٧ والحاكم: ٢/ ٥ ووافقه الذهبي * وفي الباب عن البراء بن عازب [البيهقي في شعب الإيمان، ح: ٤٨٤٨]، ورفاعة [يأتي: ١٢١٠] * ورواه أبو داود، ح: ٣٣٢٦ من حديث أبي معاوية الضرير به، والأعمش صرح بالسماع عند الطحاوي في مشكل الآثار: ٣/ ١٣، ١٤ وتابعه جماعة.

١٢٠٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ».

[1209] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''پوری سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر، نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ. [وَأَبُو حَمْزَةَ: اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَابِرٍ. وَهُوَ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ]: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا [عَبْدُ اللهِ] بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف سفیان ثوری ہی ابوحمزہ سے بیان کرتا ہے، اور ابوحمزہ کا نام عبداللہ بن جابر ہے اور یہ بصری شیخ ہے۔سوید بن نصر کی سند سے سفیان ثوری سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔

فائدہ: تجارت یا کاروبار بڑا آزمائش طلب پیشہ ہے کیونکہ بعض اوقات اگر تاجر سچائی اور ایمانداری کی پابندی کرے تو اسے بظاہر نقصان ہوتا ہے، اگر وہ اپنی کاروباری مصلحت کے مطابق بازاری طورطریقہ اپنائے تو اسے بہت نفع ہوتا ہے، اس لیے جو تاجر اپنی تجارتی مصلحت اور نفع ونقصان سے صرف نظر کرکے اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد کرتے ہوئے ہر حال میں سچائی اور ایمانداری کی پابندی کرتا ہے اور اس امتحان میں کامیاب ہوتا ہے تو اسے نبی ﷺ نے یہ بشارت اور خوش خبری دی ہے کہ وہ قیامت کے روز اللہ اور رسول کے اطاعت گزار اور مقبول بندوں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔سچائی کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی کا مظاہرہ ہے، اس لیے کوئی بعید نہیں کہ سچے اور دیانت دار تاجر انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے: ''جو بندے اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ (قیامت کے دن) ان مقبول اور مقرب بندوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ، اور یہ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔'' (النسآء 4:69) لہٰذا جو دین دار اور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار تاجر کاروبار میں ہر حال میں خیر خواہی، سچائی اور ایمانداری کی پابندی کرتے ہیں وہ اس بشارت اور خوش خبری کے حقدار ہوسکتے ہیں۔

١٢١٠- حَدَّثَنَا [أَبُو سَلَمَةَ] يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ

[1210] اسماعیل اپنے باپ عبید اور وہ اسماعیل کے دادے رفاعہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے

١٢٠٩- [حسن بالشواهد] أخرجه الدارمي: ٢/ ٢٤٧، ح: ٢٥٤٢ عن قبيصة به وقال: "أبوحمزة هذا هو صاحب إبراهيم وهو ميمون الأعور" وله شاهد من حديث ابن عمر عند ابن ماجه، حديث: ٢١٣٩ يتقوى به.

١٢١٠- [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب التوقي في التجارة، ح: ٢١٤٦ من حديث ابن خثيم به وصححه ابن حبان، ح: ١٠٩٥ والحاكم: ٢/ ٦ والذهبي وانظر الصحيحة للألباني، حديث: ٩٧٨.

خُثَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمُصَلّٰى، فَرَأَى النَّاسَ يَتَبَايَعُونَ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ!» فَاسْتَجَابُوا لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَرَفَعُوا أَعْنَاقَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ إِلَيْهِ، فَقَالَ: «إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا، إِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ، وَبَرَّ وَصَدَقَ».

ساتھ عیدگاہ کی طرف نکلے (وہاں بازار ہوا کرتا تھا) تو آپ نے لوگوں کو خرید و فروخت کرتے دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے تاجروں کی جماعت!'' انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بات پر لبیک کہا اور اپنی گردنیں اور نظریں آپ کی طرف اٹھا دیں۔ آپ نے فرمایا: ''تاجر قیامت کے دن بدکار (مجرم و گناہ گار) اٹھائے جائیں گے مگر جس نے اللہ کی حدود و احکام کی پابندی کی، لوگوں سے احسان اور اچھا برتاؤ کیا اور سچائی کو اپنایا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَيُقَالُ: إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ رِفَاعَةَ أَيْضًا.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسماعیل بن عبید کو اسماعیل بن عبید اللہ بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: کاروباری حضرات عام طور پر جھوٹ، بد دیانتی، خیانت اور دھوکے فریب سے کام لیتے ہیں، اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: وہ قیامت کے دن فاجر، بدکار، مجرم اور گناہ گار کی صورت میں اٹھیں گے۔ لیکن جو لوگ اللہ کی مقرر کردہ حدود و قیود کی پابندی کریں گے، لوگوں کے ساتھ احسان یا ایفائے عہد کریں گے اور لین دین میں صدق و امانت کی پابندی کریں گے، وہ بدکار نہیں ہوں گے بلکہ ان کا انجام وہ ہوگا جو اس سے پہلی حدیث میں گزرا ہے۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ حَلَفَ عَلٰى سِلْعَةٍ كَاذِبًا (التحفة ٥)

باب:5۔ سامان کے سلسلے میں جھوٹی قسم کھانا

١٢١١ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، يُحَدِّثُ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ»، قُلْنَا: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ

[1211] سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''تین قسم کے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، نہ ان کا تزکیہ (گناہوں کی صفائی) ہی فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔'' ہم نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ اے اللہ کے رسول! وہ ناکام ہوگئے اور گھاٹے کا شکار

١٢١١ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية . . . إلخ، ح: ١٠٦ من حديث شعبة به وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ٤٦٧ * وفي الباب عن ابن مسعود [البخاري، ح: ٢٣٥٦، ٢٣٥٧ ومسلم، ح: ١٣٨]، وأبي هريرة [يأتي مختصرًا، ح: ١٥٩٥ والبخاري، ح: ٢٦٧٢ ومسلم، ح: ١٠٨]، وأبي أمامة بن ثعلبة [مسلم، ح: ١٣٧]، وعمران ابن حصين [أبو داود، ح: ٣٢٤٢]، ومعقل بن يسار [أحمد: ٥/ ٢٥ والنسائي في الكبرى].

اللهِ؟ فَقَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا، فَقَالَ: «الْمَنَّانُ، وَالْمُسْبِلُ إِزَارَهُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ».

ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا: ''دے کر احسان جتلانے والا، اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، اور جھوٹی قسم کے ذریعے سے اپنے مال کو رواج دینے والا، یعنی بیچنے والا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي أُمَامَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَمَعْقِلِ ابْنِ يَسَارٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، ابوہریرہ، ابوامامہ بن ثعلبہ، عمران بن حصین اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو صدقہ خیرات دے کر اسے احسان جتلانا اور اپنی یہ نیکی یاد دلانا، تکبر اور فخر و غرور کے اظہار کے لیے یا ایسے لوگوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کے لیے اپنا تہبند اور شلوار و پاجامہ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے رکھنا اور اپنے سامان کی طرف لوگوں کو مائل کرنے کے لیے جھوٹی قسم اٹھانا اس قدر بھیانک اور سنگین جرائم ہیں جو قیامت کے دن انسان کو اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم کر دیں گے، اور آگ ان گناہوں کے اثرات و نتائج کو کھا کر انسان کا تزکیہ اور تطہیر نہیں کرے گی، اور انسان دردانگیز دکھ اور تکلیف سے دوچار ہوگا۔ لیکن آج بدقسمتی سے مسلمانوں کو ان گناہوں کا احساس ہی نہیں۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّبْكِيرِ بِالتِّجَارَةِ (التحفة ٦)

باب: 6۔ سوداگری کے لیے صبح سویرے جلدی گھر سے نکلنا

١٢١٢- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ حَدِيدٍ، عَنْ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا». قَالَ: وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا، بَعَثَهُمْ أَوَّلَ النَّهَارِ، وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا، وَكَانَ إِذَا بَعَثَ تِجَارَةً بَعَثَهُمْ أَوَّلَ النَّهَارِ، فَأَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ.

[1212] سیدنا صخر غامدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میری امت کے لیے صبح سویرے کے وقت میں برکت رکھ دے۔'' اور آپ کا معمول تھا کہ جب آپ کوئی دستہ یا لشکر روانہ فرماتے تو انھیں دن کے آغاز میں بھیجتے۔ اور سیدنا صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر آدمی تھے، وہ جب اپنے تجارتی سامان کا قافلہ روانہ کرتے تو انھیں دن کے شروع میں روانہ کرتے، چنانچہ وہ مال دار

١٢١٢ـ [صحيح بشواهده] أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب ما يرجى من البركة في البكور، ح:٢٢٣٦ وأبو داود، ح:٢٦٠٦ من حديث هشيم به وصححه ابن حبان (الإحسان):٤٧٣٤. قال الشيخ الألباني وغيره: صحيح، انظر أبوداود (المفصل، ح:٢٣٤٥). ☆ وفي الباب عن علي [عبدالله بن أحمد في زوائد المسند:١/ ١٥٣] وبريدة [العقيلي في الضعفاء:١/ ١٢٤]، وابن مسعود [البخاري في التاريخ الكبير:٦/ ٢٩٠، والطبراني في الكبير:١٠/ ٢٥٧، ح:١٠٤٩٠]، وأنس [البزار (كشف الأستار):٢/ ٨٠، ح:١٢٤٩]، وابن عمر [ابن ماجه، ح:٢٢٣٨]، وابن عباس [الطبراني في الكبير:١٠/ ٣٤٨، ح:١٠٦٧٩]، وجابر [الطبراني في الأوسط:١/ ٥٣٠، ح:١٠٠٠].

ہو گئے اور ان کا مال بڑھ گیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَبُرَيْدَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَنَسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَجَابِرٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَلَا نَعْرِفُ لِصَخْرٍ الْغَامِدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَقَدْ رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، هٰذَا الْحَدِيثَ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، بریدہ، ابن مسعود، انس، ابن عمر، ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صخر غامدی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور ہمارے علم میں نبی ﷺ سے سیدنا صخر غامدی کی یہی حدیث آئی ہے۔ سفیان ثوری نے بھی یہ حدیث شعبہ کی سند سے بیان کی ہے۔

لغوی تشریح: بُکور: صبح سویرے دن کا آغاز۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی امور اور دنیوی کاروبار میں صبح سویرے مشغول ہونا خیر اور برکت کا باعث ہے، مسلمانوں کو سیدنا صخر رضی اللہ عنہ کی طرح اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

(المعجم) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الشِّرَاءِ إِلٰى أَجَلٍ (التحفة)

باب:7۔ ادھار خریدنے کی رخصت ہے

١٢١٣- حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَوْبَانِ قِطْرِيَّانِ غَلِيظَانِ، فَكَانَ إِذَا قَعَدَ فَعَرِقَ، ثَقُلَا عَلَيْهِ. فَقَدِمَ بَزٌّ مِنَ الشَّامِ لِفُلَانٍ الْيَهُودِيِّ. فَقُلْتُ: لَوْ بَعَثْتَ إِلَيْهِ فَاشْتَرَيْتَ مِنْهُ ثَوْبَيْنِ إِلَى الْمَيْسَرَةِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ مَا يُرِيدُ، إِنَّمَا يُرِيدُ أَنْ يَذْهَبَ بِمَالِي، أَوْ بِدَرَاهِمِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَذَبَ، قَدْ عَلِمَ أَنِّي مِنْ أَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ وَآدَاهُمْ لِلْأَمَانَةِ».

[1213] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو موٹے موٹے قطری کپڑے پہنتے تھے، جب آپ (کچھ وقت کے لیے) بیٹھتے تو آپ کو پسینہ آجاتا اور وہ آپ کے لیے بھاری ہو جاتے، چنانچہ ایک یہودی کا شام سے کپڑا آیا تو میں نے عرض کی: کاش آپ اس کی طرف کسی کو بھیج کر آسانی اور سہولت کے وقت تک ادھار دو کپڑے خرید لیں۔ تو آپ نے اس کی طرف کسی کو بھیجا تو یہودی نے (جھوٹ بولتے ہوئے) کہا: مجھے خوب معلوم ہے، اس کا ارادہ کیا ہے۔ یہ تو بس چاہتا ہے کہ میرا مال ہضم کر لے یا میرے درہم ہڑپ کر لے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے جھوٹ کہا ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ میں ان سب

١٢١٣- أخرجه النسائي، البيوع، باب البيع إلى الأجل المعلوم: ٧/ ٢٩٤، ح: ٤٦٣٢ عن عمرو بن علي الفلاس به * وفي الباب عن ابن عباس [يأتي: ١٢١٤]، وأنس [يأتي: ١٢١٥]، وأسماء بنت يزيد [ابن ماجه، ح: ٢٤٣٨] * قول شعبة، سنده صحيح.

سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور سب سے زیادہ امانت ادا کرنے والا ہوں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَنَسٍ، وَأَسْمَاءَ ابْنَةِ يَزِيدَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ أَيْضًا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ، قَالَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ فِرَاسٍ الْبَصْرِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ الطَّيَالِسِيَّ يَقُولُ: سُئِلَ شُعْبَةُ يَوْمًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: لَسْتُ أُحَدِّثُكُمْ حَتّٰى تَقُومُوا إِلٰى حَرَمِيِّ بْنِ عُمَارَةَ [بْنِ أَبِي حَفْصَةَ] فَتُقَبِّلُوا رَأْسَهُ. قَالَ: وَحَرَمِيٌّ فِي الْقَوْمِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] أَيْ إِعْجَابًا بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، انس اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اسے شعبہ نے بھی عمارہ بن ابی حفصہ سے بیان کیا ہے۔ امام ابوداود طیالسی بیان کرتے ہیں کہ شعبہ سے ایک دن اس حدیث کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا: میں اس وقت تک تمھیں یہ حدیث نہیں سناؤں گا جب تک تم حرمی بن عمارہ بن ابی حفصہ کے پاس جا کر اس کے سر کو بوسہ نہ دو، اور حرمی لوگوں میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے اس حدیث سے خوش ہو کر (ان کے بیٹے کی تعظیم و تکریم کے لیے) کہا۔

فائدہ: یہودی، نبی ﷺ کی دیانت اور امانت سے خوب آگاہ تھے مگر محض عناد اور حسد و کینے کے سبب اس نے آپ کی طرف خلاف حقیقت بات منسوب کی۔

١٢١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ بِعِشْرِينَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ، أَخَذَهُ لِأَهْلِهِ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1214] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی ﷺ اس حال میں فوت ہوئے کہ آپ کی زرہ بیس صاع غلے کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی، جو آپ نے گھر والوں کے لیے لیا تھا۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٢١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ؛ ح: قَالَ مُحَمَّدٌ [بْنُ هِشَامٍ]: وَأَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ رُهِنَ لَهُ دِرْعٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِعِشْرِينَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَخَذَهُ

[1215] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں جو کی روٹی اور باسی چربی لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بیس صاع غلے کے عوض، جو آپ نے گھر والوں کے لیے لیا تھا، گروی رکھی ہوئی تھی۔ اور میں نے آپ سے ایک دن سنا: ''آج شام محمد (ﷺ) کے گھر والوں کے پاس کھجور کا ایک صاع یا غلے

١٢١٤ـ أخرجه النسائي، البيوع، باب مبايعة أهل الكتاب: ٧/ ٣٠٣، ح: ٤٦٥٥ من حديث هشام بن حسان به، وللحديث شواهد.
١٢١٥ـ أخرجه البخاري، البيوع، باب شراء النبي ﷺ بالنسيئة، ح: ٢٠٦٩ من حديث هشام به بلفظ: "من طعام".

لِأَهْلِهِ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ ذَاتَ يَوْمٍ يَقُولُ: مَا أَمْسٰى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ صَاعُ تَمْرٍ وَلَا صَاعُ حَبٍّ، وَإِنَّ عِنْدَهُ يَوْمَئِذٍ لَتِسْعُ نِسْوَةٍ».

کا ایک صاع بھی نہیں ہے۔" اور ان دنوں آپ ﷺ کی نو بیویاں تھیں۔

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی جائز ضرورت کے لیے ادھار چیز خریدنا جائز ہے اور یہ لین دین کافروں کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔② ضرورت کے تحت اعتماد کے لیے کوئی چیز گروی بھی رکھی جاسکتی ہے۔③ نبی ﷺ نے کسی مسلمان کے سامنے اپنی ضرورت کا اظہار نہیں فرمایا تاکہ وہ اپنی ضرورت و حاجت پر آپ کی ضرورت کو ترجیح نہ دے یا وہ آپ کو بطور عطیہ اور تحفہ نہ پیش کردے۔ یہ بتانا بھی مقصود ہوسکتا ہے کہ کافروں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاسکتا ہے۔④ آپ ﷺ غزوۂ خیبر کے بعد سال بھر کی خوراک گھر میں رکھتے تھے تاکہ آپ کا طرز عمل دوسروں کے لیے نمونہ بن سکے لیکن بعض دفعہ وہ وقت سے پہلے ہی خرچ ہوجاتی تھی۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي كِتَابَةِ الشُّرُوطِ (التحفة ٨)

باب:8۔ شرطیں تحریر کرنا

١٢١٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ لَيْثٍ صَاحِبُ الْكَرَابِيسِيِّ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: قَالَ لِيَ الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ: أَلَا أُقْرِئُكَ كِتَابًا كَتَبَهُ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلٰى، فَأَخْرَجَ لِي كِتَابًا: هٰذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ ﷺ، اشْتَرٰى مِنْهُ عَبْدًا أَوْ أَمَةً، لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خِبْثَةَ، بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ.

[1216] عبدالمجید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ مجھے عداء بن خالد بن ہوذہ ؓ نے کہا: کیا میں تمھیں وہ تحریر نہ پڑھواؤں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے لکھوا کر دی تھی؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! تو انھوں نے مجھے ایک تحریر لا کر دی "یہ وہ سودا ہے جو عداء بن خالد بن ہوذہ نے محمد رسول اللہ ﷺ سے غلام یا لونڈی کی صورت میں کیا ہے۔ اسے کوئی باطنی بیماری نہیں، نہ یہ بھگوڑا ہے اور نہ اس میں کوئی بداخلاقی ہے۔ مسلمان کی مسلمان سے (صاف ستھری) بیع ہے۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبَّادِ بْنِ لَيْثٍ، وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں یہ صرف عباد بن لیث ہی بیان کرتا ہے اور اس سے یہ حدیث کئی محدثین نے بیان کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو مسلمان سے صاف شفاف سودا کرنا چاہیے۔ اگر وہ کوئی حیوان (جاندار) غلام وغیرہ فروخت کرے تو وہ ظاہری و باطنی بیماری، بدخلقی اور بری عادات و اطوار سے پاک ہونا چاہیے۔ چونکہ یہ سودا سامان کے

١٢١٦- [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب شراء الرقيق، ح: ٢٢٥١ عن محمد بن بشار به وعلقه البخاري قبل، ح: ٢٠٧٩ بصيغة التمريض وصححه ابن الجارود، ح: ١٠٢٨ وحسنه الحافظ في الفتح: ١٢/ ٣٥٠.

تبادلے کی صورت میں تھا، اس لیے بعض جگہ خریدار نبی ﷺ کو بتایا گیا اور بعض جگہ خریدار سیدنا عداء رضی اللہ عنہ کو۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمِكْيَالِ وَالْمِيزَانِ (التحفة ٩)

باب:9۔ ماپ تول کا بیان

١٢١٧- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالَقَانِيُّ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللهِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَصْحَابِ الْكَيْلِ وَالْمِيزَانِ: «إِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيتُمْ أَمْرَيْنِ، هَلَكَتْ فِيهِ الْأُمَمُ السَّالِفَةُ قَبْلَكُمْ».

[1217] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ماپ اور تول کرنے والوں (کاروباری حضرات) سے فرمایا: ”تمھارے ذمے ایسے دو کام لگائے گئے ہیں جن کے سبب تم سے پہلی امتیں تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حُسَيْنِ بْنِ قَيْسٍ، وَحُسَيْنُ بْنُ قَيْسٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہمارے علم میں نبی ﷺ کی طرف صرف حسین بن قیس ہی منسوب کرتا ہے، اور حسین بن قیس کو حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا گیا ہے، اور صحیح سند سے یہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

فائدہ: یہ روایت گو ضعیف ہے لیکن یہ بات صحیح ہے کہ ماپ تول میں کمی ہلاکت و بربادی کا باعث ہے۔ قرآن مجید میں سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم کی تباہی بربادی کا باعث بھی ماپ تول میں کمی ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قوم کے کئی قبائل اور خاندان تھے جو اس کاروبار میں ملوث تھے اور سب تباہ ہوئے۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعِ مَنْ يَزِيدُ (التحفة ١٠)

باب:10۔ نیلام (بولی) پر چیز فروخت کرنا

١٢١٨- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ شُمَيْطِ بْنِ عَجْلَانَ: حَدَّثَنَا الْأَخْضَرُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ الْحَنَفِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ

[1218] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بوریا (یا بچھونا) اور ایک پیالہ فروخت کرنا چاہا اور فرمایا: ”یہ بوریا (یا بچھونا) اور پیالہ کون خریدنا چاہتا

١٢١٧ـ [ضعيف جدًا] أخرجه الطبراني في الكبير: ١١/ ٢١٤، ح: ١١٥٣٥ والحاكم: ٢/ ٣١ من حديث خالد به وقال الحاكم: "صحيح الإسناد" فقال الذهبي: "حسين ضعفوه" وأخرجه ابن الجوزي في العلل: ٢/ ١٠٢، ح: ٩٧٢ من طريق الترمذي به.

١٢١٨ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الزكاة، باب ما تجوز فيه المسألة، ح: ١٦٤١ وابن ماجه، ح: ٢١٩٨ والنسائي، ح: ٤٥١٢ من حديث الأخضر بن عجلان به، * أبو بكر الحنفي مجهول الحال.

رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَاعَ حِلْسًا وَقَدَحًا، وَقَالَ: «مَنْ يَشْتَرِي هٰذَا الْحِلْسَ وَالْقَدَحَ؟» فَقَالَ رَجُلٌ: أَخَذْتُهُمَا بِدِرْهَمٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ يَزِيدُ عَلٰى دِرْهَمٍ؟ مَنْ يَزِيدُ عَلٰى دِرْهَمٍ؟» فَأَعْطَاهُ رَجُلٌ دِرْهَمَيْنِ، فَبَاعَهُمَا مِنْهُ.

ہے؟'' تو ایک آدمی نے کہا: میں یہ دونوں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''کون ایک درہم سے زائد دے گا؟ کون ایک درہم پر اضافہ کرے گا؟'' چنانچہ ایک شخص نے آپ کو دو درہم دیے تو آپ ﷺ نے دونوں چیزیں اسے بیچ دیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْأَخْضَرِ بْنِ عَجْلَانَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ الْحَنَفِيُّ الَّذِي رَوٰى عَنْ أَنَسٍ، هُوَ أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَمْ يَرَوْا بَأْسًا بِبَيْعِ مَنْ يَزِيدُ فِي الْغَنَائِمِ وَالْمَوَارِيثِ وَقَدْ رَوَى الْمُعْتَمِرُ ابْنُ سُلَيْمَانَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ عَنِ الْأَخْضَرِ بْنِ عَجْلَانَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ ہمارے علم میں یہ حدیث صرف اخضر بن عجلان بیان کرتا ہے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا شاگرد عبداللہ حنفی، یہ ابوبکر حنفی ہے۔ اور بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک غنیمتیں اور میراث کا مال اس کو بیچنا جو زائد قیمت دے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ حدیث معتمر بن سلیمان اور بہت سے محدثین نے اخضر بن عجلان سے بیان کی ہے۔

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعِ الْمُدَبَّرِ (التحفة ١١)

باب: 11۔ مدبر غلام کو فروخت کرنا

١٢١٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ دَبَّرَ غُلَامًا لَهُ، فَمَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ مَالًا غَيْرَهُ، فَبَاعَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ [بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ النَّحَّامِ، قَالَ جَابِرٌ: عَبْدًا قِبْطِيًّا مَّاتَ عَامَ الْأَوَّلِ، فِي إِمَارَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ.

[1219] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے اپنے غلام سے کہا: میری وفات کے بعد تو آزاد ہے۔ پھر وہ انصاری فوت ہو گیا اور اس نے غلام کے سوا کچھ مال نہ چھوڑا تو نبی ﷺ نے وہ غلام فروخت کر دیا، اور اسے نعیم بن عبداللہ بن نحام نے خرید لیا۔ سیدنا جابر فرماتے ہیں: وہ قبطی غلام تھا جو سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے سال فوت ہوا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ لَمْ يَرَوْا بِبَيْعِ الْمُدَبَّرِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے (لیکن اس میں انصاری کی وفات کی بات درست نہیں۔) یہ حدیث کئی سندوں سے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا

١٢١٩- أخرجه مسلم، الأيمان، باب جواز بيع المدبر، ح: ٩٩٧/ ٥٩ من حديث سفيان بن عيينة، و البخاري، ح: ٦٧١٦ من حديث عمرو بن دينار به.

بَأْسًا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَكَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ بَيْعَ الْمُدَبَّرِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكٍ، وَالْأَوْزَاعِيِّ.

اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک (مالک کی زندگی میں) مدبر غلام کو بیچنا درست ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کے نزدیک مدبر غلام کو بیچنا درست نہیں۔ سفیان ثوری، مالک اور اوزاعی رحمہم اللہ کا یہی نظریہ ہے۔

فوائد و مسائل: ① جس غلام کو اس کا مالک یہ کہہ دے کہ تو میرے فوت ہونے کے بعد آزاد ہوگا، اسے مدبر کہتے ہیں۔ ② مدبر غلام کو فروخت کرنے کے بارے میں صحابۂ کرام اور فقہائے عظام کے مختلف اقوال ہیں لیکن صحیح حدیث کی رو سے اس کا جواز ثابت ہے۔ (تحفة الأحوذي: 233/4) اس لیے ضرورت کی صورت میں اس کو فروخت کیا جاسکتا ہے، بلا ضرورت نہیں۔

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ تَلَقِّي الْبُيُوعِ (التحفة ١٢)

باب: 12- سامان تجارت کو راستے میں جا کر خریدنے کی کراہت

١٢٢٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ نَهَى عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوعِ.

[1220] سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے سامان تجارت کا راستے میں استقبال کرنے سے منع فرمایا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَرَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابن عباس، ابوہریرہ، ابوسعید، ابن عمر اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک آدمی سے روایات آئی ہیں۔

لغوی تشریح: تَلَقِّي: ملاپ، استقبال۔ بیوع، بیع کی جمع ہے لیکن یہاں مَبِیع، یعنی سامان فروخت مراد ہے۔

١٢٢١- حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُتَلَقَّى الْجَلَبُ، فَإِنْ تَلَقَّاهُ إِنْسَانٌ

[1221] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سامان تجارت لانے والوں سے راستے میں جا کر ملنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر کوئی انھیں مل کر ان سے سامان خرید لیتا ہے تو مالک جب بازار یا منڈی میں پہنچے گا تو اسے

١٢٢٠- أخرجه مسلم، البيوع، باب تحريم تلقي الجلب، ح:١٥١٨ من حديث ابن المبارك، والبخاري، ح:٢١٦٤ من حديث سليمان به * وفي الباب عن علي [لم أجده]، وابن عباس [البخاري، ح:٢١٥٨ ومسلم، ح:١٥٢١]، وأبي هريرة [يأتي: ١٢٢١]، وأبي سعيد [الطحاوي في معاني الآثار: ٨/٤]، وابن عمر [مسلم، ح:١٥١٧]، ورجل من أصحاب النبي ﷺ [أحمد: ٣١٤/٤].

١٢٢١- أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في التلقي، ح:٣٤٣٧ من حديث عبيدالله بن عمرو، ومسلم، ح:١٥١٩ من حديث محمد بن سيرين به.

فَابْتَاعَهُ، فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ فِيهَا بِالْخِيَارِ، إِذَا وَرَدَ السُّوقَ.

اختیار ہوگا (کہ اپنا سودا باقی رکھے یا فسخ کر دے۔)

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ أَيُّوبَ. وَحَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ تَلَقِّي الْبُيُوعِ، وَهُوَ ضَرْبٌ مِّنَ الْخَدِيعَةِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَغَيْرِهِ مِنْ أَصْحَابِنَا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایوب کی سند سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے، اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ کچھ اہل علم نے سامان تجارت کا راستے میں خریدنا ناپسند (مکروہ) فرمایا ہے کیونکہ اس میں دھوکے کی صورت موجود ہے۔ امام شافعی اور محدثین کا یہی موقف ہے۔

لغوی تشریح: لفظ جلب اگر مصدر ہو تو پھر یہ اسم مفعول مجلوب کے معنی میں ہے، یعنی سامان جو لایا جا رہا ہے، جیسے خلق، مخلوق کے معنی میں ہے۔ اور اگر یہ جالب کی جمع ہو، جس طرح خدم، خادم کی جمع ہے، تو پھر سامان لانے والا تاجر و مالک مراد ہوگا۔

فائدہ: جب کوئی شہری یا تاجر مال تجارت کے راستے میں بیٹھ جائے اور اس کے بازار یا منڈی میں پہنچنے سے پہلے ہی خرید لے تو چونکہ اس میں اس بات کا احتمال اور اندیشہ ہے کہ وہ اس مال کی کساد بازاری وغیرہ کا تذکرہ کر کے اسے قافلے والوں سے سستے داموں خرید لے جبکہ قافلے والوں کو منڈی کی صورت حال کا پتا نہیں ہوتا، اس لیے آپ ﷺ نے بازار میں مال پہنچنے سے پہلے خریدنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اور اگر کسی نے اس طرح باہر جا کر سودا کر لیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اگر اسے بازار پہنچ کر یہ محسوس ہو کہ بازار کے بھاؤ سے بے خبری کی وجہ سے اس کے ساتھ دھوکا ہو گیا ہے اور اسے نقصان ہو گیا ہے تو وہ سودا ختم کر سکتا ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور احمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، اور یہی درست ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک سامان کے مالک کو بیع توڑنے اور ختم کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ امام ابن ہمام نے امام ابوحنیفہ کے اس قول کو صحیح حدیث کے مخالف قرار دیا ہے۔ مولانا تقی عثمانی اور جناب غلام رسول سعیدی نے بھی ابن ہمام کی تائید کی ہے۔ (تكملة الملهم: 333/1، شرح صحيح مسلم سعيدي: 143/4) اور راستے میں سامان تجارت خریدنے سے ایک اور بہت بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے کہ اس طریقے سے منافع خور چالاک تاجر سارا سامان اپنے ہاتھوں میں کر لیتے ہیں اور پھر عام صارفین اور خریداروں کو من مانے داموں پر زیادہ سے زیادہ نفع کما کر فروخت کرتے ہیں۔ اگر مال بازار میں آ کر بکے تو لانے والوں کو بھی مناسب قیمت مل جاتی ہے اور عام ضرورت مند بھی مناسب قیمت پر خرید سکتے ہیں۔ اہل ظاہر کے نزدیک یہ بیع باطل ہوگی۔ امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے۔ (تكملة فتح الملهم: 332/1)

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ (التحفة ١٣)

باب: 13۔ شہری، بدوی (دیہاتی) کے لیے خرید و فروخت نہ کرے

١٢٢٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ - وَقَالَ قُتَيْبَةُ: يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ -: «لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ».

[1222] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ طَلْحَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَنَسٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَحَكِيمِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ، وَعَمْرِو ابْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ جَدِّ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَرَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مسئلے میں سیدنا طلحہ، جابر، انس، ابن عباس، حکیم بن ابی یزید اپنے باپ سے، کثیر بن عبداللہ کے دادا عمرو بن عوف مزنی اور ایک اور صحابی رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

فائدہ: اس منع کی حکمت یہ ہے کہ بدوی یا دیہاتی اپنا مال فروخت کرنے کے لیے منڈی میں لاتا ہے، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میں اپنا مال فروخت کر کے قیمت لے جاؤں اور اپنی ضرورت پوری کرلوں۔ شہر والوں کو بھی اس کی ضرورت ہے، اس طرح یہ مال انھیں مناسب قیمت پر مل جائے گا اور دونوں کا مقصد پورا ہوجائے گا اور اشیاء کی قلت پیدا نہیں ہوگی۔ عوام کے لیے قیمتیں نہیں بڑھیں گی اور گرانی و مہنگائی پیدا نہیں ہوگی۔ لیکن شہری (کمیشن ایجنٹ) اسے کہتا ہے کہ تم اپنا سامان میرے سپرد کردو، بعد میں جب اشیاء کی قلت کے سبب اس کا نرخ بڑھ جائے گا تو میں فروخت کردوں گا، اس طرح جو چیز فوری فروخت کی صورت میں شہریوں کو سستی مل سکتی تھی وہ بعد میں مہنگی ملے گی۔ گویا مہنگائی کے سدِ باب کے لیے نبی ﷺ نے درمیان میں کمیشن ایجنٹ بننے کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ مہنگائی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب مالک اور عوام کے درمیان واسطوں کا زیادہ ہونا بھی ہے۔ جب ایک واسطے سے مہنگائی پیدا ہوتی ہے تو زیادہ واسطوں سے تو یقیناً بہت زیادہ مہنگائی اور گرانی پیدا ہوگی جیسا کہ آج کل ہورہا ہے۔ اس کا حل وہی ہے جو نبی ﷺ نے تجویز فرمایا ہے کہ پیداوار براہ راست عوام تک پہنچے، درمیان میں واسطے ختم یا کم سے کم کردیے جائیں۔

١٢٢٣- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ

[1223] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شہری دیہاتی کی چیز فروخت نہ کرے۔

١٢٢٢ـ أخرجه البخاري، البيوع، باب: لا يبيع على بيع أخيه ... إلخ، ح: ٢١٤٠ من حديث سفيان بن عيينة به، ومسلم، ح: ١٥١٥ من طريق آخر عن أبي هريرة به * وفي الباب عن طلحة [أبو داود، ح: ٣٤٤١]، وأنس [البخاري، ح: ٢١٦١ ومسلم، ح: ١٥٢٣]، وجابر [يأتي: ١٢٢٣]، وابن عباس [البخاري، ح: ٢١٥٨ ومسلم، ح: ١٥٢١]، وحكيم بن أبي يزيد [عبد بن حميد، ح: ٤٣٨ وأحمد: ٣/٤١٨ وانظر أطراف المسند]، وعمرو بن عوف المزني [البزار (كشف الأستار): ٢/٨٩، ح: ١٢٧٢]، ورجل من أصحاب النبي ﷺ [أحمد: ٤/٣١٤].

١٢٢٣ـ أخرجه مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الحاضر للبادي، ح: ١٥٢٢ من حديث سفيان بن عيينة به.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ، دَعُوا النَّاسَ، يَرْزُقُ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِّنْ بَعْضٍ».

لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ انھیں ایک دوسرے کے ذریعے سے رزق عنایت فرماتا ہے۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَحَدِيثُ جَابِرٍ فِي هٰذَا، هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ أَيْضًا، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، كَرِهُوا أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ، وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِي أَنْ يَشْتَرِيَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُكْرَهُ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ، وَإِنْ بَاعَ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ ان کے نزدیک شہری کا دیہاتی کے مال کو (بعد میں) فروخت کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اور بعض اہل علم نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ شہری دیہاتی کو چیز خرید دے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: شہری کا دیہاتی کے لیے فروخت کرنا ناپسندیدہ ہے اور اگر فروخت کردے گا تو بیع ہوجائے گی۔

فوائد و مسائل: ① سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ بائع اور مشتری دونوں ایک دوسرے کے لیے رزق اور نفع کا باعث ہیں۔ مال لانے والے دیہاتی کو جب دن کے دن اور نقد بنقد اپنے مال کی قیمت مل جائے گی تو وہ جلدی بازار میں اور مال لاسکے گا، اس طرح تجارت بڑھے گی اور نفع بھی بڑھے گا لیکن اگر اس میں تیسرا آدمی دخل دے گا تو اس واسطے سے چیز مہنگی ہوگی اور جتنے واسطے بڑھتے جائیں گے اتنی ہی سامان کی قیمت بڑھتی جائے گی، نیز اس سے رسد اور طلب میں تعطل پیدا ہوگا اور بعض افراد سامان تجارت سٹاک کر کے من مانی قیمتیں لگا کر مہنگائی پیدا کردیں گے، اس لیے اسلام دخل اندازی اور رسد وطلب میں تعطل کو پسند نہیں فرماتا۔ ② شوافع اور حنابلہ کے نزدیک چار شرطوں کے ساتھ شہری، دیہاتی کا مال فروخت کرسکتا ہے: (ا) شہری خود یہ پیش کش نہ کرے کہ مجھے سامان کی فروخت کے لیے وکیل یا دلال بناؤ۔ (ب) دیہاتی کو نرخ کا علم ہو۔ (ج) وہ سامان فوری ضرورت کے لیے نہ لایا ہو اور اس دن کے بھاؤ پر نہ بیچنا چاہتا ہو۔ (د) اس سامان کی لوگوں کو ضرورت و حاجت نہ ہو اور دیر سے بیچنے سے تنگی اور مہنگائی کا خطرہ نہ ہو۔ اگر یہ چار شرطیں موجود نہ ہوں بلکہ بات ان کے برعکس ہو تو یہ کام جرم اور گناہ ہوگا لیکن بیع صحیح ہوگی۔ اکثر مالکیہ کا موقف بھی یہی ہے۔ اور بقول امام نووی، عطا، مجاہد اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک شہری دیہاتی کے لیے خرید وفروخت کرسکتا ہے کیونکہ یہ نصیحت اور خیر خواہی ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 233/10) اور امام ابن قدامہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 302/4-305) ③ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک شہری اگر بطور دلالی اور اجرت پر فروخت کرے تو ناجائز ہے اور اگر بلا اجرت فروخت کرے تو یہ ہمدردی اور خیر خواہی ہے، اس لیے جائز ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ اگر چیز فوری طور پر فروخت کی جائے جس سے شہری کو نقصان نہ پہنچتا ہو تو پھر یہی موقف درست معلوم ہوتا ہے۔ اور خریدنے کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن صحیح بات یہی ہے کہ خرید وفروخت دونوں کا حکم ایک ہے۔

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ محاقلہ اور مزابنہ ناجائز ہے

١٢٢٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ] عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

[1224] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَسَعْدٍ، وَجَابِرٍ، وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْمُحَاقَلَةُ بَيْعُ الزَّرْعِ بِالْحِنْطَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ عَلٰى رُؤُوسِ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، كَرِهُوا بَيْعَ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، ابن عباس، زید بن ثابت، سعد، جابر، رافع بن خدیج اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ محاقلہ کے معنی ہیں: کھیتی کو گندم کے عوض بیچنا۔ اور مزابنہ کے معنی ہیں: درخت پر موجود تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض فروخت کرنا۔ اور اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ محاقلہ اور مزابنہ کی صورت میں فروخت کرنا جائز نہیں۔

فائدہ: محاقلہ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ * گندم کے خوشوں اور بالیوں کی صاف گندم سے بیع۔ * بٹائی اور مزارعت پر زمین دینا۔ * کچی کھیتی فروخت کرنا۔ پہلی تفسیر ہی معتبر ہے۔ مزابنہ: درخت کا پھل خشک کھجور کے عوض فروخت کرنا۔ ان دونوں کے ممنوع ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس میں ربا الفضل کا احتمال ہے، یعنی ایک جنس کے تبادلے میں کمی بیشی کا پایا جانا۔ کیونکہ خوشوں میں گندم اور درخت کا پھل، ان کا ناپ اور تول ممکن نہیں، محض اندازہ لگایا جائے گا، اس لیے اس میں کمی بیشی کا احتمال ہے۔ (تحفة الأحوذي: 237/4، 238)

١٢٢٥۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ

[1225] ابوعیاش زید رحمہ اللہ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے سوال

١٢٢٤۔ أخرجه مسلم، البيوع، باب كراء الأرض، ح: ١٥٤٥ عن قتيبة به * وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح: ٢٢٠٥ ومسلم، ح: ١٥٤٢]، وابن عباس [البخاري، ح: ٢١٨٧]، وزيد بن ثابت [أبو داود، ح: ٣٤٠٧]، وسعد [يأتي: ١٢٢٥]، وجابر [مسلم، ح: ١٥٣٦]، ورافع بن خديج [أبو داود، ح: ٣٤٠٠ وابن ماجه، ح: ٢٢٦٧، ٢٤٤٩]، وأبي سعيد [البخاري، ح: ٢١٨٦ ومسلم، ح: ١٥٤٦].

١٢٢٥۔ أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في الثمر بالتمر، ح: ٣٣٥٩ وابن ماجه، ح: ٢٢٦٤ والنسائي: ٧/ ٢٩٨، ٢٦٩، ح: ٤٥٤٩ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ٢/ ٦٢٤، وصححه ابن حبان (موارد): ٦٥٧ وابن الجارود، ح: ٦٥٧ والحاكم: ٢/ ٣٨، ٣٩ ووافقه الذهبي.

عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ: أَنَّ زَيْدًا أَبَا عَيَّاشٍ، سَأَلَ سَعْدًا عَنِ الْبَيْضَاءِ بِالسُّلْتِ، فَقَالَ: أَيُّهُمَا أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْبَيْضَاءُ، فَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ، وَقَالَ سَعْدٌ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُسْأَلُ عَنِ اشْتِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ، فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ: «أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟» قَالُوا: نَعَمْ، فَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ.

کیا: کیا سفید جو کا دوسرے جو سے تبادلہ جائز ہے؟ انھوں نے پوچھا: ان میں کون سا افضل اور بہتر ہے؟ سائل نے جواب دیا: سفید، تو انھوں نے اس کے خشک اور تازہ کے تبادلے سے منع فرمایا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ سے پوچھا گیا کہ خشک کھجور تازہ کھجور کے عوض خریدی جا سکتی ہے؟ تو آپ نے اردگرد موجود لوگوں سے پوچھا: "کیا تر کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے؟" لوگوں نے کہا: ہاں، تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ زَيْدٍ أَبِي عَيَّاشٍ قَالَ: سَأَلْنَا سَعْدًا، فَذَكَرَ نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابِنَا.

ہناد کی سند سے یہ روایت مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام شافعی اور محدثین کا قول بھی یہی ہے۔

فائدہ: اس حدیث کا مقصد یہی ہے کہ ایک جنس کے اسی جنس سے تبادلے یا خرید وفروخت کی صورت میں کمی بیشی جائز نہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک خشک کھجور اور تازہ کھجور کا تبادلہ اگر برابر برابر ہو تو جائز ہے، حالانکہ خشک اور تر کے تبادلے کی صورت میں کمی بیشی ہو گی، اس لیے آپ ﷺ نے خشک کھجور اور تازہ کھجور کے تبادلے سے منع فرمایا ہے۔ اور جمہور کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ (تحفة الأحوذي: 4/239، 240)

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا (التحفة ١٥)

باب: 15۔ پھل پکنے کی صلاحیت پیدا ہونے سے پہلے پھل بیچنا جائز نہیں

١٢٢٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَزْهُوَ.

[1226] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوریں، جب تک زرد یا سرخ نہ ہو جائیں، بیچنے سے منع فرمایا۔

١٢٢٧ - وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ

[1227] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ

١٢٢٦ـ أخرجه مسلم، البيوع، باب النهي عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها بغير شرط القطع، ح: ١٥٣٥ من حديث إسماعيل ابن علية به.

١٢٢٧ـ أخرجه مسلم، انظر الحديث السابق * وفي الباب عن أنس [يأتي: ١٢٢٨]، وعائشة [أحمد: ٦/٧٠، ١٠٥]، وأبي ◄◄

السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ.

نے خوشوں (بالیوں) کو بیچنے سے منع فرمایا جب تک وہ سفید نہ ہو جائیں، یعنی ان کا دانہ پختہ نہ ہو جائے اور آفت سے محفوظ نہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے بیچنے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. كَرِهُوا بَيْعَ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا انس، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوہریرہ، ابن عباس، جابر، ابوسعید، اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک پھل (پیداوار) کو پکنے کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔

١٢٢٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ وَعَفَّانُ وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتّٰى يَسْوَدَّ، وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتّٰى يَشْتَدَّ.

[1228] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگوروں کے فروخت کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ سیاہ نہ ہو جائیں، اور غلے کو (بالیوں میں) بیچنے سے منع فرمایا جب تک دانے سخت نہ ہو جائیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے مرفوعاً صرف حماد بن سلمہ بیان کرتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① جس طرح ہمارے ملک میں آج کل یہ رواج ہے کہ پھلوں کے باغ پھل تیار ہونے سے پہلے فروخت کر دیے جاتے ہیں، اسی طرح عرب میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ ان کا پھل تیار ہونے سے پہلے ہی بیچ دیے جاتے تھے، اسی طرح کھیتوں میں پیدا ہونے والا غلہ اور اناج بھی ان کے تیار ہونے سے پہلے فروخت کر دیا جاتا تھا، جب تیز آندھی چلتی، یا زوردار موسلادھار بارش برستی یا ژالہ باری ہوتی تو پھلوں اور اناج کو بہت نقصان پہنچتا، یا ان میں کسی خرابی وفساد یا بیماری

» هريرة [مسلم، ح: ٥٣٨]، وابن عباس [البخاري، ح: ٢٢٤٦ ومسلم، ح: ١٥٣٧]، وجابر [البخاري، ح: ١٤٨٧ ومسلم، ح: ١٥٣٦]، وأبي سعيد [الطبراني في الأوسط، ح: ٦٤١٢]، وزيد بن ثابت [أبو داود، ح: ٣٣٧٢ وأحمد: ٥/ ١٨٥، ١٩٠].

١٢٢٨- أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، ح: ٣٣٧١ عن الحسن بن علي، وابن ماجه، ح: ٢٢١٧ من حديث حماد بن سلمة به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٤٩٧٢ والحاكم: ٢/ ١٩ على شرط الشيخين ووافقه الذهبي.

کے پیدا ہونے کی بنا پر پھل اور غلہ صحیح طور پر تیار نہ ہوتا اور خریدار کو بہت نقصان ہوتا تو فریقین میں تنازعہ اور جھگڑا پیدا ہو جاتا۔ مالک پوری قیمت طلب کرتا اور خریدار کے لیے نقصان کی بنا پر قیمت ادا کرنا مشکل ہو جاتا، تو نبی ﷺ نے خریدار کو نقصان سے بچانے کے لیے اور جھگڑے کی بنیاد ختم کرنے کے لیے یہ حکم دیا کہ پھل اور غلے کے پکنے کی صلاحیت کے ظاہر ہونے اور آفت سے محفوظ ہو جانے سے پہلے خرید وفروخت نہ کی جائے، اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ پختگی کے آثار سے پہلے پھل اور غلہ فروخت کرنا جائز نہیں، اس کے بعد بلاشبہ جائز ہے۔ لیکن اگر غلہ کچا ہی کاٹنا ہو یا پھل کچا ہی توڑ لینا ہو، انھیں پکانا نہ ہو تو پھر جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔ پکنے کی صلاحیت کے نمایاں ہو جانے کے بعد ائمہ ثلاثہ مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک بیچنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک فوری طور پر توڑنا ہو تو جائز ہے، اگر پکانا ہو تو پھر جائز نہیں۔ (تكملة فتح الملهم: 391/1) تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 148، 149) ② آج کل باغ خریدنے والوں کا خیال ہے کہ اگر باغ بور لگنے سے پہلے خرید لیا جائے اور اسے سپرے وغیرہ کر کے مناسب دیکھ بھال کی جائے تو پھل کے صحیح پکنے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے، اور اگر پھل پکنے کے بعد خریدا جائے تو پھل پکنے کے بعد بھی آفت کا شکار ہو سکتا ہے جبکہ نبی ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ پھل آفت سے محفوظ ہو جائے۔ (صحيح مسلم، البيوع، حديث: 3864(1535)) اس لیے اگر آفت سے بچنے کے لیے شروع میں سپرے وغیرہ کرنا ضروری ہو جو خریدار ہی کر سکتا ہے تو پھر اس کی اجازت ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ نے بیچنے والے کو اس لیے روکا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا مال ناجائز طریقے سے حاصل نہ کرے اور خریدار کو اس لیے روکا ہے کہ اس کا مال ضائع نہ ہو اور آپس میں اختلاف اور جھگڑا پیدا نہ ہو۔ جہاں کسی بھی فریق کو بظاہر نقصان کا احتمال نہ ہو، وہاں خریدنے اور بیچنے میں شرعاً کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ أعلم.

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ (التحفة ١٦)

باب: 16- حاملہ جانوروں کے حمل کی بیع کا حکم

١٢٢٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ.

[1229] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حاملہ جانور کے حمل کی بیع کرنے سے منع فرمایا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ نِتَاجُ النِّتَاجِ، وَهُوَ بَيْعٌ مَفْسُوخٌ

اس مسئلے میں عبداللہ بن عباس اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ حبل الحبلہ کے معنی بچی کا بچہ ہیں۔ اور یہ بیع اہل علم

١٢٢٩ـ أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٦٢١٩ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٢١٤٣ ومسلم، ح: ١٥١٤ من حديث نافع به * وفي الباب عن عبدالله بن عباس [النسائي، ح: ٤٦٢٦]، وأبي سعيد الخدري [يأتي مختصرًا: ١٥٦٣ وابن ماجه، ح: ٩٦].

عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهُوَ مِنْ بُيُوعِ الْغَرَرِ. وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَرَوٰى عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَنَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَهٰذَا أَصَحُّ.

کے نزدیک ممنوع اور قابل فسخ ہے کیونکہ یہ دھوکے اور فریب پر مبنی ہوتی ہے۔ یہ روایت شعبہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کی ہے اور عبدالوہاب ثقفی اور دوسرے راویوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کی ہے اور یہی صحیح تر ہے۔

لغوی تشریح: حبلة، حابل کی جمع ہے جس طرح کتبة، کاتب کی جمع ہے، حمل کو کہتے ہیں۔ حبل الحبلة کی تفسیر یہ ہے: ○ کسی چیز کی قیمت اس وقت ادا کرنا جب اونٹنی کے بچہ ہوگا، پھر وہ بچہ جنے گا۔ مالک، شافعی اور ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ ○ کسی چیز کی قیمت اس وقت ادا کرنا جب جانور حاملہ ہوکر بچہ جنے اور پھر وہ بچہ حاملہ ہوجائے۔ ابواسحاق کا یہی موقف ہے۔ ان دونوں صورتوں کے ممنوع ہونے کی وجہ مدت کا مجہول ہونا ہے۔ ○ حاملہ اونٹنی کا بچہ جب حاملہ ہوکر بچہ جنے گا تو اس بچے کو ابھی فروخت کر دینا، ابوعبید، ابوعبیدہ، احمد، اسحاق وغیرہ اور اکثر اہل سنت کا یہی خیال ہے کہ اس صورت میں یہ معدوم اور مجہول چیز کی بیع ہے، اس لیے یہ فریب اور دھوکے پر مبنی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 4/243، 244)

(المعجم ١٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْغَرَرِ (التحفة ١٧)

باب: 17۔ دھوکے والی بیع ناجائز ہے

١٢٣٠ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَبَيْعِ الْحَصَاةِ.

[1230] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دھوکے والی بیع اور کنکر مار کر بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَنَسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، كَرِهُوا بَيْعَ الْغَرَرِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَمِنْ بَيْعِ الْغَرَرِ بَيْعُ السَّمَكِ فِي الْمَاءِ، وَبَيْعُ الْعَبْدِ الْآبِقِ، وَبَيْعُ الطَّيْرِ فِي السَّمَاءِ، وَنَحْوُ ذٰلِكَ مِنَ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، ابن عباس، ابوسعید اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ دھوکے فراڈ پر مبنی بیع ناجائز ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: بیع غرر کی مختلف صورتیں ہیں، مثلاً: پانی میں موجود مچھلیاں فروخت کرنا، بھگوڑا غلام فروخت کرنا، فضا میں

١٢٣٠ـ أخرجه مسلم، البيوع، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر، ح: ١٥١٣ من حديث أبي أسامة به * وفي الباب عن ابن عمر [ابن حبان، ح: ١١١٥ والبيهقي: ٥/ ٣٣٨]، وابن عباس [ابن ماجه، ح: ٢١٩٥]، وأبي سعيد [لعله يشير إلى حديث البخاري، ح: ٦٢٨٤ ومسلم، ح: ١٥١٢]، وأنس [أبو يعلى: ٥/ ١٥٥، ح: ٢٧٦٧ والبيهقي: ٥/ ٩].

الْبُيُوعِ، وَمَعْنٰى بَيْعِ الْحَصَاةِ، أَنْ يَقُولَ الْبَائِعُ لِلْمُشْتَرِي: إِذَا نَبَذْتُ إِلَيْكَ بِالْحَصَاةِ، فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكَ. وَهٰذَا يُشْبِهُ بَيْعَ الْمُنَابَذَةِ، وَكَانَ هٰذَا مِنْ بُيُوعِ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ.

اڑتے پرندے فروخت کرنا، اور اس قسم کی دوسری صورتیں۔ اور بیع الحصاۃ (کنکریوں کی بیع) کا مفہوم یہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدنے والے کو کہتا ہے: جب میں تیری طرف کنکر پھینک دوں گا تو میرا اور تیرا سودا پکا ہو جائے گا۔ یہ بیع منابذہ سے ملتی جلتی بیع ہے، اور اہل جاہلیت اس قسم کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① بیع غرر: دھوکے فراڈ پر مبنی بیع۔ یہ ایک ضابطہ اور اصول ہے جس کے تحت آنے والی ایسی تمام صورتیں جن میں دھوکا اور فریب ہوسکتا ہے ناجائز ہیں، مثلاً: حیوان کے پیٹ کے حمل کی بیع، ہوا میں اڑتے پرندوں کے شکار کی بیع، پانی میں مچھلیوں کے لیے جال لگانے کی بیع، بھگوڑے جانور کی بیع، اور اس پر اتفاق ہے۔ (زادالمعاد: 725/5، 726) ② بیع الحصاۃ: اس کی تین صورتیں ہیں: ○ کنکر پھینکو جس تھان یا کپڑے پر گرے وہ اتنی قیمت کا ہوگا، یا میں کنکر پھینکتا ہوں جہاں جا کر گرے گا وہاں تک زمین میری ہوگی اور میں اتنی قیمت دوں گا۔ ○ میں ہر چیز تمھیں اتنے میں دیتا ہوں، جب یہ کنکر پھینک دوں گا تو سودا پکا ہوجائے گا۔ ○ جب میں اس چیز پر کنکر ماردوں گا تو یہ اتنی قیمت پر تیری ہوگی وغیرہ۔ چونکہ ان صورتوں میں دھوکا اور جہالت ہے، اس لیے یہ بالاتفاق ممنوع ہیں۔ (تحفة الأحوذي: 365/4) ③ بیع منابذہ: ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینک دے، اور اسی پر باہمی بیع ہوجائے۔ مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

(المعجم ۱۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ (التحفة ۱۸)

باب: 18۔ ایک بیع کے اندر دو بیع کرنا ناجائز ہے

۱۲۳۱ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ.

[1231] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ مَسْعُودٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: بَيْعَتَيْنِ فِي

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو، ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ بعض اہل علم نے [بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ] کی تفسیر

۱۲۳۱ـ أخرجه النسائي، البيوع، باب بيعتين في بيعة . . . إلخ، ح:٧/ ٢٩٥، ح:٤٦٣٦ من حديث محمد بن عمرو به * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [يأتي: ١٢٣٤ وأحمد:٢/ ١٧٤، ١٧٥ والبيهقي:٥/ ٣٤٣]، وابن عمر [ابن عبدالبر في التمهيد: ٢٤/ ٣٨٨]، وابن مسعود [أحمد: ١/ ٣٩٨] وغيره.

بَيْعَةٍ، أَنْ يَقُولَ: أَبِيعُكَ هٰذَا الثَّوْبَ بِنَقْدٍ بِعَشَرَةٍ، وَبِنَسِيئَةٍ بِعِشْرِينَ، وَلَا يُفَارِقُهُ عَلٰى أَحَدِ الْبَيْعَيْنِ، فَإِذَا فَارَقَهُ عَلٰى أَحَدِهِمَا، فَلَا بَأْسَ إِذَا كَانَتِ الْعُقْدَةُ عَلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمَا. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَمِنْ مَّعْنٰى مَا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ، أَنْ يَقُولَ: أَبِيعُكَ دَارِي هٰذِهِ بِكَذَا، عَلٰى أَنْ تَبِيعَنِي غُلَامَكَ بِكَذَا فَإِذَا وَجَبَ لِي غُلَامُكَ وَجَبَ لَكَ دَارِي، وَهٰذَا يُفَارِقُ عَنْ بَيْعٍ بِغَيْرِ ثَمَنٍ مَّعْلُومٍ، وَلَا يَدْرِي كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى مَا وَقَعَتْ عَلَيْهِ صَفْقَتُهُ.

یوں کی ہے کہ فروخت کرنے والا کہتا ہے: میں تمھیں یہ کپڑا نقد دس درہم میں دیتا ہوں اور ادھار بیس میں اور مجلس میں کسی ایک بات پر متفق ہوئے بغیر خریدار کپڑا لے گیا اور اگر کسی ایک بات پر متفق ہونے کے بعد مجلس سے چلا گیا، (کہ میں نقد لیتا ہوں یا میں ادھار لیتا ہوں اور سودا طے ہو گیا) تو پھر کوئی حرج نہیں، یعنی نقد اور ادھار میں فرق ان حضرات کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں: [بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ] سے نبی ﷺ کی ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ فروخت کرنے والا کہے: میں یہ اپنا گھر تمھیں اتنے میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ تم مجھے اپنا غلام اتنے میں دو، جب تم مجھے اپنا غلام دے دو گے، میں تمھیں اپنا گھر دے دوں گا۔ پہلی صورت میں قیمت کے تعین کے بغیر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، اور ان میں سے کسی کو بھی پتا نہیں ہے کہ سودا کس پر (نقد پر یا ادھار پر) ہوا ہے؟

فائدہ: [بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ] کی تین تفسیریں کی گئیں۔ دو وہ جو امام ترمذی نے بیان کی ہیں اور تیسری یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو ایک دینار ایک مہینے کے لیے دیتا ہے کہ تم مجھے ایک ماہ بعد دس سیر گندم دے دینا، جب ایک ماہ گزر جائے اور وہ گندم کا مطالبہ کرے تو وہ کہے: میرے ذمے تمھاری جو دس سیر گندم ہے وہ مجھے فروخت کر دو کہ میں دو ماہ بعد تمھیں بیس سیر گندم دوں گا۔ یہ ساری صورتیں ناجائز ہیں۔ نقد اور ادھار کا فرق بعض حضرات کے نزدیک جائز نہیں، چیز اس دن کے بھاؤ پر فروخت ہو گی۔ لیکن جمہور کے نزدیک ادھار بیچنے کی صورت میں زیادہ نفع لینا جائز ہے کہ میں ادھار اس قیمت پر دوں گا۔ (تحفة الأحوذي: 358/4) امام ابن العربی مالکی نے اور صورتیں بھی بیان کی ہیں۔ (عارضة الأحوذي: 239، 240)

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ (التحفة ١٩)

باب: 19- جو چیز اپنے پاس نہ ہو، اسے فروخت کرنا درست نہیں

١٢٣٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ:

[1232] سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا اور پوچھا: مجھ سے ایک

١٢٣٢- أخرجه النسائي، البيوع، باب بيع ما ليس عند البائع: ٧/ ٢٨٩، ح: ٤٦١٧ من حديث هشيم، وأبو داود، ح: ٣٥٠٣ وابن ماجه، ح: ٢١٨٧ من حديث أبي بشر به وصححه ابن حزم، وله طرق كثيرة عند ابن الجارود، ح: ٦٠٢ وغيره.

سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ. فَقُلْتُ: يَأْتِينِي الرَّجُلُ يَسْأَلُنِي مِنَ الْبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدِي، أَبْتَاعُ لَهُ مِنَ السُّوقِ ثُمَّ أَبِيعُهُ؟ قَالَ: «لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ».

آدمی کوئی ایسی چیز بیچنے کے لیے کہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی تو کیا میں اسے بازار سے خرید کر فروخت کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”جو چیز تیرے پاس نہ ہو وہ فروخت نہ کر۔“

١٢٣٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: نَهَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَبِيعَ مَا لَيْسَ عِنْدِي.

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ. قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: قُلْتُ لِأَحْمَدَ مَا مَعْنٰى نَهْى عَنْ سَلَفٍ وَبَيْعٍ؟ قَالَ: أَنْ يَكُونَ يُقْرِضُهُ قَرْضًا ثُمَّ يُبَايِعُهُ عَلَيْهِ بَيْعًا يَزْدَادُ عَلَيْهِ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ يُسْلِفُ إِلَيْهِ فِي شَيْءٍ فَيَقُولُ: إِنْ لَمْ يَتَهَيَّأْ عِنْدَكَ فَهُوَ بَيْعٌ عَلَيْكَ، قَالَ إِسْحَاقُ [يَعْنِي ابْنَ رَاهُوَيَه] كَمَا قَالَ، قُلْتُ لِأَحْمَدَ: وَعَنْ بَيْعِ مَا لَمْ تَضْمَنْ؟ قَالَ: لَا يَكُونُ عِنْدِي إِلَّا فِي الطَّعَامِ يَعْنِي مَا لَمْ تَقْبِضْ، قَالَ إِسْحَاقُ: كَمَا قَالَ، فِي كُلِّ مَا يُكَالُ أَوْ يُوزَنُ. قَالَ أَحْمَدُ: إِذَا قَالَ: أَبِيعُكَ هٰذَا الثَّوْبَ وَعَلَيَّ خِيَاطَتُهُ وَقَصَارَتُهُ، فَهٰذَا مِنْ نَحْوِ شَرْطَيْنِ فِي بَيْعٍ، وَإِذَا قَالَ: أَبِيعُكَهُ، وَعَلَيَّ خِيَاطَتُهُ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَقَالَ: أَبِيعُكَهُ وَعَلَيَّ قَصَارَتُهُ فَلَا بَأْسَ بِهِ، إِنَّمَا هٰذَا شَرْطٌ وَاحِدٌ، قَالَ إِسْحَاقُ: كَمَا قَالَ.

[1233] سیدنا حکیم بن حزام ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایسی چیز فروخت کرنے سے منع فرمایا جو میرے پاس نہ ہو۔

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور اس مسئلے میں عبداللہ بن عمر ؓ سے بھی روایت آئی ہے۔ اسحاق بن منصور کہتے ہیں: میں نے امام احمد سے پوچھا: قرض اور بیع سے منع کرنے کا کیا مقصد ہے؟ انھوں نے فرمایا: کسی کو رقم ادھار دے، پھر اس رقم پر کوئی چیز مہنگے داموں فروخت کرے، اور یہ احتمال بھی ہے کہ کسی سے کوئی چیز (ضمانت میں) لے کر اس کو قرض دے، اور کہے: اگر تم (وقت مقررہ پر) قرض واپس نہ کرسکے تو یہ چیز تمھاری طرف سے فروخت ہوجائے گی، یعنی قرضے کے عوض یہ چیز لے لی جائے گی۔ اسحاق بن منصور کہتے ہیں: اسحاق بن راہویہ نے بھی امام احمد والی بات کہی۔ میں نے امام احمد سے پوچھا: [بَيْعِ مَا لَمْ تَضْمَنْ] سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا: میرے نزدیک اس کا تعلق صرف اناج سے ہے کہ قبضے میں لیے بغیر آگے فروخت کرنا جائز نہیں۔ امام اسحاق کا بھی یہی قول ہے کہ ماپی اور تولی جانے والی چیز کی بیع میں قبضہ لیے بغیر آگے فروخت جائز نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں: جب فروخت کرنے والا یہ کہے: میں یہ کپڑا تمھیں فروخت کرتا ہوں اور اس کا سلانا اور دھلانا میرے ذمے ہے تو یہ

١٢٣٣- أخرجه أحمد: ٣/ ٤٠٢ من حديث أيوب السختياني به، وانظر الحديث السابق * وفي الباب عن عبدالله بن عمر [وصوابه عبدالله بن عمرو كما في تحفة الأحوذي: ٢/ ٢٣٧ النسخة الهندية، وحديثه يأتي بعده: ١٢٣٤].

بیع میں دو شرطیں ہیں، اور جب یہ کہے: میں تمھیں یہ بیچتا ہوں اور اس کا سلانا میرے ذمے ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور جب یوں کہے: میں تمھیں یہ فروخت کرتا ہوں اور اس کا دھلانا میرے ذمے ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، یہ تو بس ایک شرط ہے۔ اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

١٢٣٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، حَتَّى ذَكَرَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ، وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ، وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ، وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ».

[1234] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرض اور بیع جائز نہیں اور نہ ایک بیع میں دو شرطیں جائز ہیں، اور جس مال کا انسان ذمے دار نہ ہو اس کا نفع لینا جائز نہیں، اور جو چیز تیرے پاس نہ ہو اس کا بیچنا جائز نہیں۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
[قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَرَوٰى أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ وَأَبُو بِشْرٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ عَوْفٌ وَهِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَهٰذَا حَدِيثٌ مُرْسَلٌ. إِنَّمَا رَوَاهُ ابْنُ سِيرِينَ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ هٰكَذَا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور ان سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ ایوب سختیانی اور ابو بشر دونوں یوسف بن ماہک سے روایت کرتے ہیں۔ اور امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث عوف اور ہشام بن حسان، ابن سیرین کے واسطے سے حکیم بن حزام سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ یہ درحقیقت مرسل ہے کیونکہ اس کو ابن سیرین، ایوب سختیانی کے واسطے سے یوسف بن ماہک سے، اور وہ حکیم بن حزام سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں (جیسا کہ اگلی روایت کی سند ہے۔)

١٢٣٥- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَعَبْدَةُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ [الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ أَبُو سَهْلٍ] وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ

[1235] سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس بات سے منع فرمایا کہ جو چیز میرے پاس نہ ہو، میں اسے فروخت کروں۔''

١٢٣٤ـ أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في الرجل يبيع ما ليس عنده، ح: ٣٥٠٤ وابن ماجه، ح: ٢١٨٨ من حديث إسماعيل ابن علية به، والنسائي، ح: ٤٦١٥ من حديث أيوب، وصححه ابن الجارود، ح: ٦٠١ والحاكم: ٢/ ١٧ والذهبي.
١٢٣٥ـ انظر، ح: ١٢٣٢، ١٢٣٣.

عَنْ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَكِيمِ [بْنِ حِزَامٍ] قَالَ: نَهَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَبِيعَ مَا لَيْسَ عِنْدِي.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَرَوٰى وَكِيعٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ. وَرِوَايَةُ عَبْدِ الصَّمَدِ أَصَحُّ. وَقَدْ رَوٰى يَحْيَى ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِصْمَةَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ. كَرِهُوا أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث وکیع نے بھی ابن سیرین سے یزید بن ابراہیم کے واسطے سے بیان کی ہے لیکن ایوب اور حکیم بن حزام کے درمیان یوسف بن ماہک کا واسطہ بیان نہیں کیا، جبکہ عبدالصمد کی (ابن سیرین کے واسطے والی) روایت اصح (صحیح تر) ہے۔ اور یہ روایت یحییٰ بن ابی کثیر، یعلیٰ بن حکیم کی سند سے بیان کرتے ہیں جس میں یوسف بن ماہک اور حکیم بن حزام کے درمیان عبداللہ بن عصمہ کا واسطہ لایا گیا ہے۔ اکثر اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے کہ انسان کے پاس جو چیز نہ ہو اس کا بیچنا جائز نہیں۔

فوائد ومسائل: ① [بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ] ایک انسان کے پاس ایک چیز ہی نہیں تو اس کا فروخت کرنا اس کے لیے جائز نہیں کیونکہ وہ اسے فوری طور پر دے نہیں سکتا، اور بازار سے معلوم نہیں وہ چیز اسے کتنی قیمت پر ملے گی، یا ملے گی ہی نہیں، نیز یہ حکمت بھی ہے کہ اس طرح خریدار کو دوسرے دوکانداروں کے پاس جا کر چیزوں کے بھاؤ اور معیار دیکھنے بھالنے کا موقع ملے گا اور کسی ایک کی اجارہ داری قائم نہ ہوگی۔ ② [لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ] قرض اور بیع کا اختلاط اور آمیزش جائز نہیں۔ اس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں: ○ میں آپ کو یہ کپڑا اتنے درہم میں فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ تم مجھے اتنے درہم ادھار دو۔ ○ یا میں تم سے یہ کپڑا اتنے درہم میں خریدتا ہوں بشرطیکہ تم مجھے اتنے درہم قرض دو۔ یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔ امام احمد کے نزدیک حرمت کی وجہ اس میں ادھار رقم پر نفع حاصل کرنا ہے جو سود ہے، نیز یہ [بيعتين في بيعة] سے ملتی جلتی صورت ہے۔ (المغني: 314/4) ③ کسی کو قرض دے اور اسے اس کی بنیاد پر کوئی چیز مہنگے داموں فروخت کرے، جیسا کہ امام ترمذی نے امام احمد سے نقل کیا ہے، علاوہ ازیں ایک اور صورت بھی نقل کی ہے۔ اور جمہور کے نزدیک یہ شرط و بیع کی صورت ہے اور ان کے نزدیک ایک شرط کے ساتھ بھی بیع جائز نہیں۔ (المغني: 322) ④ [لَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ] بیع میں دو شرطیں لگانا، جس کی تفسیر امام احمد نے یہ کی ہے کہ کپڑا اس شرط کے ساتھ خریدنا کہ اس کی سلائی اور دھلائی دونوں فروخت کرنے والے کے ذمے ہیں۔ یہی صورت اس جگہ ہے، یعنی گندم خریدے اور اس کی پسائی اور بار برداری فروخت کرنے والے کے ذمے ہو۔ اگر ایک شرط ہو تو جائز ہے۔ دو شرطیں سب کے نزدیک ناجائز ہیں۔ ⑤ [رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ] جو چیز ابھی تک انسان کے قبضے میں نہ آئی ہو اس کو آگے فروخت کر دینا درست نہیں ہے۔

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهِ (التحفة ٢٠)

باب:20۔ ولاء (نسبت آزادی) کا بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں

١٢٣٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ [قَالَ]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهِ.

[1236] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ولاء کے بیچنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَقَدْ رَوٰى يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهِ. وَهُوَ وَهْمٌ: وَهِمَ فِيهِ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سُلَيْمٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ہمارے علم میں اسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں، اور اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ اور یحییٰ بن سلیم نے یہ حدیث عبیداللہ بن عمر رحمہ اللہ سے نافع کے واسطے سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔ مگر یہ اس کا وہم ہے کیونکہ عبدالوہاب ثقفی، عبداللہ بن نمیر اور بہت سے راویوں نے یہ حدیث کہ نبی ﷺ نے ولاء کے بیچنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا، عبیداللہ بن عمر رحمہ اللہ سے عبداللہ بن دینار ہی کے واسطے سے بیان کی ہے۔ اور یہ یحییٰ بن سلیم کی سند سے زیادہ صحیح ہے۔

لغوی تشریح: ولاء: غلام آزاد کرنے کی صورت میں آزاد کردہ غلام کی نسبت آزاد کرنے والے کی طرف ہوتی ہے اور وہی یا اس کے ورثاء آزاد کردہ غلام کے وارث ہوں گے۔ (اگر اس کا کوئی نسبی وارث نہ ہو۔) عرب لوگ اس نسبت کو فروخت یا ہبہ کر دیتے تھے۔ نبی ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔

فائدہ: جمہور سلف اور خلف کا یہی موقف ہے کہ ولاء کو فروخت کرنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں، بعض صحابہ سے اس کی اجازت منقول ہے کیونکہ انھیں اس حدیث کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 208/10)

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً (التحفة ٢١)

باب:21۔ حیوان (جانور) کی حیوان سے ادھار بیع ناجائز ہے

١٢٣٦ـ أخرجه البخاري، العتق، باب بيع الولاء وهبته، ح: ٢٥٣٥ من حديث شعبة، ح: ٦٧٥٦ من حديث سفيان، ومسلم، ح: ١٥٠٦ من حديث شعبة وسفيان الثوري به.

١٢٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى أَبُو مُوسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً.

[1237] سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے حیوان کی حیوان سے ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَسَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ سَمُرَةَ صَحِيحٌ. هٰكَذَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ وَغَيْرُهُ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، فِي بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ فِي بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، جابر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بقول امام علی بن مدینی وغیرہ حسن کا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اس پر ہے کہ حیوان کی حیوان سے ادھار بیع جائز نہیں۔ سفیان ثوری، اہل کوفہ اور امام احمد کا قول یہی ہے جبکہ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات نے حیوان کی حیوان سے ادھار بیع جائز قرار دی ہے۔ امام شافعی اور اسحاق کا قول یہی ہے۔

١٢٣٨ - حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْحَجَّاجِ - وَهُوَ ابْنُ أَرْطَاةَ - عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْحَيَوَانُ [اثْنَانِ بِوَاحِدٍ]، لَا يَصْلُحُ نَسِيئًا، وَلَا بَأْسَ بِهِ يَدًا بِيَدٍ».

[1238] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو حیوان ایک حیوان کے عوض ادھار درست نہیں لیکن نقد بنقد میں کوئی حرج نہیں۔''

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ].

اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: صحیح بخاری میں روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی بدوی سے ادھار اونٹ خریدا تھا اور بعد میں اس سے بہتر عمر کا اونٹ واپس کیا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے ''بَابُ اسْتِقْرَاضِ الْإِبِلِ'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حیوان کے

١٢٣٧ـ أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في الحيوان بالحيوان نسيئةً، ح:٣٣٥٦ من حديث حماد بن سلمة به، وصححه ابن الجارود، ح:٦١١ ورواه شعبة عن قتادة به وللحديث شواهد عند ابن حبان، ح:١١١٣ * وفي الباب عن ابن عباس [البيهقي: ٥/ ٢٨٨، ٢٨٩]، وجابر [يأتي: ١٢٣٨]، وابن عمر [الطحاوي في معاني الآثار: ٤/ ٦٠].

١٢٣٨ـ [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب الحيوان بالحيوان نسيئةً، ح:٢٢٧١ من حديث الحجاج بن أرطاة به وهو ضعيف مدلس، ولكن له شواهد، انظر الصحيحة للألباني، ح: ٤١٦] ويؤيده الحديث السابق.

بدلے حیوان ادھار خریدا جاسکتا ہے، اور بقول حافظ ابن حجر اکثر اہل علم کا موقف یہی ہے مگر سفیان ثوری اور احناف کے نزدیک سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی رو سے جائز نہیں۔ اور ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کی صورت امام شافعی اور ایک جماعت نے یہ بیان کی ہے کہ سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق اس صورت سے ہے جس میں دونوں طرف ادھار ہو۔ (فتح الباري: 5/71، 72) اور بقول امام شوکانی جمہور کے نزدیک حیوان کی حیوان سے کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہے، چاہے ان کی جنس ایک ہو اور امام مالک کے نزدیک جنس مختلف ہو۔ احناف اور امام احمد کے نزدیک ادھار بیع کسی صورت میں جائز نہیں۔ اور امام شوکانی کا موقف احناف والا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 4/366)

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي شِرَاءِ الْعَبْدِ بِالْعَبْدَيْنِ (التحفة ٢٢)

باب: 22۔ ایک غلام، دو غلاموں کے عوض خریدنا

١٢٣٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَاءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْهِجْرَةِ، وَلَا يَشْعُرُ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ عَبْدٌ، فَجَاءَ سَيِّدُهُ يُرِيدُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «بِعْنِيهِ». فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ أَسْوَدَيْنِ، ثُمَّ لَمْ يُبَايِعْ أَحَدًا بَعْدُ، حَتَّى يَسْأَلَهُ: «أَعَبْدٌ هُوَ؟».

[1239] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک غلام آیا اور اس نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت پر بیعت کر لی جبکہ نبی ﷺ کو معلوم نہیں تھا کہ وہ غلام ہے۔ اس کا مالک اسے لینے کے لیے آ گیا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے مجھے فروخت کر دو۔'' تو آپ نے اسے دو سیاہ فام غلاموں کے عوض خرید لیا۔ پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے کسی سے بیعت (ہجرت) نہیں لی یہاں تک کہ اس سے پوچھ لیتے: ''کیا وہ غلام ہے؟''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِعَبْدٍ بِعَبْدَيْنِ، يَدًا بِيَدٍ، وَاخْتَلَفُوا فِيهِ إِذَا كَانَ نَسِيئًا.

اس مسئلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ ایک غلام کا دو غلاموں سے تبادلہ نقد بنقد صورت میں، اس میں کوئی حرج نہیں، اور اگر ادھار ہو تو اس میں اختلاف ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔

(المعجم ٢٣) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَكَرَاهِيَةِ التَّفَاضُلِ فِيهِ (التحفة ٢٣)

باب: 23۔ گندم کا گندم سے برابر برابر تبادلہ جائز ہے اور اس میں کمی بیشی ناجائز ہے

١٢٣٩۔ أخرجه مسلم، المساقاة، باب جواز بيع الحيوان بالحيوان من جنسه، متفاضلًا، ح: ١٦٠٢ عن قتيبة به * وفي الباب عن أنس [ابن ماجه، ح: ٢٢٧٢ وأبو داود، ح: ٢٩٩٧ وأصله متفق عليه].

١٢٤٠ـ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ. فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبٰى، بِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْتُمْ، يَدًا بِيَدٍ، وَبِيعُوا الْبُرَّ بِالتَّمْرِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ، وَبِيعُوا الشَّعِيرَ بِالتَّمْرِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ».

[1240] سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”سونا سونے کے بدلے میں برابر برابر ہوگا۔ چاندی کا چاندی سے تبادلہ برابر برابر ہوگا۔ کھجور کا کھجور سے تبادلہ برابر برابر ہوگا۔ گندم کا گندم سے تبادلہ برابر برابر ہوگا۔ نمک کا نمک سے تبادلہ برابر برابر ہوگا اور جو کا جو سے تبادلہ برابر برابر ہوگا۔ جس نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا تو اس نے سودی لین دین کیا۔ سونے کو چاندی سے جیسے چاہو فروخت کرو، نقد بنقد ہاتھوں ہاتھ۔ اور گندم، کھجور کے عوض ہاتھوں ہاتھ جیسے چاہو فروخت کرو۔ اور جو، کھجور کے بدلے ہاتھوں ہاتھ جیسے چاہو فروخت کرو۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَبِلَالٍ، [وَأَنَسٍ]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عُبَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ خَالِدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، قَالَ: «بِيعُوا الْبُرَّ بِالشَّعِيرِ كَيْفَ شِئْتُمْ يَدًا بِيَدٍ». وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ عُبَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ الْحَدِيثَ، وَزَادَ فِيهِ قَالَ خَالِدٌ: قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: بِيعُوا الْبُرَّ بِالشَّعِيرِ كَيْفَ شِئْتُمْ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَا يَرَوْنَ أَنْ يُبَاعَ الْبُرُّ بِالْبُرِّ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَ الْأَصْنَافُ فَلَا بَأْسَ أَنْ يُبَاعَ مُتَفَاضِلًا إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ، وَهٰذَا قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید، ابوہریرہ، بلال اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض راویوں نے خالد کی اسی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے، اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”گندم، جو کے عوض نقد بنقد جیسے چاہو فروخت کرو۔“ اور بعض نے یہ حدیث خالد کی سند سے سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ابوقلابہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”گندم، جو کے عوض جیسے چاہو فروخت کرو۔“ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک گندم گندم کے عوض برابر، برابر ہی فروخت کی جائے۔ اور جو جو کے عوض برابر، برابر ہی فروخت کیے جائیں۔ اور جب اجناس بدل جائیں تو کمی بیشی کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ سودا نقد ہو۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے

١٢٤٠ـ أخرجه مسلم، المساقاة، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدًا، ح:١٥٨٧ من حديث سفيان الثوري به * وفي الباب عن أبي سعيد [يأتي:١٢٤١]، وأبي هريرة [مسلم، ح:١٥٨٨]، وبلال [الدارمي، ح:٢٥٧٩]، وأنس [البزار (كشف الأستار):٢/١٠٩، ح:١٣١٩].

وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: وَالْحُجَّةُ فِي ذٰلِكَ قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: «بِيعُوا الشَّعِيرَ بِالْبُرِّ كَيْفَ شِئْتُمْ، يَدًا بِيَدٍ». [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ تُبَاعَ الْحِنْطَةُ بِالشَّعِيرِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

حضرات کا یہی قول ہے۔سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''جو گندم کے عوض نقد بنقد جیسے چاہو بیچو۔'' امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کچھ اہل علم کے نزدیک گندم کو جو کے عوض بھی برابر برابر بیچنا ہی درست ہے۔ امام مالک بن انس کا قول یہی ہے مگر صحیح تر قول پہلا ہی ہے۔

فوائد و مسائل: ① سود کی دو قسمیں ہیں: ○ حقیقی۔ ○ غیر حقیقی، جسے حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے۔ حقیقی سود قرضوں پر ہوا کرتا ہے، یعنی کسی سے قرض لیتے وقت یہ طے کیا جائے کہ قرض ادا کرتے وقت قرض کی رقم سے زیادہ یا اس سے بہتر رقم یا بہتر چیز ادا کی جائے گی۔ یہ حرام اور باطل ہے۔ (حجة الله: 106) دوسری صورت ربا الفضل ہے جس کے بارے میں مذکورہ بالا صحیح حدیث بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ ربا اور فضل کے معنی زیادتی اور اضافہ کے ہیں۔ ایک جنس کے اضافے اور زیادتی کے ساتھ لین دین کو حقیقی سود کے ساتھ مشابہت کی بنا پر سود کا نام دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (حجة الله: 106، 107) ② امام طاؤس، قتادہ اور داود ظاہری کے نزدیک ربا کا تعلق صرف ان چھ چیزوں سے ہے، باقی اجناس میں آزادی ہے لیکن ائمۂ اربعہ کے نزدیک اس کا مدار علت پر ہے، وہ علت کیا ہے اس میں اختلاف ہے، نیز ربا الفضل کا تعلق ایک جنس کے تبادلے یا خرید و فروخت میں کمی بیشی سے ہے۔ سعید بن جبیر کے سوا سب کا اس پر اتفاق ہے اور ان کے نزدیک قریبی اجناس کا بھی یہی حکم ہے۔ گندم اور جو، کھجور اور منقہ، جوار اور باجرہ ان کا حکم ایک جنس والا ہے، یہ بات درست نہیں۔ (المغني: 135/4، 136) ③ علت کے بارے میں مختلف اقوال: ○ سونے اور چاندی میں علت ان کا وزنی اور ہم جنس ہونا ہے اور باقی اشیاء میں ماپ تول اور جنس ہے، لہٰذا ہر وہ چیز جسے وزن کر کے یا ماپ کر فروخت کیا جاتا ہو، چاہے وہ کھانے کے کام آتی ہو یا نہ [مطعوما کان أو غیر مطعوم] جیسے: اناج، غلہ، روئی، اون، ورس، لوہا اور پیتل وغیرہ، ان کے ایک جنس ہونے کی صورت میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں۔ امام نخعی، زہری، ثوری، اسحاق اور اصحاب الرائے (احناف) کا قول یہی ہے اور امام احمد کا مشہور قول یہی ہے۔ (المغني: 136/4) ○ سونے اور چاندی میں علت ان کا قیمت والا (ثمنیت) اور ایک جنس ہونا ہے اور باقی چار چیزوں میں ان کا مطعوم (کھانے کے قابل ہونا) اور ایک جنس ہونا ہے، لہٰذا وہ اشیاء جو کھائی جاتی ہیں جب وہ ایک جنس کی ہوں تو ان میں کمی بیشی جائز نہیں اور جو اشیاء مطعوم نہیں، ان میں کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں۔ امام شافعی کا یہی قول ہے اور امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ (المغني: 56) لہٰذا، سیب، انار، انڈے وغیرہ میں کمی بیشی جائز نہیں۔ ○ سونے اور چاندی میں علت (ثمنیت) قیمت والا ہونا اور ایک جنس ہونا ہے اور باقی اشیاء میں علت ان کا قوت (خوراک و غذا ہونا) اور ہم جنس ہونے کے ساتھ قابل ذخیرہ ہونا ہے۔ امام مالک کا یہی قول ہے۔ (المغني: 138/4) امام ابن قدامہ نے کچھ اور قول بھی نقل کیے ہیں لیکن ان کو کسی جلیل القدر امام نے بعد میں قبول نہیں کیا ہے۔ ○ سونے اور چاندی کے سوا اشیاء مطعوم ہوں اور ہم جنس ہونے کے ساتھ کیلی یا وزنی ہوں، وہ اشیاء جو مطعوم ہیں لیکن ان کا وزن

یا ماپ نہیں کیا جاتا، مثلاً: کیلے، انڈے یا ماپی جاتی ہوں اور وزنی تو ہیں لیکن طعام نہیں ہیں تو ان میں کمی بیشی جائز ہے، جیسے: لوہا اور پیتل وغیرہ۔ سیدنا سعید بن مسیب کا قول یہی ہے، اور امام احمد کا تیسرا قول بھی یہی ہے۔ اور امام شافعی کا قول قدیم ہے۔ (المغني: 138/4) دلچسپ بات یہ ہے کہ ابن رشد مالکی نے احناف کے موقف کو ترجیح دی ہے۔ (بداية المجتهد: 99/2) اور مولانا تقی عثمانی حنفی نے مالکیہ کے موقف کو بہتر اور مناسب قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تكملة فتح الملهم: 582/1-584) اور شاہ ولی اللہ کا نظریہ بھی یہی ہے۔ (حجة الله: 107) امام مالک، لیث اور اوزاعی کے نزدیک گندم اور جو ایک جنس ہے، اس لیے ان کے تبادلے میں کمی بیشی جائز نہیں لیکن یہ موقف درست نہیں کیونکہ یہ دو الگ الگ جنسیں ہیں۔ (فتح الباري: 478/4)

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّرْفِ (التحفة ٢٤)

باب: 24۔ نقدی کے تبادلے کا بیان

١٢٤١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ إِلَى أَبِي سَعِيدٍ، فَحَدَّثَنَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ [هَاتَانِ] يَقُولُ: «لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، لَا يُشَفُّ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهُ غَائِبًا بِنَاجِزٍ».

[1241] نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انھوں نے ہمیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور میرے ان دو کانوں نے سنا، آپ فرماتے تھے: ”سونا سونے کے عوض نہ بیچو مگر برابر برابر۔ چاندی چاندی کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر۔ بعض کو بعض سے زائد یا کم نہ کرو۔ اور نقد کا غیر موجود سے سودا نہ کرو۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَهِشَامِ بْنِ عَامِرٍ، وَالْبَرَاءِ، وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، وَفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، وَأَبِي بَكْرَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَبِلَالٍ [قَالَ: وَ]حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [فِي الرِّبَا] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان، ابوہریرہ، ہشام بن عامر، براء، زید بن ارقم، فضالہ بن عبید، ابوبکرہ، ابن عمر، ابودرداء، اور بلال رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور ربا (سود) کے بارے میں ابوسعید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا، اس پر

١٢٤١_ أخرجه أحمد: ٣/ ٧٣ من حديث يحيى بن أبي كثير، ومسلم، ح: ١٥٨٤ من حديث نافع، والبخاري، ح: ٢١٧٦ من طريق آخر عن ابن عمر به و ح: ٢١٧٧ من حديث نافع به * وفي الباب عن أبي بكر [البزار (كشف الأستار): ٢/ ١٠٩، ح: ١٣١٨]، وعمر [يأتي: ١٢٤٣]، وعثمان [مسلم، ح: ١٥٨٥]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ١٥٨٨]، وهشام بن عامر [أحمد: ٤/ ١٩، ٢٠]، والبراء [البخاري، ح: ٢١٨٠، ٢١٨١ ومسلم، ح: ١٥٨٩]، وزيد بن أرقم [البخاري، ح: ٢١٨٠، ٢١٨١ ومسلم: ١٥٨٩ وأحمد: ٤/ ٣٦٨، ٣٧٢]، وفضالة بن عبيد [مسلم، ح: ١٥٩١]، وأبي بكرة [البخاري، ح: ٢١٨٢ ومسلم، ح: ١٥٩٠]، وابن عمر [يأتي: ١٢٤٢]، وأبي الدرداء [مالك في الموطأ: ٢/ ٦٣٤ والنسائي، ح: ٤٥٧٦]، وبلال [الدارمي، ح: ٢٥٧٩].

ﷺ وَغَيْرِهِمْ، إِلَّا مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يُبَاعَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مُتَفَاضِلًا، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مُتَفَاضِلًا، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ، وَقَالَ: إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ، وَكَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ شَيْءٌ مِّنْ هٰذَا، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ حِينَ حَدَّثَهُ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ [مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ] وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ فِي الصَّرْفِ اخْتِلَافٌ.

عمل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک سونے کو سونے کے عوض نقد بنقد کی بیشی سے بیچنے اور چاندی کو چاندی کے عوض نقد بنقد کی بیشی کے ساتھ بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ ان کا قول ہے: ربا (سود) صرف ادھار بیچنے میں ہے۔ اور ان کے بعض شاگردوں سے بھی اسی قسم کی بات منقول ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب انھیں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سنائی گئی تو انھوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ صحیح قول اور نظریہ پہلے حضرات کا ہے اور اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ اور سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحق کا یہی قول ہے۔ اور ابن مبارک سے منقول ہے کہ سونے چاندی کی بیع میں کوئی اختلاف نہیں۔

لغوی تشریح: لَا يُشِفَّ: زیادہ یا کم نہ کرنا، کمی بیشی نہ کی جائے۔ ناجز: حاضر، موجود۔

فائدہ: سونے اور چاندی کا باہمی تبادلہ یا سونے کا سونے سے اور چاندی کا چاندی سے تبادلہ ادھار بالاتفاق جائز نہیں۔ اور ایک جنس ہونے کی صورت میں جمہور سلف اور خلف کے نزدیک کمی بیشی بھی جائز نہیں۔ اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: [لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ] اصل اور حقیقی سود ادھار میں ہے، یعنی قرض دے کر زائد رقم لینا اور عام طور پر لوگوں میں یہی رائج تھا۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جنس بدل جانے کی صورت میں کمی بیشی تو جائز ہے لیکن ادھار ہونے کی صورت میں سود ہوگا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو عام رکھتے تھے کہ جنس ایک ہو یا بدل جائے کمی بیشی تو جائز ہے، ادھار جائز نہیں۔ لیکن جمہور صحابۂ کرام اور ائمہ نے ان کا قول قبول نہیں کیا کیونکہ یہ صحیح احادیث کے مخالف ہے۔ (المغني: 53/52) اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنے قول سے رجوع کر لینا اختلافی بات ہے۔

١٢٤٢- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ حَرْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنْتُ أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيعِ، فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ، فَآخُذُ مَكَانَهَا الْوَرِقَ وَأَبِيعُ بِالْوَرِقِ فَآخُذُ مَكَانَهَا الدَّنَانِيرَ،

[1242] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بقیع کے بازار میں اونٹ بیچتا تھا۔ ان کا سودا دیناروں کے ساتھ کرتا اور ان کی جگہ درہم وصول کر لیتا، سودا درہموں کی صورت میں کرتا اور ان کی جگہ دینار لے لیتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

١٢٤٢_[ضعيف مرفوعًا] أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في اقتضاء الذهب من الورق، ح: ٣٣٥٤ من حديث حماد بن سلمة به * انفرد سماك برفعه.

فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَوَجَدْتُهُ خَارِجًا مِّنْ بَيْتِ حَفْصَةَ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: «لَا بَأْسَ بِهِ بِالْقِيمَةِ».

کے گھر سے باہر آ رہے تھے، میں نے آپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''قیمت کی صورت میں، یعنی فوری اور نقد بنقد تبادلے کی صورت میں کوئی حرج نہیں۔''

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. وَرَوٰى دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، مَوْقُوفًا. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ لَّا بَأْسَ أَنْ يَّقْتَضِيَ الذَّهَبَ مِنَ الْوَرِقِ، وَالْوَرِقَ مِنَ الذَّهَبِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، ذٰلِكَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں اس حدیث کو مرفوعا صرف سماک بن حرب بیان کرتا ہے۔ داود بن ابی ہند نے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ اور بعض اہل علم کا عمل اس پر ہے کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ سونے کی جگہ چاندی اور چاندی کی جگہ سونا وصول کر لے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول یہی ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کے نزدیک یہ جائز نہیں۔

فائدہ: جمہور ائمہ، مالک، ابوحنیفہ، شافعی، احمد، ثوری، اوزاعی، طاؤس، زہری اور حسن وغیرہ کے نزدیک اگر ایک چیز دینار کے عوض فروخت کی ہے تو اس کی جگہ درہم لیے جا سکتے ہیں، اسی طرح اس کے برعکس بھی جائز ہے، لیکن یہ تبادلہ نقد بنقد اور فوری ہو، ادھار جائز نہیں۔ سیدنا ابن مسعود، ابن عباس اور سعید بن مسیب کے نزدیک یہ تبادلہ درست نہیں۔ امام شافعی کا ایک قول یہی ہے۔ لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 371/4)

١٢٤٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، أَنَّهُ قَالَ: أَقْبَلْتُ أَقُولُ: مَنْ يَصْطَرِفُ الدَّرَاهِمَ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ - وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ -: أَرِنَا ذَهَبَكَ ثُمَّ ائْتِنَا إِذَا جَاءَ خَادِمُنَا نُعْطِكَ وَرِقَكَ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: كَلَّا، وَاللهِ لَتُعْطِيَنَّهُ وَرِقَهُ أَوْ لَتَرُدَّنَّ إِلَيْهِ ذَهَبَهُ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ

[1243] سیدنا مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں یہ آواز لگاتے ہوئے آیا: دینار کے بدلے درہم کون لے گا؟ طلحہ بن عبیداللہ، جو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، کہنے لگے: اپنا سونا دکھاؤ، پھر جب ہمارا خادم آ جائے گا تو ہمارے پاس آ جانا، ہم تجھے تیری چاندی دے دیں گے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! یا تو ابھی اسے اس کی چاندی دو یا تمھیں اس کا سونا واپس کرنا ہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چاندی کا سونے سے تبادلہ سود ہے الا یہ کہ (نقد

١٢٤٣ـ أخرجه مسلم، المساقاة، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدًا، ح:١٥٨٦/ ٧٩ عن قتيبة، والبخاري، ح:٢١٧٠ من حديث الليث بن سعد به مختصرًا، ح: ٢١٧٤ ومطولاً.

بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ».

بنقد) لو دو پر مبنی ہو۔ گندم کا گندم سے تبادلہ سود ہے الا یہ کہ نقد بنقد ہو۔ جو کا جو سے تبادلہ سود ہے الّا یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔ کھجور کا کھجور سے تبادلہ سود ہے الّا یہ کہ نقد بنقد ہو۔‘‘

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَمَعْنٰى قَوْلِهِ إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ يَقُولُ يَدًا بِيَدٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور آپ ﷺ کے فرمان: [هَاءَ وَهَاءَ] کے معنی ہاتھوں ہاتھ نقد بنقد ہیں۔

فائدہ: آج کل درہم و دینار یا سونے، چاندی کی جگہ کاغذ کی کرنسی چلتی ہے، اس لیے ان کا حکم بھی سونے چاندی والا ہے۔ ایک ملک کی کرنسی کا باہمی تبادلہ برابر ہوگا۔ سو روپے کے ایک سو پانچ یا دس دینا یا لینا جائز نہیں، یہ سود ہے۔ لیکن دوسرے ملکوں کی کرنسی سے تبادلے میں کمی بیشی جائز ہے، جس طرح آج کل ایک ریال، دینار، ڈالر یا پونڈ وغیرہ کے عوض روپے زیادہ دینے پڑتے ہیں۔ یہ جائز ہیں کیونکہ جنس بدل گئی ہے، لیکن ان کا تبادلہ نقد بنقد ہوگا، ادھار نہیں ہوگا۔ روپے کی قیمت دن بدن کم ہو رہی ہے اسی نسبت سے ریال، دینار، ڈالر اور پونڈ وغیرہ کی قیمت بڑھ رہی ہے۔

(المعجم ٢٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي ابْتِيَاعِ النَّخْلِ بَعْدَ التَّأْبِيرِ، وَالْعَبْدِ وَلَهُ مَالٌ (التحفة ٢٥)

باب:25۔ گابھا ڈالنے کے بعد کھجور کا درخت خریدنا اور مال دار غلام خریدنا

١٢٤٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلَّذِي بَاعَهَا، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ».

[1244] سیدنا سالم رحمہ اللہ اپنے والد (ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے نقل کرتے ہیں، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ’’جس نے تابیر (پیوند کاری، یعنی گابھا ڈالنے) کے بعد کھجور کا درخت خریدا تو اس کا پھل بیچنے والے (مالک) کا ہوگا الّا یہ کہ خریدار (پھل لینے کی) شرط کر لے اور جس نے ایسا غلام خریدا جس کے پاس مال ہے تو اس کا مال بیچنے والے (آقا) کا ہوگا الّا یہ کہ خریدار (مال لینے کی) شرط کر لے۔‘‘

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ. [وَ] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. هٰكَذَا رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ

امام صاحب فرماتے ہیں: اس باب میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے زہری سے اسی طرح منقول ہے کہ

١٢٤٤- أخرجه مسلم، البيوع، باب من باع نخلًا عليها تمر، ح: ١٥٤٣/ ٨٠ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٢٣٧٩ من حديث الليث بن سعد به * وفي الباب عن جابر [لعله يشير إلى حديث مسلم، ح: ١٥٣٦ وفي الباب أحاديث أخرى].

قَالَ: «مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ». وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ». وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ، فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ. هٰكَذَا رَوَاهُ عُبَيْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُهُ عَنْ نَافِعٍ، الْحَدِيثَيْنِ. وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَيْضًا. وَرَوٰى عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ سَالِمٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدِيثُ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَصَحُّ [مَا جَاءَ فِي هٰذَا الْبَابِ].

نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کھجور کا درخت اس کی تابیر (گابھا ڈالنے) کے بعد خریدا تو اس کا پھل بیچنے والے کا ہوگا الا یہ کہ خریدار شرط کر لے، اور جس نے ایسا غلام بیچا جس کے پاس مال ہے تو اس کا مال بیچنے والے کا ہوگا الا یہ کہ خریدار شرط کر لے۔'' اور نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کھجور کا ایسا درخت خریدا جسے تابیر کیا جا چکا ہے تو اس کا پھل بیچنے والے کا ہوگا الا یہ کہ خریدار شرط کر لے۔'' اور نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے ایسا غلام بیچا جس کے پاس مال ہے تو اس کا مال فروخت کرنے والے کا ہوگا الا یہ کہ خریدار شرط کر لے۔ عبیداللہ بن عمر اور دوسروں نے نافع سے یہ دو حدیثیں اسی طرح بیان کی ہیں۔ اور بعض نے اس دوسری حدیث کو نافع کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بھی بیان کیا ہے۔ عکرمہ بن خالد نے یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، انھوں نے نبی ﷺ سے سالم کی حدیث کی طرح بیان کی ہے۔ اور بعض اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے کے بارے میں سب سے صحیح حدیث زہری کی ہے جو سالم کے واسطے سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔

لغوی تشریح: تأبیر: کھجور کے نر درخت کے گابھے سے بور لے کر مادہ درخت کے گابھے کو پھاڑ کر اس میں ڈال دینا تا کہ پھل زیادہ لگے۔ آج کل اس کی جگہ پیوندکاری کی جاتی ہے۔

فائدہ: جمہور علماء اور ائمۂ حجاز کا موقف اس حدیث کے مطابق ہے کہ تابیر کے بعد اگر کھجور کا درخت فروخت کیا گیا تو اس کا پھل مالک کا ہوگا اور اگر تابیر کے بغیر بیچا گیا تو خریدار کا ہوگا۔ اگر خریدار پھل لینے کی شرط کر لے یا مالک بغیر تابیر کے پھل لینے کی شرط کر لے تو عمل اس کے مطابق ہوگا۔ لیکن امام ابوحنیفہ اور اوزاعی کے نزدیک پھل تابیر اور بلا تابیر دونوں صورتوں میں بیچنے والے کا ہوگا۔ ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک ہر دو صورت میں خریدار کا ہوگا۔ لیکن یہ موقف صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ صحیح موقف جمہور کا ہے۔ اسی طرح غلام کا مال چونکہ درحقیقت آقا کا ہوتا ہے، اس لیے بیچنے کی صورت میں مال آقا کا ہوگا الا یہ کہ

خریدار مال لینے کی شرط لگا لے۔ ائمۂ اربعہ کا یہی موقف ہے اگرچہ تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 10/271-274) شوافع نے تابیر نخل کے معنی یہ کیے ہیں کہ پھل ظاہر ہوجائے تو اس صورت میں جب تک خریدار پھل لینے کی شرط نہ کرلے وہ بیچنے والے ہی کا ہوگا۔ (تکملة فتح الملهم: 424/1) بہت سے احناف نے بھی تابیر کے معنی پھل کا ظاہر ہونا کیے ہیں۔

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا (التحفة ٢٦)

باب: 26۔ بیچنے اور خریدنے والا جب تک الگ نہ ہوں انھیں سودا ختم کرنے کا اختیار ہے

١٢٤٥- حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَخْتَارَا».

قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا ابْتَاعَ بَيْعًا وَهُوَ قَاعِدٌ، قَامَ لِيَجِبَ لَهُ [الْبَيْعُ]. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، [وَحَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ] وَعَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَسَمُرَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَقَالُوا: الْفُرْقَةُ بِالْأَبْدَانِ لَا بِالْكَلَامِ. وَقَدْ قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا» يَعْنِي الْفُرْقَةَ بِالْكَلَامِ، وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ، لِأَنَّ ابْنَ عُمَرَ هُوَ رَوٰى عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَعْنٰى مَا رَوٰى. وَرُوِيَ عَنْهُ: أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوجِبَ الْبَيْعَ، مَشٰى لِيَجِبَ لَهُ.

[1245] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”بیچنے اور خریدنے والے دونوں کو سودا ختم کرنے کا اختیار ہے جب تک کہ علیحدہ نہ ہوجائیں یا وہ سودا پکا نہ کرلیں۔“

چنانچہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کوئی چیز خریدتے تو اگر وہ بیٹھے ہوتے تو کھڑے ہوجاتے تاکہ سودا ان کے حق میں پکا ہوجائے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں ابوبرزہ، حکیم بن حزام، عبداللہ بن عمرو، سمرہ، ابوہریرہ، اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جدائی اور علیحدگی سے مراد مکان کی علیحدگی ہے، معاملاتی اور قولی علیحدگی مراد نہیں۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں: نبی ﷺ کے فرمان: [مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا] سے مراد کلام اور قول کی علیحدگی ہے، یعنی جب تک بات بالکل ختم نہ ہوجائے اور سودا طے نہ ہوجائے، اس وقت تک ہر فریق کو سودا توڑنے کا حق حاصل

١٢٤٥ـ أخرجه البخاري، البيوع، باب: كم يجوز الخيار؟، ح: ٢١٠٧ ومسلم، ح: ١٥٣١ من حديث يحيى بن سعيد به * وفي الباب عن أبي برزة [أبو داود، ح: ٣٤٥٧]، وحكيم بن حزام [يأتي: ١٢٤٦]، وعبدالله بن عمرو [يأتي: ١٢٤٧]، وسمرة [ابن ماجه، ح: ٢١٨٣ والنسائي: ٧/ ٢٥١، ح: ٤٤٨٢]، وأبي هريرة [يأتي: ١٢٤٨]، وعبدالله بن عباس [ابن حبان، ح: ١١٠٠ والبيهقي: ٥/ ٢٧٠ والحاكم: ٢/ ١٤].

ہے مگر پہلا قول ہی صحیح تر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت کرنے والے ابن عمر ہیں اور وہ اپنی روایت کے معنی خوب سمجھتے تھے۔ اور ان کے بارے میں مروی ہے کہ جب وہ سودا پختہ کرنا چاہتے تو وہاں سے چل دیتے تا کہ سودا ان کے لیے ثابت ہو جائے۔

فائدہ: سودا ایجاب وقبول یا بات کے طے ہونے سے پختہ ہوتا ہے، جب تک بات مکمل نہ ہو سودا ہوتا ہی نہیں تو اس کے فسخ کرنے یا توڑنے کے کیا معنی؟ اس لیے جب سودا طے پا گیا ہے تو اس کے بعد فریقین کو اس وقت تک سودا ختم کرنے کا اختیار رہتا ہے جب تک وہ سودا کرنے کی جگہ پر موجود ہیں۔ اگر دونوں میں سے ایک فریق اس جگہ سے ہٹ گیا یا چلا گیا تو شرعاً سودا ختم کرنے کا اختیار ختم ہو گیا۔ امام شافعی، احمد، اسحاق، محدثین اور اہل ظاہر کا یہی موقف ہے اور یہی درست ہے۔ احناف اور مالکیہ کے نزدیک تفرق بالاقوال مراد ہے، اور مولانا تقی عثمانی نے تسلیم کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کا تقاضا ہے کہ خیار مجلس سے مراد تفرق بالأبدان (مکان کی علیحدگی) ہو۔ (تكملة فتح الملهم: 373/1) اور علامہ عبدالحی لکھنوی نے بھی اسے ترجیح دی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 376/4)

١٢٤٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا، بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا».

[1246] سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیچنے اور خریدنے والے کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں۔ اگر وہ دونوں (اپنی اپنی چیز کے بارے میں) سچ بولیں گے اور اصل حقیقت کھول دیں گے تو ان کے سودے میں برکت ڈالی جائے گی۔ اور اگر اصل حقیقت کو چھپائیں گے اور جھوٹ بولیں گے تو ان کے سودے کی برکت ختم کر دی جائے گی۔“

وَهٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ. وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ: أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَيْهِ فِي فَرَسٍ بَعْدَ مَا تَبَايَعَا، وَكَانُوا فِي سَفِينَةٍ، فَقَالَ: لَا أَرَاكُمَا افْتَرَقْتُمَا، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا». وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَغَيْرِهِمْ، إِلَى أَنَّ الْفُرْقَةَ بِالْكَلَامِ، وَهُوَ قَوْلُ

یہ حدیث صحیح ہے۔ اسی طرح سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ دو آدمی ان کے پاس ایک گھوڑے کے بارے میں جھگڑا لائے جبکہ وہ اس کا سودا کر چکے تھے، اور یہ سب لوگ ایک کشتی میں تھے، تو انھوں نے فرمایا: میرے نزدیک تم جدا نہیں ہوئے ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”بیچنے اور خریدنے والے کو اس وقت تک

١٢٤٦_ أخرجه مسلم، البيوع، باب الصدق في البيع والبيان، ح: ١٥٣٢ من حديث يحيى القطان، والبخاري، ح: ٢٠٧٩ من حديث شعبة به.

[سُفْيَانَ] الثَّوْرِيُّ. وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ: كَيْفَ أَرُدُّ هٰذَا؟ وَالْحَدِيثُ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ صَحِيحٌ وَقَوّٰى هٰذَا الْمَذْهَبَ. وَمَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ» مَعْنَاهُ أَنْ يُخَيِّرَ الْبَائِعُ الْمُشْتَرِيَ بَعْدَ إِيجَابِ الْبَيْعِ، فَإِذَا خَيَّرَهُ فَاخْتَارَ الْبَيْعَ، فَلَيْسَ لَهُ خِيَارٌ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي فَسْخِ الْبَيْعِ، وَإِنْ لَمْ يَتَفَرَّقَا، هٰكَذَا فَسَّرَهُ الشَّافِعِيُّ وَغَيْرُهُ. وَمِمَّا يُقَوِّي قَوْلَ مَنْ يَقُولُ: الْفُرْقَةُ بِالْأَبْدَانِ لَا بِالْكَلَامِ حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔‘‘ اور بعض کوفی اہل علم اور دوسرے حضرات کا نظریہ ہے کہ تفرق (علیحدگی) سے مراد تفرق کلام ہے۔ سفیان ثوری کا یہی قول ہے۔ اور امام مالک بن انس کا قول بھی یہی ہے۔ اور ابن مبارک سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں اس بات کو کیسے رد کر دوں؟ جبکہ اس کے بارے میں نبی ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہے۔ انھوں نے حدیث والے موقف کو قوی قرار دیا ہے۔ اور نبی ﷺ کے فرمان: [إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ] کے معنی یہ ہیں کہ سودا طے ہو جانے کے بعد بیچنے والا، خریدنے والے کو اختیار دے دے اور اختیار دینے کے بعد اگر خریدنے والا بیع (سودا) پسند کر لے تو اب اسے سودا ختم کرنے کا اختیار نہیں ہے اگرچہ وہ الگ نہ بھی ہوں۔ امام شافعی اور دوسرے حضرات نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔ اور عبداللہ بن عمرو کی حدیث سے تفرق ابدان، یعنی جسمانی طور پر الگ ہونے والوں کے قول کی تائید ہوتی ہے، تفرق بالکلام (قولی علیحدگی) کی نہیں۔

فائدہ: صاحب درس ترمذی نے اس حدیث کی احناف کی طرف سے کی گئی چار تاویلیں بیان کرنے کے بعد لکھا ہے: میں نے اس مسئلے میں طالب علم کے لیے احناف کے قوی ترین دلائل کا خلاصہ پیش کر دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کے سلسلے میں احناف کے اعتذار سے میرے دل کو انشراح حاصل نہیں ہوا۔ میرے نزدیک ان کے تمام دلائل اور تاویلات محل نظر ہیں کیونکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث سے تفرق بالابدان (جسمانی طور پر الگ ہونا) سمجھا ہے اور اس حدیث کا موضوع خیار مجلس کا ثبوت ہے۔ اس لیے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا ہے اَولیٰ بالقبول وہی ہے۔ (تكملة فتح الملهم: 1/373، 374)

١٢٤٧- حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ [بْنُ سَعِيدٍ]: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةَ

[1247] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بیچنے اور خریدنے والے کو اختیار ہے جب تک الگ الگ نہ ہوں۔ الا یہ کہ سودا اختیار والا ہو، اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے ساتھی سے اس لیے

١٢٤٧- أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في خيار المتبايعين، ح:٣٤٥٦ والنسائي، ح:٤٤٨٨ عن قتيبة به، وصححه ابن الجارود، ح:٦٢٠.

خِيَارٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ».

جدا ہو کہ کہیں وہ اس سے سودے کی واپسی کا مطالبہ نہ کر لے۔“

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَمَعْنٰى هٰذَا، أَنْ يُفَارِقَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ، وَلَوْ كَانَتِ الْفُرْقَةُ بِالْكَلَامِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خِيَارٌ بَعْدَ الْبَيْعِ، لَمْ يَكُنْ لِهٰذَا الْحَدِيثِ مَعْنًى، حَيْثُ قَالَ [ﷺ]: «وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ».

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ سودا ہو جانے کے بعد واپسی کے مطالبے کے ڈر سے الگ ہو جائے، اور اگر تفرق بالاقوال (دوسری باتوں میں لگ جانا) مراد ہوتا اور سودا ہوجانے کے بعد اسے اختیار نہ رہتا تو اس حدیث کا کوئی مفہوم ہی نہیں بنتا جبکہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں: ”اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس سے اس ڈر سے جدا ہو کہ وہ اس سے واپسی کا مطالبہ کرے گا۔“

فوائد و مسائل: ① [إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةَ خِيَارٍ] ”مگر یہ کہ سودا اختیار والا ہو۔“ محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس کے دو مطلب بیان کیے ہیں: ○ بیع ہونے کے بعد بیچنے اور خریدنے والے میں سے کوئی ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ اب بیع پکی ہو گئی ہے، تجھے ختم کرنے کا اختیار نہیں ہے، وہ کہتا ہے: ٹھیک ہے۔ تو بیع پکی ہو جائے گی اور کسی کے لیے ختم کرنے کا اختیار باقی نہیں رہے گا اگرچہ مجلس برخاست نہ ہوئی ہو۔ ② بیچنے اور خریدنے والے میں سے کوئی ایک دوسرے کو کہے کہ فلاں دن تک مجھے بیع ختم کرنے کا اختیار ہے، وہ کہتا ہے: ٹھیک ہے۔ تو اب مقررہ مدت کے اندر انھیں سودا ختم کرنے کا اختیار ہو گا اگرچہ مجلس برخاست ہوگئی ہو۔ ③ إِقَالَة کے معنی یہاں یہ ہیں کہ مجلس ہی میں سودا توڑنے اور سودا ختم کرنے کا مطالبہ کرے۔ یہاں اقالہ کے حقیقی معنی مراد نہیں کہ لین دین اور سودا طے ہوجانے کے بعد، ایک فریق یہ چاہے کہ سودا واپس کرلو کیونکہ یہ تو ایک دوسرے کی رضامندی سے مجلس سے الگ اور جدا ہونے کے بعد بھی ہوسکتا ہے، اور اس میں ایک فریق کی رضامندی کافی نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 4/368، 369)

(المعجم ٢٧) بَابُ [مَا جَاءَ فِي خِيَارِ الْمُتَبَايِعَيْنِ] (التحفة ٢٧)

باب: 27۔ خریدنے اور بیچنے والے کے لیے اختیار کا بیان

١٢٤٨ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ [وَهُوَ الْبَجَلِيُّ الْكُوفِيُّ] قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرٍو [بْنِ جَرِيرٍ] يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَتَفَرَّقَنَّ عَنْ بَيْعٍ إِلَّا عَنْ

[1248] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”(لین دین کرنے والوں میں سے) کوئی بھی سودے سے ایک دوسرے کی رضامندی کے بغیر الگ نہ ہو۔“

١٢٤٨ـ أخرجه أبو داود، أيضًا، ح: ٣٤٥٨ من حديث يحيى بن أيوب به.

تَرَاضٍ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔

١٢٤٩۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَيَّرَ أَعْرَابِيًّا بَعْدَ الْبَيْعِ.

[1249] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک بدوی کو سودا ہو جانے کے بعد اختیار دیا تھا۔

وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: شریعت اسلامیہ میں لین دین میں بنیاد اور اساس آپس کی رضامندی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ﴾ ”الا یہ کہ وہ سودا آپس کی رضامندی سے ہوا ہو۔“ (النسآء 29:4) اس لیے جب کسی مجلس میں سودا ہو جائے تو شریعت اسلامیہ مجلس چھوڑنے سے پہلے پہلے ہر فریق کو سودا ختم کرنے کا اختیار دیتی ہے، اور یہ بھی تلقین کرتی ہے کہ مجلس اس نیت سے نہیں چھوڑنی چاہیے کہ کہیں دوسرا فریق واپسی کا مطالبہ نہ کر دے، ہاں اگر دونوں فریق سودے پر راضی اور مطمئن ہوں تو پھر سودا پختہ اور دوٹوک کرنے کے لیے مجلس چھوڑی جا سکتی ہے، یا مجلس کے اندر ہی دوسرے فریق کو سودا توڑنے یا نافذ کرنے کا اختیار دیا جا سکتا ہے۔ جب اختیار دینے کے بعد سودا مکمل اور نافذ ہو جائے گا تو پھر ختم کرنے کا اختیار ختم ہو جائے گا، ہاں بعد میں کسی وقت بھی آپس کی رضامندی سے اقالہ (سودے کا فسخ) ہو سکے گا۔ ایک فریق کی مرضی نہیں چل سکے گی۔

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ (التحفة ٢٨)

باب: 28۔ جو شخص سودا کرنے میں دھوکا کھا جاتا ہو، وہ کیا کرے؟

١٢٥٠۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَجُلًا كَانَ فِي عُقْدَتِهِ ضَعْفٌ، وَكَانَ يُبَايِعُ، وَأَنَّ أَهْلَهُ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! احْجُرْ

[1250] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کمزور ذہن کا تھا اور وہ لین دین کرتا تھا (جس میں ہمیشہ گھاٹا کھاتا)۔ اس کے گھر والے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! آپ اس پر

١٢٤٩۔ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب بيع الخيار، ح: ٢١٨٤ من حديث عبدالله بن وهب به وصححه الحاكم على شرط مسلم: ٢/ ٤٩ ووافقه الذهبي، ابن جريج صرح بالسماع وللحديث شواهد.

١٢٥٠۔ أخرجه النسائي، البيوع، باب الخديعة في البيع: ٧/ ٢٥٢، ح: ٤٤٩٠ عن يوسف بن حماد، وابن ماجه، ح: ٢٣٥٤ من حديث عبدالأعلى به، ورواه أبو داود، ح: ٣٥٠١ من حديث سعيد بن أبي عروبة به، وصححه ابن الجارود، ح: ٥٦٨ وابن حبان (الإحسان): ٥٠٢٧، ٥٠٢٨ والحاكم: ٤/ ١٠١ على شرط الشيخين ووافقه الذهبي، وله شواهد عند البخاري ومسلم وغيرهما * وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح: ٢١١٧ ومسلم، ح: ١٥٣٣].

عَلَيْهِ، فَدَعَاهُ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ فَنَهَاهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي لَا أَصْبِرُ عَنِ الْبَيْعِ، فَقَالَ: «إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ هَاءَ وَهَاءَ وَلَا خِلَابَةَ».

پابندی عائد فرمادیں (سودا کرنے سے روک دیں) تو نبی ﷺ نے اسے بلا کر سودا کرنے سے منع فرمایا تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں سودا کرنے سے باز نہیں رہ سکتا (یہ میری عادت بن چکا ہے۔) تو آپ نے فرمایا: ”جب تم سودا کرو تو کہا کرو: لو، دو اور کسی قسم کا کوئی دھوکا نہیں ہوگا۔“

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. وَحَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَقَالُوا: الْحَجْرُ عَلَى الرَّجُلِ الْحُرِّ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ إِذَا كَانَ ضَعِيفَ الْعَقْلِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، وَلَمْ يَرَ بَعْضُهُمْ أَنْ يُحْجَرَ عَلَى الْحُرِّ الْبَالِغِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث آئی ہے۔ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اس حدیث پر ہے۔ ان کا قول ہے کہ کم عقل آزاد شخص پر خرید وفروخت کرنے میں پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک آزاد بالغ پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔

فوائد ومسائل: ① خِلَابَة: دھوکے اور فریب کو کہتے ہیں۔ اکثر علماء، ابوحنیفہ، مالک اور شافعی کا موقف یہ ہے کہ اگر سودے میں کوئی فریق خسارہ اٹھاتا ہو تو اس خسارے اور گھاٹے کی بنیاد پر اسے سودا ختم کرنے کا حق نہیں دیا جاسکتا۔ بعض مالکیہ کا خیال ہے کہ اگر خسارہ مال کی تہائی قیمت کے برابر ہو تو پھر اسے اختیار دیا جاسکتا ہے، لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی کم عقل اور ناتجربہ کار سودا کرنے سے پہلے یہ کہہ دے کہ میرے ساتھ دھوکا نہ کرنا، اگر دھوکا ہوا تو مجھے سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا تو اسے یہ اختیار ملنا چاہیے۔ اسی طرح اگر عدالت یا قاضی کسی پر لین دین نہ کرنے کی پابندی عائد کردے تو اسے اختیار ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اس پر پابندی عائد کردی تھی اور اس کے عذر پیش کرنے پر گھاٹے سے تحفظ کی پیش بندی کرنے کے بعد اسے اجازت دی، اور یہ اب بھی ممکن ہے۔ ② وہ شخص جسے نبی ﷺ نے لَا خِلَابَةَ کے الفاظ سکھائے تھے، حبان بن منقذ نامی صحابی تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ جنگ کے دوران میں ان کے سر پر پتھر لگا جس کی وجہ سے ان کی زبان اور عقل متاثر ہوگئی تھی۔ اس وجہ سے اکثر خرید وفروخت کرتے ہوئے انھیں نقصان ہو جاتا۔ جب ان کے گھر والوں نے نبی ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے سیدنا حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”جب تم کوئی خرید وفروخت کرو تو یہ شرط کرلیا کرو کہ اس سودے میں کسی قسم کا دھوکا نہ ہو۔“ ③ بقول بعض: چیز کی اصل قیمت بھول کر اسے کم قیمت پر فروخت کردیتے اور یہ سمجھتے تھے کہ میں زیادہ قیمت پر بیچ رہا ہوں۔ (الكوكب الدري: 300) امام مالک، شافعی، احمد اور صاحبین کے نزدیک کم عقل پر پابندی عائد کرنا درست ہے۔

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُصَرَّاةِ (التحفة ٢٩)

باب:29۔ مُصَرَّاۃ کے بیچنے کا حکم، یعنی ایسا جانور جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا گیا ہو

١٢٥١– حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ ابْنِ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنِ اشْتَرٰى مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِذَا حَلَبَهَا، إِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ».

[1251] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دودھ روکا ہوا جانور خریدا اسے دوہنے کے بعد اختیار ہے، اگر چاہے تو اسے واپس کر دے اور ساتھ کھجوروں کا ایک صاع بھی واپس کرے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَرَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا انس اور ایک اور صحابی کی روایت موجود ہے۔

١٢٥٢– حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنِ اشْتَرٰى مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ لَّا سَمْرَاءَ».

[1252] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مُصَرَّاۃ جانور خریدا تو اسے تین دن تک اختیار ہے، پھر اگر وہ اسے واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع خوراک واپس کرے، (جو) گندم نہ ہو۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] مَعْنٰى لَا سَمْرَاءَ: لَا بُرَّ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، مِنْهُمُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سمراء کے معنی گندم ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہمارے احباب کا عمل اسی پر ہے۔ ان میں شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ شریک ہیں۔

لغوی تشریح: مصرّاۃ: تَصْرِیَۃٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: روکنا، بند کرنا، تو مصراۃ کے معنی ہیں: وہ جانور جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک لیا گیا ہوتا کہ تھن بھرے بھرے نظر آئیں اور خریدار یہ سمجھ کر اسے خرید لے کہ یہ بہت دودھ دینے والا جانور ہے۔

فائدہ: جمہور علماء، امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق اور ابویوسف رحمہم اللہ کے نزدیک تصریہ کرنا دھوکا اور عیب ہے، اس لیے اس عیب کے ظاہر ہو جانے کے بعد خریدار کو تین دن کے اندر اندر جانور واپس کرنے کا حق حاصل ہے۔ امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک تصریہ عیب نہیں ہے، اس لیے بیع ختم کرنے کا خریدار کو حق حاصل نہیں۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔ سیدنا ابن مسعود اور

١٢٥١ـ أخرجه أحمد: ٣٨٦/٢ من حديث حماد بن سلمة به، وله طرق عند البخاري، ح: ٢١٤٨ ومسلم، ح: ١٥١٥ وغيرهما عن أبي هريرة رضي الله عنه * وفي الباب عن أنس [البزار (كشف الأستار): ٨٩/٢، ٩٠، ح: ١٢٧٤ وأبو يعلى: ١٥٥/٥، ح: ٢٧٦٧ والبيهقي: ٣١٩/٥]، ورجل من أصحاب النبي ﷺ [أحمد: ٣١٤/٤].

١٢٥٢ـ أخرجه مسلم، البيوع، باب حكم بيع المصراة، ح: ١٥٢٤ من حديث أبي عامر به.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ جمہور کا مؤید ہے اور کسی صحابی سے اس کے مخالف قول ثابت نہیں۔ اور تابعین کا موقف بھی یہی ہے۔ (فتح الباري: 460/4، والمغني: 216/4) امام شافعی اور احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ساتھ کھجوروں کا ایک صاع واپس کرنا ہوگا۔ امام لیث، اسحاق، ابوعبید اور ابوثور کا نظریہ بھی یہی ہے۔ امام مالک اور بعض شوافع کے نزدیک اپنے اپنے علاقے کے غلے کا ایک صاع دینا ہوگا۔ امام ابویوسف کے نزدیک دودھ کی قیمت دینی ہوگی۔ ابن ابی لیلیٰ کا موقف بھی یہی ہے۔ امام زفر کے نزدیک کھجوروں کا صاع یا گندم کا نصف صاع دینا ہوگا۔ لیکن صحیح بات امام شافعی اور احمد کی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 253/4، 254، وفتح الباري: 460/4-464) متقدمین احناف کا دعویٰ ہے کہ یہ حدیث (نعوذ باللہ) اصول صحیحہ اور قیاس کے منافی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 382/4، 383)

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي اشْتِرَاطِ ظَهْرِ الدَّابَّةِ عِنْدَ الْبَيْعِ (التحفة ٣٠)

باب: 30۔ سودا کرتے وقت جانور پر سواری کی شرط کر لینا

١٢٥٣- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّا، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّهُ بَاعَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ بَعِيرًا، وَاشْتَرَطَ ظَهْرَهُ إِلَى أَهْلِهِ.

[1253] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو ایک اونٹ فروخت کیا اور گھر تک اس پر سواری کرنے کی شرط کر لی۔"

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، يَرَوْنَ الشَّرْطَ فِي الْبَيْعِ جَائِزًا، إِذَا كَانَ شَرْطًا وَاحِدًا، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا يَجُوزُ الشَّرْطُ فِي الْبَيْعِ، وَلَا يَتِمُّ الْبَيْعُ إِذَا كَانَ فِيهِ شَرْطٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک لین دین میں شرط کر لینا، جبکہ وہ ایک ہی شرط ہو، جائز ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے: بیع (سودے) میں شرط کرنا جائز نہیں۔ اگر بیع میں شرط ہوگی تو وہ سودا مکمل نہیں ہوگا۔

فوائد ومسائل: ① خرید وفروخت کرتے وقت کوئی شرط لگانا اس کی دو صورتیں ہیں: (ا) اگر شرط ایسی ہے جو شرعی طور پر ناجائز ہے یا اس میں دھوکا اور فریب ہے تو ایسی شرط بالاتفاق حرام ہے۔ (ب) اگر وہ شرط فی نفسہ حرام نہیں اور نہ اس میں کوئی دھوکا اور فریب ہے تو اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ ○ ابن حزم اور ظاہریہ کے نزدیک ہر حالت میں ممنوع ہے اور شرط والی بیع نہیں ہوگی۔ ○ ابن شبرمہ کے نزدیک ہر حالت میں جائز ہے، یعنی بیع اور شرط دونوں درست ہیں۔ ○ ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک بیع درست ہے اور شرط کالعدم ہوگی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المحلّی لابن حزم: 412/8-416) ○ احناف کے نزدیک اگر شرط،

١٢٥٣- أخرجه مسلم، المساقاة، باب بيع البعير واستثناء ركوبه، ح: ٧١٥ بعد، ح: ١٥٩٩ من حديث زكريا، والبخاري، ح: ٢٩٦٧ من حديث الشعبي به مطولاً ومختصرًا.

عقد (معاملے) کے تقاضے کے مطابق ہو یا اس کے مناسب ہو، یا لوگوں میں اس کا رواج ہو تو وہ جائز ہے۔ شوافع کا موقف اس سے ملتا جلتا ہے۔ ○ مالکیہ کے نزدیک شرط کرنا جائز ہے، صرف اس صورت میں ناجائز ہے کہ وہ سودے کے معاملے کے منافی ہو، مثلاً: بیچنے والا، خریدنے والے سے یہ شرط کرے کہ وہ اس میں کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکے گا یا خاوند بیوی سے شرط کرے کہ وہ اسے خرچ نہیں دے گا۔ یا وہ شرط قیمت کی کمی بیشی پر اثر انداز ہو، مثلاً: قرض کی شرط پر سودا کرنا۔ ○ حنابلہ کے نزدیک ایک شرط کرنا جائز ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تکملة فتح الملهم: 1/629-632) ② امام احمد، اسحاق، اوزاعی اور محدثین رحمہم اللہ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسی شرط کرنا جائز ہے جس میں دھوکا نہ ہو، نہ کسی فریق پر ظلم وزیادتی ہو اور نہ تجارت کے شرعی اصولوں کے منافی ہو۔ اور آج کل تمام دنیا میں یہ رواج ہے کہ گھریلو استعمال کی عام اشیاء، مثلاً: فریج، فریزر، ائرکنڈیشنر، اُوون، استری اور پنکھا وغیرہ خریدتے وقت دکاندار یہ شرط مان لیتے ہیں کہ ہم اتنے عرصے تک ان کی درستی مفت کریں گے یا خرابی کی صورت میں واپس لے لیں گے۔ اگر حنابلہ اور مالکیہ کا موقف قبول نہ کیا جائے تو یہ تمام کاروبار ناجائز ٹھہرے گا، اس لیے مجلة أحكام العدليه جو عثمانیوں نے اپنی خلافت میں لکھوایا تھا اس میں ہے کہ بیع میں ایسی شرط لگانا جس کا نفع ایک فریق کو پہنچتا ہو جائز ہے، مثلاً: گھوڑا فروخت کرنے والا یہ شرط لگائے کہ اتنا عرصہ میں اس پر سوار رہوں گا، یا گھر خریدتے وقت متعین عرصے کے لیے مالک کے پاس رہنے دینا۔ بعض علمائے احناف کا رجحان بھی ایک شرط کے جواز کی طرف ہی ہے۔ (تکملة فتح الملهم: 1/635، 636)

(المعجم ٣١) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] الِانْتِفَاعِ بِالرَّهْنِ (التحفة ٣١)

باب: 31۔ گروی شدہ چیز سے فائدہ اٹھانا

١٢٥٤- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَيُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الظَّهْرُ يُرْكَبُ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ، نَفَقَتُهُ».

[1254] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گروی شدہ سواری پر سوار ہوا جاسکتا ہے، اسی طرح گروی ہونے کی صورت میں دودھ دینے والے جانور کا دودھ پیا جاسکتا ہے اور اس کا خرچ سوار ہونے والے اور دودھ پینے والے کے ذمے ہوگا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَوْقُوفًا،

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہمارے علم میں اسے مرفوعاً صرف امام عامر شعبی ہی بیان کرتے ہیں۔ اور بہت سے راوی اسے اعمش کی سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں۔ بعض اہل علم کا

١٢٥٤- أخرجه البخاري، الرهن في الحضر، باب الرهن مركوب ومحلوب، ح: ٢٥١١، ٢٥١٢ من حديث زكريا بن أبي زائدة به.

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَيْسَ لَهُ أَنْ يَنْتَفِعَ مِنَ الرَّهْنِ بِشَيْءٍ.

عمل اسی پر ہے۔ امام احمد اور اسحاق ﷮ کا قول یہی ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک گروی رکھی ہوئی چیز سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ گروی رکھی ہوئی چیز سے اس پر اٹھنے والے خرچ اور محنت ومشقت کے بقدر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے، اور یہی صحیح ہے۔ چونکہ جس شخص کے پاس جانور گروی رکھا گیا ہو وہ اسے چارہ وغیرہ ڈالتا اور اس کی نگرانی وحفاظت کرتا ہے، اس لیے اس خرچے اور محنت ومشقت کے مقابلے میں اس سے فائدہ اٹھانا قرض پر نفع حاصل کرنا نہیں، اس لیے یہ جائز ہے، البتہ جمہور کے نزدیک فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔ لیکن جو چیز محنت ومشقت اور خرچ کی محتاج نہیں، اس سے بالاتفاق فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 509/5، وفتح الباري: 178/5، 179) ② آج کل مکان وغیرہ گروی رکھنے کا سلسلہ عام ہے، جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کو مثلاً پانچ لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ وہ اپنا مکان اس شخص کو گروی رکھوا دیتا ہے جس سے وہ رقم لیتا ہے۔ رقم دینے والا اس مکان کو کرائے پر چڑھا دیتا ہے اور کرائے کی رقم قرض کے بدلے میں خود وصول کرتا اور لیتا ہے یا خود اپنی رہائش اس میں رکھ کر ماہانہ کرائے کی بچت کرتا ہے۔ یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ کرائے کا یہ نفع دراصل اس قرض کا منافع ہے جو اس نے مالک مکان کو دیا ہے۔ ہاں، اگر وہ مکان کا کرایہ مالک کو دے تو پھر یہ جائز ہے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي شِرَاءِ الْقِلَادَةِ وَفِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ (التحفة ٢٢)

باب: 32۔ ایسا ہار خریدنا جس میں سونا اور جواہرات ہوں

١٢٥٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي شُجَاعٍ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا، فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ، فَفَصَّلْتُهَا، فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنَ اثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «لَا تُبَاعُ حَتّٰى تُفَصَّلَ».

[1255] سیدنا فضالہ بن عبید ﷛ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ خیبر کے موقع پر بارہ دینار میں ایک ہار خریدا جس میں سونا اور جواہرات تھے۔ میں نے انھیں الگ کیا تو مجھے اس میں بارہ دینار سے زیادہ ملے۔ میں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''ایسا ہار الگ کر کے ہی بیچا جائے۔''

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي شُجَاعٍ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو

قتیبہ کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے۔ امام ابوعیسیٰ ﷫ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل

١٢٥٥- أخرجه مسلم، المساقاة، باب بيع القلادة فيها خرز وذهب، ح: ١٥٩١ عن قتيبة به.

عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، لَمْ يَرَوْا أَنْ يُبَاعَ السَّيْفُ مُحَلًّى، أَوْ مِنْطَقَةٌ مُفَضَّضَةٌ، أَوْ مِثْلُ هٰذَا، بِدَرَاهِمَ حَتّٰى يُمَيَّزَ وَيُفَصَّلَ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ذٰلِكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ.

علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اس پر ہے۔ ان کے نزدیک چاندی جڑی ہوئی تلوار یا چاندی لگا ہوا کمر بند یا اس قسم کی کوئی اور چیز درہموں کے عوض اس وقت تک بیچنا جائز نہیں جب تک چاندی کو ان سے جدا نہ کرلیا جائے۔ ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہ قول ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات نے اس کی اجازت دی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز میں سونے کی ملاوٹ ہو اور اسے سونے کے عوض فروخت کرنا ہو تو سونے کو الگ کرنا ضروری ہے، اسی طرح اگر کسی چیز میں چاندی کی ملاوٹ ہو اور اسے چاندی کے عوض فروخت کرنا ہو تو چاندی کو الگ کیا جائے گا تاکہ سونا اور چاندی الگ کرکے ان کے بقدر سونا اور چاندی دی جائے اور باقی چیز کی قیمت الگ لگائی جائے، اور سونا چاندی کے ایک جنس ہونے کی صورت میں کمی بیشی کا خطرہ نہ رہے۔ محض اندازے سے کام نہ لیا جائے کیونکہ اس میں کمی بیشی کا احتمال موجود ہوگا۔ اور یہ جائز نہیں۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق وغیرہم محدثین کا یہی موقف ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر سونا یا چاندی جو قیمت میں ادا کی جارہی ہے اس کی مقدار چیز میں ملے ہوئے سونے اور چاندی سے یقینی طور پر زائد ہے تو پھر جائز ہے، کیونکہ زائد حصہ باقی چیز کی قیمت ہوگا، لیکن اگر کم ہے تو پھر جائز نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ سونا الگ کیے بغیر کم یا زائد ہونے کا تعین کیسے ہوگا؟ امام مالک کے نزدیک اگر سونا اور چاندی ضمنی اور تبعی طور پر ہے اور اصل دوسری چیز ہی ہے تو اس کا حکم سامان والا ہوگا تو پھر اسے ہم وزن سونے اور چاندی سے بیچنا جائز ہے۔ حماد بن ابی سلیمان کے نزدیک ہر طرح بیچنا جائز ہے، لیکن صحیح حدیث کے مطابق درست نظریہ امام شافعی اور احمد کا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 4/388-390)

(المعجم ٣٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي اشْتِرَاطِ الْوَلَاءِ وَالزَّجْرِ عَنْ ذٰلِكَ (التحفة ٣٣)

باب: 33۔ ولاء کی شرط کرنا اور اس بارے میں وارد سرزنش اور ڈانٹ کا بیان

١٢٥٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ، فَاشْتَرَطُوا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ

[1256] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنا چاہا تو اس کے مالکوں نے ولاء (اپنے لیے رکھنے) کی شرط لگائی۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم اسے خریدلو، ولاء تو بس اس کے لیے ہے جس نے قیمت ادا کی

١٢٥٦- أخرجه البخاري، الفرائض، باب الولاء لمن أعتق وميراث اللقيط، ح: ٦٧٥١ من حديث إبراهيم النخعي به، وله طريق آخر عند مسلم، ح: ١٥٠٤ عن عائشة به * وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح: ٦٧٥٢] * قول يحيى بن سعيد القطان: إذا حدثت عن منصور إلخ، سنده صحيح وكذا قول ابن مهدي، صحيح عنه.

ﷺ: «اشْتَرِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْطَى الثَّمَنَ، أَوْ لِمَنْ وَلِيَ النِّعْمَةَ».

ہو یا جس نے احسان وکرم کیا ہو۔"

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. قَالَ: وَمَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ يُكْنٰى أَبَا عَتَّابٍ. حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ: إِذَا حُدِّثْتَ عَنْ مَنْصُورٍ فَقَدْ مَلَأْتَ يَدَكَ مِنَ الْخَيْرِ لَا تُرِدْ غَيْرَهُ، ثُمَّ قَالَ يَحْيٰى: مَا أَجِدُ فِي إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَمُجَاهِدٍ، أَثْبَتَ مِنْ مَنْصُورٍ. [قَالَ:] وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: مَنْصُورٌ أَثْبَتُ أَهْلِ الْكُوفَةِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ اور منصور بن معتمر کی کنیت ابوعتاب ہے۔ یحییٰ بن سعید کا قول ہے: جب تمھیں منصور کی حدیث سنائی گئی تو تو نے اپنے ہاتھ خیر و بھلائی سے بھر لیے۔ کسی اور سے اس کے سننے کی خواہش نہ کر۔ پھر یہ بھی کہا: ابراہیم نخعی اور مجاہد کے شاگردوں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد منصور ہی ہے۔ اور عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ کوفیوں میں سب سے زیادہ ثقہ منصور ہے۔

فائدہ: آزادی کی نسبت کا حق دار، جس کی بنیاد پر وراثت کا حق بنتا ہے، وہی ہے جو غلام یا لونڈی پر احسان کرتے ہوئے اسے آزاد کرتا ہے یا اس کے مالک کو قیمت ادا کر کے آزادی بخشتا ہے، اس لیے قیمت لے کر اس کی ولاء کی شرط لگانا ایک شرعی اصول اور ضابطے کی خلاف ورزی ہے جس کا مرتکب قابل ملامت ہے۔ شریعت کی مخالف شرطیں بالاتفاق کالعدم ہیں، ان کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں ہے، چاہے ان کی کس قدر تاکید کی گئی ہو یا پرزور طریقے سے لگائی گئی ہوں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 5/235، 236)

(المعجم ٣٣) بَابُ [الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ الْمَوْقُوفَيْنِ] (التحفة ٣٤)

باب: 34۔ دوسرے کی مرضی پر موقوف خرید و فروخت یا سودا

١٢٥٧- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ يَشْتَرِي لَهُ أُضْحِيَةً بِدِينَارٍ، فَاشْتَرٰى أُضْحِيَةً فَأُرْبِحَ فِيهَا دِينَارًا، فَاشْتَرٰى أُخْرٰى مَكَانَهَا، فَجَاءَ

[1257] سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکیم بن حزام کو یعنی مجھے ایک دینار دے کر بھیجا تاکہ وہ آپ کے لیے قربانی کا جانور خرید لائے۔ انھوں نے قربانی کا جانور خریدا اور اسے ایک دینار نفع پر بیچ دیا۔ پھر اس کی جگہ ایک اور جانور خرید لیا اور آپ کے پاس

١٢٥٧- [ضعيف] أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في المضارب يخالف، ح: ٣٣٨٦ عن أبي حصين عن شيخ من أهل المدينة عن حكيم به * حبيب بن أبي ثابت: مدلس وعنعن وهو شيخ من أهل المدينة لم يسمع من حكيم.

بِالْأُضْحِيَةِ وَالدِّينَارِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «ضَحِّ بِالشَّاةِ، وَتَصَدَّقْ بِالدِّينَارِ».

قربانی اور ایک دینار لے کر پہنچے تو آپ نے فرمایا: ”بکری قربانی کردو اور دینار صدقہ کردو۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَحَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ لَمْ يَسْمَعْ، عِنْدِي، مِنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حکیم بن حزام کی حدیث ہمارے علم میں صرف اسی سند سے مروی ہے، اور میرے نزدیک حبیب بن ابی ثابت کو حکیم بن حزام سے سننے کا موقع نہیں ملا۔

١٢٥٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ: حَدَّثَنَا هَارُونُ [الْأَعْوَرُ الْمُقْرِىءُ - وَهُوَ] ابْنُ مُوسَى [الْقَارِىءُ] -: حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيتِ عَنْ أَبِي لَبِيدٍ، عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ قَالَ: دَفَعَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ دِينَارًا لِأَشْتَرِيَ لَهُ شَاةً، فَاشْتَرَيْتُ لَهُ شَاتَيْنِ، فَبِعْتُ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ، وَجِئْتُ بِالشَّاةِ وَالدِّينَارِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَذَكَرَ لَهُ مَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ، فَقَالَ [لَهُ]: «بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي صَفْقَةِ يَمِينِكَ».

[1258] سیدنا عروہ بارقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک دینار عنایت کیا تاکہ میں آپ کے لیے ایک بکری خرید لاؤں۔ میں نے (اپنے طور پر) آپ کے لیے دو بکریاں خرید لیں۔ پھر میں نے ان میں سے ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی، اور میں ایک بکری اور دینار لے کر نبی ﷺ کے پاس آ گیا اور اپنا معاملہ آپ کو بتایا تو آپ نے اس سے فرمایا: ”اللہ تمھارے دائیں ہاتھ کے سودے میں برکت ڈالے۔“

فَكَانَ يَخْرُجُ بَعْدَ ذٰلِكَ إِلَى كُنَاسَةِ الْكُوفَةِ، فَيَرْبَحُ الرِّبْحَ الْعَظِيمَ، فَكَانَ مِنْ أَكْثَرِ أَهْلِ الْكُوفَةِ مَالًا. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ [هُوَ أَخُو حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ] قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ خِرِّيتٍ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ عَنْ أَبِي لَبِيدٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا الْحَدِيثِ وَقَالُوا بِهِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، وَلَمْ يَأْخُذْ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، مِنْهُمْ: الشَّافِعِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ، أَخُو حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ. وَأَبُو لَبِيدٍ اسْمُهُ لِمَازَةُ [بْنُ زَبَّارٍ].

(آپ کی دعا کی برکت سے) بعد میں وہ کوفے کے کناسہ نامی مقام پر جاتے اور بہت بڑا نفع کماتے، چنانچہ وہ کوفے کے سب سے زیادہ مال دار بن گئے۔ امام صاحب ایک اور سند سے مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس کے مطابق عمل کیا ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم نے اس حدیث کو اختیار نہیں کیا۔ امام شافعی اور سعید بن زید انھی میں سے ہیں۔ سعید بن زید، حماد بن زید کا بھائی ہے۔ اور ابولبید کا نام لمازہ بن زبار ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بعض ائمہ نے فضولی (کسی کے لیے اپنے طور پر خرید وفروخت کرنے والا) کی بیع کے جواز پر

١٢٥٨ـ أخرجه ابن ماجه، الصدقات، باب الأمين يتجر فيه فيربح، ح: ٢٤٠٢ من حديث الزبير بن خريت به وله طريق آخر عند البخاري، ح: ٣٦٤٢ عن عروة البارقي به، وأخرجه أبو داود، ح: ٣٣٨٥ من حديث سعيد بن زيد وسنده حسن.

استدلال کیا ہے کہ سیدنا عروہ نے اپنی مرضی سے دو بکریاں خریدیں، حالانکہ نبی ﷺ نے ایک بکری خریدنے کے لیے کہا تھا، پھر اپنی مرضی سے ایک بیچ دی اور اس کی رقم آپ ﷺ کے حوالے کردی تو اس کی اس خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبے کی آپ نے قدر کی، اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ ابن ہمام، امام مالک اور احمد کا موقف بھی یہی ہے۔ (الكوكب الدري: 307، حاشيه: 2) لیکن امام شافعی کے نزدیک فضولی کی بیع اور شراء دونوں باطل ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فضولی کی شراء درست نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 394/4)

(المعجم ٣٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُكَاتَبِ إِذَا كَانَ عِنْدَهُ مَا يُؤَدِّي (التحفة ٣٥)

باب: 35۔ اس مکاتب کا حکم جس کے پاس زرِ کتابت ادا کرنے کی گنجائش ہو

١٢٥٩- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَزَّازُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا أَوْ مِيرَاثًا، وَرِثَ بِحِسَابِ مَا عَتَقَ مِنْهُ».

[1259] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کتابت کرنے والا غلام جب کسی قابل حد جرم کا ارتکاب کرے یا کسی کا وارث بنے تو اسے (حد اور وراثت اپنی آزادی کے بقدر ملے گی۔“

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يُؤَدِّي الْمُكَاتَبُ بِحِصَّةِ مَا أَدّٰى، دِيَةَ حُرٍّ: وَمَا بَقِيَ، دِيَةَ عَبْدٍ». [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَهٰكَذَا رَوٰى يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَرَوٰى خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَوْلَهُ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. وَقَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ، مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ”مکاتب غلام اپنی کتابت کی ادائیگی کے بقدر آزاد والی دیت کا حق دار ہوگا اور باقی دیت غلام والی دیت ملے گی۔ اس مسئلے میں سیدنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر نے عکرمہ کے واسطے سے اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بیان کیا ہے، اور خالد حذاء نے عکرمہ کے واسطے سے علی رضی اللہ عنہ سے ان کا قول نقل کیا ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ اور اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا موقف یہ ہے کہ مکاتب، غلام کے حکم میں ہے، جب تک اس کے ذمے ایک درہم بھی باقی ہے۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا موقف یہی ہے۔

١٢٥٩ـ أخرجه أبو داود، الديات، باب: في دية المكاتب، ح: ٤٥٨٢ من حديث حماد بن سلمة، و النسائي، ح: ٤٨١٥ من حديث أيوب السختياني به وصححه الحاكم: ٢/ ٢١٨، ٢١٩ ووافقه الذهبي * وفي الباب عن أم سلمة [يأتي: ١٢٦١].

فائدہ: امام نخعی کے نزدیک اگر مکاتب اپنی کتابت کی نصف رقم ادا کر دیتا ہے اور اس کا آزاد باپ فوت ہو جاتا ہے جس کا یہ اکیلا ہی وارث ہے تو اسے وراثت میں آدھا مال ملے گا کیونکہ اگر یہ آزاد ہوتا تو سارا مال لیتا۔ اسی طرح اگر یہ قتل ہو جاتا ہے تو اسے آدھی دیت آزاد والی ملے گی اور آدھی دیت غلام والی ملے گی۔ آزاد والی دیت کے حقدار غلام کے وارث ہوں گے اور غلام والے حصے کا مالک اس کا آقا ہوگا۔ (تحفة الأحوذي: 394/4) یہی موقف راجح ہے۔

١٢٦٠ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ يَقُولُ: «مَنْ كَاتَبَ عَبْدَهُ عَلَى مِائَةِ أُوقِيَّةٍ، فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشْرَةَ أَوَاقٍ - أَوْ قَالَ: عَشْرَةَ دَرَاهِمَ - ثُمَّ عَجَزَ، فَهُوَ رَقِيقٌ».

[1260] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خطبے میں یہ سنا: ''جس نے اپنے غلام سے ایک سو اوقیے پر کتابت کی اور اس نے دس اوقیے یا دس درہم کے سوا تمام رقم ادا کر دی، پھر رقم کی ادائیگی سے عاجز آ گیا تو وہ غلام ہی ہوگا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ الْمُكَاتَبَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ كِتَابَتِهِ. وَقَدْ رَوَاهُ الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ نَحْوَهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور اکثر اہل علم صحابۂ کرام اور دوسرے حضرات کا عمل اس پر ہے کہ مکاتب پر جب تک اس کی کتابت کی رقم کا کچھ حصہ باقی ہو، وہ غلام ہے۔ یہ روایت حجاج بن ارطاۃ نے بھی عمرو بن شعیب سے اسی طرح بیان کی ہے۔

١٢٦١ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ نَبْهَانَ [مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ]، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كَانَ عِنْدَ مُكَاتَبِ إِحْدَاكُنَّ مَا يُؤَدِّي، فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ».

[1261] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمھارے کسی مکاتب کے پاس کتابت کی ادائیگی کی رقم ہو تو اس سے پردہ کرو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَمَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى التَّوَرُّعِ، وَقَالُوا: لَا يُعْتَقُ الْمُكَاتَبُ، وَإِنْ كَانَ عِنْدَهُ مَا يُؤَدِّي،

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم کے نزدیک یہ حدیث تقویٰ و پرہیزگاری پر محمول ہے، کیونکہ مکاتب اس وقت تک آزاد نہیں کیا جائے گا جب

١٢٦٠ـ أخرجه أبو داود، العتق، باب: في المكاتب، ح:٣٩٢٧ وابن ماجه، ح:٢٥١٩ من حديث عمرو بن شعيب به، وله شواهد عند أبي داود، ح:٣٩٢٦ وغيره.

١٢٦١ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، ح:٣٩٢٨ وابن ماجه، ح:٢٥٢٠ من حديث سفيان بن عيينة به، وصححه ابن حبان، ح:١٢١٤ والحاكم: ٢/ ٢١٩ ووافقه الذهبي، والراجح أن نبهان مولى أم سلمة مجهولٌ.

حَتّٰى يُؤَدِّيَ.

تک وہ کتابت کی رقم ادا نہ کردے، چاہے اس کے پاس ادائیگی کی رقم موجود ہو۔

(المعجم ٣٦) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا أَفْلَسَ لِلرَّجُلِ غَرِيمٌ فَيَجِدُ عِنْدَهُ مَتَاعَهُ (التحفة ٢٦)

باب: 36۔ جب کسی شخص کا مقروض دیوالیہ ہو جائے اور اس کا سامان اس کے پاس پڑا ہو تو وہ کیا کرے؟

١٢٦٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ [بْنِ عَمْرِو] بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «أَيُّمَا امْرِىءٍ أَفْلَسَ، وَوَجَدَ رَجُلٌ سِلْعَتَهُ عِنْدَهُ بِعَيْنِهَا، فَهُوَ أَوْلَى بِهَا مِنْ غَيْرِهِ».

[1262] سیدنا ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مفلس (نادار) ہو گیا اور کسی شخص نے اپنا مال بعینہ اس کے پاس پا لیا تو وہ دوسروں کے مقابلے میں اس کا زیادہ حقدار ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَمُرَةَ وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: هُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ، وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْكُوفَةِ.

اس مسئلے میں سیدنا سمرہ اور ابن عمر ؓ سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ابوہریرہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اس پر ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا قول یہی ہے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ وہ دیگر قرض خواہوں کی مثل ہے۔ اہل کوفہ کا قول یہی ہے۔

فائدہ: صحیح حدیث کی رو سے اگر کوئی شخص دیوالیہ ہو جائے اور کسی انسان کا سامان (سودا) ہو بہو بلا استعمال اس کے پاس پڑا ہو تو وہ سامان اس کے مالک کا ہو گا۔ جمہور اہل علم اور ائمہ ثلاثہ: مالک، شافعی اور احمد ؒ کا یہی قول ہے اور یہی درست ہے۔ احناف کے نزدیک وہ مال مالک کو واپس نہیں ملے گا بلکہ دوسرے قرض خواہوں کی طرح اسے بھی اپنی رقم کی نسبت سے حصہ ملے گا۔ حسن بصری، نخعی اور ابن شبرمہ کا قول بھی یہی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 4/393، 394)

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ لِلْمُسْلِمِ، أَنْ يَدْفَعَ إِلَى الذِّمِّيِّ الْخَمْرَ يَبِيعُهَا لَهُ (التحفة ٢٧)

باب: 37۔ مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ذمی کو شراب دے تاکہ وہ اسے اس کے لیے فروخت کردے

١٢٦٢ـ أخرجه مسلم، المساقاة، باب من أدرك ما باعه عند المشتري، وقد أفلس، فله الرجوع فيه، ح: ١٥٥٩ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٢٤٠٢ من حديث يحيى بن سعيد الأنصاري به ✽ وفي الباب عن سمرة [أبو داود، ح: ٣٥٣١]، وابن عمر [ابن حبان (موارد): ١١٦٥].

١٢٦٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: كَانَ عِنْدَنَا خَمْرٌ لِيَتِيمٍ. فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمَائِدَةُ، سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْهُ، وَقُلْتُ: إِنَّهُ لِيَتِيمٍ فَقَالَ: «أَهْرِيقُوهُ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُ هٰذَا. وَقَالَ بِهٰذَا بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَكَرِهُوا أَنْ تُتَّخَذَ الْخَمْرُ خَلًّا، وَإِنَّمَا كُرِهَ مِنْ ذٰلِكَ، وَاللهُ أَعْلَمُ، أَنْ يَكُونَ الْمُسْلِمُ فِي بَيْتِهِ خَمْرٌ حَتّٰى يَصِيرَ خَلًّا، وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِي خَلِّ الْخَمْرِ، إِذَا وُجِدَ قَدْ صَارَ خَلًّا [أَبُو الْوَدَّاكِ اسْمُهُ جَبْرُ بْنُ نَوْفٍ].

[1263] سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک یتیم بچے کی شراب تھی۔ جب سورۂ مائدہ اتری (جس میں شراب کو حرام قرار دیا گیا) تو میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا اور کہا کہ وہ ایک یتیم بچے کی ہے، تو آپ نے فرمایا: ''اسے بہا دو۔''

اس مسئلے میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوسعید کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور کئی سندوں سے نبی ﷺ سے اس کے ہم معنی منقول ہے۔ بعض اہل علم کا یہی قول ہے، وہ شراب کا سرکہ بنالینا ناجائز قرار دیتے ہیں اور کراہت کی صورت یہی ہے (اصل علم اللہ ہی کے پاس ہے) کہ مسلمان کے گھر شراب ہو، وہ اسے پڑا رہنے دے حتی کہ وہ سرکہ بن جائے۔ اور بعض نے شراب کے سرکے کی رخصت دی ہے جب کہ وہ خود بخود سرکہ بنا ہوا پایا جائے۔ ابو ودّاک کا نام جبر بن نوف ہے۔

فائدہ: جمہور اہل علم کا نظریہ یہ ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں، اگر یہ عمل درست ہوتا تو نبی ﷺ ایک یتیم بچے کا مال ضائع نہ کرواتے بلکہ اس کو سرکے میں تبدیل کرنے کا حکم دیتے۔ اور یہی موقف صحیح ہے۔ امام ابوحنیفہ اور اوزاعی کے نزدیک کسی ذریعے سے اس کو سرکہ بنانا جائز ہے۔ اگر شراب سے قدرتی طور پر، انسان کے عمل دخل کے بغیر سرکہ بن جائے تو اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ جائز ہے یا حرام۔ مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ کے بقول اس کی حرمت کی دلیل موجود نہیں، اس لیے جائز ہے۔ کیونکہ کسی چیز کی ہیئت و کیفیت اور حالت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے۔ (منة المنعم: 336/3، حاشیہ: 11) اور بقول امام نووی اس کی طہارت و پاکیزگی پر اجماع ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 220/13)

(المعجم ٣٨) بَابٌ: [أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ] (التحفة ٣٨)

باب: 38۔ جو شخص آپ پر اعتماد کرے اس کی امانت واپس کر دیں

١٢٦٣ـ أخرجه أحمد: ٣/ ٢٦ من حديث مجالد به، وصححه ابن الجارود، ح: ٨٥٣ وله شواهد عند الترمذي، ح: ١٢٩٣ وأبي داود، ح: ٣٦٧٥ وغيرهما * وفي الباب عن أنس بن مالك [لعله يشير إلى الحديث الآتي: ١٢٩٣].

١٢٦٤- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ عَنْ شَرِيكٍ. وَقَيْسٌ عَنْ أَبِي حَصِينٍ، [عَنْ أَبِي صَالِحٍ]، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ».

[1264] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تم پر اعتماد کیا ہو اس کی امانت واپس کردو اور جس نے تمھارے ساتھ خیانت کی ہو تم اس سے خیانت نہ کرو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا الْحَدِيثِ وَقَالُوا: إِذَا كَانَ لِلرَّجُلِ عَلَى آخَرَ شَيْءٌ فَذَهَبَ بِهِ، فَوَقَعَ لَهُ عِنْدَهُ شَيْءٌ، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْبِسَ عَنْهُ بِقَدْرِ مَا ذَهَبَ لَهُ عَلَيْهِ. وَرَخَّصَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ. وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ، وَقَالَ: إِنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ دَرَاهِمُ، فَوَقَعَ لَهُ عِنْدَهُ دَنَانِيرُ، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْبِسَ بِمَكَانِ دَرَاهِمِهِ، إِلَّا أَنْ يَقَعَ عِنْدَهُ لَهُ دَرَاهِمُ، فَلَهُ حِينَئِذٍ أَنْ يَحْبِسَ مِنْ دَرَاهِمِهِ بِقَدْرِ مَا لَهُ عَلَيْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بعض اہل علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: جب کسی کے ذمے کسی شخص کی چیز ہو اور وہ اسے دبا لے، پھر اسے اس کی کوئی چیز مل جائے تو اس کو اجازت نہیں کہ دوسرے کی چیز سے اپنی چیز کے برابر حصہ روک لے۔ بعض اہل علم تابعین نے اس کی اجازت دی ہے۔ امام ثوری کا یہی قول ہے۔ وہ کہتے ہیں: اگر کسی کے دوسرے شخص کے ذمے کچھ درہم ہوں اور اسے اس کے دینار مل جائیں تو وہ اپنے درہموں کی جگہ دینار نہیں رکھ سکتا ہاں اگر اس کے درہم مل جائیں تو وہ اپنے درہموں کے برابر جو اس کے ذمے ہیں، رکھ سکتا ہے۔

فائدہ: رقم یا کوئی چیز دبا لینے والے کی رقم یا کوئی چیز مل جانا مسئلۃ الظفر کہلاتا ہے۔ اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں: ○ قبضہ کرنے والے کا کوئی مال یا سامان ہاتھ لگ جائے تو امام شافعی کے مشہور قول کے مطابق اس سے ہر صورت میں اپنا حق کاٹا جاسکتا ہے۔ ○ اگر دوسرے کا کوئی ایسا مال ملے جو اس کے مال کی جنس سے ہو تو پھر وہ اپنا مال کاٹ سکتا ہے، احناف کا یہی نظریہ ہے اور امام شافعی کا ایک قول یہی ہے۔ ○ عدالت کے فیصلے کے بغیر رکھنا جائز نہیں۔ ○ ابن حزم کے نزدیک ہر حالت اور ہر صوت میں اپنا حق وصول کر لینا فرض ہے، محض جائز نہیں، اگر وہ اپنا حق وصول نہیں کرتا تو وہ گناہ گار ہوگا۔ الا یہ کہ اسے معاف کردے اور اس کو بری قرار دے دے تو پھر مستحق اجر ہوگا۔ (تحفة الأحوذي: 400/4)

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ [فِي] أَنَّ الْعَارِيَةَ مُؤَدَّاةٌ (التحفة ٢٩)

باب: 39۔ عاریتاً لی گئی چیز واپس کرنی ہوگی

١٢٦٤ـ أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في الرجل يأخذ حقه من تحت يده، ح: ٣٥٣٥ من حديث طلق بن غنام به، وصححه الحاكم: ٢/ ٤٦ على شرط مسلم، وللحديث شواهد، انظر الصحيحة للألباني، ح: ٤٢٤.

١٢٦٥ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ، عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ «الْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ، وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ، وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ».

[1265] سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے حجۃ الوداع کے خطبے میں یہ فرمان سنا: ''عاریتاً لی گئی چیز واپس کرنی ہوگی، ضامن زر ضمانت ادا کرے گا اور قرض چکایا جائے گا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَمُرَةَ، وَصَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، وَأَنَسٍ. [قَالَ: وَ]حَدِيثُ أَبِي أُمَامَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ [غَرِيبٌ]. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَيْضًا، مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا سمرہ، صفوان بن امیہ اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن (غریب) ہے۔ ابوامامہ سے یہ حدیث اور سند سے بھی مروی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عاریتاً لی ہوئی چیز، ضمانت کی رقم اور قرضے کی رقم ادا کرنی چاہیے۔ اس میں ٹال مٹول سے کام لینا درست نہیں ہے، گویا ضامن رقم کی ادائیگی کا ذمے دار ہے۔

١٢٦٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَ».

[1266] سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''لینے والے ہاتھ کے ذمے ہے جو چیز اس نے لی ہے یہاں تک کہ وہ ادا کر دے۔''

قَالَ قَتَادَةُ: ثُمَّ نَسِيَ الْحَسَنُ فَقَالَ: هُوَ أَمِينُكَ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ، يَعْنِي الْعَارِيَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ إِلٰى هٰذَا، وَقَالُوا: يَضْمَنُ صَاحِبُ الْعَارِيَةِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، لَيْسَ عَلٰى صَاحِبِ الْعَارِيَةِ ضَمَانٌ إِلَّا أَنْ

قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: حسن رحمہ اللہ بعد میں یہ حدیث بھول گئے اور کہنے لگے: عاریتاً لینے والا امین ہے، اس کے ذمے تاوان و جرمانہ نہیں ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا یہی قول ہے کہ (ضائع ہونے کی صورت میں) عاریتاً لینے والے پر تاوان ہے۔ امام شافعی اور احمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام اور

١٢٦٥ـ أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في تضمين العارية، ح: ٣٥٦٥ وابن ماجه، ح: ٢٢٩٥ من حديث إسماعيل به مطولًا ومختصرًا، وصححه ابن الجارود، ح: ١٠٢٣. إسماعيل بن عياش صرح بالسماع من الخولاني الشامي * وفي الباب عن سمرة [يأتي: ١٢٦٦]، وصفوان بن أمية [أبو داود، ح: ٣٥٦٢]، وأنس [ابن ماجه، ح: ٢٣٩٩].

١٢٦٦ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الصدقات، باب العارية، ح: ٢٤٠٠ من حديث محمد بن أبي عدي، وأبو داود، ح: ٣٥٦١ من حديث سعيد بن أبي عروبة به وصححه ابن الجارود، ح: ١٢٤ والحاكم على شرط البخاري: ٢/ ٤٧ ووافقه الذهبي * سماع الحسن عن سمرة غير ثابت إلّا في حديث العقيقة.

يُخَالِفَ. وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، وَبِهِ يَقُولُ إِسْحَاقُ.

دوسرے حضرات کا قول ہے کہ عاریتاً لینے والے پر جرمانہ نہیں ہے، الاّ یہ کہ وہ مالک کے قول کی مخالفت کرے، یعنی صحیح طور پر حفاظت نہ کرے۔ ثوری، اہل کوفہ اور اسحاق ؒ کا قول یہی ہے۔

فائدہ: صحیح بات یہ ہے کہ کوئی چیز عاریتاً لینے والا، ضائع ہونے کی صورت میں، خواہ اس میں اس کی کوتاہی کا دخل نہ ہو، اخلاقی طور پر واپسی کا ذمے دار ہے اگرچہ عدم کوتاہی کی صورت میں قانونی اور فقہی طور پر وہ ذمے دار نہیں۔ احناف اور مالکیہ کا یہی موقف ہے کہ اگر عاریتاً لینے والے کی زیادتی اور کوتاہی نہ ہو تو وہ ذمے دار نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 402/4، 403) یہ روایت ضعیف ہے لیکن معنیٰ صحیح ہے کیونکہ اس کا مفہوم وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث میں بیان ہوا ہے، اور وہ صحیح ہے۔

(المعجم ۴۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِحْتِكَارِ (التحفة ۴۰)

باب:40۔ ذخیرہ اندوزی کا حکم

١٢٦٧ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ [نَضْلَةَ]، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ».

[1267] سیدنا معمر بن عبداللہ بن نضلہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”کوئی خطا کار ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔“

فَقُلْتُ لِسَعِيدٍ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! إِنَّكَ تَحْتَكِرُ، قَالَ: وَمَعْمَرٌ قَدْ كَانَ يَحْتَكِرُ. وَإِنَّمَا رُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ كَانَ يَحْتَكِرُ الزَّيْتَ وَالْخَبَطَ وَنَحْوَ هٰذَا. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَابْنِ عُمَرَ. وَحَدِيثُ مَعْمَرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. كَرِهُوا احْتِكَارَ الطَّعَامِ. وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِي الْاِحْتِكَارِ فِي غَيْرِ الطَّعَامِ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: لَا بَأْسَ بِالْاِحْتِكَارِ فِي الْقُطْنِ وَالسَّخْتِيَانِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ.

سعید بن مسیب کا شاگرد محمد بن ابراہیم کہتا ہے کہ میں نے سعید ؒ سے کہا: اے ابومحمد! آپ تو ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا: اس حدیث کے راوی صحابی معمر ؓ بھی ذخیرہ اندوزی کرتے تھے۔ سعید بن مسیب کے بارے میں منقول ہے کہ وہ زیتون کا تیل اور جھاڑے ہوئے پتے (چارا) وغیرہ ذخیرہ کرتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عمر، علی، ابوامامہ اور ابن عمر ؓ سے روایات آئی ہیں۔ اور معمر ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک

١٢٦٧ـ أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب الحكرة والجلب، ح: ٢١٥٤ من حديث يزيد بن هارون، ومسلم، ح: ١٦٠٥ من حديث سعيد بن المسيب به * وفي الباب عن عمر [ابن ماجه، ح: ٢١٥٣، ٢١٥٥]، وعلي [ابن أبي شيبة، ح: ٦/ ١٠٤]، وأبي أمامة [رزين كما في المشكاة، ح: ٢٨٩٨ ولم أجده]، وابن عمر [أحمد: ٢/ ٣٣].

غلے اور اناج (انسانی خوراک) کا مہنگائی کی خاطر ذخیرہ کرنا جائز نہیں۔ اور بعض اہل علم نے غلے کے علاوہ اشیاء کو ذخیرہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: روئی، چمڑا اور اس قسم کی اشیاء کے ذخیرہ کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

لغوی تشریح: الاحتکار: مہنگائی کے انتظار میں کسی چیز کو روک لینا، اور شرعی معنی بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ یہ ہیں: مہنگائی کے انتظار میں اناج کو بلاضرورت بیچنے سے روک لینا جبکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہو۔ (تحفة الأحوذي: 404/4)

فائدہ: اکثر فقہاء کے نزدیک غذائی اشیاء کے علاوہ چیزوں کا ذخیرہ کر لینا جائز ہے۔ اس حدیث کے راوی صحابی سیدنا معمر رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کے معنی یہی سمجھے ہیں، اس لیے وہ زیتون کا تیل، جانوروں کا چارا اور اس قسم کی اشیاء ذخیرہ کر لیتے تھے۔ ائمۂ اربعہ کا موقف یہی ہے۔ امام ابن قدامہ کے نزدیک وہ ذخیرہ اندوزی ناجائز ہے جس میں تین شرطیں پائی جائیں: ○ چیز بازار سے خرید کر ذخیرہ کرے۔ اپنے کھیت کی چیز کا ذخیرہ کرنا احتکار نہیں۔ ○ ایسی چیز ذخیرہ کی جائے جو غذا اور قوت کا کام دیتی ہو، اس لیے سالن، میٹھی اشیاء، شہد، زیتون کا تیل اور جانوروں کا چارا ذخیرہ کرنا منع نہیں۔ ○ چیز پر کوئی پارٹی مکمل طور پر قبضہ کر لے کہ وہ بازار میں دستیاب نہ ہو سکے، حالانکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہو۔ لیکن فراخی اور سستے زمانے میں خرید لینا، جبکہ لوگوں کے لیے اس سے تنگی پیدا نہ ہو، ممنوع نہیں۔ (المغني: 306/4، وشرح صحيح مسلم لنووي: 60/11) امام ابن قدامہ کی رائے ہمارے نزدیک بہت حد تک درست ہے۔

(المعجم ٤١) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعِ الْمُحَفَّلَاتِ (التحفة ٤١)

باب: 41۔ تھنوں میں دودھ روکے ہوئے جانور کا بیچنا

١٢٦٨ ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تَسْتَقْبِلُوا السُّوقَ، وَلَا تُحَفِّلُوا، وَلَا يُنَفِّقْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ».

[1268] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "قافلے کو راستے میں نہ ملو، نہ جانور کا دودھ روکو اور نہ ایک شخص دوسرے کے مال کا بھاؤ بڑھائے۔"

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، كَرِهُوا بَيْعَ الْمُحَفَّلَةِ، وَهِيَ الْمُصَرَّاةُ، لَا يَحْلُبُهَا صَاحِبُهَا أَيَّامًا

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں ابن مسعود اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث آئی ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک تھنوں میں دودھ روکے ہوئے جانور کی بیع درست

١٢٦٨ـ أخرجه أحمد: ١/ ٢٥٦ من حديث أبي الأحوص به وسنده ضعيف وللحديث شواهد * وفي الباب عن ابن مسعود [البخاري، ح: ٢١٤٩ ومسلم، ح: ١٥١٨]، وأبي هريرة [تقدم: ١٢٥١، ١٢٥٢].

أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، لِيَجْتَمِعَ اللَّبَنُ فِي ضَرْعِهَا، فَيَغْتَرَّ بِهَا الْمُشْتَرِي، وَهٰذَا ضَرْبٌ مِّنَ الْخَدِيعَةِ وَالْغَرَرِ.

نہیں کہ اس کا مالک چند دن اس کا دودھ نہ دوہے کہ اس کے تھنوں میں دودھ جمع ہوتا رہے اور اس سے خریدار دھوکا کھا جائے، کیونکہ یہ دھوکے کی ایک صورت ہے۔

فائدہ: [إِسْتِقْبَالُ السُّوقِ] سے مراد یہ ہے کہ جو قافلہ تجارتی سامان لے کر آرہا ہے، اسے راستے میں جا کر ملا جائے اور اس سے سستے داموں سامان خرید لیا جائے۔ اس کی وضاحت تَلَقِّي الرُّكْبَانِ کے تحت گزر چکی ہے۔ مُحَفَّلَه کے معنی مُصَرَّاةٌ ہیں۔ اس کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔ اور لَا يُنَفِّقُ کے معنی یہ ہیں کہ ساتھی کا سامان مہنگا فروخت کرنے کی خاطر اس کی بولی بڑھانا جبکہ وہ چیز خریدنی مطلوب نہ ہو، صرف دوسرے گاہک کو پھنسانا مطلوب ہو تو یہ جائز نہیں۔

(المعجم ٣٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْيَمِينِ الْفَاجِرَةِ يُقْتَطَعُ بِهَا مَالُ الْمُسْلِمِ (التحفة ٣٢)

باب: 42۔ کسی مسلمان کا مال ہتھیانے کے لیے جھوٹی قسم کھانا

١٢٦٩- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ».

[1269] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی چیز پر جھوٹی قسم کھائی تا کہ اس کے ذریعے سے کسی مسلمان کے مال پر قبضہ کرلے، ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر انتہائی ناراض ہوگا۔''

فَقَالَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ: فِيَّ، وَاللهِ لَقَدْ كَانَ ذٰلِكَ، كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَكَ بَيِّنَةٌ»؟ فَقُلْتُ: لَا، فَقَالَ لِلْيَهُودِيِّ: «احْلِفْ» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِذَنْ يَحْلِفَ فَيَذْهَبَ بِمَالِي، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ [آل عمران:٧٧]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَأَبِي مُوسٰى، وَأَبِي

سیدنا اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! درج ذیل آیت میرے معاملے میں اتری کہ میری اور ایک یہودی کی مشترک زمین تھی۔ اس نے میرے حصے کا انکار کردیا تو میں اسے نبی ﷺ کی عدالت میں لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''کیا تیرے پاس شہادت (گواہی) ہے؟'' میں نے کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے یہودی سے فرمایا: ''قسم اٹھا۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ تو قسم اٹھا کر میرا مال لے جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ

١٢٦٩- أخرجه البخاري، المساقاة، باب الخصومة في البئر والقضاء فيها، ح:٢٣٥٦ ومسلم، ح:١٣٨ من حديث الأعمش به، وأبو داود، ح:٣٢٤٣ عن هناد، والبخاري، ح:٢٤١٦ من حديث أبي معاوية الضرير به * وفي الباب عن وائل بن حجر [مسلم، ح:١٣٩]، وأبي موسى [لعله يشير إلى الحديث الآتي:١٨٢٧ وانظر مسند الإمام أحمد:٤/ ٣٩٤]، وأبي أمامة بن ثعلبة الأنصاري [مسلم، ح:١٣٧]، وعمران بن حصين [أبو داود، ح:٣٢٤٢].

أُمَامَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْأَنْصَارِيِّ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. وَحَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ، حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

نے یہ آیت نازل فرمائی: ''جولوگ اللہ کے نام کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعے سے حقیر قیمت حاصل کرتے ہیں.....'' آخر تک (آل عمران 77:3) امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا وائل بن حجر، ابوموسیٰ، ابو امامہ بن ثعلبہ انصاری، اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز کے بارے میں دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہو تو مُدَّعِی، یعنی دعویٰ کرنے والا وہ چیز لینے کے لیے بَيِّنَه (دو مرد گواہ) پیش کرے گا۔ اگر وہ گواہی پیش نہ کر سکے تو پھر مُدَّعٰی عَلَيْه (جس کے خلاف اس نے دعویٰ کیا ہے) سے قسم لی جائے گی۔ وہ قسم جھوٹی اٹھائے یا سچی، فیصلہ اس کی قسم پر ہوگا۔ اگر اس نے جھوٹی قسم اٹھائی تو وہ انتہائی گناہ گار اور مجرم ہوگا اور قیامت کے دن سنگین سزا کا حقدار، جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت 77 میں اس سزا کا بیان ہے۔

(المعجم ٤٣) بَابُ مَا جَاءَ إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ (التحفة ٤٣)

باب:43۔ جب بیچنے اور خریدنے والے میں اختلاف ہو جائے

١٢٧٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ، فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ، وَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ مُرْسَلٌ، عَوْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ لَمْ يُدْرِكِ ابْنَ مَسْعُودٍ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا. وَهُوَ مُرْسَلٌ أَيْضًا. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] قَالَ [إِسْحَاقُ] بْنُ مَنْصُورٍ: قُلْتُ لِأَحْمَدَ: إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ تَكُنْ بَيِّنَةٌ؟ قَالَ: الْقَوْلُ مَا

[1270] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بیچنے اور خریدنے والے میں اختلاف ہو جائے تو بیچنے والے کا قول معتبر ہوگا اور خریدار کو (لینے یا چھوڑنے کا) اختیار ہوگا۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث مرسل (منقطع) ہے۔ عون بن عبداللہ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا موقع نہیں ملا۔ اور یہ روایت قاسم بن عبدالرحمٰن بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتا ہے اور یہ بھی مرسل ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسحاق بن منصور نے احمد رحمہ اللہ سے پوچھا: جب بیچنے اور خریدنے والے میں اختلاف

١٢٧٠- [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه أحمد: ١/ ٤٦٦ من حديث محمد بن عجلان به وصرح بالسماع، وصححه ابن الجارود، ح: ٦٢٥ والحاكم: ٢/ ٤٥ والذهبي وحسنه البيهقي: ٥/ ٣٣٢، ورواه أبو داود، ح: ٣٥١١ والنسائي، ح: ٤٦٥٢ من حديث ابن مسعود به وللحديث شواهد كثيرة عند أبي داود، ح: ٣٥١٢ وغيره.

قَالَ رَبُّ السِّلْعَةِ، أَوْ يَتَرَادَّانِ. قَالَ إِسْحَاقُ: كَمَا قَالَ، وَكُلُّ مَنْ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ، فَعَلَيْهِ الْيَمِينُ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ هٰذَا عَنْ بَعْضِ [أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ] التَّابِعِينَ مِنْهُمْ شُرَيْحٌ.

ہوجائے اور گواہی موجود نہ ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا: بات وہی قابل تسلیم ہوگی جو سامان کا مالک کہتا ہے، یا پھر سودا ختم کر دیں اور اپنی اپنی چیز واپس لے لیں۔ امام اسحاق نے بھی یہی کہا ہے۔ اور جس کا قول معتبر ہوگا اسے قسم اٹھانی ہوگی۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض اہل علم تابعین کا قول یہی ہے۔ شریح بھی ان میں شامل ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ اختلاف کس چیز میں ہے، قیمت میں، سامان میں، یا کسی شرط میں، اس لیے بعض نے اس کو عام رکھا ہے کہ کسی قسم کا بھی اختلاف ہو۔ اور بقول علامہ ابن قدامہ اگر کسی کے پاس شہادت نہ ہوتو دونوں سے قسم لی جائے گی۔ قاضی شریح، امام ابوحنیفہ، شافعی اور مالک کا ایک قول یہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خریدنے والے کا قول معتبر ہے، اس سے قسم لی جائے گی۔ ابوثور اور زفر کا قول بھی یہی ہے۔ امام شعبی کے نزدیک بیچنے والے کا قول معتبر ہے یا وہ سودا فسخ کر لیں۔ امام احمد کا قول بھی یہی ہے اور یہی حدیث کے مطابق ہے لیکن حنابلہ کے ہاں مشہور قول پہلا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک پہلے قسم بیچنے والے سے لی جائے گی۔ اگر خریدار اس کی قسم پر راضی ہوجائے تو اس کے قول کے مطابق سودا لے لے، ورنہ قسم اٹھائے کہ اس کی بات درست نہیں تو سودا فسخ ہوجائے گا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قسم پہلے خریدنے والا اٹھائے گا۔ صحیح بات امام شعبی کی ہے کہ بیچنے والے کا قول معتبر ہے، یا سودا ختم کر دیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 4/271-275)

(المعجم ٤٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ (التحفة ٤٣)

باب: 44۔ضرورت سے زائد پانی فروخت کرنا

١٢٧١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمَاءِ.

[1271] سیدنا ایاس بن عبد مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پانی بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَبُهَيْسَةَ عَنْ أَبِيهَا، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، وَأَنَسٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو.

اس مسئلے میں سیدنا جابر، بُهَیسہ کے والد، ابوہریرہ، سیدہ عائشہ، سیدنا انس اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات

١٢٧١ـ أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في بيع فضل الماء، ح:٣٤٧٨ من حديث داود العطار به، ورواه النسائي، ح:٤٦٦٦ عن قتيبة وابن ماجه، ح:٢٤٧٦ من حديث عمرو بن دينار به و صححه ابن الجارود، ح:٥٩٤ وابن حبان، ح:١١١٧ والحاكم: ٢/ ٤٤، ٦١ * وفي الباب عن جابر [ابن ماجه، ح:١٥٣٠]، وبهيسة عن أبيها [أبو داود، ح:١٦٦٩، ٣٤٧٦]، وأبي هريرة [يأتي:١٢٧٢]، وعائشة [ابن ماجه، ح:٢٤٧٩]، وأنس [الطبراني في الصغير:١/ ٢٤٢]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٧٩، ٢٢١ والطبراني في الأوسط، ح:١٢١٧].

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ إِيَاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّهُمْ كَرِهُوا بَيْعَ الْمَاءِ. وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي بَيْعِ الْمَاءِ. مِنْهُمُ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ.

آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایاس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک پانی فروخت کرنا درست نہیں۔ ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے اور بعض اہل علم نے پانی فروخت کرنے کی رخصت دی ہے۔ حسن بصری کا قول بھی یہی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بعض حضرات نے پانی کو مطلقاً (ہر صورت میں) بیچنا ناجائز قرار دیا ہے، ابن حزم اور امام شوکانی کا موقف یہی ہے، لیکن صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سے مراد وہ پانی ہے جس کے حصول کے لیے انسان کو محنت و مشقت برداشت نہ کرنی پڑی ہو بلکہ وہ قدرتی پانی ہو، اگر کوئی انسان کہیں دور سے پانی لاتا ہے یا مال خرچ کر کے حاصل کرتا ہے تو وہ اس کو فروخت کر سکتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (نیل الأوطار: 164/5، 165)

١٢٧٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ، لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ».

[1272] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ضرورت سے زائد اور فالتو پانی نہ روکا جائے کہ نتیجتاً اس سے گھاس محفوظ کر لی جائے۔''

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[وَأَبُو الْمِنْهَالِ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُطْعِمٍ: كُوفِيٌّ، وَهُوَ الَّذِي رَوٰى عَنْهُ حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، وَأَبُو الْمِنْهَالِ سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ، بَصْرِيٌّ صَاحِبُ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابو منہال کا نام عبدالرحمٰن بن مطعم کوفی ہے۔ اس سے حبیب بن ابی ثابت روایت کرتا ہے۔ اور ابو منہال سیار بن سلامہ بصری جو ہے وہ سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا شاگرد ہے۔

فائدہ: ایک انسان کا کنواں یا نل ایسے علاقے میں واقع ہے جہاں مشترکہ گھاس موجود ہے، جس سے سب لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، جبکہ اس گھاس کے قریب کوئی اور پانی نہیں ہے جس سے جانوروں کو پلایا جا سکے، ایسی صورت میں اگر کنویں یا نل کا پانی مالک کی ضرورت سے زائد ہے تو اس کا روکنا درحقیقت لوگوں کو گھاس سے محروم کرنا ہے اور یہ جائز نہیں۔ امام مالک، شافعی اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا موقف یہی ہے۔ کاشت کاری اور زراعت کے لیے مفت پانی دینا شوافع اور احناف کے نزدیک لازم نہیں لیکن امام مالک کے نزدیک دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 409/4، وشرح صحیح مسلم از نووي: 328/1، 329) صحیح بات امام ابوحنیفہ اور شافعی رحمہما اللہ کی ہے۔

١٢٧٢_ أخرجه مسلم، المساقاة، باب تحريم بيع فضل الماء الذي يكون بالفلاة . . . إلخ، ح: ١٥٦٦ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٢٣٥٣ من حديث أبي الزناد به.

(المعجم ۴۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ عَسْبِ الْفَحْلِ (التحفۃ ۴۵)

باب:45۔ سانڈ کے نطفے کی اجرت لینا ناجائز ہے

۱۲۷۳- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَأَبُو عَمَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ [قَالَ]: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ.

[1273] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سانڈ کے نطفے (کی اجرت) سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ فِي قَبُولِ الْكَرَامَةِ عَلٰى ذٰلِكَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، انس اور ابوسعید رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اس پر ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس پر تحفہ وہدیہ قبول کرنے کی رخصت دی ہے۔

لغوی تشریح: [عسب الفحل] نر کا پانی، مراد اس کا ملاپ اور جفتی ہے۔

فائدہ: جمہور ائمہ، امام ابوحنیفہ، شافعی اور احمد کے نزدیک نر کی جفتی کی اجرت لینا اور نر کرائے پر دینا جائز نہیں لیکن امام مالک کے نزدیک یہ نص تحریمی (حرمت کے لیے) نہیں بلکہ نص تنزیہی ہے کہ یہ پسندیدہ اخلاق اور باہمی ہمدردی وخیر خواہی کے منافی ہے۔ اصل مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ نر کی جفتی کو آمدن کا ذریعہ بنانا جائز نہیں لیکن نر کو چارا کھلانا یا خوراک مہیا کرنے کے لیے کہنا تاکہ بار بار جفتی سے کمزوری کا ازالہ ہوتا رہے، یہ اجرت نہیں ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 330/10)

۱۲۷۴- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حُمَيْدٍ الرُّؤَاسِيِّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلًا مِّنْ كِلَابٍ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ، فَنَهَاهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا نُطْرِقُ الْفَحْلَ فَنُكْرَمُ. فَرَخَّصَ لَهُ فِي الْكَرَامَةِ.

[1274] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کلاب قبیلے کے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے نر کی جفتی کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے منع فرمایا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نر جفتی کے لیے دیتے ہیں تو ہمیں ہدیہ دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے ہدیہ قبول کرنے کی اجازت دے دی۔

۱۲۷۳۔ أخرجه البخاري، الإجارة، باب عسب الفحل، ح: ٢٢٨٤ من حديث إسماعيل ابن علية به * وفي الباب عن أبي هريرة [النسائي، ح: ٤٦٧٧]، وأنس [يأتي: ١٢٧٤]، وأبي سعيد [النسائي: ٧/ ٣١١، ح: ٤٦٧٨].

۱۲۷٤۔ أخرجه النسائي، البيوع، باب بيع ضراب الجمل: ٣/ ٣١٠، ح: ٤٦٧٦ من حديث يحيى بن آدم به، وللحديث شواهد.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف ابراہیم بن حمید، ہشام بن عروہ سے بیان کرتا ہے۔

فائدہ: ہدیہ یا تحفہ نر کی خدمت وخوراک کے لیے دیا جاتا ہے بطور اجرت ومعاوضہ نہیں ہوتا، اس لیے اس کی رخصت ہے اور یہی صحیح موقف ہے۔

(المعجم ٤٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي ثَمَنِ الْكَلْبِ (التحفة ٤٦)

باب:46۔ کتے کی قیمت کا مسئلہ

١٢٧٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَارِظٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «كَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ، وَثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ».

[1275] سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سینگی لگانے والے کی کمائی ناپسندیدہ اور ردّی ہے، اور زانیہ کی اجرت ومزدوری حرام ہے، اور کتے کی قیمت ناپسندیدہ اور حقیر ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، [وَعَلِيٍّ] وَابْنِ مَسْعُودٍ، [وَأَبِي مَسْعُودٍ] وَجَابِرٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ رَافِعٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، كَرِهُوا ثَمَنَ الْكَلْبِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ثَمَنِ كَلْبِ الصَّيْدِ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر، علی، ابن مسعود، ابومسعود، جابر، ابوہریرہ، ابن عباس، ابن عمر اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ کتے کی قیمت ناپسندیدہ ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق ؒ کا قول یہی ہے۔ اور بعض اہل علم نے شکاری کتے کی قیمت کی اجازت دی ہے۔

لغوی تشریح: [خبیث] لغوی طور پر نکمی، حقیر، گھٹیا اور ردّی چیز کو کہتے ہیں، جیسا کہ اس کے بالمقابل [طیب] عمدہ، اعلیٰ، اچھی اور پسندیدہ چیز کو کہتے ہیں۔ عرف شریعت میں خبیث کا اطلاق حرام پر بھی ہوجاتا ہے، جس طرح کہ پسندیدگی کے اعتبار

١٢٧٥- أخرجه مسلم، المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب، وحلوان الكاهن ... إلخ، ح:١٥٦٨ من حديث عبدالرزاق به * وفي الباب عن عمر [ابن عدي في الكامل:٧/ ٧١٦]، وعلي وابن مسعود [لم أجده]، وأبي مسعود [يأتي:١٢٧٦]، وجابر [مسلم، ح:١٥٦٩]، وأبي هريرة [ابن حبان، ح:١١١٨ والبيهقي:٦/٦]، وابن عباس [أبو داود، ح:٣٤٨٢]، وابن عمر [الطبراني في الأوسط:٦/ ٢٦٢، ح:٥٥٥٧]، وعبدالله بن جعفر [الحاكم: ٣/ ٥٦٨] وحديث عبدالله بن عمرو عند الحاكم:٢/ ٣٣.

سے کسی حلال کو طیب بھی کہہ دیتے ہیں۔ شریعت انسانی معاملات اور لین دین میں باوقار رویہ قائم رکھنا چاہتی ہے، اس لیے ایسے معاملات کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتی جو شریفانہ نہ ہوں۔

فائدہ: بعض پیشے معزز اور باوقار نہیں ہیں، اس لیے شریعت انھیں آمدنی کا ذریعہ بنانا پسند نہیں کرتی، اس لیے حیوان کی جفتی، حجام (سینگی لگانے والے) کی آمدن اور کتوں کی خرید وفروخت کو خبیث قرار دیا گیا ہے۔ جمہور ائمہ کے نزدیک کتوں کی خرید وفروخت کو کاروبار بنانا ممنوع ہے، چاہے وہ کتے شکاری ہوں، یعنی سدھائے ہوئے ہوں یا عام، ان کا ضرورت کے لیے رکھنا جائز ہو یا ناجائز، ہر صورت میں ان کی قیمت لینا ناجائز ہے۔ امام شافعی، احمد، داود اور ابن منذر کا یہی نظریہ ہے۔ حسن بصری، ربیعہ رائے، اوزاعی، حکم اور امام ابوحنیفہ کے استاد حماد کا بھی یہی قول ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووي: 19/10، والمغني: 324/4، 325) اور بقول علامہ عینی رحمہ اللہ امام مالک کا ایک قول یہی ہے۔ محمد بن سیرین، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، اسحاق، ابوثور اور اہل ظاہر کا قول بھی یہی ہے۔ اور یہی قول راجح ہے کیونکہ حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ شکاری کتے کی قیمت کی اجازت ہوسکتی ہے، جیسا کہ حدیث: 1281 میں ہے لیکن اسے کاروبار بنانا محل نظر ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ، عطا اور نخعی کے نزدیک شکاری کتے کی بیع جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک باؤلے اور کاٹنے والے کتے کے سوا تمام کتوں کی بیع اور قیمت جائز ہے۔ مالکیہ کے ہاں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک جن کتوں کا رکھنا جائز ہے ان کی بیع جائز ہے اگرچہ پسندیدہ نہیں۔ (زاد المعاد: 680/5) اور بعض کے نزدیک کسی کی بیع جائز نہیں۔ (المغني: 324/4، 325) زنا کی اجرت: زنا چونکہ ایک انتہائی قبیح جرم اور حرام فعل ہے، اس لیے اس کی اجرت، جس کو شرم گاہ کا معاوضہ ہونے کے اعتبار سے مہر سے تعبیر کیا گیا ہے، بالاتفاق حرام ہے۔ حلوان الکاہن: کاہن جو آیندہ زمانے کے بارے میں خبریں دیتا ہے اور غیب دانی کا دعویٰ کرتا ہے، اس کا نذرانہ یا اجرت جسے وہ بغیر کسی محنت ومشقت کے حاصل کر لیتا ہے، اس کو شیرینی اور مٹھاس سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ بھی بالاتفاق ناجائز ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 331/10) سینگی لگانے والے کا مسئلہ آگے آرہا ہے۔

١٢٧٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

[1276] سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت ومعاوضہ اور کاہن کے نذرانے ومعاوضے سے منع فرمایا ہے۔

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٢٧٦- أخرجه مسلم، المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب، وحلوان الكاهن ... إلخ، ح:١٥٦٧ عن قتيبة، والبخاري، ح:٥٣٤٦ من حديث سفيان بن عيينة به.

(المعجم ٤٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَسْبِ الْحَجَّامِ (التحفة ٤٧)

باب: 47۔ سینگی لگانے والے کی کمائی کا حکم

١٢٧٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ مُحَيِّصَةَ أَخِي بَنِي حَارِثَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ فِي إِجَارَةِ الْحَجَّامِ فَنَهَاهُ عَنْهَا، فَلَمْ يَزَلْ يَسْأَلُهُ وَيَسْتَأْذِنُهُ حَتَّى قَالَ: «اعْلِفْهُ نَاضِحَكَ، وَأَطْعِمْهُ رَقِيقَكَ».

[1277] سیدنا محیصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سینگی لگانے کی اجرت کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے اس سے منع فرمایا۔ وہ آپ سے مسلسل درخواست کرتا رہا اور آپ سے اجازت مانگتا رہا حتی کہ آپ نے فرمایا: ”وہ اپنے پانی لانے والے اونٹ کے چارے میں خرچ کر اور وہ اپنے غلام کو کھلا دے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَأَبِي جُحَيْفَةَ، وَجَابِرٍ، وَالسَّائِبِ [بْنِ يَزِيدَ]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ مُحَيِّصَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ] وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَالَ أَحْمَدُ: إِنْ سَأَلَنِي حَجَّامٌ نَهَيْتُهُ، وَآخُذُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

اس مسئلے میں سیدنا رافع بن خدیج، ابوجحیفہ، جابر اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محیصہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اس پر ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر سینگی لگانے والا مجھ سے پوچھے تو میں اسے منع کروں گا، اور اس حدیث پر عمل کروں گا۔

فائدہ: سینگی لگانے کا پیشہ باوقار اور معزز پیشہ نہیں، یہ ایک حقیر، گھٹیا اور کم حیثیت پیشہ ہے جو کسی آزاد اور باوقار انسان کو زیب نہیں دیتا، ہاں کوئی کم تر حیثیت کا آدمی ہو جو کسی ابتر اور اچھے پیشے کی صلاحیت اور استعداد نہ رکھتا ہو، مثلاً: ان پڑھ یا غلام ہو وہ اسے اختیار کرسکتا ہے۔ چونکہ لوگوں کو اس چیز کی بھی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ جائز ہے۔ بعض محدثین اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک یہ کمائی جائز نہیں۔ (نیل الأوطار: 241/5، وشرح صحیح مسلم از نووي: 334/10) جمہور کا موقف درست ہے کہ ناپسندیدہ ہونے کے باوجود حرام نہیں۔

(المعجم ٤٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي كَسْبِ الْحَجَّامِ (التحفة ٤٨)

باب: 48۔ سینگی لگانے کا پیشہ اختیار کرنے کی رخصت کا بیان

١٢٧٧۔ أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في كسب الحجام، ح: ٣٤٢٢ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ٢/ ٩٧٤ (يحيى) وصححه ابن حبان، ح: ١١٢١ وللحديث شاهد عند الحميدي، ح: ١٢٩٣ وغيره * وفي الباب عن رافع بن خديج [تقدم: ١٢٧٥]، وأبي جحيفة [البخاري، ح: ٢٠٨٦]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٠٧ والحميدي، ح: ١٢٩٣]، والسائب بن يزيد [ابن أبي حاتم في علل الحديث: ٤٤، ح: ٣٩].

١٢٧٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سُئِلَ أَنَسٌ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ؟ فَقَالَ أَنَسٌ: احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَحَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ أَهْلَهُ فَوَضَعُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ، وَقَالَ: «إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ» أَوْ «إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ».

[1278] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سینگی لگانے کی کمائی اور اس پیشے کے بارے میں سوال کیا گیا تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی ہے، اور آپ کو ابوطیبہ نے سینگی لگائی تھی۔ آپ ﷺ نے اسے دو صاع خوراک دینے کا حکم دیا۔ اور آپ نے اس کے مالکوں سے بات کی تو انھوں نے اس سے محصول یا آمدنی (روزینہ) لینے میں کمی کر دی۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''جن چیزوں سے تم علاج کرواتے ہو ان سب سے بہتر سینگی لگوانا ہے۔'' یا آپ نے فرمایا: ''تمھاری دواؤں میں سے بہترین سینگی ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ فِي كَسْبِ الْحَجَّامِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات نے سینگی لگانے کی کمائی کی رخصت دی ہے۔ امام شافعی کا یہی قول ہے۔

فائدہ: بقول امام نووی رحمہ اللہ اکثر سلف وخلف نے سینگی لگانے کا پیشہ اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ بعض فقہائے محدثین کے نزدیک آزاد شخص کے لیے یہ پیشہ اپنانا حرام ہے لیکن غلام کے لیے رخصت ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ پیشہ حقیر ہے، مکارم اخلاق اور بلند ہمتی کے منافی ہے، اس لیے پسندیدہ نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (زادالمعاد: 701/5، 702)

(المعجم ٤٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ (التحفة ٤٩)

باب: 49۔ کتے اور بلی کی قیمت کی کراہت اور ناپسندیدگی

١٢٧٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي

[1279] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔

١٢٧٨- أخرجه مسلم، المساقاة، باب حل أجرة الحجامة، ح:١٥٧٧ عن علي بن حجر والبخاري، ح:٥٦٩٦ من حديث حميد الطويل به * وفي الباب عن علي [الترمذي في الشمائل، ح:٣٦٠]، وابن عباس [البخاري، ح:٥٦٩٩ ومسلم، ح:١٢٠٢ والترمذي في الشمائل، ح:٣٦١]، وابن عمر [الترمذي في الشمائل، ح:٣٦٢].

١٢٧٩- أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في ثمن السنور، ح:٣٤٧٩ من حديث عيسى بن يونس به، وله طريق آخر عند مسلم، ح:١٥٦٩ وابن ماجه، ح:٢١٦١ عن جابر به، وصححه ابن الجارود، ح:٥٨٠ والحاكم:٢/ ٣٤ على شرط مسلم ووافقه الذهبي وللحديث شواهد.

سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ فِي إِسْنَادِهِ اضْطِرَابٌ. [وَلَا يَصِحُّ فِي ثَمَنِ السِّنَّوْرِ] وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ، عَنْ جَابِرٍ. وَاضْطَرَبُوا عَلَى الْأَعْمَشِ فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ ثَمَنَ الْهِرِّ، وَرَخَّصَ فِيهِ بَعْضُهُمْ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَرَوَى ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں اضطراب (اختلاف) ہے (اور بلی کی قیمت کے بارے میں درست نہیں ہے۔) یہ حدیث اعمش کی سند سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کی گئی ہے اور اس حدیث کے بیان کرنے میں اعمش کی روایت میں اضطراب ہے۔ بعض اہل علم نے بلی کی قیمت کو مکروہ قرار دیا ہے اور بعض نے اس کی اجازت دی ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور اعمش نے ایک اور سند سے اسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

فائدہ: بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین نے بلی کی قیمت سے منع کیا ہے لیکن جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے کہ بلی کی قیمت لینا صفات حسنہ اور مروت کے منافی ہے، ویسے جائز ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 328/4) امام ابن حزم اور حافظ ابن قیم نے اس کی حرمت کو ترجیح دی ہے۔ (زاد المعاد: 685/5)

١٢٨٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ زَيْدٍ الصَّنْعَانِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ الْهِرِّ وَثَمَنِهِ.

[1280] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بلی اور اس کی قیمت کھانے سے منع فرمایا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَعُمَرُ بْنُ زَيْدٍ، لَا نَعْرِفُ كَبِيرَ أَحَدٍ رَوٰى عَنْهُ، غَيْرَ عَبْدِ الرَّزَّاقِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اس کے راوی عمر بن زید سے عبدالرزاق کے سوا کسی جلیل القدر محدث نے روایت بیان نہیں کی۔

(المعجم ٥٠) بَابُ [الرُّخْصَةِ فِي ثَمَنِ كَلْبِ الصَّيْدِ] (التحفة ٥٠)

باب: 50۔ شکاری کتے کی قیمت لینے کی رخصت

١٢٨٠۔ أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في ثمن السنور، ح: ٣٤٨٠ وابن ماجه، ح: ٣٢٥٠ من حديث عبدالرزاق به وهو في المصنف له، ح: ٨٧٤٩ وسنده ضعيف وللحديث شواهد عند مسلم، ح: ١٥٦٩ (المساقاة: ٩) وغيره * عمر بن زيد الصنعاني ضعيف.

١٢٨١ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ ابْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَزِّمِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، إِلَّا كَلْبَ الصَّيْدِ.

[1281] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے شکاری کتے کے سوا کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَأَبُو الْمُهَزِّمِ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ سُفْيَانَ، وَتَكَلَّمَ فِيهِ شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ [وَضَعَّفَهُ]، وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوُ هٰذَا. وَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ أَيْضًا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے صحیح نہیں۔ اس کے راوی ابومہزم کا نام یزید بن سفیان ہے۔ شعبہ بن حجاج نے اس پر جرح کی ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً اس قسم کی روایت بیان کی گئی ہے لیکن اس کی سند بھی صحیح نہیں۔

(المعجم ٥١) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْمُغَنِّيَاتِ (التحفة ٥١)

باب: 51۔ گانے والیوں کی خرید وفروخت جائز نہیں

١٢٨٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَبِيعُوا الْقَيْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوهُنَّ، وَلَا تُعَلِّمُوهُنَّ، وَلَا خَيْرَ فِي تِجَارَةٍ فِيهِنَّ، وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ، فِي مِثْلِ هٰذَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ﴾ إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ» [لقمان:٦].

[1282] سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم گانے والیوں کو نہ بیچو اور نہ انھیں خریدو، اور نہ انھیں (گانے کی) تعلیم دو۔ ان کی تجارت میں کوئی خیر وبھلائی نہیں، اور ان کی قیمت حرام ہے۔ اس قسم کی تجارت کے بارے میں یہ آیت اتری ہے: بعض لوگ ایسے ہیں جو بیہودگی (صحیح کام سے مشغول کرنے والی باتیں) خریدتے ہیں تاکہ بغیر دلیل وسند کے اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي أُمَامَةَ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي عَلِيِّ ابْنِ يَزِيدَ وَضَعَّفَهُ، وَهُوَ شَامِيٌّ.

اس مسئلے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ بعض اہل علم نے علی بن یزید پر جرح کی ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے، اور وہ شامی ہے۔

١٢٨١ـ أخرجه الدارقطني والبيهقي من حديث أبي هريرة به بألفاظ مختلفة وللحديث شواهد. انظر التفصيل في الصحيحة، حديث: ٢٩٩٠.

١٢٨٢ـ [ضعيف] أخرجه أحمد: ٥/ ٢٦٤ من حديث بكر بن مضر، وابن ماجه، ح: ٢١٦٨ من حديث أبي أمامة به * علي بن يزيد متروك * وفي الباب عن عمر بن الخطاب [الطبراني في الكبير: ١/ ٧٣، ح: ٨٧].

(المعجم ٥٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْفَرْقِ بَيْنَ الْأَخَوَيْنِ أَوْ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا فِي الْبَيْعِ (التحفة ٥٢)

باب: 52۔ فروخت کرتے وقت دو بھائیوں یا ماں اور اس کی اولاد میں جدائی کرنا منع ہے

١٢٨٣- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ [قَالَ]: أَخْبَرَنِي حُيَيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [الْحُبُلِيِّ]، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا، فَرَّقَ اللهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحِبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[1283] سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے ماں اور اس کی اولاد میں جدائی ڈالی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: ایک دوسرے کے محرم رشتے دار چونکہ ایک دوسرے سے خاص محبت و پیار رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے محافظ اور خیر خواہ ہوتے ہیں، اس لیے جب تک وہ ایک دوسرے کے محتاج ہوں تو انھیں بیچنے یا ہبہ کرنے کی صورت میں ایک دوسرے سے الگ کرنا درست نہیں۔ ہاں، جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں تو جدا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

١٢٨٤- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ [عَرَفَةَ]: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: وَهَبَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ غُلَامَيْنِ أَخَوَيْنِ، فَبِعْتُ أَحَدَهُمَا، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا عَلِيُّ! مَا فَعَلَ غُلَامُكَ» ؟ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: «رُدَّهُ، رُدَّهُ».

[1284] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دو غلام بھائی عنایت فرمائے تو میں نے ان میں سے ایک کو فروخت کر دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے علی! تیرے غلام نے کیا کیا؟'' یعنی کہاں گیا؟ میں نے آپ کو معاملے سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے واپس لو، اسے واپس لو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کے

١٢٨٣- [حسن بطرقه وشواهده] أخرجه الدارقطني: ٣/ ٦٧، ح: ٣٠٢٨ من حديث ابن وهب وأحمد: ٥/ ٤١٢-٤١٤ من حديث حُيي بن عبدالله به، وصححه الحاكم: ٢/ ٥٥ على شرط مسلم، وسيأتي: ١٥٦٦.

١٢٨٤- [ضعيف بهذه اللفظة] أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب النهي عن التفريق بين السبي، ح: ٢٢٤٩ من حديث حماد ابن سلمة به، وصححه الحاكم: ٢/ ٥٤. ميمون لم يدرك عليًّا كما قال أبو داود، ح: ٢٦٩٦ وللحديث شواهد ضعيفة عند البيهقي: ٩/ ١٢٧ وغيره وصححه الحاكم.

وَغَيْرِهِمْ، التَّفْرِيقَ بَيْنَ السَّبْيِ فِي الْبَيْعِ. وَرَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي التَّفْرِيقِ بَيْنَ الْمُوَلَّدَاتِ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي أَرْضِ الْإِسْلَامِ. وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ. وَرُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ [النَّخَعِيِّ] أَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فِي الْبَيْعِ، فَقِيلَ لَهُ فِي ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: إِنِّي قَدِ اسْتَأْذَنْتُهَا فِي ذٰلِكَ، فَرَضِيَتْ.

نزدیک بیچنے کی صورت میں غلاموں (قیدیوں) کے درمیان جدائی کرنا جائز نہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک اسلام کی سرزمین میں، یعنی مسلمانوں کے ہاں پیدا ہونے والوں میں تفریق کی رخصت ہے، مگر پہلا قول صحیح تر ہے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے بیچتے وقت ماں اور اس کی اولاد میں جدائی کر دی تو اس سلسلے میں ان سے پوچھا گیا؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے ماں سے اس کی اجازت لی تو وہ اس پر رضامند ہوگئی تھی۔

فائدہ: یہ روایت تو ان الفاظ سے ضعیف ہے، تاہم اس سے پہلی صحیح روایت میں قریبی عزیزوں میں جدائی ڈالنے پر سخت وعید بیان ہوئی ہے، اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ ماں اور اس کی اولاد اور بھائیوں کو بیچنے یا ہبہ وعطیہ کرنے کی صورت میں جدا کرنا، جبکہ وہ ایک دوسرے کے محتاج ہوں اور تفریق ان کے لیے مشقت وتکلیف کا باعث ہو، درست نہیں۔ اور ان کے علاوہ دوسروں کو ضرورت کے وقت جدا کرنا درست ہے۔ البتہ بلوغت کے بعد جب وہ ایک دوسرے سے بے نیاز ہو سکتے ہیں تو پھر تفریق میں کوئی حرج نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 421/4، 422)

(المعجم ٥٣) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ وَيَسْتَغِلُّهُ ثُمَّ يَجِدُ بِهِ عَيْبًا (التحفة ٥٣)

باب: 53۔ آدمی کوئی غلام خریدتا ہے اور اس سے آمدن وصول کرتا ہے، پھر اس میں کوئی عیب پاتا ہے

١٢٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَضٰى أَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ.

[1285] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا: ”آمدن، ضمانت (ذمہ داری) کے مقابلے میں ہے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن (صحیح) ہے۔ یہ حدیث اور سند سے بھی بیان کی گئی ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

لغوی تشریح: يَسْتَغِلُّه اس سے آمدن، نفع یا مزدوری وصول کرتا ہے، زمین سے پیداوار اور پھل حاصل کرتا ہے۔ خراج و

١٢٨٥ـ أخرجه أبو داود، البيوع، باب: فيمن اشترى عبدًا فاستعمله ثم وجد به عيبًا، ح:٣٥٠٨ والنسائي:٧/ ٢٥٤، ٢٥٥، ح:٤٤٩٥ وابن ماجه، ح:٢٢٤٢ من حديث محمد بن عبدالرحمن بن أبي ذئب به، وصححه ابن الجارود، ح:٦٢٧ وابن حبان، ح:١١٢٥ وغيرهما.

منفعت، آمدنی، روزینہ۔ کسی چیز کے تلف ہونے یا نقصان کی صورت میں اس کی ذمہ داری اٹھانے اور اس کی ضمانت لینے کو ضمان کہتے ہیں۔

١٢٨٦ - حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ [الْمُقَدَّمِيُّ] عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى أَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ.

[1286] سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فیصلہ فرمایا: ''نفع وآمدن، ضمانت کے مقابلے میں ہے۔''

[قَالَ:] وَهٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ، غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ رَوٰى مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزَّنْجِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ. وَرَوَاهُ جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ أَيْضًا. وَحَدِيثُ جَرِيرٍ يُقَالُ تَدْلِيسٌ دَلَّسَ فِيهِ جَرِيرٌ، لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ. وَتَفْسِيرُ الْخَرَاجِ بِالضَّمَانِ، هُوَ الرَّجُلُ يَشْتَرِي الْعَبْدَ فَيَسْتَغِلُّهُ ثُمَّ يَجِدُ بِهِ عَيْبًا فَيَرُدُّهُ عَلَى الْبَائِعِ، فَالْغَلَّةُ لِلْمُشْتَرِي، لِأَنَّ الْعَبْدَ لَوْ هَلَكَ، هَلَكَ مِنْ مَّالِ الْمُشْتَرِي، وَنَحْوُ هٰذَا مِنَ الْمَسَائِلِ، يَكُونُ فِيهِ الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَاسْتَغْرَبَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ هٰذَا الْحَدِيثَ، مِنْ حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ [قُلْتُ: تَرَاهُ تَدْلِيسًا؟ قَالَ: لَا].

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور ہشام بن عروہ کی سند سے غریب ہے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: مسلم بن خالد زنجی نے یہ حدیث ہشام بن عروہ سے بیان کی ہے، اور جریر نے بھی یہ حدیث ہشام سے بیان کی ہے۔ اور جریر کی حدیث کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس میں جریر نے تدلیس کی ہے۔ اس نے ہشام بن عروہ سے نہیں سنا۔ اور خراج بالضمان کی تفسیر یوں ہے کہ ایک انسان کوئی غلام خریدتا ہے اور اس سے آمدن (اجرت و مزدوری) وصول کرتا ہے، پھر اس میں کوئی عیب (نقص) پاتا ہے، جس کے باعث اسے فروخت کرنے والے کو واپس کر دیتا ہے تو حاصل کی ہوئی آمدن اس کی ہوگی (خریدنے والے کی ہوگی) کیونکہ اگر غلام ہلاک ہوجاتا تو خریدار کا مال (غلام) ہلاک ہوتا۔ اس قسم کی صورت میں، آمدن اور نفع یا پیداوار اس کی ہوگی جس کی ضمانت میں وہ چیز تھی جس سے آمدن وصول ہوئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: امام محمد بن اسماعیل (بخاری) ؒ نے اس حدیث کو غریب خیال کیا ہے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس کو صرف عمر بن علی بیان کرتا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا آپ اس میں تدلیس سمجھتے ہیں؟

١٢٨٦ـ أخرجه أبو داود، أيضًا، ح: ٣٥١٠ وابن ماجه، ح: ٢٢٤٣ من حديث هشام به وصححه ابن الجارود، ح: ٦٢٦ وابن حبان، ح: ١١٢٦ والحاكم: ٢/ ١٥ والذهبي، والحديث السابق شاهد له * حديث مسلم بن خالد الزنجي، أخرجه ابن ماجه، ح: ٢٢٤٣ وأبو داود، ح: ٣٥١٠.

انھوں نے کہا: نہیں۔

فوائد و مسائل: ① ایک انسان کوئی چیز خریدتا ہے جس میں کوئی ایسا عیب یا نقص ہے کہ اگر خریدتے وقت اسے اس کا علم ہو جاتا تو وہ اسے نہ خریدتا، بعد میں جب اسے اس عیب کا پتا چلا تو وہ فروخت کرنے والے کو اسے واپس کرتا ہے، ایسی صورت میں اگر خریدار نے اس سے کوئی نفع حاصل کیا ہے تو وہ خریدار کا ہے، وہ فروخت کرنے والے کا نہیں، کیونکہ اگر یہ چیز ہلاک ہو جاتی تو خریدار کی ہلاک ہوئی تھی۔ اس بات کو نبی ﷺ نے یوں بھی بیان فرمایا ہے: ''جس پر تاوان اور ڈنڈ ہے نفع بھی اسی کا ہے۔'' نیز فروخت کرنے والا ابھی تو رقم سے فائدہ اٹھا چکا ہے۔ ② امام بخاری ؒ کے نزدیک عمر بن علی، ہشام سے روایت بیان کرنے میں متفرد (اکیلا) ہے، اس لیے ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں۔ اور امام ترمذی کے نزدیک عمر بن علی کے علاوہ جریر اور مسلم بن خالد بھی ہشام سے یہ روایت بیان کرتے ہیں، اس لیے امام ترمذی ؒ کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔ ③ [تدلیس] کے معنی یہ ہیں کہ راوی اپنے ہم عصر یا ایسے شیخ سے جس سے اس کی ملاقات ہو کوئی ایسی روایت بیان کرے جو اس نے اس سے سنی نہیں مگر صیغہ ایسا استعمال کرے جس سے سننے کا وہم ہوتا ہو، مثلاً کہے: قال، عن.

(المعجم ٥٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي أَكْلِ الثَّمَرَةِ لِلْمَارِّ بِهَا (التحفة ٥٤)

باب: 54۔ باغ کے پاس سے گزرنے والا (ضرورت کے وقت) اس سے پھل کھا سکتا ہے

١٢٨٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ دَخَلَ حَائِطًا فَلْيَأْكُلْ وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً».

[1287] سیدنا ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو انسان باغ میں داخل ہو گیا تو وہ پھل کھا لے مگر اپنے پلو میں نہ ڈالے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَبَّادِ ابْنِ شُرَحْبِيلَ، وَرَافِعِ بْنِ عَمْرٍو، وَعُمَيْرٍ مَوْلَى آبِي اللَّحْمِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سُلَيْمٍ. وَقَدْ رَخَّصَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو، عباد بن شرحبیل، رافع بن عمرو، آبی اللحم کے آزاد کردہ غلام عمیر اور ابو ہریرہ ؓ سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ابن عمر ؓ کی حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اس سند سے صرف یحییٰ بن سلیم ہی بیان کرتا ہے۔ بعض اہل علم نے

١٢٨٧ـ [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب من مر على ماشية قوم أو حائط، هل يصيب منه؟، ح:٢٣٠١ من حديث يحيى بن سليم الطائفي به وسنده ضعيف وللحديث شواهد، وأخرج البيهقي: ٣٥٩/٩ بإسناد حسن عن عمر قال: "من مر منكم بحائط فليأكل في بطنه ولا يتخذ خبنة" * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [يأتي: ١٢٨٩]، وعباد بن شرحبيل [أبو داود، ح: ٢٦٢٠، ٢٦٢١ وابن ماجه، ح: ٢٢٩٨]، ورافع بن عمرو [يأتي: ١٢٨٨]، وعمير مولى آبي اللحم [أحمد: ٥/ ٢٢٣]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ٢٣٠٣].

الْعِلْمِ لِابْنِ السَّبِيلِ فِي أَكْلِ الثِّمَارِ، وَكَرِهَهُ بَعْضُهُمْ إِلَّا بِالثَّمَنِ.

مسافر (راستے سے گزرنے والے) کو پھلوں کے کھانے کی اجازت دی ہے، جبکہ بعض اہل علم نے قیمت ادا کیے بغیر کھانے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

لغوی تشریح: خُبْنَة: پلو، کپڑے کا کنارہ یا کونا۔

فائدہ: بعض علاقوں میں یہ رواج ہوتا ہے کہ وہ باغ میں گرے ہوئے پھل کھانے کی عام اجازت دے دیتے ہیں اور اگر کوئی بھوکا ہو تو اسے توڑنے کی بھی اجازت دے دیتے ہیں لیکن بعض علاقوں میں اس کا رواج نہیں ہوتا۔ دوسری صورت میں جمہور کے نزدیک بلا اجازت کھانے کی رخصت نہیں ہے۔ اگر کوئی بھوک کے باعث کھالیتا ہے تو اسے قیمت ادا کرنی ہوگی۔ امام احمد کے نزدیک اگر باغ کے گرد چار دیواری نہ ہو تو پھر کھانے کی اجازت ہے۔ (تحفة الأحوذي: 425/4)

١٢٨٨- حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كُنْتُ أَرْمِي نَخْلَ الْأَنْصَارِ، فَأَخَذُونِي فَذَهَبُوا بِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. فَقَالَ: «يَا رَافِعُ! لِمَ تَرْمِي نَخْلَهُمْ»؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! الْجُوعُ، قَالَ: «لَا تَرْمِ، وَكُلْ مَا وَقَعَ، أَشْبَعَكَ اللهُ وَأَرْوَاكَ».

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ.

[1288] سیدنا رافع بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کی کھجوروں پر روڑے مار رہا تھا تو انھوں نے مجھے پکڑ لیا اور نبی ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ نے پوچھا: ''اے رافع! تم ان کی کھجوروں پر روڑے کیوں مارتے ہو؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بھوک کے باعث۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''روڑے نہ مارو، اور گرے پھل کھالو، اللہ تجھے رجائے اور تجھے سیراب کرے، (کھلائے پلائے۔'')

یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

١٢٨٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ، فَقَالَ: «مَنْ أَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِي حَاجَةٍ، غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1289] عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے درخت پر لٹکے پھل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''جس ضرورت مند نے اس سے کھالیا مگر پلو میں نہ باندھا تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

١٢٨٨- [ضعيف] أخرجه البيهقي: ١٠/ ١٢ من حديث الفضل بن موسى به * أبوجبير لم يوثقه غير الترمذي وله شاهد ضعيف عند أبي داود، ح: ٢٦٢٢ وابن ماجه، ح: ٢٢٩٩ وغيرهما.

١٢٨٩- أخرجه أبو داود، اللقطة، باب التعريف باللقطة، ح: ١٧١٠ والنسائي، ح: ٤٩٦١ عن قتيبة به، وصححه ابن الجارود، ح: ٨٢٧ وابن خزيمة، ح: ٢٣٢٧، ٢٣٢٨.

(المعجم ٥٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الثُّنْيَا (التحفة ٥٥)

باب:55۔ بیع میں استثنا کرنا منع ہے

١٢٩٠- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ [قَالَ]: أَخْبَرَنِي سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ، وَالْمُخَابَرَةِ، وَالثُّنْيَا إِلَّا أَنْ تُعْلَمَ.

[1290] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ اور تعیین کے بغیر استثنا کرنے سے منع فرمایا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيثِ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یونس بن عبید کی مذکورہ بالا سند سے غریب ہے۔

فائدہ: محاقلہ اور مزابنہ کی تفسیر پیچھے گزر چکی ہے۔ مخابرہ کے معنی بٹائی پر زمین دینا ہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے خیبر والوں کو دی تھی۔ اور استثنا کے معنی کسی چیز کا بیع سے مستثنیٰ کر لینا، نکال لینا ہیں۔ اگر مستثنیٰ چیز متعین ہو جس کا فریقین کو علم ہو تو پھر جائز ہے، اگر مجہول اور غیر معلوم ہو تو پھر جائز نہیں، مثلاً: مالک کہے کہ باغ کے پانچ درختوں کا پھل میرا ہوگا لیکن وہ پانچ درخت متعین نہ کرے۔

(المعجم ٥٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ (التحفة ٥٦)

باب:56۔ قبضے میں لیے بغیر غلہ بیچنا جائز نہیں

١٢٩١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ».

[1291] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے غلہ خریدا تو وہ اسے قبضے میں لیے بغیر فروخت نہ کرے۔''

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَحْسَبُ كُلَّ شَيْءٍ مِّثْلَهُ. [قَالَ:]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میرے خیال میں ہر چیز کا

١٢٩٠ـ أخرجه النسائي، البيوع، باب النهي عن بيع الثنيا حتى تعلم: ٧/ ٢٩٦، ح: ٤٦٣٧ عن زياد بن أيوب، والبخاري، ح: ٢٣٨١ ومسلم، ح: ١٥٣٦/ ٨١ من حديث عطاء به.

١٢٩١ـ أخرجه مسلم، البيوع، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض، ح: ١٥٢٥ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٢١٣٥ من حديث عمرو بن دينار به ٭ وفي الباب عن جابر [مسلم، ح: ١٥٢٩]، وابن عمر [البخاري، ح: ٢١٣٦ ومسلم، ح: ١٥٢٦]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ١٥٢٨].

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَابْنِ عُمَرَ، [وَأَبِي هُرَيْرَةَ]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، كَرِهُوا بَيْعَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَقْبِضَهُ الْمُشْتَرِي. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيمَنِ ابْتَاعَ شَيْئًا مِمَّا لَا يُكَالُ وَلَا يُوزَنُ، مِمَّا لَا يُؤْكَلُ وَلَا يُشْرَبُ، أَنْ يَبِيعَهُ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفِيَهُ، وَإِنَّمَا التَّشْدِيدُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، فِي الطَّعَامِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

حکم یہی ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا جابر، ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک جب تک خریدار غلہ اپنے قبضے میں نہ لے لے اس کے لیے بیچنا جائز نہیں۔ اور بعض اہل علم نے اس صورت میں رخصت دی ہے کہ جب انسان کوئی ایسی چیز خریدے جو ماپ یا تول کر دی جانے والی نہ ہو اور نہ اسے کھایا اور پیا جاتا ہو تو وہ اسے اپنے قبضے میں لینے سے پہلے بھی بیچ سکتا ہے۔ اہل علم کے نزدیک اس مسئلے میں شدت اور سختی صرف غلہ بیچنے میں ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا قول یہی ہے۔

فائدہ: بعض مرفوع احادیث سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے کہ کسی چیز کو کامل طور پر اپنے قبضے میں لیے بغیر آگے بیچنا جائز نہیں، اس لیے صحیح موقف یہی ہے کہ خریدی ہوئی چیز اس صورت میں آگے فروخت کی جا سکتی ہے جب مکمل طور پر اپنے قبضے میں آ جائے۔ (تحفة الأحوذي: 427/4، والمغني: 239/4) ماپ یا تول کر دی جانے والی چیز کا قبضہ اس صورت میں ہوگا جب خریدار اس کا ماپ اور وزن کرا لے۔ امام احمد اور شافعی رحمہما اللہ کا یہی موقف ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نظریہ یہ ہے کہ فروخت کرنے والے کا اس سے دستبردار ہو جانا اور اپنے آپ کو اس سے الگ کر لینا قبضہ ہے۔ درہم و دینار اور نقدی کا قبضہ اس کو ہاتھ میں لے لینا ہے، اور حیوان کا قبضہ اس کو منتقل کر لینا ہے، اور غیر منقولہ جائداد کا قبضہ بالاتفاق تخلیہ، یعنی اس سے دستبردار ہو جانا ہے۔ (المغني: 237/4، 238)

(المعجم ٥٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبَيْعِ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ (التحفة ٥٧)

باب: 57۔ بھائی کے سودے پر سودا جائز نہیں

١٢٩٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبُ بَعْضُكُمْ عَلٰى خِطْبَةِ بَعْضٍ».

[1292] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے پیغام (نکاح) پر پیغام دے۔“

١٢٩٢- أخرجه مسلم، النكاح، باب تحريم الخطبة على خطبة أخيه حتى يأذن أو يترك، ح: ١٤١٢ من حديث الليث بن سعد، والبخاري، ح: ٢١٦٥ من حديث نافع به * وفي الباب عن أبي هريرة [أحمد: ٢/ ٣١١، ٣١٨]، وسمرة [أحمد: ٥/ ١١].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَسَمُرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَا يَسُومُ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ أَخِيهِ» وَمَعْنَى الْبَيْعِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، هُوَ السَّوْمُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ اور سمرہ رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور نبی ﷺ سے روایت کیا گیا ہے، آپ نے فرمایا: ''کوئی آدمی اپنے بھائی کے بھاؤ (نرخ) پر بھاؤ نہ کرے۔'' اور بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث میں بیع سے مراد بھاؤ طے کرنا ہے۔

فائدہ: فریقین کے درمیان جب بھاؤ طے ہوگیا ہو اور دونوں خرید وفروخت کے لیے تیار ہوگئے ہوں تو کسی تیسرے فرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ فروخت کرنے والے کو یہ کہے کہ میں یہ چیز مہنگے داموں خریدنے کے لیے تیار ہوں یا خریدار سے کہے کہ میں یہ چیز تمھیں اس سے کم قیمت پر دیتا ہوں، اسی طرح جب کوئی خاندان دوسرے خاندان کو رشتہ دینے پر آمادہ ہوگیا ہو، یا رشتہ طے ہوگیا ہو تو کسی تیسرے خاندان کے لیے اس میں دخل دینا جائز نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 4/428، 429)

(المعجم ٥٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعِ الْخَمْرِ وَالنَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ (التحفة ٥٨)

باب: 58۔ شراب فروخت کرنا ناجائز ہے

١٢٩٣- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ لَيْثًا يُحَدِّثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ! إِنِّي اشْتَرَيْتُ خَمْرًا لِأَيْتَامٍ فِي حِجْرِي، قَالَ: «أَهْرِقِ الْخَمْرَ وَاكْسِرِ الدِّنَانَ».

[1293] سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں نے زیر سرپرستی یتیموں کے لیے شراب خریدی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''شراب بہا دو اور مٹکے توڑ دو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي طَلْحَةَ، رَوَى الثَّوْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ كَانَ عِنْدَهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ

اس مسئلے میں سیدنا جابر، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوسعید، ابن مسعود، ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت امام ثوری، سدی (کبیر) کی سند سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس یتیموں کی شراب تھی، اور یہ

١٢٩٣ـ أخرجه مسلم، الأشربة، باب تحريم تخليل الخمر، ح: ١٩٨٣ مختصرًا وأبو داود، ح: ٣٦٧٥ من حديث يحيى بن عباد به * وفي الباب عن جابر [يأتي: ١٢٩٧]، وعائشة [البخاري، ح: ٢٠٨٤ ومسلم، ح: ١٥٨٠]، وأبي سعيد [تقدم: ١٢٦٣]، وابن مسعود [الطبراني في الكبير: ١٠/ ١١٣، ح: ١٠٠٥٦]، وابن عمر [أبو داود، ح: ٣٦٧٤]، وأنس [يأتي: ١٢٩٤، ١٢٩٥].

اللَّيْثِ.

روایت لیث کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: شراب کی خرید وفروخت بالاتفاق حرام ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی ذمی کافر کو وکیل بنا کر خرید وفروخت کرنا جائز ہے، لیکن یہ قول صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ (المغني: 307/4)

(المعجم ۵۹) [بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُتَّخَذَ الْخَمْرُ خَلًّا] (التحفة ۵۹)

باب: 59۔ شراب کا سرکہ بنانا ممنوع ہے

۱۲۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَيُتَّخَذُ الْخَمْرُ خَلًّا؟ قَالَ: «لَا».

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1294] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: کیا شراب کا سرکہ بنایا جاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک جن میں ائمہ ثلاثہ شامل ہیں، شراب سے مصنوعی طریقے سے سرکہ بنانا جائز نہیں۔ ہاں، اگر خود بخود قدرتی طور پر سرکہ بن جائے تو جائز اور پاک ہوگا۔ امام اوزاعی، لیث اور ابوحنیفہ کے نزدیک مصنوعی طریقے سے شراب کا سرکہ بنانا اس کی پاکیزگی اور طہارت کا باعث ہوگا۔ (تحفة الأحوذي: 430/4) مگر نبی ﷺ کے فرمان سے اس کی اجازت نہیں ملتی۔

۱۲۹۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ عَنْ شَبِيبِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْخَمْرِ عَشَرَةً: عَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَشَارِبَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَآكِلَ ثَمَنِهَا، وَالْمُشْتَرِيَ لَهَا، وَالْمُشْتَرَاةَ لَهُ.

[1295] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے سلسلے میں دس افراد پر لعنت بھیجی: کشید کرنے والے، کشید کرانے والے، پینے والے، اسے اٹھا کر لے جانے والے، جس کے لیے اٹھا کر لے جایا جا رہا ہے، پلانے والے، اسے بیچنے والے، اس کی قیمت استعمال کرنے والے، اس کو خریدنے والے اور جس کے لیے خرید رہا ہے۔

۱۲۹۴۔ أخرجه مسلم، الأشربة، باب تحريم تخليل الخمر، ح: ۱۹۸۳ من حديث سفيان الثوري به ورواه أبو داود، ح: ۳٦٧٥ مطولاً.

۱۲۹۵۔ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، الأشربة، باب: لعنت الخمر على عشرة أوجه، ح: ۳۳۸۱ من حديث أبي عاصم النبيل به، وانظر تسهيل الحاجة، ح: ۲۷۷٥ لحال شبيب، وللحديث شواهد كثيرة جدًا * وروي عن ابن عباس، [أحمد: ۱/ ۳۱٦ وابن حبان، ح: ۱۳۷٤ والحاكم: ٤/ ١٤٥]، وابن مسعود [الطبراني في الكبير: ۱/ ۱۱۳، ح: ۱۰۰٥٦]، وابن عمر [أبو داود، ح: ۳٦٧٤].

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ أَنَسٍ. وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی نسبت سے غریب ہے مگر سیدنا ابن عباس، ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے نبی ﷺ سے اس کے ہم معنی آئی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شراب اس قدر گندی اور گھناؤنی چیز ہے کہ اس کے سلسلے میں کسی قسم کا تعاون بھی ممنوع ہے اور آیت مبارکہ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ''اور گناہ اور زیادتی کے سلسلے میں تعاون نہ کرو۔'' (المآئدة 2:5) اس کی مؤید ہے۔

(المعجم ٦٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي احْتِلَابِ الْمَوَاشِي بِغَيْرِ إِذْنِ الْأَرْبَابِ (التحفة ٦٠)

باب:60۔ مالکوں کی اجازت کے بغیر چوپایوں کا دودھ دوہنا

١٢٩٦ - حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَتٰى أَحَدُكُمْ عَلٰى مَاشِيَةٍ، فَإِنْ كَانَ فِيهَا صَاحِبُهَا فَلْيَسْتَأْذِنْهُ، فَإِنْ أَذِنَ لَهُ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا أَحَدٌ فَلْيُصَوِّتْ ثَلَاثًا، فَإِنْ أَجَابَهُ أَحَدٌ فَلْيَسْتَأْذِنْهُ، فَإِنْ لَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَلَا يَحْمِلْ».

[1296] سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا مویشیوں کے پاس سے گزر ہو، (اور اسے دودھ کی ضرورت ہو) تو اگر وہاں (ان میں) ان کا مالک موجود ہو تو وہ اس سے اجازت مانگ لے۔ اگر وہ اجازت دے دے تو وہ دودھ دوہ کر پی لے۔ اور اگر ان میں کوئی شخص موجود نہ ہو تو وہ تین دفعہ آواز دے، اگر کوئی اسے جواب دے تو اس سے اجازت طلب کرے اور اگر کوئی جواب نہ دے تو دودھ دوہ کر پی لے مگر ساتھ نہ لے جائے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ [ابْنِ] عُمَرَ وَأَبِي سَعِيدٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: سَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ سَمُرَةَ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب صحیح ہے، اور بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام علی بن مدینی کے بقول حسن کا سمرہ

١٢٩٦ـ [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في ابن السبيل يأكل من التمر ويشرب من اللبن، ح: ٢٦١٩ من حديث عبدالأعلى بن عبدالأعلى به، سعيد بن أبي عروبة وقتادة: عنعنا، ومع ذلك صححه الحافظ في الفتح: ٥/ ٨٩، وله شاهد عند أحمد * وفي الباب عن ابن عمر [تقدم: ١٢٨٧]، وأبي سعيد [ابن ماجه، ح: ٢٣٠٠].

صَحِيحٌ. وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، وَقَالُوا: إِنَّمَا يُحَدِّثُ عَنْ صَحِيفَةِ سَمُرَةَ.

رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔ اور بعض محدثین نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے حسن رحمہ اللہ کی روایت پر جرح کی ہے۔ ان کے نزدیک حسن رحمہ اللہ کی سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایات ان (سمرہ) کے صحیفے سے منقول ہیں۔

فائدہ: کسی مسلمان کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا حرام ہے، تاہم اگر کسی علاقے اور ملک کے رواج کی رُو سے کسی ضرورت مند شخص کے لیے مویشی کا دودھ دوہ کر پی لینا جائز ہو تو پھر اس رواج سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں جیسے اونٹنی کا دودھ دن میں کئی مرتبہ دوہا جاتا ہے اور بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ پانی پلانے کی جگہ پر لوگ دودھ دوہ کر دیتے ہیں۔ یا اگر سفر وغیرہ کی وجہ سے شدید ضرورت مند ہے اور مالک وہاں نہیں ہے تو اس کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کو عادت بنا لے اور لوگوں کے پالتو جانوروں کا دودھ بغیر اجازت دوہنا شروع کر دے تو کسی صورت جائز نہیں ہو سکتا اور ضرورت مند کے بارے میں بھی جمہور کا موقف یہ ہے کہ بلا اجازت دودھ پی لے اور پھر اس کی قیمت ادا کر دے۔ امام احمد اور اسحاق کے نزدیک قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 432/4)

(المعجم ٦١) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعِ جُلُودِ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ (التحفة ٦١)

باب: 61۔ مردار کا چمڑا اور بت فروخت کرنے کا مسئلہ

١٢٩٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ، يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ، وَالْمَيْتَةِ، وَالْخِنْزِيرِ، وَالْأَصْنَامِ» فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ قَالَ: «لَا، هُوَ حَرَامٌ».

[1297] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے سال مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔“ پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! بتائیے مردار کی چربی کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اس سے کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے اور چمڑے کو چکنا کیا جاتا ہے، اور لوگ اس سے دیے جلاتے ہیں؟ فرمایا: ”نہیں، یہ حرام ہے۔“

ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ: «قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الشُّحُومَ فَأَجْمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ». [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ

پھر اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے! اللہ نے ان کے لیے چربی کو حرام قرار دیا تو انھوں نے اسے پگھلایا، پھر بیچ کر اس کی قیمت استعمال

١٢٩٧ـ أخرجه البخاري، البيوع، باب بيع الميتة والأصنام، ح: ٢٢٣٦ ومسلم، ح: ١٥٨١ عن قتيبة به * وفي الباب عن عمر [البخاري، ح: ٢٢٢٣ ومسلم، ح: ١٥٨٢]، وابن عباس [أبو داود، ح: ٣٤٨٨].

وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُوعِيسٰى:] حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

کرنے لگے۔'' اس مسئلے میں سیدنا عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

فائدہ: مردار، خنزیر اور اصنام (بت اور تصویر) کی خرید وفروخت بالاتفاق حرام ہے۔ ائمہ ثلاثہ: مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مردار، خنزیر اور شراب کی حرمت کی علت نجاست ہے، اس لیے ان کے نزدیک کوئی نجس چیز فروخت کرنا جائز نہیں۔ احناف کے نزدیک ان چیزوں کی حرمت کی علت ان سے فائدہ نہ اٹھا سکنا ہے، اس لیے ہر وہ چیز جس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو اس کا بیچنا جائز ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک گندگی جسے کھیتوں میں بطور کھاد استعمال کیا جاتا ہے، اسے بیچنا جائز نہیں لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ کھاد اگر گوبر کی ہو تو پھر اس کا بیچنا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی جائز ہوگا۔ (المغني: 358/6) جمہور کے نزدیک مردار کی چربی سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں لیکن شوافع کے نزدیک چربی سے حدیث میں بیان کیے گئے فائدے اٹھانا جائز ہے لیکن فروخت کرنا جائز نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح صحیح مسلم از نووی: 11/8-11)

(المعجم ٦٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الرُّجُوعِ فِي الْهِبَةِ (التحفة ٦٢)

باب: 62۔ ہبہ کی ہوئی چیز واپس لینا جائز نہیں

١٢٩٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا]، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السُّوءِ، الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ».

[1298] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بری مثال (اور صفت) ہمیں زیب نہیں دیتی، اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس لینے والا کتے کی طرح ہے جو اپنی قے چاٹ لیتا ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً فَيَرْجِعَ فِيهَا، إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ».

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کوئی عطیہ دے کر واپس لے مگر باپ جو اپنی اولاد کو کوئی چیز دے (وہ واپس لے سکتا ہے۔)

١٢٩٩ - حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ

[1299] محمد بن بشار کی سند سے یہی حدیث ابن عمر اور

١٢٩٨ـ أخرجه البخاري، الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب: لا يحل لأحد أن يرجع في هبته وصدقته، ح: ٢٦٢٢ من حديث أيوب السختياني به، ورواه مسلم، ح: ١٦٢٢ من حديث ابن عباس * وفي الباب عن ابن عمر [يأتي بعده: ١٢٩٩].

١٢٩٩ـ أخرجه ابن ماجه، الهبات، باب من أعطى ولده ثم رجع فيه، ح: ٢٣٧٧ عن محمد بن بشار به، وصححه ابن حبان، ح: ١١٤٨ وابن الجارود، ح: ٩٩٤ والحاكم: ٢/ ٤٦ ووافقه الذهبي وسيأتي مطولًا: ٢١٣١.

أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ، يَرْفَعَانِ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں سے مرفوعاً آئی ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. قَالُوا: مَنْ وَهَبَ هِبَةً لِذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِي هِبَتِهِ، وَمَنْ وَهَبَ هِبَةً لِغَيْرِ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا، مَا لَمْ يُثَبْ مِنْهَا، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً فَيَرْجِعَ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ. وَاحْتَجَّ الشَّافِعِيُّ بِحَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً فَيَرْجِعَ فِيهَا، إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ».

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے بقول اگر کوئی اپنے محرم رشتے دار کو کوئی چیز عنایت کرتا ہے تو وہ ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہیں لے سکتا، اور جو غیر محرم رشتے دار کو عطیہ دیتا ہے تو وہ، جب تک اسے اس کا بدلہ نہ ملے، واپس لے سکتا ہے۔ امام ثوری کا یہی قول ہے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ عطیہ دے کر واپس لے، ہاں، باپ اپنی اولاد سے عطیہ واپس لے سکتا ہے۔ اور امام شافعی نے بطور دلیل سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پیش کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی قسم کا عطیہ دے کر واپس لے، ہاں، باپ جو عطیہ اپنی اولاد کو دے، یعنی وہ واپس لے سکتا ہے۔“

فائدہ: ائمۂ حجاز: مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک صحیح مرفوع احادیث کی روشنی میں باپ کے سوا کوئی رشتے دار یا اجنبی اپنا عطیہ واپس نہیں لے سکتا، لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک محرم رشتے دار، باپ ہو یا کوئی اور، اپنا عطیہ واپس نہیں لے سکتا، اور غیر محرم سے جب تک اسے بدلے میں کچھ نہ ملے عطیہ واپس لے سکتا ہے۔ امام ثوری، نخعی اور اسحاق وغیرہ کا موقف یہی ہے، لیکن احناف کے نزدیک اس کے لیے یہ شرط ہے کہ جسے عطیہ دیا گیا ہے وہ واپسی پر رضامند ہو یا عدالت واپسی کا فیصلہ کرے۔ اس کے بغیر ممکن نہیں۔ بہرصورت یہ حرکت ناپسندیدہ اور دیانت کے منافی ہوگی۔ (تکملة فتح الملهم: 57/1، 58)

(المعجم ٦٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَرَايَا وَالرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ٦٣)

باب: 63۔ عرایا کی بیع جائز ہے

١٣٠٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

[1300] سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

١٣٠٠- أخرجه أحمد: ٥/ ١٨٥، ١٩٠ من حديث ابن إسحاق به، وصرح بالسماع فالسند حسن وله طرق عند البخاري، ح: ٢١٧٢، ٢١٧٣ ومسلم، ح: ١٥٣٩ عن نافع به * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ١٣٠١]، وجابر [مسلم، ح: ١٥٣٦/ ٩٧ »

إِسْحَاقَ: عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ أَذِنَ لِأَهْلِ الْعَرَايَا أَنْ يَبِيعُوهَا بِمِثْلِ خَرْصِهَا.

نبی ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا مگر آپ نے اہل عرایا کو اجازت دی کہ وہ اسے، اندازہ کر کے اس کے برابر پختہ پھل کے عوض بیچ سکتے ہیں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ هٰكَذَا. رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ هٰذَا الْحَدِيثَ، وَرَوٰى أَيُّوبُ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ [عَنْ نَافِعٍ]، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ. وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زید بن ثابت کی حدیث محمد بن اسحاق اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ مگر ایوب، عبیداللہ بن عمر اور مالک بن انس، نافع کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔ اور اسی سند سے ابن عمر رضی اللہ عنہما زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عرایا کی صورت میں پانچ وسق سے کم کے بارے میں رخصت دی ہے، اور یہ محمد بن اسحاق کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

١٣٠١- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مَالِكٍ [بْنِ أَنَسٍ]، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَرْخَصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ كَذَا. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ دَاوُدَ ابْنِ حُصَيْنٍ، نَحْوَهُ.

[1301] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت دی ہے جبکہ پانچ وسق سے کم یا اس کے قریب قریب ہو۔

وَرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرْخَصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ.

امام مالک رحمہ اللہ یہ حدیث اس طرح بھی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بیع عرایا کی رخصت دی ہے، پانچ وسق ہوں یا پانچ وسق سے کم۔

١٣٠٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ

[1302] سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

◄◄ وأبو داود، ح: ١٦٦٢ وغيرهما].

١٣٠١ـ أخرجه البخاري، البيوع، باب بيع الثمر على رؤوس النخل بالذهب أو الفضة، ح: ٢١٩٠ ومسلم، ح: ١٥٤١ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ٢/ ٦٢٠.

١٣٠٢ـ أخرجه البخاري، البيوع، باب بيع الزبيب والطعام بالطعام، ح: ٢١٧٢، ٢١٧٣ من حديث حماد بن زيد ومسلم، ح: ١٥٣٩ من حديث نافع به.

أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَرْخَصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. مِنْهُمُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ. وَقَالُوا: إِنَّ الْعَرَايَا مُسْتَثْنَاةٌ مِّنْ جُمْلَةِ نَهْيِ النَّبِيِّ ﷺ. إِذْ نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ، وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَالُوا: لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ مَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ. وَمَعْنٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرَادَ التَّوْسِعَةَ عَلَيْهِمْ فِي هٰذَا، لِأَنَّهُمْ شَكَوْا إِلَيْهِ وَقَالُوا: لَا نَجِدُ مَا نَشْتَرِي مِنَ الثَّمَرِ [إِ]لَّا بِالتَّمْرِ، فَرَخَّصَ لَهُمْ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَنْ يَشْتَرُوهَا، فَيَأْكُلُوهَا رُطَبًا.

رسول اللہ ﷺ نے عرایا کو اندازہ کر کے بیچنے کی اجازت دی ہے۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق کا شمار انھی میں ہے۔ ان کے بقول نبی ﷺ نے جب محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا تو اس نہی سے عرایا کو مستثنیٰ فرمایا۔ دلیل میں یہ لوگ سیدنا زید بن ثابت اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک پانچ وسق سے کم کی صورت میں خریدنا جائز ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک اس کا مقصد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں کے لیے وسعت پیدا کرنے کی خاطر یہ فرمایا کیونکہ لوگوں نے آپ سے شکایت کی تھی کہ ہم تازہ کھجوریں، خشک کھجوروں کے سوا خرید نہیں سکتے تو آپ ﷺ نے انھیں رخصت دی کہ تازہ کھجوریں کھانے کی غرض سے خشک کے بدلے خرید لیں جبکہ وہ پانچ وسق سے کم ہوں۔

فوائد و مسائل: ① عرایا کی تفسیر میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے: ○ امام مالک کے نزدیک عرایا کی صورت یہ ہے کہ باغ کا مالک کسی کو اپنے باغ سے کھجوروں کے ایک یا چند درختوں کا پھل ہبہ کرتا ہے، بعد میں باغ میں اس انسان کے آنے جانے سے اس کے گھر والوں کو دقت یا تکلیف محسوس ہو تو آپ نے باغ کے مالک کو اجازت دی کہ وہ خشک کھجور کے عوض درختوں کا پھل خرید لے۔ ○ امام شافعی کے نزدیک عرایا کی تفسیر یہ ہے کہ کوئی انسان کسی باغ والے سے تازہ کھجوریں کھانے کے لیے اندازہ کر کے خرید لے اور اسے خشک کھجوریں دے دے۔ ○ امام احمد کے نزدیک عرایا کی تعریف یہ ہے کہ کسی آدمی کو درخت پر کھجوروں کا پانچ وسق سے کم پھل ملتا ہے تو اسے اجازت ہے کہ وہ آگے کسی تازہ پھل کھانے والے کو اندازہ کر کے خشک کھجوروں کے عوض فروخت کر دے۔ ② امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک عرایا کی بیع، مزابنہ سے مستثنیٰ ہے لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع عرایا، بیع نہیں بلکہ وہ تبادلے کی صورت ہے کہ باغ کا مالک جس شخص کو کھجوروں کے درخت دینا چاہتا ہے، وہ اس کے حوالے کرنے سے پہلے ہی اپنا ارادہ تبدیل کر کے پھل کی جگہ اس کے بقدر خشک کھجوریں دے دیتا ہے، حالانکہ احادیث میں استثنا کی تصریح موجود ہے۔ امام احمد کے نزدیک پانچ وسق سے کم ہونے کی صورت میں بیع عرایا جائز ہے اور امام مالک و شافعی کے نزدیک پانچ وسق کی صورت میں بھی جائز ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 438/4، 439)

(المعجم ٦٤) [بَابٌ: مِّنْهُ] (التحفة ٦٤)

باب: 64۔عرایا کی بیع سے متعلق ایک اور باب

١٣٠٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ [الْحُلْوَانِيُّ] الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ: حَدَّثَنَا بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ مَّوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ وَّسَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ، الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، إِلَّا لِأَصْحَابِ الْعَرَايَا، فَإِنَّهُ قَدْ أَذِنَ لَهُمْ، وَعَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ بِالزَّبِيبِ، وَعَنْ كُلِّ ثَمَرٍ بِخَرْصِهَا.

[1303] سیدنا رافع بن خدیج اور سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہما دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا کہ تازہ پھل کو خشک کھجوروں کے بدلے بیچا جائے مگر اصحاب عرایا کو آپ ﷺ نے اجازت دی ہے، اور تازہ انگوروں کی منقی سے بیع اور ہر پھل کی اندازے سے بیع (سے منع فرمایا۔)

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سند سے غریب ہے۔

(المعجم ٦٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ النَّجْشِ [فِي الْبُيُوعِ] (التحفة ٦٥)

باب: 65۔نجش (خریدنے کی نیت کے بغیر بھاؤ بڑھانا) ناجائز ہے

١٣٠٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَقَالَ قُتَيْبَةُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تَنَاجَشُوا».

[1304] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نجش نہ کرو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، كَرِهُوا النَّجْشَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَالنَّجْشُ أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ الَّذِي

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے، ان کے نزدیک نجش کا عمل مکروہ ہے۔ اور نجش یہ ہے کہ کوئی شخص جو

١٣٠٣ـ أخرجه مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الرطب بالتمر إلّا في العرايا، ح:١٥٤٠ عن الحسن بن علي، والبخاري، ح:٢٣٨٣، ٢٣٨٤ من حديث أبي أسامة به.

١٣٠٤ـ أخرجه البخاري، البيوع، باب: لا يبيع على بيع أخيه، ولا يسوم على سوم أخيه حتى يأذن له أو يترك، ح:٢١٤٠ من حديث سفيان بن عيينة به، ورواه مسلم، ح:١٥١٥ من حديث أبي هريرة * وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح:٢١٦٢ ومسلم، ح:١٥١٦]، وأنس [البيهقي:٥/ ٣١٩ وأبو يعلى:٥/ ١٥٥، ح:٢٧٦٧].

يُبْصِرُ السِّلْعَةَ إِلَى صَاحِبِ السِّلْعَةِ فَيَسْتَامُ بِأَكْثَرَ مِمَّا تَسْوَى، وَذٰلِكَ عِنْدَمَا يَحْضُرُهُ الْمُشْتَرِي، يُرِيدُ أَنْ يَغْتَرَّ الْمُشْتَرِي بِهِ، وَلَيْسَ مِنْ رَأْيِهِ الشِّرٰى. إِنَّمَا يُرِيدُ أَنْ يَنْخَدِعَ الْمُشْتَرِي بِمَا يَسْتَامُ، وَهٰذَا ضَرْبٌ مِّنَ الْخَدِيعَةِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَإِنْ نَّجَشَ رَجُلٌ، فَالنَّاجِشُ آثِمٌ فِيمَا يَصْنَعُ، وَالْبَيْعُ جَائِزٌ، لِأَنَّ الْبَائِعَ غَيْرُ النَّاجِشِ.

سامان پر نظر رکھتا ہے (بازار میں مال کی کھپت وغیرہ پر نظر رکھتا ہے) سامان کے مالک کے پاس آ کر عام مناسب قیمت سے بڑھ کر بھاؤ کرتا ہے، جبکہ خریدار بھی سامنے موجود ہو اور مقصد خریدار کو دھوکے میں مبتلا کرنا ہو اور اپنی خریدنے کی نیت نہ ہو، بس مقصد صرف یہ ہو کہ خریدار کو دھوکا دیا جائے (اور زیادہ قیمت لگا دے۔) اور ایسا معاملہ دھوکے ہی کی ایک شکل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص نجش کرتا ہے تو وہ اس حرکت کے باعث گناہ گار ہے اور بیع جائز ہے کیونکہ فروخت کرنے والے نے تو نجش (دھوکا) نہیں کیا۔

فائدہ: [نجش] لغت کی رُو سے وحشی، جنگلی جانور کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھگانا ہے، اور شرعی رُو سے خریدنے کی نیت کے بغیر کسی دوسرے خریدار کو پھنسانے، کسی سامان کو رواج دینے اور قابل قبول بنانے کے لیے اس کی تعریف وتوصیف کرنا یا اس کے مہنگے دام لگانا نجش ہے۔ اگر یہ کام مالک کی ملی بھگت سے ہوا تو دونوں مجرم اور گناہ گار ہیں، ورنہ نجش کرنے والا گناہ گار ہے۔ اور اگر فروخت کرنے والا اس کی قیمت خرید بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے تو وہ مجرم ہے۔ احناف، موالک اور شوافع کے نزدیک نجش کرنے والا گناہ گار ہے اور بیع درست ہے۔ اہل ظاہر اور حنابلہ کے نزدیک یہ بیع درست نہیں۔ امام مالک کا ایک قول بھی یہی ہے۔ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ اگر خریدار کے علم میں یہ دھوکا دہی ثابت ہو جائے اور بائع کی ساز باز سے ہو تو پھر یہ بیع درست نہیں اور اگر بائع کا دخل نہ ہو تو پھر ناجش گناہ گار ہے اور بیع درست ہوگی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 450-448/4، وشرح صحيح مسلم از نووي: 225/10)

(المعجم ٦٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّجْحَانِ فِي الْوَزْنِ (التحفة ٦٦)

باب: 66۔ وزن کرتے وقت پلڑا جھکانا (کچھ زائد دینا)

١٣٠٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ

[1305] سیدنا سوید بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مخرفہ عبدی ہجر مقام سے کپڑا لائے، تو نبی ﷺ ہمارے

١٣٠٥_ أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب الرجحان في الوزن، ح: ٢٢٢٠ من حديث وكيع، وأبو داود، ح: ٣٣٣٦ وغيره من حديث سفيان الثوري به وتابعه قيس بن الربيع وله شاهد عند أبي داود، ح: ٣٣٣٧ وغيره، والحديث صححه ابن حبان، ح: ١٤٤٤ وابن الجارود، ح: ٥٥٩ * وفي الباب عن جابر بن سمرة [ابن ماجه، ح: ٢٢٢٢]، وأبي هريرة [أبو يعلى: ١١/ ٢٤، ح: ٦١٦٢].

سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: جَلَبْتُ أَنَا وَمَخْرَفَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِّنْ هَجَرٍ، فَجَاءَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيلَ. وَعِنْدِي وَزَّانٌ يَزِنُ بِالْأَجْرِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْوَزَّانِ: «زِنْ وَأَرْجِحْ».

ہاں تشریف لائے اور ہم سے پاجامے (شلوار) کا بھاؤ کیا۔ میرے پاس ایک آدمی تھا جو مزدوری پر تولتا تھا۔ نبی ﷺ نے اس وزن کرنے والے سے فرمایا: ”تول اور جھکتا تول۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ سُوَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَهْلُ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّونَ الرُّجْحَانَ فِي الْوَزْنِ. وَرَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ، عَنْ سِمَاكٍ، فَقَالَ: عَنْ أَبِي صَفْوَانَ. وَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سوید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم جھکتا تولنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ امام شعبہ مذکورہ بالا روایت بیان کرتے ہیں اور سوید بن قیس کی جگہ ابوصفوان کہتے ہیں، یعنی نام کی جگہ کنیت لاتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وزن جھکتا ہوا ہونا چاہیے اور وزن کر کے دینے والا اگر بطور پیشہ یہ کام کرتا ہو تو وہ اپنی محنت اور وقت کی اجرت طے کر سکتا ہے۔

(المعجم ٦٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِنْظَارِ الْمُعْسِرِ وَالرِّفْقِ بِهِ (التحفة ٦٧)

باب: 67۔ تنگدست کو مہلت دینے اور اس سے نرمی برتنے کی فضیلت

١٣٠٦ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ لَهُ، أَظَلَّهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ».

[1306] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس نے تنگدست کو مہلت دی یا قرض چھوڑ دیا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دے گا جبکہ اس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الْيَسَرِ وَأَبِي قَتَادَةَ وَحُذَيْفَةَ [وَأَبِي] مَسْعُودٍ وَعُبَادَةَ [وَجَابِرٍ]. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

اس مسئلے میں ابوالیسر، ابوقتادہ، حذیفہ، ابومسعود، عبادہ اور جابر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اس سند سے غریب ہے۔

١٣٠٦ـ أخرجه أحمد: ٢/ ٣٥٩ عن إسحاق بن سليمان به، وللحديث شواهد كثيرة جدًّا * وفي الباب عن أبي اليسر [مسلم، ح:٣٠٠٦ ضمن حديث طويل]، وأبي قتادة [مسلم، ح:١٥٦٣]، وحذيفة [البخاري، ح:٢٣٩١ ومسلم، ح:١٥٦٠]، وأبي مسعود [يأتي:١٣٠٧]، وعبادة [لم أجده]، وجابر [لعله يشير إلى حديث مسلم، ح:٣٠٠٦].

فائدہ: قرآن مجید میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر مقروض تنگدست ہو اور فوراً قرض ادا نہ کر سکتا ہو تو اسے فراخی حاصل ہونے تک مہلت دی جائے اور بہتر بات تو یہ ہے کہ اس کا قرض بطور صدقہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ (البقرة 280:2) اور اس حدیث میں اس ہدایت پر عمل کرنے والے کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے کہ اس کے عوض قیامت کے دن جب کہیں سایہ میسر نہیں ہوگا، عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔ آج کل لوگ ضرورت مند غریبوں کو دو وجہ سے قرض دینا پسند نہیں کرتے: ایک تو یہ کہ یہ ادا کس طرح کرے گا، حالانکہ لینے والے کی نیت صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور کوشش کرنے سے اس کا قرض ادا ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ بہت سے لوگوں کا رویہ ہے کہ وہ قرض لینے کے بعد ادا کرنے کی نیت ہی نہیں رکھتے اور نہ وہ ادا ہی کرتے ہیں۔ اس کی سزا دوسرے ضرورت مندوں کو بھگتنی پڑتی ہے کہ اصحاب حیثیت لوگ ایسے لوگوں کے رویے کے پیش نظر باکردار لوگوں کو بھی قرض نہیں دیتے۔ اصحاب حیثیت لوگوں کا یہ رویہ صحیح نہیں بلکہ انھیں تو قرض کی مذکورہ فضیلت حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ علاوہ ازیں قرض کی فضیلت میں ایک صحیح حدیث یہ بھی ہے کہ تنگ دست کو وقت مقررہ تک مہلت دینے کی صورت میں اسے روزانہ اتنے صدقے کی فضیلت حاصل ہوتی رہے گی جتنا اس نے کسی کو قرض دیا ہے، اور مقررہ وقت کے بعد مزید مہلت دے گا تو اگلی مہلت تک اسے روزانہ دگنا اجر ملے گا۔ (سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث: 86) ایک اور حدیث میں ہے کہ اس نے جتنا قرض دیا ہے اسے اس کی آدھی رقم صدقہ کرنے کے برابر اجر ملے گا، مثلاً ایک لاکھ روپے قرض دیے ہیں تو اس کو پچاس ہزار روپے صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ (سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث: 1553)

١٣٠٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «حُوسِبَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ، إِلَّا أَنَّهُ كَانَ رَجُلًا مُّوسِرًا، فَكَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ، فَكَانَ يَأْمُرُ غِلْمَانَهُ أَنْ يَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُعْسِرِ، فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: نَحْنُ أَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْهُ تَجَاوَزُوا عَنْهُ».

[1307] سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلی امتوں میں سے ایک فرد کا محاسبہ (حساب کتاب) کیا گیا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ نکلی، تاہم وہ ایک مال دار وخوشحال آدمی تھا اور لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا، یعنی ان سے لین دین کرتا تھا اور اپنے نوکروں کو یہ حکم دیتا تھا کہ وہ تنگدست سے درگزر کریں (حالات کے مطابق سارا یا کچھ قرض چھوڑ دیں) تو اللہ نے فرمایا: ہم اس سے بڑھ کر کہیں زیادہ لائق ہیں کہ درگزر اور معاف کردیں۔ اسے معاف کردو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
[وَأَبُو الْيَسَرِ كَعْبُ بْنُ عَمْرٍو].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابو الیسر کا نام کعب بن عمرو ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ لین دین میں تاجر کا یہ شیوہ ہونا چاہیے کہ وہ تنگدست اور محتاج مقروض سے نرمی

١٣٠٧- أخرجه مسلم، المساقاة، باب فضل إنظار المعسر والتجاوز في الاقتضاء من الموسر والمعسر، ح: ١٥٦١ من حديث أبي معاوية الضرير به.

کا برتاؤ کرے۔ قرض کی وصولی میں اس کو مہلت اور ڈھیل دے اور بہتر ہے کہ اگر مقروض معافی کا مستحق ہو تو اسے سارا یا بعض قرض معاف کر دے تاکہ قیامت کے دن اسے اپنے گناہوں کی معافی مل سکے۔ لیکن اس معافی کے لیے تاجر کا مسلمان ہونا شرط ہے۔

(المعجم ٦٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي مَطْلِ الْغَنِيِّ [أَنَّهُ] ظُلْمٌ (التحفة ٦٨)

باب: 68۔ مال دار کا ٹال مٹول سے کام لینا ظلم ہے

١٣٠٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ».

[1308] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''صاحب ثروت اور خوشحال کا (قرض کی ادائیگی میں) ٹال مٹول سے کام لینا ظلم ہے۔ اور اگر کسی قرض خواہ کو مال دار کی طرف پھیرا جائے تو اسے اس کی طرف پھر جانا چاہیے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالشَّرِيدِ [بْنِ سُوَيْدٍ الثَّقَفِيِّ].

اس مسئلے میں ابن عمر اور شرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

١٣٠٩- [حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِاللهِ الْهَرَوِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَإِذَا أُحِلْتَ عَلٰى مَلِيءٍ فَاتْبَعْهُ وَلَا تَبِعْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ»].

[1309] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تمھیں مال دار کی طرف پھیرا جائے تو اس سے رابطہ کرو۔ اور ایک سودے میں دو سودے نہ کرو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَمَعْنَاهُ: أَنَّهُ إِذَا أُحِيلَ أَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا أُحِيلَ الرَّجُلُ عَلٰى مَلِيٍّ فَاحْتَالَهُ فَقَدْ بَرِئَ الْمُحِيلُ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی کو غنی کی طرف پھیرا جائے تو چاہیے کہ وہ اس سے رابطہ کرے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ جب کسی کا غنی

١٣٠٨- أخرجه ابن ماجه، الصدقات، باب الحوالة، ح: ٢٤٠٣ وغيره من حديث سفيان الثوري، والبخاري، ح: ٢٢٨٧ ومسلم، ح: ١٥٦٤ من حديث أبي الزناد به * وفي الباب عن ابن عمر [يأتي: ١٣٠٩]، والشريد بن سويد الثقفي [أبو داود، ح: ٣٦٢٨].

١٣٠٩- أخرجه ابن ماجه، الصدقات، باب الحوالة، ح: ٢٤٠٤ من حديث هشيم به ويونس لم يسمع من نافع، وللحديث شواهد صحيحة.

عَلَى الْمُحِيلِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا تَوِيَ مَالُ هٰذَا بِإِفْلَاسِ الْمُحَالِ عَلَيْهِ، فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ عَلَى الْأَوَّلِ. وَاحْتَجُّوا بِقَوْلِ عُثْمَانَ وَغَيْرِهِ حِينَ قَالُوا: لَيْسَ عَلٰى مَالِ مُسْلِمٍ تَوًى. وَقَالَ إِسْحَاقُ: مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ: «لَيْسَ عَلٰى مَالِ مُسْلِمٍ تَوًى». هٰذَا إِذَا أُحِيلَ الرَّجُلُ عَلٰى آخَرَ، وَهُوَ يَرٰى أَنَّهُ مَلِيٌّ، فَإِذَا هُوَ مُعْدِمٌ، فَلَيْسَ عَلٰى مَالِ مُسْلِمٍ تَوًى.

کی طرف احالہ (ریفر) کیا جائے اور وہ حوالے کو قبول کر لے تو اب اس کو حق نہیں کہ وہ احالہ (ریفر) کرنے والے کی طرف رجوع کرے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ اگر اس کا مال محال علیہ (جس کی طرف احالہ کیا گیا ہے) کے افلاس و فقر کے باعث ہلاک ہو جائے تو وہ پہلے کی طرف لوٹ سکتا ہے۔ ان لوگوں نے دلیل کے طور پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کا یہ قول پیش کیا ہے کہ مسلمان کا مال ضائع نہیں ہوتا۔ اور امام اسحاق کہتے ہیں: یہ حدیث کہ ’’مسلمان کا مال ہلاک اور ضائع نہیں ہوتا‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک آدمی کا دوسرے کی طرف احالہ کیا جائے اور وہ اسے مال دار تصور کرتا ہو، حالانکہ وہ محتاج و مفلس ہو تو ایسی صورت میں مسلمان کا مال ہلاک نہیں ہوتا۔

لغوی تشریح: [احالہ] کے معنی ہیں ذمے داری کو ایک طرف سے دوسرے کی طرف منتقل کرنا۔ **محیل:** احالہ کرنے والا، مدیون و مقروض۔ **محال لہ یا محتال:** دائن، قرض خواہ، جس کا قرض دوسرے کی طرف منتقل کیا جا رہا ہے کہ تم اس سے وصول کر لینا۔ **محال علیہ:** جس نے مقروض کی طرف سے قرض ادا کرنے کی ذمے داری قبول کی ہے، کہ قرض میں تمھیں ادا کروں گا۔ **محال بہ:** وہ مال (قرض) جس کا حوالہ کیا گیا۔

فوائد و مسائل: ① غنی سے مراد یہ ہے کہ وہ قرض ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو پھر بلا وجہ اس کے لیے تاخیری حربے استعمال کرنا اور قرضے کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لینا جائز نہیں بلکہ ظلم و زیادتی ہے۔ اور اگر مقروض، قرض خواہ کو کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے رقم لینی ہے، یا میرا قرضہ تم فلاں سے وصول کر لینا اور دوسرا شخص مال دار ہے اور قرض چکا سکتا ہے تو قرض خواہ کو یہ احالہ قبول کر لینا چاہیے۔ شوافع اور مالک کے نزدیک حوالے کے لیے محیل اور محال لہ کی رضامندی ضروری ہے، محال علیہ کی رضامندی ضروری نہیں۔ حنابلہ کے نزدیک اگر محال علیہ مال دار ہے تو پھر محال لہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ حوالہ قبول کر لے، اس صورت میں محال لہ اور محال علیہ کی رضامندی ضروری نہیں۔ احناف کے نزدیک تینوں کی رضامندی ضروری ہے، اور صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جب محال علیہ نے محیل کی رقم دینی ہے اور وہ دے بھی سکتا ہے تو پھر محال لہ اور محال علیہ کو بھی رضامند ہو جانا چاہیے۔ ② جمہور کے نزدیک حوالہ قبول کر لینا مستحب ہے، لازم نہیں اور ظاہر ہے یہ اس صورت میں ہوگا جب محال علیہ رضامندی کا اظہار کرے اور محال لہ یہ سمجھتا ہو کہ واقعی یہ میرا قرض ادا کر دے گا۔ محال علیہ اگر حوالے کے وقت مال دار ہو تو حسن بصری اور قتادہ کے نزدیک حوالے کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا۔ اگر حوالے کے وقت مفلس ہو تو پھر محیل کی طرف

رجوع ہوسکتا ہے، حکم اور ثوری کے نزدیک محال علیہ کی موت کی صورت میں رجوع ہوسکتا ہے، افلاس کی صورت میں نہیں۔ احناف (ابوحنیفہ) کے نزدیک افلاس کی صورت میں رجوع ہوسکتا ہے، چاہے افلاس بعد میں پیدا ہوا ہو، امام مالک، شافعی اور احمد ﷭ کے نزدیک جب حوالے کے وقت غنی تھا تو رجوع نہیں ہوسکتا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (إرشاد الساري: 250، 251 لامع الدراري، ج: 6، حاشیه: 193-195) حوالے کی دو قسمیں ہیں: ○ حوالہ مقیدہ: وہ حوالہ جس میں یہ قید ہو کہ محال علیہ اس مال سے قرض ادا کرے گا جو محیل کا ہے اور محال علیہ کے ذمے ہے یا اس کے قبضے میں ہے۔ ○ حوالہ مطلقہ: وہ حوالہ جس میں محیل کے مال سے ادائیگی کی قید نہ ہو۔

(المعجم ٦٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ (التحفة ٦٩)

باب: 69۔ بیع منابذہ اور ملامسہ کا بیان

١٣١٠- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ.

[1310] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منابذہ اور ملامسہ کی بیع سے منع فرمایا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ أَنْ يَقُولَ: إِذَا نَبَذْتُ إِلَيْكَ بِالشَّيْءِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ. وَالْمُلَامَسَةُ أَنْ يَقُولَ: إِذَا لَمَسْتَ الشَّيْءَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ، وَإِنْ كَانَ لَا يَرٰى مِنْهُ شَيْئًا، مِثْلَ مَا يَكُونُ فِي الْجِرَابِ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ، وَإِنَّمَا كَانَ هٰذَا مِنْ بُيُوعِ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ. فَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ.

اس مسئلے میں ابوسعید اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ فروخت کرنے والا کہے: جب میں تمھاری طرف سامان پھینک دوں تو بیع لازم ہوجائے گی۔ اور ملامسہ کی صورت میں یہ کہے کہ جب تم نے سامان کو ہاتھ لگادیا تو بیع پکی ہوجائے گی اگرچہ سامان اس کو نظر نہ آرہا ہو، مثلاً: تھیلی یا کسی اور چیز میں بند ہو۔ یہ جاہلیت کے دور کی خرید وفروخت ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے ان سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: شریعت اسلامیہ میں ہر اس بیع یا خرید وفروخت کے معاملے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جس میں دغا وفریب اور دھوکے کا احتمال ہو۔ منابذہ اور ملامسہ میں یہی صورت ہے۔ اس میں چونکہ خریدار کو چیز کا جائزہ لینے اور اس کی جانچ پڑتال کا موقع نہیں ملتا، اس لیے اس قسم کے سودے سے منع کیا گیا ہے۔

١٣١٠- أخرجه مسلم، البيوع، باب إبطال بيع الملامسة والمنابذة، ح: ١٥١١ عن أبي كريب والبخاري، ح: ٢١٤٦ من حديث أبي الزناد به ✽ وفي الباب عن أبي سعيد [البخاري، ح: ٥٨٢٠ ومسلم، ح: ١٥١٢]، وابن عمر [النسائي، ح: ٤٥٢٠].

(المعجم ...) بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّلَفِ فِي الطَّعَامِ وَالثَّمَرِ (التحفة ...)

باب: 70۔ غلے اور پھل میں بیع سلف

١٣١١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثَّمَرِ فَقَالَ: «مَنْ أَسْلَفَ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَّعْلُومٍ، وَّوَزْنٍ مَّعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ».

[1311] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور اہل مدینہ پھلوں میں بیع سلف کرتے تھے، تو آپ نے فرمایا: ''جو بیع سلف کرے تو ماپ متعین ہو اور وزن متعین ہو اور مدت متعین ہو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. أَجَازُوا السَّلَفَ فِي الطَّعَامِ وَالثِّيَابِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، مِمَّا يُعْرَفُ حَدُّهُ وَصِفَتُهُ، وَاخْتَلَفُوا فِي السَّلَمِ فِي الْحَيَوَانِ. فَرَأٰى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمُ السَّلَمَ فِي الْحَيَوَانِ جَائِزًا، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَكَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ - السَّلَمَ فِي الْحَيَوَانِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ [أَبُو الْمِنْهَالِ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُطْعِمٍ].

اس مسئلے میں ابن ابی اوفیٰ اور عبدالرحمن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک غلے، کپڑے اور دوسری چیزوں میں بیع سلف جائز ہے بشرطیکہ اس کی تحدید و تعیین پوری وضاحت سے ہوجائے، لیکن حیوان کی بیع سلم میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کے نزدیک حیوان کی بیع سلم جائز ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق کا قول یہی ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام اور دوسرے حضرات کے نزدیک حیوان کی بیع سلم جائز نہیں۔ سفیان اور اہل کوفہ کا قول یہی ہے۔ ابومنہال کا نام عبدالرحمن بن مطعم ہے۔

فائدہ: بیع سلم یا سلف: اس سودے میں قیمت یا رقم پہلے ادا کردی جاتی ہے اور مال بعد میں لینا ہوتا ہے۔ اہل حجاز اس کو بیع سلم کہتے ہیں کیونکہ قیمت حوالے کردی جاتی ہے اور اہل عراق بیع سلف کہتے ہیں۔ اس میں جو چیز خریدنی ہے اس کی جنس، کیفیت وصورت وزنی ہو تو وزن اور ماپ کرلینی ہو تو ماپ اور مدت جس دن لینی ہے، ہر چیز پوری وضاحت کے ساتھ متعین کرنا

١٣١١- أخرجه البخاري، السلم، باب السلم في وزن معلوم، ح: ٢٢٤٠ ومسلم، ح: ١٦٠٤ من حديث سفيان بن عيينة به *
وفي الباب عن ابن أبي أوفى [البخاري، ح: ٢٢٤٢، ٢٢٤٣]، وعبدالرحمن بن أبزى [البخاري، ح: ٢٢٤٢، ٢٢٤٣].

ضروری ہے، کوئی چیز بھی مجہول یا غیر متعین نہ ہو اور اگر حیوان ہو تو اس کی جنس، عمر، ہر چیز کی تعیین وتحدید ہونی چاہیے تاکہ بعد میں اختلاف پیدا نہ ہو۔

(المعجم ٧١) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَرْضِ الْمُشْتَرَكِ يُرِيدُ بَعْضُهُمْ بَيْعَ نَصِيبِهِ (التحفة ٧١)

١٣١٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ شَرِيكٌ فِي حَائِطٍ، فَلَا يَبِيعُ نَصِيبَهُ مِنْ ذٰلِكَ حَتّٰى يَعْرِضَهُ عَلٰى شَرِيكِهِ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: سُلَيْمَانُ الْيَشْكُرِيُّ، يُقَالُ: إِنَّهُ مَاتَ فِي حَيَاةِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. قَالَ: وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ قَتَادَةُ وَلَا أَبُو بِشْرٍ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَلَا نَعْرِفُ لِأَحَدٍ مِّنْهُمْ سَمَاعًا مِّنْ سُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، فَلَعَلَّهُ سَمِعَ مِنْهُ فِي حَيَاةِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: وَإِنَّمَا يُحَدِّثُ قَتَادَةُ عَنْ صَحِيفَةِ سُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ. وَكَانَ لَهُ كِتَابٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْعَطَّارُ عَبْدُ الْقُدُّوسِ قَالَ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: قَالَ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ: ذَهَبُوا بِصَحِيفَةِ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ إِلَى الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ فَأَخَذَهَا، أَوْ قَالَ فَرَوَاهَا، وَذَهَبُوا بِهَا إِلٰى قَتَادَةَ فَرَوَاهَا، وَأَتَوْنِي بِهَا فَلَمْ أَرْوِهَا [يَقُولُ: رَدَدْتُهَا]. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَبُوبَكْرٍ الْعَطَّارُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ.

باب: 71۔ مشترکہ زمین کا کوئی حصے دار جب اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے

[1312] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس کا باغ میں کوئی حصے دار ہو تو وہ اس میں سے اپنا حصہ اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک اسے اپنے حصے دار کو پیش نہ کر دے۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔ میں نے امام محمد، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے: سلیمان یشکری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے، اس لیے قتادہ اور ابوبشر کو ان سے سننے کا موقع نہیں ملا۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں ان حضرات میں سے کسی کو سلیمان یشکری سے سماع حاصل نہیں مگر عمرو بن دینار کے بارے میں امکان ہے کہ اس نے ان سے سیدنا جابر بن عبداللہ کی زندگی ہی میں سن لیا ہو۔ قتادہ تو بس سلیمان یشکری کے صحیفے سے حدیث بیان کرتا ہے۔ سلیمان کے پاس سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی لکھی ہوئی کتاب تھی۔ امام ترمذی سلیمان تیمی سے نقل کرتے ہیں کہ کچھ حضرات سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا صحیفہ حسن بصری کے پاس لے گئے تو انھوں نے وہ صحیفہ لے لیا اور اسے بیان کرنے لگے، اسی طرح قتادہ کے پاس لے گئے، وہ

١٣١٢ـ أخرجه أحمد: ٣/ ٣٥٧ من حديث سعيد بن أبي عروبة به، ورواه مسلم، ح: ١٦٠٨ من حديث جابر بن عبدالله به وصححه الحاكم: ٢/ ٥٦ ووافقه الذهبي * قول سليمان التيمي: سنده صحيح.

بیان کرنے لگے، پھر اسے میرے (سلیمان تیمی کے) پاس لائے تو میں نے اسے بیان نہ کیا، اسے انھی کو لوٹا دیا۔ یہ بات ہمیں (امام ترمذی کو) ابوبکر عطار نے علی بن المدینی کی سند سے بتائی۔

فائدہ: صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ کسی حصے دار کو اپنا حصہ دوسرے حصے دار یا حصے داروں کو پیش کیے بغیر فروخت نہیں کرنا چاہیے۔ اگر بغیر اجازت کے فروخت کردے گا تو انھیں حق شفعہ حاصل ہوگا۔ اگر اجازت کے بعد فروخت کرے تو امام ابوحنیفہ، مالک اور شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک پھر بھی حصے دار شفعہ کر سکے گا۔ حکم، ثوری، ابوعبید اور بعض محدثین کے نزدیک اجازت کے بعد حق شفعہ ختم ہوجائے گا اور یہی صحیح ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے دونوں قول منقول ہیں۔ ائمۂ اربعہ کے نزدیک حق شفعہ کا تعلق صرف غیر منقولہ جائیداد: زمین، باغ اور گھر وغیرہ کے ساتھ خاص ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح صحیح مسلم از نووی: 11/64، 65)

(المعجم ٧٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُخَابَرَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ (التحفة ٧٢)

باب: 72۔ مخابرہ اور معاومہ کا حکم

١٣١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا.

[1313] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ اور معاومہ سے منع فرمایا اور عرایا کی رخصت دی۔"

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: **محاقلہ:** غلے کے عوض کچی کھیتی کی بیع۔ **مزابنہ:** درخت پر پھل کی توڑے ہوئے پھل سے بیع۔ **مخابرہ:** بٹائی پر زمین دینا۔ اگر غلہ پہلے سے متعین ہو یا زمین کا مخصوص ٹکڑا اپنے لیے ہو تو پھر جائز نہیں۔ **معاومہ:** کئی سالوں کے لیے باغ فروخت کردینا۔ ان بیعوں میں چونکہ محاقلہ اور مزابنہ کی صورت میں ایک جنس کی چیزوں میں کمی بیشی کا احتمال ہے جو ربا الفضل میں آتا ہے، اس لیے جائز نہیں۔ مخابرہ اور معاومہ میں دھوکے اور غرر کا احتمال ہے، اس لیے درست نہیں۔

(المعجم ٧٣) بَابُ [مَا جَاءَ فِي التَّسْعِيرِ] (التحفة ٧٣)

باب: 73۔ نرخ اور بھاؤ مقرر کرنا

١٣١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ

[1314] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ

١٣١٣ـ أخرجه مسلم، البيوع، باب النهي عن المحاقلة والمزابنة . . . إلخ، ح: ١٥٣٦/ ٨٥ من حديث أيوب السختياني به ورواه البخاري، ح: ٢٣٨١ من حديث جابر.

١٣١٤ـ أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب من كره أن يسعر، ح: ٢٢٠٠ من حديث الحجاج بن منهال، وأبو داود، ح: ٣٤٥١ ◄◄

ابْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ. وَثَابِتٌ وَحُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: غَلَا السِّعْرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! سَعِّرْ لَنَا فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّزَّاقُ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقٰى رَبِّي وَلَيْسَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ يَطْلُبُنِي بِمَظْلِمَةٍ فِي دَمٍ وَّلَا مَالٍ».

کے دور میں (چیزوں کا) نرخ چڑھ گیا، یعنی چیزیں مہنگی ہوگئیں، تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے درخواست کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھاؤ مقرر فرما دیجیے تو آپ ﷺ نے جواب دیا: ''بے شک اللہ ہی بھاؤ مقرر کرتا ہے۔ وہی رزق میں تنگی کرتا اور وہی رزق میں کشادگی فرماتا ہے۔ اور وہ بہت رزق دینے والا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں گا کہ تم میں کسی کا میرے خلاف خون یا مال کے سلسلے میں ظلم کے بدلے کا مطالبہ نہیں ہوگا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: چیزوں کے سستا اور مہنگا ہونے کا دارومدار چیزوں کی طلب و رسد اور لوگوں کی قوت خرید پر ہے۔ اگر کوئی چیز بازار میں زیادہ مقدار میں موجود ہو یا اس کے خریدار کم ہوں یا لوگوں میں قوت خرید کم ہو تو بازار میں اس چیز کی قیمت گر جاتی ہے۔ اگر کوئی چیز بازار میں کمیاب ہو، خریدار زیادہ ہوں یا لوگوں کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو تو اس چیز کی قیمت چڑھ جاتی ہے۔ پیداوار کا دارومدار اور لوگوں کے رزق کی فراخی اور تنگی کا حقیقی مدار اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت پر ہے۔ حکومت دونوں فریقوں کے مصالح کی رعایت و نگرانی کی ذمے دار ہوتی ہے۔ وہ کسی ایک فریق کی پاسبان نہیں ہوتی، اس لیے اسے بھاؤ اور نرخ کا تعین نہیں کرنا چاہیے، ہاں، جو لوگ مصنوعی طور پر قلت پیدا کرتے ہیں تو اس کا سدباب کر کے چیزوں کی فراہمی کا سلسلہ بحال کرنا چاہیے۔ جب بازار میں چیزیں وافر مقدار میں موجود ہوں گی تو نرخ خود بخود گر جائے گا اور چیزیں سستی ہو جائیں گی، اسی طرح صارفین کے بھی یہ ذمے ہے کہ وہ چیزوں کی خریداری میں محتاط رویہ اختیار کریں اور مصنوعی طور پر قلت پیدا کرنے یا بلا جواز ان کو مہنگا کرنے والوں کی چیزوں کا بائیکاٹ کر کے یا کم از کم ان کی خریداری کم کر کے ان کو صحیح نرخ پر لانے کے لیے مجبور کر دیں۔ حکومت کی طرف سے بھاؤ مقرر کرنا مسئلے کا کوئی حل نہیں، نہ اس سے حقیقتاً نرخ ہی کم ہوتا ہے، اس لیے جمہور ائمہ کے نزدیک صحیح احادیث کی روشنی میں چیزوں کا نرخ مقرر کرنا درست نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 4/449)

(المعجم ۷۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْغِشِّ فِي الْبُيُوعِ (التحفة ۷۲)

باب: 74۔ بیع میں دھوکا اور خیانت جائز نہیں

۱۳۱۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ

[1315] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

◂ من حديث حماد بن سلمة به، وصححه ابن حبان (الإحسان): ٤٩١٤ وأورده الضياء في المختارة: ٥/ ٢٨، ٢٩، ح: ١٦٣١، ١٦٣٢.

١٣١٥- أخرجه مسلم، الإيمان، باب قول النبي ﷺ: "من غشنا فليس منا"، ح: ١٠٢ عن علي بن حجر به * وفي الباب عن ابن عمر [أحمد: ٣/ ٥٠]، وأبي الحمراء [ابن ماجه، ح: ٢٢٢٥]، وابن عباس [الطبراني في الكبير: ١١/ ١٧٦، ح: ١١٥٥٣]، ◂

ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةٍ مِّنْ طَعَامٍ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا. فَقَالَ: «يَاصَاحِبَ الطَّعَامِ مَا هٰذَا؟» قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ، يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ»؟ ثُمَّ قَالَ: «مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا».

اللہ ﷺ غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے تو آپ نے اپنا ہاتھ اس کے اندر داخل کر دیا تو آپ کی انگلیوں پر طراوت اور نمی لگ گئی، یعنی انگلیاں بھیگ گئیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ’’اے غلے والے! یہ کیا (حرکت) ہے؟‘‘ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! اس پر بارش ہوگئی تھی۔ آپ نے فرمایا: ’’تو نے اس (گیلے غلے) کو اوپر کیوں نہیں کر ڈالا تا کہ لوگ دیکھ لیتے؟‘‘ پھر آپ نے فرمایا: ’’جس نے دھوکے اور خیانت سے کام لیا، وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي الْحَمْرَاءِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَبُرَيْدَةَ وَأَبِي بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ وَحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ. [قَالَ أَبُوعِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. كَرِهُوا الْغِشَّ، وَقَالُوا: الْغِشُّ حَرَامٌ.

اس مسئلے میں ابن عمر، ابوحمراء، ابن عباس، بریدہ، ابوبردہ بن نیار اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک دغا اور فریب جائز نہیں اور دھوکا دینا حرام ہے۔

لغوی تشریح: صُبْرَة: ڈھیر۔ غش: خیرخواہی اور ہمدردی کے الٹ کام کرنا، خیانت کرنا۔ (تحفة الأحوذي: 453/4)

فائدہ: دھوکا اور خیانت اس خیر خواہی اور ہمدردی کے منافی ہے جس کا ہم سے شریعت کا مطالبہ ہے، اس لیے دھوکا اور خیانت کرنے والا، یا سامان کے عیب چھپانے والا مسلمانوں کے رویے اور طرز عمل سے انحراف کرنے والا ٹھہرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ دغا اور دھوکا کرنے والا ہم میں سے نہیں کیونکہ اس نے ہمارے طریقے اور طرز عمل کو چھوڑ دیا ہے۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي اسْتِقْرَاضِ الْبَعِيرِ أَوِ الشَّيْءِ مِنَ الْحَيَوَانِ [أَوِ السِّنِّ] (التحفة ٥)

باب:75۔ اونٹ یا کوئی اور حیوان ادھار لینا

١٣١٦- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ صَالِحٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ

[1316] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خاص عمر کا اونٹ ادھار لیا اور اس سے

◄◄ وبريدة [حارث بن أبي أسامة/ المطالب العالية: ٣/ ٧١، ح: ٢٩٠٥]، وأبي بردة بن نيار [أحمد: ٣/ ٤٦٦، ٤/ ٤٥]، وحذيفة ابن اليمان [الطبراني في الأوسط: ١/ ٥٢٩، ح: ٩٩٧].

١٣١٦- أخرجه مسلم، المساقاة، باب جواز اقتراض الحيوان واستحباب توفيته خيرًا مما عليه، ح: ١٦٠١ عن أبي كريب، والبخاري، ح: ٢٣٠٥ من حديث سلمة بن كهيل به ※ وفي الباب عن أبي رافع [يأتي: ١٣١٨].

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: اسْتَقْرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سِنًّا فَأَعْطَاهُ سِنًّا خَيْرًا مِّنْ سِنِّهِ وَقَالَ: «خِيَارُكُمْ أَحَاسِنُكُمْ قَضَاءً».

بہتر عمر کا ادا کیا، اور فرمایا: ''تم میں بہتر وہی لوگ ہیں جو ادائیگی میں بہتر ہیں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَمْ يَرَوْا بِاسْتِقْرَاضِ السِّنِّ بَأْسًا مِّنَ الْإِبِلِ. وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ.

اس مسئلے میں ابو رافع رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اسے سلمہ بن کہیل سے شعبہ اور سفیان بھی بیان کرتے ہیں۔ بعض اہل علم کا عمل اس پر ہے۔ ان کے نزدیک خاص عمر کا اونٹ قرض لینے میں کوئی حرج نہیں۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ جائز نہیں۔

فائدہ: کوئی حیوان ادھار لینا کہ تمھیں ہم حیوان ہی واپس کریں گے، جمہور علماء، شافعی، مالک اور احمد کے نزدیک اس صحیح حدیث کی روشنی میں جائز ہے اور بعد میں بلاشرط اس سے بہتر دینا بھی درست ہے لیکن امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور وہ اس حدیث کو بلا دلیل منسوخ قرار دیتے ہیں۔ (شرح مسلم ازنووي: 52/1، وتحفة الأحوذي: 454/4، 455)

١٣١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلًا تَقَاضٰى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «دَعُوهُ، فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا» ثُمَّ قَالَ: «اشْتَرُوا لَهُ بَعِيرًا، فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ» فَطَلَبُوهُ فَلَمْ يَجِدُوا إِلَّا سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ. فَقَالَ: «اشْتَرُوهُ فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ، فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً».

[1317] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا اور آپ کو سخت الفاظ کہے۔ آپ کے ساتھیوں نے اسے مارنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے (کچھ نہ کہو) چھوڑ دو، کیونکہ حق دار کو بات کہنے کا حق ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے اونٹ خریدو اور وہ اسے دے دو۔'' ساتھیوں نے اونٹ (خریدنے کے لیے) تلاش کیا تو انھیں اس کے اونٹ سے بہتر عمر کا اونٹ مل سکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہی خریدلو اور اسے دے دو۔ بلاشبہ تم میں بہتر وہی ہے جو ادائیگی میں بہتر ہو۔''

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، نَحْوَهُ.

محمد بن بشار کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند بیان کیا گیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٣١٧ـ أخرجه البخاري، الوكالة، باب الوكالة في قضاء الديون، ح: ٢٣٠٦ ومسلم، ح: ١٦٠١ من حديث شعبة به.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

فائدہ: اگر کسی کا کسی کے ذمے کوئی حق، قرض وغیرہ ہو اور وہ اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول اور تاخیر سے کام لے تو وہ مطالبے میں سختی کرسکتا ہے۔ دوسروں سے اس کا شکوہ شکایت کرسکتا ہے۔ اسے ڈانٹ سکتا ہے یا اس کے خلاف دعویٰ دائر کرسکتا ہے۔ اگرچہ حق دار، قرض خواہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بلاوجہ سختی کی اور قرض کی فوری واپسی کا مطالبہ کیا تھا جو وعدے میں شامل نہیں تھا، لیکن چونکہ اس سے مسئلہ بیان کرنے کی ضرورت پیدا ہوگئی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے مسئلے کی وضاحت فرمادی۔

١٣١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ مَوْلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: اسْتَسْلَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَكْرًا. فَجَاءَتْهُ إِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَةِ. قَالَ أَبُو رَافِعٍ. فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ. فَقُلْتُ: لَا أَجِدُ فِي الْإِبِلِ إِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَعْطِهِ إِيَّاهُ، فَإِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً».

[1318] رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نوجوان اونٹ قرض لیا، پھر آپ کے پاس صدقے کے اونٹ آ گئے تو ابورافع کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس آدمی کا جوان اونٹ ادا کردوں۔ تو میں نے عرض کی: مجھے اونٹوں میں اس کے اونٹ سے بہتر چار دانتا (چھ سال کا) اونٹ ہی ملتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے وہی دے دو کیونکہ بہتر لوگ وہی ہیں جو ان میں ادائیگی میں بہتر ہوں۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہ اونٹ رسول اللہ ﷺ نے ذاتی ضرورت کے لیے قرض لیا تھا، پھر جب صدقے کے اونٹ آئے تو آپ نے ان میں سے ایک اونٹ خرید کر قرض خواہ کو ادا کر دیا، اور اس کے اونٹ سے عمدہ اونٹ واپس کیا کیونکہ اچھے لوگوں کا یہی شیوہ ہے جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ وہ اونٹ نبی ﷺ نے مسلمانوں کی ضرورت کے لیے قرض لیا تھا، اس لیے اس کی ادائیگی صدقے کے اونٹوں سے کی۔ اور وہ آدمی خود چونکہ ضرورت مند تھا، اس لیے آپ ﷺ نے اسے بہتر اونٹ واپس کیا تاکہ قرض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس کی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔

(المعجم ...) بَابُ [مَا جَاءَ فِي سَمْحِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْقَضَاءِ] (التحفة ٧٦)

باب: ...... خرید وفروخت اور ادائیگی میں سہولت اور آسانی پیدا کرنا

١٣١٩ - أَخْبَرَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ

[1319] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

١٣١٨ ـ أخرجه مسلم، المساقاة، باب جواز اقتراض الحيوان واستحباب توفيته خيرًا مما عليه، ح: ١٦٠٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ٢/ ٦٨٠.

١٣١٩ ـ أخرجه الحاكم: ٢/ ٥٦ وصححه ووافقه الذهبي، انظر الصحيحة للألباني، ح: ٨٩٩ * وفي الباب عن جابر ››

سُلَيْمَانَ [الرَّازِيُّ] عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ يُحِبُّ سَمْحَ الْبَيْعِ، سَمْحَ الشِّرَاءِ، سَمْحَ الْقَضَاءِ». [قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ].

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اس شخص سے جو بیچنے میں بااخلاق، نرم خو، خریدنے میں فراخ دل، نرم خو اور ادائیگی میں عمدہ اور بہترین ہو۔'' اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ بعض نے یونس کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سعید مقبری کے واسطے سے بیان کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپس کے معاملات، لین دین اور خرید وفروخت میں انسان کا رویہ نرم اور فراخ دلانہ ہونا چاہیے۔ اپنے حق کی وصولی میں چشم پوشی اور سیر چشمی سے کام لینا چاہیے۔ چیز فروخت کرتے وقت ترازو جھکا ہو۔ اور خریدتے وقت رقم کی ادائیگی میں خوش دلی اور فراخ دلی سے کام لیا جائے۔ قرض کی وصولی میں مقروض کو آسانی اور مہلت دی جائے۔

١٣٢٠ - حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «غَفَرَ اللهُ لِرَجُلٍ كَانَ قَبْلَكُمْ، كَانَ سَهْلًا إِذَا بَاعَ، سَهْلًا إِذَا اشْتَرٰى، سَهْلًا إِذَا اقْتَضٰى».

[1320] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے محض اس لیے بخش دیا کہ وہ فروخت کرتے وقت نرمی اختیار کرتا تھا، خریدتے وقت فراخ دل تھا اور وصول کرنے میں نرم تھا۔''

[قَالَ:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

یہ حدیث اس سند سے غریب صحیح حسن ہے۔

فائدہ: متفق علیہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ کاروبار اور خریدوفروخت کا معاملہ کرتا تھا تو اس کا رویہ درگزر اور احسان کا ہوتا تھا۔ اصحاب دولت اور پیسے والوں کو مہلت دیتا تھا۔ غریب اور مفلس لوگوں کو بعض یا سارا قرض معاف کردیتا تھا اور یہ کام اس جذبے سے کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اس طرز عمل کے سبب اس سے درگزر فرمائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ظن کے مطابق، اس سے درگزر اور احسان کا معاملہ فرمایا اور اسے جنت میں داخل کردیا۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، باب من أنظر معسرا، حديث: 2078)

» [يأتي: ١٣٢٠].

١٣٢٠ـ أخرجه أحمد: ٣/ ٣٤٠ عن عبدالوهاب به، ورواه البخاري، ح: ٢٠٧٦ من حديث محمد بن المنكدر به.

(المعجم ٦) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ٧٧)

باب: 76۔ مسجد میں خرید وفروخت منع ہے

١٣٢١ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَارِمٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُولُوا: لَا أَرْبَحَ اللهُ تِجَارَتَكَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ فِيهِ ضَالَّةً فَقُولُوا: لَا رَدَّ اللهُ عَلَيْكَ».

[1321] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم کسی کو مسجد میں (کوئی چیز) فروخت کرتے یا خریدتے دیکھو تو کہو: اللہ تمھارا سودا نفع بخش نہ کرے۔ اور جب تم کسی شخص کو اس میں گمشدہ چیز کا اعلان کرتے دیکھو تو کہو: اللہ تمھاری چیز واپس نہ لوٹائے۔“

حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، كَرِهُوا الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ فِي الْمَسْجِدِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ فِي الْمَسْجِدِ.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک مسجد میں خرید وفروخت جائز نہیں۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم نے مسجد میں خرید وفروخت کی رخصت دی ہے۔

[آخِرُ كِتَابِ الْبُيُوعِ وَأَوَّلُ كِتَابِ الْأَحْكَامِ]

فائدہ: مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں جہاں انسان کچھ وقت کے لیے دنیوی معاملات سے الگ تھلگ ہوکر یاد الٰہی، ذکر وفکر، تلاوت اور نماز میں مشغول ہوکر اللہ تعالیٰ سے لو لگاتا ہے۔ اگر ان میں بھی دنیوی مشاغل، لین دین اور اعلانات کی اجازت دے دی جائے تو مساجد کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے، اور لوگوں کی توجہ مسجد میں بھی دنیوی امور کی طرف بٹی رہتی ہے اور دلجمعی سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور انابت ممکن نہیں ہوتی، اس لیے مساجد میں خرید وفروخت اور اعلانات درست نہیں۔

١٣٢١ـ أخرجه النسائي في عمل اليوم والليلة، ح: ١٧٦ من حديث عبدالعزيز الدراوردي به وصححه ابن خزيمة، ح: ١٣٠٥ وابن حبان، ح: ٣١٣ والحاكم على شرط مسلم: ٢/ ٥٦ ووافقه الذهبي، ورواه مسلم، ح: ٥٦٨ من حديث أبي هريرة.

قاضیوں، امراء اور فیصلہ جات کے متعلقہ مسائل

انسان ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتے ہیں۔ تمام لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کرنا کسی انسان کے لیے ممکن نہیں، اس لیے اسلام ایک صحیح اسلامی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کرتا ہے، پھر ایک سوسائٹی یا معاشرے میں آپس کے اختلافات و تنازعات اور جھگڑوں کا ابھرنا، ایک فطری عمل ہے، اس لیے مختلف قسم کے جھگڑوں اور تنازعات میں ان کا فیصلہ کرنا، حق داروں کو ان کا حق دلوانا، سزا اور تعزیر کے مستحق مجرموں، قاتلوں، رہزنوں، چوروں اور ڈاکوؤں کا محاسبہ اور مؤاخذہ کرنے کے لیے نظام عدالت کا قیام ایک انسانی معاشرے کی ناگزیر ضرورت ہے۔ اسلام چونکہ ایک الٰہی ضابطۂ حیات اور دستور زندگی ہے، اس لیے اس میں انسانی معاملات کے دوسرے ابواب اور شعبوں کی طرح اس کے لیے انتہائی سنہرے اور انتہائی مفید اصول و ضوابط مقرر کیے ہیں۔ اس سلسلے میں نبی ﷺ نے عدل و انصاف کے ذمے دار حضرات قاضیوں اور حاکموں کو سخت تاکید فرمائی ہے کہ وہ اس ذمے داری کو مقدور بھر اپنی بصیرت و فہم کی آخری حدود تک فکر آخرت اور خشیتِ الٰہی کے جذبات کے ساتھ عدل و انصاف کے ساتھ سرانجام دینے کی پوری کوشش کریں۔ ایسا کرنے والوں کو آپ نے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور توفیق و رہنمائی اور آخرت میں عظیم انعامات اور بلند مراتب کے ملنے کی بشارتیں اور خوش خبریاں سنائیں۔ اگر نادانستہ اجتہادی غلطی ہو جائے تو اس پر مؤاخذہ اور پکڑ نہ ہونے بلکہ نیک نیتی اور حق تک پہنچنے کے لیے کوشش کرنے پر اجر و ثواب ملنے کی خوش خبری سنائی۔ اس کے برعکس جانبداری اور رشوت لے کر بے انصافی کرنے والے حاکموں کو اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے ڈرایا اور سخت وعیدیں سنائیں اور یہ بھی ہدایت فرمائی کہ صرف ایسے لوگوں کو حاکم اور قاضی مقرر کیا جائے جو اس عہدے اور منصب کے حریص اور خواہش مند نہ ہوں۔ اسی طرح نبی ﷺ نے قاضی اور عدالت سے متعلق دوسرے امور کے بارے میں بھی ہدایات اور تعلیمات دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ١٣) أَبْوَابُ الْأَحْكَامِ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ (التحفة ١١)

قاضیوں، امراء اور فیصلہ جات کے متعلقہ مسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْقَاضِي (التحفة ١)

باب:1۔ قاضی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین

١٣٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى [الصَّنْعَانِيُّ]: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الْمَلِكِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ أَنَّ عُثْمَانَ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ: اذْهَبْ فَاقْضِ بَيْنَ النَّاسِ قَالَ: أَوَ تُعَافِينِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَالَ: فَمَا تَكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ وَقَدْ كَانَ أَبُوكَ يَقْضِي؟ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ كَانَ قَاضِيًا فَقَضٰى بِالْعَدْلِ، فَبِالْحَرِيِّ أَنْ يَنْقَلِبَ مِنْهُ كَفَافًا». فَمَا أَرْجُو بَعْدَ ذٰلِكَ؟.

[1322] عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: جاؤ! لوگوں کے درمیان (اختلافات وتنازعات اور جھگڑوں کے) فیصلے کرو۔ انھوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے (اس سے) معاف نہیں کریں گے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اسے کیوں ناپسند کرتے ہو جبکہ تمھارا باپ فیصلے کیا کرتا تھا؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جو قاضی بنا اور فیصلے عادلانہ کیے تو وہ اس کا حقدار ہے کہ اس سے برابر برابر چھوٹ جائے۔'' تو اب میں اس کے بعد کیا امید رکھ سکتا ہوں؟

وَفِي الْحَدِيثِ [قَالَ] قِصَّةٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ عِنْدِي بِمُتَّصِلٍ وَعَبْدُ الْمَلِكِ

اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت غریب ہے۔ میرے

١٣٢٢ـ [ضعيف] أخرجه أبو يعلى: ١٠/ ٩٣، ح: ٥٧٢٧ وابن حبان، ح: ١١٩٥ من حديث المعتمر به عبدالملك مجهول (تقريب) * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ١٣٢٥].

الَّذِي رَوٰى عَنْهُ الْمُعْتَمِرُ هٰذَا، هُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ.

نزدیک اس کی سند متصل نہیں، (کیونکہ عبداللہ بن موہب کو سیدنا عثمان سے سننے کا موقع نہیں ملا) معتمر کے استاد عبدالملک سے مراد عبدالملک بن ابی جمیلہ ہے۔

فائدہ: جب قاضی عادلانہ فیصلہ کرنے کی صورت میں برابر برابر چھوٹے گا، نہ اس پر گناہ ہوگا اور نہ اسے اجر وثواب حاصل ہوگا تو پھر اس مشکل منصب کو قبول کرنے کا کیا فائدہ؟ اس لیے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بار بار اصرار کرنے کے باوجود یہ ذمے داری قبول نہ کی۔ اور اس میں یہ قصہ بھی ہے کہ جب سیدنا عثمان نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بار بار انکار کرنے پر فرمایا: میں تم پر لازم قرار دیتا ہوں کہ جاؤ اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ جلدی نہ فرمائیں! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: ''جس نے اللہ کی پناہ چاہی تو اس نے حتمی پناہ طلب کی، تو میں قاضی بننے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' سیدنا عثمان نے کہا: تمھارے لیے کیا رکاوٹ ہے جبکہ تمھارا باپ فیصلے کیا کرتا تھا؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میرے لیے رکاوٹ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ''جو قاضی بنا اور جہالت و ناواقفیت پر مبنی فیصلے کیے وہ دوزخی ہوگا۔ جو قاضی بنا اور ظلم و زیادتی پر مبنی فیصلے کیے وہ دوزخی ہوگا۔ اور جو قاضی بنا اور حق و انصاف پر مبنی فیصلے کیے، اس نے اپنے لیے برابر برابر چھوٹنے کا سوال کیا۔'' تو اب اس کے بعد میں کیا امید رکھ سکتا ہوں؟ (تحفة الأحوذي: 458/4)

١٣٢٢م- [حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ بِشْرٍ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ: قَاضِيَانِ فِي النَّارِ، وَقَاضٍ فِي الْجَنَّةِ: رَجُلٌ قَضٰى بِغَيْرِ الْحَقِّ فَعَلِمَ ذَاكَ فَذَاكَ فِي النَّارِ، وَقَاضٍ لَا يَعْلَمُ فَأَهْلَكَ حُقُوقَ النَّاسِ فَهُوَ فِي النَّارِ، وَقَاضٍ قَضٰى بِالْحَقِّ فَذٰلِكَ فِي الْجَنَّةِ»].

[1322] (م) سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''قاضی (جج یا حاکمان عدالت) تین قسم کے ہیں، ان میں سے دو دوزخ کے مستحق ہیں اور ایک جنتی ہے: وہ قاضی جس نے جان بوجھ کر ناحق فیصلہ کیا تو وہ دوزخی ہے۔ اور وہ قاضی جو علم اور واقفیت نہیں رکھتا، اس لیے لوگوں کے حقوق برباد کرتا ہے، وہ بھی دوزخ کا مستحق ہے۔ اور وہ قاضی جو حق کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، وہ جنتی ہے۔''

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو انسان فیصلہ کرنے کی صلاحیت و استعداد نہیں رکھتا اور فیصلہ کرنے کے آداب و شروط اور علم سے ناواقف ہے اور اس کے باوجود فیصلہ کرنے کی جرأت کرتا ہے، وہ دوزخ خریدتا ہے۔ اسی طرح جو قاضی اور حاکم حق کو سمجھتا ہے، اس کے باوجود ناحق فیصلہ کرتا ہے، وہ بھی دوزخ کا مستحق ہے۔ صرف وہی حاکم و قاضی جنت کا حقدار ہے جو عدالت کے علم سے آگاہ اور حق و انصاف پر مبنی فیصلے کرتا ہے، اس لیے قاضی بننا بڑی آزمائش ہے اور بہت خطرناک کام ہے جیسا کہ اگلی روایات سے واضح ہے۔

١٣٢٢- رواه أبو داود، القضاء، باب: في القاضي يخطىء، ح:٣٥٧٣ وابن ماجه، ح:٢٣١٥ من حديث ابن بريدة، الأعمش وشريك عنعنا به وله طريق آخر قوي عند الطحاوي (٥٥) وللحديث شاهد عند الطبراني (مجمع: ٤/ ١٩٣).

١٣٢٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ بِلَالِ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ سَأَلَ الْقَضَاءَ، وُكِلَ إِلَى نَفْسِهِ، وَمَنْ أُجْبِرَ عَلَيْهِ، يُنْزِلُ اللهُ عَلَيْهِ مَلَكًا فَيُسَدِّدُهُ».

[1323] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے قضا کا منصب مانگا، اسے اس کے نفس کے حوالے کیا جائے گا اور جسے اس پر مجبور کیا گیا، اللہ تعالیٰ اس پر فرشتہ نازل فرمائے گا جو اسے ٹھیک ٹھیک چلائے گا۔''

فائدہ: اس حدیث اور اگلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومتی منصب یا عدالتی عہدہ اپنے نفس کی خواہش پر لینا، اس کا طالب ہونا اور اس کی درخواست کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق و رہنمائی سے محرومی کا سبب بنتا ہے اور ایسا انسان اپنے نفس اور ذات کے حوالے کر دیا جاتا ہے کہ تم خود ہی اس ذمے داری سے نمٹو جو بہت مشکل اور بڑا خطرناک کام ہے۔ اور جسے اس کی خواہش اور طلب کے بغیر اس کام پر مجبور کیا جائے اور وہ لوگوں کے مجبور کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد کرتے ہوئے اس ذمے داری کو قبول کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد اور رہنمائی کے لیے ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جو اسے راہ راست پر چلائے گا اور اسے صحیح اور عادلانہ فیصلہ کرنے کی توفیق ملے گی۔

١٣٢٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى الثَّعْلَبِيِّ، عَنْ بِلَالِ بْنِ مِرْدَاسٍ الْفَزَارِيِّ، عَنْ خَيْثَمَةَ - وَهُوَ الْبَصْرِيُّ - عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنِ ابْتَغَى الْقَضَاءَ، وَسَأَلَ فِيهِ شُفَعَاءَ، وُكِلَ إِلَى نَفْسِهِ. وَمَنْ أُكْرِهَ عَلَيْهِ، أَنْزَلَ اللهُ عَلَيْهِ مَلَكًا يُسَدِّدُهُ».

[1324] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے قضا کا منصب طلب کیا اور اس کے لیے سفارشی ڈھونڈے، اسے اس کے نفس کے سپرد کیا جائے گا، اور جسے اس پر مجبور کیا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ فرشتہ نازل فرمائے گا جو اسے حق و راستی پر قائم رکھے گا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَهُوَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور مذکورہ بالا اسرائیل کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: اس باب کی مذکورہ تمام حدیثیں ضعیف ہیں، تاہم ان کے مجموعی مفہوم کی تائید آنے والی اگلی دو حدیثوں سے ہوتی ہے جو صحیح ہیں۔

١٣٢٥- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا

[1325] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

١٣٢٣ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الأحكام، باب ذكر القضاة، ح:٢٣٠٩ من حديث وكيع به * عبدالأعلى الثعلبي ضعيف.

١٣٢٤ـ [ضعيف] انظر الحديث السابق.

١٣٢٥ـ أخرجه أبو داود، القضاء، باب: في طلب القضاء، ح:٣٥٧١ عن نصر بن علي به وصححه الحاكم: ٤/ ٩١ ووافقه الذهبي، وله شواهد.

الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ وَلِيَ الْقَضَاءَ، أَوْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ، فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ».

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو قضا و فیصلے کا ذمے دار بنا، یا لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے پر مقرر کیا گیا تو وہ (ایسے ہے جیسے) بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ أَيْضًا مِّنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور سند سے بھی بیان کی گئی ہے۔

فائدہ: جس آدمی کو ذبح کرنے کے لیے چھری وغیرہ سے ذبح کیا جائے تو وہ بہت جلد تکلیف و اذیت سے چھٹکارا حاصل کرلے گا لیکن اگر کسی کو کسی آلے یا چھری کے بغیر ذبح کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کا کام جلدی تمام نہیں ہوسکے گا اور ایک لمبے وقت تک تکلیف واذیت سے دوچار رہے گا۔ حدیث کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ منصب و عہدہ قبول کرنا اور قاضی یا حاکم بننا اپنے آپ کو ایک بہت بڑی آزمائش اور لمبی مصیبت میں ڈالنا ہے۔ یہ کوئی پھولوں کی سیج نہیں بلکہ کانٹوں بھرا تاج ہے، اس لیے اس ذمے داری اور منصب کو سوچ سمجھ کر قبول کرنا چاہیے۔ اس کے لیے آرزو، تمنا یا خواہش نہیں کرنی چاہیے۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقَاضِي يُصِيبُ وَيُخْطِئُ (التحفة ٢)

باب:2۔ قاضی صحیح فیصلہ بھی کرتا ہے اور غلطی بھی کرتا ہے

١٣٢٦ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ وَّاحِدٌ».

[1326] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب حاکم و قاضی (کسی معاملے کا) فیصلہ کرنا چاہے اور (فیصلہ درست کرنے کے لیے) کوشش کرے اور (اس کے نتیجے میں) صحیح فیصلہ کرے تو اسے دوہرا اجر ملے گا۔ اگر اس نے (حقیقت کو جاننے اور صحیح فیصلہ کرنے کے لیے) کوشش کی (غور وفکر سے کام لیا) اس کے باوجود غلطی کر گیا تو بھی اسے ایک اجر ملے گا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ

اس مسئلے میں عمرو بن عاص اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیثیں آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا

١٣٢٦ـ أخرجه النسائي، آداب القضاء، باب الإصابة في الحكم: ٨/ ٢٢٤، ح: ٥٣٨٣ من حديث عبدالرزاق، والبخاري، ح: ٧٣٥٢ ومسلم، ح: ١٧١٦ من حديث أبي بكر بن محمد به * وفي الباب عن عمرو بن العاص [مسلم، ح: ١٧١٦ والبخاري، ح: ٧٣٥٢]، وعقبة بن عامر [أحمد: ٤/ ٢٠٥].

حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ، لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں یحییٰ بن سعید کی یہ روایت سفیان ثوری سے صرف عبدالرزاق کی سند سے بیان کی گئی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر حاکم و قاضی یا مجتہد کسی معاملے اور مسئلے میں حق وصواب جاننے کے لیے بھرپور محنت وکوشش کرے اور اس کے ہر پہلو اور ہر جانب پر غوروفکر کرے اور وہ مطلوبہ استعداد وصلاحیت کا حامل بھی ہو تو صحیح فیصلے کرنے اور صحیح استنباط کرنے کی صورت میں اسے دوہرا اجر ملے گا، ایک صحیح فیصلے کے لیے غوروفکر اور محنت وکوشش کرنے کا اور دوسرا صحیح فیصلہ کرنے کا۔ لیکن اگر امکان بھر کوشش کے باوجود حق وصواب تک اس کی رسائی نہ ہوسکی اور اس نے غلط فیصلہ کر دیا، تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک اجر وثواب کا مستحق ہوگا کیونکہ اس کی نیت حق وصواب تک پہنچنے کی تھی اور اس کے لیے اس نے غوروفکر میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقَاضِي كَيْفَ يَقْضِي (التحفة ٣)

باب: 3۔ قاضی کو فیصلہ کیسے کرنا چاہیے؟

١٣٢٧- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ [الثَّقَفِيِّ]، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ رِّجَالٍ مِّنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ، عَنْ مُّعَاذٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: «كَيْفَ تَقْضِي»؟ فَقَالَ: أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللهِ. قَالَ: «فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ»؟ قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. قَالَ: «فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟» قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي. قَالَ: «الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ [ﷺ]».

[1327] سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں یمن کی طرف بھیجا تو آپ نے پوچھا: ”(جب تمھارے سامنے کوئی مقدمہ اور قضیہ پیش ہوگا تو) تم فیصلہ کس طرح کرو گے؟“ انھوں نے عرض کی: میں اللہ کی کتاب کے حکم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ”اگر کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ہوا تو؟“ انھوں نے عرض کی: پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ اس پر آپ نے پوچھا: ”(اگر اس کے بارے میں حکم یا ہدایت) رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی نہ ملی (تو کیا کرو گے؟)“ انھوں نے جواب دیا: اپنی رائے سے کوشش کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حمد وشکر اس اللہ کے لیے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو صحیح بات کی توفیق بخشی۔“

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث سند کے اعتبار سے ائمۂ حدیث کے نزدیک درست نہیں ہے لیکن بقول حافظ ابن قیم، یہ اس

١٣٢٧ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، القضاء، باب اجتهاد الرأي في القضاء، ح: ٣٥٩٢ من حديث شعبة به، وضعفه البخاري والدارقطني والعقيلي وغيرهم * الحارث بن عمرو: مجهول (تقريب) ورجال من أصحاب معاذ: مجاهيل، وفيه علة أخرى.

قدر معروف و مشہور ہے کہ تمام اہل علم نے اسے نقل کیا ہے اور اسے بطور دلیل و حجت پیش کیا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 463/4) اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرات محدثین کے مقررہ معیار کی رو سے یہ حدیث ضعیف ہے اگرچہ تمام ائمہ اور فقہاء نے اسے قبول کیا ہے اور اس کی بنیاد پر قیاس و اجتہاد سے کام لیا ہے۔ لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ جب ائمہ فقہاء نے اسے قبول کیا ہے تو اس کی صحت کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کی قبولیت اور شہرت کی وجہ بلا تحقیق نقل در نقل ہے اور تحقیق کے بعد اگر وہ روایت ہی پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے تو ائمہ و فقہاء کے اس کو مدارِ استدلال بنانے سے وہ روایت صحیح نہیں ہو جائے گی بلکہ وہ ضعیف اور نا قابل استدلال ہی رہے گی، اور اس سے جو کچھ استدلال کیا گیا ہوگا، وہ بھی ساقط الاعتبار ہوگا۔ ② جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ روایت معناً صحیح ہے تو یہ بات بھی علی الاطلاق صحیح نہیں۔ اس میں ''اجتہاد'' والی بات تو صحیح ہے، یعنی اگر کسی چیز کے متعلق قرآن و حدیث میں کوئی صراحت (نص) نہ ہو تو اس کے متعلق اجتہاد ناگزیر ہے۔ لیکن اس میں دوسری بات جو کہی گئی ہے کہ پہلے قرآن کو دیکھا جائے گا، پھر سنت کو۔ یہ ترتیب اگرچہ مشہور ہے لیکن غیر صحیح ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ہر مسئلے کے متعلق بیک وقت قرآن و حدیث کا دیکھنا ضروری ہے، اس لیے کہ قرآن کے احکام مجمل ہیں اور احادیث میں قرآنی اجمالات کی تفصیل و توضیح اور تبیین و تشریح ہے، اس لیے محض قرآن کا دیکھ لینا کافی نہیں بلکہ اس کے علاوہ قرآن کی قولی یا عملی تشریح (حدیثِ رسول) کو بھی ساتھ ساتھ دیکھنا ضروری ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (سلسلة الأحاديث الضعيفة للألباني: 2/273-286، حديث: 881)

١٣٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَمْرٍو، ابْنِ أَخٍ لِّلْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ أُنَاسٍ مِّنْ أَهْلِ حِمْصَ، عَنْ مُّعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِهِ.

[1328] محمد بن بشار کی سند سے مندرجہ بالا کی مانند بیان کیا گیا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ عِنْدِي بِمُتَّصِلٍ. وَّأَبُو عَوْنٍ الثَّقَفِيُّ، اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہمارے علم میں اسی سند سے بیان کی گئی ہے اور میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں۔ اور ابوعون ثقفی کا نام محمد بن عبید اللہ ہے۔

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِمَامِ الْعَادِلِ (التحفة ٤)

باب: 4۔ امام عادل کا مقام

١٣٢٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ، عَنْ

[1329] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو

١٣٢٨- [ضعيف] انظر الحديث السابق.

١٣٢٩- [ضعيف] أخرجه أحمد: ٣/ ٢٢ من حديث فضيل بن مرزوق به وهو ضعيف وعطية العوفي ضعيف مدلس * وفي الباب عن عبدالله بن أبي أوفى [يأتي: ١٣٣٠].

عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا، إِمَامٌ عَادِلٌ، وَأَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللهِ، وَأَبْعَدَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ جَائِرٌ».

سب لوگوں سے زیادہ محبوب اور مقام و مرتبے کے اعتبار سے (اللہ تعالیٰ کے) سب سے زیادہ قریب وہ امیر اور حاکم ہوگا جو عدل و انصاف سے حکومت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب لوگوں سے زیادہ مبغوض اور قابل نفرت اور مقام و مرتبے میں اس (اللہ تعالیٰ) سے سب سے زیادہ دور وہ حاکم ہوگا جو ظلم و زیادتی سے کام لیتا ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ [عَبْدِاللهِ] بْنِ أَبِي أَوْفَى.
[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث بیان کی گئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں صرف اسی سند سے منقول ہے۔

١٣٣٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو بَكْرٍ الْعَطَّارُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ [عَبْدِاللهِ] بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «[إِنَّ] اللهَ مَعَ الْقَاضِي مَا لَمْ يَجُرْ. فَإِذَا جَارَ تَخَلَّى عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشَّيْطَانُ».

[1330] سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک قاضی کے ساتھ ہوتا ہے (اسے اس کی توفیق و مدد حاصل رہتی ہے) جب تک وہ (عدل و انصاف کا دامن نہیں چھوڑتا اور) ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔ جب وہ ظلم و زیادتی کرتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوجاتا ہے (اس کی توفیق اور اعانت سے محروم ہوجاتا ہے) اور شیطان اس کے ساتھ چمٹ جاتا ہے (اس کا ہمدم اور رفیق بن جاتا ہے۔)''

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف عمران قطان بیان کرتا ہے۔

فائدہ: جب تک حاکم اور قاضی کی نیت اور کوشش یہ رہتی ہے کہ میں حق و انصاف کے مطابق فیصلہ کروں اور مجھ سے ناانصافی سرزد نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد و نصرت حاصل رہتی ہے، لیکن جب وہ ظلم و زیادتی اور بے انصافی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور رہنمائی سے محروم ہوجاتا ہے، اور پھر شیطان اس کا رفیق اور ہمدم بن جاتا ہے، جو اسے راہ راست پر نہیں آنے دیتا اور اسے غلط کاموں پر اکساتا رہتا ہے۔ اسی لیے ایسے بدعنوان جج رشوت لے لے کر انصاف کا خون

١٣٣٠ـ صححه ابن حبان، ح: ١٥٤٠ والحاكم: ٤/ ٩٣ ووافقه الذهبي ورواه ابن ماجه، ح: ٢٣١٢ من حديث عمران القطان به بالاختلاف في السند وسنده حسن.

کرتے اور بڑے بڑے مجرموں اور قاتلوں کو بری کر دیتے ہیں۔ ھداھم اللہ تعالیٰ.

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقَاضِي لَا يَقْضِي بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَهُمَا (التحفة ٥)

باب:5۔ قاضی فریقین کی بات چیت سنے بغیر فیصلہ نہ کرے

١٣٣١ – حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا تَقَاضٰى إِلَيْكَ رَجُلَانِ، فَلَا تَقْضِ لِلْأَوَّلِ حَتّٰى تَسْمَعَ كَلَامَ الْآخَرِ، فَسَوْفَ تَدْرِي كَيْفَ تَقْضِي».

قَالَ عَلِيٌّ: فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا بَعْدُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[1331] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''جب تمھارے پاس دو آدمی کوئی مقدمہ فیصلے کے لیے لائیں تو تم پہلے آدمی کے حق میں فیصلہ نہ کر دینا جب تک دوسرے آدمی کی بات نہ سن لو۔ ایسا کرو گے تو از خود سمجھ لو گے کہ تم نے کس طرح اور کیسا فیصلہ کرنا ہے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں ہمیشہ قاضی رہا۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: حضور میری عمر بہت کم ہے اور میں مقدمات و نزاعات کا فیصلہ کرنا بھی نہیں جانتا، تو آپ ﷺ نے انھیں اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھاری مدد اور رہنمائی فرمائے گا اور تم سے صحیح فیصلے کرائے گا اور ساتھ ہی یہ انتہائی اہم اور بنیادی ہدایت فرمائی کہ جب تمھارے سامنے کوئی فیصلہ طلب معاملہ آئے تو تم جب تک دونوں فریقوں کی بات نہ سن لو، اس وقت تک کوئی رائے قائم نہ کرنا اور فیصلہ نہ دینا۔ جب تم دونوں فریقوں کا بیان و کلام سن لو گے اور اس پر غور و فکر کرو گے تو تمھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی ملے گی اور تم صحیح فیصلہ کر سکو گے۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِمَامِ الرَّعِيَّةِ (التحفة ٦)

باب:6۔ رعایا کے امیر و امام کا بیان

١٣٣٢ – حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ: حَدَّثَنِي أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ لِمُعَاوِيَةَ: إِنِّي

[1332] سیدنا عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو حاکم و امیر اپنا دروازہ ضرورت مندوں، محتاجوں اور

١٣٣١ـ [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه أحمد: ١/ ٩٠ عن حسين الجعفي، وأبو داود، ح: ٣٥٨٢ من حديث سماك به وصححه الحاكم: ٤/ ٩٣ والذهبي ❊ حنش بن المعتمر ضعيف ولكن تابعه ابن عباس عند ابن حبان (٥٠٦٥) وللحديث شواهد معنوية.

١٣٣٢ـ أخرجه أحمد: ٤/ ٢٣١ من حديث علي بن الحكم به وصححه الحاكم: ٤/ ٩٤ ووافقه الذهبي وللحديث شواهد عند أبي داود، ح: ٢٩٤٨ وأحمد: ٥/ ٢٣٨ وغيرهما، انظر الحديث الآتي.

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ إِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهُ دُونَ ذَوِي الْحَاجَةِ وَالْخَلَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ، إِلَّا أَغْلَقَ اللهُ أَبْوَابَ السَّمَاءِ دُونَ خَلَّتِهِ وَحَاجَتِهِ وَمَسْكَنَتِهِ». فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ.

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ. وَعَمْرُو بْنُ مُرَّةَ الْجُهَنِيُّ، يُكْنٰى أَبَا مَرْيَمَ.

١٣٣٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، عَنْ أَبِي مَرْيَمَ صَاحِبِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَاهُ [وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ شَامِيٌّ، وَبُرَيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ كُوفِيٌّ، وَأَبُو مَرْيَمَ هُوَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ الْجُهَنِيُّ].

مسکینوں کے لیے بند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت، ضرورت اور مسکینی وفقر کے سامنے آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہے۔'' چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی ضرورتیں جاننے کے لیے ایک آدمی مقرر کر دیا۔

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے اور یہ دوسری سند سے بھی آئی ہے۔ اور عمرو بن مرہ جہنی کی کنیت ابومریم ہے۔

[1333] علی بن حجر کی سند سے بواسطہ یزید بن ابی مریم سیدنا ابومریم رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا کے ہم معنی آئی ہے۔ یزید بن ابی مریم شامی ہے اور برید بن ابی مریم نامی راوی کوفی ہے۔ ابومریم سے مراد سیدنا عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل یہ تھا کہ ضرورت مند لوگ بلا روک ٹوک ان تک پہنچ جاتے تھے اور اپنی حاجت وضرورت انھیں پیش کر دیتے تھے، لیکن جب خارجیوں کی طرف سے خفیہ حملوں کا سلسلہ شروع ہوا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی قاتلانہ حملہ ہوا تو انھوں نے لوگوں کی آمد ورفت پر پابندی لگا دی۔ اس موقع پر سیدنا عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے انھیں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی سنایا جسے سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دروازے پر ایک خاص آدمی مقرر کر دیا جو لوگوں کی حاجات وضروریات معلوم کر کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا اور وہ انھیں پوری فرماتے۔

(المعجم ...) بَابُ مَا جَاءَ لَا يَقْضِي الْقَاضِي وَهُوَ غَضْبَانُ (التحفة ...)

باب: 7۔ قاضی غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے

١٣٣٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ

[1334] عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

١٣٣٣ـ أخرجه أبو داود، الخراج، باب: فيما يلزم الإمام من أمر الرعية والحجبة عنهم، ح: ٢٩٤٨ والطبراني: ٢٢/ ٣٣١، ح: ٨٣٢ من حديث يحيى بن حمزة به وصححه الحاكم: ٤/ ٩٣، ٩٤ والذهبي وللحديث شواهد.

١٣٣٤ـ أخرجه مسلم، الأقضية، باب كراهة قضاء القاضي وهو غضبان، ح: ١٧١٧ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٧١٥٨ من حديث عبدالملك بن عمير به.

الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: كَتَبَ أَبِي إِلَى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ وَهُوَ قَاضٍ، أَنْ لَا تَحْكُمَ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانُ. فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَحْكُمُ الْحَاكِمُ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ».

میرے باپ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبیداللہ کو خط لکھا جو کہ قاضی تھا کہ تم دو فریقوں کے درمیان غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ”حاکم دو آدمیوں کے درمیان غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَأَبُو بَكْرَةَ، اسْمُهُ نُفَيْعٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا نام نفیع ہے۔

فائدہ: غصے کی حالت میں جب انسان کا ذہنی توازن قائم نہ رہے اور وہ صحیح طور پر غور وفکر نہ کر سکے، یا اس کے لیے صحیح فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے تو ایسی حالت میں قاضی یا حاکم کے لیے کسی مقدمے یا قضیے کا فیصلہ کرنا درست نہیں کیونکہ صحیح فیصلہ صرف اس صورت ہی میں ممکن ہے جب دل و دماغ پرسکون، ٹھنڈے اور اعتدال کی حالت میں صحیح طور پر غور وفکر کر کے صحیح رائے قائم کر سکتے ہوں۔ اس سے ائمہ نے یہ استنباط کیا ہے کہ ہر وہ حالت جس میں انسان کا ذہنی توازن برقرار نہ رہے، وہ بے چینی اور بے سکونی کا شکار ہو، مثلاً: بھوک، پیاس یا نیند کا غلبہ ہو یا ذہن کسی اور کام میں مشغول ہو تو ایسی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 22/12)

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي هَدَايَا الْأُمَرَاءِ (التحفة ٨)

باب: 8۔ حکمرانوں کو ملنے والے تحفے تحائف

١٣٣٥ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ يَزِيدَ الْأَوْدِيِّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ، فَلَمَّا سِرْتُ، أَرْسَلَ فِي أَثَرِي، فَرُدِدْتُ فَقَالَ: «أَتَدْرِي لِمَ بَعَثْتُ إِلَيْكَ؟ لَا تُصِيبَنَّ شَيْئًا بِغَيْرِ إِذْنِي فَإِنَّهُ غُلُولٌ، وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. لِهٰذَا دَعَوْتُكَ، فَامْضِ لِعَمَلِكَ».

[1335] سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ جب میں روانہ ہوا تو آپ نے میرے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور مجھے واپس بلا لیا گیا اور آپ نے فرمایا: ”کیا جانتے ہو کہ میں نے تمھاری طرف ایلچی کیوں بھیجا؟ میری اجازت کے بغیر کوئی چیز وصول نہ کرنا کیونکہ یہ خیانت ہوگی، اور جو خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز لے کر حاضر ہوگا۔ میں نے تمھیں صرف اسی مقصد کے لیے بلوایا تھا، اب اپنے کام کے لیے چلے جاؤ۔“

١٣٣٥ـ [ضعيف] أخرجه الطبراني: ٢٠/ ١٢٨، ح: ٢٥٩ من حديث أبي كريب به * داود الأودي ضعيف (تقريب) * وفي الباب عن عدي بن عميرة [مسلم، ح: ١٨٣٣]، وبريدة [أبو داود، ح: ٢٩٤٣]، والمستورد بن شداد [أبو داود، ح: ٢٩٤٥]، وأبي حميد [البخاري، ح: ٧١٧٤ وأحمد: ٥/ ٤٢٤]، وابن عمر [الحاكم: ١/ ٣٩٩].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَمِيرَةَ وَبُرَيْدَةَ وَالْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ وَأَبِي حُمَيْدٍ وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُوعِيسَى:] حَدِيثُ مُعَاذٍ، حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ دَاوُدَ الْأَوْدِيِّ.

اس مسئلے میں سیدنا عدی بن عمیرہ، بریدہ، مستورد بن شداد، ابوحمید اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے اور ہم اسے صرف ابواسامہ کی سند ہی سے جانتے ہیں۔

فائدہ: یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، تاہم جب انسان کسی حکومتی یا عدالتی عہدے اور منصب پر فائز ہوتا ہے تو لوگ اسے اس کے عہدے اور منصب کے دائرۂ کار اور اس کی حیثیت و مرتبے کے مطابق تحفے تحائف پیش کرتے ہیں جو درحقیقت اس کے عہدے اور منصب کو ملتے ہیں، اسے شخصی اور ذاتی حیثیت سے نہیں ملتے، اور شرعی رو سے اپنے عہدے اور منصب سے دنیوی فائدہ اٹھانا جائز نہیں بلکہ یہ خیانت اور رشوت ہے، اس لیے اس کا لینا جائز نہیں۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي فِي الْحُكْمِ (التحفة ٩)

باب: 9۔ فیصلے کے لیے رشوت دینے اور رشوت لینے والے کا حکم

١٣٣٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُمَرَ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ.

[1336] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلے کی خاطر رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ حَدِيدَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ] وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو [عَنِ النَّبِيِّ ﷺ]. وَرُوِيَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَا يَصِحُّ. قَالَ: وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ: حَدِيثُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَصَحُّ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو، سیدہ عائشہ، سیدنا ابن حدیدہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ حدیث ابوسلمہ بن عبدالرحمن بواسطہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مرفوعاً بھی بیان کرتے ہیں۔ اور ابوسلمہ سے ان کے باپ عبدالرحمن کے واسطے سے بھی مرفوعاً بیان کی گئی ہے، جو صحیح نہیں۔ امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی بیان کرتے ہیں کہ اس مسئلے میں سب سے بہتر اور صحیح تر روایت ابوسلمہ کی ہے جو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

١٣٣٦ـ أخرجه أحمد: ٢/ ٣٨٧، ٣٨٨ من حديث أبي عوانة به وصححه ابن حبان، ح: ١١٩٦ والحاكم: ٤/ ١٠٣ وللحديث شواهد كثيرة عند أبي داود وغيره، انظر الحديث الآتي * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [يأتي: ١٣٣٧]، وعائشة [أبو يعلى: ٨/ ٧٤، ح: ٤٦٠١ وص: ٣٦٠، ح: ٤٩٤٧]، وابن حديدة [لم أجده]، وأم سلمة [الطبراني: ٢٣/ ٣٩٨، ح: ٩٥١].

١٣٣٧- حَدَّثَنَا أَبُومُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ [خَالِهِ] الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ.

[1337] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لغوی تشریح: الراشي والمرتشي: رشا سے ماخوذ ہیں اور رشا اس رسے کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے پانی تک پہنچا جاتا ہے، اس لیے راشی اسے کہتے ہیں جو ناحق اور باطل فیصلہ کروانے کے لیے کوئی چیز (مال و دولت یا سازوسامان) دیتا ہے۔ رائش وہ ہے جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے، جو رشوت دینے والے اور مرتشی (جو غلط فیصلہ دینے کے باعث کوئی چیز لیتا ہے) کے درمیان واسطہ اور ذریعہ بنتا ہے، یعنی دلال۔

فوائد ومسائل: ① رشوت، ناجائز طریقے سے دوسروں کے حقوق غصب یا ہڑپ کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے کیونکہ قانون اور عدالت جو لوگوں کے حقوق کی حفاظت اور دفاع کا سب سے اہم ذریعہ ہے، اس کی افادیت کا تمام تر انحصار حاکم و قاضی کی ایمان داری سے حق اور سچ کا ساتھ دینے اور دیانت داری وامانت پر ہے۔ وہی قانون کے اصل محافظ ہیں۔ اگر رشوت کے ذریعے سے انھیں ہی بد دیانت اور خائن بنا دیا جائے تو پھر حقوق بکاؤ مال بن جاتے ہیں۔ جس کے پاس مال و دولت ہوگی وہی انھیں خرید سکے گا اور رشوت کی گرم بازاری میں سب سے بڑا عامل اور سبب وہ لوگ ہیں جو دوسروں کے حقوق ہڑپ کرنے کے لیے رشوت دیتے ہیں اور اس طرح حکام اور ججوں کو حرام کا عادی بنا دیتے ہیں، پھر جب ان کے منہ کو رشوت کا چسکا پڑ جاتا ہے تو وہ اس کے ایسے رسیا ہو جاتے ہیں کہ رشوت لیے بغیر لوگوں کا کوئی جائز اور واجبی حق بھی نہیں دیتے۔ اس لیے اسلام نے سب سے پہلے رشوت دینے والے کو مجرم ٹھہرایا ہے اور رشوت کا دروازہ بند کرنے کے لیے ہی تحفے تحائف قبول کرنے سے بھی روکا ہے۔ نبی ﷺ نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے بلکہ دلال پر بھی لعنت بھیجی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والوں کے لیے یہ بددعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رحمت سے محروم کر دے۔ ② آج کل کی صورت حال میں اپنا حق وصول کرنا یا خود کو ظلم وستم سے بچانا سفارش اور رشوت کے بغیر ممکن نہیں رہا یا کم از مشکل ضرور ہے۔ پرہیز گار اور متقی شخص کے لیے ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا اور رشوت سے بچنا ہی افضل ہے لیکن عام لوگوں کے لیے اپنے حق کی وصولی اور ظلم سے بچنے کے لیے رشوت دینے کی گنجائش موجود ہے لیکن دوسروں کے حقوق چھیننے یا ان پر ظلم کرنے کے لیے رشوت دینے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 4/471، 470)

١٣٣٧- أخرجه أبو داود، القضاء، باب: في كراهية الرشوة، ح:٣٥٨٠ وابن ماجه، ح:٢٣١٣ من حديث محمد بن عبدالرحمن بن أبي ذئب به، وصححه ابن الجارود، ح:٥٨٦ والحاكم: ٤/ ١٠٢، ١٠٣ ووافقه الذهبي.

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبُولِ الْهَدِيَّةِ وَإِجَابَةِ الدَّعْوَةِ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ ہدیہ قبول کرنا اور دعوت مان لینا

١٣٣٨ـ حَدَّثَنَا [أَبُو بَكْرٍ] مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ بَزِيعٍ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ، وَلَوْ دُعِيتُ عَلَيْهِ لَأَجَبْتُ».

[1338] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے ہدیے میں ایک پایہ بھی پیش کیا جائے تو میں قبول کرلوں گا اور اگر مجھے اس کی دعوت دی جائے تو میں دعوت قبول کروں گا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَعَائِشَةَ وَالْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَسَلْمَانَ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَلْقَمَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، سیدہ عائشہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ، سلمان، معاویہ بن حیدہ اور عبدالرحمن بن علقمہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: ہدیہ وہ عطیہ ہوتا ہے جو دوسرے کا دل خوش کرنے اور اس کے ساتھ اپنے دلی لگاؤ کے اظہار کے لیے دیا جاتا ہے۔ اس سے دلوں میں محبت و الفت اور تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے، اس لیے نبی ﷺ نے مختلف انداز سے اس کی ترغیب دی ہے، اسی طرح باہمی دعوت بھی دلوں میں محبت اور تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے کا وسیلہ ہے اور تحفہ تحائف یا دعوت کے لیے بہت زیادہ تکلف اور اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ضروری نہیں کہ تحفہ بہت قیمتی ہو یا دعوت بہت پرتکلف ہو، ایک عام سی چیز تحفے میں دی جاسکتی ہے اور ایک عام سی چیز کے لیے دعوت کی جاسکتی ہے، یہاں دونوں کے لیے نبی ﷺ نے کراع کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو گائے بکری کے پائے کو کہتے ہیں۔ امام صاحب یہ باب حکمرانوں کے لیے تحفے تحائف اور رشوت کے بعد لائے ہیں جس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جب ہدیہ اور دعوت رشوت کے لیے حیلہ یا ذریعہ بنتے ہوں تو یہ درست نہیں، اگر رشوت نہ بنتے ہوں تو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ عَلٰى مَنْ يُقْضٰى لَهُ بِشَيْءٍ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ (التحفة ١١)

باب: 11۔ اگر کسی کے حق میں دوسرے کی چیز کا فیصلہ کردیا جائے تو اس کا لینا سنگین جرم ہے

١٣٣٨ـ أخرجه ابن حبان (موارد): ١٠٦٥ من حديث سعيد بن أبي عروبة به وللحديث شواهد عند البخاري، ح: ٢٥٦٨، ٥١٧٨ وغيره * وفي الباب عن علي [أبو داود، ح: ٤٠٤٣]، وعائشة [البخاري، ح: ٢٥٧٤]، والمغيرة بن شعبة [لم أجده]، وسلمان [أحمد: ٥/ ٤٣٧]، ومعاوية بن حيدة [تقدم: ٦٥٦]، وعبدالرحمن بن علقمة [النسائي، ح: ٣٧٨٩].

١٣٣٩- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَإِنْ قَضَيْتُ لِأَحَدٍ مِّنْكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ حَقِّ أَخِيهِ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ [قِطْعَةً] مِّنَ النَّارِ، فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا».

[1339] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میرے پاس اپنے مقدمات اور جھگڑے لاتے ہو، اور میں ایک بشر ہی ہوں (غیب نہیں جانتا)۔ ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے مقابلے میں اپنی دلیل و حجت بہتر انداز میں اچھے طور پر پیش کرنے والا ہو (اور میں اس کی بات سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں) تو اگر میں کسی کے حق میں اس کے بھائی کی کسی چیز کا فیصلہ کر دوں تو میں اس کے لیے آگ کا ایک ٹکڑا ہی کاٹ رہا ہوں، وہ اس میں سے کوئی چیز نہ لے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ. [قَالَ أَبُوعِيسٰى:] حَدِيثُ أُمِّ سَلَمَةَ، حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک انسان اور بشر ہوں عالم الغیب نہیں ہوں، اللہ تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر معاملے کی حقیقت، نیز تہ تک نہیں پہنچ سکتا اور مقدمات اور جھگڑوں کا فیصلہ بھی ایک عام قاضی کی طرح شہادت اور قسم کی بنیاد پر، یعنی مدعی اور مدعا علیہ کی تقریر و بیان پر کرتا ہوں، ہوسکتا ہے مدعی یا مدعا علیہ اپنی بات اپنے مدمقابل کے مقابلے میں بہتر اور مؤثر انداز سے پیش کرے اور میں اس کے بیان و استدلال سے متاثر ہوکر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں جبکہ فی الواقع وہ اس کا حق نہ ہو، تو میرے فیصلے سے بھی دوسرے فریق کی چیز اس کے لیے حلال اور جائز نہ ہوگی بلکہ اس کے حق میں دوزخ کا باعث اور سبب بنے گی۔ ② اس حدیث سے ائمہ حجاز: مالک، شافعی اور احمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ قاضی اور حاکم کا فیصلہ ظاہری طور پر ہی ہوتا ہے اور اس سے کسی چیز کی حقیقت تبدیل نہیں ہوگی، اس لیے قاضی کے فیصلے سے کوئی حرام چیز کسی کے لیے حلال نہیں ہوگی، اور نہ حلال حرام ہو جائے گی، اس لیے قاضی یا حاکم کا فیصلہ ظاہراً نافذ ہوگا، باطناً نافذ نہیں ہوگا۔ جمہور صحابہ و تابعین اور فقہاء کا یہی موقف ہے، اور یہی صحیح ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مالی معاملات کا یہی حکم ہے لیکن نکاح و طلاق کے سلسلے میں قاضی کا حکم ظاہراً اور باطناً دونوں طرح نافذ ہوگا، مثلاً: اگر کسی نے جھوٹے گواہ قائم کر کے قاضی سے کسی اجنبی عورت کے بارے میں اپنی بیوی ہونے کا فیصلہ کروالیا تو وہ بلا نکاح ہی اس کی بیوی بن جائے گی اور وہ جاننے کے باوجود اس کو بیوی بنا سکے گا، یا جھوٹے گواہوں کے ذریعے سے اپنی بیوی کی طلاق کا فیصلہ کروالیا تو یہ جھوٹ جاننے والا بھی اس عورت

١٣٣٩- أخرجه البخاري، الشهادات، باب من أقام البينة بعد اليمين، ح: ٢٦٨٠ ومسلم، ح: ١٧١٣ من حديث هشام بن عروة به * وفي الباب عن أبي هريرة [ابن ماجه، ح: ٢٣١٨]، وعائشة [لعله يشير إلى حديث البخاري، ح: ٢٠٥٣، ٧١٨٢ ومسلم، ح: ١٤٥٧].

سے نکاح کر سکے گا، حالانکہ مالی معاملات کے مقابلے میں عزت و ناموس سے تعلق رکھنے والے معاملات میں احتیاط کی زیادہ ضرورت ہے، اور یہ کہنا درست نہیں کہ قاضی نے نکاح کر دیا ہے یا طلاق دے دی ہے اور قاضی کو نکاح وطلاق کا حق حاصل ہے کیونکہ قاضی نے نکاح نہیں کیا اور نہ طلاق دی ہے بلکہ جھوٹے گواہوں نے جس نکاح وطلاق کا دعویٰ کیا ہے اسے برقرار رکھا ہے، اس لیے اسے نئے سرے سے معاملہ قرار دینا درست نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح صحیح مسلم از نووی: 12/8، 9)

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ (التحفة ١٢)

باب: 12۔ دعویٰ کے لیے شہادت وثبوت پیش کرنا مدعی کی ذمے داری ہے اور مدعا علیہ کے لیے محض قسم اٹھانا ہی کافی ہے

١٣٤٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ [بْنِ حُجْرٍ]، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِّنْ كِنْدَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ هٰذَا غَلَبَنِي عَلٰى أَرْضٍ لِّي. فَقَالَ الْكِنْدِيُّ: هِيَ أَرْضِي وَفِي يَدِي لَيْسَ لَهُ فِيهَا حَقٌّ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْحَضْرَمِيِّ: «أَلَكَ بَيِّنَةٌ»؟ قَالَ: لَا، قَالَ: «فَلَكَ يَمِينُهُ» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي عَلٰى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ. قَالَ: «لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذٰلِكَ».

[1340] سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرموت کا ایک باشندہ اور کندہ قبیلے کا ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرمی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ کندی نے کہا: یہ میری زمین ہے اور میرے قبضے میں ہے، اس حضرمی کا اس میں کوئی حق نہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے حضرمی سے کہا: (کیونکہ وہ مدعی تھا) ''کیا تیرے پاس اپنے دعوے کی دلیل (شہادت، ثبوت) ہے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تم اس سے قسم لے سکتے ہو۔'' حضرمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بدچلن اور بددیانت آدمی ہے، اسے اس کی کوئی پروا نہیں کہ کس بات پر قسم اٹھا رہا ہے۔ کسی بھی (بری) بات سے یہ پرہیز نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: ''تمھیں صرف یہی حق حاصل ہے، یعنی تم اس سے صرف قسم لے سکتے ہو۔''

قَالَ: فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ لِيَحْلِفَ لَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَمَّا أَدْبَرَ: «لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى [مَالِكَ] لِيَأْكُلَهُ

تو کندی آدمی قسم اٹھانے کے لیے چل پڑا۔ جب اس نے پیٹھ پھیری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس نے

١٣٤٠ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، ح: ١٣٩ عن قتيبة به ✽ وفي الباب عن عمر [الدارقطني: ٤/ ٢١٨، ح: ٤٤٦٤ وسنده ضعيف جدًا]، وابن عباس [يأتي: ١٣٤٢]، وعبدالله بن عمرو [يأتي: ١٣٤١]، والأشعث بن قيس [تقدم: ١٢٦٩ ويأتي: ٢٩٩٦، مختصرًا].

ظُلْمًا، لَيَلْقَيَنَّ اللهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ». [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَالْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

تیرا مال ظالمانہ طور پر ہڑپ کرنے کے لیے جھوٹی قسم اٹھائی تو یہ اللہ کے حضور اس طرح پیش ہوگا کہ اللہ تعالیٰ (غضب و ناراضی کے سبب) اس سے رخ پھیرے ہوئے ہوگا۔'' اس مسئلے میں سیدنا عمر، ابن عباس، عبداللہ بن عمرو اور اشعث بن قیس رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے خلاف کسی قاضی یا حاکم کی عدالت میں دعویٰ دائر کرتا ہے تو دعویٰ دائر کرنے والا شخص بذات خود کتنا ہی ثقہ اور دیانت دار ہو، قاضی محض اس کے دعویٰ کی بنیاد پر اس کی ثقاہت و مرتبے کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ کرنے کا قطعاً کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اسلام کا عدالتی قانون اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر مدعی اپنے دعوے کے ثبوت کے لیے شہادت پیش کرے۔ اگر مدعی شہادت اور ثبوت پیش نہ کر سکے تو وہ مدعا علیہ سے قسم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگر مدعا علیہ یہ قسم اٹھا لے کہ یہ دعویٰ غلط ہے تو اس کی قسم کے بعد دعویٰ خارج ہو جائے گا۔ اگر اقرار و اعتراف کر لے تو مدعی کو اس کا حق دلوایا جائے گا کیونکہ اگر محض دعویٰ پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو لوگ دوسروں کے خلاف بڑی بے باکی سے خون یا مال کے دعوے کرنے لگیں گے اور لوگوں کے لیے اپنے مال و جان کا تحفظ مشکل ہو جائے گا۔

١٣٤١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَغَيْرُهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي خُطْبَتِهِ: «الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ».

[1341] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے خطبے کے دوران میں فرمایا: ''دلیل اور شہادت مدعی کے ذمے ہے اور قسم مدعا علیہ کو پڑے گی۔''

هٰذَا حَدِيثٌ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِاللهِ الْعَرْزَمِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ. ضَعَّفَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَغَيْرُهُ.

اس حدیث کی سند میں مقال ہے، یعنی اس پر جرح ہوئی ہے کیونکہ اس کا راوی محمد بن عبیداللہ عرزمی حدیث کے سلسلے میں اپنے حافظے کے سبب ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ ابن مبارک وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

١٣٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ

[1342] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

١٣٤١ـ [صحيح لغيره] أخرجه عبدالرزاق (١٥١٨٤) * محمد بن عبيدالله العرزمي، تابعه ابن جريج في رواية الزنجي عند البيهقي: ٨/ ١٢٣ وللحديث شواهد كثيرة عند مسلم، ح: ١٧١١ والبيهقي: ١٠/ ٢٥٢ وغيرهما.

١٣٤٢ـ أخرجه البخاري، الرهن في الحضر، باب: إذا اختلف الراهن والمرتهن ونحوه فالبينة على المدعي واليمين على المدعى عليه، ح: ٢٥١٤، ومسلم، ح: ١٧١١ من حديث نافع بن عمر به.

الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ الْجُمَحِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَضٰى أَنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ نے فیصلہ دیا کہ قسم مدعا علیہ (جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے) کے ذمے ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينَ عَلَى الْمدَّعٰى عَلَيْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے کہ دلیل اور شہادت مدعی کے ذمے ہے اور قسم مدعی علیہ کو پڑے گی۔

فائدہ: چونکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان دوسرے کے حق سے بری ہے، اس لیے اگر کوئی اس پر اپنے حق کا دعویٰ کرتا ہے تو اسے دلیل پیش کرنی ہوگی، بصورت دیگر مدعا علیہ کے لیے قسم اٹھانا ہی کافی ہوگا۔

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ (التحفة ١٢)

باب: 13۔ ایک گواہ کے ساتھ قسم اٹھانا

١٣٤٣- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَضٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ قَالَ رَبِيعَةُ: وَأَخْبَرَنِي ابْنٌ لِّسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ: وَجَدْنَا فِي كِتَابِ سَعْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّجَابِرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّسُرَّقَ.

[1343] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گواہ ہونے کی صورت میں اس کے ساتھ (مدعی کی) قسم لے کر فیصلہ کیا۔ امام ربیعہ بیان کرتے ہیں: مجھے سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے نے بتایا: ہم نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی ایک تحریر (کتاب) میں پایا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک گواہ کے ساتھ قسم لے کر فیصلہ کیا۔ اس مسئلے میں سیدنا علی، جابر، ابن عباس اور سرق رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ، حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی ﷺ نے ایک گواہ کے ساتھ قسم لے کر فیصلہ فرمایا، حسن غریب ہے۔

١٣٤٣- أخرجه ابن ماجه، الأحكام، باب القضاء بالشاهد واليمين، ح:٢٣٦٨ عن يعقوب بن إبراهيم به، وصححه ابن الجارود، ح:١٠٠٧ * وفي الباب عن علي [يأتي:١٣٤٥]، وجابر [يأتي:١٣٤٤]، وابن عباس [مسلم، ح:١٧١٢]، وسرق [ابن ماجه، ح:٢٣٧١].

فائدہ: اگر مدعی (دعویٰ کرنے والے) کے پاس صرف ایک گواہ ہو، دوسرا نہ ہو تو صحیح روایات کی رو سے مدعی دوسرے گواہ کی جگہ قسم اٹھا سکے گا۔ امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق اور جمہور امت کا یہی نظریہ ہے۔ اور اس کا تعلق مالی معاملات سے ہے، غیر مالی معاملات میں دو گواہ ضروری ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی موقف ہے لیکن احناف، اوزاعی، لیث اور اندلسی مالکیوں کے نزدیک ہر معاملے میں دو گواہ ضروری ہیں۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 6/12) یہ بات صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کا موقف قرآن کے خلاف نہیں کیونکہ قرآن اس مسئلے کے بارے میں خاموش ہے کہ اگر دو گواہ یا ایک مرد اور دو گواہ عورتیں نہ ہوں بلکہ ایک گواہ ہو تو پھر کیا کیا جائے؟ اس کی وضاحت حدیث میں آ گئی ہے کہ ایک گواہ کی صورت میں مدعی سے قسم لے کر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ مزید برآں حدیث مستقل حجت ہے۔ اسے خلاف قرآن کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا، وگرنہ یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ پھوپھی، بھتیجی، خالہ اور بھانجی سے بیک وقت نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ قران مجید کی محرمات میں یہ داخل نہیں ہیں، حالانکہ بالاتفاق اہل سنت کے نزدیک ان سے بیک وقت نکاح کرنا اور اپنی زوجیت میں اکٹھا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح اور بہت سے مسائل ہیں جن کے بارے میں قرآن خاموش ہے اور وہ صرف سنت سے ثابت ہیں۔

١٣٤٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ- قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ.

[1344] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک گواہ کے ساتھ قسم لے کر فیصلہ فرمایا۔

١٣٤٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ قَالَ: وَقَضَى بِهَا عَلِيٌّ فِيكُمْ.

[1345] جعفر بن محمد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک گواہ کے ساتھ قسم لے کر فیصلہ فرمایا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی مسلمانوں کے جھگڑوں میں اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَهٰذَا أَصَحُّ. وَهٰكَذَا رَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. وَرَوَى عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ وَيَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو اس طرح بیان کرنا زیادہ صحیح ہے، سفیان ثوری نے اسے جعفر بن محمد سے اسی طرح بیان کیا ہے کہ وہ اسے اپنے باپ محمد کے واسطے سے مرسلاً بیان کرتے ہیں اور عبدالعزیز بن ابی سلمہ اور یحییٰ بن سلیم اس حدیث کو جعفر بن محمد سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ محمد اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے

١٣٤٤- أخرجه ابن ماجه، الأحكام، باب القضاء بالشاهد واليمين، ح: ٢٣٦٩ عن محمد بن بشار به.
١٣٤٥- انظر الحديث السابق * حديث عبدالعزيز بن أبي سلمة، أخرجه الدارقطني: ٤/ ٢١٢، ٢١٣، ح: ٤٤٤١.

وَغَيْرِهِمْ رَأَوْا أَنَّ الْيَمِينَ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ جَائِزَةٌ فِي الْحُقُوقِ وَالْأَمْوَالِ. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالُوا: لَا يُقْضٰى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ إِلَّا فِي الْحُقُوقِ وَالْأَمْوَالِ وَلَمْ يَرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَغَيْرِهِمْ أَنْ يُّقْضٰى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ.

نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ ان کی رائے میں حقوق و اموال میں ایک گواہ کے ساتھ قسم لے کر فیصلہ کرنا جائز ہے۔ امام مالک بن انس، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ان کے نزدیک ایک گواہ کے ساتھ قسم لے کر فیصلہ صرف حقوق و اموال کے سلسلے میں کیا جاسکتا ہے۔ اہل کوفہ اور دوسرے بعض اہل علم کے نزدیک ایک گواہ کے ساتھ قسم لے کر فیصلہ کرنا درست نہیں۔

فائدہ: اہل کوفہ کا موقف حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث کے فوائد میں تفصیل گزری۔ تفصیلی دلائل کے لیے دیکھیے: (إعلام الموقعين: 1/32-38، تحفة الأحوذي: 4/477، 478)

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَبْدِ يَكُونُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ ایک غلام کے دو مالک ہیں ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دیتا ہے؟

١٣٤٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا، أَوْ قَالَ: شَقِيصًا، أَوْ قَالَ: شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ، فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ، فَهُوَ عَتِيقٌ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ». قَالَ أَيُّوبُ: وَرُبَّمَا قَالَ نَافِعٌ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، يَعْنِي فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

[1346] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے غلام میں اپنا حصہ یا شراکت کو آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی عادلانہ قیمت کی ادائیگی تک پہنچتا ہو تو وہ مکمل آزاد ہوگا۔ اگر اتنا مال نہ ہو تو جس قدر حصہ آزاد کر دیا، اتنا ہی حصہ آزاد ہوگا۔'' نافع بعض دفعہ [فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ] سے پہلے لفظ ''یعنی'' کا اضافہ کرتے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [نَحْوَهُ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اسے سالم رحمہ اللہ بھی اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

١٣٤٧- حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ:

[1347] سیدنا سالم رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے

١٣٤٦- أخرجه مسلم، الأيمان، باب من أعتق شركًا له في عبد، ح: ١٥٠١، ٤٩، بعد، ح: ١٦٦٧ من حديث إسماعيل ابن علية، والبخاري، ح: ٢٤٩١ من حديث أيوب السختياني به.

١٣٤٧- أخرجه مسلم، ح: ١٥٠١/ ٥١ بعد، ح: ١٦٦٧ من حديث عبدالرزاق به، وانظر الحديث السابق.

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَّهُ فِي عَبْدٍ، فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ، فَهُوَ عَتِيقٌ مِّنْ مَّالِهِ».

ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے (مشترک) غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس (آزاد کرنے والے) کے پاس اس قدر مال ہو جس سے اس کی قیمت ادا ہو سکتی ہو تو وہ اس کے مال سے مکمل طور پر آزاد ہو گا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٣٤٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا، أَوْ قَالَ: شَقِيصًا فِي مَمْلُوكٍ، فَخَلَاصُهُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ مَالٌ، قُوِّمَ قِيمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ يُسْتَسْعٰى فِي نَصِيبِ الَّذِي لَمْ يُعْتَقْ، غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ».

[1348] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اس کی آزادی، اسی کے مال سے ہو گی، بشرطیکہ اس کے پاس (اس قدر) مال ہو۔ اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کی عادلانہ (صحیح صحیح) قیمت متعین کی جائے گی، پھر اس کے حصے کی خاطر جس نے آزادی نہیں دی، غلام سے کام کروایا جائے گا جس میں بہت زیادہ مشقت نہ ہو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، نَحْوَهُ. وَقَالَ: «شَقِيصًا». [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهٰكَذَا رَوٰى أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ قَتَادَةَ مِثْلَ رِوَايَةِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ قَتَادَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَمْرَ السِّعَايَةِ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي السِّعَايَةِ فَرَأٰى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ السِّعَايَةَ فِي هٰذَا وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ وَبِهِ يَقُولُ إِسْحَاقُ. وَقَدْ قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ، فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ: غَرِمَ نَصِيبَ أَخِيهِ وَعَتَقَ الْعَبْدُ مِنْ مَّالِهِ وَإِنْ

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی روایت آئی ہے۔ محمد بن بشار کی سند سے مندرجہ بالا کی مانند آئی ہے، اور اس میں [شَقِيصًا] کا لفظ ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابان بن یزید بھی قتادہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ شعبہ نے یہ روایت قتادہ سے بیان کی ہے لیکن اس میں محنت مزدوری کروانے کا تذکرہ نہیں کیا۔ ''سعایہ'' (محنت مزدوری) کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل علم اس سلسلے میں محنت مزدوری کروانے کے قائل ہیں۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے اور امام اسحاق بھی یہی کہتے ہیں۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے: اگر غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے اور ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دیتا ہے تو

١٣٤٨- أخرجه مسلم، العتق، باب من أعتق شركًا له في عبد، ح:١٥٠٣ عن علي بن خشرم، والبخاري، ح:٢٥٢٧ من حديث سعيد بن أبي عروبة به * وفي الباب عن عبد الله بن عمرو [ابن عدي في الكامل: ٣/ ٩٦٤].

لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ عَتَقَ مِنَ الْعَبْدِ مَا عَتَقَ، وَلَا يُسْتَسْعٰى. وَقَالُوا بِمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَهٰذَا قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَّالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

اگر آزاد کرنے والے کے پاس مال ہو تو اس کے ساتھی کا حصہ اس پر ڈالا جائے گا اور مکمل غلام اس کے مال سے آزاد ہوگا۔ اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس نے جس قدر آزاد کیا وہ اسی قدر آزاد ہوگا، اس سے محنت ومزدوری نہیں کروائی جائے گی۔ ان کے بقول سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں سعایہ کا تذکرہ نہیں ہے (اس لیے سعایہ کی ضرورت نہیں۔) اہل مدینہ کا قول یہی ہے۔ امام مالک بن انس، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

لغوی تشریح: يُسْتَسْعٰى: غلام سے محنت مزدوری کروائی جائے گی جس کے ذریعے سے وہ رقم کما کر دوسرے حصے دار یا حصے داروں کو ادا کرے گا۔

فائدہ: مشترک غلام کی آزادی کے بارے میں متعدد اقوال ہیں جس کی تفصیل شروحات میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ان میں صحیح موقف یہ ہے کہ غلام فوراً مکمل طور پر آزاد ہوگا، اور آزادی دینے والا اگر مالدار ہو تو اپنے حصے دار کو اس کے حصے کی عادلانہ قیمت ادا کرے گا اور اگر تنگ دست ہو تو حصے دار محنت مزدوری کروا کر اپنا حصہ وصول کرے گا یا اپنا حصہ آزاد کر دے گا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 5/193-198)

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعُمْرٰى (التحفة ١٥)

باب: 15۔ عمریٰ کا حکم

١٣٤٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْعُمْرٰى جَائِزَةٌ لِّأَهْلِهَا، أَوْ مِيرَاثٌ لِّأَهْلِهَا».

[1349] سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”عمریٰ صاحب عمریٰ کے لیے جاری و ساری ہے یا اس کے اہل کی میراث ہے۔“

[قَالَ] وَفِي الْبَابِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّجَابِرٍ، وَّأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَمُعَاوِيَةَ.

اس مسئلے میں زید بن ثابت، جابر، ابوہریرہ، عائشہ، ابن زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

فائدہ: عمریٰ، عمر سے ماخوذ ہے۔ ہدیہ دینے کی یہ ایک مخصوص صورت ہے، مثلاً یوں کہے: میں یہ گھر تجھے عمر بھر کے لیے

١٣٤٩ـ أخرجه أحمد: ٥/٨ من حديث سعيد بن أبي عروبة، وأبو داود، ح: ٣٥٤٩ من حديث قتادة به، وللحديث شواهد كثيرة جدًّا * وفي الباب عن زيد بن ثابت [النسائي، ح: ٣٧٤٥ـ٣٧٥٤ وابن حبان، ح: ١١٤٩، ١١٥٠]، وجابر [يأتي: ١٣٥٠]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٢٦٢٦ ومسلم، ح: ١٦٢٦]، وعائشة [لم أجده]، وابن الزبير [جامع المسانيد والسنن لابن كثير: ٧/ ٥٢٠، ح: ٥٤٨٤]، ومعاوية [أحمد: ٤/ ٩٧، ٩٩].

دیتا ہوں۔ جمہور کے نزدیک عمریٰ کا طریقہ درست ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں: ○ دینے والا کہتا ہے: [هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ] ''یہ تیرے اور تیری نسل کے لیے ہے'' یہ تو صراحتاً اس کا اور اس کی نسل کا ہے۔ ○ جب تک تم زندہ ہو تمھارا ہے اور جب تم فوت ہو جاؤ تو واپس مجھے مل جائے گا۔ اکثر علمائے کرام کے نزدیک یہ عاریہ کے حکم میں ہے، مالک کو واپس مل جائے گا لیکن اکثر شوافع کے نزدیک یہ دینے والے کو واپس نہیں مل سکے گا اور یہ شرط نظر انداز ہو جائے گی۔ ○ دینے والا کہتا ہے: میں نے یہ عمر بھر کے لیے تمھیں دیا۔ جمہور کے نزدیک اس کا حکم پہلی صورت والا ہے، اور یہی صحیح نظریہ ہے۔ (فتح الباري: 294/5)

١٣٥٠- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَيُّمَا رَجُلٍ أُعْمِرَ عُمْرٰى لَهُ وَلِعَقِبِهِ، فَإِنَّهَا لِلَّذِي يُعْطَاهَا، لَا تَرْجِعُ إِلَى الَّذِي أَعْطَاهَا، لِأَنَّهُ أَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيهِ الْمَوَارِيثُ».

[1350] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی اور اس کی اولاد کو عمر بھر کے لیے کوئی تحفہ دیا گیا، وہ اس کا اور اس کی اولاد کا ہے، کیونکہ وہ اس کا ہے جسے دیا گیا ہے۔ وہ دینے والے کی طرف نہیں لوٹ سکے گا، کیونکہ اس نے ایسا عطیہ دیا ہے جس میں وراثت جاری ہو چکی ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ. وَهٰكَذَا رَوٰى مَعْمَرٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، مِثْلَ رِوَايَةِ مَالِكٍ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: «وَلِعَقِبِهِ». [وَرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا» وَلَيْسَ فِيهَا: «لِعَقِبِهِ» وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ]. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. قَالُوا: إِذَا قَالَ: هِيَ لَكَ، حَيَاتَكَ وَلِعَقِبِكَ، فَإِنَّهَا لِمَنْ أُعْمِرَهَا، لَا تَرْجِعُ إِلَى الْأَوَّلِ. وَإِذَا لَمْ يَقُلْ: لِعَقِبِكَ. فَهِيَ رَاجِعَةٌ إِلَى الْأَوَّلِ إِذَا مَاتَ الْمُعْمَرُ. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَالشَّافِعِيِّ. وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا». وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: إِذَا مَاتَ الْمُعْمَرُ فَهِيَ لِوَرَثَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تُجْعَلْ لِعَقِبِهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ معمر وغیرہ نے زہری سے امام مالک کی طرح ہی روایت کی ہے۔ اور بعض نے زہری سے روایت کرتے ہوئے ''اور اس کی نسل کے لیے'' کا لفظ نقل نہیں کیا۔ اور یہ روایت کئی سندوں سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح بیان کی گئی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عمریٰ اس کے لیے نافذ و جاری ہے جسے ملا'' اور اس روایت میں ''اس کی نسل کے لیے ہے'' کا لفظ نہیں ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے، ان کے بقول اگر یوں کہتا ہے: تیرے لیے ہے، تیری زندگی میں اور تیری نسل کے لیے ہے، تو یہ اسی کا ہے جسے مدت العمر کے لیے دیا گیا ہے، دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گا۔ اور اگر یہ نہیں کہا ''تیری اولاد کے لیے ہے'' تو یہ دیے گئے آدمی کی وفات کے وقت دینے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔ امام مالک بن انس اور شافعی رحمہما اللہ کا

١٣٥٠- أخرجه مسلم، الهبات، باب العمرى، ح: ١٦٢٥ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ٢/ ٧٥٦، ورواه البخاري، ح: ٢٦٢٥ من حديث أبي سلمة بن عبدالرحمن به مختصرًا.

وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

یہی قول ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ سے کئی سندوں سے بیان کیا گیا ہے، آپ نے فرمایا: ''عمریٰ جسے دیا گیا ہے اسی کے لیے نافذ ہے۔'' بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ وہ کہتے ہیں: جسے مدت بھر کے لیے دیا گیا ہے جب وہ فوت ہو جائے گا تو یہ اس کے وارثوں کا ہوگا اگرچہ اس نے اس کی عقب (نسل و ذریت) کے لیے نہ کیا ہو۔ سفیان ثوری، احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (امام شافعی کا جدید قول یہی ہے۔)

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّقْبٰى (التحفة ١٦)

باب:16۔ رقبیٰ کا بیان

١٣٥١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا، وَالرُّقْبٰى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا».

[1351] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمریٰ اسی کا ہے جسے دیا گیا ہے اور رقبیٰ بھی اسی کے لیے نافذ ہے جسے دیا گیا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ [بِهٰذَا الْإِسْنَادِ]، عَنْ جَابِرٍ مَوْقُوفًا. [وَلَمْ يَرْفَعْهُ] وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ الرُّقْبٰى جَائِزَةٌ مِثْلَ الْعُمْرٰى وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَفَرَّقَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَغَيْرِهِمْ بَيْنَ الْعُمْرٰى وَالرُّقْبٰى، فَأَجَازُوا الْعُمْرٰى وَلَمْ يُجِيزُوا الرُّقْبٰى. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَتَفْسِيرُ الرُّقْبٰى أَنْ يَقُولَ: هٰذَا الشَّيْءُ لَكَ مَا عِشْتَ، فَإِنْ مُتَّ قَبْلِي فَهِيَ رَاجِعَةٌ إِلَيَّ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: الرُّقْبٰى مِثْلُ الْعُمْرٰى. وَهِيَ لِمَنْ أُعْطِيَهَا، وَلَا تَرْجِعُ إِلَى الْأَوَّلِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ بعض نے اس سند سے اسے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے، اسے مرفوع حدیث کے طور پر بیان نہیں کیا۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اس پر ہے کہ رقبیٰ بھی عمریٰ کی طرح نافذ و جاری ہوگا۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم، کوفے والوں اور دوسرے حضرات نے عمریٰ اور رقبیٰ میں فرق کیا ہے۔ وہ عمریٰ کو تو نافذ کرتے ہیں رقبیٰ کو نافذ نہیں کرتے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رقبیٰ کی تفسیر یہ ہے کہ دینے والا کہتا ہے: یہ چیز جب تک تم زندہ رہو تمھاری ہے اور اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو یہ میری طرف لوٹ آئے گی۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کہتے ہیں: رقبیٰ، عمریٰ کی مثل ہے اور یہ اسی کے لیے

١٣٥١ـ أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في الرقبى، ح: ٣٥٥٨ وابن ماجه، ح: ٢٣٨٣ من حديث هشيم به، وصرح أبوالزبير بالسماع في الرواية الطويلة وللحديث شواهد.

ہے جسے دیا گیا، دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گا۔

فائدہ: رقبیٰ میں چونکہ ایک دوسرے کی موت کا انتظار کیا جاتا ہے، اس مراقبہ کی بنا پر اسے رقبیٰ کا نام دیا گیا ہے۔ اور بقول ملا علی قاری امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک رقبیٰ درست نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 485/4) بقول علامہ ابن حجر جمہور کے نزدیک رقبیٰ اور عمریٰ کا ایک ہی حکم ہے۔ امام ابوحنیفہ، مالک اور محمد کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ اور امام ابویوسف جمہور کے ہمنوا ہیں۔ صحیح موقف جمہور کا ہے۔ (فتح الباري: 295/5)

(المعجم ۱۷) بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ فِي الصُّلْحِ بَيْنَ النَّاسِ (التحفة ۱۷)

باب: 17۔ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات

١٣٥٢- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا، وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ، إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا».

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1352] سیدنا عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کے درمیان صلح و صفائی کرانا درست ہے بشرطیکہ اس صلح سے کوئی حلال چیز حرام یا کوئی حرام چیز حلال نہ ہو۔ اور مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں بشرطیکہ کوئی ایسی شرط نہ ہو جو کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال بنا دے۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: قرآن مجید میں لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے سرگوشی کرنے کو بھی خیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (النسآء 114:4) شرطوں کے بارے میں بحث کتاب النکاح، باب ماجاء في الشرط عند عقدة النكاح (نکاح کرتے وقت شرط لگانا) کے تحت گزر چکی ہے۔

(المعجم ۱۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَضَعُ عَلَى حَائِطِ جَارِهِ خَشَبًا (التحفة ۱۸)

باب: 18۔ ہمسایہ اپنے پڑوسی کی دیوار پر لکڑی رکھ سکتا ہے

١٣٥٣- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

[1353] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

١٣٥٢- [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، الأحكام، باب الصلح، ح: ٢٣٥٣ من حديث كثير العوفي به، وسنده ضعيف جدًا ولكن له شواهد عند أبي داود، ح: ٣٥٩٤ وغيره فالحديث بها صحيح.

١٣٥٣- أخرجه البخاري، المظالم، باب: لا يمنع جار جاره أن يغرز خشبة في جداره، ح: ٢٤٦٣، ٢٤٦٧، ومسلم، ح: ١٦٠٩ من حديث الزهري به، ورواه أبو داود، ح: ٣٦٣٤ وغيره من حديث سفيان بن عيينة به * وفي الباب عن ابن عباس [ابن ماجه، ح: ٢٣٣٧] ومجمع بن جارية [ابن ماجه، ح: ٢٣٣٦].

[الْمَخْزُومِيُّ]: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدَكُمْ جَارُهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ، فَلَا يَمْنَعْهُ».

فَلَمَّا حَدَّثَ أَبُو هُرَيْرَةَ، طَأْطَأُوا رُؤُوسَهُمْ، فَقَالَ: مَالِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ؟ وَاللهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ. وَرُوِيَ [عَنْ] بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، قَالُوا: لَهُ أَنْ يَمْنَعَ جَارَهُ أَنْ يَضَعَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ. وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”جب تم میں سے کسی سے اس کا ہمسایہ اس کی دیوار میں اپنی لکڑی (شہتیر، بالا وغیرہ) گاڑنے کی اجازت طلب کرے تو وہ اسے اس کام سے نہ روکے۔“

جب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تو حاضرین نے اپنے سر جھکا لیے، تو انھوں نے کہا: کیا ہوا کہ میں تمھیں دیکھ رہا ہوں تم (اس حکم سے) اعراض و بے رخی برت رہے ہو؟ اللہ کی قسم! میں اسے تمھارے کندھوں پر رکھوں گا یا میں یہ حدیث خوب ٹھوک بجا کر تمھارے سامنے بیان کروں گا۔“ اس مسئلے میں ابن عباس اور مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم، جن میں امام مالک بن انس رحمہ اللہ بھی ہیں، کہتے ہیں: ہمسائے کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے روک دے مگر صحیح قول پہلا ہی ہے۔

فائدہ: اسلام باہم ہمدردی اور خیر خواہی کا علمبردار ہے۔ اس کی تعلیمات و ہدایات کی اساس و بنیاد ہی باہمی ہمدردی اور خیر خواہی پر ہے۔ یہ ہدایت بھی اس پر مبنی ہے کہ اگر پڑوسی کے شہتیر یا بالے رکھنے سے اس کا کوئی ناقابل برداشت نقصان نہ ہوتا ہو۔ محض معمولی توڑ پھوڑ ہو، جس کی اصلاح آسانی سے ہوسکتی ہو تو پڑوسی کو اس کام سے منع کرنا درست نہیں ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے اور یہی صحیح ہے۔ امام مالک اور احناف کے نزدیک پڑوسی کا روکنا مروت اور شائستگی کے منافی ہے، یعنی نہی تنزیہی ہے، قانونی یا فقہی طور پر ممانعت نہیں۔ بہرصورت یہ کام بلا اجازت درست نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 488/4)

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْيَمِينَ عَلٰى مَا يُصَدِّقُهُ صَاحِبُهُ (التحفة ١٩)

باب: 19۔ قسم اسی معنی میں معتبر ہے جو قسم لینے والے کا مقصود ہے

١٣٥٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ - الْمَعْنٰى

[1354] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

١٣٥٤- أخرجه مسلم، الأيمان، باب اليمين على نية المستحلف، ح: ١٦٥٣ من حديث هشيم به.

وَاحِدٌ - قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْيَمِينُ عَلٰى مَا يُصَدِّقُكَ بِهِ صَاحِبُكَ». [وَقَالَ قُتَيْبَةُ: عَلٰى مَا صَدَّقَكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ].

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم اس نیت کے مطابق معتبر ہے جس کی تمھارا ساتھی (قسم لینے والا) تصدیق کرے۔'' قتیبہ نے [بہ] کی جگہ [علیہ] کہا ہے۔ (مفہوم ایک ہی ہے۔)

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هُشَيْمٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ. وَعَبْدُاللهِ بْنُ أَبِي صَالِحٍ هُوَ أَخُو سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. وَرُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا كَانَ الْمُسْتَحْلِفُ ظَالِمًا، فَالنِّيَّةُ نِيَّةُ الْحَالِفِ. وَإِذَا كَانَ الْمُسْتَحْلِفُ مَظْلُومًا، فَالنِّيَّةُ نِيَّةُ الَّذِي اسْتَحْلَفَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں عبداللہ بن ابی صالح سے اسے صرف ہشیم ہی بیان کرتا ہے اور عبداللہ بن ابی صالح، سہیل بن ابی صالح کا بھائی ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ اگر قسم لینے والا ظلم کی بنیاد پر قسم لے رہا ہو تو پھر قسم اٹھانے والے کی اپنی نیت کا اعتبار ہوگا اور اگر قسم لینے والا مظلوم ہو تو پھر نیت وہی معتبر ہے جو قسم لینے والے نے کی ہے۔

فائدہ: اگر معاملہ عدالت میں چل رہا ہے اور قسم قاضی لے رہا ہے تو پھر بالاتفاق قاضی کی نیت کا اعتبار ہوگا، قسم اٹھانے والے کے اشارے کنائے کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اگر قسم قاضی نہیں لے رہا، اپنے طور پر قسم کا فیصلہ کیا ہے یا باہم رضامندی سے فیصلہ کیا ہے تو پھر بھی حق مارنے کے لیے اشارہ کنایہ جائز نہیں۔ اگر کسی کا حق نہ مرتا ہو تو پھر اشارہ کنایہ جائز ہے۔ (تحفة الأحوذي: 489/4)

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الطَّرِيقِ إِذَا اخْتُلِفَ فِيهِ، كَمْ يُجْعَلُ؟ (التحفة ٢٠)

باب: 20۔ جب راستہ چھوڑنے کے بارے میں اختلاف ہو تو کتنا راستہ چھوڑا جائے؟

١٣٥٥- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ سَعِيدٍ الضُّبَعِيِّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اجْعَلُوا الطَّرِيقَ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ».

[1355] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''راستہ سات ہاتھ بناؤ۔''

١٣٥٥ـ أخرجه ابن ماجه، الأحكام، باب: إذا تشاجروا في قدر الطريق، ح: ٢٣٣٨ من حديث وكيع، وأبو داود، ح: ٣٦٣٣ من حديث المثنى بن سعيد به، وصححه ابن الجارود، ح: ١٠١٨ ورواه مسلم، ح: ١٦١٣ من حديث أبي هريرة، بلفظ "إذا اختلفتم في الطريق، جعل عرضه سبع أذرع" ورواه البخاري، ح: ٢٤٧٣ من حديث أبي هريرة به.

١٣٥٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ بُشَيْرِ ابْنِ كَعْبٍ الْعَدَوِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا تَشَاجَرْتُمْ فِي الطَّرِيقِ فَاجْعَلُوهُ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ».

[1356] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں راستے کے بارے میں اختلاف اور جھگڑا پیدا ہو جائے تو اسے سات ہاتھ رکھو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ وَكِيعٍ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ بُشَيْرِ بْنِ كَعْبٍ [الْعَدَوِيِّ] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوَى بَعْضُهُمْ [هٰذَا] عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث وکیع کی مذکورہ بالا حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بشیر بن کعب عدوی کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض راویوں نے یہ حدیث قتادہ سے بشیر بن نہیک سے بیان کی ہے مگر وہ محفوظ نہیں۔

فائدہ: جس راستے کے دونوں طرف گھر ہوں اور راستہ کسی کا ذاتی نہ ہو بلکہ مشترکہ ہو تو وہ لوگوں کی آمد و رفت کی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر بنایا جائے۔ اگر راستے پر بھاری ٹریفک یا زیادہ ٹریفک نہ چلتی ہو اور راستے کی مقدار کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو پھر راستہ سات ہاتھ چھوڑا جائے کیونکہ عام آمد و رفت کے لیے یہ مقدار کافی ہے۔ آپس کی رضامندی کی صورت میں کمی بیشی کرنا جائز ہے۔ (تحفة الأحوذي: 490/4)

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَخْيِيرِ الْغُلَامِ بَيْنَ أَبَوَيْهِ إِذَا افْتَرَقَا (التحفة ٢١)

باب: 21۔ ماں باپ کی علیحدگی کی صورت میں بچے کو ان میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنے کا اختیار دینا

١٣٥٧- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ الثَّعْلَبِيِّ، عَنْ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَيَّرَ غُلَامًا بَيْنَ أَبِيهِ وَأُمِّهِ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

[1357] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بچے کو اپنے ماں باپ میں سے ایک کے ساتھ رہنے کا اختیار دیا۔'' اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور عبدالحمید بن جعفر کے دادا سے روایات آئی ہیں۔

١٣٥٦ـ انظر الحديث السابق * وفي الباب عن ابن عباس [ابن ماجه، ح: ٢٣٣٩، ٢٣٤١ مختصرًا، وأحمد: ١/ ٢٣٥، ٢٥٥، ٣٠٢، ٣١٣، ٣١٧].

١٣٥٧ـ أخرجه ابن ماجه، الأحكام، باب تخيير الصبي بين أبويه، ح: ٢٣٥١ من حديث سفيان بن عيينة، وأبو داود، ح: ٢٢٧٧ من حديث زياد بن سعد به * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [أبو داود، ح: ٢٢٧٦]، وجد عبدالحميد بن جعفر [أبو داود، ح: ٢٢٤٤].

عَمْرٍو، وَجَدُّ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو مَيْمُونَةَ اسْمُهُ سُلَيْمٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. قَالُوا: يُخَيَّرُ الْغُلَامُ بَيْنَ أَبَوَيْهِ إِذَا وَقَعَتْ بَيْنَهُمَا الْمُنَازَعَةُ فِي الْوَلَدِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وإِسْحَاقَ. وَقَالَا: مَا كَانَ الْوَلَدُ صَغِيرًا فَالْأُمُّ أَحَقُّ. فَإِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ سَبْعَ سِنِينَ خُيِّرَ بَيْنَ أَبَوَيْهِ. هِلَالُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ هُوَ هِلَالُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أُسَامَةَ، وَهُوَ مَدَنِيٌّ. وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَفُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابومیمونہ کا نام سلیم ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک جب والدین میں بچے کے متعلق جھگڑا کھڑا ہوجائے تو بچے کو ان میں سے ایک کے ساتھ رہنے کے بارے میں اختیار دیا جائے گا۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ ان کے نزدیک جب تک بچہ چھوٹا ہو تو والدہ کا حق زیادہ ہے اور جب بچہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے والدین کے بارے میں اختیار دیا جائے گا۔ ہلال بن ابومیمونہ سے مراد ہلال بن علی بن اسامہ ہے جو مدنی ہے۔ اس سے یحییٰ بن ابی کثیر، مالک بن انس اور فلیح بن سلیمان نے روایت کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب تک بچہ کھانے پینے اور پہننے میں ماں کا محتاج ہے تو والدین میں علیحدگی اور جدائی کی صورت میں والدہ کے ساتھ رہے گا اور جب شعور و تمیز کی عمر کو پہنچ جائے، یعنی سات سال کا ہوجائے گا تو پھر ان میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنے کا اسے اختیار ہوگا۔ بچہ جس کے ساتھ رہنا چاہے اس کے ساتھ چلا جائے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق کا یہی موقف ہے۔ احناف کے نزدیک جب بچہ اپنی ضروریات (کھانے، پینے، پہننے، استنجا کرنے) کے لیے ماں کا محتاج نہ ہو، یعنی سات آٹھ سال کا ہوجائے تو اب والد کو دے دیا جائے کہ وہ اس کی تربیت کرے اور بلوغت کے بعد اسے اختیار دیا جائے۔

(تحفة الأحوذي:4/492، الكوكب الدري:2/352)

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْوَالِدَ يَأْخُذُ مِنْ مَالِ وَلَدِهِ (التحفة ٢٢)

باب:22۔ باپ اپنی اولاد کے مال میں سے لے سکتا ہے

١٣٥٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ

[1358] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پاکیزہ اور عمدہ مال جو تم استعمال

١٣٥٨ـ [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب ما للرجل من مال ولده، ح:٢٢٩٠ من حديث يحيى بن زكريا به، وصححه الذهبي وهو مخرج في نيل المقصود، ح:٣٥٢٨ ومسند الحميدي، ح:٢٤٧ * وفي الباب عن جابر [ابن ماجه، ح:٢٢٩١] وعبدالله بن عمرو [ابن ماجه، ح:٢٢٩٢].

عُمَيْرٍ، عَنْ عَمَّتِهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلْتُمْ مِّنْ كَسْبِكُمْ، وَإِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِّنْ كَسْبِكُمْ».

کرتے ہو وہی ہے جو تمھارا اپنا کمایا ہوا ہو اور تمھاری اولاد بھی تمھاری کمائی وکسب میں سے ہے۔"

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَّقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ وَأَكْثَرُهُمْ قَالُوا: عَنْ عَمَّتِهِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. قَالُوا: إِنَّ يَدَ الْوَالِدِ مَبْسُوطَةٌ فِي مَالِ وَلَدِهِ يَأْخُذُ مَا شَاءَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَأْخُذُ مِنْ مَالِهِ إِلَّا عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَيْهِ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض راویوں نے عمارہ بن عمیر کا استاد اس کی ماں کو بنایا ہے اور اکثر راویوں نے اس کی پھوپھی کو استاد ٹھہرایا ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے بقول، باپ کا ہاتھ اپنی اولاد کے مال میں کھلا ہے۔ (اس پر کوئی پابندی نہیں) جتنا چاہے یا جو چاہے لے سکتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں: اولاد کا مال صرف ضرورت کی صورت ہی میں لے سکتا ہے۔

فائدہ: انسان کی اولاد اس کا جگر گوشہ ہے۔ باپ کی تعلیم وتربیت ہی سے وہ کسب وکمائی کے قابل ہوتی ہے، اس لیے وہ اس کے مال میں بھی اسراف اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے تصرف کرسکتا ہے۔ اولاد کا یہ فرض بنتا ہے کہ جب والدین محتاج و ضرورت مند ہوں تو وہ ان کی کفالت کرے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يُكْسَرُ لَهُ الشَّيْءُ، مَا يُحْكَمُ لَهُ مِنْ مَالِ الْكَاسِرِ (التحفة ٢٢)

باب: 23۔ اگر کوئی دوسرے کی کوئی چیز توڑ دے تو کیا وہ توڑنے والے کے مال سے لے سکتا ہے؟

١٣٥٩- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ [الثَّوْرِيِّ]، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَهْدَتْ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا فِي قَصْعَةٍ، فَضَرَبَتْ عَائِشَةُ الْقَصْعَةَ بِيَدِهَا، فَأَلْقَتْ مَا فِيهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «طَعَامٌ بِطَعَامٍ، وَّإِنَاءٌ بِإِنَاءٍ».

[1359] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی کسی بیوی نے ایک پیالے میں نبی ﷺ کو کھانا بھیجا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیالے پر ہاتھ مار کر اس میں جو کچھ تھا اسے گرا دیا (اور پیالہ بھی ٹوٹ گیا) تو نبی ﷺ نے فرمایا: "کھانے کے بدلے کھانا اور برتن کی جگہ برتن۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٣٥٩ـ أخرجه البخاري، المظالم، باب: إذا كسر قصعة أو شيئًا لغيره، ح: ٢٤٨١ من حديث حميد الطويل به.

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کی چیز جان بوجھ کر توڑ دے یا ضائع کر دے تو وہ اس کا ضامن ہوگا اور اسے اس جیسی چیز لے کر دینی ہوگی۔ اگر اس جیسی چیز میسر نہ ہو تو پھر اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

١٣٦٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَعَارَ قَصْعَةً فَضَاعَتْ فَضَمِنَهَا لَهُمْ.

[1360] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک پیالہ عاریتاً (ادھار) لیا اور وہ ضائع ہو گیا تو آپ نے انھیں اس کی جگہ (دوسرا) پیالہ دیا۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ. وَإِنَّمَا أَرَادَ - عِنْدِي - سُوَيْدٌ الْحَدِيثَ الَّذِي رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ. وَحَدِيثُ الثَّوْرِيِّ أَصَحُّ. اسْمُ أَبِي دَاوُدَ عُمَرُ ابْنُ سَعْدٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث محفوظ نہیں۔ میرے خیال میں سوید کا مقصد اوپر والی ثوری کی روایت ہے اور ثوری کی روایت ہی صحیح ہے اور ابو داود کا نام عمر بن سعد ہے۔

فائدہ: یہ روایت اگرچہ درست نہیں لیکن اوپر والی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی کی چیز جان بوجھ کر ضائع کر دی جائے تو اس کا عوض ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح کسی سے ادھار لی گئی چیز اگر انسان کی کوتاہی سے ضائع ہوتی ہے تو اسے اس کا بدلہ دینا ہوگا۔ اگر مالک نہ لینا چاہے تو اس کی مرضی۔

(المعجم ٢٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي حَدِّ بُلُوغِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ (التحفة ٢٤)

باب: 24۔ مرد اور عورت کی حد بلوغت کا بیان

١٣٦١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَزِيرٍ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: عُرِضْتُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي جَيْشٍ وَأَنَا ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ فَلَمْ يَقْبَلْنِي، فَعُرِضْتُ عَلَيْهِ مِنْ قَابِلٍ فِي جَيْشٍ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَقَبِلَنِي. قَالَ نَافِعٌ: وَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَ: هٰذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، ثُمَّ كَتَبَ أَنْ يُفْرَضَ لِمَنْ بَلَغَ الْخَمْسَ عَشْرَةَ.

[1361] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک لشکر میں شرکت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ میں چودہ سال کا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے (جنگ میں شرکت کے لیے) قبول نہ فرمایا۔ پھر اگلے سال مجھے ایک اور لشکر کے لیے جبکہ میں پندرہ سال کا تھا، آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے مجھے قبول فرما لیا۔ سیدنا نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو سنائی تو انھوں نے فرمایا: یہ چھوٹے اور بڑے کے درمیان حد فاصل ہے، پھر (امراء کو) لکھا کہ جو پندرہ سال

١٣٦٠ـ [ضعيف] سويد بن عبدالعزيز ضعيف (تقريب: ٢٦٩٢) والحديث السابق يغني عنه.

١٣٦١ـ أخرجه البخاري، المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، ح: ٤٠٩٧ ومسلم، ح: ١٨٦٨ من حديث عبيدالله بن عمر به.

کو پہنچ جائے اس کا غنیمت میں حصہ مقرر کرو۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَتَبَ أَنَّ هٰذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ. وَذَكَرَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيثِهِ قَالَ: حَدَّثْتُ بِهِ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ. فَقَالَ: هٰذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الذُّرِّيَّةِ وَالْمُقَاتِلَةِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ [سُفْيَانُ] الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. يَرَوْنَ أَنَّ الْغُلَامَ إِذَا اسْتَكْمَلَ خَمْسَ عَشْرَةَ [سَنَةً]، فَحُكْمُهُ حُكْمُ الرِّجَالِ. وَإِنِ احْتَلَمَ قَبْلَ خَمْسَ عَشْرَةَ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الرِّجَالِ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ، الْبُلُوغُ ثَلَاثَةُ مَنَازِلَ: بُلُوغُ خَمْسَ عَشْرَةَ، أَوِ الْاِحْتِلَامُ، فَإِنْ لَمْ يُعْرَفْ سِنُّهُ وَلَا احْتِلَامُهُ فَالْإِنْبَاتُ - يَعْنِي الْعَانَةَ -.

ابن ابی عمر کی سند سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مذکورہ بالا کی مانند آئی ہے۔ مگر اس میں یہ نہیں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے لکھا کہ یہ چھوٹے اور بڑے میں حد امتیاز ہے۔ ابن عیینہ اپنی حدیث میں یہ بیان کرتے ہیں کہ نافع نے کہا: میں نے یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز کو سنائی تو انھوں نے فرمایا: یہ بچوں اور جنگ کے قابل لوگوں کے درمیان حد امتیاز ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ان کا موقف ہے کہ جو لڑکا پندرہ سال مکمل کر لے اس کا حکم مردوں والا ہے۔ اگر پندرہ سال سے پہلے احتلام شروع ہو جائے تو پھر بھی اس کا حکم مردوں والا ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ فرماتے ہیں: بلوغت کی تین منزلیں یا صورتیں ہیں: ① پندرہ سال کو پہنچنا۔ ② احتلام کا آنا۔ ③ اگر اس کی عمر اور اس کے احتلام کا علم نہ ہو سکے تو پھر زیر ناف بالوں کا اگنا ہے۔

فائدہ: جمہور کا موقف یہی ہے کہ اگر بلوغت کا شمار عمر سے ہو تو بچی اور بچے دونوں کے لیے پندرہ سال کا ہونا ہے۔ اگر عمر سے پیمانہ چلے تو نو سال کے بعد کسی سال احتلام یا حیض کا آنا ہے۔ صاحبین کا موقف یہی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔ مشہور قول کی رو سے لڑکا 18 سال کے بعد بالغ ہوگا اور لڑکی سترہ سال کے بعد بالغ ہوگی۔

(المعجم ٢٥) - بَابٌ: فِيمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةَ أَبِيهِ (التحفة ٢٥)

باب: 25۔ باپ کی بیوی سے شادی رچانے والے کی سزا

١٣٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا حَفْصُ

[1362] سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس

١٣٦٢ـ أخرجه ابن ماجه، الحدود، باب من تزوج امرأة أبيه من بعده، ح: ٢٦٠٧ من حديث حفص بن غياث، وأبو داود، ح: ٤٤٥٧ من حديث عدي بن ثابت به وصححه ابن الجارود، ح: ٦٨١ وابن حبان، ح: ١٥١٦ والحاكم على شرط مسلم: ٢/ ١٩١ ووافقه الذهبي وفي الباب عن قرة المزني (ابن ماجه: ٢٦٠٨).

ابْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: مَرَّ بِي خَالِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ وَمَعَهُ لِوَاءٌ فَقُلْتُ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ فَقَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةَ أَبِيهِ، أَنْ آتِيَهُ بِرَأْسِهِ.

سے میرے ماموں ابو بردہ بن نیار گزرے جبکہ ان کے پاس جھنڈا تھا۔ میں نے پوچھا: آپ کا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کر لی ہے تاکہ میں آپ کے پاس اس کا سر لے آؤں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ قُرَّةَ [الْمُزَنِيِّ]. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ رَوَى مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْبَرَاءِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ عَدِيٍّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْبَرَاءِ، عَنْ أَبِيهِ. وَرُوِيَ عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ عَدِيٍّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْبَرَاءِ، عَنْ خَالِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مسئلے میں قرۃ مزنی کی روایت بھی موجود ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: براء رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے، محمد بن اسحاق نے یہ روایت عدی بن ثابت سے بیان کی ہے جو براء رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن یزید کے واسطے سے بیان کرتے ہیں، اور یہی روایت اشعث کے واسطے سے عدی سے بیان کی گئی ہے اور وہ یزید بن براء سے بیان کرتے ہیں، اور وہ اپنے باپ براء سے بیان کرتے ہیں، اور یزید بن براء یہ روایت اپنے ماموں کے واسطے سے بھی نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص قطعی نصوص کی مخالفت کرے، امام اسے سخت اور سنگین سزا دلوا سکتا ہے اور قتل کرنا سنگین سزا ہے۔ محرم سے نکاح کرنے والے کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس پر حد ہے یا تعزیر؟ امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک حد ہے۔ امام احمد اور اسحاق کے نزدیک اسے قتل کر کے اس کا مال بھی سلب کر لیا جائے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حد نہیں، تعزیر ہے۔ اور تعزیر کی رو سے اسے قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ (الكوكب الدري: 355/2) محرم سے نکاح کرنے والا قتل کر دیا جائے گا۔ اسے تعزیر کہیں یا حد، سزا یہی ہے۔

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلَيْنِ يَكُونُ أَحَدُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْآخَرِ فِي الْمَاءِ (التحفة ٢٦)

باب: 26۔ کھیتوں کو کیسے سیراب کیا جائے جبکہ ایک کا کھیت بالائی جانب اور دوسرے کا زیریں جانب ہو

١٣٦٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ

[1363] سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک انصاری سیدنا زبیر سے اپنا ایک جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے

١٣٦٣- أخرجه مسلم، الفضائل، باب وجوب اتباعه ﷺ، ح: ٢٣٥٧ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٢٣٥٩، ٢٣٦٠ من حديث الليث بن سعد به.

الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ. فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ. سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ، فَأَبٰى عَلَيْهِ، فَاخْتَصَمُوا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ: «اسْقِ يَازُبَيْرُ! ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلٰى جَارِكَ» فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ: فَقَالَ: [يَا رَسُولَ اللّٰهِ] أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: «يَا زُبَيْرُ! اسْقِ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ» فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَحْسِبُ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي ذٰلِكَ. ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ الآية [النسآء:٦٥].

پاس لایا جو کہ پہاڑی زمین میں سے آنے والی (پانی کی) نالیوں کے سلسلے میں تھا۔ اس سے وہ لوگ اپنی کھجوریں سیراب کرتے تھے۔ انصاری نے کہا: پانی چھوڑ دو، بہتا آنے دو۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو وہ اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”زبیر! اپنا کھیت سینچ لو، پھر اپنے ہمسائے کی طرف پانی چھوڑ دو۔“ انصاری اس پر غصے میں آ گیا، اور کہا: اے اللہ کے رسول! (یہ فیصلہ آپ نے اس لیے دیا ہے) کہ وہ آپ کا پھوپھی زاد ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اور آپ نے فرمایا: ”اے زبیر! کھیت سیراب کرو، پھر پانی روک لوحتی کہ وہ منڈیروں تک چڑھ آئے۔“ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میرے خیال میں یہ آیت کریمہ اسی واقعے کے سلسلے میں اتری ہے۔ ”ایسے نہیں ہے، تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے درمیان پیدا ہو جانے والے اختلافات میں آپ کو حکم اور فیصل تسلیم نہ کر لیں، پھر آپ جو فیصلہ فرما دیں، یہ لوگ اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی اور گھٹن محسوس نہ کریں اور اسے پوری طرح دل کی گہرائی سے تسلیم کر لیں۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَرَوٰى شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الزُّبَيْرِ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ. وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ. وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ. نَحْوَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شعیب بن ابی حمزہ یہ روایت زہری سے بیان کرتے ہیں اور وہ عروہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان عبداللہ بن زبیر کا واسطہ نہیں لاتے۔ اور یہی روایت عبداللہ بن وہب، لیث سے اور یونس، زہری سے بیان کرتے ہیں اور عروہ اور زبیر کے درمیان عبداللہ بن زبیر کا واسطہ لا کر مذکورہ بالا حدیث کی مانند بیان کرتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① شراج: شرج کی جمع ہے، پانی پلانے والی نالیوں کو کہتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پانی پلانے کی باری پہلے ان لوگوں کو ملے گی جو اس طرف واقع ہیں جدھر سے پانی آ رہا ہو، یعنی باری ''موگے'' کے قریبی کھیت سے شروع کی جائے گی اور اختلاف کی صورت میں قاضی حکمت اور مصلحت کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسا فیصلہ دے سکتا ہے جس میں ہمدردی اور خیر خواہی کا اظہار ہوتا ہو، لیکن اگر حکمت و مصلحت کو جانب داری سمجھا جانے کا خطرہ ہو تو پھر عدل و انصاف کے مطابق دوٹوک فیصلہ دے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بلاوجہ تنقید و تبصرے سے انسان کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور وہ طبعی طور پر اسے ناگوار سمجھتا ہے۔ لیکن اگر ٹھیس پہنچانے والے نے غصے میں غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر یہ حرکت کی ہو تو اس سے درگزر کرنا چاہیے کیونکہ یہ انصاری صحابی بدری تھے لیکن غصے میں شعور و ادراک کھو بیٹھے اور جذباتی ہیجان میں انتہائی ناگوار بات کہہ دی جس کا کوئی صحیح مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات دل کی گہرائی سے بلا چون و چرا اور بلا حیل و حجت اور بغیر کسی گھٹن اور تنگی محسوس کیے قبول کرنا ہی ایمان کا تقاضا ہے اور یہی مسلمان کے لائق ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يُعْتِقُ مَمَالِيكَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ، وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ (التحفة ٢)

باب: 27۔ ایسے شخص کا بیان جو اپنی موت کے وقت اپنے تمام غلام آزاد کر دے جبکہ یہی غلام اس کا کل مال ہوں

١٣٦٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ أَعْتَقَ سِتَّةَ أَعْبُدٍ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ. فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا. قَالَ: ثُمَّ دَعَاهُمْ فَجَزَّأَهُمْ ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ، فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً.

[1364] سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ غلام آزاد کر دیے جبکہ ان کے سوا اس کے پاس اور کوئی مال نہ تھا۔ نبی ﷺ کو اس واقعے کی خبر پہنچی تو آپ نے اسے سخت ڈانٹا، اور غلاموں کو بلایا اور انھیں (تین جوڑیوں میں) تقسیم کیا، پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔ دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام قرار دیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ [مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ]. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ

اس مسئلے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور ان سے کئی سندوں سے آئی ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ امام مالک بن انس، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا

١٣٦٤۔ أخرجه مسلم، الأيمان، باب من أعتق شركًا له في عبد، ح:١٦٦٨ عن قتيبة به * وفي الباب عن أبي هريرة [البيهقي: ١٠/ ٢٨٦].

أَنَسٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ يَرَوْنَ [اسْتِعْمَالَ] الْقُرْعَةِ فِي هٰذَا وَفِي غَيْرِهِ. وَأَمَّا بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَغَيْرِهِمْ فَلَمْ يَرَوُا الْقُرْعَةَ. وَقَالُوا: يُعْتَقُ مِنْ كُلِّ عَبْدٍ الثُّلُثُ. وَيُسْتَسْعٰى فِي ثُلُثَيْ قِيمَتِهِ. وَأَبُو الْمُهَلَّبِ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو [الْجَرْمِيُّ وَهُوَ غَيْرُ أَبِي قِلَابَةَ] وَيُقَالُ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو [وَّأَبُو قِلَابَةَ الْجَرْمِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ].

یہی قول ہے۔ ان کی رائے میں اس قسم کے مسائل میں قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ کوفے کے بعض اہل علم اور دوسرے حضرات کے نزدیک قرعے کے ذریعے سے فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ ان کے نزدیک ہر غلام کا تہائی حصہ آزاد ہوجائے گا اور دو تہائی کی قیمت کی ادائیگی کے لیے ہر غلام سے محنت مزدوری کروائی جائے گی۔ ابو مہلب کا نام عبدالرحمن بن عمرو ہے اور یہ قبیلۂ بنو جرم سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ابو قلابہ نہیں۔ اسے معاویہ بن عمرو بھی کہتے ہیں۔ ابو قلابہ جرمی کا نام عبداللہ بن زید ہے۔

فوائد و مسائل: ① مقدمات اور جھگڑوں کا فیصلہ شہادت یا اقرار واعتراف کی بنیاد پر کیا جاتا ہے لیکن بعض مقدمات ایسے ہوتے ہیں جہاں فیصلہ شہادت یا اقرار کی بنیاد پر نہیں ہوسکتا، مثلاً: ایک چیز مشترکہ ہے۔ اس میں سب کا حق ایک جیسا اور برابر ہے لیکن اسے سب میں حسب خواہش تقسیم کرنا ممکن نہیں جبکہ انسان اپنا حق حسب خواہش لینا چاہتا ہے، جس طرح اس حدیث میں بیان کردہ واقعے میں ہے۔ اب شرعی اصول و ضابطے کے مطابق مرتے وقت انسان اپنے سارے مال میں حسب خواہش تصرف کا حق نہیں رکھتا۔ اسے کل مال کے ایک تہائی حصے تک تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔ انصاری نے اپنے چھ غلام آزاد کردیے جبکہ اسے حق صرف دو غلام آزاد کرنے کا حاصل تھا۔ اب چھ غلاموں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ آزادی مجھے ملے جبکہ آزادی صرف دو کو مل سکتی تھی، اور یہاں شہادت پر فیصلہ ہو نہیں سکتا، اور کوئی اپنا حق چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ ایسی صورت میں قرعہ اندازی کے سوا اس مسئلے کو حل کرنے کی کوئی قابل عمل اور واقعاتی صورت ممکن نہیں۔ اس لیے جمہور ائمہ کے نزدیک اس کا قابل عمل اور آسان حل جس سے کسی کی حق تلفی نہ ہو، یہی ہے کہ قرعے کے ذریعے سے دو کو آزاد کردیا جائے اور باقی چار کو ورثاء کا غلام قرار دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث سے اس حل کی تصدیق و تائید ہوتی ہے مگر احناف کے موقف کے مطابق سارے غلام آزاد ہوجائیں گے اور ورثاء کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا کہ وہ ان سب کو آزادی دیں اور پھر ہر ایک سے محنت مزدوری کروا کر دو تہائی عادلانہ قیمت وصول کریں۔ وہ اس حدیث کو بلا دلیل منسوخ قرار دیتے ہیں۔ ② انصاری کے بارے میں نبی ﷺ کی سخت بات یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: ”اگر مجھے اس بات کا پہلے علم ہوجاتا تو میں اس کا جنازہ نہ پڑھتا اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنے دیتا۔“ (الكوكب الدري: 358/2)

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ مَلَكَ ذَا [رَحِمٍ] مَّحْرَمٍ (التحفة ٢٨)

باب: 28۔ جب کوئی شخص اپنے محرم رشتے دار کا مالک بن جائے تو اس کا حکم

١٣٦٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَّحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ».

[1365] سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے محرم رشتے دار کا مالک بن گیا، وہ آزاد ہو جائے گا۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مُسْنَدًا، إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ. وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُمَرَ، شَيْئًا مِّنْ هٰذَا. حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ. وَعَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَّحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ». [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا ذَكَرَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ عَاصِمًا الْأَحْوَلَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، غَيْرَ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَّحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ» رَوَاهُ ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَلَا يُتَابَعُ ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيعَةَ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ. وَهُوَ حَدِيثٌ خَطَأٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں اس حدیث کو مسند (متصل، مرفوع) صرف حماد بن سلمہ ہی بیان کرتے ہیں۔ اور بعض راویوں نے اس انداز کی حدیث قتادہ کی سند سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً (ان کا قول) بیان کی ہے۔ امام صاحب بیان کرتے ہیں: ہمیں عقبہ بن مکرم عمی بصری اور بہت سے راویوں نے محمد بن بکر برسانی کے واسطے سے بیان کی ہے اور اس میں قتادہ کے ساتھ عاصم احول کو بھی حسن سے راوی قرار دیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس کی ملکیت میں اس کا محرم رشتے دار آ گیا، وہ آزاد ہو گیا۔“ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں حماد بن سلمہ کے کسی شاگرد نے محمد بن بکر کے سوا اس حدیث میں عاصم احول کا نام نہیں لیا۔ اور بعض اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے، آپ نے فرمایا: ”جس کی ملکیت میں اس کا محرم رشتے دار آ گیا، وہ آزاد ہو گیا۔“ یہ حدیث ضمرہ بن ربیعہ، سفیان ثوری کی سند سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بیان کرتا ہے۔ اس حدیث میں کسی نے ضمرہ بن ربیعہ کی متابعت نہیں کی۔ محدثین کے نزدیک یہ روایت خطا ہے۔

فائدہ: محرم رشتے دار وہ لوگ ہیں جن کی آپس میں شادی نہ ہو سکے، یعنی جب ان میں سے ایک مرد اور دوسرے کو عورت ٹھہرایا جائے، مثلاً: باپ بیٹا، چچا بھتیجا، ماموں بھانجا وغیرہ۔ اکثر اہل علم صحابہ و تابعین کا قول اس حدیث کے مطابق ہے۔

١٣٦٥- أخرجه أبو داود، العتق، باب: فيمن ملك ذا رحم محرم، ح: ٣٩٤٩، وابن ماجه، ح: ٢٥٢٤ من حديث حماد بن سلمة به، وصححه الحاكم: ٢/ ٢١٤ والذهبي وابن الجارود، ح: ٩٧٣ * حديث عقبة بن مكرم: رواه ابن ماجه، ح: ٢٥٢٤ عنه وسنده حسن.

احناف اور حنابلہ کا موقف بھی یہی ہے، اور یہی صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 503/4، 504)

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ [فِيـ]ـمَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ (التحفة ٢٩)

باب: 29۔ جو شخص دوسروں کی زمین ان کی اجازت کے بغیر کاشت کرتا ہے، اس کا حکم

١٣٦٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ، وَلَهُ نَفَقَتُهُ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ، إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَالَ: لَا أَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ إِلَّا مِنْ رِوَايَةِ شَرِيكٍ. قَالَ مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا مَعْقِلُ بْنُ مَالِكٍ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ الْأَصَمِّ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

[1366] سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی قوم کی زمین ان کی اجازت کے بغیر کاشت کی تو اس کا کھیتی میں کوئی حق نہیں (تاہم) اسے اس کا خرچہ ملے گا۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے ابواسحاق سے صرف شریک بن عبداللہ ہی بیان کرتا ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ میں نے اس حدیث کے بارے میں محمد بن اسماعیل (امام بخاری رحمہ اللہ) سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: یہ حدیث حسن ہے، اور کہا: میرے علم میں اسے ابواسحاق سے صرف شریک ہی بیان کرتا ہے۔ اور امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) نے یہ حدیث سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند سے بیان کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی زمین اس کی اجازت کے بغیر کاشت کرتا ہے تو کھیتی زمین کے مالک کی ہوگی اور بیج بونے والے کو اس پر آنے والا خرچہ دیا جائے گا۔ امام احمد، اسحاق اور مالک رحمہم اللہ کا موقف یہی ہے۔ لیکن اگر کاشت کرنے والے نے کھیتی اٹھالی، پھر مالک کو پتا چلا تو اب اسے زمین کا ٹھیکہ ادا کرنا ہوگا۔ جمہور کا موقف یہی ہے اور احناف کے نزدیک ہر صورت میں زمین کے مالک کو ٹھیکہ ادا کیا جائے گا اور کھیتی زمین بونے والے کی ہوگی۔ (الكوكب الدري: 358/2) لیکن یہ رائے حدیث کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک مالک کو اختیار ہے کہ خرچہ ادا کردے یا ٹھیکہ لے لے۔ (تحفة الأحوذي: 505/4، 506)

١٣٦٦ـ [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في زرع الأرض بغير إذن صاحبها، ح: ٣٤٠٣ عن قتيبة به وابن ماجه، ح: ٢٤٦٦ من حديث شريك به.

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي النُّحْلِ وَالتَّسْوِيَةِ بَيْنَ الْوَلَدِ (التحفة ٣٠)

باب:30۔تحفہ وعطیہ دینے میں اولاد میں برابری قائم کرنا

١٣٦٧- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ - الْمَعْنٰى وَاحِدٌ - قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، يُحَدِّثَانِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أَنَّ أَبَاهُ نَحَلَ ابْنًا لَهُ غُلَامًا. فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ يُشْهِدُهُ فَقَالَ: «أَكُلَّ وَلَدِكَ قَدْ نَحَلْتَهُ، مِثْلَ مَا نَحَلْتَ هٰذَا؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَارْدُدْهُ».

[1367] سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد نے اپنے ایک بیٹے کو ایک غلام عطا کیا، پھر نبی ﷺ کو گواہ بنانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا: ''کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو ایسا ہی عطیہ دیا ہے جیسا عطیہ تم نے اسے دیا ہے؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اسے واپس لے لو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، يَسْتَحِبُّونَ التَّسْوِيَةَ بَيْنَ الْوَلَدِ، حَتّٰى قَالَ بَعْضُهُمْ: يُسَوِّي بَيْنَ وَلَدِهِ حَتّٰى فِي الْقُبْلَةِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُسَوِّي بَيْنَ وَلَدِهِ فِي النُّحْلِ وَالْعَطِيَّةِ [يَعْنِي] الذَّكَرُ وَالْأُنْثٰى سَوَاءٌ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: التَّسْوِيَةُ بَيْنَ الْوَلَدِ، أَنْ يُعْطَى الذَّكَرُ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، مِثْلَ قِسْمَةِ الْمِيرَاثِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اس کے مطابق ہے۔ وہ اولاد میں مساوات اور برابری کو مستحب سمجھتے ہیں، حتی کہ بعض کا قول ہے کہ بوسے (اور معانقے) میں بھی برابری قائم کرے۔ اور بعض کا قول ہے کہ تحفے اور عطیے میں برابری قائم رکھے، یعنی مذکر اور مؤنث کو ایک جیسا اور برابر دے۔ سفیان ثوری کا یہی قول ہے۔ اور بعض کا قول ہے: اولاد میں یکسانیت یہ ہے کہ مذکر کو مؤنث سے دوگنا دیا جائے جیسا کہ وراثت میں مال کی تقسیم ہوتی ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اس مضمون کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی انسان اپنی زندگی میں اولاد کو تحفہ اور عطیہ دیتا ہے تو مذکر اور مؤنث کو بلا امتیاز برابر برابر دے، اسے حق وراثت پر قیاس نہیں کرے گا۔ امام ثوری، بخاری، احمد، اسحاق اور بعض مالکیہ کا موقف یہی ہے، اور یہی صحیح ہے۔ اور جمہور کے نزدیک برابری مستحب ہے۔ اور تسویہ کا مقصد امام احمد، اسحاق اور بعض شافعیوں اور مالکیوں کے نزدیک وراثت کی تقسیم کے مطابق ہے، ہاں امام احمد کے نزدیک کسی بچے کی مجبوری اور ضرورت کا لحاظ کر کے اسے زیادہ دیا جاسکتا ہے، مثلاً: وہ معذور، مقروض یا بیمار ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 5/263-265)

١٣٦٧- أخرجه مسلم، الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة، ح: ١٦٢٣ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح: ٢٥٨٦ من حديث الزهري به.

(المعجم ٣١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الشُّفْعَةِ (التحفة ٣١)

باب:31۔حق شفعہ کا بیان

١٣٦٨– حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِالدَّارِ».

[1368] سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گھر کا ہمسایہ گھر (لینے) کا زیادہ حقدار ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِي الْبَابِ عَنِ الشَّرِيدِ وَأَبِي رَافِعٍ وَأَنَسٍ. حَدِيثُ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوٰى عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، مِثْلَهُ. وَرُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَالصَّحِيحُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، حَدِيثُ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ. وَلَا نَعْرِفُ حَدِيثَ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ، إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ. وَحَدِيثُ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطَّائِفِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فِي هٰذَا الْبَابِ هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَرَوٰى إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ كِلَا الْحَدِيثَيْنِ عِنْدِي صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا شرید، ابورافع اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ سیدنا سمرہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور عیسیٰ بن یونس اپنی سند سے سیدنا انس سے یہی روایت بیان کرتے ہیں۔ سعید بن ابی عروبہ بھی قتادہ کی مذکورہ سند سے سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہی روایت بیان کرتے ہیں۔ اور اہل علم کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ حسن، سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ ہمارے علم میں قتادہ کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت صرف عیسیٰ بن یونس ہی بیان کرتا ہے۔ اور عبداللہ بن عبدالرحمن طائفی کی عمرو بن شرید کی سند سے سیدنا شرید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور ابراہیم بن میسرہ، عمرو بن شرید سے سیدنا ابورافع کی مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) کو یہ کہتے سنا: میرے نزدیک دونوں حدیثیں (شرید اور ابورافع کی) صحیح ہیں۔

فائدہ: حق شفعہ سے مراد یہ ہے کہ ایک حصے دار، جائداد (گھر، زمین، مکان) دوسرے حصے دار کی اجازت کے بغیر فروخت کردے تو دوسرا حصے دار وہی قیمت ادا کر کے وہ جائداد حاصل کرسکتا ہے۔ ائمۂ حجاز: مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک شفعے کا حق صرف حصے دار کو حاصل ہے، پڑوسی کو قانونی اور فقہی طور پر حق شفعہ حاصل نہیں، یہی قول جمہور کا ہے اور احادیث سے اسی

١٣٦٨۔ أخرجه أحمد: ١٣/٥ عن إسماعيل ابن علية به، ورواه أبو داود، ح: ٣٥١٧ من حديث قتادة، وصححه ابن الجارود، ح: ٦٤٤ * وفي الباب عن الشريد [ابن ماجه، ح: ٢٤٩٦ وأشار إليه المؤلف]، وأبي رافع [البخاري، ح: ٢٢٥٨، ٦٩٧٧، ٦٩٨٠ وأشار إليه المؤلف]، وأنس [ابن حبان، ح: ١١٥٣ وأشار إليه الترمذي] * حديث عيسى بن يونس رواه ابن حبان، ح: ١١٥٣.

کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن احناف اور امام ثوری کے نزدیک پڑوسی کو بھی حق حاصل ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح صحیح مسلم از نووی:64/1) اور یہی حدیث ان کی دلیل ہے، حالانکہ یہاں جار (پڑوسی) سے مراد وہ پڑوسی ہے جو کسی صورت میں حصے دار ہے، وگرنہ یہ بات تو اتفاقی ہے کہ شریک (حصے دار) کی موجودگی میں ہمسایہ حق شفعہ نہیں رکھتا، اور اگلے باب کی حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ''جار'' سے مراد شریک ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب دونوں کا راستہ ایک ہو۔''

(المعجم ٣٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الشُّفْعَةِ لِلْغَائِبِ (التحفة ٣٢)

باب:32۔ غیر موجود کے لیے حق شفعہ

١٣٦٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ. قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَتِهِ، يُنْتَظَرُ بِهِ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا، إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا».

[1369] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمسایہ اپنے شفعے کا زیادہ حقدار ہے۔ اس کا انتظار کیا جائے اگرچہ وہ غیر حاضر ہی ہو جبکہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرَ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ [وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِي عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ مِنْ أَجْلِ هٰذَا الْحَدِيثِ]. وَعَبْدُ الْمَلِكِ هُوَ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، لَا نَعْلَمُ أَحَدًا تَكَلَّمَ فِيهِ غَيْرَ شُعْبَةَ، مِنْ أَجْلِ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَقَدْ رَوٰى وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ [بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ] هٰذَا الْحَدِيثَ. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ: عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ مِيزَانٌ. يَعْنِي فِي الْعِلْمِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ الرَّجُلَ أَحَقُّ بِشُفْعَتِهِ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا. فَإِذَا قَدِمَ فَلَهُ الشُّفْعَةُ. وَإِنْ تَطَاوَلَ ذٰلِكَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں یہ حدیث صرف عبدالملک بن ابی سلیمان ہی عطاء کے واسطے سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے۔ امام شعبہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کی بنا پر عبدالملک بن ابی سلیمان پر جرح کی ہے۔ اور عبدالملک محدثین کے نزدیک ثقہ اور امین ہے۔ ہمارے علم میں شعبہ کے سوا کسی نے بھی اس حدیث کے سبب اس پر جرح نہیں کی۔ امام وکیع یہ حدیث شعبہ ہی کے واسطے سے عبدالملک بن ابی سلیمان سے بیان کرتے ہیں۔ ابن مبارک، سفیان ثوری کا قول بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بن ابی سلیمان، میزان (کسوٹی) ہے، یعنی علم کی میزان۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ آدمی اگرچہ غائب ہو وہ اپنے شفعے کا زیادہ حقدار ہے۔ جب وہ واپس آئے گا اسے حق شفعہ حاصل ہوگا اگرچہ لمبا عرصہ گزر جائے۔

١٣٦٩ـ أخرجه أبو داود، البيوع، باب: في الشفعة، ح: ٣٥١٨ وابن ماجه، ح: ٢٤٩٤ من حديث عبدالملك به.

فائدہ: پڑوسی اگر شریک نہ ہو یا کم از کم راستہ ہی مشترک نہ ہو تو جمہور کے نزدیک قانونی اور فقہی طور پر حق شفعہ نہیں رکھتا، ہاں ہمسایہ ہونے کے سبب اخلاقی طور پر وہ حق دار ہے۔ اگر انسان نے اپنی جائداد بیچنی ہو تو ہمسائے ہی کو پہلا حق دینا چاہیے۔

(المعجم ٣٣) بَابُ [مَا جَاءَ] إِذَا حُدَّتِ الْحُدُودُ وَوَقَعَتِ السِّهَامُ فَلَا شُفْعَةَ (التحفة ٣٣)

باب: 33۔ جب حد بندی ہو جائے اور حصے پڑ جائیں تو شفعہ کا حق نہیں ہے

١٣٧٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ».

[1370] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب حد بندی ہو جائے اور راستے الگ الگ ہو جائیں تو حق شفعہ نہیں رہتا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ مُرْسَلًا، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ. مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ. وَبِهِ يَقُولُ بَعْضُ فُقَهَاءِ التَّابِعِينَ. مِثْلُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَغَيْرِهِ. وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. مِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ وَرَبِيعَةُ ابْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ. وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ. لَا يَرَوْنَ الشُّفْعَةَ إِلَّا لِلْخَلِيطِ وَلَا يَرَوْنَ لِلْجَارِ شُفْعَةً إِذَا لَمْ يَكُنْ خَلِيطًا. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: الشُّفْعَةُ لِلْجَارِ، وَاحْتَجُّوا بِالْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِالدَّارِ». وَقَالَ: «الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ» وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض راویوں نے اسے ابوسلمہ سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا واسطہ چھوڑ کر مرسلاً براہ راست نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما بھی ان میں شامل ہیں۔ اور بعض فقہائے تابعین کا نظریہ بھی یہی ہے جیسا کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔ اہل مدینہ کا قول بھی یہی ہے۔ ان میں یحییٰ بن سعید انصاری، ربیعہ بن ابی عبدالرحمان اور مالک بن انس رحمہم اللہ شامل ہیں۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔ ان کی رائے میں شفعہ کا حق صرف حصے دار کو حاصل ہے۔ ان کے نزدیک پڑوسی اگر شریک نہ ہو تو اسے حق شفعہ حاصل نہیں۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کے نزدیک پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہے۔ ان کی دلیل نبی ﷺ کی یہ مرفوع حدیث ہے، آپ نے فرمایا: ''گھر کا ہمسایہ گھر کا زیادہ

١٣٧٠ـ أخرجه البخاري، الحيل، باب: في الهبة والشفعة، ح: ٦٩٧٦ من حديث معمر به.

حقدار ہے۔" اور فرمایا: "پڑوسی قرب و نزدیکی کی بنا پر زیادہ حقدار ہے۔" امام ثوری، ابن مبارک اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

لغوی تشریح: سَقَب: قرب واتصال۔

فائدہ: اصول ملکیت کے اعتبار سے ہر مالک کو اپنی ملکیت میں آزادانہ حق تصرف حاصل ہے لیکن یہاں شریعت نے ایک حکمت و مصلحت کے تحت حق تصرف پر پابندی لگادی ہے۔ وہ حکمت و مصلحت یہ ہے کہ جب گھر متصل ہوتے ہیں تو ان میں دیوار یا راستے کی شراکت کی بنا پر کسی اجنبی کے آنے سے گھر والوں کو تکلیف ہوتی ہے، لیکن اگر گھر الگ الگ ہوں، ان میں کسی قسم کا سانجھ و شراکت نہ ہو تو پھر یہ خطرہ نہیں ہوتا، اس صورت میں بھی اصل ضابطہ و قاعدہ برقرار رہے گا، اس لیے بالاتفاق شریک کی موجودگی میں صرف راستے میں شریک حق شفعہ نہیں رکھتا اور راستے میں شریک کی موجودگی میں محض پڑوسی حق نہیں رکھتا، اس لیے اس حدیث میں جس "جار" کو زیادہ حق دار قرار دیا گیا ہے وہ جار شریک ہے وگرنہ محض ہمسایہ سب سے زیادہ حق دار ٹھہرے گا جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 4/552، 553)

(المعجم ۳۲) بَابُ [مَا جَاءَ أَنَّ الشَّرِيكَ شَفِيعٌ] (التحفة ۳۴)

باب: 34۔ شریک کو حق شفعہ حاصل ہے

١٣٧١ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ ابْنُ مُوسٰى عَنْ أَبِي حَمْزَةَ السُّكَّرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ رُفَيْعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلشَّرِيكُ شَفِيعٌ وَالشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ».

[1371] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شریک (حصے دار) کو حق شفعہ حاصل ہے۔ اور حق شفعہ ہر چیز میں ہے۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا، إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي حَمْزَةَ السُّكَّرِيِّ. وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، مُرْسَلًا وَهٰذَا أَصَحُّ. حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ،

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس انداز میں ہمارے علم میں صرف ابوحمزہ سکری بیان کرتا ہے۔ بہت سے راویوں نے یہ حدیث عبدالعزیز بن رُفیع سے ابن ابی ملیکہ سے براہ راست نبی ﷺ سے مرسلاً (ابن عباس کا واسطہ چھوڑ کر) بیان کی ہے۔ اور یہی صورت زیادہ صحیح ہے۔ ہمیں ہناد نے بواسطہ ابن ابی ملیکہ اس کے ہم معنی مرسل

١٣٧١ـ [إسناده معلول والحديث منكر] أخرجه النسائي في الكبرى (تحفة الأشراف: ٥/ ٤٥، ح: ٥٧٩٥) والبيهقي: ٦/ ١٠٩ من حديث الفضل بن موسى به. انظر للتفصيل: الضعيفة للألباني، ح: ١٠٠٩.

نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ. وَلَيْسَ فِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، مِثْلَ هٰذَا. لَيْسَ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي حَمْزَةَ، وَأَبُو حَمْزَةَ ثِقَةٌ. يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ الْخَطَأُ مِنْ غَيْرِ أَبِي حَمْزَةَ. حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ. وَقَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِنَّمَا تَكُونُ الشُّفْعَةُ فِي الدُّورِ وَالْأَرَضِينَ. وَلَمْ يَرَوُا الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ شَيْءٍ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: الشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ. وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

روایت بیان کی ہے، اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ نہیں ہے۔ اسی طرح بہت سے راویوں نے عبدالعزیز بن رُفیع سے حدیث بیان کی ہے، اس میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ نہیں ہے۔ اور ابوحمزہ کی حدیث کی بہ نسبت یہ مرسل حدیث ہی زیادہ صحیح ہے۔ ابوحمزہ ثقہ راوی ہے، ممکن ہے غلطی ابوحمزہ کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے کی ہو۔ ہمیں ہناد نے یہ حدیث ابوالاحوص سے بھی ابوبکر بن عیاش کی طرح مرسلاً ہی بیان کی ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک شفعہ کا تعلق گھروں اور زمینوں سے ہے۔ ان کے نزدیک ہر چیز میں شفعہ نہیں ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک شفعہ ہر چیز میں ہے۔ پہلا قول ہی صحیح ہے۔

فائدہ: صحیح بات یہ ہے کہ ہر قسم کی غیر منقولہ اشیاء: مکانات، دوکانوں اور جاگیر (زمین) وغیرہ میں حق شفعہ ہے اور منقولہ اشیاء میں حق شفعہ نہیں ہے۔ اسی لیے شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة: 1009، 1010) امام عطا کے نزدیک ہر چیز میں شفعہ ہے۔ امام مالک کا ایک قول یہی ہے۔ امام احمد کے نزدیک منقولہ اشیاء میں سے صرف حیوانات میں شفعہ ہے۔ (فتح الباري: 551/4)

(المعجم ٣٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي اللُّقَطَةِ وَضَالَّةِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ (التحفة ٣٥)

باب: 35۔ گری پڑی چیز اٹھانے اور گمشدہ اونٹ اور بکری کا حکم

١٣٧٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ؟ فَقَالَ: «عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا،

[1372] سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ (گری پڑی چیز) کے بارے دریافت کیا؟ آپ نے فرمایا: ”اس کی ایک سال تک تشہیر کرو، پھر اس کے سربند (بندھن) اس کے برتن اور اس کی تھیلی کی شناخت کرلو، پھر اسے خرچ کرلو، اگر اس کا

١٣٧٢ـ أخرجه البخاري، كتاب في اللقطة، باب: إذا جاء صاحب اللقطة بعد سنة ردها عليه لأنها وديعة عنده، ح: ٢٤٣٦ ومسلم، ح: ١٧٢٢ عن قتيبة به * وفي الباب عن أبي بن كعب [يأتي: ١٣٧٤]، وعبدالله بن عمر [صوابه، عبدالله بن عمرو، تقدم: ١٢٨٩ مختصرًا وأبو داود، ح: ١٧١٠-١٧١٣]، والجارود بن المعلى [أحمد: ٥/ ٨٠ والدارمي، ح: ٢٦٠٤، ٢٦٠٥]، وعياض بن حمار [أبو داود، ح: ١٧٠٩]، وجرير بن عبدالله [أبو داود، ح: ١٧٢٠].

فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ» فَقَالَ [لَهُ]: يَا رَسُولَ اللهِ! فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: «خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ. فَقَالَ: «مَالَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتّٰى تَلْقٰى رَبَّهَا». وَفِي الْبَابِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَالْجَارُودِ بْنِ الْمُعَلّٰى وَعِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ وَجَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَحَدِيثُ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، وَرَخَّصُوا فِي اللُّقَطَةِ إِذَا عَرَّفَهَا سَنَةً فَلَمْ يَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، أَنْ يَنْتَفِعَ بِهَا، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: يُعَرِّفُهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا تَصَدَّقَ بِهَا. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْكُوفَةِ، لَمْ يَرَوْا لِصَاحِبِ اللُّقَطَةِ أَنْ يَنْتَفِعَ بِهَا إِذَا كَانَ غَنِيًّا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَنْتَفِعُ بِهَا وَإِنْ كَانَ غَنِيًّا، لِأَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ أَصَابَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُعَرِّفَهَا ثُمَّ يَنْتَفِعَ بِهَا، وَكَانَ أُبَيٌّ كَثِيرَ الْمَالِ، مِنْ مَيَاسِيرِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُعَرِّفَهَا، فَلَمْ يَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَأْكُلَهَا، فَلَوْ كَانَتِ اللُّقَطَةُ لَمْ تَحِلَّ إِلَّا لِمَنْ تَحِلُّ لَهُ

مالک آجائے تو اسے ادا کردو۔'' اس نے آپ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! گمشدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اسے پکڑلو کیونکہ اسے تم پکڑلو گے یا تمھارا کوئی بھائی پکڑ لے گا، یا پھر بھیڑیے کے قابو میں آجائے گی۔'' اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! گمشدہ اونٹ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس پر نبی ﷺ غصے میں آگئے حتی کہ آپ کے رخسار سرخ ہوگئے یا چہرہ سرخ ہوگیا، اور آپ نے فرمایا: ''تیرا اس سے کیا تعلق ہے؟ اس کا جوتا اور اس کا مشکیزہ اس کے ساتھ ہیں، حتی کہ وہ اپنے مالک کو پالے گا (اسے بھیڑیے وغیرہ سے خطرہ نہیں ہے۔) اس مسئلے میں سیدنا ابی بن کعب، عبداللہ بن عمر، جارود بن معلّٰی، عیاض بن حمار اور جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ زید بن خالد رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور ان سے کئی سندوں سے آئی ہے۔ اور منبعث کے مولیٰ یزید کی زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے حدیث حسن صحیح ہے اور اس سے کئی سندوں سے آئی ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے، انھوں نے اس بات کی رخصت دی ہے کہ جب گری پڑی چیز کی ایک سال کے لیے تشہیر کردی گئی اور اس کی شناخت کرنے والے کا علم نہ ہوسکا تو اٹھانے والا اس سے فائدہ اٹھالے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا قول ہے کہ اس کی ایک سال تشہیر کرے، اگر اس کا مالک آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے صدقہ کردے۔ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور اہل کوفہ کا یہی موقف ہے۔ ان کے نزدیک اٹھانے والے کو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل نہیں جبکہ وہ غنی ہو۔ امام شافعی کا قول ہے: اگرچہ وہ غنی ہو فائدہ اٹھا سکتا ہے کیونکہ نبی ﷺ کے

الصَّدَقَةُ، لَمْ تَحِلَّ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، لِأَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَصَابَ دِينَارًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَعَرَّفَهُ فَلَمْ يَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهُ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِأَكْلِهِ، وَكَانَ عَلِيٌّ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ.

دور میں سیدنا ابی بن کعب کو ایک تھیلی ملی جس میں سو دینار تھے تو آپ ﷺ نے انھیں تشہیر کے بعد فائدہ اٹھانے کا حکم دیا، حالانکہ سیدنا ابی بہت مالدار تھے، اور اصحاب ثروت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے، تو آپ نے انھیں تشہیر کرنے کا حکم دیا۔ اسے شناخت کرنے والا (مالک) نہ ملا تو نبی ﷺ نے اسے اس کے استعمال کر لینے کا حکم دے دیا۔ اگر گری پڑی چیز صرف اسی کے لیے حلال ہوتی جس کے لیے صدقہ لینا حلال ہے تو سیدنا علی بن ابی طالب کے لیے حلال نہ ہوتی کیونکہ سیدنا علی بن ابی طالب کو نبی ﷺ کے دور میں ایک دینار ملا، انھوں نے اس کی تشہیر کی لیکن اس کی پہچان کرنے والا نہ ملا تو نبی ﷺ نے انھیں اس کے کھانے (استعمال کرنے) کا حکم دیا، حالانکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے صدقہ لینا حلال نہ تھا۔

وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، إِذَا كَانَتِ اللُّقَطَةُ يَسِيرَةً، أَنْ يَنْتَفِعَ بِهَا وَلَا يُعَرِّفَهَا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا كَانَ دُونَ دِينَارٍ يُعَرِّفُهَا قَدْرَ جُمُعَةٍ، وَهُوَ قَوْلُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ.

اور بعض اہل علم نے اجازت دی ہے کہ اگر گری پڑی چیز معمولی ہو تو اٹھانے والا بغیر تشہیر کیے استعمال کر سکتا ہے۔ اور بعض کا قول ہے: اگر وہ دینار سے کم ہو تو اس کی ایک جمعہ تک، یعنی ایک ہفتہ تشہیر کرے۔ اسحاق بن ابراہیم کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اگر گری پڑی چیز اس قابل ہو کہ اسے محفوظ کیا جائے تو وہ محفوظ رہ سکتی ہے، مثلاً: رقم یا کوئی ایسا حیوان کہ اگر اسے پکڑا نہ جائے تو وہ ضائع ہو سکتا ہے تو پھر رقم اٹھالی جائے گی اور حیوان پکڑ لیا جائے گا۔ رقم کی ایک سال تک تشہیر کی جائے گی۔ اس کے بعد بھی اگر اس کے مالک کا پتا نہ چلا تو جمہور کے نزدیک رقم اٹھانے والا اسے استعمال کر سکتا ہے، وہ امیر ہو یا غریب۔ بعد میں اگر مالک آ جائے تو اس کی رقم اسے واپس کرنی ہوگی۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر محتاج ہو تو اسے استعمال کر سکتا ہے، غنی ہے تو اسے صدقہ کر دے اور بعد میں مالک کے آ جانے کی صورت میں اسے صدقے سے آگاہ کر دے، اگر وہ اس بات کو قبول نہ کرے تو استعمال کرنے کی صورت کی طرح اسے رقم ادا کرنی ہوگی۔ اگر رقم معمولی ہو، اس کی کوئی اہمیت نہ ہو اور مالک اسے تلاش کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتا ہو یا وہ کھانے والی چیز ہو جسے محفوظ نہ کیا جا سکتا ہو تو اسے استعمال کر لیا جائے گا، جتنی تشہیر ممکن ہو اسی قدر تشہیر کر دی جائے گی۔ (تحفة الأحوذي: 4/517-519)

١٣٧٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ: حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: «عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنِ اعْتُرِفَتْ، فَأَدِّهَا، وَإِلَّا فَاعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا وَعَدَدَهَا، ثُمَّ كُلْهَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَأَدِّهَا».

[1373] سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے گری پڑی چیز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس کی ایک سال تشہیر کر۔ اگر اس کی شناخت ہو جائے تو دے دے، ورنہ اس کی تھیلی، اس کے منہ بند اور مال کی گنتی کر لے، پھر اسے استعمال کر لے، اگر اس کا مالک آ جائے تو اسے ادا کر دے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ هٰذَا الْحَدِيثُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس سند سے غریب ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سب سے زیادہ صحیح یہی روایت ہے۔

لغوی تشریح: عِفَاص: تھیلی۔ وِعَا: ظرف، برتن۔ وِکَاء: منہ بند، بندھن، سر بند۔

فائدہ: امام مالک اور احمد رحمہما اللہ کے نزدیک شناخت اور پہچان کی صورت میں رقم اسے دے دی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ اور شافعی کے نزدیک اگر اس کی صداقت اور سچائی پر اطمینان ہو جائے تو چیز دی جائے گی ورنہ اس سے شہادت و دلیل طلب کی جائے گی۔ لیکن بلا دلیل بدگمانی درست نہیں۔ (فتح الباري: 98/5)

١٣٧٤- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ صُوحَانَ وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ، فَوَجَدْتُ سَوْطًا، قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِي حَدِيثِهِ: فَالْتَقَطْتُ سَوْطًا فَأَخَذْتُهُ. قَالَا: دَعْهُ. فَقُلْتُ: لَا أَدَعُهُ تَأْكُلُهُ السِّبَاعُ، لَآخُذَنَّهُ فَلَأَسْتَمْتِعَنَّ بِهِ، فَقَدِمْتُ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، وَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيثَ. فَقَالَ: أَحْسَنْتَ، وَجَدْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، قَالَ، فَأَتَيْتُهُ بِهَا. فَقَالَ لِي: «عَرِّفْهَا

[1374] سوید بن غفلہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ کے ساتھ (غزوے کے لیے) نکلا تو مجھے ایک کوڑا ملا۔ ابن نمیر کی حدیث میں ہے: میں نے ایک کوڑا گرا پڑا پایا تو اسے اٹھا لیا۔ (میرے دونوں) ساتھیوں نے کہا: اسے چھوڑ دو۔ میں نے کہا: میں اسے درندوں کے کھانے کے لیے نہیں چھوڑوں گا۔ میں اسے لوں گا اور (اگر مالک نہ ملا تو) اس سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ پھر میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اس بارے میں پوچھا اور انھیں یہ واقعہ سنایا تو انھوں نے کہا: تو نے بہت اچھا کیا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ

١٣٧٣- انظر الحديث السابق.

١٣٧٤- أخرجه مسلم، اللقطة، باب معرفة العفاص والوكاء وحكم ضالة الغنم والإبل، ح: ١٧٢٣ من حديث عبدالله بن نمير، والبخاري، ح: ٢٤٣٧ من حديث سلمة بن كهيل به.

حَوْلًا» فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا فَمَا أَجِدُ مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِهَا. فَقَالَ: «عَرِّفْهَا حَوْلًا آخَرَ» فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ أَتَيْتُهُ [بِهَا]. فَقَالَ: «عَرِّفْهَا حَوْلًا [آخَرَ]» وَقَالَ: «أَحْصِ عِدَّتَهَا وَوِعَاءَهَا وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ طَالِبُهَا فَأَخْبَرَكَ بِعِدَّتِهَا وَوِعَائِهَا وَوِكَائِهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ، وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا»

کے دور میں ایک تھیلی ملی جس میں سو دینار تھے۔ میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ''اس کی ایک سال تشہیر کرو۔'' میں اس کی ایک سال تشہیر کرتا رہا لیکن مجھے اس کی شناخت کرنے والا نہ ملا۔ پھر میں آپ ﷺ کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''ایک سال اور تشہیر کرو۔'' میں پھر سال بھر اس کی تشہیر کرتا رہا۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''ایک سال اور اس کی تشہیر کرو۔'' اور فرمایا: ''ان کی گنتی کرلو۔ ان کا برتن اور ان کا سربند یاد رکھو، پھر اگر ان کا متلاشی آ جائے اور تجھے ان کی تعداد، ان کے برتن اور ان کے بندھن کی خبر دے تو انھیں اس کے حوالے کر دے، ورنہ ان سے فائدہ اٹھا لے۔''

[قَالَ:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: لُقَطَہ کی تشہیر ایک سال کے لیے ضروری ہے۔ اگر وہ زیادہ رقم ہے کہ استعمال کے بعد اسے مالک کے آنے کی صورت میں دینا مشکل ہو جائے یا اس کا مالک اس کی تلاش میں عرصے تک سرگرداں رہ سکتا ہو تو پھر احتیاط و ورع کے لحاظ سے ایک سال سے زائد مدت تک بھی تشہیر کی جا سکتی ہے کیونکہ ایک سال کی مدت قطعی اور یقینی ہے، بعد والی مدت میں کچھ شک ہے۔ تمام ائمہ ایک سال پر متفق ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: 5/99)

(المعجم ٣٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَقْفِ (التحفة ٣٦)

باب: 36۔ وقف کا بیان

١٣٧٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَصَبْتُ مَالًا بِخَيْبَرَ، لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ. فَمَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: «إِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا» فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ: أَنَّهَا لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ. تَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ

[1375] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین ملی تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے خیبر میں ایسا مال ملا ہے کہ میرے نزدیک اس سے نفیس و عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا، تو آپ کا (اس کے بارے میں) مجھے کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم چاہو تو اس کے اصل کو روک رکھو اور اس کے منافع کو صدقہ کر دو۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا منافع صدقہ کر دیا

١٣٧٥- أخرجه البخاري، الشروط، باب الشروط في الوقف، ح: ٢٧٣٧ ومسلم، ح: ١٦٣٢ من حديث ابن عون به.

وَالْقُرْبٰى وَفِي الرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ، وَابْنِ السَّبِيلِ، وَالضَّيْفِ، لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ، أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا، غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ. قَالَ: فَذَكَرْتُهُ لِمُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ فَقَالَ: غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا.

(اس شرط کے ساتھ) کہ اس کا اصل فروخت نہیں کیا جا سکے گا نہ کسی کو ہبہ کیا جا سکے گا اور نہ اس میں وراثت ہی چلے گی۔ اسے فقراء (محتاجوں)، رشتے داروں، گردنوں کی آزادی، جہاد کے لیے، مسافروں اور مہمانوں کے لیے صدقہ کر دیا، اور جو اس کی نگرانی کرے، اس کے لیے کوئی حرج نہیں کہ دستور و عرف کے مطابق خود کھائے یا دوست کو کھلائے لیکن اس سے مال نہ جوڑے۔ ابن عون کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث محمد بن سیرین کو سنائی تو انھوں نے غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ کی جگہ [غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا] کہا، یعنی ”اپنے لیے مال جمع نہ کرے۔“

قَالَ ابْنُ [عَوْنٍ]: فَحَدَّثَنِي بِهِ رَجُلٌ آخَرُ أَنَّهُ قَرَأَهَا فِي قِطْعَةِ أَدِيمٍ أَحْمَرَ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا. قَالَ إِسْمَاعِيلُ: وَأَنَا قَرَأْتُهَا عِنْدَ ابْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، فَكَانَ فِيهِ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. لَا نَعْلَمُ بَيْنَ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنْهُمْ فِي ذٰلِكَ اخْتِلَافًا فِي إِجَازَةِ وَقْفِ الْأَرَضِينَ وَغَيْرِ ذٰلِكَ.

ابن عون کہتے ہیں: مجھے ایک اور آدمی نے بتایا کہ اس نے ایک سرخ چمڑے کے ٹکڑے پر لکھا ہوا پڑھا ہے: [غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا]. اسماعیل بن ابراہیم کہتے ہیں: میں نے اسے ابن عبیداللہ بن عمر کے پاس پڑھا، اس میں بھی [غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا] تھا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ ہمارے علم میں متقدمین میں اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ زمین یا اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا وقف کرنا درست ہے۔

فائدہ: وقف کے معنی روکنا اور بند کرنا ہیں، اور شرعی طور پر اس کا مقصد یہ ہے کہ کوئی زمین، باغ اور گھر وغیرہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ضرورت مندوں اور محتاجوں کے لیے صدقہ کر دینا۔ اگر وقف کی صورت میں اسے اپنی ملکیت سے نکال دیا گیا ہے تو اسے وقفِ لازم کہتے ہیں۔ وقف کرنے والے کا اس پر تصرف ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر وقف کی صورت میں اپنی ملکیت سے نہیں نکالا، صرف اس کے منافع وقف کیے ہیں کہ جب تک میں چاہوں گا اس کے منافع فلاں قسم کے لوگوں کو حاصل ہوں گے، تو یہ مشروط صدقہ ہے، وقف نہیں۔ وقف کی صورت میں تو چیز ملکیت سے نکل جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہ اسے وقف غیر لازم قرار دیتے ہیں لیکن ائمۂ حجاز اور صاحبین کے نزدیک وقف لازم ہی ہوتا ہے، اس لیے وقف کرنے والے کی ملکیت سے نکل جاتا ہے، صحیح یہی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 521/4)

١٣٧٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ،

[1376] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے

١٣٧٦ـ أخرجه مسلم، الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، ح: ١٦٣١ عن علي بن حجر به.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ. وَعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ. وَوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ».

عمل بھی بند ہو جاتے ہیں مگر تین عمل۔ ① صدقۂ جاریہ ② علم جس کے ذریعے سے (اس کے بعد) فائدہ اٹھایا جائے۔ ③ نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے۔'' (ان تینوں کا اجر جاری رہتا ہے۔)

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: صدقہ جاریہ سے مراد ایسا صدقہ ہے جس کا فائدہ بعد میں برقرار رہتا ہے، مثلاً: کوئی زمین، گھر وغیرہ وقف کیا ہے یا کنواں، نل وغیرہ لگوایا ہے، کوئی مسجد، مدرسہ تعمیر کر دیا ہے۔ اور علم سے مراد تبلیغ و دعوت، تعلیم و تدریس اور کتابوں کی تصنیف ہے۔ اور اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت کی ہے جو اس کے مرنے کے بعد اچھے کام کرتی ہے، اس کے لیے صدقہ، دعا اور استغفار کرتی ہے۔

(المعجم ٣٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَجْمَاءِ جُرْحُهَا جُبَارٌ (التحفة ٣٧)

باب: 37۔ حیوانات کا زخمی کرنا رائیگاں ہے (اس کا تاوان وقصاص نہیں ہے)

١٣٧٧ – حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ».

[1377] سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حیوان کا زخمی کر دینا رائیگاں ہے۔ کنواں کھودنے کی صورت میں نقصان کا کوئی بدلہ نہیں۔ اور کان میں ہونے والے نقصان پر تاوان نہیں۔ اور جاہلیت کے خزانے سے پانچواں حصہ دینا ہوگا۔''

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ، وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: قَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: وَتَفْسِيرُ حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ: «الْعَجْمَاءُ

جناب قتیبہ کی سند سے بھی اس کے ہم معنی آئی ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا جابر، عمرو بن عوف مزنی اور عبادہ بن صامت ؓ سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ابوہریرہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ امام مالک بن انس نے نبی ﷺ کی حدیث ''حیوان کا زخم جبار ہے'' کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ رائیگاں ہے، اس میں دیت نہیں ہے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: آپ کے قول

١٣٧٧ـ أخرجه مسلم، الحدود، باب جرح العجماء والمعدن والبئر جبار، ح: ١٧١٠ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح: ١٤٩٩ من حديث الزهري به * وفي الباب عن جابر [أحمد: ٣/ ٣٣٥، ٣٥٣]، وعمرو المزني [ابن ماجه، ح: ٢٦٧٤]، وعبادة بن الصامت [ابن ماجه، ح: ٢٦٧٥] * حديث قتيبة رواه مسلم، الحدود، باب جرح العجماء والمعدن والبئر جبار، ح: ١٧١٠/ ٤٥ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٦٩١٢ من حديث الليث بن سعد به، وحديث مالك في الموطأ: ٢/ ٨٦٩ وهو مختصر.

جُرْحُهَا جُبَارٌ» يَقُولُ: هَدَرٌ لَادِيَةَ فِيهِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: «الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ» فَسَّرَ [ذٰلِكَ] بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: الْعَجْمَاءُ الدَّابَّةُ الْمُنْفَلِتَةُ مِنْ صَاحِبِهَا. فَمَا أَصَابَتْ فِي انْفِلَاتِهَا فَلَا غُرْمَ عَلٰى صَاحِبِهَا. «وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ» يَقُولُ: إِذَا احْتَفَرَ الرَّجُلُ مَعْدِنًا فَوَقَعَ فِيهِ إِنْسَانٌ فَلَا غُرْمَ عَلَيْهِ، وَكَذٰلِكَ الْبِئْرُ إِذَا احْتَفَرَهَا الرَّجُلُ لِلسَّبِيلِ، فَوَقَعَ فِيهَا إِنْسَانٌ فَلَا غُرْمَ عَلٰى صَاحِبِهَا. «وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ» وَالرِّكَازُ: مَا وُجِدَ مِنْ دَفْنِ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَمَنْ وَجَدَ رِكَازًا أَدّٰى مِنْهُ الْخُمُسَ إِلَى السُّلْطَانِ. وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَهُ.

[اَلْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ] کی تفسیر بعض اہل علم نے اس طرح کی ہے کہ العجماء سے مراد وہ چوپایہ ہے جو مالک سے چھوٹ جائے، تو اس چھوٹ جانے کی حالت میں جو نقصان کرے، مالک پر اس کا تاوان نہیں ہے۔ اور [اَلْمَعْدِنُ جُبَارٌ] کے معنی یہ ہیں: جب کسی نے کان کھودی اور اس میں کوئی انسان گر گیا تو مالک پر تاوان نہیں ہے۔ اسی طرح کسی آدمی نے مسافروں کے لیے کنواں کھدوایا، اس میں کوئی آدمی گر گیا تو اس کے مالک پر اس سلسلے میں ڈنڈ نہیں اور [فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ] میں رکاز سے مراد جاہلیت کا دفینہ ہے۔ تو جسے جاہلیت کا دفن کردہ خزانہ ملا، وہ اس سے پانچواں حصہ حکومت کو (بیت المال کے لیے) ادا کرے اور باقی اپنے قبضے میں لے لے۔

فائدہ: حیوان اور کنویں سے کسی فرد کو کسی قسم کا نقصان پہنچتا ہے اور اس نقصان میں حیوان یا کنویں کے مالک کی کسی قسم کی کوتاہی یا غفلت کا دخل نہیں تو پھر وہ نقصان پورا کرنے کا ذمے دار نہیں اور اس پر کسی قسم کا تاوان یا دیت نہیں ہے۔ اگر مالک کی کوتاہی اور غفلت کا دخل ہے تو پھر وہ ذمے دار ہوگا۔ اخلاقی اور انسانی ہمدردی کے تحت تعاون کرنا الگ طور پر مطلوب و پسندیدہ طرز عمل ہے۔ جاہلیت کے دور کا دفن شدہ خزانہ اگر کسی انسان کو ملتا ہے تو وہ اس کا پانچواں حصہ حکومت کے خزانے میں جمع کرانے کا پابند ہے اور باقی اپنے استعمال میں لا سکے گا۔

(المعجم ٣٨) بَابُ مَا ذُكِرَ فِي إِحْيَاءِ أَرْضِ الْمَوَاتِ (التحفة ٣٨)

باب: 38۔ بنجر زمین کو آباد کرنے (قابل کاشت بنانے) کا حکم

١٣٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ [الثَّقَفِيُّ]: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحْيٰى أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ، وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ

[1378] سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے غیر آباد زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے اور ظالمانہ جڑ کے لیے کوئی حق نہیں۔“

١٣٧٨- أخرجه أبو داود، الخراج، باب: في إحياء الموات، ح: ٣٠٧٣ من حديث عبدالوهاب به، وإسناده حسن وقواه الحافظ في الفتح * وفي الباب عن جابر [يأتي: ١٣٧٩]، وعمرو بن عوف المزني [ابن عدي في الكامل: ٦/ ٢٠٧٩]، وسمرة [أبو داود، ح: ٣٠٧٧ وأحمد: ٥/ ١٢، ٢١].

رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، مُرْسَلًا. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا [الْحَدِيثِ] عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. قَالُوا: لَهُ أَنْ يُحْيِيَ الْأَرْضَ الْمَوَاتَ بِغَيْرِ إِذْنِ السُّلْطَانِ. وَ[قَدْ] قَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ لَهُ أَنْ يُحْيِيَهَا إِلَّا بِإِذْنِ السُّلْطَانِ وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ جَدِّ كَثِيرٍ وَسَمُرَةَ. حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيَّ عَنْ قَوْلِهِ: «وَلَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ حَقٌّ» فَقَالَ: الْعِرْقُ الظَّالِمُ: الْغَاصِبُ الَّذِي يَأْخُذُ مَا لَيْسَ لَهُ. قُلْتُ: هُوَ الرَّجُلُ الَّذِي يَغْرِسُ فِي أَرْضِ غَيْرِهِ؟ قَالَ: هُوَ ذَاكَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بعض راویوں نے یہ روایت سیدنا عروہ رحمہ اللہ سے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے واسطے کے بغیر نبی ﷺ سے مرسلاً بیان کی ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اس حدیث پر عمل ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ ان کے نزدیک حکومت کی اجازت کے بغیر بنجر زمین کو آباد کرسکتا ہے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک حکمران (حکومت) کی اجازت کے بغیر آباد کرنا درست نہیں۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا جابر، کثیر کے دادا عمرو بن عوف مزنی اور سمرہ رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ امام ابوولید طیالسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [عِرْقِ ظَالِم] سے مراد غاصبانہ طور پر کاشت کرنے والا ہے جو دوسرے کی چیز پر قبضہ کرتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا: وہ انسان جو دوسرے کی زمین میں بوتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: وہی مراد ہے۔

١٣٧٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحْيٰى أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ».

[1379] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بنجر زمین آباد کی تو وہ اسی کی ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص محنت و مشقت اور رقم خرچ کرکے غیر ملکیتی بنجر اور بے آباد زمین قابل کاشت بنالیتا ہے تو اس زمین پر اسی کا حق ہے اور وہ اس کی ملکیت میں ہوگی۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک یہ اس صورت میں ہے جب زمین آبادی سے دور ہو اور لوگوں کو مشترکہ مقصد کے لیے مطلوب نہ ہو۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ اس صورت میں ہے جب حکومت کی اجازت سے ہو، جبکہ جمہور کے نزدیک حکومت سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ امام ابویوسف اور امام احمد کا موقف یہی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 4/524-526) لیکن موجودہ دور میں تمام ملکی زمین حکومت کی تصور ہوتی ہے اور وہ بغیر اجازت کے کسی کو آباد کرکے مالک بن جانے کی اجازت نہیں دیتی، اس لیے حکومت کے حکم کی پابندی کرنی چاہیے اگرچہ حکومت کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ وہ بنجر زمین کو آباد کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرے، اور قبضہ گروپوں کو موقع نہ دے۔

١٣٧٩ـ أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٥٧٥٧ من حديث عبدالوهاب الثقفي به .

(المعجم ٣٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقَطَائِعِ (التحفة ٣٩)

باب: 39۔ جاگیریں عنایت کرنا

١٣٨٠ - [قَالَ:] قُلْتُ لِقُتَيْبَةَ بْنِ سَعِيدٍ: حَدَّثَكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ قَيْسٍ الْمَأْرِبِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ شَرَاحِيلَ، عَنْ سُمَيِّ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ شُمَيْرٍ، عَنْ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ أَنَّهُ وَفَدَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ، فَقَطَعَ لَهُ. فَلَمَّا أَنْ وَلّٰى قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَجْلِسِ: أَتَدْرِي مَا قَطَعْتَ لَهُ؟ إِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ. قَالَ: فَانْتَزَعَهُ مِنْهُ. قَالَ، وَسَأَلَهُ عَمَّا يُحْمٰى مِنَ الْأَرَاكِ؟ قَالَ: «مَا لَمْ تَنَلْهُ خِفَافُ الْإِبِلِ» فَأَقَرَّ بِهِ قُتَيْبَةُ، وَقَالَ: نَعَمْ.

[1380] سیدنا ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے نمک کی کان بطور جاگیر طلب کی۔ آپ ﷺ نے انھیں عنایت کر دی۔ جب وہ پشت پھیر کر چل پڑے تو مجلس میں موجود ایک آدمی نے عرض کی: آپ کو معلوم ہے آپ نے اسے کیا چیز عنایت فرمائی ہے؟ آپ نے اسے مسلسل بہنے والا پانی (چشمہ) عنایت فرما دیا ہے، تو آپ نے اس سے یہ جاگیر واپس لے لی۔ اور اس نے آپ سے دریافت کیا: پیلو کے کس جنگل کو اپنی چراگاہ بنایا جا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جہاں اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچتے ہوں، یعنی آبادی اور لوگوں کی ضرورت سے دور ہو۔'' امام ترمذی نے یہ روایت اپنے استاد قتیبہ کو سنائی تو انھوں نے اس کی تصدیق کی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ قَيْسٍ الْمَأْرِبِيُّ، [بِهٰذَا الْإِسْنَادِ] نَحْوَهُ. [اَلْمَأْرِبُ: نَاحِيَةٌ مِّنَ الْيَمَنِ]. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ وَائِلٍ وَّأَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، فِي الْقَطَائِعِ. يَرَوْنَ جَائِزًا أَنْ يُقْطِعَ الْإِمَامُ لِمَنْ رَأٰى ذٰلِكَ.

محمد بن یحییٰ بن ابی عمر اپنی سند سے مذکورہ بالا کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں۔ مأرب یمن کا ایک علاقہ ہے۔ اور اس مسئلے میں وائل اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ کی روایت حسن غریب ہے۔ جاگیروں کے سلسلے میں اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نظریے کے مطابق امام جسے مناسب سمجھے، جاگیر عنایت کر سکتا ہے۔

فائدہ: وہ چیزیں جن کے سب لوگ محتاج ہیں اور ان کے حصول میں کوشش اور محنت و مشقت کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً: گھاس، جنگل، پانی، اس کو بطور جاگیر کسی کو عنایت کرنا درست نہیں۔ اور جس چیز کے حصول کے لیے محنت و مشقت اور سرمایہ کاری کی ضرورت ہے، وہ بطور جاگیر دینا درست ہے۔ اور یہ حکومت کی صوابدید پر ہے۔

١٣٨٠ـ أخرجه أبو داود، الخراج، باب: في إقطاع الأرضين، ح: ٣٠٦٤ عن قتيبة به وصححه ابن حبان، ح: ١١٤٠، ١٦٤٢
* وفي الباب عن وائل [يأتي: ١٣٨١]، وأسماء بنت أبي بكر [أبو داود، ح: ٣٠٦٩].

١٣٨١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ ابْنَ وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَقْطَعَهُ أَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ. قَالَ مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ شُعْبَةَ، وَزَادَ فِيهِ: وَبَعَثَ مَعَهُ مُعَاوِيَةَ لِيُقْطِعَهَا إِيَّاهُ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1381] علقمہ بن وائل اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انھیں حضر موت کے علاقے میں ایک جاگیر عنایت فرمائی تھی۔ بعض راویوں نے اس میں یہ اضافہ بیان کیا ہے: جاگیر کی تعیین کے لیے آپ ﷺ نے ان کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جاگیر کا اصل مقصد یہ ہے کہ حکمران کسی کو بنجر زمین عنایت کر دے تاکہ وہ اسے آباد کرے اور اس سے پیداوار حاصل کرلے جس سے ملکی پیداوار میں اضافہ ہوگا اور لوگوں کو روزگار بھی ملے گا۔

(المعجم ٤٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْغَرْسِ (التحفة ٤٠)

باب: 40۔ شجر کاری کی فضیلت

١٣٨٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، [أَ]وْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ، أَوْ طَيْرٌ، أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ».

[1382] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی مسلمان شجر کاری کرتا یا کاشت کاری کرتا ہے (کھیتی بوتا ہے) پھر اس سے لوگ یا پرندے یا حیوان کھاتے ہیں تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوگا (اجر وثواب کا باعث ہوگا۔'')

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ وَأُمِّ مُبَشِّرٍ وَجَابِرٍ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوایوب، سیدہ ام مبشر، سیدنا جابر اور زید بن خالد رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: شجر کاری اور زراعت ایسے کام ہیں جو جاندار مخلوق کے لیے خوراک و غذا کا باعث بنتے ہیں، اس لیے اگر کوئی مسلمان نیک نیتی سے یہ کام کرے تو یہ اس کے لیے اجر وثواب کا باعث بنیں گے۔ فروخت کرنے کی صورت میں بھی اور اس کی اجازت کے بغیر کچھ کھا لینے کی صورت میں بھی۔

(المعجم ٤١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُزَارَعَةِ (التحفة ٤١)

باب: 41۔ مزارعت (بٹائی) کا حکم

١٣٨١- أخرجه أبو داود، الخراج، باب: في إقطاع الأرضين، ح:٣٠٥٨ من حديث شعبة به وهو في مسند الطيالسي، ح:١٠١٧.

١٣٨٢- أخرجه البخاري، الحرث والمزارعة، باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه . . . إلخ، ح:٢٣٢٠ ومسلم، ح:١٥٥٣ عن قتيبة به * وفي الباب عن أبي أيوب [أحمد:٥/ ٤١٥]، وأم مبشر [مسلم:١٥٥٢/ ١١]، وجابر [مسلم، ح:١٥٥٢]، وزيد ابن خالد [لم أجده].

١٣٨٣- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَجَابِرٍ.

[1383] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اہل خیبر سے یہ معاملہ کیا کہ خیبر کی زمین اور باغات سے جو پیداوار اور پھل حاصل ہوں گے وہ آدھے ہمارے ہوں گے۔'' اس مسئلے میں سیدنا انس، ابن عباس، زید بن ثابت اور جابر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. لَمْ يَرَوْا بِالْمُزَارَعَةِ بَأْسًا عَلَى النِّصْفِ وَالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ. وَاخْتَارَ بَعْضُهُمْ أَنْ يَكُونَ الْبَذْرُ مِنْ رَبِّ الْأَرْضِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَكَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْمُزَارَعَةَ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ. وَلَمْ يَرَوْا بِمُسَاقَاةِ النَّخِيلِ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ بَأْسًا. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَالشَّافِعِيِّ. وَلَمْ يَرَ بَعْضُهُمْ أَنْ يَصِحَّ شَيْءٌ مِّنَ الْمُزَارَعَةِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْجِرَ الْأَرْضَ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک آدھی، تہائی اور چوتھائی پیداوار پر زمین بٹائی پر دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ بیج زمین کا مالک دے گا۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک تہائی اور چوتھائی پیداوار کے لیے زمین حصے پر دینا جائز نہیں۔ اور باغات کی سیرابی، تہائی یا چوتھائی پر دینے میں کوئی تنگی نہیں۔ امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک زمین مزارعت پر دینا درست نہیں۔ ہاں، زمین سونے چاندی کی اجرت وکرائے (ٹھیکے) پر دینا جائز ہے۔

فائدہ: زمین اور باغ پر ملکیت ائمۂ اربعہ کے نزدیک مالک کی ہے، یہ نہیں کہ ان پر شخصی اور انفرادی کوئی ملکیت نہیں ہے، اسی طرح بٹائی اور مزارعت یا باغبانی کا ایسا طریقہ جس میں کسی فریق کو نقصان پہنچ سکتا ہو جائز نہیں، مثلاً: زمین کا مخصوص ٹکڑا ایک فریق کو دینا یا حصے کی مقدار (پچاس من، سو من) پہلے ہی متعین کر لینا، یہ درست نہیں۔ جمہور کے نزدیک بلا تعیین، زمین یا پیداوار بٹائی پر دینا جائز ہے جو حصہ بھی زمیندار اور مزارع (کاشتکار، کسان) طے کر لیں۔ لیکن امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک زمین بٹائی پر دینا جائز نہیں، باغ دینا جائز ہے، حالانکہ بات دونوں جگہ ایک ہی ہے، اس لیے امام ابوحنیفہ کے نزدیک دونوں ہی جائز نہیں۔ صاحبین جمہور کے ساتھ ہیں، اور جمہور کا موقف ہی درست ہے۔ (تحفة الأحوذي: 500/4) ہاں، یہ الگ بات ہے کہ اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد زمین ہو اور وہ ساری خود کاشت نہ کر سکتا ہو تو وہ ہمدردی اور خیرخواہی کرتے ہوئے کچھ مدت کے لیے کسی کو کاشت کرنے کے لیے دے دے۔

١٣٨٣- أخرجه البخاري، الحرث والمزارعة، باب: إذا لم يشترط السنين في المزارعة، ح: ٢٣٢٩، ومسلم، ح: ١٥٥١ من حديث يحيى بن سعيد القطان به * وفي الباب عن أنس [ابن ماجه، ح: ٢٤٦٩]، وابن عباس [ابن ماجه، ح: ٢٤٦٨]، وزيد بن ثابت [أبو داود، ح: ٣٤٠٧]، وجابر [أبو داود، ح: ٣٤١٤، ٣٤١٥].

(المعجم ٤٢) بَابٌ: [مِّنَ الْمُزَارَعَةِ] (التحفة ٤٢)

باب:42۔ مزارعت کا بیان

١٣٨٤- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: نَهَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَمْرٍ كَانَ لَنَا نَافِعًا، إِذَا كَانَتْ لِأَحَدِنَا أَرْضٌ أَنْ يُعْطِيَهَا بِبَعْضِ خَرَاجِهَا أَوْ بِدَرَاهِمَ. وَقَالَ: «إِذَا كَانَتْ لِأَحَدِكُمْ أَرْضٌ فَلْيَمْنَحْهَا أَخَاهُ أَوْ لِيَزْرَعْهَا».

[1384] سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسے کام سے روک دیا جو ہمارے لیے مفید تھا، یعنی جب کسی کے پاس زمین ہوتو وہ اسے کچھ پیداوار کے عوض یا دراہم کے بدلے (ٹھیکے پر) دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کی زمین ہوتو وہ اسے اپنے بھائی کو منحہ (عارضی عطیہ) کے طور پر دے دے یا اسے خود کاشت کرے۔“

فائدہ: اس حدیث کا مقصد وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے کیونکہ منحہ عارضی عطیے کو کہتے ہیں اور دراہم پر دینے سے مراد ٹھیکے پر دینا ہے۔ بہرحال ضرورت سے زائد زمین عارضی طور پر کاشت کے لیے کسی کو دینا بہت اجر وثواب کا باعث ہے، تاہم یہ ایک اخلاقی حکم ہے، فقہی اور قانونی حکم نہیں۔ یہ روایت صحیح ہے، البتہ اس میں دراہم کا ذکر شاذ ہے۔

١٣٨٥- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى الشَّيْبَانِيُّ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ [لَمْ] يُحَرِّمِ الْمُزَارَعَةَ. وَلٰكِنْ أَمَرَ أَنْ يَرْفُقَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ.

[1385] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بٹائی پر زمین دینے کو ناجائز قرار نہیں دیا لیکن ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کے طور پر نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَحَدِيثُ رَافِعٍ فِيهِ اضْطِرَابٌ. يُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ عُمُومَتِهِ. وَيُرْوٰى عَنْهُ عَنْ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ، وَهُوَ أَحَدُ عُمُومَتِهِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْهُ عَلٰى رِوَايَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ. وَفِي الْبَابِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَجَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور رافع بن خدیج کی حدیث میں اختلاف ہے۔ یہ حدیث بعض نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے واسطے سے اس کے چچاؤں سے بیان کی ہے اور بعض نے ظہیر بن رافع سے، اور وہ بھی ایک چچا ہے۔ یہ حدیث ان سے مختلف سندوں سے بیان کی گئی ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا زید بن ثابت اور جابر رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث آئی ہیں۔

١٣٨٤ـ [شاذ بذكر الدراهم] أخرجه النسائي: ٧/ ٣٥، ح: ٣٨٩٩ من حديث أبي حصين به بلفظ آخر وسنده صحيح/ ومجاهد سمعه من أسيد، انظر النسائي: ٣٨٩٥ وغيره ورواه مسلم، ح: ١٥٤٧ من حديث رافع به.

١٣٨٥ـ أخرجه مسلم، البيوع، باب الأرض تمنح، ح: ١٥٥٠ من حديث الفضل بن موسى، والبخاري، ح: ٢٣٤٢ من حديث عمرو بن دينار به * وفي الباب عن زيد بن ثابت [أبو داود، ح: ٣٣٩٠ وغيره]، وجابر [أبو داود، ح: ٣٤١٤، ٣٤١٥].

دِیتوں کا حکم

دیات، دِیَۃٌ کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ معاوضہ ہے جو قتل یا زخموں کے بدلے کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔ جمہور کے نزدیک قتل کی تین صورتیں ہیں: ① قتل عمد: کسی دوسرے شخص کو اِرادتاً ایسے ہتھیار یا ایسے فعل سے قتل کرنا جس سے عام طور پر موت واقع ہو جاتی ہے، مثلاً: مہلک ہتھیار، بھاری پتھر، لاٹھی، ہتھوڑے سے قتل کرنا، گلا گھونٹنا یا زہر کھلانا، اس کی سزا قصاص ہے۔ ② شبہ عمد: کسی کو اس کے جسم یا ذہن کو نقصان پہنچانے کی نیت سے ہلاک کرنے کی نیت کے بغیر کسی ایسے ہتھیار یا فعل سے جس سے عام طور پر موت واقع نہیں ہوتی، ہلاک کر بیٹھے تو یہ شبہ عمد ہوگا۔ (اسلامی قوانین، حدود، قصاص، دیت، تعزیرات، ڈاکٹر تنزیل الرحمن، ص:371) قتل شبہ عمد کی سزا دیتِ مغلظہ، یعنی سو اونٹ (قتل عمد کی دیت والے) ہیں۔ ③ قتلِ خطا: جو کوئی کسی شخص کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی نیت کے بغیر اس کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے، وہ قتل خطا کا مرتکب سمجھا جائے گا، اس میں دیت مخففہ ہے جس میں پانچ قسم کے اونٹ ہیں جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ قتل کی قسموں کی تشریح کے لیے دیکھیے: (المغني: 445/1) لیکن یہ روایت اکثر حضرات کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کے بارے میں صحیح روایت میں سو اونٹوں کی تفصیل اس طرح ہے: تیس اونٹنیاں مؤنث ایک سالہ، تیس اونٹنیاں مؤنث دو سالہ، تیس اونٹنیاں مؤنث تین سالہ اور دس اونٹ مذکر دو سالہ۔ (سنن أبي داود، الديات، حديث: 4541) قتل عمد کی صورت میں دیت مجرم خود ادا کرے گا اور قتل خطا میں دیت عاقلہ ادا کرے گی۔ عاقلہ سے مراد، قاتل کے عصبہ مرد رشتے دار ہیں۔ ائمۂ اربعہ کا موقف یہی ہے۔ امام شافعی اور احمد رحمہ اللہ کے نزدیک باپ، دادا، پوتا اور پڑپوتا عاقلہ میں داخل نہیں ہیں، امام ابوحنیفہ اور مالک کے نزدیک داخل ہیں اور امام احمد کا ایک قول یہی ہے۔ قتل عمد کی دیت امام مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک فوری طور پر ادا کی جائے گی اور قتل خطا کی دیت ائمۂ اربعہ کے نزدیک تین سال میں ادا ہوگی۔ اس کی دلیل سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کا فیصلہ ہے جس کی مخالفت کسی صحابی نے نہیں کی۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: 307/6، 308)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ١٤) أَبْوَابُ الدِّيَاتِ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ١٢)

دِیتوں کا حکم

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الدِّيَةِ كَمْ هِيَ مِنَ الْإِبِلِ؟ (التحفة ١)

باب: 1۔ دِیت میں کتنے اونٹ ہیں؟

١٣٨٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ خِشْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي دِيَةِ الْخَطَإِ عِشْرِينَ ابْنَةَ مَخَاضٍ، وَعِشْرِينَ بَنِي مَخَاضٍ ذُكُورًا، وَعِشْرِينَ بِنْتَ لَبُونٍ وَعِشْرِينَ جَذَعَةً وَعِشْرِينَ حِقَّةً.

[1386] سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دیتِ خطا میں بیس بنت مخاض، بیس ابن مخاض مذکر، بیس بنت لبون، بیس جذعے اور بیس حقے دینے کا حکم دیا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ وَأَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ مَوْقُوفًا. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ ابوہشام رفاعی اپنی سند سے مذکورہ بالا کے ہم معنی بیان کرتے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت صرف اسی سند سے آئی ہے، اور موقوفاً (ان کا قول) بھی مروی ہے۔ بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ اور اہل

١٣٨٦ـ [ضعيف] أخرجه النسائي، القسامة، باب ذكر أسنان دية الخطأ: ٨/ ٤٣، ٤٤، ح: ٤٨٠٦ عن علي بن سعيد وأبو داود، ح: ٤٥٤٥، وابن ماجه، ح: ٢٦٣١ من حديث الحجاج بن أرطاة به، وهو مدلس وضعيف وعنعن، انظر نيل المقصود، ح: ٤٤١١ * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [يأتي: ١٣٨٧].

وَإِسْحَاقَ، وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ الدِّيَةَ تُؤْخَذُ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ فِي كُلِّ سَنَةٍ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَرَأَوْا أَنَّ دِيَةَ الْخَطَإِ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ الْعَاقِلَةَ قَرَابَةُ الرَّجُلِ مِنْ قِبَلِ أَبِيهِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّمَا الدِّيَةُ عَلَى الرِّجَالِ دُونَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ مِنَ الْعَصَبَةِ وَيُحَمَّلُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ رُبْعَ دِينَارٍ وَقَدْ قَالَ بَعْضُهُمْ إِلَى نِصْفِ دِينَارٍ فَإِنْ تَمَّتِ الدِّيَةُ وَإِلَّا نُظِرَ إِلَى أَقْرَبِ الْقَبَائِلِ مِنْهُمْ فَأُلْزِمُوا ذٰلِكَ.

علم کا اس پر اتفاق ہے کہ دیت تین سالوں میں وصول کی جائے گی۔ ہر سال ایک تہائی دیت ادا کرنی ہوگی۔ اہل علم کے نزدیک دیت خطا، عاقلہ کے ذمے ہوگی اور بعض اہل علم کے نزدیک عاقلہ سے مراد انسان کے وہ رشتے دار ہیں جو باپ کی طرف سے ہیں۔ امام مالک اور شافعی کا یہی قول ہے۔ اور بعض کے نزدیک دیت صرف مرد عصبہ رشتے داروں پر ہے، عورتوں اور بچوں پر نہیں اور ہر عصبہ مرد پر دینار کا چوتھا حصہ ہوگی، اور بعض کے نزدیک آدھے دینار تک ہوگی۔ اس طرح دیت پوری ہو جائے (تو ٹھیک ہے) وگرنہ ان کے قریبی قبیلوں کو اس کا پابند کیا جائے گا۔

١٣٨٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ [وَهُوَ ابْنُ هِلَالٍ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَتَلَ [مُؤْمِنًا] مُتَعَمِّدًا دُفِعَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ، فَإِنْ شَاءُوا قَتَلُوا وَإِنْ شَاءُوا أَخَذُوا الدِّيَةَ وَهِيَ ثَلَاثُونَ حِقَّةً وَثَلَاثُونَ جَذَعَةً وَأَرْبَعُونَ خَلِفَةً وَمَا صَالَحُوا عَلَيْهِ فَهُوَ لَهُمْ». وَذٰلِكَ لِتَشْدِيدِ الْعَقْلِ.

[1387] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی مومن انسان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالا اسے مقتول کے ورثاء کے حوالے کیا جائے گا، اگر وہ چاہیں تو اسے قتل کر ڈالیں اور چاہیں تو دیت لے لیں۔ دیت تیس حقے، تیس جذعے اور چالیس گابھن اونٹنیاں ہوں گی اور جس چیز پر مصالحت کر لیں وہ انھیں حاصل ہوگی۔'' اور یہ عقل (دیت) کی سختی اور شدت کے سبب ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: قتل عمد کی دیت میں اختلاف ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت کے اعتبار سے تیس حقے، تیس جذعے اور چالیس گابھن اونٹنیاں ہیں۔ امام شافعی، محمد بن حسن، عطا، سیدنا عمر، زید، ابوموسیٰ اور مغیرہ رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے، اور حدیث سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ امام زہری، ربیعہ، مالک، ابوحنیفہ اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک پچیس بنت مخاض، پچیس بنت لبون، پچیس حقے اور پچیس جذعے ہیں۔ (المغني: 490/9، 491) امام احمد کا مشہور قول یہی ہے۔ عقل: دیت کو کہتے ہیں اور عاقلہ دیت برداشت کرنے والوں کو کہتے ہیں۔ وہ مقتول کے ورثاء کی زبان بند کرتے ہیں۔ یا قاتل

١٣٨٧- أخرجه أبو داود، الديات، باب ولي العمد يأخذ الدية، ح:٤٥٠٦ وابن ماجه، ح:٢٦٢٦ من حديث محمد بن راشد به.

کا دفاع کرتے ہیں، ''عقل'' روکنے اور تحفظ دینے کو بھی کہتے ہیں۔ عاقلہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 9/515-517)

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الدِّيَةِ كَمْ هِيَ مِنَ الدَّرَاهِمِ؟ (التحفة ٢)

باب: 2۔ دراہم کی صورت میں دیت کتنی ہوگی؟

١٣٨٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ - هُوَ الطَّائِفِيُّ - عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ جَعَلَ الدِّيَةَ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا.

[1388] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بارہ ہزار (درہم) دیت مقرر فرمائی۔

١٣٨٩ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَفِي حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ كَلَامٌ أَكْثَرُ مِنْ هٰذَا.

[1389] سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے کا ذکر کیے بغیر، نبی ﷺ سے اس کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں اور ابن عیینہ کی روایت میں اس سے زائد بات ہے (کہ بنوعدی کے ایک مقتول پر یہ دیت مقرر کی۔)

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا يَذْكُرُ [فِي] هٰذَا الْحَدِيثِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ غَيْرَ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَرَأٰى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الدِّيَةَ عَشَرَةَ آلَافٍ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا أَعْرِفُ الدِّيَةَ إِلَّا مِنَ الْإِبِلِ، وَهِيَ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ [أَوْ قِيمَتُهَا].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام محمد بن مسلم کے سوا کسی نے نہیں لیا۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک دیت دس ہزار ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی کے نزدیک دیت میں صرف اونٹ ہی دیے جا سکتے ہیں۔ ایک سو اونٹ دینے ہوں گے یا ان کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

فوائد و مسائل: ① امام شافعی، طاؤس اور ابن منذر کے نزدیک دیت میں اصل صرف اونٹ ہیں۔ امام احمد کا ایک قول یہی ہے۔ امام ثوری، امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے نزدیک دس ہزار درہم ہیں۔ امام احمد، مالک اور حسن کے نزدیک بارہ ہزار درہم ہیں۔ امام شافعی کا ایک قول یہی ہے۔ دینار سب کے نزدیک ایک ہزار ہیں۔ (المغني: 9/483، 484) ② ایک دینار ایک مثقال کے برابر ہے۔ ایک مثقال کا وزن 4 ماشے یا 4.25 گرام ہے۔ دس ہزار درہم کا وزن 30.64 کلوگرام جبکہ ہزار دینار کا وزن: 4.36 کلوگرام ہے۔ (اسلامی قوانین: 2/373)

١٣٨٨ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الديات، باب دية الخطإ، ح: ٢٦٢٩ عن محمد بن بشار به وضعفه النسائي.
١٣٨٩ـ [مرسل] أخرجه أبو داود، الديات، باب الدية كم هي؟، ح: ٤٥٤٦ (ب) من حديث سفيان بن عيينة به.

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُوضِحَةِ (التحفة ٣)

باب:3۔ وہ زخم جس سے ہڈی ننگی ہو جائے

١٣٩٠- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسٌ خَمْسٌ».

[1390] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہڈیوں کے ننگے ہونے کی صورت میں ہر ہڈی کا بدلہ پانچ پانچ اونٹ ہیں۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ أَنَّ فِي الْمُوضِحَةِ خَمْسًا مِّنَ الْإِبِلِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جو زخم ہڈی کو ظاہر کر دے اس پر پانچ اونٹ دینے ہوں گے۔“

فائدہ: جس زخم سے ہڈی ظاہر ہو جائے اس پر بالاتفاق پانچ اونٹ دیت ہیں، بشرطیکہ زخمی انسان آزاد مرد ہو کیونکہ امام شافعی کے نزدیک عورت کی دیت آدھی ہوگی۔ (المغني: 641/9، 642)

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي دِيَةِ الْأَصَابِعِ (التحفة ٤)

باب:4۔ انگلیوں کی دیت

١٣٩١- حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ يَزِيدَ [بْنِ عَمْرٍو] النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «دِيَةُ أَصَابِعِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءٌ عَشَرَةٌ مِّنَ الْإِبِلِ لِكُلِّ أُصْبُعٍ».

[1391] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کی دیت برابر ہے۔ ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہیں۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مُوسَى وَعَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ

اس مسئلے میں ابوموسیٰ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح اور اس سند سے غریب ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ

١٣٩٠- أخرجه أبو داود، الديات، باب ديات الأعضاء، ح: ٤٥٦٦ والنسائي، ح: ٤٨٥٦ من حديث حسين المعلم به، وصححه ابن الجارود، ح: ٧٨٥.

١٣٩١- أخرجه أبو داود، ح: ٤٥٦٠، ٤٥٦١ من حديث يزيد النحوي به مختصرًا، وصححه ابن حبان، ح: ١٥٢٨ * وفي الباب عن أبي موسى [أبو داود، ح: ٤٥٥٦]، وعبدالله بن عمرو [أبو داود، ح: ٤٥٦٢].

الثَّوْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

کا یہی قول ہے۔ (احناف کا موقف بھی یہی ہے۔)

١٣٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ». يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْإِبْهَامَ.

[1392] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ اور یہ برابر ہیں۔“ یعنی چھنگلی اور انگوٹھے کی دیت برابر ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ دیت نفع کی مقدار کے حساب سے نہیں ہوتی۔ دیت میں چھوٹی بڑی سب انگلیاں برابر ہیں۔ انگوٹھا چھنگلی کے مقابلے میں زیادہ سود مند اور نفع بخش ہوتا ہے، اس کے باوجود دیت میں یہ سب برابر ہیں اور ہر ایک کی دیت دس اونٹ ہیں۔ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کے دونوں ہاتھوں یا دونوں پاؤں کی سب انگلیاں کاٹ دیتا ہے تو اسے مکمل دیت، یعنی سو اونٹ ادا کرنے ہوں گے۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَفْوِ (التحفة ٥)

باب: 5۔ دیت معاف کر دینا

١٣٩٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا أَبُو السَّفَرِ قَالَ: دَقَّ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ سِنَّ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَاسْتَعْدٰى عَلَيْهِ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لِمُعَاوِيَةَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ هٰذَا دَقَّ سِنِّي. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: إِنَّا سَنُرْضِيكَ، وَأَلَحَّ الْآخَرُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَأَبْرَمَهُ [فَلَمْ يَرْضَهُ]، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: شَأْنَكَ بِصَاحِبِكَ - وَأَبُو الدَّرْدَاءِ جَالِسٌ عِنْدَهُ - فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ [سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي] يَقُولُ: «مَا مِنْ رَجُلٍ يُصَابُ بِشَيْءٍ فِي جَسَدِهِ فَيَتَصَدَّقُ بِهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ بِهِ دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْهُ بِهِ خَطِيئَةً». فَقَالَ

[1393] ابوسفر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک قریشی شخص نے ایک انصاری شخص کا دانت توڑ دیا تو اس نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مدد مانگی۔ اس نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی: اے امیر المومنین! اس نے میرا دانت توڑ ڈالا ہے، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم تجھے راضی کریں گے۔ دوسرے نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا اور انھیں تنگ کر ڈالا اور اپنے مخالف کو راضی نہ کر سکا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اپنے ساتھی سے معاملہ طے کر لو۔ (وہ بدلہ لے یا معاف کر دے) اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تو سیدنا ابودرداء نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ میرے کانوں نے اسے سنا اور دل نے اسے یاد رکھا۔

١٣٩٢- أخرجه ابن ماجه، الديات، باب دية الأصابع، ح: ٢٦٥٢ عن محمد بن بشار، والبخاري، ح: ٦٨٩٥ من حديث شعبة به.

١٣٩٣- [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، الديات، باب العفو في القصاص، ح: ٢٦٩٣ من حديث يونس به ✽ أبو السفر سعيد ابن يحمد ثقة لكنه أرسل عن أبي الدرداء كما في التهذيب وغيره. انظر للشواهد الصحيحة للألباني، حديث: ٢٢٧٣، ٢٢٧٤.

الْأَنْصَارِيُّ: [أَ]أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي. قَالَ: فَإِنِّي أَذَرُهَا لَهُ. قَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا جَرَمَ لَا أُخَيِّبُكَ. فَأَمَرَ لَهُ بِمَالٍ.

آپ فرما رہے تھے: ''جس شخص کے بدن کو کوئی مصیبت اور دکھ پہنچایا جاتا ہے اور وہ اسے صدقہ کر دیتا ہے، یعنی معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کے سبب ایک لغزش معاف کر دیتا ہے۔'' اس پر انصاری نے پوچھا: کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اسے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا ہے۔ انصاری نے کہا: میں نے اس کا جرم معاف کر دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یقینا میں تجھے محروم نہیں رکھوں گا، تو اسے کچھ مال دینے کا حکم دیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَا أَعْرِفُ لِأَبِي السَّفَرِ سَمَاعًا مِّنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ. وَأَبُو السَّفَرِ اسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ أَحْمَدَ. وَيُقَالُ ابْنُ يَحْمِدَ الثَّوْرِيُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں صرف اسی سند سے مروی ہے۔ اور میرے علم میں ابوسفر کو سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سننے کا موقع نہیں ملا۔ اور ابوسفر کا نام سعید بن احمد ہے اور اسے ابن یحمد ثوری بھی کہا جاتا ہے۔

فائدہ: جو شخص زخمی ہوا ہے وہ قصاص، دیت اور معاف کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اپنے مسلمان بھائی کا جرم معاف کر دینا بہت بڑے اجر وثواب کا باعث ہے۔ اجر وثواب کے حصول کی خاطر انصاری نے معاف کر دیا۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ رُّضِخَ رَأْسُهُ بِصَخْرَةٍ (التحفة ٦)

باب:6۔ جس کا سر پتھر سے کوٹ دیا جائے

١٣٩٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ. قَالَ: خَرَجَتْ جَارِيَةٌ عَلَيْهَا أَوْضَاحٌ فَأَخَذَهَا يَهُودِيٌّ فَرَضَخَ رَأْسَهَا بِحَجَرٍ وَأَخَذَ مَا عَلَيْهَا مِنَ الْحُلِيِّ قَالَ: فَأُدْرِكَتْ وَبِهَا رَمَقٌ فَأُتِيَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «مَنْ

[1394] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکی ہار پہنے ہوئے (گھر سے) نکلی تو اسے ایک یہودی نے پکڑ لیا اور اس کا سر ایک پتھر سے کچل ڈالا، اور جو زیور وہ پہنے ہوئے تھی، لے لیا۔ اس بچی کو اس حالت میں پایا گیا کہ اس میں زندگی کی رمق (آخری سانس) موجود تھی۔ اسے

١٣٩٤ـ أخرجه البخاري، الخصومات، باب ما يذكر في الإشخاص والخصومة بين المسلم واليهود، ح: ٢٤١٣ ومسلم، ح: ١٦٧٢ من حديث همام به.

قَتَلَكِ أَفُلَانٌ؟» فَقَالَتْ بِرَأْسِهَا لَا. قَالَ: «فَفُلَانٌ»؟ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَقَالَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ. قَالَ: فَأُخِذَ فَاعْتَرَفَ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَرُضِخَ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ.

نبی ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے پوچھا: ''تجھے کس نے قتل کرنا چاہا ہے، کیا فلاں نے؟'' اس نے سر کے اشارے سے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: ''تو فلاں نے؟'' حتیٰ کہ یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے سر کے اشارے سے کہا: ہاں، تو اسے پکڑ لیا گیا اور اس نے اعتراف کرلیا، اس پر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل ڈالا گیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا قَوَدَ إِلَّا بِالسَّيْفِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک قصاص صرف تلوار کے ذریعے سے لیا جائے گا۔

فائدہ: جمہور ائمہ کے موقف کے مطابق قاتل کو اسی آلے کے ذریعے سے قتل کیا جائے جس کے ذریعے سے اس نے مقتول کو قتل کیا ہو، اور یہی نظریہ درست ہے۔ امام ابوحنیفہ اور کوفی فقہاء کے نزدیک یہ ہے کہ قصاص صرف تلوار (تیز دھار آلہ جس سے فوری جان نکل جائے) کے ذریعے سے لیا جائے۔ (تحفة الأحوذي: 542/4)

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَشْدِيدِ قَتْلِ الْمُؤْمِنِ (التحفة ٧)

باب: 7۔ مومن کو قتل کرنا سنگین جرم ہے

١٣٩٥ - حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ وَمُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ».

[1395] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نزدیک ایک مومن انسان کے قتل کے مقابلے میں دنیا کا ختم ہوجانا بہت ہلکا اور آسان ہے۔''

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے قول کی صورت

١٣٩٥ـ [حسن بالشواهد] أخرجه النسائي، تحريم الدم، باب تعظيم الدم، ح:٣٩٩٢ من حديث محمد بن أبي عدي به * وفي الباب عن سعد [ابن ماجه، ح:٣٩٤١]، وابن عباس [يأتي:٣٠٢٩ وابن ماجه، ح:٢٦٢١]، وأبي سعيد [يأتي:١٣٩٨]، وأبي هريرة [يأتي:١٣٩٨]، وعقبة بن عامر [ابن ماجه، ح:٢٦١٨]، وابن مسعود [يأتي:١٩٨٣، ٢٦٣٥]، وبريدة [النسائي، ح:٤٧٣٥].

جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي عَدِيٍّ [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّأَبِي سَعِيدٍ وَّأَبِي هُرَيْرَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ [وَّابْنِ مَسْعُودٍ] وَّبُرَيْدَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، هٰكَذَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ [عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى ابْنِ عَطَاءٍ] فَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰكَذَا رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ مَوْقُوفًا، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ.

میں محمد بن بشار کی سند سے مروی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن ابی عدی کی مرفوع روایت کی بنسبت اس کا موقوف ہونا ہی زیادہ صحیح ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا سعد، ابن عباس، ابوسعید، ابوہریرہ، عقبہ بن عامر، (ابن مسعود) اور بریدہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن ابی عدی نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت کو امام شعبہ کی سند سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور محمد بن جعفر اور دوسرے راویوں نے شعبہ کے واسطے سے یعلیٰ بن عطاء سے موقوفاً بیان کیا ہے۔ اور یہ روایت (موقوف) مرفوع کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: دنیا کی تخلیق کی غرض و غایت اور مقصد انسان کی آزمائش اور امتحان ہے، اس لیے کسی انسان کو قتل کرنا درحقیقت دنیا کو ختم کرنا ہے جو انسان کی امتحان گاہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''کسی انسان کو بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد برپا کیا ہو، قتل کرنا گویا پوری انسانیت کو قتل کرنا ہے۔'' (المآئدۃ 5:32) یہ اس لیے کہ قاتل دوسروں کو قتل کی راہ دکھاتا ہے اور اس سے دوسروں کے قتل کا دروازہ کھلتا ہے اور قتل و غارت عام ہو جاتی ہے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

(المعجم ٨) بَابُ الْحُكْمِ فِي الدِّمَاءِ (التحفة ٨)

باب:8۔ خونوں کا فیصلہ

١٣٩٦- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحْكَمُ بَيْنَ الْعِبَادِ فِي الدِّمَاءِ».

[1396] سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(قیامت کے دن) سب سے پہلے بندوں کے درمیان خونوں کے بارے میں فیصلہ ہوگا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ مَرْفُوعًا وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ وَلَمْ يَرْفَعُوهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بہت سے راویوں نے اسے اعمش سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور بعض دوسروں نے اعمش رحمہ اللہ سے

١٣٩٦- أخرجه مسلم، القسامة والمحاربين، باب المجازاة بالدماء في الآخرة ... إلخ، ح:١٦٧٨ من حديث شعبة، والبخاري، ح:٦٥٣٣ من حديث الأعمش به.

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحْكَمُ بَيْنَ الْعِبَادِ فِي الدِّمَاءِ».

اسے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔ ابوکریب کی سند سے مروی ہے، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خونوں کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔''

١٣٩٧- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فِي الدِّمَاءِ».

[1397] سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندوں کے درمیان سب سے پہلے فیصلہ خونوں کے بارے میں کیا جائے گا۔''

فائدہ: قیامت کے دن مامورات (جن کا حکم دیا گیا ہے) کے سلسلے میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں فیصلہ ہوگا اور منہیات (جن سے روکا گیا ہے) کے سلسلے میں سب سے پہلے خون کا حساب کتاب ہوگا۔ یا حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہوگا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون کا محاسبہ ہوگا۔ یا بقول بعض محاسبہ سب سے پہلے نماز کا ہوگا لیکن فیصلہ خون کے بارے میں پہلے ہوگا۔ (تحفة الأحوذي: 544/4)

١٣٩٨- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو الْحَكَمِ الْبَجَلِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَأَبَا هُرَيْرَةَ يَذْكُرَانِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَأَهْلَ الْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمُ اللهُ فِي النَّارِ».

[1398] ابوالحکم بجلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا: ''اگر آسمان وزمین والے سبھی کسی مومن کے قتل میں شریک ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ انھیں آگ میں اوندھا کر کے ڈال دے گا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. [وَأَبُو الْحَكَمِ الْبَجَلِيُّ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي نُعْمٍ الْكُوفِيُّ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اور ابوالحکم بجلی کا نام عبدالرحمٰن بن ابی نعم کوفی ہے۔

فائدہ: مسلمان کا قتل اس قدر سنگین جرم ہے کہ اگر ایک جماعت مشترکہ طور پر بھی کسی کو قتل کردے تو ان سب سے قصاص لیا جائے گا اور سب کو قتل کردیا جائے گا۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَقْتُلُ ابْنَهُ يُقَادُ مِنْهُ أَمْ لَا؟ (التحفة ٩)

باب:9۔ کوئی اپنے بیٹے کو قتل کردے تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟

١٣٩٧- انظر الحديث السابق، ورواه مسلم من حديث وكيع به.

١٣٩٨- [محتمل للتحسين] أخرجه الحاكم: ٤/ ٣٥٢ من حديث أبي سعيد به وله شواهد عند البيهقي: ٨/ ٢٢ والطبراني في «الصغير» (٥٦٥) وغيره.

١٣٩٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ [جُعْشُمٍ] قَالَ: حَضَرْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُقِيدُ الْأَبَ مِنِ ابْنِهِ وَلَا يُقِيدُ الْإِبْنَ مِنْ أَبِيهِ.

[1399] سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا عمل دیکھا ہے، آپ باپ کو بیٹے سے قصاص دلواتے تھے مگر بیٹے کو باپ سے قصاص نہیں دلواتے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ سُرَاقَةَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِصَحِيحٍ رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ الصَّبَّاحِ وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الْحَجَّاجِ [بْنِ أَرْطَاةَ]، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ مُرْسَلًا، وَهٰذَا حَدِيثٌ فِيهِ اضْطِرَابٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْأَبَ إِذَا قَتَلَ ابْنَهُ لَا يُقْتَلُ بِهِ. وَإِذَا قَذَفَ ابْنَهُ لَا يُحَدُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہمارے علم میں سیدنا سراقہ رضی اللہ عنہ سے صرف اسی سند سے مروی ہے اور اس کی سند صحیح نہیں۔ اسے اسماعیل بن عیاش، مثنیٰ بن صباح سے بیان کرتا ہے اور مثنیٰ بن صباح حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ حدیث ابو خالد احمر نے حجاج بن ارطاۃ کی سند سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ اسے عمرو بن شعیب سے مرسلاً بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں اضطراب (اختلاف) ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ باپ اگر اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو اسے اس کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا اور اگر اپنے بیٹے پر تہمت لگائے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

فائدہ: باپ بیٹے کی دنیا میں آمد کا ظاہری سبب ہے، اس لیے بیٹا اس کے عدم کا سبب نہیں بننا چاہیے۔ امام ربیعہ، ثوری، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق اور اصحاب الرائے کا یہی موقف ہے۔ امام مالک کے نزدیک اگر باپ نے بیٹے کو شعوری طور پر جان بوجھ کر قتل کیا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر باپ نے بیٹے کو سرزنش کرتے ہوئے کوئی چیز ماری اور وہ مر گیا تو پھر قصاص نہیں لیا جائے گا۔ (المغني: 360/9) لیکن یہ موقف درست نہیں۔

١٤٠٠- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يُقَادُ الْوَالِدُ

[1400] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''اولاد کے بدلے میں باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔''

١٣٩٩- [حسن بالشواهد] * المثنى والحجاج ضعيفان.

١٤٠٠- [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه ابن ماجه، الديات، باب: لا يقتل الوالد بولده، ح: ٢٦٦٢ من حديث أبي خالد الأحمر به، ورواه محمد بن عجلان عن عمرو بن شعيب به وللحديث شواهد كثيرة.

بِالْوَلَدِ».

١٤٠١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُقَامُ الْحُدُودُ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَا يُقْتَلُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ».

[1401] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''حدود مساجد میں قائم نہ کی جائیں اور باپ کو بیٹے کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ. وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْمَكِّيُّ [قَدْ] تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہمارے علم میں اس سند سے مرفوعاً صرف اسماعیل بن مسلم ہی بیان کرتا ہے۔ اور اسماعیل بن مسلم مکی پر بعض اہل علم نے اس کے حافظے کے سبب جرح کی ہے۔

فائدہ: امام ابن عبدالبر کے بقول یہ حدیث حجاز وعراق کے اہل علم میں مشہور اور پھیلی ہوئی ہے اور اپنی شہرت، قبولیت اور ائمہ کے عمل کے سبب سند سے بے نیاز ہے۔ (المغني: 360/9) اس لیے یہ روایت شواہد ومتابعات کی بنا پر قابل قبول ہے۔ قصاص کا مقصد اور اس کی روح چونکہ یہ ہے کہ اسے قابل عبرت ہونا چاہیے تاکہ دوسرے اس سے سبق حاصل کریں اور قتل کی جرأت نہ کریں اور والد کا اپنی اولاد سے تعلق، رابطہ اور پیار وشفقت اگر قتل میں رکاوٹ نہیں بن سکا تو قصاص بھی ممانعت کا باعث نہیں بن سکے گا، اس لیے ایسی صورت حال شاذ ونادر ہی پیش آسکتی ہے۔ (الوجيز في أصول الفقة: 63) اس لیے جمہور اہل علم باپ سے بیٹے کو قصاص نہیں دلواتے۔ ائمہ کا عمل اس حدیث کے مضمون کو قابل قبول بنا رہا ہے (بلکہ بعض کے نزدیک صحیح بھی ہے) لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ یہ سند سے بے نیاز ہے۔ سند سے کسی حدیث کو بے نیاز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ مسلمان کا خون صرف تین صورتوں میں بہانا جائز ہے

١٤٠٢- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا

[1402] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان آدمی اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

١٤٠١ـ [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه ابن ماجه، أيضًا، ح: ٢٦٦١ من حديث إسماعيل بن مسلم به وهو ضعيف وللحديث شواهد، انظر الحديث السابق.

١٤٠٢ـ أخرجه مسلم، القسامة والمحاربين، باب ما يباح به دم المسلم، ح: ١٦٧٦ من حديث أبي معاوية الضرير والبخاري، ح: ٦٨٧٨ من حديث الأعمش به * وفي الباب عن عثمان [يأتي: ٢١٥٨]، وعائشة [أبو داود، ح: ٤٣٥٣]، وابن عباس [ابن ماجه، ح: ٢٥٣٩].

يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: اَلثَّيِّبُ الزَّانِي وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ».

اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون صرف تین صورتوں میں بہانا جائز ہے: شادی شدہ ہو کر زنا کرے، کسی دوسرے انسان کو قتل کر دے تو اس کے عوض میں قتل کر دیا جائے یا اپنا دین چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہو جائے۔‘‘

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ وَعَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عثمان، سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: کتاب وسنت اور مسلمانوں کے اجماع کی رو سے کسی مسلمان کا ناحق خون بہانا انتہائی سنگین جرم ہے۔ اور اس کے خون کی حرمت حدیث میں بیان کردہ تین صورتوں میں ہی ختم ہو سکتی ہے۔ (المغني: 9/319، 320)

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَقْتُلُ نَفْسًا مُعَاهِدًا (التحفة ١١)

باب: 11۔ جو کسی ذمی کو قتل کر دے (اس کا جرم)

١٤٠٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا [مَعْدِيُّ] ابْنُ سُلَيْمَانَ [هُوَ الْبَصْرِيُّ] عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَلَا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدَةً لَهُ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَقَدْ أَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللهِ فَلَا يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ خَرِيفًا».

[1403] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’خبردار! جس نے کسی پناہ حاصل کر لینے والے آدمی کو قتل کر دیا، جسے اللہ کی پناہ اور اس کے رسول کی طرف سے امان حاصل ہو تو اس نے اللہ تعالیٰ کے عہد وامان کو توڑ دیا۔ وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آئے گی۔‘‘

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کئی سندوں سے مروی ہے۔

فائدہ: جنت کی خوشبو اپنے اپنے عملوں اور درجات ومراتب کے اعتبار سے مختلف مسافتوں سے سونگھی جائے گی۔ کم از کم مسافت چالیس سال کی مسافت کے بقدر اور زیادہ سے زیادہ ہزار سال کی مسافت ہے۔ عام طور پر ستر سال کی مسافت سے سونگھی جائے گی۔ یا مسافت کی تعیین وتحدید مقصود نہیں محض مبالغے کے لیے چالیس، ستر، پانچ سو یا ہزار سال کا تذکرہ کیا گیا

١٤٠٣ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، الديات، باب من قتل معاهدًا، ح: ٢٦٨٧ عن محمد بن بشار به وسنده ضعيف وللحديث شواهد عند البخاري، ح: ٣١٦٦، ٦٩١٤ وغيره ☆ وفي الباب عن أبي بكرة [أبو داود، ح: ٢٧٦٠].

ہے۔(تحفة الأحوذي: 548/4)

(المعجم ١٢) بَابٌ (التحفة ١٢)

باب:12۔سابقہ مسئلے سے متعلق ایک اور باب

١٤٠٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي سَعْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَدَى الْعَامِرِيَّيْنِ بِدِيَةِ الْمُسْلِمِينَ وَكَانَ لَهُمَا عَهْدٌ مِّنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ.

[1404] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بنو عامر کے دو آدمیوں کی دیت مسلمانوں کی دیت کے برابر ادا فرمائی تھی کیونکہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امان حاصل تھی۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَأَبُو سَعْدٍ الْبَقَّالُ اسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ الْمَرْزُبَانِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں یہ صرف اسی سند سے آئی ہے۔ اور ابوسعد بقال کا نام سعید بن مرزبان ہے۔

فائدہ: جمہور اہل علم کے نزدیک اگر مسلمان کسی کافر کو قتل کر دے تو اس پر قصاص نہیں ہے وہ کسی بھی نوعیت کا کافر ہو، صرف دیت لازم ہوگی۔ سیدنا عمر، عثمان، علی، زید بن ثابت اور معاویہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ عمر بن عبدالعزیز، عطا، حسن، عکرمہ، زہری، ابن شبرمہ، مالک، ثوری، اوزاعی، شافعی، اسحاق، احمد، ابوعبید، ابوثور اور ابن منذر رحمہم اللہ اس کے قائل تھے۔ امام شعبی، نخعی اور اصحاب الرائے کے نزدیک اگر مسلمان ذمی کو قتل کر دے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ اگر ذمی نہ ہو تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (المغني: 342/9) جمہور اہل علم کا قول ہی صحیح ہے کیونکہ صحیح حدیث ہے: [لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ] (صحيح البخاري، حديث: 6915، وجامع الترمذي: 1412) ”مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔“ اس حدیث میں جو مسلمانوں والی دیت کے دیے جانے کا ذکر ہے، یہ صحیح نہیں، کیونکہ یہ روایت ضعیف ہے۔ صحیح حدیث میں اہل کتاب کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف بتلائی گئی ہے۔ (سنن ابن ماجه، حديث: 2644) اہل کتاب ہی کی طرح کافر کی دیت بھی مسلمان کی دیت سے نصف ہوگی، جیسا کہ آگے وضاحت ہے۔

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي حُكْمِ وَلِيِّ الْقَتِيلِ فِي الْقِصَاصِ وَالْعَفْوِ (التحفة ١٣)

باب:13۔قصاص اور معافی کے سلسلے میں مقتول کا ولی ہی فیصلے کا حق رکھتا ہے

١٤٠٥۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَيَحْيَى بْنُ

[1405] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ

١٤٠٤۔ [ضعيف] أخرجه البيهقي: ٨/ ١٠٢ من حديث أبي بكر بن عياش به نحو المعنى وقال: "البقال لا يحتج به" أبوسعد البقال ضعيف مدلس وأبوبكر بن عياش ضعيف من جهة حفظه.

١٤٠٥۔ أخرجه البخاري، كتاب في اللقطة، باب: كيف تعرف لقطة أهل مكة؟، ح: ٢٤٣٤ عن يحيى بن موسى ومسلم، ح: ١٣٥٥ من حديث الوليد به * وفي الباب عن وائل بن حجر [مسلم، ح: ١٦٨٠]، وأنس [ابن ماجه، ح: ٢٦٩١]، وأبي شريح خويلد ابن عمرو [يأتي: ١٤٠٦].

مُوسٰى قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلٰى رَسُولِهِ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يَعْفُوَ وَإِمَّا أَنْ يَقْتُلَ» [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرٍو.

تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مکے کی فتح سے نوازا تو آپ لوگوں میں خطبے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: ''جس کا کوئی عزیز قتل کر دیا گیا تو وہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر سکتا ہے، یا تو معاف کر دے یا (قاتل کو) قتل کر دے۔'' اس مسئلے میں سیدنا وائل بن حجر، انس، ابوشریح خویلد بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں عفو سے مراد قصاص چھوڑ کر دیت لینا ہے کیونکہ قاتل کو قتل نہ کرنا بھی درگزر اور معاف کرنے کی ایک صورت ہے کہ وہ قتل سے بچ گیا۔ اگلی حدیث میں اس کی صراحت آ رہی ہے۔

١٤٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ. مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَسْفِكَنَّ فِيهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَنَّ فِيهَا شَجَرًا فَإِنْ تَرَخَّصَ مُتَرَخِّصٌ. فَقَالَ أُحِلَّتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَإِنَّ اللهَ أَحَلَّهَا لِي وَلَمْ يُحِلَّهَا لِلنَّاسِ وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ثُمَّ هِيَ حَرَامٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِنَّكُمْ مَعْشَرَ خُزَاعَةَ قَتَلْتُمْ هٰذَا الرَّجُلَ مِنْ هُذَيْلٍ وَإِنِّي عَاقِلُهُ فَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَأَهْلُهُ بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ. إِمَّا أَنْ يَقْتُلُوا أَوْ يَأْخُذُوا الْعَقْلَ».

[1406] سیدنا ابو شریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مکے کی حرمت وتعظیم کا حکم دیا ہے، لوگوں نے اسے محترم قرار نہیں دیا، اس لیے جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے تو وہ مکے میں ہرگز خون ریزی نہ کرے، نہ اس کے درخت کاٹے، چنانچہ اگر کوئی رخصت چاہنے والا رخصت طلب کرنے کے لیے یہ بات کہے کہ اللہ کے رسول کے لیے بھی تو اسے حلال ٹھہرایا گیا تھا تو (اسے علم ہونا چاہیے کہ) اللہ تعالیٰ نے اسے میرے ہی لیے حلال ٹھہرایا تھا، لوگوں کے لیے حلال قرار نہیں دیا۔ اور میرے لیے بھی بس دن کی ایک گھڑی کے لیے حلال ٹھہرایا گیا، پھر وہ قیامت تک کے لیے محترم ہے، پھر تم نے اے خزاعہ کے لوگو! ہذیل کے اس فرد کو قتل کر ڈالا ہے اور میں اس کی دیت ادا کرتا ہوں۔ آج کے بعد جس کسی کو قتل کیا گیا تو اس کے ورثاء دو چیزوں کا اختیار رکھتے ہیں: یا تو قاتل کو قتل کر دیں یا اس سے دیت لے لیں۔''

١٤٠٦ـ أخرجه أبو داود، الديات، باب ولي العمد يأخذ الدية، ح: ٤٥٠٤ من حديث يحيى القطان به، ورواه البخاري، ح: ١٠٤ ومسلم، ح: ١٣٥٤ من حديث سعيد المقبري.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوَاهُ شَيْبَانُ أَيْضًا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ مِّثْلَ هٰذَا وَرُوِيَ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَلَهُ أَنْ يَقْتُلَ أَوْ يَعْفُوَ أَوْ يَأْخُذَ الدِّيَةَ». وَذَهَبَ إِلٰى هٰذَا بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث بھی حسن صحیح ہے۔ اسے شیبان نے بھی یحییٰ بن ابی کثیر سے اسی طرح بیان کیا ہے اور ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جس کا کوئی شخص قتل کر دیا گیا تو وہ قتل کر سکتا ہے یا معاف کر دے یا دیت لے لے۔'' بعض اہل علم کا موقف یہی ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قصاص لینے یا دیت لینے یا معاف کرنے کا اختیار مقتول کے ورثاء کو حاصل ہے، اگر ان میں سے ایک بھی قصاص معاف کر دے تو قصاص نہیں لیا جا سکے گا۔ اکثر اہل علم کے نزدیک اگر مقتول کے ورثاء دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو قاتل کے لیے اس بات کو قبول کرنا لازمی ہوگا۔ امام مالک کے نزدیک دیت قاتل کی رضامندی سے لی جا سکتی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 550/4) ② اگر کسی کو دھوکے اور فریب سے قتل کر دیا جائے تو امام مالک کے نزدیک مقتول کا ولی اسے معاف نہیں کر سکتا۔ یہ حکمران کا کام ہے۔ امام ابوحنیفہ، شافعی، احمد اور ابن منذر کے نزدیک قتل کی ہر صورت میں قصاص اور معافی کا اختیار ولی کو ہے، حاکم یا قاضی کو نہیں۔ (المغني: 336/9)

١٤٠٧- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قُتِلَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَدُفِعَ الْقَاتِلُ إِلٰى وَلِيِّهِ فَقَالَ الْقَاتِلُ. يَا رَسُولَ اللهِ! وَاللهِ! مَا أَرَدْتُ قَتْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَمَا إِنَّهُ إِنْ كَانَ [قَوْلُهُ] صَادِقًا فَقَتَلْتَهُ دَخَلْتَ النَّارَ» فَخَلّٰى عَنْهُ الرَّجُلُ قَالَ: وَكَانَ مَكْتُوفًا بِنِسْعَةٍ قَالَ: فَخَرَجَ يَجُرُّ نِسْعَتَهُ [قَالَ:] فَكَانَ يُسَمّٰى ذَا النِّسْعَةِ.

[1407] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک آدمی قتل کر دیا گیا۔ قاتل کو مقتول کے وارث کے حوالے کر دیا گیا تو قاتل نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میری نیت و ارادہ اسے قتل کرنے کا نہیں تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اگر اس کی بات سچی ہے، اس کے باوجود اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو تو دوزخ میں جائے گا۔'' تو اس آدمی نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کے ہاتھ رسی کے ساتھ پیچھے باندھے ہوئے تھے، وہ اپنی رسی گھسیٹتا ہوا نکل کھڑا ہوا تو اسے رسی والا کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [وَالنِّسْعَةُ حَبْلٌ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور نِسْعَة سے مراد (چمڑے کی) رسی ہے۔

١٤٠٧- أخرجه أبو داود، الديات، باب الإمام يأمر بالعفو في الدم، ح: ٤٤٩٨ والنسائي، ح: ٤٧٢٦ وابن ماجه، ح: ٢٦٩٠ من حديث أبي معاوية الضرير به وله شواهد عند مسلم وأبي داود، ح: ٤٤٩٩ـ٤٥٠١ وغيرهما.

فائدہ: اگر قاتل کی نیت یا ارادہ قتل کرنے کا نہ ہو لیکن اس کے فعل کے نتیجے میں کوئی شخص مرجائے تو یہ قتل خطا ہوگا، جس میں دیت ہے، قصاص لینا جائز نہیں، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر قاتل اپنے قول میں سچا ہے، اس کے باوجود مقتول کے وارث نے اسے قتل کر ڈالا جبکہ قصاص لینا جائز نہیں تو یہ سزا کا مستحق ہوگا۔'' اس لیے مقتول کے ولی نے احتیاط کے پیش نظر قاتل کی رسی چھوڑ دی۔

(المعجم ۱۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُثْلَةِ (التحفة ۱۴)

باب: 14۔ مثلہ کرنا (نعش بگاڑنا) حرام ہے

۱۴۰۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا عَلٰى جَيْشٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ بِتَقْوَى اللهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا فَقَالَ: «اغْزُوا بِسْمِ اللهِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، اغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْثِلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا». وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

[1408] سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجتے تو اسے ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر اختیار کرنے کی تلقین فرماتے اور وصیت فرماتے کہ اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ اختیار کرے اور فرماتے: ''اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں نکلو۔ اللہ کے منکروں کے ساتھ جنگ کرو۔ غزوہ کرو اور خیانت نہ کرنا۔ دھوکا نہ کرنا۔ مقتولوں کے ہاتھ، پیر، ناک، کان نہ کاٹنا اور نہ بچوں کو قتل کرنا۔'' اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ [عَبْدِ اللهِ] بْنِ مَسْعُودٍ وَشَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ [وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَنَسٍ] وَ سَمُرَةَ وَالْمُغِيرَةِ وَيَعْلَى بْنِ مُرَّةَ وَأَبِي أَيُّوبَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ بُرَيْدَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَكَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ الْمُثْلَةَ.

اور اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود، شداد بن اوس، عمران بن حصین، انس، سمرہ، مغیرہ، یعلی بن مرہ اور ابوایوب رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم کے نزدیک مثلہ کرنا ناجائز ہے۔

لغوی تشریح: مُثْلَه کے معنی کسی حیوان یا انسان کے اعضاء ہاتھ، پاؤں اور ناک، کان کاٹنا ہیں۔

۱۴۰۸ـ أخرجه مسلم، الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث . . . إلخ، ح: ۱۷۳۱ من حديث عبدالرحمن بن مهدي به، وسيأتي: ۱٦۱۷ * وفي الباب عن عبد الله بن مسعود [أبو داود، ح: ۲٦٦٦]، وشداد بن أوس [يأتي: ۱٤۰۹]، وعمران بن حصين [أبو داود، ح: ۲٦٦۷]، وأنس [البخاري، ح: ۵۵۱۳ ومسلم، ح: ۱۹۵٦]، وسمرة [أبو داود، ح: ۲٦٦۷]، والمغيرة [أحمد: ۲/ ۲٤٦ والطحاوي في معاني الآثار: ۳/ ۱۸۳]، ويعلى بن مرة [أحمد: ٤/ ۱۷۱، ۱۷۳]، وأبي أيوب [الطحاوي في معاني الآثار: ۳/ ۱۸۲].

فائدہ: اسلامی جہاد کشور کشائی اور زمین میں فتنہ وفساد برپا کرنے کے لیے نہیں ہوتا، اس لیے اس کے لیے شریعت اسلامیہ میں ایسے آداب مقرر کیے گئے ہیں جو بنی نوع انسان کی بہتری و بھلائی پر مبنی ہیں۔ امیر لشکر کو ذاتی طور پر بالخصوص اللہ تعالیٰ کی حدود و قیود کی پابندی کرنے کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ ذاتی معاملے میں سختی سے دین کی پابندی کرے۔ ساتھیوں کے ساتھ خیر و خوبی کے ساتھ پیش آئے۔ سارے مسلمان لشکری خیانت، بدعہدی اور غداری سے گریز کریں۔ نعشوں کے اعضاء نہ کاٹیں، اور جو لوگ جنگ کے قابل نہ ہوں انھیں کچھ نہ کہیں۔ یہ حدیث بڑی تفصیل کے ساتھ اور مزید آداب کے ساتھ صحیح مسلم میں موجود ہے، دیکھیے: (منة المنعم في شرح صحيح مسلم ازشيخ صفي الرحمن رحمه الله: 169/3، 170، حديث: 4522)

١٤٠٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ».

[1409] سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان و بھلائی کو لازم ٹھہرایا ہے، لہٰذا جب تم کسی کو قتل کرو تو اچھے انداز سے قتل کرو اور جب جانور ذبح کرو تو اچھے انداز سے ذبح کرو۔ اپنی چھری کو تیز کرلو اور جانور کو راحت و آرام پہنچاؤ۔''

[قَالَ:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. أَبُو الْأَشْعَثِ اسْمُهُ [شَرَاحِيلُ] بْنُ آدَةَ.

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابواشعث کا نام شراحیل بن آدہ ہے۔

فائدہ: جس دین میں جانور ذبح کرتے وقت جانور کے لیے راحت کی تلقین کی گئی ہو وہ انسانی قتل میں انسان کی بے حرمتی اور اس کے مثلہ کا کیسے روادار ہوسکتا ہے۔ اور جانور کی راحت سے مراد یہ ہے کہ چھری خوب تیز ہو اور ذبح کرنے کے بعد اسے ٹھنڈا ہونے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ کسی انسان کو قصاص، حد اور جنگ میں قتل کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اسے بلاوجہ ظلم و ستم کا نشانہ نہ بنایا جائے۔

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي دِيَةِ الْجَنِينِ (التحفة ١٥)

باب: 15- پیٹ کا بچہ گرا دینے کی دیت

١٤١٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ [الْكُوفِيُّ]: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي

[1410] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنین (پیٹ کے بچے) کے عوض ایک غلام یا لونڈی

١٤٠٩ ـ أخرجه مسلم، الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل، تحديد الشفرة، ح:١٩٥٥ من حديث خالد الحذاء به.

١٤١٠ ـ أخرجه أبو داود، الديات، باب دية الجنين، ح:٤٥٧٩ وابن ماجه، ح:٢٦٣٩ من حديث محمد بن عمرو به، وسنده حسن، ورواه البخاري، ح:٥٧٥٨ ومسلم، ح:١٦٨١ من حديث أبي سلمة * وفي الباب عن حمل بن مالك [أبو داود، ح:٤٥٧٢] والمغيرة بن شعبة [يأتي: ١٤١١].

سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَضٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْجَنِينِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ فَقَالَ الَّذِي قَضٰى عَلَيْهِ أَنُعْطِي مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ وَلَا صَاحَ فَاسْتَهَلَّ فَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ هٰذَا لَيَقُولُ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ، بَلٰى فِيهِ غُرَّةٌ: عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ».

دینے کا حکم دیا (فیصلہ کیا) تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا، اس نے کہا: کیا ہم اس کا بدلہ دیں جس نے نہ کھایا نہ پیا، نہ چیخا نہ چلایا اس قسم کا بچہ تو رائیگاں قرار دینا چاہیے۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو شاعرانہ بات کرتا ہے، نہیں اس میں غرہ ہے۔ غلام ہو یا لونڈی۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ [حَمَلِ] بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّابِغَةِ [وَالْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْغُرَّةُ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ أَوْ خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَوْ فَرَسٌ أَوْ بَغْلٌ.

اس مسئلے میں حمل بن مالک بن نابغہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ بعض کا قول ہے: [غُرّہ] سے مراد غلام یا لونڈی یا پانچ سو درہم ہے اور بعض کے نزدیک گھوڑا یا خچر بھی ہے۔

فائدہ: [غرہ] کا اطلاق ہر نفیس اور عمدہ چیز پر ہوجاتا ہے کیونکہ غرہ کے لغوی معنی گھوڑے کے ماتھے کی سفیدی ہیں۔ اور یہاں مراد غلام یا لونڈی ہے اگرچہ لغوی طور پر اس کا اطلاق گھوڑے اور خچر پر بھی ہوسکتا ہے اور فقہاء کے نزدیک حمل گرادینے کی صورت میں غلام یا لونڈی کا ادا کرنا ہوگا۔

١٤١١- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ نَضْلَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا ضَرَّتَيْنِ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى بِحَجَرٍ أَوْ عَمُودِ فُسْطَاطٍ فَأَلْقَتْ جَنِينَهَا فَقَضٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْجَنِينِ غُرَّةً عَبْدًا أَوْ أَمَةً وَجَعَلَهُ عَلٰى عَصَبَةِ الْمَرْأَةِ. قَالَ الْحَسَنُ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ [نَحْوَهُ وَقَالَ]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1411] سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو سوکنیں تھیں۔ ایک نے دوسری کو پتھر یا خیمے کی چوب و سلاخ ماردی اور اس کے پیٹ کا بچہ گرادیا۔ رسول اللہ ﷺ نے گرنے والے بچے کے بارے میں ایک غرہ دینے کا فیصلہ فرمایا، غلام ہو یا لونڈی اور اسے مارنے والی عورت کے باپ کے رشتے داروں (عصبہ) کے ذمے لگایا۔ حسن نے ایک دوسری سند سے اس کے ہم معنی بیان کیا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہ دو سوکنیں ملیکہ اور ام عفیف سیدنا حمل بن مالک بن نابغہ رضی اللہ عنہ کی بیویاں تھیں۔ ام عفیف نے ملیکہ کے پیٹ کا بچہ پتھر یا خیمے کی چوب مار کر گرادیا تو نبی ﷺ نے ام عفیف کے عصبات کو غلام یا لونڈی دینے کا حکم دیا۔

١٤١١ـ أخرجه مسلم، القسامة والمحاربين، باب دية الجنين ووجوب الدية في قتل الخطأ . . . إلخ، ح: ١٦٨٢ من حديث شعبة به.

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ (التحفة ١٦)

باب: 16۔ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جا سکتا

١٤١٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو جُحَيْفَةَ قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هَلْ عِنْدَكُمْ سَوْدَاءُ فِي بَيْضَاءَ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ؟ قَالَ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا عَلِمْتُهُ إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيهِ اللهُ رَجُلًا فِي الْقُرْآنِ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ. قُلْتُ: وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: فِيهَا الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ.

[1412] سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ کے پاس سفیدی میں سیاہی، یعنی ایسی تحریر و نوشتہ ہے جو اللہ کی کتاب (قرآن) میں نہ ہو؟ انھوں نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانہ پھاڑا اور جان کو پیدا کیا (نباتات اور حیوانوں کو پیدا کیا)! میرے علم میں ایسی کوئی چیز نہیں مگر وہ سوجھ بوجھ جو اللہ تعالیٰ قرآن کی کسی شخص کو عنایت فرما دیتا ہے اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا: اس میں ہے: دیت، قیدی کی آزادی اور یہ کہ مومن کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَحَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ قَالُوا: لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالْمُعَاهِدِ. وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

اس مسئلے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری، مالک بن انس، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں: کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں: مسلمان کو معاہد (ذمی) کے بدلے قتل کیا جا سکتا ہے۔ مگر پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① عبداللہ بن سبا یہودی کی ذریت نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور ہی میں یہ بات پھیلا دی تھی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ خصوصی تحریرات ہیں جو کسی دوسرے صحابی کے پاس نہیں ہیں، اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے وقتاً فوقتاً یہ سوال ہوتا رہتا تھا کہ آپ کے پاس کوئی خاص تحریر ہے تو وہ اس کا انکار فرماتے اور اس صحیفے کا ذکر کرتے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخر میں گورنروں کو بھیجنے کے لیے تحریر کروایا تھا۔ لیکن وفات کی وجہ سے بھیج نہیں سکے تھے۔ یہی صحیفہ بعد میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مل گیا۔ (الكوكب الدري: 369/2، وعارضة الأحوذي: 181/6، 182) ② جمہور سلف کا یہ قول ہے کہ کسی قسم کے کافر کے بدلے

١٤١٢- أخرجه البخاري، الديات، باب العاقلة، ح:٦٩٠٣ من حديث مطرف به * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [يأتي:١٤١٣].

مسلمان کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ امام نخعی، شعبی اور احناف کے نزدیک معاہد و ذمی کا فر کو قتل کرنے کی صورت میں مسلمان کو قتل کیا جاسکتا ہے لیکن یہ بات درست نہیں۔ (عارضة الأحوذي: 182/6، وتحفة الأحوذي: 557/4، 558)

(المعجم ...) [بَابُ مَا جَاءَ فِي دِيَةِ الْكُفَّارِ] (التحفة ١٠)

باب: ...... کافروں کی دیت کا بیان

١٤١٣- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَحْمَدَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ» وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «دِيَةُ عَقْلِ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَةِ عَقْلِ الْمُؤْمِنِ».

[1413] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان، کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔“ اس سند میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ [فِي دِيَةِ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ فَذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ [فِي دِيَةِ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ] إِلَى مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: دِيَةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ. وَبِهٰذَا يَقُولُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ. وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ: دِيَةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ أَرْبَعَةُ آلَافِ [دِرْهَمٍ] وَدِيَةُ الْمَجُوسِيِّ ثَمَانُمِائَةِ [دِرْهَمٍ]. وَبِهٰذَا يَقُولُ مَالِكُ [بْنُ أَنَسٍ] وَالشَّافِعِيُّ وَإِسْحَاقُ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: دِيَةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن ہے۔ اہل علم کا یہودی اور نصرانی کی دیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم نے یہودی اور نصرانی کی دیت وہی قرار دی ہے جو نبی ﷺ سے مروی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا: یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ امام مالک بن انس، شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے: یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ امام سفیان ثوری اور اہل کوفہ (احناف) کا یہی موقف ہے۔

فائدہ: نبی ﷺ کے دور میں دیت کی قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھی، اس اعتبار سے چار ہزار درہم اس کا نصف ہے۔ بقول امام ابن قدامہ، عمر بن عبدالعزیز، عروہ، مالک اور عمرو بن شعیب کے نزدیک یہود و نصاریٰ کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔ اور یہی راجح اور صحیح ہے۔ سیدنا عمر، عثمان، سعید بن مسیب، عطاء، حسن، عکرمہ، عمرو بن دینار، شافعی، اسحاق اور

١٤١٣- أخرجه النسائي، القسامة، باب: كم دية الكافر: ٨/ ٤٥، ح: ٤٨١١ من حديث ابن وهب به الحديث الأول، ورواه أبو داود، ح: ٤٥٨٣ وابن ماجه، ح: ٢٦٤٤ الحديث الثاني، وللحديث شواهد.

ابوثور کے نزدیک چار ہزار درہم ہے۔ علقمہ، مجاہد، شعبی، نخعی، ثوری اور ابوحنیفہ کے نزدیک مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ یہ قول سیدنا عمر، عثمان، ابن مسعود اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے لیکن مرفوع روایت کی رو سے اہل کتاب کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بعض دفعہ وقتی حالات کے پیش نظر ان کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر دلوائی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 528، 530، وتحفة الأحوذي: 558/4، 559)

(المعجم ١٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَقْتُلُ عَبْدَهُ (التحفة ١٨)

باب: 17۔ جو شخص اپنے غلام کو قتل کر دے؟

١٤١٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهُ جَدَعْنَاهُ».

[1414] سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے غلام کو قتل کر ڈالا ہم اس کو قتل کر دیں گے، اور جس نے اس کے ناک کان کاٹے، ہم اس کے ناک کان کاٹ دیں گے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ مِنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ إِلَى هٰذَا: وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمُ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَعَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ: لَيْسَ بَيْنَ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ قِصَاصٌ فِي النَّفْسِ وَلَا فِي مَا دُونَ النَّفْسِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا قَتَلَ عَبْدَهُ لَا يُقْتَلُ بِهِ وَإِذَا قَتَلَ عَبْدَ غَيْرِهِ قُتِلَ بِهِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ [وَأَهْلِ الْكُوفَةِ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بعض اہل علم تابعین کا یہی قول ہے۔ ابراہیم نخعی بھی ان میں شامل ہیں۔ اور بعض اہل علم جیسے حسن بصری اور عطا بن ابی رباح کا قول ہے کہ آزاد اور غلام میں جان اور اس سے کم میں قصاص (برابری) نہیں ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ اگر کوئی اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس کے بدلے اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور جب دوسرے کے غلام کو قتل کر دے تو اس کے بدلے اسے قتل کر دیا جائے گا۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول یہی ہے۔

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَرْأَةِ [هَلْ] تَرِثُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا (التحفة ١٩)

باب: 18۔ کیا عورت خاوند کی دیت سے وراثت لے گی؟

١٤١٤۔ [منقطع] أخرجه النسائي، القسامة، باب القود من السيد للمولى: ٨/ ٢١، ح: ٤٧٤٢ عن قتيبة به وصححه الحاكم على شرط البخاري: ٤/ ٣٦٧ ووافقه الذهبي، ورواه أبو داود، ح: ٤٥١٥ وغيره من حديث قتادة به. * رواية الحسن عن سمرة منقطعة.

١٤١٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ [وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ] وَأَبُو عَمَّارٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ: الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا. حَتَّى أَخْبَرَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ الْكِلَابِيُّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَتَبَ إِلَيْهِ أَنْ: وَرِّثِ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا.

[1415] سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: دیت عاقلہ کے ذمے ہے اور عورت کو خاوند کی دیت سے وراثت کے طور پر کچھ نہیں ملے گا حتی کہ انھیں سیدنا ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں لکھا تھا کہ اشیم ضبابی کی بیوی کو خاوند کی دیت سے وراثت دو۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا عمل اسی کے مطابق ہے۔

فائدہ: اکثر اہل علم کے نزدیک دیت مقتول کا مال ہے، اس لیے باقی مال کی طرح اسے بھی اس کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا اور یہی قول صحیح ہے۔ (تحفة الأحوذي: 567/4)

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِصَاصِ (التحفة ٢٠)

باب: 19۔ قصاص کا بیان

١٤١٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفَى يُحَدِّثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَنَزَعَ يَدَهُ فَوَقَعَتْ ثَنِيَّتَاهُ فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «يَعَضُّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ كَمَا يَعَضُّ الْفَحْلُ لَا دِيَةَ لَكَ» فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾ [المآئدة:٤٥].

[1416] سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کا ہاتھ چبا ڈالا تو اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا جس سے اس کے اگلے دو دانت گر گئے تو انھوں نے اپنا جھگڑا نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: ”تم میں سے ایک اپنے بھائی کا ہاتھ اس طرح کاٹتا ہے جس طرح کوئی سانڈ (نر) کاٹتا ہے۔ تیرے لیے کوئی دیت نہیں۔“ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ”زخموں میں قصاص ہے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ وَسَلَمَةَ بْنِ أُمَيَّةَ وَهُمَا أَخَوَانِ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عِمْرَانَ

اس مسئلے میں یعلی بن امیہ اور سلمہ بن امیہ رضی اللہ عنہما جو دونوں بھائی ہیں، سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ

١٤١٥ـ أخرجه أبو داود، الفرائض، باب: في المرأة ترث من دية زوجها، ح: ٢٩٢٧ وابن ماجه، ح: ٢٦٤٢ وأحمد: ٣/ ٤٥٢ من حديث سفيان بن عيينة به وصححه ابن الجارود، ح: ٩٦٦ وله شاهد عند الطبراني: ٥/ ٢٧٦، ح: ٥/ ٥٣ ورجاله ثقات.

١٤١٦ـ أخرجه البخاري، الديات، باب: إذا عض رجلًا فوقعت ثناياه، ح: ٦٨٩٢ ومسلم، ح: ١٦٧٣ من حديث شعبة به * وفي الباب عن يعلى بن أمية [البخاري، ح: ١٨٤٧، ٢٢٦٥ ومسلم، ح: ١٦٧٤]، وسلمة بن أمية [ابن ماجه، ح: ٢٦٥٦].

ابْنِ حُصَيْنٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

فرماتے ہیں: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص سے اپنے تحفظ اور دفاع میں زیادتی کرنے والے کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو وہ اس نقصان کا ذمے دار نہیں ہے۔

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَبْسِ فِي التُّهْمَةِ (التحفة ٢١)

باب: 20۔ کسی الزام کے سبب قید کرنا

١٤١٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَبَسَ رَجُلًا فِي تُهْمَةٍ ثُمَّ خَلَّى عَنْهُ.

[1417] سیدنا بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اس (بہز) کے دادا (معاویہ) سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو ایک الزام کے باعث قید کیا تھا، پھر (عدم ثبوت کے سبب) اسے چھوڑ دیا۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ بَهْزٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رَوَى إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ هٰذَا الْحَدِيثَ أَتَمَّ مِنْ هٰذَا وَأَطْوَلَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بہز کی اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت حسن ہے۔ اسماعیل بن ابراہیم نے یہ روایت بہز بن حکیم سے اس سے کامل اور لمبی بیان کی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص پر کوئی الزام ہو تو اس کی تحقیق و تفتیش کی خاطر اسے قید کیا جا سکتا ہے۔ اگر الزام ثابت نہ ہو تو اسے رہا کر دیا جائے گا۔

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ [فِيهِ] مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ (التحفة ٢٢)

باب: 21۔ جو اپنے مال کی حفاظت اور دفاع میں مارا جائے، وہ شہید ہے

١٤١٨- حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، وَحَاتِمُ بْنُ سِيَاهٍ الْمَرْوَزِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ

[1418] سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا وہ شہید ہے، اور جس نے ایک بالشت

١٤١٧ـ أخرجه النسائي، قطع السارق، باب امتحان السارق بالضرب والحبس: ٧/ ٦٧، ح: ٤٨٨٠ عن علي بن سعيد الكندي به، ورواه أبو داود، ح: ٣٦٣٠ من حديث معمر به * وفي الباب عن أبي هريرة [الحاكم: ٤/ ١٠٢].

١٤١٨ـ أخرجه ابن حبان (الإحسان): ٣١٨٥ من حديث عبدالرزاق به، ورواه أبو داود، ح: ٤٧٧٢ وابن ماجه، ح: ٢٥٨٠ والنسائي، ح: ٤٠٩٩ وللحديث شواهد وحديث شعيب عند (البخاري، ح: ٢٤٥٢) وغيره، وحديث سفيان بن عيينة عند أبي داود، ح: ٤٧٧٢ وغيره.

عَبْدِاللهِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ [وَمَنْ سَرَقَ مِنَ الْأَرْضِ شِبْرًا طُوِّقَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ. وَزَادَ حَاتِمُ بْنُ سِيَاهٍ الْمَرْوَزِيُّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ. قَالَ مَعْمَرٌ: بَلَغَنِي عَنِ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ أَسْمَعْ مِنْهُ. زَادَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ. وَهٰكَذَا رَوٰى شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ].

بھر زمین ہتھیا لی، قیامت کے دن اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔'' حاتم بن سیاہ مروزی نے اس حدیث میں یہ اضافہ بیان کیا ہے کہ معمر نے کہا: مجھے زہری سے حدیث میں یہ اضافہ پہنچا ہے مگر میں نے اسے سنا نہیں ہے: ''جو اپنے مال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے۔'' شعیب بن ابی حمزہ نے زہری کی سند سے یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے۔ سفیان بن عیینہ نے زہری سے یہ حدیث بیان کی ہے تو طلحہ بن عبداللہ اور سعید بن زید کے درمیان عبدالرحمن بن عمرو بن سہل کا واسطہ چھوڑ دیا ہے۔

وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٤١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِاللهِ ابْنِ الْحَسَنِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ» [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيدِ ابْنِ زَيْدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ.

[1419] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا وہ شہید ہے۔'' اس مسئلے میں سیدنا علی، سعید بن زید، ابو ہریرہ، ابن عمر، ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ لِلرَّجُلِ أَنْ يُقَاتِلَ عَنْ نَفْسِهِ وَمَالِهِ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: يُقَاتِلُ عَنْ مَالِهِ وَلَوْ

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن ہے اور ان سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ بعض اہل علم نے آدمی کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے نفس اور اپنے مال کے تحفظ کے لیے لڑائی لڑے۔ ابن

١٤١٩_ أخرجه أبو داود، السنة، باب: في قتال اللصوص، ح: ٤٧٧١ من حديث عبدالله بن الحسن به وللحديث طرق كثيرة ✽ وفي الباب عن علي [أحمد: ١/ ٧٨]، وسعيد بن زيد [تقدم: ١٤١٨]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ١٤٠]، وابن عمر [ابن ماجه، ح: ٢٥٨١]، وابن عباس [أحمد: ١/ ٣٠٥]، وجابر [أبونعيم في أخبار أصبهان: ١/ ٢٣٥].

دِرْهَمَيْنِ.

مبارک فرماتے ہیں: خواہ اس کا مال دو درہم ہی ہو اس کے تحفظ کے لیے لڑے۔

فائدہ: اسلام نے انسان کے دین، جان، عزت و آبرو اور اہل و مال کو بہت اہمیت دی ہے اور کسی کو اجازت نہیں کہ وہ کسی کے جان و مال پر دست درازی کرے۔ اگر انسان کو ان میں سے کسی چیز کے بارے میں خطرہ ہو تو جمہور کے نزدیک اسے ان کا دفاع اور تحفظ کرنا چاہیے۔ اگر اسے لڑائی بھی لڑنی پڑے تو لڑے۔ اگر اس کی خاطر دوسرے کو زخمی کرنے یا قتل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو اس سے بھی گریز نہ کرے۔ بعض علماء نے تو اس کو فرض قرار دیا ہے۔ ان چیزوں کے دفاع و تحفظ میں اگر وہ قتل ہو گیا تو یہ اس کے لیے شہادت ہوگی، یعنی اجر و ثواب میں اضافے کا باعث ہوگا، اور اگر دوسرے کو قتل کر دیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ (عارضة الأحوذي: 6/189-191، وتحفة الأحوذي: 4/566) آج کل چونکہ اپنے نفس و مال و اہل کی خاطر لڑائی لڑنے سے گریز کیا جاتا ہے، اس لیے بدمعاش اور غنڈے شیر ہو رہے ہیں، اور دن بدن دہشت گردی، ڈاکہ زنی اور آبرو ریزی کے واقعات بڑھ رہے ہیں۔

١٤٢٠- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ [الْكُوفِيُّ شَيْخٌ ثِقَةٌ] عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ، [عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ]. حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ طَلْحَةَ. قَالَ سُفْيَانُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ خَيْرًا قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أُرِيدَ مَالُهُ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقَاتَلَ فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ».

[1420] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا مال ناحق قبضے میں لینے کی کوشش کی گئی اور اس نے اس کی خاطر لڑائی کی اور قتل ہو گیا تو وہ شہید ہے۔''

[قَالَ أَبُوعِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ محمد بن بشار کی سند سے مذکورہ بالا کے مانند مروی ہے۔

١٤٢١- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ،

[1421] سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جو اپنے مال کی خاطر

١٤٢٠ـ أخرجه أبوداود، أيضًا، ح: ٤٧٧١ من حديث سفيان الثوري به وصرح بالسماع.

١٤٢١ـ أخرجه النسائي: ٧/ ١١٦ ح: ٤٠٩٩ (تحريم الدم، باب من قاتل دون أهله) من حديث أبي عبيدة بن محمد بن عمار به رواه أبو داود، ح: ٤٧٧٢ وابن ماجه، ح: ٢٥٨٠ من حديث طلحة بن عبدالله بن عوف، وللحديث شواهد كثيرة منها الحديث المتقدم: ١٤١٨.

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ» [قَالَ:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ نَحْوَ هٰذَا، وَيَعْقُوبُ هُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ.

مارا گیا وہ شہید ہے، اور جو اپنے دین کی خاطر قتل کیا گیا وہ شہید ہے، اور جو اپنے خون (جان) کی خاطر قتل کیا گیا وہ شہید ہے، اور جو اپنے اہل وعیال کی خاطر مارا گیا وہ شہید ہے۔'' امام صاحب فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بہت سے راویوں نے ابراہیم بن سعد سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور یعقوب سے مراد ابن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری ہے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقَسَامَةِ (التحفة ٢٢)

باب:22۔قسامت کا بیان

١٤٢٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ [بْنُ سَعْدٍ] عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ أَبِي حَثْمَةَ - قَالَ يَحْيٰى: وَحَسِبْتُ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ - أَنَّهُمَا قَالَا: خَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِخَيْبَرَ تَفَرَّقَا فِي بَعْضِ مَا هُنَاكَ ثُمَّ إِنَّ مُحَيِّصَةَ وَجَدَ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ قَتِيلًا قَدْ قُتِلَ [فَدَفَنَهُ]، ثُمَّ أَقْبَلَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ هُوَ وَحُوَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَكَانَ أَصْغَرَ الْقَوْمِ، ذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِيَتَكَلَّمَ قَبْلَ صَاحِبَيْهِ. قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَبِّرِ الْكُبْرَ» فَصَمَتَ وَتَكَلَّمَ صَاحِبَاهُ، ثُمَّ تَكَلَّمَ مَعَهُمَا فَذَكَرُوا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ مَقْتَلَ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَهْلٍ فَقَالَ لَهُمْ: «أَتَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا فَتَسْتَحِقُّونَ صَاحِبَكُمْ أَوْ قَاتِلَكُمْ» قَالُوا: كَيْفَ

[1422] سیدنا سہل بن ابی حثمہ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہل بن زید اور محیصہ بن مسعود بن زید (مدینے سے) نکلے حتی کہ جب وہ خیبر پہنچ گئے تو اس کے کسی علاقے میں الگ الگ ہو گئے، پھر محیصہ نے عبداللہ بن سہل کو مقتول پایا کہ اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ تو انھوں نے اسے دفن کیا اور پھر (واپس آ کر) وہ، حویصہ بن مسعود اور عبدالرحمن بن سہل جو تینوں میں سے چھوٹا تھا، رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور عبدالرحمن اپنے ساتھیوں سے پہلے بولنے لگا (کیونکہ وہ مقتول کا بھائی تھا۔) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بڑے کی تعظیم کرو۔'' یعنی اس کو بولنے دو، تو وہ خاموش ہو گیا اور اس کے ساتھیوں نے گفتگو کی، پھر اس نے ان کے ساتھ گفتگو میں حصہ لیا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو عبداللہ بن سہل کے قتل کا واقعہ سنایا تو آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم پچاس قسمیں اٹھا کر اپنے ساتھی یا

١٤٢٢- أخرجه مسلم، القسامة والمحاربين، باب القسامة، ح: ١٦٦٩ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٣١٧٣ من حديث يحيى بن سعيد الأنصاري به.

نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ ؟ قَالَ: «فَتُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَمِينًا ؟» قَالُوا: وَكَيْفَ نَقْبَلُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ؟ فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَعْطَى عَقْلَهُ.

قاتل کے حق دار بن سکتے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: بغیر دیکھے ہم قسمیں کیسے اٹھائیں؟ آپ نے فرمایا: ''تو یہود پچاس قسمیں اٹھا کر تمھارے سامنے اپنی براءت پیش کردیں گے؟'' انھوں نے کہا: ہم کافر لوگوں کی قسمیں کیسے قبول کرلیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو اس کی دیت ادا کردی۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَاهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا [الْحَدِيثِ] عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْقَسَامَةِ. وَقَدْ رَأَى بَعْضُ فُقَهَاءِ الْمَدِينَةِ الْقَوَدَ بِالْقَسَامَةِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَغَيْرِهِمْ: إِنَّ الْقَسَامَةَ لَا تُوجِبُ الْقَوَدَ وَإِنَّمَا تُوجِبُ الدِّيَةَ.

حسن بن علی الخلال کی سند سے سیدنا سہل بن ابی حثمہ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما سے اس کے ہم معنی مروی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا قسامہ کے بارے میں اسی پر عمل ہے۔ بعض اہل مدینہ کے نزدیک قسامہ کی صورت میں قصاص ہوگا۔ بعض اہل کوفہ اور دوسرے حضرات کے نزدیک قسامہ کی صورت میں قصاص نہیں پڑتا، بس دیت ثابت ہوتی ہے۔

لغوی تشریح: قَسَامَة: أَقْسَمَ قسما وقَسَامَة: مصدر ہے۔ اس سے مراد وہ قسمیں ہیں جو مقتول کے ورثاء خون کے دعوے پر کھاتے ہیں اور ان کے انکار پر جن پر دعویٰ ہو وہ کھاتے ہیں۔ اہل لغت کے نزدیک قسامہ سے مراد قسمیں کھانے والے ہیں۔ (المغني: 3/10)

فائدہ: اگر کسی محلے، بستی یا گلی اور علاقے میں کوئی انسان مقتول پایا جاتا ہے اور ان لوگوں کے ساتھ مقتول کی کوئی عداوت یا دشمنی نہیں ہے یا کوئی اختلاف اور جھگڑا بھی نہیں جس کے باعث ان کے خلاف یہ دعویٰ ہو سکے کہ ان لوگوں نے قتل کیا ہوگا تو پھر اصول اور ضابطے کے مطابق مقتول کے وارثوں کو شہادت پیش کرنی ہوگی یا مدعا علیہم سے قسم لینی ہوگی۔ امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ اور احناف کے نزدیک اگر مقتول کے وارث محلے والوں پر دعویٰ کریں، یا کسی فرد کا نام لیں تو وہ اہل محلہ میں سے پچاس آدمیوں کا انتخاب کر کے ان سے قسم لیں گے جو یہ قسم کھائیں گے کہ ہم نے نہ قتل کیا ہے اور نہ ہمیں قاتل کا پتا ہے۔ قسم کھائے بغیر انھیں چھوڑا نہیں جائے گا اور اگر وہ لوگ جن پر الزام ہے قسم کھا لیتے ہیں کہ ہمارا قتل سے کوئی تعلق نہیں تو ان سے دیت وصول نہیں کی جائے گی۔ (المغني: 4/10) قسامت کے ذریعے سے قتل کا دعویٰ ثابت ہو جانے پر قصاص لینے میں اختلاف ہے، تاہم دیت لازم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگر مدعا علیہ متعین نہ ہو سکے اور معاملہ مشتبہ ہو تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ سے منقول حدود کا بیان

فقہائے اسلام نے اسلامی قانون کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

① مناکحات ② معاملات ③ عقوبات (اسلامی سزائیں۔)

مناکحات میں انسان کی عائلی زندگی کے متعلق جملہ قوانین داخل ہیں۔ معاملات میں وہ تمام مدنی قوانین داخل ہیں جن سے انسان کو اجتماعی زندگی میں واسطہ پڑتا ہے۔ عقوبات کا تعلق ان قوانین سے ہے جو انسان سے سرزد ہونے والے جرائم اور ان کی سزاؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلامی سزاؤں کو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے: ① حدود: ان کا اطلاق ان سزاؤں پر کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کی خلاف ورزی کے جرم میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے متعین ہیں، جن میں کمی وزیادتی یا ردوبدل کا کسی کو اختیار نہیں۔ ② قصاص: جس سے مراد مکمل اور مساوی بدلہ ہے جیسے جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، کان کے بدلے کان۔ اور ایسے زخم جن کا قصاص ممکن ہو، ان کا تعلق انسانی حق سے ہے، اس لیے انھیں حدود میں شمار نہیں کیا جاتا۔ ③ تعزیر: جس میں ان تمام جرائم کی سزائیں شامل ہیں جو حدود اور قصاص میں نہیں آتے۔ تعزیر دینا، نہ دینا یا کتنی دینا اس کا تعین جرم کی نوعیت اور پیش آنے والے حالات کے تحت عدالت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ ماہرین سماجیات کے نزدیک یہ مسلمہ بات ہے کہ معاشرے کے مصالح کے حصول اور اس سے فساد و بگاڑ کو دفع کرنے کی مصلحت عامہ کے حصول کا تقاضا یہ ہے کہ جرائم کے ارتکاب پر سزائیں دی جائیں اور انھیں نافذ کیا جائے۔ اگر مجرم کو سزا دیے بغیر چھوڑ دیا جائے تو ان جرائم کا سلسلہ بڑھتا جائے گا جیسا کہ آج کل ہر انسان اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ اسلام کے تصور جرم وسزا پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے: ''اسلامی قوانین کا مقدمہ، از ڈاکٹر تنزیل الرحمن۔''

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ١٥) أَبْوَابُ الْحُدُودِ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ١٣)

رسول اللہ ﷺ سے منقول حدود کا بیان

لغوی تشریح: حد: کے لغوی معنی روکنا اور منع کرنا ہیں۔ شرعی طور پر حد اس مقررہ سزا کو کہتے ہیں جو اللہ کا حق ہے، اس لیے قصاص کو حدود میں شمار نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ بندے کا حق ہے جسے وہ معاف بھی کرسکتا ہے۔

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ لَّا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَدُّ (التحفة ١)

باب: 1۔ کن لوگوں پر حد واجب نہیں ہوتی

١٤٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ [الْبَصْرِيِّ]، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ، عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَشِبَّ، وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتَّى يَعْقِلَ» [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ.

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِيٍّ [عَنِ النَّبِيِّ ﷺ] وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ: «وَعَنِ الْغُلَامِ حَتَّى يَحْتَلِمَ». وَلَا نَعْرِفُ لِلْحَسَنِ سَمَاعًا مِّنْ عَلِيِّ بْنِ

[1423] سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے (وہ مکلف نہیں ہیں): سونے والا جب تک بیدار نہ ہوجائے، بچہ جب تک بالغ نہ ہوجائے، اور مجنون جب تک سمجھنے نہ لگے، یعنی ہوش و حواس بحال نہ ہوجائیں۔“ اس مسئلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث آئی ہے۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور اس سند سے غریب ہے۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کئی سندوں سے منقول ہے اور بعض نے یوں بیان کیا ہے ”بچہ یہاں تک کہ اسے احتلام ہونے لگے۔“ ہمارے

١٤٢٣- [صحيح لغيره] أخرجه النسائي في الكبرى، ح:٧٣٤٦ من حديث همام به، وللحديث شواهد عند أبي داود، ح:٤٣٩٨-٤٤٠٣ وابن خزيمة:٢/١٠٢، ٤/٣٤٨ وابن حبان، ح:١٤٩٦ والحاكم:٢/٥٩، ٤/٣٨٩ وغيرهم وله شاهد موقوف صحيح وله حكم الرفع * حديث عطاء بن السائب عند أبي داود، ح:٤٤٠٢ وحديث الأعمش عنده أيضًا، ح:٤٣٩٩ * وفي الباب عن عائشة [أبو داود:٤٣٩٨].

أَبِي طَالِبٍ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ عَلِيٍّ [بْنِ أَبِي طَالِبٍ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ. وَرَوَاهُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوفًا وَلَمْ يَرْفَعْهُ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: قَدْ كَانَ الْحَسَنُ فِي زَمَانِ عَلِيٍّ وَقَدْ أَدْرَكَهُ وَلٰكِنَّا لَا نَعْرِفُ لَهُ سَمَاعًا مِّنْهُ]. وَأَبُو ظَبْيَانَ اسْمُهُ حُصَيْنُ بْنُ جُنْدُبٍ.

علم میں حسن (بصری) کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع حاصل نہیں ہے۔ عطاء بن سائب سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ابوظبیان کے واسطے سے اس حدیث کے ہم معنی حدیث بیان کرتا ہے۔ اور وہ اعمش کے واسطے سے ابوظبیان سے سیدنا علی کا قول (موقوفاً) ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے بیان کرتا ہے، اسے مرفوعاً بیان نہیں کرتا۔ اہل علم کا عمل اس حدیث پر ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حسن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود تھے۔ انھوں نے ان کو دیکھا ہے لیکن ہمارے علم میں سماع ثابت نہیں۔ اور ابوظبیان کا نام حصین بن جندب ہے۔

فائدہ: جمہور اہل علم نے اس حدیث کو قبول کیا ہے، لیکن تفصیلات میں اختلاف ہے۔ اتنی بات پر اتفاق ہے کہ یہ اشخاص گناہ گار تصور نہیں ہوں گے۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي دَرْءِ الْحُدُودِ (التحفة ٢)

باب:2۔ حدود کا ہٹانا اور دور کرنا

١٤٢٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ أَبُو عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِدْرَءُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنْ كَانَ لَهُ مَخْرَجٌ فَخَلُّوا سَبِيلَهُ فَإِنَّ الْإِمَامَ أَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ».

[1424] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہاں تک تمھارے بس میں ہو مسلمانوں کو حدود سے بچاؤ۔ اگر اس سے نکلنے کی کوئی صورت ہو تو ملزم کا راستہ چھوڑ دو (اس پر حد جاری نہ کرو)۔ بلاشبہ امام کا عفو و درگزر کرنے میں غلطی کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کا مرتکب ہو۔''

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ زِيَادٍ نَّحْوَ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ رَبِيعَةَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَائِشَةَ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيِّ،

ہناد کی سند سے اس کی مانند مروی ہے لیکن وہ اسے نبی ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہمارے علم میں مرفوعاً صرف محمد بن ربیعہ ہی اپنی سند سے بیان کرتا

١٤٢٤۔[ضعيف] أخرجه البيهقي: ٨/ ٢٣٨ من حديث محمد بن ربيعة ومن حديث وكيع به وسنده ضعيف جدًا وله شواهد كلها ضعيفة * وفي الباب عن أبي هريرة [ابن ماجه، ح: ٢٥٤٥]، وعبدالله بن عمرو [أبو داود، ح: ٤٣٧٦].

عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ زِيَادٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَرِوَايَةُ وَكِيعٍ أَصَحُّ وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ هٰذَا عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُمْ قَالُوا مِثْلَ ذٰلِكَ وَيَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيُّ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ وَيَزِيدُ ابْنُ أَبِي زِيَادٍ الْكُوفِيُّ أَثْبَتُ مِنْ هٰذَا وَأَقْدَمُ.

ہے۔ امام وکیع بھی اس حدیث کو یزید بن زیاد ہی کی سند سے بیان کرتے ہیں لیکن وہ بھی اس کو مرفوعاً بیان نہیں کرتے، تاہم وکیع کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ نبی ﷺ کے بہت سے صحابۂ کرام سے اس کے ہم معنی اقوال منقول ہیں۔ یزید بن زیاد دمشقی حدیث کے سلسلے میں ضعیف ہے، اور یزید بن ابی زیاد کوفی اس سے زیادہ ثقہ اور قدیم راوی ہے۔

فائدہ: یہ روایات ضعیف ہیں، یعنی نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب اقوال بھی پتا نہیں کہاں تک صحیح ہیں۔ تاہم یہ بات صحیح ہے کہ واضح ثبوت کے بغیر کسی پر حد جاری نہیں ہو سکتی۔ لیکن اثبات حد میں شکوک و شبہات پیدا کر کے اسے ٹالنے کی کوشش کرنا بھی مذموم ہے۔

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّتْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ (التحفة ٣)

باب: 3۔ مسلمان کی پردہ پوشی کرنا

١٤٢٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ عَلٰى مُسْلِمٍ سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ».

[1425] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی مسلمان کی دنیا کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی کا ازالہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی اخروی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کا ازالہ فرمائے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ رِوَايَةِ أَبِي عَوَانَةَ وَرَوٰى أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: حُدِّثْتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ

اس مسئلے میں سیدنا عقبہ بن عامر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوعوانہ کی طرح اعمش سے بہت سے راویوں نے یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح بیان کی ہے۔ اور اسباط بن محمد، اعمش سے یوں بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابوصالح کے واسطے سے

١٤٢٥- أخرجه مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، ح:٢٦٩٩، وأبو داود، ح:٤٩٤٦ من حديث الأعمش به وسيأتي: ١٩٣٠ * وفي الباب عن عقبة بن عامر [أبو داود، ح:٤٨٩٢]، وابن عمر [يأتي:١٤٢٦].

أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ [وَكَانَ هٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ]. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

ابوہریرہ کی حدیث مرفوعاً اسی کی مانند بیان کی گئی ہے، گویا یہ اسباط کی حدیث پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمش اور ابوصالح کے درمیان کوئی اور راوی ہے۔) اور اسباط کی حدیث امام صاحب کو اس کے بیٹے عبید نے سنائی۔

١٤٢٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[1426] سالم رحمہ اللہ اپنے باپ (عبداللہ بن عمر) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ خود اس پر ظلم و زیادتی کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ اور جو انسان اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری فرماتا ہے۔ اور جو کسی مسلمان کی پریشانی دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں سے کوئی پریشانی دور فرمائے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں مسلمانوں کی باہمی اخوت و محبت کے تقاضوں کو بیان کیا گیا ہے اور ان خصائل اور خوبیوں کی تلقین کی گئی ہے جو اسلامی معاشرے میں پائی جانی چاہئیں۔ ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ وہ اسے اپنا بھائی سمجھے۔ جب وہ مدد و اعانت کا محتاج ہو تو اس کی مدد کرے۔ نہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ ظلم و ستم کرنے والوں کے حوالے کرے اور نہ بے یار و مددگار چھوڑے۔ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی جائز مدد و نصرت کرتا ہے تو اسے اپنے معاملات کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت حاصل ہوتی ہے۔ اور جب وہ اس کی کسی دنیوی پریشانی اور گھٹن دور کرنے کی کوشش کرتا ہے تو [جَزَآءُ الْإِحْسَانِ، إِحْسَانٌ] کے اصول کے تحت اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانی دور فرمائے گا۔ اور جو کسی سفید پوش اور شریف انسان کی کسی کمزوری اور عیب و نقص کو چھپاتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے عیوب و نقائص کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ دوسروں کے سامنے اسے ذلیل و رسوا نہیں کرتا۔ کیونکہ کسی کے چھپے عیوب و نقائص کو اچھالنا اور اس کی پوشیدہ کمزوریوں کو ظاہر کرنا انتہائی ناپسندیدہ حرکت ہے۔

١٤٢٦- أخرجه البخاري، الإكراه، باب يمين الرجل لصاحبه أنه أخوه إذا خاف عليه القتل أو نحوه، ح: ٦٩٥١ من حديث الليث بن سعد به.

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّلْقِينِ فِي الْحَدِّ (التحفة ٤)

باب:4۔حد کے سلسلے میں تلقین کرنا (عذرو بہانے کی طرف اشارہ کرنا)

١٤٢٧۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ: «أَحَقٌّ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ؟» قَالَ: مَا بَلَغَكَ عَنِّي؟ قَالَ: «بَلَغَنِي أَنَّكَ وَقَعْتَ عَلَى جَارِيَةِ آلِ فُلَانٍ». قَالَ: نَعَمْ. فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ.

[1427] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ماعز بن مالک سے فرمایا: ''کیا تیرے بارے میں مجھے جو کچھ پہنچا ہے وہ درست ہے؟'' اس نے پوچھا: آپ کو میرے بارے میں کیا پہنچا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مجھے بتایا گیا ہے کہ تو نے فلاں خاندان کی لونڈی سے بدکاری کی ہے۔'' اس نے کہا: جی ہاں۔ اس نے چار بار اعتراف کیا تو آپ ﷺ نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا اور اسے سنگسار کر دیا گیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَرَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

اس مسئلے میں سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن ہے، اور شعبہ نے یہ حدیث سماک بن حرب کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ چھوڑتے ہوئے سعید بن جبیر سے مرسلاً بیان کی ہے۔

فائدہ: نبی اکرم ﷺ نے سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کو یہ فرما کر [أَحَقٌّ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ؟] اس سے گریز کی صورت سجھائی، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بخاری شریف کی روایت میں ہے: ''شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا اشارہ کیا ہوگا یا نظر بازی کی ہوگی، یعنی بری نظر سے دیکھا ہوگا۔'' (صحيح البخاري، الحدود، حديث: 6824)

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي دَرْءِ الْحَدِّ، عَنِ الْمُعْتَرِفِ إِذَا رَجَعَ (التحفة ٥)

باب:5۔اعتراف جرم کرنے والا جب اعتراف سے رجوع کرلے تو اس سے حد ختم کر دینا

١٤٢٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ

[1428] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ماعز

١٤٢٧ـ أخرجه مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، ح: ١٦٩٣/ ١٩ عن قتيبة به * وفي الباب عن السائب بن يزيد [الطبراني في الكبير: ٧/ ١٥٧، ح: ٦٦٨٤].

١٤٢٨ـ أخرجه ابن ماجه، الحدود، باب الرجم، ح: ٢٥٥٤ من حديث محمد بن عمرو الليثي به وصححه الحاكم على شرط مسلم: ٤/ ٣٦٣ ووافقه الذهبي ورواه البخاري، ح: ٥٢٧١ ومسلم، ح: ١٦٩١/ ١٦ من حديث أبي سلمة عن أبي هريرة به.

سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ مَاعِزٌ الْأَسْلَمِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ زَنٰى فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ. فَقَالَ: [يَا رَسُولَ اللهِ] إِنَّهُ قَدْ زَنٰى فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّهُ قَدْ زَنٰى فَأَمَرَ بِهِ فِي الرَّابِعَةِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّ يَشْتَدُّ حَتّٰى مَرَّ بِرَجُلٍ مَعَهُ لَحْيُ جَمَلٍ فَضَرَبَهُ بِهِ وَضَرَبَهُ النَّاسُ حَتّٰى مَاتَ، فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ فَرَّ حِينَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَمَسَّ الْمَوْتِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ».

اسلمی ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے کہا: میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے ان سے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ دوسری جانب سے آ کر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے تو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ دوسری جانب سے آ کر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! بلاشبہ میں نے زنا کیا ہے تو آپ نے چوتھے اعتراف پر ان کے بارے میں حکم دیا، چنانچہ انھیں پتھریلی زمین کی طرف لے جایا گیا اور پتھروں سے مارنا شروع کیا گیا۔ جب انھوں نے پتھر لگنے کی تکلیف محسوس کی تو زور سے بھاگ کھڑے ہوئے حتی کہ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جس کے پاس اونٹ کا جبڑا تھا جو اس نے انھیں دے مارا۔ اور لوگوں نے بھی مارنا شروع کر دیا حتی کہ وہ مر گئے۔ لوگوں نے ان کے بھاگنے کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا کہ جب اس نے پتھر لگنے کی تکلیف محسوس کی اور موت کا احساس ہوا تو بھاگ کھڑا ہوا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور سیدنا ابوہریرہ ؓ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ اور یہ حدیث امام زہری بھی ابوسلمہ کے واسطے سے سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ سے اس کے ہم معنی مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔

١٤٢٩ - حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ رَجُلًا مِّنْ أَسْلَمَ جَاءَ النَّبِيَّ ﷺ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ اعْتَرَفَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ حَتّٰى شَهِدَ عَلٰى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَبِكَ جُنُونٌ»؟

[1429] سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ اسلم قبیلے کا ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور زنا کا اقرار کیا تو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر اس نے دوبارہ اقرار کیا تو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا حتی کہ اس نے اپنے بارے میں چار دفعہ اقرار کر لیا تو نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم دیوانے ہو؟“ اس نے کہا: نہیں۔ آپ

١٤٢٩ـ أخرجه البخاري، الحدود، باب الرجم بالمصلى، ح: ٦٨٢٠ ومسلم، ح: ١٦٩١ من حديث عبدالرزاق به.

قَالَ: لَا، قَالَ: «أَحْصَنْتَ؟» قَالَ: نَعَمْ. فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ فِي الْمُصَلّٰى. فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ فَأُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتّٰى مَاتَ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْرًا، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ.

نے پوچھا: ''کیا تم شادی شدہ ہو؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔ تو آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اسے عید گاہ یا جنازگاہ میں رجم کیا گیا۔ پھر جب اسے پتھروں کی مار پڑنے لگی تو بھاگ کھڑا ہوا تو لوگوں نے اسے جالیا اور اسے پتھر مارے یہاں تک کہ مرگیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں اچھے کلمات فرمائے مگر اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائی۔ (بلکہ دوسرے دن نماز جنازہ پڑھائی۔) (تحفة الأحوذي: 585/4)

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ الْمُعْتَرِفَ بِالزِّنَا إِذَا أَقَرَّ عَلٰى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ أُقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا أَقَرَّ عَلٰى نَفْسِهِ مَرَّةً أُقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَالشَّافِعِيِّ. وَحُجَّةُ مَنْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ ابْنِي زَنَا بِامْرَأَةِ هٰذَا، الْحَدِيثَ بِطُولِهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اغْدُ يَا أُنَيْسُ! عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا» وَلَمْ يَقُلْ: فَإِنِ اعْتَرَفَتْ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے کہ زنا کا اقرار کرنے والا جب اپنے بارے میں چار دفعہ اقرار کرے تو اس پر حد قائم کردی جائے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کہتے ہیں: جب وہ اپنے بارے میں ایک دفعہ بھی اقرار کرلے تو اس پر حد قائم کردی جائے گی۔ امام مالک بن انس اور شافعی رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اس قول والوں کی دلیل سیدنا ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا مقدمہ لائے۔ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے بیٹے نے اس کی بیوی سے زنا کیا ہے۔ یہ لمبی حدیث ہے۔ (اس کے آخر میں ہے) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے اُنیس! اس کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ اقرار کرے تو اسے سنگسار کردو۔'' آپ نے یہ نہیں فرمایا: اگر چار دفعہ اقرار کرے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص اپنے زانی ہونے کا اقرار کرتا ہے اور اس کا یہ جرم لوگوں میں مشہور نہیں ہے تو پھر اس کو تلقین کے ذریعے سے اس اقرار سے پھرنے کا موقع دیا جائے گا۔ اگر وہ بعد میں اپنے اقرار سے پھر جائے تو اس سے حد ختم کردی جائے گی، اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے ماعز رضی اللہ عنہ سے بار بار منہ پھیرا۔ اسے پہلے تو یہ فرمایا: ''واپس جا اور اللہ سے بخشش طلب کر اور اس کی طرف لوٹ۔'' بار بار اقرار کے بعد فرمایا: ''تو دیوانہ تو نہیں؟'' پھر فرمایا: ''اس نے شراب پی ہے؟'' ایک آدمی نے اس کا

منہ سونگھا۔ (منة المنعم في شرح صحيح مسلم: 143/3) اور جب وہ پتھروں کی چوٹ سے بھاگ کھڑا ہوا تو فرمایا: ''تم نے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا۔ شاید وہ اپنے اقرار سے رجوع کر لیتا۔'' جمہور کے نزدیک ثبوت زنا کے لیے ایک دفعہ اقرار ہی کافی ہے۔ اس پر حد قائم کی جاسکتی ہے۔ تکرار اقرار شرط نہیں اور یہی صحیح موقف ہے۔ امام احمد اور احناف کے نزدیک چار دفعہ اقرار شرط ہے۔ (تحفة الأحوذي: 579/4) اور صحیح مسلم کی مذکورہ بالا حدیث میں سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار، دعا اور کلمات خیر کا بھی ذکر ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 11/284-288)

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يُشْفَعَ فِي الْحُدُودِ (التحفة ٦)

باب: 6۔ حدود (سے بچانے کے لیے) سفارش کرنا جائز نہیں

١٤٣٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ قُرَيْشًا [أَهَمَّهُمْ] شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ. فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ فَقَالُوا: مَنْ يَجْتَرِىءُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللهِ؟» ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ فَقَالَ: «إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ. وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا». [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ مَسْعُودِ بْنِ الْعَجْمَاءِ [وَيُقَالُ: ابْنُ الْأَعْجَمِ] وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ.

[1430] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ قریش کو بنومخزوم کی عورت کے چوری کرنے کے واقعے نے پریشان کر ڈالا تو انھوں نے کہا: اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کون کرے گا؟ پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب، اسامہ بن زید کے سوا کون اس کی جرأت کر سکتا ہے، سو آپ سے سیدنا اسامہ نے گفتگو کی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟'' پھر آپ خطبے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں کو صرف اس چیز نے تباہ و برباد کر ڈالا تھا کہ جب ان لوگوں میں کوئی صاحب حیثیت چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی کمزور (کم حیثیت) چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کر لیتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔'' اس مسئلے میں مسعود بن عجماء جسے ابن الاعجم بھی کہا جاتا ہے، ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

١٤٣٠- أخرجه البخاري، أحاديث الأنبياء، باب (٥٤)، ح: ٣٤٧٥ ومسلم، ح: ١٦٨٨ عن قتيبة به * وفي الباب عن مسعود [ابن ماجه، ح: ٢٥٤٨]، وابن عمر [أبو داود، ح: ٣٥٩٧]، وجابر [مسلم، ح: ١٦٨٩].

صَحِيحٌ [وَيُقَالُ مَسْعُودُ بْنُ الْأَعْجَمِ وَلَهُ هٰذَا الْحَدِيثُ].

حسن صحیح ہے، اور مسعود بن اعجم بھی یہ روایت بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ چوری کرنے والی فاطمہ بنت اسود بن عبدالاسد سیدنا ابوسلمہ کی بھتیجی تھی، جو سامان عاریتاً لے کر انکار کر دیتی تھی۔ پھر چوری کی عادت پڑ گئی اور اس چوری کے سبب ہی ہاتھ کاٹا گیا۔ جمہور کے نزدیک چیز عاریتاً لے کر اس کے انکار پر ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا اگرچہ امام احمد، اسحاق اور ظاہریہ کے نزدیک کاٹا جاسکتا ہے۔ (منة المنعم في شرح صحيح مسلم: 138/3) حدود اللہ چونکہ معاشرے کا حق ہیں، شخصی اور انفرادی حق نہیں ہیں، اس لیے انھیں معاف کرنا یا ان کے بارے میں سفارش کرنا بالاتفاق جائز نہیں۔ ہاں، عدالت میں مقدمہ لے جانے سے پہلے اگر حالات کا تقاضا ہو اور کسی خرابی کا خطرہ نہ ہو تو اکثر علماء کے نزدیک سفارش کرنا جائز ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 267/11)

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَحْقِيقِ الرَّجْمِ (التحفة ٧)

باب: 7۔ رجم کا حکم اٹل اور ثابت شدہ امر ہے

١٤٣١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ابْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. قَالَ: رَجَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَرَجَمَ أَبُو بَكْرٍ وَرَجَمْتُ. وَلَوْلَا أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أَزِيدَ فِي كِتَابِ اللهِ لَكَتَبْتُهُ فِي الْمُصْحَفِ فَإِنِّي قَدْ خَشِيتُ أَنْ تَجِيءَ أَقْوَامٌ فَلَا يَجِدُونَهُ فِي كِتَابِ اللهِ فَيَكْفُرُونَ بِهِ.

[1431] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سنگسار کیا۔ ابوبکر نے سنگسار کیا اور میں نے بھی رجم کیا۔ اگر میں اس بات کو ناجائز نہ سمجھتا کہ میں کتاب اللہ میں اضافہ کروں تو میں اس مسئلے کو مصحف میں لکھوا دیتا۔ کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اسے کتاب اللہ میں نہیں پائیں گے تو اس کا انکار کر دیں گے۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عُمَرَ.

اس مسئلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔

فائدہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جس خطرے کا اظہار فرمایا تھا وہ واقع ہو کر رہا۔ اکثر خوارج، بعض معتزلہ اور آج کل کے عقل پسند تجدد کے متوالوں اور مغرب زدہ لوگوں نے رجم کا انکار کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ کی تالیف ''حدِ رجم کی شرعی حیثیت اور مغالطات وشبہات کا ازالہ'')

١٤٣٢- حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ

[1432] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ

١٤٣١ـ أخرجه أحمد: ١/ ٤٣، ٣٦ ومالك في الموطأ: ٢/ ٨٢٤ من حديث سعيد بن المسيب به وسعيد سمع من عمر رضي الله عنه وللحديث شواهد كثيرة عند البخاري ومسلم وأحمد: ١/ ٥٥، ٥٦ وغيرهم * وفي الباب عن علي [البخاري، ح: ٦٨١٢].

١٤٣٢ـ أخرجه البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما ذكر النبي ﷺ وحض على اتفاق أهل العلم . . . الخ، ‹‹

مَنصُورٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ. قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ فِيمَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ آيَةُ الرَّجْمِ فَرَجَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ وَإِنِّي خَائِفٌ أَنْ يَطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ فَيَقُولَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللهُ. أَلَا وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أَحْصَنَ وَقَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ حَمْلٌ أَوِ الْاِعْتِرَافُ.

تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے اور ان پر کتاب اتاری ہے۔ جو کچھ آپ پر اتارا اس میں آیت رجم بھی تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا۔ آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے (زانیوں کو پتھر مار مار کر قتل کیا ہے) اور مجھے ڈر ہے کہ ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد کوئی کہنے والا کہے گا: ہم کتاب اللہ میں رجم کا حکم نہیں پاتے تو وہ ایک ایسا فریضہ (لازمی حکم) چھوڑ کر گمراہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ اتار چکا ہے۔ خبردار! رجم اس کے لیے اٹل حکم ہے (ثابت ہے) جو زنا کا مرتکب ہوتا ہے بشرطیکہ وہ شادی شدہ ہو۔ اور اس جرم کی شہادت مل جائے یا حمل ٹھہر جائے یا وہ اقرار کر لے۔

[وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ].

اس مسئلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔

فائدہ: حمل کا ٹھہرنا زنا کی دلیل و علامت اس صورت میں ہوگا جب عورت غیر شادی شدہ ہو یا اس کا خاوند اس پر الزام لگائے۔ آیت کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے لیکن اس حکم کے لیے متواتر ہونا شرط نہیں۔ کسی آیت کے قرآن مجید میں موجود ہونے کے لیے اس کا متواتر ہونا شرط ہے، اس لیے صحیح حدیث کو خبر واحد کہہ کر اس کا انکار کرنا بلا دلیل اور بے وزن دعویٰ ہے، اس لیے کہ رجم کی احادیث چار درجن سے زیادہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، چنانچہ مولانا تقی عثمانی نے 52 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فہرست مرتب کی ہے جن سے رجم کی احادیث مروی ہیں، ہر صحابی کی روایت کا حوالہ بھی ساتھ ہے۔ (تکملة فتح الملهم: 2/420-423)

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجْمِ عَلَى الثَّيِّبِ (التحفة ٨)

باب:8۔ رجم شادی شدہ کے لیے ہے

١٤٣٣ ـ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ: حَدَّثَنَا

[1433] سیدنا ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے

ح: ٧٣٢٣ من حديث معمر، ومسلم، ح: ١٦٩١ من حديث الزهري به.

١٤٣٣ـ أخرجه البخاري، الحدود، باب الاعتراف بالزنا، ح: ٦٨٢٧، ٦٨٢٨ من حديث سفيان بن عيينة ومسلم، ح: ١٦٩٧، ١٦٩٨ من حديث الزهري به ✽ حديث مالك في الموطأ: ٢/ ٨٢٢، ورواه البخاري، ح: ٦٦٣٣، ٦٦٣٤ ومسلم من حديثه ✽ حديث قتيبة عن الليث بن سعد رواه مسلم، ح: ١٦٩٧، ١٦٩٨/ ٢٥ ✽ وفي الباب عن أبي بكرة [أبو داود، ح: ٤٤٤٣]، وعبادة

[سُفْيَانُ] بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ [بْنِ عُتْبَةَ] سَمِعَهُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَشِبْلٍ أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فَقَامَ إِلَيْهِ أَحَدُهُمَا وَقَالَ: أَنْشُدُكَ اللهَ يَا رَسُولَ اللهِ! لَمَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ. فَقَالَ خَصْمُهُ وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ: أَجَلْ يَا رَسُولَ اللهِ! اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ وَائْذَنْ لِي فَأَتَكَلَّمَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلٰى هٰذَا فَزَنٰى بِامْرَأَتِهِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَفَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَخَادِمٍ ثُمَّ لَقِيتُ نَاسًا مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فَزَعَمُوا أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ وَإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللهِ، الْمِائَةُ شَاةٍ وَالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ! عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا». فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا.

ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر تھے تو آپ کے پاس دو جھگڑنے والے آدمی آئے۔ ان میں سے ایک اٹھ کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں آپ سے اللہ کے واسطے سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔ پھر اس کے مدمقابل نے جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا، کہا: ہاں، اللہ کے رسول! آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیں: میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا تو اس نے اس کی بیوی سے زنا کرلیا۔ مجھے لوگوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا، تو میں نے اس کے فدیے اور معاوضے کے طور پر سو بکریاں اور ایک خادم (خاوند کو) دے دیا۔ پھر میری ملاقات کچھ اہل علم سے ہوئی۔ ان کا خیال ہے کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے مار کر ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا۔ رجم تو اس کی بیوی کو کیا جائے گا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تمھارے درمیان کتاب اللہ ہی سے فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم تمھیں لوٹایا جاتا ہے، اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کی جلاوطنی ہوگی، اور اے اُنیس! اس کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے رجم کردو۔'' وہ اس کے پاس گئے، اس نے اعتراف کرلیا تو انھوں نے اسے رجم کر ڈالا۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ

اسحاق بن موسیٰ انصاری کی سند سے اس کے ہم معنی روایت سیدنا ابوہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما سے آئی

◄◄ ابن الصامت [يأتي: ١٤٣٤]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٥٢٧١ ومسلم، ح: ١٦٩١/١٦]، وأبي سعيد [مسلم، ح: ١٦٩٤]، وابن عباس [البخاري، ح: ٦٨٢٤]، وجابر بن سمرة [مسلم، ح: ١٦٩٢]، وهزال [أحمد: ٥/ ٢١٧ والنسائي في الكبرى]، وبريدة [مسلم، ح: ١٦٩٥]، وسلمة بن المحبق [أحمد: ٣/ ٤٧٦]، وأبي برزة [أحمد: ٤/ ٤٢٣ وابن أبي شيبة: ١٠/ ٧٨، ح: ٨٨٣ وأبويعلى: ٧٤٣٨]، وعمران بن حصين [يأتي: ١٤٣٥]، وأبي بكر [أحمد: ١/ ٨].

ابْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ بِمَعْنَاهُ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَهَزَّالٍ وَبُرَيْدَةَ وَسَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ وَأَبِي بَرْزَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهٰكَذَا رَوٰى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَمَعْمَرٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ [ابْنِ عُتْبَةَ] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَوَوْا بِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَاجْلِدُوهَا فَإِنْ زَنَتْ فِي الرَّابِعَةِ فَبِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ». وَرَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَشِبْلٍ قَالُوا: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ. هٰكَذَا رَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ الْحَدِيثَيْنِ جَمِيعًا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَشِبْلٍ، وَحَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَهْمٌ، وَهِمَ فِيهِ سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ أَدْخَلَ حَدِيثًا فِي حَدِيثٍ. وَالصَّحِيحُ مَا رَوٰى [مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ] الزُّبَيْدِيُّ وَيُونُسُ بْنُ يَزِيدَ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ [فَاجْلِدُوهَا]». وَالزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ شِبْلِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ الْأَوْسِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ». وَهٰذَا الصَّحِيحُ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. وَشِبْلُ بْنُ خَالِدٍ لَمْ يُدْرِكِ النَّبِيَّ ﷺ. إِنَّمَا رَوٰى شِبْلٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ الْأَوْسِيِّ

ہے۔ قتیبہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی سند سے مذکورہ بالا (روایت مالک) کے ہم معنی روایت کی ہے۔ اس باب میں سیدنا ابوبکر، عبادہ بن صامت، ابوہریرہ، ابوسعید، ابن عباس، جابر بن سمرہ، ہزال، بریدہ، سلمہ بن محبق، ابوبرزہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ مالک بن انس، معمر، اور بہت سے راویوں نے زہری کی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت سیدنا ابوہریرہ اور زید بن خالد سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ ان حضرات نے اس سند سے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جب لونڈی زنا کرے تو اسے کوڑے مارو، پھر اگر چوتھی دفعہ یہی حرکت کرے تو اسے بیچ ڈالو، خواہ بالوں کی رسی کے عوض ہی ہو۔'' اور سفیان بن عیینہ نے زہری کی مذکورہ سند سے بیان کیا ہے کہ ابوہریرہ، زید بن خالد رضی اللہ عنہما اور شبل رحمہ اللہ نے کہا: ہم نبی ﷺ کے پاس موجود تھے۔ اس طرح ابن عیینہ نے دونوں حدیثیں ابوہریرہ، زید بن خالد اور شبل سے بیان کیں اور ابن عیینہ کی حدیث میں وہم ہے۔ اس میں سفیان بن عیینہ کو وہم ہوا ہے۔ اس نے ایک حدیث دوسری حدیث میں داخل کر دی ہے۔ صحیح روایت وہ ہے جو محمد بن ولید زبیدی، یونس بن یزید، اور زہری کے بھتیجے، زہری سے عبیداللہ کی حدیث ابوہریرہ اور زید بن خالد نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب لونڈی زنا کرے تو اسے کوڑے مارو۔'' اور زہری عبیداللہ سے عبداللہ بن مالک اوسی رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت شبل بن خالد کے واسطے سے بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''جب لونڈی زنا کرے'' اور محدثین کے نزدیک یہی سند صحیح ہے کیونکہ شبل بن خالد نے نبی ﷺ کا دور نہیں پایا۔ وہ

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَهٰذَا الصَّحِيحُ وَحَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ. وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: شِبْلُ بْنُ حَامِدٍ، وَهُوَ خَطَأٌ إِنَّمَا هُوَ شِبْلُ بْنُ خَالِدٍ وَيُقَالُ أَيْضًا: شِبْلُ ابْنُ خُلَيْدٍ.

نبی ﷺ سے عبداللہ بن مالک اوسی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کرتا ہے، اور ابن عیینہ کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ اور ان سے یہ بھی منقول ہے، انھوں نے (ابن عیینہ نے) کہا: شبل بن حامد۔ اور یہ غلطی ہے۔ وہ تو شبل بن خالد ہے، اور اسے شبل بن خُلید بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم وفیصلہ ہے کیونکہ رجم کا حکم، اسی طرح ایک سال کی جلاوطنی کا حکم قرآن مجید میں نہیں ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کیونکہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اور خود قرآن مجید میں یہ حکم موجود ہے کہ ''جو کچھ رسول تمھیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔'' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے غلط طور پر یہ سمجھا کہ رجم خاوند کا شخصی حق ہے اور وہ معاوضہ لے کر اسے چھوڑ سکتا ہے، اس لیے آپ نے اس کی تردید فرمائی اور اصولی فیصلہ فرمایا۔

١٤٣٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورِ ابْنِ زَاذَانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خُذُوا عَنِّي فَقَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا: الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ ثُمَّ الرَّجْمُ، وَالْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ».

[1434] سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے (زنا کے احکام) لے لو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راہ مقرر کر دی ہے۔ شادی شدہ، شادی شدہ سے زنا کرے تو سو کوڑے مارے جائیں، پھر رجم کیا جائے۔ اور اگر کنوارا کنواری سے زنا کرے تو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَغَيْرُهُمْ. قَالُوا: الثَّيِّبُ تُجْلَدُ وَتُرْجَمُ. وَإِلٰى هٰذَا ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ إِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَغَيْرُهُمَا: الثَّيِّبُ إِنَّمَا عَلَيْهِ الرَّجْمُ وَلَا يُجْلَدُ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُ هٰذَا فِي غَيْرِ حَدِيثٍ فِي قِصَّةِ مَاعِزٍ وَغَيْرِهِ أَنَّهُ أَمَرَ بِالرَّجْمِ وَلَمْ يَأْمُرْ أَنْ يُجْلَدَ قَبْلَ أَنْ يُرْجَمَ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اسی پر ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود وغیرہ ان میں شامل ہیں۔ یہ حضرات کہتے ہیں: شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں اور سنگسار کیا جائے گا۔ بعض اہل علم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اسحاق کا قول یہی ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام جن میں سیدنا ابوبکر و عمر وغیرہ داخل ہیں، کہتے ہیں کہ شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا، کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔ نبی ﷺ سے کئی حدیثوں میں اسی طرح منقول ہے کہ سیدنا ماعز وغیرہ کے واقعے میں آپ ﷺ نے رجم کا

١٤٣٤_ أخرجه مسلم، الحدود، باب حد الزنى، ح: ١٦٩٠ من حديث هشيم به.

عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ.

حکم دیا اور رجم سے پہلے کوڑے مارنے کا حکم نہیں دیا۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی اور احمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جمہور ائمہ، مالک، شافعی اور احناف کا موقف یہ ہے کہ شادی شدہ کو صرف رجم کیا جائے گا اسے کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔ کوڑوں کی سزا رجم میں مدغم ہو جائے گی۔ نخعی، اوزاعی، ابوثور کا قول بھی یہی ہے۔ امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ لیکن سیدنا علی، ابی بن کعب، ابوذر رضی اللہ عنہم، حسن بصری، اسحاق، داود اور ابن منذر کے نزدیک کوڑے مارنے کے بعد رجم کیا جائے گا۔ علامہ ابن قدامہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (المغني: 121/10، 122) امام شوکانی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 586/4، 587) جمہور علماء کے نزدیک غیر شادی شدہ کو کوڑے لگا کر ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا۔ خلفائے راشدین، ابی، ابوذر، ابن مسعود، ابن عمر رضی اللہ عنہم عطاء، طاؤس، ثوری، شافعی، اسحاق، احمد وغیرہ کا یہی موقف ہے۔ امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک عورت کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا اور احناف کے نزدیک صرف کوڑے مارے جائیں گے، مرد اور عورت میں سے کسی کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 130/10، 131)

(المعجم ٩) بَابٌ مِّنْهُ [تَرَبُّصُ الرَّجْمِ بِالْحُبْلَى حَتَّى تَضَعَ] (التحفة ٩)

باب: 9۔ حاملہ کے رجم کے لیے وضع حمل کا انتظار ہوگا

١٤٣٥- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ اعْتَرَفَتْ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِالزِّنَا وَقَالَتْ أَنَا حُبْلَى. فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ وَلِيَّهَا فَقَالَ: «أَحْسِنْ إِلَيْهَا فَإِذَا وَضَعَتْ حَمْلَهَا فَأَخْبِرْنِي» فَفَعَلَ فَأَمَرَ بِهَا فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَجْمِهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: يَا رَسُولَ اللهِ! رَجَمْتَهَا ثُمَّ تُصَلِّي عَلَيْهَا؟! فَقَالَ: «لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ شَيْئًا أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ».

[1435] سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت نے نبی ﷺ کے پاس زنا کا اعتراف کیا اور کہا کہ میں حاملہ ہو چکی ہوں تو نبی ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلوایا اور فرمایا: ''اس سے اچھا سلوک کرو، اور جب یہ بچہ جن لے تو مجھے آگاہ کرنا۔'' اس نے ایسا ہی کیا (جب رجم کا وقت آیا) تو اس پر اس کے کپڑے باندھ دیے گئے، پھر رجم کرنے کا حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے اسے رجم کروایا ہے، پھر آپ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہل مدینہ سے ستر افراد پر تقسیم کر دی جائے تو ان کے لیے کافی

١٤٣٥_ أخرجه مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، ح: ١٦٩٦ من حديث يحيى بن أبي كثير به.

ہو جائے۔ کیا تم نے اس سے کوئی بہتر خصلت پائی ہے کہ اس نے اللہ کی خاطر اپنی جان قربان کردی ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں: ○ اگر کوئی فرد ایسی حرکت کرتا ہے جو پورے خاندان کی بدنامی کا باعث بنتی ہے اور پھر اس سے خالص توبہ کرلیتا ہے تو بعد میں اسے خاندانی غیرت وحمیت کے نام سے عار نہیں دلانی چاہیے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنی توبہ پر قائم رہ سکے، اس لیے نبی ﷺ نے عورت کے ولی کو اس سے حسن سلوک کا حکم دیا۔ ○ جب عورت کو رجم کرنا پڑے تو اس کے کپڑے باندھ لینے چاہئیں تاکہ اس کی گردش وحرکت سے اس کی بے پردگی نہ ہو اور اسے گڑھے میں کھڑا کرنا چاہیے جیسا کہ صحیح مسلم، حدیث: 4432 میں اس کی صراحت موجود ہے۔ ○ سنگسار کرنے کے بعد اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، جمہور کا یہی موقف ہے۔ امام مالک اور احمد کا نظریہ یہ ہے کہ اہل فضل اور امام کے سوا باقی لوگ جنازہ پڑھیں لیکن یہ بات اس صریح اور صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 291/11) ○ بالاتفاق عورت کو وضع حمل تک رجم نہیں کیا جائے گا تاکہ بچہ قتل نہ ہو جائے کیونکہ اس کا تو کوئی قصور نہیں۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي رَجْمِ أَهْلِ الْكِتَابِ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو رجم کرنا

١٤٣٦- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَجَمَ يَهُودِيًّا وَيَهُودِيَّةً.

[1436] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی مرد اور یہودی عورت کو رجم کیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ، وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں ایک واقعہ ہے۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: متفق علیہ (صحیح بخاری وصحیح مسلم کی) روایت میں واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا جنھوں نے زنا کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ یہودیوں کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا کہ زانی کے لیے تورات میں کیا سزا بیان ہوئی ہے؟ انھوں نے کہا: ہم ان کا منہ کالا کر کے گدھے پر ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے بٹھاتے ہیں اور انھیں گلی کوچوں میں پھراتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم اس بیان میں سچے ہو تو تورات لاؤ۔'' وہ تورات لے آئے۔ اسے پڑھا۔ جب رجم کی آیت پر پہنچے تو پڑھنے والے جوان نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس کے آگے پیچھے سے پڑھ ڈالا۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ انھوں نے آپ سے کہا: اسے اپنا ہاتھ اٹھانے کا حکم دیجیے۔ اس

١٤٣٦ـ أخرجه البخاري، الحدود، باب أحكام أهل الذمة وإحصانهم إذا زنوا، ورفعوا إلى الإمام، ح:٦٨٤١ ومسلم، ح:١٦٩٩ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ٢/ ٨١٩ بطوله.

نے ہاتھ اٹھایا تو نیچے آیتِ رجم موجود تھی، اس لیے آپ ﷺ کے حکم سے دونوں کو رجم کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم، الحدود، حدیث: 4438 (1699))

١٤٣٧ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَجَمَ يَهُودِيًّا وَيَهُودِيَّةً.

[1437] سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی مرد اور عورت کو سنگسار کروایا۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْبَرَاءِ وَجَابِرٍ وَابْنِ أَبِي أَوْفَى وَعَبْدِاللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: إِذَا اخْتَصَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ وَتَرَافَعُوا إِلٰى حُكَّامِ الْمُسْلِمِينَ حَكَمُوا بَيْنَهُمْ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَبِأَحْكَامِ الْمُسْلِمِينَ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يُقَامُ عَلَيْهِمُ الْحَدُّ فِي الزِّنَا. وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، براء، ابن ابی اوفی، عبداللہ بن حارث بن جزء اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر بن سمرہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ جب اہل کتاب کا جھگڑا ہو اور وہ اسے مسلمان حاکموں کے سامنے پیش کریں تو وہ ان کے درمیان کتاب و سنت اور مسلمانوں کے احکام کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بقول بعض ان پر زنا کی حد جاری نہیں کی جائے گی۔ صحیح تر قول پہلا ہی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب اگر اپنا مقدمہ اسلامی عدالت میں پیش کریں تو اس کا فیصلہ اسلامی قانون و احکام کے مطابق ہوگا۔ نبی ﷺ نے ان سے تورات تو محض ان پر حجت قائم کرنے کے لیے منگوائی تھی تاکہ ان پر ثابت ہو جائے کہ اسلامی قانون بھی تورات والا قانون ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح صحیح مسلم از نووي: 296/1، وتحفة الأحوذي: 590/4) شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قتل کی صورت میں قصاص، زنا کی صورت میں رجم اور چوری کی صورت میں ہاتھ کاٹنے پر آسمانی شریعتوں کا اجماع ہے جس پر جمہور انبیائے کرام علیہم السلام اور امتیں متفق ہیں۔ (حجة الله: 158/2)

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّفْيِ (التحفة ١١)

باب: 11- زانی کو جلاوطن کرنا

١٤٣٨ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَيَحْيَى بْنُ أَكْثَمَ قَالَا:

[1438] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

١٤٣٧- أخرجه ابن ماجه، الحدود، باب رجم اليهودي واليهودية، ح:٢٥٥٧ من حديث شريك به وللحديث شواهد منها الحديث السابق * وفي الباب عن ابن عمر [تقدم:١٤٣٦]، والبراء [مسلم، ح:١٧٠٠]، وجابر [مسلم، ح:١٧٠١]، وابن أبي أوفى [البخاري، ح:٦٨١٣ ومسلم، ح:١٧٠٢ وأحمد:٤/ ٣٥٥]، وعبدالله بن الحارث بن جزء [البيهقي:٨/ ٢١٦]، وابن عباس [أحمد:١/ ٢٦١].

١٤٣٨- أخرجه النسائي في الكبرى، ح:٧٣٤٢ والبيهقي:٨/ ٢٢٣ من حديث أبي كريب به * وفي الباب عن أبي هريرة ◄

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَأَنَّ عُمَرَ ضَرَبَ وَغَرَّبَ.

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ إِدْرِيسَ فَرَفَعُوهُ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ إِدْرِيسَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَأَنَّ عُمَرَ ضَرَبَ وَغَرَّبَ.

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ ابْنُ إِدْرِيسَ: وَهٰكَذَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ رِوَايَةِ ابْنِ إِدْرِيسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ نَحْوَ هٰذَا. وَهٰكَذَا رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ ضَرَبَ وَغَرَّبَ وَأَنَّ عُمَرَ ضَرَبَ وَغَرَّبَ. وَلَمْ يُذْكَرْ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَدْ صَحَّ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ النَّفْيُ. رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَزَيْدُ بْنُ خَالِدٍ وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ وَغَيْرُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَأَبُو ذَرٍّ وَغَيْرُهُمْ. وَكَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ فُقَهَاءِ التَّابِعِينَ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

نے (غیر شادی شدہ زانی کو) کوڑے لگائے اور جلا وطن کیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے لگائے اور جلاوطن کیا۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کوڑے لگائے اور وطن سے نکالا۔

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، زید بن خالد اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث غریب ہے۔ کئی راویوں نے اسے عبداللہ بن ادریس سے مرفوعا بیان کیا ہے۔ اور بعض راویوں نے عبداللہ بن ادریس کی اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے لگوائے اور جلاوطن کیا، اور عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے لگوائے اور جلا وطن کیا۔ ہمیں یہ روایت ابوسعید اشج نے عبداللہ بن ادریس سے سنائی۔ ابن ادریس کے سوا بھی یہ روایت عبیداللہ بن عمر سے اس کے ہم معنی بیان کی گئی ہے۔ محمد بن اسحاق بھی نافع کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور جلاوطن کیا، اور عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے اور جلاوطن کیا۔ اس میں نبی ﷺ کا یہ عمل بیان نہیں کیا گیا جبکہ نبی ﷺ سے جلاوطن کرنا صحیح سند سے ثابت ہے۔ یہ سیدنا ابوہریرہ، زید بن خالد، عبادہ بن صامت اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ اہل علم صحابۂ کرام کا عمل اسی پر ہے۔ سیدنا ابوبکر، عمر، علی، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، ابوذر رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات ان میں شامل ہیں۔ اور بہت سے تابعین فقہاء سے بھی یہ قول منقول ہے۔ سفیان ثوری، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

◄◄ [تقدم: ١٤٣٣]، وزيد بن خالد [تقدم: ١٤٣٣]، وعبادة بن الصامت [تقدم: ١٤٣٤] * الحديث الموقوف: أخرجه البيهقي من حديث أبي سعيد الأشج به وسنده صحيح.

فائدہ: اس مسئلے کی تفصیل اور حوالہ حدیث: 1434 کے فائدے کے تحت گزر چکا ہے۔ مزید دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 591/4، 592)

(المعجم ۱۲) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْحُدُودَ كَفَّارَةٌ لِأَهْلِهَا (التحفة ۱۲)

باب: 12۔ جن پر حدود جاری ہوں وہ ان کے لیے کفارہ بن جاتی ہیں

١٤٣٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ. قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ [فِي مَجْلِسٍ] فَقَالَ: «تُبَايِعُونِي عَلٰى أَنْ لَّا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ [شَيْئًا] وَّلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا» قَرَأَ عَلَيْهِمُ الْآيَةَ «فَمَنْ وَّفٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ عَلَيْهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ» [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّجَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَخُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ.

[1439] سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں نبی ﷺ کے ساتھ موجود تھے تو آپ نے فرمایا: ''تم میرے ساتھ اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، نہ چوری اور زنا کرو گے، آپ نے انھیں سورۂ ممتحنہ کی آیت نمبر 12 سنائی (اور فرمایا:) ''تم میں سے جو اس بیعت کو پورا کرے گا، اس کا اجر وثواب اللہ کے ذمے ہے، اور جس نے ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اسے اس پر سزا ملی تو وہ اس کے لیے کفارہ بنے گی، اور جس نے ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو اس کا فیصلہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، چاہے تو اسے سزا دے اور چاہے تو اسے بخش دے۔'' اس مسئلے میں سیدنا علی، جریر بن عبداللہ اور خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَمْ أَسْمَعْ - فِي هٰذَا الْبَابِ أَنَّ الْحَدَّ يَكُونُ كَفَّارَةً لِأَهْلِهِ - شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَأُحِبُّ لِمَنْ أَصَابَ ذَنْبًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ أَنْ يَّسْتُرَ عَلٰى نَفْسِهِ وَيَتُوبَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهِ وَكَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ أَنَّهُمَا أَمَرَا رَجُلًا أَنْ يَّسْتُرَ عَلٰى نَفْسِهِ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اس مسئلے ''حد، حد لگنے والے کے لیے کفارہ ہے'' کے بارے میں اس حدیث سے بہتر کوئی حدیث نہیں سنی۔ امام شافعی فرماتے ہیں: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جس نے کسی جرم و گناہ کا ارتکاب کیا، پھر اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی ہو تو وہ بھی اپنے جرم و عیب پر پردہ ڈالے اور

١٤٣٩ـ أخرجه البخاري، التفسير، باب: "إذا جاءك المؤمنات يبايعنك"، ح: ٤٨٩٤ ومسلم، ح: ١٧٠٩ من حديث سفيان ابن عيينة به * وفي الباب عن علي [يأتي: ٢٦٢٦]، وجرير بن عبدالله [لم أجده]، وخزيمة بن ثابت [أحمد: ٥/ ٢١٤، ٢١٥].

چپکے سے اللہ کے حضور توبہ کر لے۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح منقول ہے کہ ان دونوں نے ایک آدمی سے فرمایا: اپنی پردہ پوشی کرو۔

فوائد و مسائل: ① اکثر علماء کا موقف یہی ہے کہ حدود کفارہ بنتی ہیں۔ (شرح صحیح مسلم ازنووی: 318/11) لیکن مولانا شبیر احمد عثمانی نے مولانا محمود الحسن سے مسئلے کی تحقیق نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شوافع جو یہ کہتے ہیں، حدود کفارہ اور پاک کرنے والی ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ زواجر (گناہوں سے روکنے کا ذریعہ) نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ شارع کا اصل اور اول مقصد حدود مقرر کرنے سے مجرم کی تطہیر اور تزکیہ ہے اور ثانوی طور پر وہ زواجر بھی ہیں۔ اسی طرح حنفیہ جو یہ کہتے ہیں کہ حدود زواجر ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی حیثیت اور اعتبار سے وہ مطہر اور کفارہ نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ شارع کی نظر میں اولاً اور بالذات حدود سے مقصود زجر و منع ہے اور ساتھ ہی ایک مصیبت و تکلیف ہونے کے باعث وہ مطہر اور کفارہ بھی ہیں۔ مسلمان کے لیے تو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مصیبت بھی گناہوں کا کفارہ ہے اور حدود تو انتہائی خوفناک اور دہشت ناک بھی ہو سکتی ہیں۔ (فضل الباری شرح صحیح البخاری اُردو: 362/1) ② صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ محدود (جس پر حد جاری ہوئی ہے) اگر توبہ بھی کر لیتا ہے تو بالاتفاق وہ کفارہ بنتی ہے۔ اسی طرح حد خوش دلی سے قبول کر لیتا ہے اور آئندہ اس جرم سے باز آجاتا ہے تو یہ بھی توبہ ہی ہے، اس لیے کفارہ ہے۔ لیکن اگر وہ حد سے بچنے کے لیے حیلہ و بہانہ کرتا ہے اور اسے خوش دلی سے قبول نہیں کرتا اور لگنے کے بعد اس سے بالکل بے نیازی اور بے پروائی برتتا ہے اور گناہ و جرم پر قائم رہتا ہے تو پھر یہ کفارہ نہیں ہوگی۔ بہرحال اللہ الرحمن الرحیم سے امید یہی رکھنی چاہیے کہ وہ ہر صورت میں اسے کفارہ بنائے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دے۔

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَى الْإِمَاءِ (التحفة ١٣)

باب: 13۔ لونڈیوں پر حد جاری کرنا

١٤٤٠ - حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَجْلِدْهَا ثَلَاثًا بِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ عَادَتْ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ».

[1440] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کا ارتکاب کرے تو وہ اللہ کی کتاب کے مطابق اسے تین بار (یہ حرکت کرنے پر) کوڑے مارے۔ اگر وہ (چوتھی دفعہ) پھر اس کا ارتکاب کرے تو اسے بیچ ڈالے، اگرچہ بالوں کی رسی کے عوض ہی ہو۔“

١٤٤٠ـ أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٧٢٤٣ من حديث الأشج به، وللحديث شواهد عند البخاري ومسلم وأبي داود، ح: ٤٤٧١ وغيرهم * وفي الباب عن علي [يأتي: ١٤٤١]، وأبي هريرة [تقدم: ١٤٣٣]، وزيد بن خالد [تقدم: ١٤٣٣]، وشبل [تقدم: ١٤٣٣]، وعبدالله بن مالك الأوسي [أحمد: ٤/ ٣٤٣].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَشِبْلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ الْأَوْسِيِّ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ رَأَوْا أَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ الْحَدَّ عَلٰى مَمْلُوكِهِ دُونَ السُّلْطَانِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُرْفَعُ إِلَى السُّلْطَانِ وَلَا يُقِيمُ الْحَدَّ هُوَ بِنَفْسِهِ وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابوہریرہ، زید بن خالد، عبداللہ بن مالک اَوسی ؓ سے شبل کی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ابوہریرہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے اور ان سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے کہ انسان اپنے غلام کو عدالت میں لے جائے بغیر حد لگا سکتا ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ وہ مقدمہ حاکم (عدالت) کے پاس لے جائے اور بذات خود حد جاری نہ کرے، تاہم پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① جمہور کا قول یہ ہے کہ آقا اپنے غلام پر حد جاری کرسکتا ہے۔ امام مالک اور بعض شوافع کے نزدیک چوری کی حد جاری نہیں کرسکتا۔ امام ثوری اور اوزاعی کے نزدیک صرف زنا کی حد جاری کرسکتا ہے۔ احناف کے نزدیک حد صرف عدالت جاری کرسکتی ہے۔ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ اگر اس کا جرم بلاشک وشبہ ثابت ہو اور مالک کے بارے میں بدگمانی نہ ہوسکتی ہو تو پھر وہ حد جاری کرسکتا ہے لیکن اگر معاملہ مشکوک ہو اور آقا کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوسکتی ہو تو پھر مقدمہ عدالت میں پیش کرنا چاہیے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضرورت کے تحت قیمتی چیز سستی بھی دی جاسکتی ہے لیکن خریدار کو اصل حقیت سے آگاہ کرنا ہوگا کہ اگر وہ اس کی اس حرکت پر قابو پاسکتا ہو تو وہ خرید لے ورنہ باز رہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووي: 300/11، وتكملة فتح الملهم: 479/2، 480)

١٤٤١- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ [بْنُ قُدَامَةَ] عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ: خَطَبَ عَلِيٌّ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَقِيمُوا الْحُدُودَ عَلٰى أَرِقَّائِكُمْ مَنْ أَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ، وَإِنَّ أَمَةً لِرَسُولِ اللهِ ﷺ زَنَتْ فَأَمَرَنِي أَنْ أَجْلِدَهَا، فَأَتَيْتُهَا فَإِذَا هِيَ حَدِيثَةُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ، فَخَشِيتُ إِنْ أَنَا جَلَدْتُهَا أَنْ أَقْتُلَهَا - أَوْ قَالَ: تَمُوتَ - فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ. فَقَالَ: «أَحْسَنْتَ».

[1441] ابوعبدالرحمٰن سلمی ؒ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی ؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! اپنے غلاموں پر حدود قائم کرو، شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی نے زنا کیا تو آپ نے مجھے اسے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے ابھی نیا نیا بچہ جنا تھا جس سے مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ میں نے اسے کوڑے مارے تو میں اسے مار ڈالوں گا، یا کہا: وہ مر جائے گی۔ اس لیے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کے سامنے صورت حال بیان کی تو آپ نے فرمایا: ”تو نے اچھا کیا ہے۔“

١٤٤١ـ أخرجه مسلم، الحدود، باب تأخير الحد عن النفساء، ح: ١٧٠٥ من حديث الطيالسي به، وهو في مسنده، ح: ١١٢.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ.

[وَالسُّدِّيُّ اسْمُهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَهُوَ مِنَ التَّابِعِينَ. قَدْ سَمِعَ مِنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَرَأٰى حُسَيْنَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور سدی کا نام اسماعیل بن عبدالرحمٰن ہے اور وہ تابعی ہے۔ اس نے سیدنا انس بن مالک سے حدیث سنی ہے اور حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نیا نیا بچہ جننے والی زانیہ لونڈی پر فوراً حد جاری نہیں کی جائے گی بلکہ اسے کچھ مہلت دی جائے گی، اور یہی حکم بیماری کا ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی:305/11) ② سنن ابوداود کی روایت (4473) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لونڈی آل رسول کی تھی، آپ کی ذاتی لونڈی نہیں تھی کیونکہ ممکن نہیں کہ آپ ﷺ کی لونڈی ایسی حرکت کرے۔

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي حَدِّ السَّكْرَانِ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ نشئی کی حد

١٤٤٢- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ضَرَبَ الْحَدَّ بِنَعْلَيْنِ أَرْبَعِينَ - قَالَ مِسْعَرٌ: أَظُنُّهُ فِي الْخَمْرِ -.

[1442] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حد میں چالیس جوتیاں لگوائیں۔ مسعر کہتے ہیں: میرے خیال میں یہ حد شراب پینے کی تھی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَزْهَرَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَالسَّائِبِ، [وَ]ابْنِ عَبَّاسٍ، [وَعُقْبَةَ] بْنِ الْحَارِثِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَأَبُو الصِّدِّيقِ النَّاجِيُّ اسْمُهُ بَكْرُ بْنُ عَمْرٍو [وَيُقَالُ: بَكْرُ بْنُ قَيْسٍ].

اس مسئلے میں سیدنا علی، عبدالرحمٰن بن ازہر، ابوہریرہ، سائب، ابن عباس، اور عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوسعید کی حدیث حسن ہے، اور ابوصدیق ناجی کا نام بکر بن عمرو ہے۔ اور بکر بن قیس بھی کہا جاتا ہے۔

١٤٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ، فَضَرَبَهُ بِجَرِيدَتَيْنِ نَحْوَ الْأَرْبَعِينَ. وَفَعَلَهُ أَبُو

[1443] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی تو آپ نے اسے دو چھڑیاں تقریباً چالیس دفعہ ماریں۔ یہی عمل ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا انھوں

١٤٤٢ـ [ضعيف] أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٥٢٩٣ من حديث مسعر به * زيد العمي ضعيف (تقريب) * وفي الباب عن علي [البخاري، ح: ٦٧٧٨ ومسلم، ح: ١٧٠٧]، وعبدالرحمن بن أزهر [أبو داود، ح: ٤٤٨٨]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٦٧٧٧، ٦٧٨١]، والسائب [البخاري، ح: ٦٧٧٩]، وابن عباس [أبو داود، ح: ٤٤٧٦]، وعقبة بن الحارث [البخاري، ح: ٢٣١٦، ٦٧٧٥].

١٤٤٣ـ أخرجه مسلم، الحدود، باب حد الخمر، ح: ١٧٠٦ عن محمد بن بشار، والبخاري، ح: ٦٧٧٣ من حديث شعبة به مختصرًا ومطولاً.

بَكْرٍ، فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ اسْتَشَارَ النَّاسَ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: كَأَخَفِّ الْحُدُودِ: ثَمَانِينَ، فَأَمَرَ بِهِ عُمَرُ.

نے لوگوں سے مشورہ کیا تو سیدنا عبدالرحمن بن عوف نے کہا: ہلکی حد کی طرح اَسی کوڑے مروائیں۔ تو سیدنا عمر نے اس کا حکم نافذ کر دیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ حَدَّ السَّكْرَانِ ثَمَانُونَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل یہی ہے کہ نشئی کی حد اَسی کوڑے ہے۔

لغوی تشریح: جريدة: کھجور کی اس چھڑی کو کہتے ہیں جس کے پتے اتار دیے گئے ہوں۔ جَرِيدَتَيْنِ چالیس دفعہ مارنے کا بعض نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ دو چھڑیاں چالیس دفعہ ماریں، اس طرح اَسی چھڑیاں ہوگئیں۔ (تكملة فتح الملهم: 488/2) اور بعض نے یہ ترجمہ کیا ہے: دو چھڑیوں سے چالیس دفعہ مارا، گویا کل مار چالیس چھڑیاں تھیں۔ (منة المنعم: 150/3)

فائدہ: قرآن مجید میں تین حدود بیان کی گئی ہیں: ○ چوری کی حد ہاتھ کاٹنا۔ ○ حد زنا سو کوڑے۔ ○ حد قذف، یعنی تہمت لگانے کی حد اَسی کوڑے اور یہی حد سب سے ہلکی ہے۔ شراب کی سزا کے بارے میں تین جگہ اختلاف ہے۔ * یہ سزا، حد ہے یا تعزیر؟ جمہور علماء کے نزدیک یہ حد ہے۔ امام طحاوی اور بعض اہل علم کے نزدیک یہ تعزیر ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک چالیس کوڑے حد ہے اور اس سے زائد تعزیر ہے۔ * شراب کی سزا کتنی ہے؟ بقول بعض چونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے مشورے کے مطابق اس کے لیے ہلکی حد اسی کوڑوں پر اتفاق ہو چکا ہے، اس لیے شراب کی حد اسی کوڑے ہے۔ امام مالک، اوزاعی، ثوری اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ امام احمد کا ایک قول یہی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک حد چالیس کوڑے ہے کیونکہ نبیٔ اکرم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں چالیس کوڑے مارے جاتے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں چالیس کوڑے مارے ہیں، اس لیے زائد کوڑے تعزیر ہیں جو حاکم کی صوابدید پر موقوف ہیں۔ * سزا کے لیے کون سی چیز استعمال ہوگی؟ صحیح قول یہ ہے کہ کوڑے مارنا جائز ہے ضروری نہیں، نیز ائمۂ ثلاثہ اور امام محمد کے نزدیک ہر نشہ آور چیز پر حد ہے، وہ حد سکر کو پہنچے یا نہ پہنچے۔ امام ابوحنیفہ، نخعی اور ابویوسف کے نزدیک انگوری شراب کے سوا ہر شراب کی نشہ آور مقدار پینے پر حد ہے، اس سے کم پر حد نہیں، تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 10/323-327)

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ وَمَنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ (التحفة ١٥)

باب:15۔ شرابی کو کوڑے مارو اور جو چوتھی دفعہ یہ حرکت کرے، اسے قتل کر دو

١٤٤٤- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ

[1444] سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

١٤٤٤ـ أخرجه أبو داود، الحدود، باب: إذا تتابع في شرب الخمر، ح: ٤٤٨٢ وابن ماجه، ح: ٢٥٧٣ من حديث عاصم به.

عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمِ [بْنِ بَهْدَلَةَ]، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ».

ﷺ نے فرمایا: ''جو شراب پیے اسے کوڑے مارو، اگر چوتھی دفعہ یہی حرکت کرے تو اسے قتل کر دو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَالشَّرِيدِ، وَشُرَحْبِيلَ بْنِ أَوْسٍ، وَجَرِيرٍ، وَأَبِي الرَّمَدِ الْبَلَوِيِّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ مُعَاوِيَةَ، هٰكَذَا رَوَى الثَّوْرِيُّ أَيْضًا عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَى ابْنُ [جُرَيْجٍ] وَمَعْمَرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ:] سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: حَدِيثُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَإِنَّمَا كَانَ هٰذَا فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ. هٰكَذَا رَوَى مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ». قَالَ: ثُمَّ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فِي الرَّابِعَةِ فَضَرَبَهُ وَلَمْ يَقْتُلْهُ. وَكَذٰلِكَ رَوَى الزُّهْرِيُّ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا قَالَ: فَرُفِعَ الْقَتْلُ وَكَانَتْ رُخْصَةً. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا [الْحَدِيثِ] عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمْ

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، شرید، شرحبیل بن اوس، جریر، ابورمد بلوی اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ثوری نے بھی عاصم کی سند سے اسی طرح بیان کی ہے۔ ابن جریج اور معمر نے سہیل بن ابی صالح کے واسطے سے اس کے باپ سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابوصالح کی معاویہ سے مرفوعاً حدیث اس مسئلے میں ابوصالح کی ابوہریرہ سے مرفوعاً حدیث کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے۔ اور (شرابی کو قتل کرنے کا) یہ حکم ابتدائی دور میں تھا، پھر بعد میں منسوخ قرار پایا۔ اسی طرح محمد بن اسحاق، محمد بن منکدر سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شراب پیے اسے کوڑے مارو، پھر اگر چوتھی دفعہ یہی حرکت کرے تو اسے قتل کر دو۔'' پھر اس کے بعد نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے چوتھی دفعہ شراب پی تھی تو آپ ﷺ نے اسے مارا مگر قتل نہ کیا۔ اسی طرح زہری، قبیصہ بن ذویب سے اس کے ہم معنی مرفوعاً حدیث بیان کرتے ہیں کہ قتل کا حکم اٹھا لیا گیا تھا جبکہ پہلے

» وصححه ابن حبان، ح: ١٥١٩ والذهبي في تلخيص المستدرك: ٣٧٢/٤ وللحديث طرق أخرى * وفي الباب عن أبي هريرة [أبو داود، ح: ٤٤٨٤]، والشريد [أحمد: ٤/ ٣٨٨ والدارمي: ٢٣١٨]، وشرحبيل بن أوس [أحمد: ٤/ ٢٣٤ وعبد بن حميد، ح: ٤٠٨]، وجرير [البخاري في التاريخ الكبير: ٣/ ١٤٢ والحاكم: ٤/ ٣٧١ والطبراني في الكبير: ٢/ ٣٣٥، ح: ٢٣٩٧، ٢٣٩٨]، وأبي الرمد البلوي [الطبراني في الكبير: ٢٢/ ٣٥٦، ح: ٨٩٣]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٦٦، ١٩١] * حديث معمر: أحمد: ٢/ ٨٠ والنسائي في الكبرى، ح: ٥٢٩٦ وسنده صحيح * حديث محمد بن إسحاق: النسائي في الكبرى، ح: ٥٣٠٢، ٥٣٠٣ والبيهقي: ٨/ ٣١٤ وهو حديث صحيح * وحديث الزهري: أبو داود، ح: ٤٤٨٥، قبيصة سمعه من صحابي لا نعرفه، انظر المحلى: ١١/ ٣٦٨.

اخْتِلَافًا فِي ذٰلِكَ فِي الْقَدِيمِ وَالْحَدِيثِ. وَمِمَّا يُقَوِّي هٰذَا مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَوْجُهٍ كَثِيرَةٍ، أَنَّهُ قَالَ: «لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ».

قتل کی اجازت تھی۔ اور عموماً اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ہمارے علم میں اس حکم میں زمانۂ قدیم و جدید میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو نبی ﷺ سے کئی سندوں سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کا خون بہانا، جو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، صرف تین صورتوں میں جائز ہے: جان کے بدلے جان، شادی شدہ زنا کرنے والا اور اپنے دین کو چھوڑنے والا۔''

فائدہ: جمہور امت کے نزدیک چوتھی دفعہ شراب پینے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ قتل کا حکم منسوخ ہے یا یہ ڈانٹ ڈپٹ مبالغے پر محمول ہے، قتل کرنا مقصود نہیں۔ لیکن ابن حزم کے نزدیک چوتھی دفعہ شراب پینے پر قتل کر دیا جائے گا۔ صحیح موقف جمہور کا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 601/4)

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَمْ يُقْطَعُ السَّارِقُ (التحفة ١٦)

باب: 16۔ کتنی رقم پر چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟

١٤٤٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَتْهُ عَمْرَةُ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْطَعُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا.

[1445] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ چوتھائی دینار اور اس سے زائد (کی چوری) پر ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوعًا، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ مَوْقُوفًا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے، اور یہ کئی سندوں سے سیدہ عمرہ کے واسطے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً بیان کی گئی ہے۔ بعض نے اسے سیدہ عمرہ کے واسطے سے سیدہ عائشہ سے موقوفاً بیان کیا ہے۔

١٤٤٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ،

[1446] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

١٤٤٥ـ أخرجه مسلم، الحدود، باب حد السرقة ونصابها، ح: ١٦٨٤ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح: ٦٧٨٩ من حديث الزهري به.

١٤٤٦ـ أخرجه مسلم، الحدود، أيضًا، ح: ١٦٨٦ عن قتيبة، والبخاري، ح: ٦٧٩٥ من حديث الليث بن سعد به * وفي الباب عن سعد [ابن ماجه، ح: ٢٥٨٦]، وعبدالله بن عمرو [أبو داود، ح: ٤٣٩٠ وأصله عند الترمذي، ح: ١٢٨٩]، وابن عباس [أبو داود، ح: ٤٣٨٧]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ١٦٨٧]، وأيمن [النسائي، ح: ٤٩٤٦ـ٤٩٥٢].

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَطَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ.

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال کے بدلے میں، جس کی قیمت تین درہم تھی، ہاتھ کاٹا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَيْمَنَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ: أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَطَعَ فِي خَمْسَةِ دَرَاهِمَ. وَرُوِيَ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ: أَنَّهُمَا قَطَعَا فِي رُبْعِ دِينَارٍ. وَرُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُمَا قَالَا: تُقْطَعُ الْيَدُ فِي خَمْسَةِ دَرَاهِمَ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ فُقَهَاءِ التَّابِعِينَ. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ: رَأَوُا الْقَطْعَ فِي رُبْعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ: لَا قَطْعَ إِلَّا فِي دِينَارٍ أَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ. وَهُوَ حَدِيثٌ مُرْسَلٌ رَوَاهُ الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ. وَالْقَاسِمُ لَمْ يَسْمَعْ مِنِ ابْنِ مَسْعُودٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، قَالُوا: لَا قَطْعَ فِي أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ. [وَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ: لَا قَطْعَ فِي أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ].

اس مسئلے میں سیدنا سعد، عبداللہ بن عمرو، ابن عباس، ابوہریرہ اور ایمن رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے، اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اسی پر ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ درہم کے عوض ہاتھ کاٹا تھا۔ سیدنا عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے چوتھائی دینار کے بدلے میں ہاتھ کاٹا۔ ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے بیان کیا گیا ہے، انھوں نے کہا: ہاتھ پانچ درہم کے بدلے میں کاٹا جائے گا۔ بعض فقہائے تابعین کا عمل اسی پر ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ چوتھائی دینار اور اس سے زائد پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور سیدنا ابن مسعود سے منقول ہے کہ ایک دینار یا دس درہم کے عوض ہی کاٹا جائے گا۔ اور یہ حدیث منقطع ہے جسے قاسم بن عبدالرحمن سیدنا ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں، حالانکہ ان کی ملاقات ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ اور بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے کہ دس درہم سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ دس درہم سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اس روایت کی سند متصل نہیں ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام احمد اور امام مالک کے نزدیک چوری کی مقدار جس پر ہاتھ کاٹا جائے گا، چوتھائی دینار یا تین درہم ہے، اور سونے چاندی کے سوا مقدار تین درہم کے برابر چیز ہے۔ امام اسحاق کا قول بھی یہی ہے۔ ② سیدنا عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم فقہائے سبعہ، اوزاعی اور شافعی کے نزدیک مقدار چوتھائی دینار ہے یا جس چیز کی قیمت چوتھائی دینار ہو، وہ تین درہم ہوں یا اس سے کم یا زیادہ۔ ③ حسن بصری، داود ظاہری اور خوارج کے نزدیک قلیل و کثیر ہر قسم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ④ چوری کا نصاب دس درہم یا ایک دینار ہے۔ احناف، عطا اور ثوری کا یہی موقف ہے۔ مزید اقوال کے لیے دیکھیے: (المغني: 238/10، 239، وفتح الباري: 124/12، 125 دارالسلام) صحیح موقف امام شافعی والا ہے۔ (منة المنعم: 135/3)

(المعجم ١٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْلِيقِ يَدِ السَّارِقِ (التحفة ١٧)

باب: 17۔ چور کا ہاتھ (گلے میں) لٹکانا

١٤٤٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ قَالَ: سَأَلْتُ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ عَنْ تَعْلِيقِ الْيَدِ فِي عُنُقِ السَّارِقِ، أَمِنَ السُّنَّةِ هُوَ؟ قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَارِقٍ فَقُطِعَتْ يَدُهُ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَعُلِّقَتْ فِي عُنُقِهِ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيِّ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَيْرِيزٍ هُوَ أَخُو عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ شَامِيٌّ.

[1447] عبدالرحمٰن بن محیریز بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا فضالہ بن عبید سے چور کا ہاتھ اس کی گردن میں لٹکانے کے بارے میں پوچھا: کیا یہ سنت ہے؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر آپ نے اس کا ہاتھ اس کے گلے میں لٹکانے کا حکم دیا تو اسے اس کے گلے میں لٹکا دیا گیا۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف عمر بن علی مقدمی ہی حجاج بن ارطاۃ سے بیان کرتا ہے۔ عبدالرحمٰن بن محیریز، عبداللہ بن محیریز کا بھائی ہے اور شامی ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے گلے میں ہاتھ لٹکانا ضروری نہیں، تاہم حاکم یا قاضی چاہے تو لوگوں کی عبرت کے لیے چور کا ہاتھ کاٹ کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے تا کہ لوگ اسے دیکھ کر سبق حاصل کریں۔ امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا موقف یہی ہے۔ احناف کے نزدیک اس کا انحصار حاکم کی صوابدید پر ہے۔ (تحفة الأحوذي: 5/5)

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخَائِنِ وَالْمُخْتَلِسِ وَالْمُنْتَهِبِ (التحفة ١٨)

باب: 18۔ خائن، اچکنے والے اور ڈاکو کا حکم

١٤٤٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ عَلَى خَائِنٍ وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا

[1448] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''خائن، ڈاکو اور اچکنے والے کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں۔''

١٤٤٧ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الحدود، باب: في السارق تعلق يده في عنقه، ح: ٤٤١١ عن قتيبة به وقال النسائي: ٨/ ٩٢، ح: ٤٩٨٦ "الحجاج بن أرطاة ضعيف ولا يحتج بحديثه" وهو مدلس وعنعن.

١٤٤٨ـ أخرجه أبو داود، الحدود، باب القطع في الخلسة والخيانة، ح: ٤٣٩١ والنسائي، ح: ٤٩٧٥، ٤٩٧٦ وابن ماجه، ح: ٢٥٩١ من حديث ابن جريج به وصرح بالسماع عند الدارمي: ٢/ ١٧٥ وغيره وصححه ابن حبان، ح: ١٥٠٢-١٥٠٤ وتقدم طرفه في تخريج حديث: ١١٢٣ .

مُخْتَلِسٍ قَطْعٌ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَدْ رَوٰى مُغِيرَةُ ابْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَمُغِيرَةُ بْنُ مُسْلِمٍ هُوَ بَصْرِيٌّ أَخُو عَبْدِ الْعَزِيزِ الْقَسْمَلِيِّ كَذَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ مغیرہ بن مسلم بھی ابوزبیر سے ابن جریج کی طرح ہی مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں۔ مغیرہ بن مسلم، علی بن المدینی کے بقول بصری ہے اور عبدالعزیز قسملی کا بھائی ہے۔

فوائد و مسائل: ① قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہاتھ صرف چوری کی صورت میں کاٹا جائے گا، اچکنے، ڈاکا مارنے اور مال غصب کرنے کی صورت میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ ایک تو یہ امور چوری کے مقابلے میں بہت کم ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان احوال میں حکمرانوں کے سامنے شکایت کر کے مال واپس لینا ممکن ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ ان امور میں چوری کے مقابلے میں دلیل قائم کرنا آسان ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 259/11، 260) اصل بات یہ ہے کہ ان امور میں چوری والی شرطیں موجود نہیں ہیں۔ اس پر ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے بلکہ بقول علامہ ابن قدامہ تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ صرف قاضی ایاس بن معاویہ اچکنے کی صورت میں ہاتھ کاٹنے کے قائل تھے۔ (المغني: 236/10) ② اسی طرح اگر کوئی شخص عاریتاً چیز لے کر اس کا انکار کر دیتا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ صحیح قول یہی ہے۔ امام احمد اور اسحاق کے سوا تمام ائمہ اسی کے قائل ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے۔ (المغني: 236/10) ڈاکا زنی، مال چھیننا یا اچک لینا ایک قسم کی دہشت گردی اور زمین میں فساد برپا کرنا ہے، اس لیے حکومت اس کی سنگین سزا دے سکتی ہے جیسا کہ سورۂ مائدہ آیت نمبر 33 میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ③ خائن شخص امانت میں خیانت کرتے ہوئے مال پر قبضہ کرتا ہے۔ مُنْتَهِبْ کھلم کھلا سب کے سامنے مال چھینتا ہے اور مُخْتَلِسْ ہاتھ کی صفائی، جلدی اور تیزی سے مال اچک لیتا ہے، حالانکہ وہ سامنے ہوتا ہے۔

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ: لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ (التحفة ١٩)

باب: 19۔ پھل اور کھجور کے گابھے کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

١٤٤٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ».

[1449] سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”پھل اور کھجور کے گابھے کی چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰكَذَا رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ يَحْيَى

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض اور راویوں نے بھی

١٤٤٩ ـ أخرجه النسائي، قطع السارق، باب ما لا قطع فيه: ٨/ ٨٧، ٨٨، ح: ٤٩٧٠ عن قتيبة به وصححه ابن الجارود، ح: ٨٢٦ وابن حبان، ح: ١٥٠٥ وحديث مالك في الموطأ: ٢/ ٨٣٩ (يحيى).

ابْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ رَافِعٍ [بْنِ خَدِيجٍ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ رِوَايَةِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ. وَرَوَى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ: عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ.

یحییٰ بن سعید سے لیث کی اس روایت کے ہم معنی بیان کیا ہے۔ امام مالک بن انس اور بہت سے راویوں نے یہ روایت یحییٰ بن سعید سے بیان کی ہے لیکن سند میں واسع بن حبان کا واسطہ چھوڑ دیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہاں پھلوں سے مراد ایسے پھل ہیں جو درختوں پر لگے ہوئے ہوں۔ ② امام ابوحنیفہ کے نزدیک تازہ پھلوں پر اسی طرح دوسرے مشروبات (پانی، دودھ) ماکولات (گوشت، روٹی وغیرہ) کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا لیکن باقی ائمہ کے نزدیک اگر یہ چیزیں محفوظ نہ کی گئی ہوں، چار دیواری اور مکان کے اندر نہ ہوں تو پھر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، محفوظ جگہ سے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچتی ہوں۔ (المغني: 243/10، 244، عارضة الأحوذي: 229/6)

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ أَنْ لَّا يُقْطَعَ الْأَيْدِي فِي الْغَزْوِ (التحفة ٢٠)

باب: 20۔ جنگ (جہاد) کے موقع پر ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے

١٤٥٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْبَصْرِيِّ، عَنْ شُيَيْمِ بْنِ بَيْتَانَ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ أَرْطَاةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا يُقْطَعُ الْأَيْدِي فِي الْغَزْوِ».

[1450] سیدنا بسر بن ارطاة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”لڑائی کے موقع پر ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ لَهِيعَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ هٰذَا، وَقَالَ بُسْرُ ابْنُ أَبِي أَرْطَاةَ أَيْضًا. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمُ الْأَوْزَاعِيُّ لَا يَرَوْنَ أَنْ يُقَامَ الْحَدُّ فِي الْغَزْوِ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ مَخَافَةَ أَنْ يَلْحَقَ، مَنْ يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ، بِالْعَدُوِّ، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ مِنْ أَرْضِ الْحَرْبِ وَرَجَعَ إِلَى دَارِ الْإِسْلَامِ أَقَامَ الْحَدَّ عَلَى مَنْ أَصَابَهُ. كَذٰلِكَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ابن لہیعہ کے علاوہ دوسرے راوی نے بھی یہ حدیث اسی سند سے اس کے ہم معنی بیان کی ہے۔ مذکور راوی حدیث صحابی کو بسر بن ابی ارطاة بھی کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان میں امام اوزاعی بھی ہیں۔ ان کی رائے میں دشمن کی موجودگی میں لڑائی میں حد جاری نہیں کی جائے گی، اس ڈر سے کہ کہیں جس پر حد قائم کی جائے وہ دشمن ہی سے نہ جا ملے۔ جب امام و امیر لڑائی والی زمین سے نکل

١٤٥٠۔ أخرجه أبو داود، الحدود، باب السارق يسرق في الغزو أيقطع؟، ح: ٤٤٠٨ والنسائي، ح: ٤٩٨٢ من حديث عباس ابن عياش به وقال ابن معين: "هذا إسناد شامي".

آئے اور دارالاسلام میں واپس پہنچ جائے تو پھر حد کے مرتکب پر حد جاری کرے۔ امام اوزاعی کا یہی قول ہے۔

فائدہ: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ سفر اور حضر میں حدود قائم کرو، اس حدیث کا تعلق عمومی سفر سے ہے، اور اس باب کی زیر بحث حدیث کا تعلق سفر جہاد سے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غنیمت کا مال چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ اس صورت میں چوری کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ میں بھی اس مال میں حصے دار ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ہاتھ کاٹنے کے باعث دشمن کی طرف چلا جائے اور مسلمانوں کی جنگی چال دشمن پر واضح کر دے۔ اگر چوری غنیمت کے مال سے نہ ہو اور حد قائم کرانے کی صورت میں کسی قسم کا خطرہ نہ ہوتو پھر فوری طور پر حد قائم کی جاسکتی ہے، ورنہ واپسی پر حد قائم ہوگی۔ (تحفة الأحوذي: 10/5)

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَقَعُ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ (التحفة ٢١)

باب: 21۔ انسان اپنی بیوی کی لونڈی سے زنا کرے تو اس کا حکم

١٤٥١ – حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ وَأَيُّوبَ بْنِ مِسْكِينٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ: رُفِعَ إِلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَجُلٌ وَقَعَ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ فَقَالَ: لَأَقْضِيَنَّ فِيهَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، لَئِنْ كَانَتْ أَحَلَّتْهَا لَهُ لَأَجْلِدَنَّهُ مِائَةً، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ أَحَلَّتْهَا لَهُ رَجَمْتُهُ.

[1451] حبیب بن سالم بیان کرتے ہیں کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک شخص کا مقدمہ پیش کیا گیا جس نے اپنی بیوی کی لونڈی سے تعلقات قائم کیے تھے۔ انھوں نے فرمایا: میں اس مقدمے کے بارے میں وہی فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ اگر بیوی نے اسے اس کی اجازت دی تھی تو اسے سو کوڑے ماروں گا اور اگر اس نے اسے اس کے لیے حلال قرار نہیں دیا تھا تو اسے سنگسار کروں گا۔

١٤٥٢ – حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ نَحْوَهُ [وَيُرْوَى عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ قَالَ: كَتَبَ بِهِ إِلَيَّ حَبِيبُ ابْنُ سَالِمٍ. وَأَبُو بِشْرٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ هٰذَا أَيْضًا، إِنَّمَا رَوَاهُ عَنْ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ.

[1452] علی بن حجر کی سند سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے اس کے ہم معنی بیان کیا گیا ہے۔ اور قتادہ سے بیان کیا گیا ہے کہ یہ روایت مجھے حبیب بن سالم نے لکھ کر بھیجی تھی اور ابوبشر کو حبیب بن سالم سے سننے کا موقع نہیں ملا۔ وہ اسے صرف خالد بن عرفطہ ہی سے بیان کرتا ہے۔

١٤٥١ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الحدود، باب من وقع على جارية امرأته، ح: ٢٥٥١ والنسائي، ح: ٣٣٦٤ من حديث قتادة به والسند معلول.

١٤٥٢ـ [ضعيف] انظر الحديث السابق ☆ وفي الباب عن سلمة بن المحبق [أبو داود، ح: ٤٤٦٠، ٤٤٦١ وأحمد: ٣/ ٤٧٦].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ نَحْوُهُ.
[قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ النُّعْمَانِ فِي إِسْنَادِهِ اضْطِرَابٌ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ هٰذَا الْحَدِيثَ أَيْضًا، إِنَّمَا رَوَاهُ عَنْ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الرَّجُلِ يَقَعُ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ، فَرُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ: عَلِيٌّ، وَابْنُ عُمَرَ: أَنَّ عَلَيْهِ الرَّجْمَ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: لَيْسَ عَلَيْهِ حَدٌّ وَّلٰكِنْ يُعَزَّرُ. وَذَهَبَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ إِلَى مَا رَوَى النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مسئلے میں اس کے ہم معنی ایک روایت سلمہ بن محبق سے بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں اضطراب ہے۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے میں نے سنا کہ قتادہ نے حبیب بن سالم سے یہ حدیث بھی نہیں سنی۔ وہ اسے صرف خالد بن عرفطہ سے بیان کرتا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کا اس مرد کے بارے میں اختلاف ہے جو اپنی بیوی کی لونڈی سے زنا کرتا ہے۔ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، جن میں علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہم بھی ہیں، سے منقول ہے کہ اسے رجم کیا جائے گا۔ سیدنا ابن مسعود فرماتے ہیں: اس پر حد نہیں، تعزیر ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا گیا قول مرفوع حدیث کے مطابق ہے۔

فائدہ: عورت نے جب اپنی لونڈی اپنے خاوند کو دے دی اور اس نے جہالت سے اسے اپنے لیے جائز سمجھ لیا جبکہ شریعت کی رو سے جائز نہیں تھی تو اس شبہے کی بنا پر اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ لیکن تعزیر اور عبرت کے طور پر اسے کوڑے مارے جائیں گے۔ ابن العربی نے یہی موقف اختیار کیا ہے اور حافظ ابن قیم اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اس رائے کو ترجیح دی ہے۔ اگر اس نے خاوند کو اجازت نہیں دی تھی یا اسے صحیح مسئلے کا پتا تھا تو پھر اسے رجم کیا جائے گا کیونکہ وہ شادی شدہ ہے۔ (الكوكب الدري: 382/2، 383، مع حاشيه: 4، تحفة الأحوذي: 11/5، 12، وعارضة الأحوذي: 233/6) امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر ہر حالت میں حد ہے۔ (المغني: 153/10)

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَرْأَةِ إِذَا اسْتُكْرِهَتْ عَلَى الزِّنَا (التحفة ٢٢)

باب: 22۔ جس عورت سے جبراً زنا کیا جائے، اس کا حکم

١٤٥٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا مُعَمَّرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّقِّيُّ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: اسْتُكْرِهَتِ امْرَأَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَدَرَأَ عَنْهَا رَسُولُ

[1453] عبدالجبار بن وائل بن حجر اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک عورت سے زبردستی کی گئی تو آپ نے اس سے حد کو پھیر دیا۔ اور جس مرد نے یہ حرکت کی تھی اس پر حد نافذ کر دی اور اس میں

١٤٥٣- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الحدود، باب المستكره، ح:٢٥٩٨ من حديث الرقي به * حجاج بن أرطاة ضعيف مدلس وعبدالجبار بن وائل عن أبيه منقطع.

اللهِ ﷺ الْحَدَّ، وَأَقَامَهُ عَلَى الَّذِي أَصَابَهَا، وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ جَعَلَ لَهَا مَهْرًا.

عورت کے لیے مہر مقرر کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ [قَالَ:] سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ وَلَا أَدْرَكَهُ، يُقَالُ: إِنَّهُ وُلِدَ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيهِ بِأَشْهُرٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنْ لَيْسَ عَلَى الْمُسْتَكْرَهِ حَدٌّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں۔ یہ حدیث اور سندوں سے بھی منقول ہے۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) کو یہ فرماتے سنا کہ عبدالجبار بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سنا نہیں اور نہ اسے پایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی پیدائش اپنے باپ کی وفات کے کئی ماہ بعد ہوئی تھی۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے کہ جس پر جبر کیا گیا ہو اس پر حد نہیں۔

١٤٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى [النَّيْسَابُورِيُّ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ إِسْرَائِيلَ: حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ الْكِنْدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ امْرَأَةً خَرَجَتْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ تُرِيدُ الصَّلَاةَ، فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰى حَاجَتَهُ مِنْهَا، فَصَاحَتْ، فَانْطَلَقَ، وَمَرَّ عَلَيْهَا رَجُلٌ فَقَالَتْ: إِنَّ ذَاكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِي كَذَا وَكَذَا، وَمَرَّتْ بِعِصَابَةٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ فَقَالَتْ: إِنَّ ذَاكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِي كَذَا وَكَذَا، فَانْطَلَقُوا فَأَخَذُوا الرَّجُلَ الَّذِي ظَنَّتْ أَنَّهُ وَقَعَ عَلَيْهَا، وَأَتَوْهَا، فَقَالَتْ: نَعَمْ هُوَ هٰذَا. فَأَتَوْا بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا أَمَرَ بِهِ لِيُرْجَمَ قَامَ صَاحِبُهَا الَّذِي وَقَعَ عَلَيْهَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَا صَاحِبُهَا، فَقَالَ لَهَا: «اذْهَبِي فَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكِ» ، وَقَالَ لِلرَّجُلِ قَوْلًا حَسَنًا، وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِي وَقَعَ عَلَيْهَا: «ارْجُمُوهُ» ، وَقَالَ: «لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا أَهْلُ

[1454] علقمہ بن وائل کندی اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے دور میں نماز پڑھنے کے ارادے سے نکلی تو اسے ایک آدمی ملا جس نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے اپنی ضرورت پوری کی (اس سے زنا کیا)۔ وہ چیخی چلائی جس سے وہ مرد چلا گیا۔ اس عورت کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ عورت نے کہا: اس مرد نے میرے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔ وہ عورت مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس سے گزری تو کہنے لگی: اس آدمی نے میرے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔ تو وہ دوڑے اور انھوں نے اس آدمی کو پکڑ لیا جس کے بارے میں اس کا گمان تھا کہ اس نے اس سے زنا کیا ہے (حالانکہ وہ اور آدمی تھا)۔ وہ پکڑ کر اس کے پاس لے آئے۔ عورت نے کہا: ہاں یہی وہ ہے، تو وہ لوگ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے (اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ وہ مرد خاموش رہا، اس لیے آپ ﷺ نے رجم کا حکم دیا)۔ پھر جب آپ نے اس شخص

١٤٥٤_ أخرجه أبو داود، الحدود، باب: في صاحب الحد يجيء فيقر، ح: ٤٣٧٩ عن محمد بن يحيى الذهلي به وصححه ابن الجارود، ح: ٨٢٣ (والرجل لم يرجم بعد).

الْمَدِينَةِ لَقُبِلَ مِنهُمْ».

کے رجم کا حکم دیا تو جس آدمی نے عورت سے زنا کیا تھا، اس نے کھڑے ہو کر کہا: اے اللہ کے رسول! اس سے یہ حرکت کرنے والا میں ہوں، تو آپ نے فرمایا: ''تو چلی جا، اللہ نے تجھے معاف کر دیا ہے۔'' اور آپ نے خاموشی اختیار کرنے والے آدمی کی تعریف کی، اور جس آدمی نے اس عورت سے زنا کیا تھا اس کے بارے میں فرمایا: ''اسے رجم کر دو۔'' اور فرمایا: ''اس نے ایسی عظیم توبہ کی ہے اگر اہل مدینہ یہ توبہ کر لیتے تو ان کی طرف سے قبول ہوتی۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ سَمِعَ مِنْ أَبِيهِ، وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ، وَعَبْدُ الْجَبَّارِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سنا ہے، اور یہ اپنے بھائی عبدالجبار سے بڑا ہے۔ لیکن عبدالجبار کو اپنے باپ سے سننے کا موقع نہیں ملا۔

فوائد و مسائل: ① جس عورت سے زبردستی کی جائے اور دلیل یا اقرار سے یہ ثابت ہو جائے تو پھر امام مالک اور شافعی وغیرہ کے نزدیک اسے مہر دلوایا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ اور امام سفیان ثوری کے نزدیک مہر نہیں دلوایا جائے گا اور اس مجبور عورت پر بالاتفاق حد نہیں لگے گی، صرف جبر کرنے والے پر حد لگے گی۔ (المغني: 154/10) پہلا آدمی جو بے قصور پکڑ لیا گیا تھا چونکہ عورت کے کہنے پر پکڑا گیا تھا اور ایک جماعت نے پکڑا تھا، اس لیے بے گناہ ہونے کے باوجود وہ حیرت زدہ اور دہشت زدہ ہو گیا تھا، اس لیے وہ اپنی بے گناہی کے بارے میں منہ سے کچھ نہ کہہ سکا، اسے چپ سی لگ گئی اور اس کی خاموشی کو اس کا اقرار تصور کر لیا گیا۔ دوسرا مسلمان جو قصوروار تھا اسے احساس ہوا کہ ایک تو جرم اس نے کیا ہے اور دوسرا اس کی وجہ سے ایک آدمی قتل ہو رہا ہے تو اس نے فوراً اقرار کر لیا۔ ② اس حدیث میں اصل مجرم کو رجم کرنے کا حکم ہے [ارجموہ] شیخ البانی کے نزدیک یہ لفظ ثابت نہیں ہے، یعنی اسے رجم نہیں کیا گیا بلکہ از خود اس کے اعتراف ہی کو کافی سمجھ لیا گیا۔ اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ خالص توبہ کر لینے کی صورت میں حد ساقط ہو سکتی ہے۔ (سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث: 900) لیکن یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں کہ یہ تو عہد رسالت کا واقعہ ہے جب کہ وحی کا سلسلہ قائم تھا۔ ہو سکتا ہے کہ بذریعۂ وحی نبی ﷺ کو مجرم کے بارے میں کچھ بتلا دیا گیا ہو جس کی وجہ سے اس پر حد کا نفاذ نہیں کیا گیا۔ بعد کے لوگوں کے لیے چونکہ علم کا یہ ذریعہ ختم ہو گیا ہے، اس لیے حد کا نفاذ ہر صورت میں ضروری ہو گا۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَقَعُ عَلَى الْبَهِيمَةِ (التحفة ٢٢)

باب: 23۔ چوپائے سے بدفعلی کی سزا

١٤٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ وَجَدْتُمُوهُ وَقَعَ عَلَى بَهِيمَةٍ فَاقْتُلُوهُ وَاقْتُلُوا الْبَهِيمَةَ». فَقِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا شَأْنُ الْبَهِيمَةِ؟ قَالَ: مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي ذٰلِكَ شَيْئًا، وَلٰكِنْ أَرٰى رَسُولَ اللهِ ﷺ كَرِهَ أَنْ يُؤْكَلَ مِنْ لَحْمِهَا أَوْ يُنْتَفَعَ بِهَا، وَقَدْ عُمِلَ بِهَا ذٰلِكَ الْعَمَلُ.

[1455] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جسے تم اس حالت میں پاؤ کہ اس نے چوپائے سے بدفعلی کی ہے تو اسے قتل کر دو، اور چوپائے کو بھی قتل کر دو۔“ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: چوپائے کا کیا جرم ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کچھ نہیں سنا، لیکن میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ اس کا گوشت کھایا جائے یا اس سے فائدہ اٹھایا جائے جبکہ اس کے ساتھ یہ عمل کیا جا چکا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَدْ رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَتٰى بَهِيمَةً فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں یہ حدیث صرف عمرو بن ابی عمرو ہی عکرمہ کی سند سے بیان کرتا ہے جبکہ سفیان ثوری نے اس سند سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جس نے چوپائے سے بدفعلی کی اس پر حد نہیں ہے۔ امام صاحب نے ابن عباس کا یہ قول اپنے استاد محمد بن بشار کی سند سے نقل کیا ہے اور کہا ہے: یہ قول پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے (اس کی سند صحیح ہے۔) اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

فوائد و مسائل: ① اگر کوئی شخص چوپائے سے بدفعلی کرتا ہے تو یہ ایک انتہائی گھناؤنا اور قابل نفرت فعل ہے۔ ہر سلیم الطبع انسان اس سے نفرت کرتا ہے۔ کوئی احمق اور مغلوب الشہوت ہی یہ حرکت کر سکتا ہے۔ یہ زنا تو نہیں ہے لیکن اس میں عبرت اور ڈانٹ کے لیے تعزیر ہو گی جو انتہائی سنگین بھی ہو سکتی ہے۔ سیدنا ابن عباس، عطا، شعبی، نخعی، حکم، مالک، شافعی، ثوری، اسحاق اور اہل الرائے کا یہی قول ہے۔ امام احمد کے دو قول ہیں: ○ اس پر تعزیر ہے، حد نہیں۔ ○ اس کا حکم لوطی والا ہے۔ (المغني: 1581/10) لیکن ابن العربی کے بقول امام اسحاق کے نزدیک اگر وہ شادی شدہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ حاکم کی رائے ہو تو وہ زنا والی حد بھی لگا سکتا ہے۔ اگر وہ غیر شادی شدہ ہے تو کوڑے لگائے جائیں گے اور شادی شدہ ہے تو رجم کیا جائے گا۔ امام حسن کا یہی قول ہے۔ امام شافعی کا ایک قول یہی ہے۔ ② چوپائے کے بارے میں بھی اختلاف ہے: امام احمد کے نزدیک ہر حالت میں

١٤٥٥ـ أخرجه أبو داود، الحدود، باب: فيمن أتى بهيمةً، ح: ٤٤٦٤ من حديث عبدالعزيز بن محمد به * أثر ابن عباس: أبو داود، ح: ٤٤٦٥ والنسائي في الكبرى، ح: ٧٣٤١ عن عاصم به، وقال النسائي: "هذا غير صحيح" وهذا الأثر في حق من لم يحصن، وأما من أحصن فحده القتل كما في الحديث المرفوع.

قتل کیا جائے گا۔ امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ اگر اس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو ذبح کر دیا جائے گا۔ کھانے کے بارے میں اختلاف ہے، اگر کوئی مأکول اللحم (جن کا گوشت کھایا جاتا ہے) نہیں تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام طحاوی کا یہی قول ہے اور امام شافعی کا ایک قول یہی ہے۔ (المغني: 159/10) صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں معاشرے کے اندر اس فعل کے اثرات ونتائج اور تأثرات کے مطابق سزا اور تعزیر ہوگی اور یہ عدالت کی صوابدید پر موقوف ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٢٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي حَدِّ اللُّوطِيِّ (التحفة ٢٤)

باب: 24۔ لواطت (اغلام بازی) کی حد

١٤٥٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ» [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَإِنَّمَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو فَقَالَ: «مَلْعُونٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ» وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ الْقَتْلَ، وَذَكَرَ فِيهِ: «مَلْعُونٌ مَنْ أَتٰى بَهِيمَةً». وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ».

[1456] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جسے تم قوم لوط والا کام (اغلام بازی) کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔“ اس مسئلے میں سیدنا جابر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ مرفوع حدیث صرف اسی سند سے بیان کی گئی ہے۔ محمد بن اسحاق اس حدیث کو عمرو بن ابی عمرو ہی سے یوں بیان کرتے ہیں: ”جو قومِ لوط والا کام کرتا ہے، وہ لعنتی ہے۔“ اس میں قتل کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس میں یہ ہے: ”جو چوپائے سے بدفعلی کرتا ہے وہ ملعون ہے۔“ اور یہ حدیث عاصم بن عمر کی سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں منقول ہے: ”بدفعلی کرنے والے اور جس سے بدفعلی کی گئی ہے دونوں کو قتل کر دو۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَاهُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ غَيْرَ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ، وَعَاصِمُ بْنُ عُمَرَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند پر جرح ہے۔ ہمارے علم میں عاصم بن عمر عمری کے سوا کسی نے یہ حدیث بیان نہیں کی اور عاصم بن عمر کو حدیث کے سلسلے میں اس کے حافظے کی (کمزوری کی) وجہ سے ضعیف قرار دیا

١٤٥٦ـ أخرجه أبو داود، الحدود، باب: فيمن عمل عمل قوم لوط، ح: ٤٤٦٢ وابن ماجه، ح: ٢٥٦١ من حديث عبدالعزيز الدراوردي به، وصححه ابن الجارود، ح: ٨٢٠ والحاكم: ٤/ ٣٥٥ والذهبي وغيرهم * وفي الباب عن جابر [يأتي: ١٤٥٧]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ٢٥٦٢].

حَدَّ اللُّوطِيِّ، فَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِ الرَّجْمَ أَحْصَنَ أَوْ لَمْ يُحْصِنْ. وَهٰذَا قَوْلُ مَالِكٍ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ فُقَهَاءِ التَّابِعِينَ، مِنْهُمْ: الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ، وَإِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ، وَعَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ وَغَيْرُهُمْ، قَالُوا: حَدُّ اللُّوطِيِّ حَدُّ الزَّانِي، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ.

گیا ہے۔ اور اہل علم کا اِغلام باز کی حد کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کی رائے ہے کہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اسے رجم کیا جائے گا۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض فقہائے تابعین میں سے اہل علم کا قول ہے، جن میں حسن بصری، ابراہیم نخعی، عطا بن ابی رباح وغیرہ داخل ہیں کہ اِغلام باز کی حد زانی والی ہی ہے۔ ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اِغلام بازی کی حرمت اور قباحت پر قرآن وسنت کی روشنی میں اہل علم متفق ہیں لیکن اس کی حد کے بارے میں اختلاف ہے: * اِغلام باز کی حد، ہر حالت میں شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، رجم ہے۔ سیدنا علی، ابن عباس، جابر بن زید، زہری، ربیعہ، مالک اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ امام احمد اور شافعی کا ایک قول یہی ہے۔ * اِغلام باز کی حد زانی والی ہے۔ (شادی شدہ اور غیر شادی شدہ میں فرق ہے۔) سعید بن مسیب، عطا، حسن، نخعی، قتادہ، اوزاعی، صاحبین اور ابوثور کا یہی قول ہے۔ امام شافعی کا مشہور اور امام احمد کا ایک قول یہی ہے۔ * سیدنا ابوبکر صدیق اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اسے جلا دیا جائے گا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ منقول ہے بلکہ یہ کام سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے کیا تھا۔ * امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے۔ صحیح قول پہلا ہے۔ (المغني: 155/10، 156، وتحفة الأحوذي: 18/5، 19)

١٤٥٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمَكِّيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي عَمَلُ قَوْمِ لُوطٍ».

[1457] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ قوم لوط کے عمل (اِغلام بازی) کا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ جَابِرٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب ہی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے۔

فائدہ: اغلام بازی (ہم جنس پرستی، امرد پرستی) کہ مرد مردوں سے (یا عورتیں عورتوں سے) اپنے جنسی جذبات کی تسکین حاصل کرنے لگیں، جن لوگوں میں یہ بدترین عادت آ جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انسانی فطرت سلیمہ سے عاری ہیں۔ اس انتہائی قبیح، مبغوض اور ملعون عمل پر قوم لوط کو عبرت ناک سزا دی گئی کہ ان کی بستیوں کو اٹھا کر آسمان سے نیچے پلٹا گیا، پھر ان

١٤٥٧ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط، ح: ٢٥٦٣ من حديث القاسم بن عبدالواحد به وصححه الحاكم: ٤/ ٣٥٧ والذهبي. ابن عقيل ضعيف، تقدم: ١٢٨ .

پر پتھروں سے بارش کی گئی۔ العياذ بالله. (دیکھیے: سورۂ ہود 11:82)

(المعجم ٢٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُرْتَدِّ (التحفة ٢٥)

باب:25۔مرتد کا حکم

١٤٥٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَقَتَلْتُهُمْ بِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ»، وَلَمْ أَكُنْ لِأُحَرِّقَهُمْ لِأَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ» فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا فَقَالَ: صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُرْتَدِّ. وَاخْتَلَفُوا فِي الْمَرْأَةِ إِذَا ارْتَدَّتْ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: تُقْتَلُ، وَهُوَ قَوْلُ الْأَوْزَاعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ: تُحْبَسُ وَلَا تُقْتَلُ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَغَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ.

[1458] سیدنا عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو اسلام سے پھر گئے تھے، جلا دیا۔ اس کی خبر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما تک پہنچی تو انھوں نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو انھیں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق قتل کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنا دین (اسلام) تبدیل کر لے اسے قتل کر دو۔'' اور میں انھیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ والا عذاب نہ دو۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انھوں نے فرمایا: ابن عباس نے سچ کہا ہے۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور مرتد کے بارے میں اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ جب کوئی عورت اسلام سے پھر جائے تو اس کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے: ایک گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ امام احمد، اوزاعی اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسے قید کیا جائے، قتل نہ کیا جائے۔ سفیان ثوری اور دوسرے اہل کوفہ کا قول یہی ہے۔

فوائد و مسائل: ① سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں کو قتل کرنے کے بجائے جلایا تھا، وہ عبداللہ بن سبا یہودی کے پیروکار تھے جنھوں نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ یہ سیدنا علی کی الوہیت (اِلٰہ ہونے) کے قائل تھے، اس لیے انھوں نے ان کو نشانِ عبرت بنانے کے لیے یہ انتہائی سنگین سزا دی تھی، لیکن چونکہ آگ کا عذاب آخرت میں ہوگا، اس لیے دنیا میں اس عذاب سے روکا گیا ہے۔ ② ارتداد، یعنی دین اسلام قبول کر لینے کے بعد اسے چھوڑنا، یہ انتہائی سنگین جرم اور بغاوت ہے، اس لیے جمہور کے نزدیک ایسے مرد اور عورت کو قتل کر دیا جائے گا، اس حدیث کا تقاضا یہی ہے، اس لیے صحیح موقف یہی ہے۔ لیکن احناف اور سفیان ثوری کے نزدیک مرد کو قتل کیا جائے گا، عورت کو قید کیا جائے گا لیکن یہ موقف درست نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 20/5) ③ اکثر اہل علم کے نزدیک مرتد کو توبہ کا موقع دیا جائے گا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 74/10، 75)

١٤٥٨ـ أخرجه البخاري، استتابة المرتدين، باب حكم المرتد والمرتدة واستتابتهم، ح: ٦٩٢٢ من حديث أيوب السختياني به.

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ شَهَرَ السِّلَاحَ (التحفة ٢٦)

باب:26۔ ہتھیار (اسلحہ) لہرانے والے کا حکم

١٤٥٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَّأَبُو السَّائِبِ [سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ]: قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا».

[1459] سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہمارے (مسلمانوں کے) خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔“

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ الزُّبَيْرِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي مُوسٰى حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، ابن زبیر، ابوہریرہ اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانا، انھیں خوف زدہ کرنا اور ان پر رعب ڈالنا یا ان سے جنگ و جدال کرنا مسلمانوں کے طرز عمل اور باوقار رویے و کردار کے منافی ہے۔ یہ حرکت کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔ مسلمانوں کا باہمی طرز عمل تو ایک دوسرے کی ہمدردی و خیر خواہی اور تعاون و تناصر ہے، اس لیے ایسے فرد کو مسلمانوں کی جماعت سے خارج قرار دیا گیا ہے جو مسلمانوں والا وتیرہ اختیار نہیں کرتا۔

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي حَدِّ السَّاحِرِ (التحفة ٢٧)

باب:27۔ جادوگر کی سزا

١٤٦٠۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ».

[1460] سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جادوگر کی سزا تلوار کی مار ہے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہم مرفوعاً

١٤٥٩ـ أخرجه البخاري، الفتن، باب قول النبي ﷺ: "من حمل علينا السلاح فليس منا" ح: ٧٠٧١ عن أبي كريب، ومسلم، ح: ١٠٠ من حديث أبي أسامة به * وفي الباب عن ابن عمر [مسلم، ح: ٩٨]، وابن الزبير [النسائي: ٧/ ١١٧، ح: ٤١٠٢ والطحاوي في مشكل الآثار: ٢/ ١١٧]، وأبي هريرة [مسلم، ح: ١٠١]، وسلمة بن الأكوع [مسلم، ح: ٩٩].

١٤٦٠ـ [ضعيف] أخرجه البيهقي: ٨/ ١٣٦ من حديث أبي معاوية الضرير به وقال: "إسماعيل بن مسلم ضعيف" * موقوف جندب رضي الله عنه، أخرجه الدارقطني: ٣/ ١١٤، ح: ٣١٨٠ وسنده صحيح وكذا ثبت عن عمر رضي الله عنه عند أبي داود، ح: ٣٠٤٣.

إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْمَكِّيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيُّ الْبَصْرِيُّ، قَالَ وَكِيعٌ: هُوَ ثِقَةٌ، وَيُرْوٰى عَنِ الْحَسَنِ أَيْضًا، وَالصَّحِيحُ عَنْ جُنْدُبٍ مَوْقُوفٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنَّمَا يُقْتَلُ السَّاحِرُ إِذَا كَانَ يَعْمَلُ مِنْ سِحْرِهِ مَا يَبْلُغُ الْكُفْرَ، فَإِذَا عَمِلَ عَمَلًا دُونَ الْكُفْرِ فَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَتْلًا.

صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ اور اسماعیل بن مسلم مکی اپنے حافظے کی وجہ سے حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا گیا ہے جبکہ اسماعیل بن مسلم عبدی بصری بقول امام وکیع ثقہ ہے۔ وہ بھی حسن بصری سے روایت بیان کرتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت سیدنا جندب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ بعض اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ امام مالک بن انس کا قول یہی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: جادوگر کو قتل صرف اس صورت میں کیا جائے گا جب اپنے سحر میں ایسا عمل کرتا ہو جو کفر تک پہنچتا ہو، اگر وہ کوئی ایسا عمل کرتا ہو جو کفر سے کم تر ہو تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، تاہم سحر کا عمل بالاتفاق کبیرہ گناہ اور حرام ہے۔ بعض دفعہ کفر تک بھی پہنچتا ہے اور بعض دفعہ ایک کبیرہ گناہ ہی ہوتا ہے، اس لیے اس کا سیکھنا سکھانا حرام ہے، اس لیے شوافع کے نزدیک جادوگر کو ہر حالت میں قتل نہیں کیا جائے گا لیکن امام مالک، ابوحنیفہ، احمد اور بہت سے صحابہ و تابعین کے نزدیک جادوگر کافر ہے، اسے توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا اور قتل کر دیا جائے گا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 10/111-113)

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغَالِّ مَا يُصْنَعُ بِهِ (التحفة ٢٨)

باب: 28۔ مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟

١٤٦١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَائِدَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ وَجَدْتُمُوهُ غَلَّ فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَحْرِقُوا مَتَاعَهُ». قَالَ صَالِحٌ: فَدَخَلْتُ عَلٰى مَسْلَمَةَ وَمَعَهُ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ فَوَجَدَ رَجُلًا قَدْ غَلَّ، فَحَدَّثَ سَالِمٌ بِهٰذَا

[1461] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے تم اس حالت میں پاؤ کہ اس نے اللہ کی راہ میں خیانت کی ہے، یعنی غنیمت کا مال چرایا ہے تو اس کا سامان جلا دو۔'' صالح کہتے ہیں: میں مسلمہ کے پاس گیا، جبکہ ان کے پاس سالم بن عبداللہ بھی موجود تھے، انھوں نے ایک آدمی کو خیانت کرتے پایا تو سالم رحمہ اللہ نے یہ حدیث سنائی تو انھوں نے اس کا سامان جلانے کا حکم دیا۔

١٤٦١ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في عقوبة الغال، ح: ٢٧١٣ من حديث عبدالعزيز الدراوردي به، والحديث ضعفه البيهقي: ٩/ ١٠٣ وغيره ✽ صالح هذا منكر الحديث كما قال البخاري وغيره.

الْحَدِيثِ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُحْرِقَ مَتَاعُهُ، فَوُجِدَ فِي مَتَاعِهِ مُصْحَفٌ، فَقَالَ سَالِمٌ: بِعْ هٰذَا وَتَصَدَّقْ بِثَمَنِهِ.

اس کا سامان جلایا گیا تو اس کے سامان میں قرآن مجید کا ایک نسخہ پایا گیا۔ سالم رحمہ اللہ نے کہا: یہ بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کر دو۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ الْأَوْزَاعِيِّ، وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. قَالَ: وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: إِنَّمَا رَوٰى هٰذَا صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَائِدَةَ، وَهُوَ أَبُو وَاقِدٍ اللَّيْثِيُّ، وَهُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَدْ رُوِيَ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَالِّ فَلَمْ يَأْمُرْ فِيهِ بِحَرْقِ مَتَاعِهِ. وَقَالَ [أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور ہمارے علم میں صرف اسی سند سے آئی ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام اوزاعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: اسے صرف صالح بن محمد بن زائدہ بیان کرتے ہیں اور وہ ابوواقد لیثی ہے جو منکر الحدیث ہے (اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہے۔) امام محمد کہتے ہیں: خیانت کے بارے میں نبی ﷺ کی کئی حدیثیں موجود ہیں، آپ نے ان میں سامان جلانے کا حکم نہیں دیا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے، اس لیے قابل عمل نہیں۔ تاہم غنیمت کا مال چرانا اور اس میں خیانت کرنا انتہائی سنگین جرم ہے کیونکہ اس کا تعلق قومی اور ملی مال سے ہے، کسی انسان کا شخصی اور انفرادی مال نہیں۔ اس طرح یہ سب کے مال میں خیانت ہے، اس لیے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو کوئی خیانت کرتا ہے تو جو کچھ اس نے خیانت کی ہے، قیامت کے دن اس کو لے کر آئے گا، پھر ہر جان کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ ملے گا، کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی۔'' (آل عمران 3:161)

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَقُولُ لِلْآخَرِ: يَا مُخَنَّثُ (التحفة ٢٩)

باب: 29۔ کسی کو ہیجڑہ کہنے والے کا حکم

١٤٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: يَا يَهُودِيُّ،

[1462] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب ایک آدمی دوسرے آدمی کو کہے: اے یہودی! تو اسے بیس کوڑے مارو، اور جب کہے: اے ہیجڑے! تو اسے بھی بیس کوڑے مارو، اور جو کسی محرم سے زنا

١٤٦٢ـ [ضعيف جدًا] أخرجه ابن ماجه، الحدود، باب حد القذف، ح: ٢٥٦٨ من حديث ابن أبي فديك به ☆ إبراهيم بن إسماعيل ضعيف جدًا وفيه علة أخرى ☆ حديث البراء بن عازب [تقدم: ١٣٦٢]، قرة بن أياس [ابن ماجه، ح: ٢٦٠٨].

فَاضْرِبُوهُ عِشْرِينَ، وَإِذَا قَالَ: يَا مُخَنَّثُ. فَاضْرِبُوهُ عِشْرِينَ، وَمَنْ وَقَعَ عَلَى ذَاتِ مَحْرَمٍ فَاقْتُلُوهُ».

کرے تو اسے قتل کر دو۔"

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، رَوَاهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَقُرَّةُ بْنُ إِيَاسٍ الْمُزَنِيُّ: أَنَّ رَجُلًا تَزَوَّجَ امْرَأَةَ أَبِيهِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَتْلِهِ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَصْحَابِنَا، قَالُوا: مَنْ أَتَى ذَاتَ مَحْرَمٍ وَهُوَ يَعْلَمُ، فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ. وَقَالَ أَحْمَدُ: مَنْ تَزَوَّجَ أُمَّهُ قُتِلَ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: مَنْ وَقَعَ عَلَى ذَاتِ مَحْرَمٍ قُتِلَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ہمارے علم میں اسی سند ہی سے مروی ہے، اور ابراہیم بن اسماعیل کو حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اور نبی ﷺ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔ سیدنا براء بن عازب اور قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کر لی تو نبی ﷺ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ ہمارے احباب (محدثین) کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے بقول جو شخص جانتے بوجھتے محرم کے ساتھ تعلقات قائم کرے، اسے قتل کیا جائے گا۔ امام احمد کا قول ہے کہ جو اپنی ماں سے شادی کر لے اسے قتل کر دیا جائے۔ امام اسحاق کا قول ہے: جو اپنی محرم سے زنا کرے اسے قتل کر دیا جائے۔

فائدہ: یہ روایت بھی ضعیف ہے، تاہم قرآن مجید کا صریح حکم ہے: ﴿وَلَا تَلْمِزُوٓا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ﴾ (الحجرات 49:11) "ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ برے برے لقب ہی دو۔ ایمان لے آنے کے بعد تو فسق اور گناہ کا نام ہی بہت برا ہے۔" اس لیے ایک دوسرے کو ایسے القاب سے پکارنے سے، جو ناگوار اور ناپسندیدہ ہوں، گریز کرنا چاہیے۔ اسی طرح سوتیلی ماں یا دیگر محرمات سے، جن سے شادی نہیں ہو سکتی، زنا کرنا انتہائی قابل نفرت حرکت ہے جو کسی باہوش سلیم الفطرت کی برداشت سے باہر ہے، اس لیے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے اور دوسری صحیح احادیث سے اس کا قتل ثابت ہے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّعْزِيرِ (التحفة ٣٠)

باب: 30۔ تعزیر کا بیان

١٤٦٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ

[1463] سیدنا ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی حدود کے سوا کسی حد میں دس کوڑوں سے زائد سزا نہ دی جائے۔"

١٤٦٣ـ أخرجه البخاري، الحدود، باب: كم التعزير والأدب؟ ح: ٦٨٤٨ من حديث الليث بن سعد، ومسلم، ح: ١٧٠٨ من حديث بكير بن عبدالله بن الأشج به.

اللهِ ﷺ: «لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللهِ».

[قَالَ:] وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ بُكَيْرٍ فَأَخْطَأَ فِيهِ وَقَالَ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ خَطَأٌ. وَالصَّحِيحُ حَدِيثُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ إِنَّمَا هُوَ: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي التَّعْزِيرِ وَأَحْسَنُ شَيْءٍ رُّوِيَ فِي التَّعْزِيرِ هٰذَا الْحَدِيثُ.

یہ حدیث ابن لہیعہ نے بھی بکیر سے بیان کی ہے مگر اسے غلطی سے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ صحیح حدیث لیث بن سعد کی ہے کہ یہ روایت عبدالرحمٰن بن جابر بن عبداللہ، ابوبردہ بن نیار سے مرفوعا بیان کرتا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف بکیر بن اشج ہی بیان کرتا ہے۔ اور تعزیر کے سلسلے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم تعزیر کے بارے میں سب سے بہتر اور عمدہ حدیث یہی ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں حد سے مراد کسی ایسے جرم کا ارتکاب ہے جس کی شریعت میں حد (سزا) متعین نہیں کی گئی، ایسے جرم میں تعزیر و تادیب کے لیے دس کوڑوں سے زائد سزا دینا درست نہیں۔ امام لیث، اسحاق اور بعض شوافع کا یہی قول ہے اور امام احمد کا مشہور قول بھی یہی ہے۔ امام مالک، شافعی اور صاحبین کے نزدیک دس کوڑوں سے زائد تعزیر جائز ہے لیکن حد سے کم ہوگی۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کم از کم حد غلام والی مراد ہے یا آزاد والی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 10/342، 343)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ١٦) أَبْوَابُ الصَّيْدِ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ١٤)

شکار کے احکام و مسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ مَا يُؤْكَلُ مِنْ صَيْدِ الْكَلْبِ وَمَا لَا يُؤْكَلُ (التحفة ١)

باب: 1۔ کتے کا کون سا شکار کھایا جائے اور کون سا نہ کھایا جائے؟

١٤٦٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ - وَالْحَجَّاجُ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ عَائِذِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ - قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا أَهْلُ صَيْدٍ قَالَ: «إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ فَأَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ». قُلْتُ: وَإِنْ قَتَلَ؟ قَالَ: «وَإِنْ قَتَلَ». قُلْتُ: إِنَّا أَهْلُ رَمْيٍ قَالَ: «مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ فَكُلْ». قَالَ: قُلْتُ: إِنَّا أَهْلُ سَفَرٍ نَمُرُّ بِالْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوسِ فَلَا نَجِدُ غَيْرَ آنِيَتِهِمْ. قَالَ: «فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا غَيْرَهَا فَاغْسِلُوهَا بِالْمَاءِ ثُمَّ كُلُوا فِيهَا وَاشْرَبُوا».

[1464] سیدنا ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم شکاری لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جب تم (شکار پر) اپنا کتا چھوڑو اور اس پر اللہ کا نام لو تو اگر وہ تمھارے لیے روک رکھے تو کھالو۔'' میں نے کہا: خواہ وہ اسے قتل ہی کر ڈالے؟ آپ نے فرمایا: ''خواہ وہ اسے قتل ہی کر ڈالے۔'' میں نے کہا: ہم تیر انداز لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تیری قوس کمان جو شکار تیری طرف لوٹائے اسے کھالو۔'' میں نے کہا: ہم مسافر لوگ ہیں، ہم یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کے پاس سے گزرتے ہیں اور ہمیں ان کے برتنوں کے سوا کچھ میسر نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تمھیں انھی کے برتن ملیں تو انھیں پانی سے دھولو، پھر ان میں کھا اور پی لو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ]، وَعَائِذُ اللهِ [بْنُ

اور اس مسئلے میں سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح

١٤٦٤ـ أخرجه مسلم، الصيد والذبائح، باب: إذا غاب عنه الصيد ثم وجده، ح: ١٩٣١ من طريق آخر عن مكحول به، ورواه البخاري، ح: ٥٤٨٨ ومسلم، ح: ١٩٢٠ من حديث عائذ الله به * وفي الباب عن عدي بن حاتم [يأتي: ١٤٦٥].

عَبْدِاللهِ] هُوَ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ [وَاسْمُ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ جُرْثُومُ -وَيُقَالُ: جُرْثُمُ - بْنُ نَاشِبٍ وَيُقَالُ: ابْنُ قَيْسٍ].

ہے، اور عائذ اللہ بن عبداللہ سے مراد ابوادریس خولانی ہے اور ابوثعلبہ خشنی کا نام جرثوم ہے اور انھیں جرثم بن ناشب اور ابن قیس بھی کہا جاتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① شکاری انسان جب اپنا سدھایا ہوا کتا بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑتا ہے اور وہ شکار کر لیتا ہے اور اسے مالک کے لیے روک رکھتا ہے، اس میں سے خود کھاتا نہیں ہے تو وہ شکار، خواہ مر بھی جائے وہ حلال ہوگا اور اگر کتا اس میں سے کچھ کھا لے تو اکثر علماء کے نزدیک اس کا کھانا جائز نہیں۔ سیدنا ابن عباس، ابوہریرہ، عطا، سعید بن جبیر، حسن، شعبی، نخعی، عکرمہ، قتادہ، احناف، احمد، اسحاق، ابوثور، ابن منذر اور داود رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی کا صحیح قول بھی یہی ہے لیکن سیدنا سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، ابن عمر رضی اللہ عنہم اور امام مالک کے نزدیک جائز ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 113/13) ② شکاری جب شکار پر بسم اللہ پڑھ کر تیر پھینکے تو تیر کا مارا ہوا شکار بھی جائز ہوگا۔ ③ غیر مسلموں کے وہ برتن جن میں وہ حرام اشیاء، خنزیر، شراب وغیرہ استعمال نہیں کرتے انھیں دھو کر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن ایسے برتن جو وہ حرام چیزوں کے لیے استعمال کرتے ہوں ان سے حتی الامکان پرہیز ہی بہتر ہے۔ ہاں، اگر اور برتن نہ ملیں تو پھر دھو کر ان کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 31/5، وشرح صحیح مسلم از نووي: 188/13، 119)

١٤٦٥- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نُرْسِلُ كِلَابًا لَنَا مُعَلَّمَةً؟ قَالَ: «كُلْ مَا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ». قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنْ قَتَلْنَ؟ قَالَ: «وَإِنْ قَتَلْنَ، مَا لَمْ يَشْرَكْهَا كَلْبٌ مِّنْ غَيْرِهَا». قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا نَرْمِي بِالْمِعْرَاضِ قَالَ: «مَا خَزَقَ فَكُلْ، وَمَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَلَا تَأْكُلْ».

[1465] سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنے سدھائے ہوئے کتے (شکار پر) چھوڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جو شکار وہ تمھاری خاطر روک لیں، کھا لو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگرچہ قتل بھی کر دیں؟ آپ نے فرمایا: ''اگرچہ مار ڈالیں، بشرطیکہ ان کے ساتھ اور کتے شریک نہ ہوں۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم پھل اور پر کے بغیر تیر پھینکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جسے وہ پھاڑ دے وہ کھا لو اور جسے اپنی چوڑائی سے لگے (اور وہ مر جائے تو) اسے نہ کھاؤ۔''

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ نَحْوَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: وَسُئِلَ عَنِ الْمِعْرَاضِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

محمد بن یحییٰ کی سند سے مذکورہ بالا کے ہم معنی مروی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ ﷺ سے بغیر پھل اور پر کے تیر (بھالے) کے بارے میں سوال کیا گیا۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٤٦٥- أخرجه البخاري، الذبائح والصيد، باب ما أصاب المعراض بعرضه، ح: ٥٤٧٧ عن قبيصة، ومسلم، ح: ١٩٢٩ من حديث منصور به.

لغوی تشریح: مِعْرَاض: اس کی تفسیر میں اختلاف ہے اور بقول امام نووی صحیح معنی یہ ہیں: وزنی، موٹی لکڑی یا لاٹھی جس کے نیچے لوہا لگا ہو، یا پر اور پھل کے بغیر تیر۔ اس کو معراض اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ چوڑائی کی طرف سے لگتا ہے، نوک سے نہیں لگتا جس سے خون بہہ پڑتا ہے۔ چوڑائی کی طرف سے لگنے کی وجہ سے خون نہیں نکلتا اور یوں وہ حلال نہیں ہوتا۔

فوائد و مسائل: ① شکار کے لیے سدھائے ہوئے کتے جب بسم اللہ پڑھ کر چھوڑے جائیں اور ان کے ساتھ دوسرے کتے مل جائیں جن پر بسم اللہ نہیں پڑھی گئی تو پھر ایسا شکار کھانا جائز نہیں کیونکہ معلوم نہیں اسے کس کتے نے شکار کیا ہے۔ مشکوک اور مشتبہ چیز کا استعمال درست نہیں۔ ② تیر اگر اپنی نوک یا دھار سے شکار کرے جو شکار کو پھاڑ یا چیر کر خون نکال دے تو ایسے شکار کا کھانا جائز ہے اور اگر چوڑائی سے چوٹ پڑے اور جانور دہشت یا چوٹ سے مرجائے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور یہی صحیح موقف ہے۔ ③ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک ہر تربیت یافتہ کتے کا شکار جائز ہے۔ حسن بصری، نخعی، قتادہ، احمد اور اسحاق کے نزدیک سیاہ کتے کا شکار جائز نہیں۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 111/13)

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَيْدِ كَلْبِ الْمَجُوسِيِّ
(التحفة ٢)

باب:2۔ مجوسی کے کتے کا شکار

١٤٦٦ – حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَزَّةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: نُهِينَا عَنْ صَيْدِ كَلْبِ الْمَجُوسِيِّ.

[1466] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں مجوسی کے کتے کے شکار سے منع کیا گیا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا يُرَخِّصُونَ فِي صَيْدِ كَلْبِ الْمَجُوسِ. وَالْقَاسِمُ بْنُ أَبِي بَزَّةَ هُوَ الْقَاسِمُ بْنُ نَافِعٍ الْمَكِّيُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں صرف اسی سند سے مروی ہے۔ اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ وہ مجوسی کے کتے کے شکار کو جائز قرار نہیں دیتے (اس کی رخصت نہیں دیتے۔) اور قاسم بن ابی بزّہ سے مراد قاسم بن نافع مکی ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے قابل حجت نہیں، تاہم علماء مسئلے کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ جن کفار کا ذبیحہ جائز نہیں ان کے شکاری جانور کا شکار، جبکہ وہ خود ہی چھوڑیں، جائز نہیں، الا یہ کہ شکار زندہ حالت میں پا کر مسلمان خود ذبح کر لے۔ اسی طرح اگر شکاری جانور کو مسلمان اللہ کا نام لے کر چھوڑتا ہے تو شکار جائز ہوگا۔ اگر مسلمان کے کتے کو مجوسی چھوڑتا ہے، پھر بھی شکار جائز نہیں، اِلا یہ کہ زندہ حالت میں مل جائے اور مسلمان اسے ذبح کر لے۔ (تحفة الأحوذي: 32/5)

١٤٦٦ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الصيد، باب صيد كلب المجوس والكلب الأسود البهيم، ح: ٣٢٠٩ من حديث وكيع به وضعفه البوصيري لتدليس حجاج بن أرطاة.

(المعجم ٢) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي صَيْدِ الْبُزَاةِ (التحفة ٢)

باب:3۔ باز کے شکار کا بیان

١٤٦٧ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَهَنَّادٌ وَأَبُو عَمَّارٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ صَيْدِ الْبَازِي؟ فَقَالَ: «مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ».

[1467] سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے باز کے شکار کے بارے میں پوچھا؟ تو آپ نے فرمایا: ''جو تمھاری خاطر روک لے، کھالو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا يَرَوْنَ بِصَيْدِ الْبُزَاةِ وَالصُّقُورِ بَأْسًا. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْبُزَاةُ، هُوَ الطَّيْرُ الَّذِي يُصَادُ بِهِ مِنَ الْجَوَارِحِ الَّتِي قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ﴾ [المائدة:٤] - فَسَّرَ الْكِلَابَ وَالطَّيْرَ الَّذِي يُصَادُ بِهِ - وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي صَيْدِ الْبَازِي وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ، وَقَالُوا: إِنَّمَا تَعْلِيمُهُ إِجَابَتُهُ، وَكَرِهَهُ بَعْضُهُمْ وَالْفُقَهَاءُ، أَكْثَرُهُمْ قَالُوا: يَأْكُلُ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں اسے صرف مجالد شعبی رحمہ اللہ سے بیان کرتا ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ وہ باز اور شکرے کے شکار میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ امام مجاہد کہتے ہیں: باز سے مراد وہ شکاری پرندہ ہے جس کے ذریعے سے شکار کیا جاتا ہے۔ یہ ان جانوروں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''وہ شکاری جانور جنھیں تم سدھالو۔'' مجاہد نے جوارح کی تفسیر ان کتوں اور پرندوں سے کی ہے جن کے ذریعے سے شکار کیا جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے باز کے شکار کی رخصت اس صورت میں بھی دی ہے، جب وہ اس سے کھالے۔ ان کے نزدیک اس کی تعلیم (تربیت وسدھانا) سے مراد یہ ہے کہ وہ چھوڑنے والے کے حکم کی تعمیل کرے۔ اور بعض اہل علم نے اس صورت میں کھانے کو ناپسند (مکروہ) قرار دیا ہے۔ اور فقہاء کی اکثریت کا قول ہے کہ وہ کھالے، اگرچہ باز نے اس سے کھا بھی لیا ہو۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت ضعیف ہے، تاہم کتا اگر شکار کا کچھ حصہ کھالے تو اس کا کھانا جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں لیکن شکاری پرندے عقاب، باز، شکرا وغیرہ کھالیں تو اس کا کھانا اکثر فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ ② بُزاۃ: بازي کی جمع ہے، باز۔ صقور: صقر کی جمع ہے، شکرا۔ جمہور کے نزدیک تمام شکاری کتے اور شکاری پرندے جوارح (شکاری جانور) کا حکم رکھتے

١٤٦٧ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الصيد، باب: في الصيد، ح: ٢٨٥١ من حديث مجالد به وهو ضعيف وللحديث شواهد موقوفة عند البيهقي: ٩/ ٢٣٥، ٢٣٨ وغيره.

ہیں۔ (تحفة الأحوذي: 33/5)

(المعجم ٣) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الرَّجُلِ يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَغِيبُ عَنْهُ (التحفة ٣)

باب: 4۔ شکاری تیر پھینکتا ہے اور شکار تیر کھا کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے

١٤٦٨ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ ابْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرْمِي الصَّيْدَ فَأَجِدُ فِيهِ مِنَ الْغَدِ سَهْمِي. قَالَ: «إِذَا عَلِمْتَ أَنَّ سَهْمَكَ قَتَلَهُ وَلَمْ تَرَ فِيهِ أَثَرَ سَبُعٍ فَكُلْ».

[1468] سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں شکار کو تیر مارتا ہوں تو اگلے دن میں اس میں اپنا تیر پاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''جب تم یہ جان لو کہ تیرے ہی تیر نے اسے مارا ہے اور اس میں کسی درندے کا نشان نہ دیکھو تو اسے کھالو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ وَعَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ [وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ مِثْلَهُ]. وَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ صَحِيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام شعبہ نے یہ حدیث ابوبشر اور عبدالملک بن میسرہ کی سند سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے، اور اسی طرح ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے، اور دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ اس مسئلے میں ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔

فائدہ: شکاری جب شکار کو اپنے تیر کا نشانہ بنالیتا ہے اور وہ اس کی نظر سے غائب ہو جاتا ہے، پھر ایک دو دن کے بعد وہ شکار کو ایسی حالت میں پاتا ہے کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اسے میرے تیر ہی نے مارا ہے کیونکہ اس میں کسی درندے کا نشان نہیں، نہ اس کو کوئی دوسرا تیر ہی لگا ہے تو وہ اسے کھا سکتا ہے بشرطیکہ وہ بدبودار نہ ہو چکا ہو۔ (شرح صحيح مسلم از نووي: 119/20، 120، وتحفة الأحوذي: 35/5)

(المعجم ٥) بَابُ [مَا جَاءَ] فِيمَنْ يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَجِدُهُ مَيِّتًا فِي الْمَاءِ (التحفة ٥)

باب: 5۔ شکاری اپنا شکار پانی میں مردہ حالت میں پاتا ہے

١٤٦٩ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا [عَبْدُ اللهِ]

[1469] سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

١٤٦٨ـ أخرجه النسائي: ٧/ ١٩٣، ح: ٤٣٠٥ من حديث أبي بشر جعفر بن أياس به وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ١٠٤١ وللحديث شواهد كثيرة ﷺ حديث عبدالملك بن ميسرة، رواه الطيالسي والنسائي، ح: ٤٣٠٧ ﷺ وفي الباب عن أبي ثعلبة الخشني [مسلم، ح: ١٩٣١].

١٤٦٩ـ أخرجه مسلم، الصيد والذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلمة والرمي: ١٩٢٩/ ٧ من حديث عبدالله بن المبارك به.

ابْنُ الْمُبَارَكِ: أَخْبَرَنِي عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الصَّيْدِ؟ فَقَالَ: «إِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ، فَإِنْ وَجَدْتَهُ قَدْ قُتِلَ فَكُلْ إِلَّا أَنْ تَجِدَهُ قَدْ وَقَعَ فِي مَاءٍ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي: الْمَاءُ قَتَلَهُ أَوْ سَهْمُكَ».

نے رسول اللہ ﷺ سے شکار کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''جب تم اپنا تیر پھینکو تو اللہ کا نام لیا کرو۔ پھر اگر اسے مردہ حالت میں بھی پاؤ تو کھالو، الّا یہ کہ تم اسے پانی میں پاؤ تو اسے نہ کھاؤ کیونکہ تمھیں علم نہیں ہے، اسے پانی نے مارا ہے یا تمھارے تیر نے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اگر شکاری کو یقین ہو کہ شکار پانی میں گرنے سے پہلے مر چکا ہے تو پھر اسے کھا سکتا ہے لیکن اگر اس کے بارے میں شک ہو کہ پتا نہیں تیر سے مرا ہے یا پانی سے؟ تو پھر کھانا درست نہیں۔ (منة المنعم: 303/3)

(المعجم ٦) [بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكَلْبِ يَأْكُلُ مِنَ الصَّيْدِ] (التحفة ٦)

باب: 6۔ اس کتے کے بارے میں جو شکار سے کچھ کھا لیتا ہے

١٤٧٠ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ صَيْدِ الْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ؟ قَالَ: «إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ، فَإِنْ أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ خَالَطَتْ كِلَابَنَا كِلَابٌ أُخْرَى؟ قَالَ: «إِنَّمَا ذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ عَلَى كَلْبِكَ، وَلَمْ تَذْكُرْ عَلَى غَيْرِهِ».

[1470] سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سدھائے ہوئے کتے کے شکار کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''جب تم اپنا تربیت یافتہ کتا چھوڑو اور اللہ کا نام لے لو تو جو شکار وہ تمھارے لیے روک لے اسے کھالو۔ اور اگر وہ کھالے تو نہ کھاؤ کیونکہ اس نے اسے اپنی خاطر ہی پکڑا ہے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بتائیے، اگر ہمارے کتوں کے ساتھ دوسرے کتے مل جائیں تو؟ آپ نے فرمایا: ''تم نے صرف اپنے کتے پر اللہ کا نام لیا ہے، دوسرے پر نہیں لیا۔''

قَالَ سُفْيَانُ: كَرِهَ لَهُ أَكْلَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ [أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ] أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ فِي الصَّيْدِ وَالذَّبِيحَةِ إِذَا وَقَعَا فِي الْمَاءِ: أَنْ لَا يَأْكُلَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ فِي الذَّبِيحَةِ: إِذَا قَطَعَ الْحُلْقُومَ فَوَقَعَ فِي الْمَاءِ فَمَاتَ فِيهِ

سفیان کہتے ہیں: آپ ﷺ نے اس کے لیے اس کا کھانا مکروہ (حرام) سمجھا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے کہ شکار اور ذبیحہ جب پانی میں گر جائیں تو نہ کھائے۔ اور بعض حضرات ذبیحے کے بارے میں کہتے

١٤٧٠ـ أخرجه البخاري، الذبائح والصيد، باب: إذا أكل الكلب ... إلخ، ح: ٥٤٨٣ ومسلم، ح: ١٩٢٩ من حديث الشعبي به.

فَإِنَّهُ يُؤْكَلُ، وَهُوَ قَوْلُ [عَبْدِاللهِ] بْنِ الْمُبَارَكِ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْكَلْبِ إِذَا أَكَلَ مِنَ الصَّيْدِ، فَقَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ مِنْهُ فَلَا يَأْكُلْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ فِي الْأَكْلِ مِنْهُ وَإِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ مِنْهُ.

ہیں: جب اس نے حلق کاٹ دیا، پھر وہ پانی میں گر گیا اور اس میں مر گیا تو اسے کھایا جائے گا۔ عبداللہ بن مبارک کا یہی قول ہے۔ جب کتا شکار سے کچھ کھالے تو اس کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم کہتے ہیں: جب کتا شکار سے کچھ کھالے تو شکاری اسے نہ کھائے۔ سفیان، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات نے اس کے کھانے کی رخصت دی ہے، چاہے کتے نے اس سے کھا ہی لیا ہو۔

فائدہ: اس حدیث کے مسائل کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَيْدِ الْمِعْرَاضِ (التحفة ٧)

باب: 7۔ بھالے کا شکار

١٤٧١- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ؟ فَقَالَ: «مَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَمَا أَصَبْتَ بِعَرْضِهِ فَهُوَ وَقِيذٌ».

[1471] سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بھالے کے شکار کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”جسے تم اس کی دھار (یا نوک) سے مارو اسے کھالو اور جسے اس کی چوڑائی سے مارو تو وہ (شکار) چوٹ لگا ہوا (وقیذ) ہے۔ (اگر مر جائے تو اس کا کھانا حرام ہے۔)

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَكَرِيَّا، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

ابن ابی عمر کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند بیان کیا گیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے، اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

فائدہ: اس مسئلے کی تفصیل پہلے باب کے تحت گزر چکی ہے۔

(المعجم ٨) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الذَّبْحِ بِالْمَرْوَةِ (التحفة ٨)

باب: 8۔ باریک (تیز) پتھر سے ذبح کرنا

١٤٧١ـ أخرجه البخاري، الذبائح والصيد، باب التسمية على الصيد، ح: ٥٤٧٥ ومسلم، ح: ١٩٢٩/ ٤ من حديث زكريا به.

١٤٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى [الْقُطَعِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِهِ صَادَ أَرْنَبًا أَوِ اثْنَتَيْنِ فَذَبَحَهُمَا بِمَرْوَةٍ فَتَعَلَّقَهُمَا حَتَّى لَقِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَسَأَلَهُ، فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهِمَا.

[1472] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کی قوم کے ایک آدمی نے ایک یا دو خرگوش شکار کیے اور انھیں تیز پتھر سے ذبح کیا اور انھیں لٹکا لیا حتی کہ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ سے پوچھا تو آپ نے اسے ان کے کھا لینے کا حکم دیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ، وَرَافِعٍ، وَعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ [يُذَكِّيَ] بِمَرْوَةٍ وَلَمْ يَرَوْا بِأَكْلِ الْأَرْنَبِ بَأْسًا، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُهُمْ أَكْلَ الْأَرْنَبِ. وَ[قَدِ] اخْتَلَفَ أَصْحَابُ الشَّعْبِيِّ فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيثِ، فَرَوٰى دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ. وَرَوٰى عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَوْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ. وَمُحَمَّدُ بْنُ صَفْوَانَ أَصَحُّ. وَرَوٰى جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ نَحْوَ حَدِيثِ قَتَادَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الشَّعْبِيُّ رَوٰى عَنْهُمَا جَمِيعًا، قَالَ مُحَمَّدٌ: حَدِيثُ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ غَيْرُ مَحْفُوظٍ.

اس مسئلے میں محمد بن صفوان، رافع اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے پتھر سے ذبح کرنے کی اجازت دی ہے اور ان کے نزدیک خرگوش کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم نے خرگوش کا کھانا ناپسند خیال کیا ہے۔ شعبی کے شاگردوں میں اس حدیث کے بیان کرنے میں اختلاف پایا جاتا ہے: داود بن ابی ہند شعبی کے استاد کا نام محمد بن صفوان بیان کرتے ہیں، اور عاصم احول کہتے ہیں: صفوان بن محمد یا محمد بن صفوان۔ اور صحیح تر روایت محمد بن صفوان ہی ہے۔ اور جابر جعفی، قتادہ کی طرح یہ حدیث شعبی سے براہ راست جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بیان کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شعبی نے دونوں (محمد بن صفوان اور جابر) سے روایت کی ہو۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) کا قول ہے: شعبی کی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت محفوظ نہیں ہے۔

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور ابن ابی یعلیٰ رحمہ اللہ کے سوا تمام علماء اور ائمۂ اربعہ کے نزدیک خرگوش کھانا جائز ہے اور ضرورت کے وقت تیز پتھر سے ذبح کرنا بھی جائز ہے۔ (شرح صحيح مسلم از نووي: 153/3، وتحفة الأحوذي: 38/5)

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَكْلِ الْمَصْبُورَةِ (التحفة ٩)

باب:9۔ باندھ کر تیر کا نشانہ بنایا ہوا جانور کھانا مکروہ ہے

١٤٧٢ـ [صحيح لغيره] قتاده لم يسمع من الشعبي وللحديث شاهد حسن عند أبي داود، ح: ٢٨٢٢ وابن ماجه، ح: ٣١٧٦ وغيرهما وصححه ابن حبان، ح: ١٠٦٩ والحاكم والذهبي: ٤/ ١١٣، ١١٤ وللحديث طرق أخرى ※ وفي الباب عن محمد بن صفوان [ابن ماجه، ح: ٣٢٤٤]، ورافع بن خديج [يأتي: ١٤٩١]، وعدي بن حاتم [أبو داود، ح: ٢٨٤٤].

١٤٧٣- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْإِفْرِيقِيِّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ الْمُجَثَّمَةِ، وَهِيَ الَّتِي تُصْبَرُ بِالنَّبْلِ.

[1473] سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجثمہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس سے مراد وہ جانور ہے جسے باندھ کر تیر کا نشانہ بنایا گیا ہو۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، وَأَنَسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي الدَّرْدَاءِ حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عرباض بن ساریہ، انس، ابن عمر، ابن عباس، جابر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔

لغوی تشریح: مَصْبُورَہ اور مُجَثَّمَہ: اس جانور کو کہتے ہیں جسے باندھ کر تیر کا نشانہ بنایا گیا ہو جس سے وہ مر گیا ہو اور اسے ذبح نہ کیا گیا ہو، اس لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔

١٤٧٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ الْعِرْبَاضِ - [وَهُوَ] ابْنُ سَارِيَةَ - عَنْ أَبِيهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ [لُحُومِ] كُلِّ ذِي نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ، وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ، وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، وَعَنِ الْمُجَثَّمَةِ، وَعَنِ الْخَلِيسَةِ، وَأَنْ تُوطَأَ الْحَبَالَى حَتَّى يَضَعْنَ مَا فِي بُطُونِهِنَّ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى - هُوَ الْقُطَعِيُّ -: سُئِلَ أَبُو عَاصِمٍ عَنِ الْمُجَثَّمَةِ فَقَالَ: أَنْ يُنْصَبَ الطَّيْرُ أَوِ الشَّيْءُ فَيُرْمَى. وَسُئِلَ عَنِ الْخَلِيسَةِ فَقَالَ: الذِّئْبُ أَوِ السَّبُعُ يُدْرِكُهُ الرَّجُلُ

[1474] سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن ہر کچلی والے درندے (کے کھانے) سے، ہر پنجے سے شکار کرنے والے پرندے (کے کھانے) سے، گھریلو گدھوں کے گوشت سے، مجثمہ سے، خلیسہ (درندے کے منہ سے چھینا ہوا) سے اور حاملہ لونڈی کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے، جب تک وہ حمل وضع نہ کردے (بچہ پیدا نہ ہو جائے) منع فرمایا۔ محمد بن یحییٰ قطعی بیان کرتے ہیں: ابوعاصم سے مجثمہ کے معنی پوچھے گئے تو انھوں نے کہا: پرندے یا کسی جاندار کو گاڑا جائے، پھر اسے تیر کا نشانہ بنایا جائے۔ ان سے خلیسہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: بھیڑیے یا کسی درندے کے

١٤٧٣- أخرجه أحمد: ٥/ ١٩٥ والحميدي ح: ٣٩٧ من حديث سعيد بن المسيب به، وللحديث شواهد، انظر: الحديث الآتي: ١٨٢٥ * وفي الباب عن عرباض بن سارية [يأتي: ١٤٧٤]، وأنس [البخاري، ح: ٥٥١٣ ومسلم، ح: ١٩٥٦]، وابن عمر [البخاري، ح: ٥٥١٥ ومسلم، ح: ١٩٥٨]، وابن عباس [يأتي: ١٤٧٥]، وجابر [مسلم، ح: ١٩٥٩]، وأبي هريرة [يأتي: ١٧٩٥].

١٤٧٤- [صحيح مفرقًا دون الخليسة] أخرجه أحمد: ٤/ ١٢٧ عن أبي عاصم به * أم حبيبة بنت العرباض، لم أجد من وثقها وسيأتي الحديث: ١٥٦٤ وهو حديث حسن وللحديث شواهد كثيرة دون الخليسة، انظر، ح: ١١٣١ وغيره.

فَيَأْخُذُ[هُ] مِنْهُ فَيَمُوتُ فِي يَدِهِ قَبْلَ أَنْ يُذَكِّيَهَا.

منہ سے انسان شکار چھڑائے اور پھر وہ اس کے ہاتھ میں ذبح کرنے سے پہلے ہی مر جائے۔

فائدہ: اس حدیث میں خلیسہ کے علاوہ دیگر باتوں کی ممانعت دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

١٤٧٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُتَّخَذَ شَيْءٌ فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا.

[1475] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی ذی روح (جاندار) کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

فائدہ: کسی جاندار کو باندھ کر نشانہ بنانے سے اسے دکھ اور درد پہنچتا ہے جس سے اس کی جان ضائع ہو جاتی ہے کیونکہ ذبح نہ کرنے کی وجہ سے وہ کھایا نہیں جا سکتا ہے، اس لیے بلا فائدہ چلا جاتا ہے۔ گویا مصبورہ، مجثمہ اور نشانہ بنانا ایک ہی چیز ہے۔ اسی طرح کسی غیر کے حمل کے بعد حاملہ عورت سے تعلقات قائم کرنا، کسی غیر کی کھیتی کو سیراب کرنا ہے، اس لیے یہ جائز نہیں۔ خلیسہ کے منع ہونے کا سبب اس کا ذبح کرنے سے پہلے مر جانا ہے۔

(المعجم ١٠) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي ذَكَاةِ الْجَنِينِ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ جنین کا ذبح کرنا

١٤٧٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُجَالِدٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ».

[1476] سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جنین کا ذبح ہونا ماں کے ذبح ہونے کے ساتھ ہے۔“ یعنی ماں ذبح ہوئی تو جنین بھی ذبح ہو گیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ

اس مسئلے میں سیدنا جابر، ابوامامہ، ابودرداء اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

١٤٧٥- أخرجه ابن ماجه، الذبائح، باب النهي عن صبر البهائم وعن المثلة، ح:٣١٨٧ من حديث سفيان الثوري به، وله شاهد عند مسلم، ح:١٩٥٧ وغيره وبه صح الحديث.

١٤٧٦- [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، ح:٢٨٢٧ وابن ماجه، ح:٣١٩٩ من حديث مجالد به و تابعه يونس بن أبي إسحاق، وصححه ابن حبان، ح:١٠٧٧ وللحديث طرق أخرى * وفي الباب عن جابر [أبو داود، ح:٢٨٢٨]، وأبي أمامة [الطبراني في الكبير:٨/ ١٢١، ١٢٢، ح:٧٤٩٨]، وأبي الدرداء [الطبراني في الكبير:٨/ ١٢١، ١٢٢، ح:٧٤٩٨]، وأبي هريرة [الحاكم:٤/ ١١٤].

حَسَنٌ [صَحِيحٌ]. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَأَبُو الْوَدَّاكِ اسْمُهُ جَبْرُ بْنُ نَوْفٍ.

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سیدنا ابوسعید سے دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔ اور ابو وداک کا نام جبر بن نوف ہے۔

فائدہ: جنین سے مراد وہ بچہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ امام ابوحنیفہ کے سوا تمام صحابہ و تابعین اور ائمہ کا یہ موقف ہے کہ اگر ایسا حیوان ذبح کیا جائے جس کے پیٹ میں بچہ ہے تو وہ ماں کے ساتھ ہی ذبح تصور ہوگا، اسے الگ ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ امام ابو یوسف اور محمد کا موقف بھی یہی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 18/5)

(المعجم ١١) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي كَرَاهِيَةِ كُلِّ ذِي نَابٍ وَذِي مِخْلَبٍ (التحفة ١١)

باب: 11۔ ہر کچلی والے درندے اور پنجے سے شکار کرنے والے پرندے کا کھانا منع ہے

١٤٧٧ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ.

[1477] سیدنا ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے (کے کھانے) سے منع فرمایا ہے۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [الْمَخْزُومِيُّ] وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ [عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ] نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهُ عَائِذُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ.

سعید بن عبدالرحمن وغیرہ نے اپنی سند سے بواسطہ ابوادریس خولانی مذکورہ بالا کی مانند روایت کیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوادریس خولانی کا نام عائذ اللہ بن عبداللہ ہے۔

فائدہ: کچلی والے درندے سے مراد: شیر، چیتا اور بھیڑیا وغیرہ ہیں جو اپنے نوک دار دانتوں سے حملہ آور ہوتے ہیں، یعنی چیرنے پھاڑنے والے حیوانات مراد ہیں۔

١٤٧٨ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو

[1478] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

١٤٧٧ـ أخرجه البخاري، الذبائح والصيد، باب أكل كل ذي ناب من السباع، ح: ٥٥٣٠ من حديث مالك ومسلم، ح: ١٩٣٢ من حديث ابن شهاب الزهري به وهو في الموطأ: ٢/ ٤٩٩ * حديث سفيان بن عيينة: البخاري، ح: ٥٧٨٠ ومسلم، ح: ١٩٣٢.

١٤٧٨ـ أخرجه أحمد: ٣/ ٣٢٣ عن أبي النضر به * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ١٤٧٩]، وعرباض بن سارية [تقدم: ١٤٧٤]، وابن عباس [مسلم، ح: ١٩٣٤].

النَّضرِ [هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ]: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ الْحُمُرَ الْإِنْسِيَّةَ، وَلُحُومَ الْبِغَالِ، وَكُلَّ ذِي نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَذِي مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ.

ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر گھریلو گدھوں، خچروں کے گوشت، ہر کچلی والے درندے اور پنجے سے شکار کرنے والے ہر پرندے کے گوشت کو حرام قرار دیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، عرباض بن ساریہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر کی حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: پنجے والے پرندے سے مراد وہ پرندے ہیں جو اپنے پنجے سے شکار کرتے ہیں اور پنجے سے کھاتے ہیں، جیسے چیل، گدھ، باز وغیرہ۔

١٤٧٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَرَّمَ كُلَّ ذِي نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ.

[1479] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہر کچلی والے درندے کو حرام قرار دیا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔

فائدہ: جمہور علماء، امام ابوحنیفہ، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک کچلی والے درندے اور پنجے سے شکار کرنے والے پرندے کا گوشت کھانا جائز نہیں اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے، حرام نہیں۔ (شرح صحیح مسلم: 121/13)

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ مَا قُطِعَ مِنَ الْحَيِّ فَهُوَ مَيِّتٌ (التحفة ١٢)

باب: 12۔ زندہ جانور سے کاٹا ہوا گوشت مردار ہے

١٤٨٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

[1480] سیدنا ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور اہل مدینہ اونٹوں کے کوہان

١٤٧٩ـ أخرجه أحمد: ٢/ ٤١٨ عن قتيبة به وسيأتي مطولًا: ١٧٩٥ ورواه مسلم، ح: ١٩٣٣ من حديث أبي هريرة به.

١٤٨٠ـ أخرجه أبو داود، الصيد، باب: إذا قطع من الصيد قطعة، ح: ٢٨٥٨ من حديث عبدالرحمن بن عبدالله بن دينار به وهو حسن الحديث، وصححه ابن الجارود، ح: ٨٧٦ والحاكم والذهبي وله شاهد عند الحاكم: ٤/ ٢٣٩.

ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يَجُبُّونَ أَسْنِمَةَ الْإِبِلِ، وَيَقْطَعُونَ أَلْيَاتِ الْغَنَمِ، فَقَالَ: «مَا يُقْطَعُ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهُوَ مَيْتَةٌ».

اور بکریوں کے سرین (چکی) کاٹتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''جو گوشت زندہ جانور سے کاٹا جائے، وہ مردار ہوگا۔''

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ [الْجُوزَجَانِيُّ]: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَأَبُو وَاقِدٍ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ عَوْفٍ.

ابراہیم بن یعقوب جوزجانی کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند بیان کیا گیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور ہمارے علم کے مطابق صرف زید بن اسلم سے روایت کی گئی ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ اور ابوواقد لیثی کا نام حارث بن عوف ہے۔

فائدہ: زندہ حیوان سے کاٹا ہوا عضو حرام ہے کیونکہ وہ زندہ جانور سے الگ ہوجانے کے بعد زندگی سے محروم ہوکر مردار بن جاتا ہے۔ أسنمة: سنام (کوہان) کی جمع ہے اور أليات: إلية (سرین) کی جمع ہے۔ جاہلیت کے دور میں لوگ ان اعضاء کو اونٹوں اور بھیڑ بکریوں سے کاٹ کر کھالیتے اور زخم پر دوا لگا دیتے، اس طرح گوشت کھالیا اور جانور بھی محفوظ رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

(المعجم ١٣) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الذَّكَاةِ فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ (التحفة ١٣)

باب:13۔ جاندار کا ذبح کرنا حلق اور لَبَّہ (سرسینہ) سے ہوتا ہے

١٤٨١- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الْعُشَرَاءِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَمَا تَكُونُ الذَّكَاةُ إِلَّا فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ؟

[1481] ابوعشراء ؓ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ذبح صرف حلق اور لَبَّہ ہی سے نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا: ''اگر تم اس کی ران کو بھی نشانہ بنالو تو تمھارے لیے کافی ہوگا۔'' یزید بن ہارون کہتے ہیں: یہ

١٤٨١ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الذبائح، باب ذكاة الناد من البهائم، ح: ٣١٨٤ من حديث وكيع، وأبو داود، ح: ٢٨٢٥ والنسائي، ح: ٤٤١٣ من حديث حماد بن سلمة به وصححه ابن الجارود، ح: ٩٠٧ وضعفه أحمد وغيره * قال البخاري في أبي العشراء: "في حديثه واسمه وسماعه من أبيه نظر" وله شاهد ضعيف عند الهيثمي في مجمع الزوائد: ٤/ ٣٤ * وفي الباب عن رافع بن خديج [يأتي: ١٤٩١، ١٤٩٢].

قَالَ: «لَوْ طَعَنْتَ فِي فَخِذِهَا لَأَجْزَأَ عَنْكَ» قَالَ أَحْمَدُ ابْنُ مَنِيعٍ: قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: هٰذَا فِي الضَّرُورَةِ.

مجبوری کی صورت میں ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، وَلَا نَعْرِفُ لِأَبِي الْعُشَرَاءِ عَنْ أَبِيهِ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ، وَاخْتَلَفُوا فِي اسْمِ أَبِي الْعُشَرَاءِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اسْمُهُ أُسَامَةُ بْنُ قِهْطَمٍ، وَيُقَالُ: [اسْمُهُ] يَسَارُ بْنُ بَرْزٍ. وَيُقَالُ: ابْنُ بَلْزٍ. وَيُقَالُ: اسْمُهُ عُطَارِدٌ [نُسِبَ إِلٰى جَدِّهِ].

اس مسئلے میں سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں یہ روایت صرف حماد بن سلمہ بیان کرتا ہے، اور ہمارے علم میں ابوعشراء نے اپنے باپ سے صرف یہی حدیث بیان کی ہے۔ ابوعشراء کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ بقول بعض اس کا نام اسامہ بن قِہطم ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام یسار بن برز ہے، اور ابن بلز بھی کہا جاتا ہے۔ عطارد بھی کہا جاتا ہے اور اپنے دادا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے۔ جانور کو ذبح کرنے کی اصل جگہ لبہ اور حلق ہی ہے۔ اونٹ کو لبہ، یعنی سینے کے اوپر کے حصے سے نحر کیا جاتا ہے اور باقی حیوانات کو حلق سے، البتہ کوئی سرکش جانور ہو جو قابو میں نہ آ رہا ہو تو اسے کسی طرح سے بھی زخمی کر کے گرا لیا جائے تو جائز ہے اور اس کے بعد اس کے حلق پر چھری پھیر کر باقاعدہ ذبح کر لیا جائے۔

(المعجم ١٤) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي قَتْلِ الْوَزَغِ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ چھپکلی مارنے کا بیان

١٤٨٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً بِالضَّرْبَةِ الْأُولٰى كَانَ لَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، فَإِنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ كَانَ لَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، فَإِنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ كَانَ لَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً».

[1482] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے چھپکلی کو پہلی چوٹ میں مار ڈالا، اسے اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی۔ اگر دوسری ضرب سے مارتا ہے تو اسے اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی۔ اگر تیسری چوٹ سے مارتا ہے تو اسے اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَسَعْدٍ وَعَائِشَةَ وَأُمِّ شَرِيكٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَحَدِيثُ أَبِي

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، سعد، سیدہ عائشہ اور ام شریک رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ

١٤٨٢- أخرجه مسلم، السلام، باب استحباب قتل الوزغ، ح: ٢٢٤٠ عن أبي كريب به * وفي الباب عن ابن مسعود [أحمد: ١/ ٤٢٠]، وسعد [مسلم، ح: ٢٢٣٨]، وعائشة [البخاري، ح: ١٨٣١ ومسلم، ح: ٢٢٣٩]، وأم شريك [البخاري، ح: ٣٣٠٧ ومسلم، ح: ٢٢٣٧].

هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد ومسائل: ① چھپکلی ایک زہر آلود کیڑا ہے۔ گرگٹ یا چلپاسہ بھی اسی جنس سے ہیں۔ یہ دودھ وغیرہ میں گر جائے تو اس کے زہر سے انسان مر سکتا ہے۔ پانی کو خراب کر دیتا ہے، انسان اس کو پی لے تو برص کی بیماری لاحق ہو سکتی ہے، اس لیے جو انسان اس کو اہتمام اور مستعدی سے پہلی ہی چوٹ سے مار دے تاکہ بھاگ نہ جائے تو اس کے لیے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ دوسری چوٹ سے مارنے کی صورت میں اس سے کم اور تیسری چوٹ سے مارنے پر اس سے بھی کم نیکیاں ملتی ہیں۔ بعض احادیث میں پہلی چوٹ سے مارنے پر ستر نیکیاں ملنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے متعین عدد مراد نہیں، کثرت ثواب بیان کرنا مقصود ہے۔ (منة المنعم: 480/3، 481، وصحيح مسلم، حديث: 2240) نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ آدمی کو جری اور خوب نشانہ باز ہونا چاہیے۔ ② صحیح بخاری اور ابن حبان وغیرہ کی روایت سے چھپکلی کو قتل کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو یہ آگ کو تیز کرنے کے لیے پھونکیں مارتی تھی۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3359)

(المعجم ١) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي قَتْلِ الْحَيَّاتِ (التحفة ١٥)

باب: 15۔ سانپوں کو قتل کرنا

١٤٨٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ، وَاقْتُلُوا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ، فَإِنَّهُمَا يَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ وَيُسْقِطَانِ الْحَبَلَ».

[1483] سیدنا سالم بن عبداللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سانپوں کو مار ڈالو، خاص کر وہ جس کی پشت پر دو دھاریاں ہوتی ہیں اور چھوٹی دم والے کو کیونکہ یہ نظر پر اثر انداز ہوتے ہیں، یعنی بینائی ختم کر دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِي لُبَابَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى بَعْدَ ذٰلِكَ، عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوتِ وَهِيَ الْعَوَامِرُ. وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ أَيْضًا. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: إِنَّمَا يُكْرَهُ مِنْ قَتْلِ الْحَيَّاتِ، [قَتْلُ] الْحَيَّةِ الَّتِي تَكُونُ دَقِيقَةً كَأَنَّهَا فِضَّةٌ، وَلَا تَلْتَوِي فِي مِشْيَتِهَا.

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، سیدہ عائشہ، سیدنا ابو ہریرہ اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سیدنا ابو لبابہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس حکم کے بعد گھروں میں رہنے والے سانپوں کے مارنے سے منع فرمایا، ان سانپوں کو عوامر کہا جاتا ہے۔ (گھروں میں بسنے والے۔) یہ بات ابن عمر (اپنے چچا) زید بن خطاب سے بھی بیان کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک

١٤٨٣- أخرجه البخاري، بدء الخلق، باب قول الله تعالى: ﴿وبث فيها من كل دابة﴾، ح:٣٢٩٧ ومسلم، ح:٢٢٣٣ من حديث ابن شهاب الزهري به * وفي الباب عن ابن مسعود [أبو داود، ح:٥٢٤٩]، وعائشة [البخاري، ح:١٨٢٩ ومسلم، ح:١١٩٨]، وأبي هريرة [أبو داود، ح:٥٢٤٨]، وسهل بن سعد [الطحاوي في مشكل الآثار: ٤/ ٩٥].

فرماتے ہیں: سانپوں میں سے صرف ان سانپوں کے قتل کرنے کو مکروہ سمجھا جاتا ہے جو باریک ہوں، گویا چاندی ہوتے ہیں اور چلتے وقت وہ بل نہیں کھاتے، یعنی سیدھے چلتے ہیں۔

لغوی تشریح: ذو طفيتين: جس کی پشت پر دو دھاریاں ہوں، أبتر: دم بریدہ، یعنی چھوٹی دم والا۔

فائدہ: سانپوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ بعض اتنے زہریلے ہوتے ہیں کہ ان کی نظر سے آدمی کی بینائی ختم ہوجاتی ہے۔ حاملہ عورت کا حمل گر جاتا ہے۔ بعض کی نظر سے انسان فوراً مر جاتا ہے۔ اور بعض کی آواز ہی موت کا پیغام ثابت ہوتی ہے۔ ایسے نقصان دہ زہریلے سانپوں کو مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 49/5)

١٤٨٤ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِبُيُوتِكُمْ عُمَّارًا فَحَرِّجُوا عَلَيْهِنَّ ثَلَاثًا، فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَاقْتُلُوهُ».

[1484] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے گھروں میں اور مخلوق بھی بستی ہے (اشارہ سانپوں کی طرف تھا۔) انھیں تین دفعہ تنبیہ کرو۔ اگر اس کے بعد بھی تمھیں نظر آئیں تو انھیں قتل کردو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰكَذَا رَوٰى عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. وَرَوٰى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي السَّائِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ [عَنِ النَّبِيِّ ﷺ]. وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ. وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ. وَرَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ صَيْفِيٍّ نَحْوَ رِوَايَةِ مَالِكٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبیداللہ بن عمر نے یہ حدیث صیفی کے واسطے سے سیدنا ابوسعید سے بیان کی ہے۔ اور مالک بن انس نے یہ حدیث صیفی سے ہشام بن زہرہ کے مولیٰ ابوسائب کے واسطے سے ابوسعید سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ اور اس میں ایک واقعہ بھی ہے۔ امام ترمذی کے نزدیک مالک کی روایت، عبیداللہ بن عمر کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔ اور محمد بن عجلان نے صیفی سے امام مالک کی طرح ہی بیان کی ہے۔

فائدہ: عام طور پر گھروں میں رہنے والے سانپ زیادہ زہریلے نہیں ہوتے لیکن خوف وخطرے کا باعث بنتے ہیں، اس لیے جب نظر آئیں تو انھیں کہا جائے کہ ہم تمھیں یہاں رہنے سے متنبہ کرتے ہیں، اگر دوبارہ نظر آئے تو تمھیں ماریں گے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ جن ہوں اور اس حدیث میں جس واقعے کی طرف اشارہ ہے وہ تفصیلاً صحیح مسلم میں موجود ہے، دیکھیے: (منة المنعم: 479/3، شرح صحیح مسلم ازنووي: 336/14، 337) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خندق کے موقع پر ایک نوجوان جس کی نئی نئی شادی

١٤٨٤ـ أخرجه أحمد: ٣/ ٢٧ من حديث عبيدالله بن عمر به * حديث مالك في الموطأ: ٢/ ٩٧٦، ٩٧٧ ومن طريقه أخرجه مسلم، ح: ٢٢٣٦ مطولاً.

ہوئی تھی دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر گھر آیا۔ نیزہ اس کے پاس تھا۔ اس کی بیوی دروازے پر کھڑی تھی کیونکہ گھر میں ایک بڑا خوفناک سانپ ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ اندر جا کر اس نے اسے اپنے نیزے میں پرو لیا اور صحن میں گاڑ دیا۔ وہ نیزے سے حرکت کرتے ہوئے اس پر گرا اور دونوں ہی مر گئے۔ صحیح مسلم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سانپ جن ہوتے ہیں۔

١٤٨٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: قَالَ أَبُو لَيْلَى: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا ظَهَرَتِ الْحَيَّةُ فِي الْمَسْكَنِ فَقُولُوا لَهَا: إِنَّا نَسْأَلُكَ بِعَهْدِ نُوحٍ وَّبِعَهْدِ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ أَنْ لَّا تُؤْذِيَنَا، فَإِنْ عَادَتْ فَاقْتُلُوهَا».

[1485] سیدنا ابولیلیٰ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب گھر میں سانپ نظر آئے تو اسے کہو: ہم تم سے نوح علیہ السلام سے کیے ہوئے عہد اور سلیمان بن داود علیہما السلام سے کیے ہوئے پیان کے واسطے سے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اذیت نہ دو، سو اگر پھر ظاہر ہو تو اسے قتل کر دو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے ثابت بنانی سے صرف ابن ابی لیلیٰ بیان کرتا ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال ہے، اسی لیے سانپوں کے قتل کے بارے میں علماء کے مختلف موقف ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک ہر قسم کے سانپ، بلا امتیاز ہر جگہ قتل کر دیے جائیں۔ بعض حضرات کے نزدیک گھروں میں رہائشی سانپ قتل نہ کیے جائیں۔ بعض حضرات کے نزدیک ان گھریلو سانپوں کو آگاہ کیا جائے اور گھروں کی رہائش ان کے لیے تنگ کی جائے۔ بعض حضرات کے نزدیک تنبیہ اور تنگی کرنے کا تعلق صرف مدینہ منورہ کے گھروں میں رہنے والے سانپوں سے خاص ہے، باقی علاقوں میں ہو تو قتل کر دیا جائے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 52/5)

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي قَتْلِ الْكِلَابِ (التحفة ١٦)

باب: 16- کتوں کو قتل کرنا

١٤٨٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ زَاذَانَ وَيُونُسُ [بْنُ عُبَيْدٍ] عَنِ

[1486] سیدنا عبداللہ بن مغفل ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کتے اگر امتوں میں سے ایک

١٤٨٥- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الأدب، باب: في قتل الحيات، ح: ٥٢٦٠ من حديث محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليلى به وهو ضعيف.

١٤٨٦- أخرجه أبو داود، الصيد، باب اتخاذ الكلب للصيد وغيره، ح: ٢٨٤٥ وابن ماجه، ح: ٣٢٠٥ والنسائي، ح: ٤٢٨٥ من حديث يونس بن عبيد به، وله شواهد * وفي الباب عن ابن عمر [يأتي: ١٤٨٨]، وجابر [مسلم، ح: ١٥٧٢]، وأبي رافع [أحمد: ٦/٩]، وأبي أيوب [لم أجده].

الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْلَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ مِّنَ الْأُمَمِ لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا كُلِّهَا، فَاقْتُلُوا مِنْهَا كُلَّ أَسْوَدَ بَهِيمٍ».

امت، یعنی مخلوق نہ ہوتی تو میں تمام کتوں کے قتل کا حکم دیتا، اب تم صرف سیاہ کالے کتے کو قتل کیا کرو۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي رَافِعٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مُغَفَّلٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَيُرْوٰى فِي بَعْضِ الْحَدِيثِ: أَنَّ الْكَلْبَ الْأَسْوَدَ الْبَهِيمَ شَيْطَانٌ. وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ الْبَهِيمُ الَّذِي لَا يَكُونُ فِيهِ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيَاضِ. وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ صَيْدَ الْكَلْبِ الْأَسْوَدِ الْبَهِيمِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، جابر، ابورافع اور ابوایوب رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض احادیث میں یہ الفاظ بیان کیے گئے ہیں: کالا سیاہ کتا شیطان (شریر وسرکش) ہے۔ اور کالا سیاہ کتا وہ ہوتا ہے جس میں کوئی حصہ سفید نہ ہو۔ بعض اہل علم کے نزدیک انتہائی سیاہ کتے کا شکار بھی جائز نہیں۔

فائدہ: کتا ایسی مخلوق ہے جس سے فرشتے نفرت کرتے ہیں، اس لیے انھیں بلاضرورت رکھنا جائز نہیں، تاہم بعض امور کے لیے ان کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے سب کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ جو کتے انسان کے لیے تکلیف اور خرابی کا باعث ہیں انھیں ان کے شر وفساد کی بنا پر شیطان کا نام دیا گیا ہے، ان کے نقصان سے اگر مارنے کے سوا بچنا ممکن نہ ہو تو انھیں قتل کر دیا جائے، اس لیے کاٹنے والے اور باؤلے کتے کو بالاتفاق قتل کر دیا جائے کیونکہ اس کا کاٹا لاعلاج ہو جاتا ہے۔ سیاہ کتا انتہائی موذی ہوتا ہے، اس لیے اس کی خصوصی طور پر نشان دہی کی گئی ہے۔ امام احمد اور اسحاق کے نزدیک اس سے شکار کرنا بھی درست نہیں۔ بقول امام الحرمین اگر وہ تکلیف اور اذیت کا باعث نہ بنتا ہو تو پھر اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ (تحفة الأحوذي: 35/5)

(المعجم ١٧) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا، مَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ (التحفة ١٧)

باب: 17۔ کتا رکھنے والے کے اجر وثواب میں کس قدر کمی ہوتی ہے؟

١٤٨٧ – حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا أَوِ اتَّخَذَ كَلْبًا لَيْسَ بِضَارٍ، وَلَا كَلْبَ مَاشِيَةٍ، نَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ».

[1487] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کتا رکھا جو شکار کے لیے نہیں اور نہ مویشیوں کا محافظ ہے تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط کم ہوں گے۔''

١٤٨٧ـ أخرجه البخاري، الذبائح والصيد، باب من اقتنى كلبًا ليس بكلب صيد أو ماشية، ح: ٥٤٨٢ ومسلم، ح: ١٥٧٤ من حديث نافع به، ورواه أحمد: ٢/٤ عن إسماعيل بن إبراهيم - وهو ابن علية - به * وفي الباب عن عبدالله بن مغفل [يأتي: ١٤٩٩]، وأبي هريرة [يأتي: ١٤٩٠]، وسفيان بن أبي زهير [البخاري، ح: ٢٣٢٣ ومسلم، ح: ١٥٧٦].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَسُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «أَوْ كَلْبَ زَرْعٍ».

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مغفل، ابوہریرہ اور سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''یا کھیتی کی رکھوالی کرنے والا کتا۔''

فائدہ: کتا، فرشتوں کے نزدیک قابل نفرت ہے۔ جہاں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اور رحمت سے محروم شخص اللہ کی توفیق و برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور عام لوگ بھی کتے سے خوف کھاتے ہیں۔ یہ مالک کے کپڑوں اور برتنوں کو بھی منہ لگاتا ہے اور اس کے پالنے والے اس سے نفرت بھی نہیں رکھتے جبکہ شریعت کی نظر میں اس کا رکھنا ناپسندیدہ ہے۔ ان مختلف وجوہ کی بنا پر بلاضرورت و حاجت کتا رکھنے والا نیکی کی توفیق سے محروم ہوتا ہے، اور نیکیوں کی کمی اجر و ثواب میں کمی کا سبب ہے۔ کتے کی نحوست کی بنا پر اور دوسروں کے لیے تکلیف و اذیت کی کمی و بیشی کے سبب کبھی ایک قیراط کم ہوتا ہے اور کبھی دو قیراط کیونکہ ہر کتے کی نحوست و اذیت ایک جیسی نہیں ہوتی، نیز جو کتا باندھ کر رکھا جاتا ہے اس کی اذیت کم ہے اور جو کھلا چھوڑا جاتا ہے اس سے لوگوں کو تکلیف زیادہ پہنچتی ہے، اس لیے بندھے ہوئے کتے کی صورت میں اجر ایک قیراط کم ہوگا جیسا کہ آگے سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت میں آ رہا ہے۔ اور قیراط کی مقدار کی تعیین نہیں ہے۔ اور یہاں وہ قیراط مراد نہیں ہو سکتا جس کا ذکر جنازے کے باب میں ہوا ہے کیونکہ اس کا تعلق اللہ کے فضل و کرم اور رحمت سے ہے اور یہاں عقوبت و سزا مراد ہے جس میں اضافہ نہیں ہوتا۔

١٤٨٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ. قَالَ: قِيلَ لَهُ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ [كَانَ] يَقُولُ: أَوْ كَلْبَ زَرْعٍ. فَقَالَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ لَهُ زَرْعٌ.

[1488] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے اور مویشیوں کے محافظ کتے کے سوا دوسرے کتوں کے قتل کا حکم دیا۔ ان سے کسی نے کہا: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو کھیت کی رکھوالی کرنے والے کتے کو بھی مستثنیٰ کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: سیدنا ابوہریرہ کھیتی والے ہیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جو انسان کسی معاملے اور کام سے تعلق رکھتا ہے وہ اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ چونکہ کھیت والے تھے، اس لیے کھیتی سے متعلقہ مسائل کو وہ زیادہ جانتے تھے۔ اپنی ضرورت کی بنا پر انھوں نے کھیتی کے محافظ کتے کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ سے معلومات حاصل کیں اور ان کو یاد رکھا، اس لیے سیدنا ابن عمر

١٤٨٨- أخرجه مسلم، المساقاة، باب الأمر بقتل الكلاب وبيان نسخه . . . إلخ، ح: ١٥٧١ من حديث حماد بن زيد به.

کا مقصد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض یا طنز نہیں بلکہ اس سبب کی طرف اشارہ کرنا ہے جس کی بنا پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کھیتی کے کتے کے حکم کو یاد رکھا۔ یہ اضافہ دوسرے صحابہ کی روایات میں بھی آیا ہے۔ خود سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں بھی ہے۔ (منة المنعم: 49/3، وشرح صحیح مسلم از نووي: 10/340، 341) یہ اضافہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اعتماد کی بنا پر ہے، اس لیے منکرین حدیث کا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کی روایت پر اعتماد نہیں کرتے تھے، نا قابل التفات ہے۔

١٤٨٩- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: إِنِّي لَمِمَّنْ يَرْفَعُ أَغْصَانَ الشَّجَرَةِ عَنْ وَجْهِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: «لَوْلَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ مِّنَ الْأُمَمِ لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا، فَاقْتُلُوا مِنْهَا كُلَّ أَسْوَدَ بَهِيمٍ، وَمَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ يَرْتَبِطُونَ كَلْبًا إِلَّا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِمْ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ كَلْبَ غَنَمٍ».

[1489] سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے درخت کی شاخیں اوپر اٹھا رہے تھے جبکہ آپ خطاب فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر کتے امتوں میں سے ایک امت (مخلوق) نہ ہوتے تو میں ان کے قتل کرنے کا حکم دیتا، لہٰذا ان میں سے جو سیاہ کالے ہیں انھیں قتل کر دو۔ اور جو گھر والے بھی کتا باندھتے ہیں ان کے عمل میں ہر روز ایک قیراط کی کمی ہوتی ہے الا یہ کہ شکاری کتا ہو یا کھیت کا (رکھوالا) کتا ہو یا بکریوں کا (محافظ) کتا ہو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی یہ روایت حسن سے کئی دوسرے راوی بھی بیان کرتے ہیں۔

١٤٩٠- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ [الْحُلْوَانِيُّ] وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ صَيْدٍ أَوْ زَرْعٍ انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ».

[1490] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کتا رکھا الا یہ کہ وہ مویشیوں کا (محافظ) کتا ہو یا شکاری ہو یا کھیتی کا رکھوالا ہو تو اس کے اجر میں ہر روز ایک قیراط کی کمی ہوگی۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَيُرْوٰى عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ: أَنَّهُ رَخَّصَ فِي إِمْسَاكِ

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عطا بن ابی رباح نے اس شخص کو بھی کتا رکھنے کی اجازت دی

١٤٨٩ـ أخرجه مسلم، المساقاة، باب الأمر بقتل الكلاب وبيان نسخه . . . إلخ، ح: ١٥٧٥ من حديث عبدالرزاق به، ورواه أبو داود، ح: ٢٨٤٤ عن الحسن بن علي به ※ أثر عطاء بن أبي رباح صحيح عنه.

١٤٩٠ـ انظر، ح: ١٤٨٦ وللحديث شواهد كثيرة.

الْكَلْبِ وَإِنْ كَانَ لِلرَّجُلِ شَاةٌ وَاحِدَةٌ. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ بِهٰذَا.

ہے جس کے پاس ایک ہی بکری ہو۔ یہ بات ہمیں اسحاق بن منصور کی سند سے بیان کی گئی ہے۔

(المعجم ١٨) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الذَّكَاةِ بِالْقَصَبِ وَغَيْرِهِ (التحفة ١٨)

باب:18۔ بانس وغیرہ سے ذبح کرنا

١٤٩١- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ مَا لَمْ يَكُنْ سِنٌّ أَوْ ظُفُرٌ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ: أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ».

[1491] سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کل دشمن سے ہمارا ٹکراؤ ہوگا اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو چیز خون بہا دے اور جانور پر تکبیر کہی گئی ہو تو اسے کھالو بشرطیکہ دانت یا ناخن سے ذبح نہ کیا ہو۔ میں تمھیں اس کا سبب بتاتا ہوں: دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَبَايَةَ عَنْ أَبِيهِ وَهٰذَا أَصَحُّ. وَعَبَايَةُ قَدْ سَمِعَ مِنْ رَافِعٍ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ أَنْ يُذَكَّى بِسِنٍّ وَلَا بِعَظْمٍ.

محمد بن بشار کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند مروی ہے لیکن اس میں عبایہ کا اپنے باپ سے روایت کرنے کا تذکرہ نہیں ہے اور یہی بات زیادہ صحیح ہے کیونکہ عبایہ نے (اپنے دادا) رافع سے براہ راست سنا ہے۔ (باپ کے واسطے کی ضرورت نہیں ہے۔) اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک دانت اور ہڈی سے ذبح کرنا جائز نہیں۔

فائدہ: جنگ کے لیے قوت وطاقت درکار ہوتی ہے اور گوشت قوت وطاقت کے حصول کا ذریعہ ہے اور اس کے لیے جانور ذبح کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اور ذبح تیز دھار آلے سے کرنا چاہیے تا کہ جانور کو تکلیف نہ ہو، اور ذبح کرتے وقت تکبیر کہنا ضروری ہے۔ ہڈی سے ذبح کرنا درست نہیں کیونکہ اس کی دھار نہیں ہوتی، جس سے آرام اور سکون کے ساتھ خون نکالا جا سکے، یہی صورت ناخن کی ہے اور بعض نے ظفر سے مراد وہ خوشبو لی ہے جو ناخن کے انداز میں ہوتی ہے اور سخت ہوتی ہے۔ اس سے بھی

١٤٩١- أخرجه البخاري، الذبائح والصيد، باب: إذا أصاب قوم غنيمة فذبح بعضهم غنمًا أو إبلًا . . . إلخ، ح: ٥٥٤٣ من حديث أبي الأحوص ومسلم، ح: ١٩٦٨ من حديث سعيد بن مسروق به، وحديث يحيى بن سعيد القطان متفق عليه، أخرجه البخاري، ح: ٥٥٠٩ ومسلم، ح: ١٩٦٨ عنه.

خون نہیں بہایا جاسکتا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چھری سے تو سب لوگ ذبح کرتے ہیں اور ناخن سے صرف حبشی ذبح کرتے تھے، اس لیے ان کی مشابہت سے روکا ہو۔ چھری میں عموم کے لحاظ سے مشابہت کا سوال پیدا نہیں ہوتا کہ کافر بھی چھری سے ذبح کرتے ہیں۔

(المعجم ١٩) بَابُ [مَا جَاءَ فِي الْبَعِيرِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ إِذَا نَدَّ فَصَارَ وَحْشِيًّا يُرْمٰى بِسَهْمٍ أَمْ لَا ؟] (التحفة ١٩)

باب: 19۔ اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری اگر جنگلی جانور کی طرح بھاگ کھڑے ہوں تو کیا ان کو تیر سے شکار کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

١٤٩٢- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ [بْنِ خَدِيجٍ] قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَنَدَّ بَعِيرٌ مِّنْ إِبِلِ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا فَعَلَ مِنْهَا هٰذَا فَافْعَلُوا بِهِ هٰكَذَا».

[1492] سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو لوگوں کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ کھڑا ہوا اور ان کے پاس (اس کے تعاقب کے لیے) گھوڑے نہ تھے۔ ایک آدمی نے اس پر تیر پھینکا جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے روک دیا، (تیر لگنے سے وہ رک گیا)۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان چوپاؤں میں بھی بھگوڑے ہوتے ہیں جس طرح جنگلی جانور بھگوڑے ہوتے ہیں (انسان سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں)۔ لہٰذا جو اس طرح بھاگ کھڑا ہو اس سے اسی قسم کا سلوک کرو۔''

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: عَبَايَةَ عَنْ أَبِيهِ وَهٰذَا أَصَحُّ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهٰكَذَا رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ مِّنْ رِّوَايَةِ سُفْيَانَ.

محمود بن غیلان کی سند سے مذکورہ بالا کے ہم معنی روایت کی گئی ہے لیکن اس میں وہ عبایہ کا اپنے باپ سے روایت کا ذکر نہیں کرتے اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔ اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔ شعبہ نے بھی سعید بن مسروق سے سفیان کی روایت بیان کی ہے۔

آخِرُ أَبْوَابِ الصَّيْدِ

فائدہ: جو چوپائے یا جانور جنگلی شکار کی طرح انسان سے بدک کر بھاگ کھڑے ہوں، انھیں شکاری جانور کی طرح تیر سے زخمی کر دیا جائے گا۔ اگر وہ قابو میں آنے سے پہلے خون نکل جانے سے مرجائے تو وہ ذبح کیا ہوا تصور ہوگا بشرطیکہ تکبیر پڑھ کر تیر یا فائر مارا ہو۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 35/11، 36، وتحفة الأحوذي: 59/5، 60)

١٤٩٢- أخرجه البخاري، أيضًا، ح: ٥٥٤٣ من حديث أبي الأحوص، والبخاري، ح: ٢٥٠٧ ومسلم، ح: ١٩٦٨ من حديث وكيع به، وانظر الحديث السابق.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ۱۰) أَبْوَابُ الْأَضَاحِي عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ (التحفة ۱۵)

رسول اکرم ﷺ سے منقول قربانیوں کے مسائل

(المعجم ۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْأُضْحِيَةِ (التحفة ۱)

باب: 1۔قربانی کی فضیلت

۱۴۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو مُسْلِمُ بْنُ عَمْرٍو [بْنِ مُسْلِمٍ] الْحَذَّاءُ الْمَدِينِيُّ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ [أَبُو مُحَمَّدٍ] عَنْ أَبِي الْمُثَنّٰى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِّنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَزَيْدِ ابْنِ أَرْقَمَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَأَبُو الْمُثَنّٰى اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ يَزِيدَ، رَوٰى عَنْهُ ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَيُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأُضْحِيَةِ: «لِصَاحِبِهَا بِكُلِّ

[1493] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قربانی کے دن (دس ذوالحجہ کو) انسان کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت پیش ہوگا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کی رضا وقبولیت حاصل کر لیتا ہے، اس لیے دل کی کامل خوشی اور مسرت کے ساتھ قربانیاں کیا کرو۔''

اس مسئلے میں سیدنا عمران بن حصین اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور ہشام بن عروہ سے صرف اسی سند سے ہمارے علم میں آئی ہے۔ اور ابوالمثنیٰ کا نام سلیمان بن یزید ہے۔ اس سے ابن ابی فدیک روایت کرتا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ سے قربانی کے

١٤٩٣ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الأضاحي، باب ثواب الأضحية، ح: ٣١٢٦ من حديث عبدالله بن نافع به * أبوالمثنى ضعيف كما في التقريب وغيره * وفي الباب عن عمران بن حصين [الحاكم: ٤/ ٢٢٢]، وزيد بن أرقم [ابن ماجه، ح: ٣١٢٧] * حديث: 'لصاحبها بكل شعرة حسنة' أخرجه ابن ماجه، ح: ٣١٢٧ وسنده ضعيف جدًا.

شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ» وَيُرْوٰى: «بِقُرُونِهَا».

بارے میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں ''قربانی کرنے والے کے لیے ہر بال کے عوض نیکی ہے۔'' اور ایک روایت میں: ''اس کے سینگوں کے عوض'' بھی آیا ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْأُضْحِيَةِ بِكَبْشَيْنِ (التحفة ٢)

باب:2۔ دو مینڈھے قربان کرنا

١٤٩٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: ضَحّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ، وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلٰى صِفَاحِهِمَا.

[1494] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھوں کی قربانی کی جو سینگوں والے اور سیاہی وسفیدی مائل تھے۔ آپ ﷺ نے دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، بسم اللہ پڑھی اور اللہ اکبر کہا، اور اپنا پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَأَبِي رَافِعٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي بَكْرَةَ [أَيْضًا]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوہریرہ، جابر، ابوایوب، ابودرداء، ابو رافع، ابن عمر اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لغوی تشریح: أملح: سیاہ وسفید، بقول بعض مٹیالا، خاکستری۔

فائدہ: قربانی کا جانور قبلہ رخ کر کے بائیں پہلو پر لٹانا چاہیے تاکہ اس پر پاؤں رکھ کر بائیں ہاتھ سے گردن پکڑ کر دائیں ہاتھ سے ذبح کیا جا سکے اور ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہنا مسنون ہے۔

(المعجم ٣) [بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأُضْحِيَةِ عَنِ الْمَيِّتِ] (التحفة ٣)

باب:3۔ میت کی طرف سے قربانی کرنا

١٤٩٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ

[1495] سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ دو مینڈھے

١٤٩٤۔ أخرجه البخاري، الأضاحي، باب التكبير عند الذبح، ح: ٥٥٦٥ ومسلم، ح: ١٩٦٦ عن قتيبة به * وفي الباب عن علي [يأتي: ١٤٩٥]، وعائشة [أبو داود، ح: ٣١٢٢]، وأبي هريرة [أبو داود، ح: ٣١٢٢]، وأبي أيوب [لم أجده]، وجابر [أبو داود، ح: ٢٧٩٥]، وأبي الدرداء [أحمد: ١٩٦/٥]، وأبي رافع [أحمد: ٦٦/٦]، وابن عمر [لم أجده]، وأبي بكرة [يأتي: ١٥٢٠].

١٤٩٥۔ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الضحايا، باب الأضحية عن الميت، ح: ٢٧٩٠ من حديث شريك به وصححه

الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي الْحَسْنَاءِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّهُ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ، أَحَدُهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالْآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ، فَقِيلَ لَهُ، فَقَالَ: أَمَرَنِي بِهِ - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - فَلَا أَدَعُهُ أَبَدًا.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ. وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُضَحّٰى عَنِ الْمَيِّتِ، وَلَمْ يَرَ بَعْضُهُمْ أَنْ يُضَحّٰى عَنْهُ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُتَصَدَّقَ عَنْهُ وَلَا يُضَحّٰى عَنْهُ، وَإِنْ ضَحّٰى فَلَا يَأْكُلْ مِنْهَا شَيْئًا، وَيَتَصَدَّقُ بِهَا كُلِّهَا. [قَالَ مُحَمَّدٌ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ شَرِيكٍ قُلْتُ لَهُ: أَبُو الْحَسْنَاءِ مَا اسْمُهُ؟ فَلَمْ يَعْرِفْهُ. قَالَ مُسْلِمٌ: اسْمُهُ الْحَسَنُ].

قربان کیا کرتے تھے۔ ایک نبی ﷺ کی طرف سے اور دوسرا اپنی طرف سے۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ نے، یعنی نبی ﷺ نے مجھے اس کا حکم دیا تھا، اس لیے میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف شریک بیان کرتا ہے۔ بعض اہل علم نے میت کی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دی ہے اور بعض کی رائے میں میت کی طرف سے قربانی نہیں ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میرے نزدیک میت کی طرف سے صدقہ کرنا زیادہ محبوب ہے۔ اس کی طرف سے قربانی نہ کرے۔ اگر قربانی کرے تو اس سے کچھ نہ کھائے، پوری قربانی صدقہ کر دے۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: امام علی بن مدینی کا قول ہے کہ یہ روایت شریک کے علاوہ دوسرے راوی سے بھی مروی ہے۔ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے ابوالحسناء کا نام پوچھا تو وہ نہ بتا سکے۔ امام مسلم رحمہ اللہ کے بقول اس کا نام حسن ہے۔

فائدہ: میت کی طرف سے الگ طور پر قربانی کرنے کی کوئی صحیح مرفوع روایت ثابت نہیں ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کے اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنے کی بنا پر بعض حضرات اس کی رخصت دیتے ہیں۔ بہت سے زندہ اور مردہ دونوں قسم کے لوگ تھے اور یہ آپ سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے امت کی طرف سے کی گئی قربانی ساری صدقہ کر دی تھی۔ (تحفة الأحوذي: 5/45، 46) بعض علماء نے نبی ﷺ کے عمل کو آپ کا خاصہ قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (إرواء الغليل: 4/354) یعنی امت کے لیے اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔

(المعجم ۲) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْأَضَاحِي (التحفة ۲)

باب: 4۔ کس قسم کی قربانی مستحب ہے؟

◀ الحاكم: ٤/ ٢٢٩، ٢٣٠ والذهبي، وقالا: "أبو الحسناء هو الحسن بن الحكم" قلت: لا، بل هو غيره وهو مجهول، والحكم ابن قتيبة وشريك القاضي مدلسان وعنعنا.

١٤٩٦- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ غِيَاثٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: ضَحّٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيلٍ، يَأْكُلُ فِي سَوَادٍ، وَيَمْشِي فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ.

[1496] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والا نر مینڈھا قربان کیا جو سیاہی میں کھاتا، سیاہی میں چلتا اور سیاہی میں دیکھتا تھا (اس کا منہ، پاؤں اور آنکھیں سیاہ تھیں۔)

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف حفص بن غیاث ہی بیان کرتا ہے۔

فائدہ: بعض حضرات کے نزدیک فحیل (نر، سانڈ) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خصی جانور کی قربانی جائز نہیں لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ خصی کرنے سے جانور پھلتا پھولتا اور موٹا تازہ ہوتا ہے اور اس کے گوشت میں عمدگی اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ حسن، عطا، شعبی، نخعی، مالک، شافعی، احمد، ابوثور اور اصحاب الرائے (احناف) کا یہی موقف ہے بلکہ بقول علامہ ابن قدامہ: ہمارے علم میں کسی امام سے اس کی مخالفت ثابت نہیں۔ (المغني: 371/13) بعض روایات کے مطابق آپ نے اس قسم کا مینڈھا لانے کا حکم دیا ہے، اس لیے مصنف نے اس قسم کے مینڈھے کی قربانی کو بہتر اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الْأَضَاحِي (التحفة ٥)

باب:5۔ کس قسم کے جانور کی قربانی جائز نہیں؟

١٤٩٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ [بْنُ حَازِمٍ] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوزَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَفَعَهُ قَالَ: «لَا يُضَحّٰى بِالْعَرْجَاءِ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَلَا بِالْعَوْرَاءِ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَلَا بِالْمَرِيضَةِ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَلَا بِالْعَجْفَاءِ الَّتِي لَا تُنْقِي».

[1497] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما مرفوع روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا جانور قربان نہ کیا جائے جو لنگڑا ہو اور اس کا لنگڑا پن بہت واضح ہو، اور نہ ایسا کانا جس کا کانا پن بالکل کھلا ہو، اور نہ ایسا بیمار جس کی بیماری بالکل واضح ہو اور نہ ایسا کمزور اور لاغر جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔''

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

ہناد اپنی سند سے مذکورہ بالا کے ہم معنی مرفوع روایت

١٤٩٦- أخرجه النسائي، الضحايا، باب الكبش: ٧/ ٢٢١، ح: ٤٣٩٥ عن الأشج، وأبو داود، ح: ٢٧٩٦ وابن ماجه، ح: ٣١٢٨ من حديث حفص بن غياث به، وله شاهد في صحيح مسلم، ح: ١٩٦٧ وغيره وبه صح الحديث.

١٤٩٧- أخرجه أبو داود، الضحايا، باب ما يكره من الضحايا، ح: ٢٨٠٢ وابن ماجه، ح: ٣١٤٤ والنسائي، ح: ٤٣٧٦ من حديث سليمان به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٩١٢ وابن حبان، ح: ١٠٤٦، ١٠٤٧ وابن الجارود، ح: ٤٨١، ٩٠٧، والحاكم: ١/ ٤٦٧، ٤٦٨ والذهبي وغيرهم.

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوزَ، عَنِ الْبَرَاءِ [بْنِ عَازِبٍ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوزَ عَنِ الْبَرَاءِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

بیان کرتے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہمارے علم میں اسے سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے صرف عبید بن فیروز ہی بیان کرتا ہے۔ اور اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں بیان کیے گئے چاروں عیب ایسے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک بالاتفاق ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں کیونکہ قربانی دراصل بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور ہدیۂ تشکر ہے کہ اس نے یہ جانور ہمارے مطیع و فرمانبردار کیے، اور ہمیں عنایت فرمائے، اس لیے اس کے لیے اچھے جانور کا انتخاب کرنا چاہیے۔ لولا، لنگڑا، اندھا، کانا، بیمار اور مریل جانور پیش نہیں کرنا چاہیے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 11/101، 102) تاہم مذکورہ عیبوں کا واضح ہونا ضروری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر معمولی عیب ہوگا تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْأَضَاحِي (التحفة ٦)

باب: 6۔ قربانی میں کون سے جانور مکروہ ہیں؟

١٤٩٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ النُّعْمَانِ [الصَّائِدِيِّ وَهُوَ الْهَمْدَانِيُّ] عَنْ عَلِيٍّ [بْنِ أَبِي طَالِبٍ] قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ، وَأَنْ لَا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ.

[1498] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھ لیں اور ہم مقابلہ، مدابرہ، شرقاء اور خرقاء کی قربانی نہ کریں۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ شُرَيْحِ ابْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ وَزَادَ قَالَ: الْمُقَابَلَةُ: مَا قُطِعَ طَرَفُ أُذُنِهَا. وَالْمُدَابَرَةُ: مَا قُطِعَ مِنْ جَانِبِ الْأُذُنِ. وَالشَّرْقَاءُ: الْمَشْقُوقَةُ. وَالْخَرْقَاءُ: الْمَثْقُوبَةُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

امام صاحب دوسری سند سے یہ اضافہ بیان کرتے ہیں کہ مقابلہ سے مراد وہ جانور ہے جس کا کان سامنے سے کٹا ہو (اور لٹک رہا ہو)۔ مدابرہ، جس کا کان پیچھے سے کٹا ہو (اور لٹک رہا ہو)۔ شرقاء، جس کا کان لمبائی میں چیرا گیا ہو۔ اور خرقاء، جس کے کان میں سوراخ ہو۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام صاحب فرماتے

١٤٩٨ـ [ضعيف إلّا جملة الاستشراف] أخرجه أبو داود، أيضًا، ح: ٢٨٠٤ وابن ماجه، ح: ٣١٤٢ والنسائي، ح: ٤٣٧٧ من حديث أبي إسحاق السبيعي به، والسند معلل ولبعضه شاهد حسن، يأتي: ١٥٠٣ والحديث صححه الحاكم: ٤/ ٢٢٤ والذهبي
* حديث عبيدالله بن موسى رواه الدارمي: ٢/ ٧٧، ح: ١٩٥٨ عنه .

صَحِيحٌ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَشُرَيْحُ بْنُ النُّعْمَانِ الصَّائِدِيُّ [هُوَ] كُوفِيٌّ، وَشُرَيْحُ بْنُ الْحَارِثِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ الْقَاضِي يُكْنٰى أَبَا أُمَيَّةَ، [قَدْ رَوٰى عَنْ عَلِيٍّ] وَشُرَيْحُ بْنُ هَانِئٍ كُوفِيٌّ وَهَانِئٌ لَهُ صُحْبَةٌ وَكُلُّهُمْ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ فِي عَصْرٍ وَاحِدٍ. [قَوْلُهُ: أَنْ نَسْتَشْرِفَ أَيْ: أَنْ نَنْظُرَ صَحِيحًا].

ہیں: شریح بن نعمان صائدی کوفے کا باشندہ ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہے۔ اور شریح بن حارث کندی کوفی قاضی ہے۔ اس کی کنیت ابوامیہ ہے اور سیدنا علی سے روایت کرتا ہے۔ اور شریح بن ہانی کوفی ہے اور ہانی کو آپ ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل ہے۔ یہ سب ایک دور کے لوگ ہیں اور سیدنا علی کے ساتھی ہیں۔ اور نستشرف کے معنی ہیں: ہم اچھی طرح دیکھ لیں۔

(المعجم ٧) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْجَذَعِ مِنَ الضَّأْنِ فِي الْأَضَاحِي (التحفة ٧)

باب: 7۔ کھیرے دنبے کی قربانی

١٤٩٩ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ كِدَامِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي كِبَاشٍ قَالَ: جَلَبْتُ غَنَمًا جُذْعًا إِلَى الْمَدِينَةِ فَكَسَدَتْ عَلَيَّ، فَلَقِيتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «نِعْمَ أَوْ نِعْمَتِ الْأُضْحِيَةُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ»، قَالَ: فَانْتَهَبَهُ النَّاسُ.

[1499] ابوکباش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینے میں کھیرے دنبے چھترے لایا اور وہ مندے کا شکار ہو گئے۔ میری ملاقات سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا (کھیرے دنبے قربانی میں نہیں لگتے؟) انھوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کھیرا دنبہ چھترا بہترین قربانی ہے۔'' تو لوگ ان پر ٹوٹ پڑے (فوراً خرید لیے۔)

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأُمِّ بِلَالٍ بِنْتِ هِلَالٍ عَنْ أَبِيهَا، وَجَابِرٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَرَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَوْقُوفًا [وَعُثْمَانُ بْنُ وَاقِدٍ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ]، وَالْعَمَلُ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، ام بلال کی اپنے باپ ہلال سے، جابر، عقبہ بن عامر، اور ایک اور صحابی رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے، اور یہ ابوہریرہ سے ان کے قول کی حیثیت سے بھی منقول ہے۔ اور عثمان بن واقد سے مراد، عثمان بن واقد بن محمد بن زیاد بن عبداللہ بن عمر بن

١٤٩٩ـ [ضعيف] أخرجه أحمد: ٢/ ٤٤٤ عن وكيع به * كدام وأبوكباش، وثقهما الترمذي وحده فهما مجهولا الحال * وفي الباب عن ابن عباس [الطبراني في الكبير: ٧/ ٢٠٥، ح: ١١٥٠٤ وح: ١١٥٦١]، وأم بلال بنت هلال عن أبيها [ابن ماجه، ح: ٣١٣٩]، وجابر [مسلم، ح: ١٩٦٣]، وعقبة بن عامر [يأتي: ١٥٠٠]، ورجل من أصحاب النبي ﷺ [أبو داود، ح: ٢٧٩٩].

عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ الْجَذَعَ مِنَ الضَّأْنِ يُجْزِىءُ فِي الْأُضْحِيَةِ.

خطاب ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا یہی عمل ہے کہ کھیرے دنبے، چھترے کی قربانی ہوجاتی ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، تاہم دوسرے دلائل کی رُو سے جمہور کے نزدیک کھیرا دنبہ، چھترا قربان کرنا جائز ہے مگر بہتر اور افضل یہ ہے کہ قربانی کا جانور دو دانتا ہو، یعنی اس کے سامنے والے دو دانت خودبخود گر چکے ہوں، لیکن سیدنا ابن عمر اور امام زہری کے نزدیک کھیرا کوئی جانور بھی جائز نہیں۔ امام ابن حزم نے بھی اس کی پرزور تائید کی ہے۔ جمہور کا قول درست ہے۔ (تحفة الأحوذي: 71/5) جمہور کے نزدیک وہ دنبہ، چھترا جذعہ (کھیرا) ہوگا جو پورے ایک سال کا ہوگا۔ اس سے کم عمر کے چھترے دنبے کی قربانی جائز نہیں۔ حنابلہ اور احناف کے نزدیک چھ ماہ کا دنبہ، چھترا جذعہ ہوجائے گا۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (منة المنعم: 322/3، وتحفة الأحوذي: 70/5، والمغني: 100/11) لیکن یہ مسلک صحیح نہیں۔

١٥٠٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يُقَسِّمُهَا عَلٰى أَصْحَابِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُودٌ أَوْ جَدْيٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «ضَحِّ بِهِ أَنْتَ».

[1500] سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بکریاں دیں کہ قربانی کے لیے صحابہ میں تقسیم کردے۔ بکری کا ایک بچہ بچ گیا۔ میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے تم قربان کردو (اس کی قربانی تم کردو۔)''

قَالَ وَكِيعٌ: اَلْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ يَكُونُ ابْنَ سَبْعَةِ أَوْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ: قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ ضَحَايَا فَبَقِيَتْ جَذَعَةٌ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «ضَحِّ بِهَا أَنْتَ». حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَأَبُو دَاوُدَ قَالَا: حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ بَعْجَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَدْرٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

امام وکیع کہتے ہیں: دنبہ، چھترا، جذعہ سات یا چھ ماہ کی عمر میں ہوتا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند سے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانیاں تقسیم فرمائیں تو ایک جذعہ بچ گیا۔ میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اس کی قربانی تم کردو۔'' امام صاحب یہ روایت اپنے استاد محمد بن بشار کی سند سے بھی بیان کرتے ہیں۔

لغوی تشریح: عتود: بکری کے اس طاقتور اور چرنے والے بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو اور بقول ابن بطال پانچ ماہ

١٥٠٠- أخرجه البخاري، الشركة، باب قسمة الغنم والعدل فيها، ح: ٢٥٠٠ ومسلم، ح: ١٩٦٥ عن قتيبة به، ورواه مسلم، ح: ١٦/١٩٦٥ من حديث يزيد بن هارون، والبخاري، ح: ٥٥٤٧ من حديث هشام الدستوائي به، وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ح: ١٠٠٢.

کا ہو۔ اور جَذَعٌ بکری کے نر بچے کو کہتے ہیں۔

فائدہ: دنبے، چھترے کے علاوہ دوسرے جانور اسی صورت میں قربان کیے جاسکتے ہیں جب ان کے دو دانت گر جائیں۔ بکری کا بچہ سوا سال کی عمر میں، گائے تیسرے سال اور اونٹ پانچویں، چھٹے سال میں دو دانتا ہوتا ہے۔ (منة المنعم: 322/3، والمغني: 101/11) امام ترمذی نے امام وکیع کی جو رائے نقل کی ہے کہ چھترا (جذعہ) 6، 7 ماہ کا ہوتا ہے، درست نہیں۔

(المعجم ٨) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْاِشْتِرَاكِ فِي الْأُضْحِيَةِ (التحفة ٨)

باب: 8۔ قربانی میں شراکت

١٥٠١- حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ عِلْبَاءَ بْنِ أَحْمَرَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحٰى، فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيرِ عَشَرَةً.

[1501] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو قربانی کا دن آ گیا۔ ہم گائے میں سات آدمی شریک ہوئے اور اونٹ میں دس۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الْأَشَدِّ الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، وَأَبِي أَيُّوبَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْفَضْلِ بْنِ مُوسٰى.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں ابو اشد اسلمی اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں اور ابوایوب سے بھی روایت ہے۔ امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: ابن عباس کی حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف فضل بن موسیٰ ہی روایت کرتا ہے۔

١٥٠٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ.

[1502] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حدیبیہ مقام پر اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے نحر کیا اور گائے بھی سات افراد کی طرف سے ذبح کی۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ

١٥٠١- أخرجه ابن ماجه، الأضاحي، باب عن كم تجزىء البدنة والبقرة، ح: ٣١٣١ والنسائي، ح: ٤٣٩٧ من حديث الفضل ابن موسى به * وفي الباب عن أبي الأشد الأسلمي عن أبيه عن جده [أحمد: ٣/ ٤٢٤]، وأبي أيوب [يأتي: ١٥٠٥].

١٥٠٢- أخرجه مسلم، الحج، باب جواز الاشتراك في الهدي . . . إلخ، ح: ١٣١٨ عن قتيبة به وهو في الموطأ: ٢/ ٤٨٦ (يحيى).

الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: يُجْزِىءُ أَيْضًا الْبَعِيرُ عَنْ عَشَرَةٍ. وَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

کا یہی قول ہے۔ اسحاق کے نزدیک اونٹ دس افراد سے بھی کفایت کرسکتا ہے، دلیل میں وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پیش کرتے ہیں۔

فائدہ: اکثر اہل علم کے نزدیک اونٹ اور گائے میں سات حصے رکھے جاسکتے ہیں، ائمہ اربعہ کا یہی موقف ہے۔ سیدنا علی، ابن عمر، ابن مسعود، ابن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ عطا، طاؤس، سالم، حسن بصری، ثوری، اوزاعی، اور ابوثور کا قول بھی یہی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہر جانور میں ایک ہی حصہ ہوگا۔ امام مالک کا ایک قول یہی ہے۔ سیدنا سعید بن مسیب اور اسحاق کے نزدیک اونٹ میں دس افراد شریک ہوسکتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک تقسیم کی صورت میں اونٹ دس بکریوں کے برابر ہوگا۔ (المغني: 97/11) اور بقول امام شوکانی حج کی ہدی کی صورت میں اونٹ میں سات حصے ہوں گے اور عیدالاضحیٰ کی قربانی میں دس حصے ہوں گے۔ (تحفة الأحوذي: 73/5) صلح حدیبیہ کے واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدی کی صورت میں اونٹ سات افراد کی طرف سے ہوگا۔

(المعجم ٩) [بَابٌ: فِي الضَّحِيَّةِ بِعَضْبَاءِ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ] (التحفة ٩)

باب: 9۔ سینگ ٹوٹے اور کان کٹے جانور کی قربانی

١٥٠٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجَيَّةَ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، قُلْتُ: فَإِنْ وَلَدَتْ؟ قَالَ: اذْبَحْ وَلَدَهَا مَعَهَا. قُلْتُ: فَالْعَرْجَاءُ. قَالَ: إِذَا بَلَغَتِ الْمَنْسِكَ. قُلْتُ: فَمَكْسُورَةُ الْقَرْنِ. فَقَالَ: لَا بَأْسَ، أُمِرْنَا أَوْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَيْنِ وَالْأُذُنَيْنِ.

[1503] حُجَيّہ بن عدی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گائے سات کی طرف سے ہے۔ میں نے پوچھا: اگر وہ بچہ جننے والی ہو (قربانی سے پہلے بچہ پیدا ہوجائے؟) فرمایا: بچہ بھی اس کے ساتھ ہی ذبح کردو۔ میں نے پوچھا: لنگڑی؟ فرمایا: جب وہ قربان گاہ تک پہنچ سکے، یعنی زیادہ لنگڑی نہ ہو۔ میں نے پوچھا: تو ٹوٹے سینگ والی؟ فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ ہمیں حکم دیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آنکھیں اور کان غور سے دیکھنے کا حکم دیا۔

[قَالَ أَبُوعِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اسے سلمہ بن کہیل سے سفیان ثوری بھی بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: قربانی کا جانور اگر حاملہ ہو اور قربانی سے پہلے بچہ جنے تو اس بچے کو بھی ساتھ ہی ذبح کردیا جائے گا۔ امام شافعی اور

١٥٠٣ـ [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه ابن ماجه، الأضاحي، باب ما يكره أن يضحى به، ح: ٣١٤٣ والنسائي: ٧/ ٢١٧، ح: ٤٣٨١ من حديث سلمة بن كهيل به وصححه الحاكم.

احمد کا یہی موقف ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بچہ مساکین کو زندہ ہی دے دیا جائے، اگر ذبح کر کے دے تو ڈنڈ پڑے گا۔ (المغني: 106/11)

١٥٠٤ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جُرَيِّ بْنِ كُلَيْبٍ النَّهْدِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُضَحّٰى بِأَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ. قَالَ قَتَادَةُ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: الْعَضَبُ مَا بَلَغَ النِّصْفَ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ.

[1504] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگ ٹوٹے اور کان کٹے جانور کی قربانی سے منع فرمایا۔ اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے عضب سے مراد آدھا اور اس سے زائد مراد لیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہ روایت سینگ کے ذکر کے ساتھ درست نہیں اور کان کا ذکر گزشتہ احادیث میں گزر چکا ہے۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزِىءُ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ ایک کنبے کی طرف سے ایک بکری کافی ہے

١٥٠٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ: حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ: سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوبَ [الْأَنْصَارِيَّ]: كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ: كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعِمُونَ حَتّٰى تَبَاهَى النَّاسُ فَصَارَتْ كَمَا تَرٰى.

[1505] عطا بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں قربانی کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: ایک آدمی اپنی اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتا تھا، چنانچہ وہ خود بھی کھاتے اور (دوسروں کو بھی) کھلاتے حتی کہ لوگوں نے فخر ومباہات کا سلسلہ شروع کر دیا اور اب صورت حال یہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعُمَارَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ هُوَ [مَدَنِيٌّ]. وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور عمارہ بن عبداللہ مدنی ہے۔ اس سے امام مالک بن انس روایت کرتے ہیں۔ اور بعض اہل علم کا عمل اسی حدیث کے

١٥٠٤ـ [منكر بذكر القرن] أخرجه ابن ماجه، أيضًا، ح: ٣١٤٥ من حديث سعيد بن أبي عروبة به ورواه شعبة عن قتادة به عند النسائي، ح: ٤٣٨٢ والبزار في البحر الزخار: ٣/ ٩٦، ح: ٨٧٦ أنظر: الإرواء، ح: ١١٤٩ .

١٥٠٥ـ أخرجه ابن ماجه، الأضاحي، باب من ضحى بشاة عن أهله، ح: ٣١٤٧ من حديث الضحاك بن عثمان به، وحديث مالك في الموطأ (النسخة الباكستانية) ص: ٤٩٧ والبيهقي: ٩/ ٢٦٨ .

الْعِلْمِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، وَاحْتَجَّا بِحَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ ضَحَّى بِكَبْشٍ فَقَالَ: «هٰذَا عَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي». وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا تُجْزِئُ الشَّاةُ إِلَّا عَنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ. وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَغَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ.

مطابق ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ انھوں نے نبی ﷺ کے اس فعل سے دلیل لی ہے کہ آپ نے ایک مینڈھا قربان کیا اور فرمایا: ''یہ میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جنھوں نے قربانی نہیں کی۔'' بعض اہل علم کا خیال ہے کہ بکری ایک ہی فرد کی طرف سے کفایت کرتی ہے۔ عبداللہ بن مبارک وغیرہ اہل علم کا قول یہی ہے۔

فائدہ: نبی اکرم ﷺ اپنی اور اپنے اہل بیت (اہل خانہ) کی طرف سے ایک ہی دنبہ، چھترا، یا مینڈھا قربانی کرتے تھے۔ امام مالک، لیث، اوزاعی، احمد اور اسحاق کا یہی موقف ہے۔ امام ثوری اور ابوحنیفہ کے نزدیک ایک بکری ایک ہی فرد کی طرف سے قربانی میں دی جا سکتی ہے۔ (المغني: 97/11، وتحفة الأحوذي: 76/5، 77) امام ابوحنیفہ، شافعی اور احمد کے نزدیک اہل خانہ کی طرف سے بہترین قربانی اونٹ ہے، پھر گائے، پھر بھیڑ بکری ہے، اور پھر اونٹ اور گائے میں اشتراک ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک سب سے افضل مینڈھا، دنبہ، پھر گائے اور پھر اونٹ ہے کیونکہ آپ مینڈھا قربان کرتے تھے۔ (المغني: 99/11)

(المعجم ١١) بَابُ [الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْأُضْحِيَةَ سُنَّةٌ] (التحفة ١١)

باب: 11۔ اس بات کی دلیل کہ قربانی کرنا سنت ہے

١٥٠٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْأُضْحِيَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ فَقَالَ: ضَحَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ. فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ فَقَالَ: أَتَعْقِلُ؟ ضَحَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ.

[1506] جبلہ بن سُحیم سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قربانی کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ انھوں نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔ اس نے ان سے دوبارہ سوال کیا، تو فرمایا: کیا سوجھ بوجھ اور عقل رکھتے ہو؟ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ الْأُضْحِيَةَ لَيْسَتْ بِوَاجِبَةٍ وَلٰكِنَّهَا سُنَّةٌ مِنْ سُنَنِ النَّبِيِّ ﷺ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُعْمَلَ بِهَا، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ قربانی فرض نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت اور معمول ہے۔ اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔ سفیان ثوری اور ابن مبارک کا یہی قول ہے۔

١٥٠٦- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الأضاحي، باب الأضاحي واجبة هي أم لا؟، ح: ٣١٢٤ من حديث حجاج بن أرطاة به، وهو ضعيف مدلس وعنعن.

فائدہ: یہ اور اس کے بعد والی دونوں روایتیں ضعیف ہیں، تاہم یہ بات ثابت ہے کہ قربانی کرنا نبی ﷺ کا زندگی بھر کا معمول رہا ہے۔ آپ نے کبھی قربانی ترک نہیں فرمائی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی پر عمل پیرا رہے ہیں، اس لیے وسعت و گنجائش کے وقت اس کو ترک کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ اسی لیے اکثر اہل علم نے اسے سنت مؤکدہ قرار دیا ہے۔ سیدنا ابوبکر، عمر، بلال اور ابو مسعود رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ سعید بن مسیب، علقمہ، اسود، عطاء، شافعی، احمد، اسحاق، ابوثور اور ابن منذر رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ربیعہ، مالک، ثوری، اوزاعی، ابوحنیفہ اور لیث رحمہم اللہ اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ (المغني: 95/11، وتحفة الأحوذي: 78/5، 80)

١٥٠٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَهَنَّادٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّي.

[1507] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینے کے دس سالہ قیام کے دوران میں قربانی کرتے رہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

(المعجم ١٢) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الذَّبْحِ بَعْدَ الصَّلَاةِ (التحفة ١٢)

باب: 12- نمازِ عید کے بعد قربانی ذبح کرنا

١٥٠٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي يَوْمِ نَحْرٍ فَقَالَ: «لَا يَذْبَحَنَّ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُصَلِّيَ». قَالَ: فَقَامَ خَالِي فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هٰذَا يَوْمٌ اللَّحْمُ فِيهِ مَكْرُوهٌ، وَإِنِّي عَجَّلْتُ نَسِيكَتِي لِأُطْعِمَ أَهْلِي وَأَهْلَ دَارِي أَوْ جِيرَانِي. قَالَ: «فَأَعِدْ ذَبْحًا بِآخَرَ». فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، عِنْدِي عَنَاقُ لَبَنٍ هِيَ خَيْرٌ مِّنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، أَفَأَذْبَحُهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَهُوَ خَيْرٌ فَسَيَكْفِيكَ، وَلَا

[1508] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: ''تم میں سے کوئی ہرگز ذبح نہ کرے یہاں تک کہ وہ نماز پڑھ لے۔'' میرے ماموں کھڑے ہو گئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! آج ایسا دن ہے جس میں (کثرت و فراوانی کی وجہ سے) گوشت ناپسند کیا جاتا ہے، اس لیے میں نے قربانی کرنے میں جلدی کی ہے، تاکہ اپنے گھر والوں اور اپنے محلے والوں یا پڑوسیوں کو کھلاؤں۔ آپ نے فرمایا: ''تو قربانی دوبارہ کر۔'' اس نے عرض کی: اے اللہ

١٥٠٧- [ضعيف] أخرجه أحمد: ٢/ ٣٨ من حديث ابن أبي زائدة به، وانظر الحديث السابق لعلة.

١٥٠٨- أخرجه مسلم، الأضاحي، باب وقتها، ح: ١٩٦١ من حديث داود بن أبي هند والبخاري، ح: ٩٥٥ من حديث الشعبي به * وفي الباب عن جابر [مسلم، ح: ١٩٦٤]، وجندب [البخاري، ح: ٩٨٥ ومسلم، ح: ١٩٦٠]، وأنس [البخاري، ح: ٩٥٤ ومسلم، ح: ١٩٦٢]، وعويمر بن أشقر [ابن ماجه، ح: ٣١٥٣]، وابن عمر [لعله يشير إلى حديث البخاري، ح: ٩٨٢]، وأبي زيد الأنصاري [ابن ماجه، ح: ٣١٥٤].

تُجْزِيءُ جَذَعَةٌ بَعْدَكَ».

کے رسول! میرے پاس دودھ پیتا بکری کا بچہ ہے جو گوشت والی دو بکریوں سے بہتر ہے، کیا میں اسے ذبح کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، وہ بہتر ہے، تیرے لیے کفایت کر سکے گا، تیرے علاوہ دوسروں کے لیے (تیرے بعد) بکری کا جذعہ کفایت نہیں کرے گا۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَجُنْدُبٍ، وَأَنَسٍ، وَعُوَيْمِرِ بْنِ أَشْقَرَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ [أَكْثَرِ] أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ لَا يُضَحِّيَ بِالْمِصْرِ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْإِمَامُ. وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ لِأَهْلِ الْقُرٰى فِي الذَّبْحِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ: أَنْ لَا يُجْزِيءُ الْجَذَعُ مِنَ الْمَعْزِ، وَقَالُوا: إِنَّمَا يُجْزِيءُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ.

اس مسئلے میں سیدنا جابر، جندب، انس، عویمر بن اشقر، ابن عمر اور ابوزید انصاری رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ شہر والوں کے لیے امام کے نمازِ عید پڑھانے سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔ بعض اہل علم نے دیہات والوں کو طلوع فجر کے بعد قربانی ذبح کر لینے کی اجازت دی ہے۔ ابن مبارک کا قول یہی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کا اتفاق ہے کہ بکریوں سے جذعہ کفایت نہیں کرتا۔ ان کے بقول دنبہ اور چھترا جذعہ ہو تو کفایت کرتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① قربانی کے دن چونکہ بہت سے لوگ قربانی کرتے ہیں، اس لیے گوشت وافر ہو جاتا ہے، اور ایک دو دفعہ کھانے کے بعد لوگ گوشت کھانے کی رغبت نہیں رکھتے، انجام کار کسی اور چیز کے کھانے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ لیکن ابتدائے دن میں گوشت کی خواہش اور رغبت رکھتے ہیں، اس لیے بعض روایات میں آیا ہے کہ ”یہ ایسا دن ہے جس میں لوگ گوشت کی خواہش اور رغبت رکھتے ہیں“ اس لیے سیدنا ابو بردہ بن نیار نے قربانی کا جانور ذبح کرنے میں جلد بازی سے کام لیا مگر رسول اللہ ﷺ نے انھیں دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا۔ لیکن چونکہ وہ اپنا جانور پہلے قربان کر چکے تھے، اس لیے دوبارہ انھیں ایک موٹا تازہ اور گوشت والا دودھ پیتا بکری کا بچہ قربان کرنے کی اجازت دے دی۔ اسی طرح استثنائی طور پر سیدنا عقبہ بن عامر کو بھی اجازت دے دی لیکن اس کی عام اجازت نہیں ہے۔ ② قربانی کے وقت میں شہر والوں اور دیہات والوں میں کوئی فرق و امتیاز نہیں۔ ہاں، ایسی جگہ (جنگل وصحرا) جہاں نمازِ عید نہیں ہوتی وہاں سورج نکلنے کے بعد جب نماز اور خطبہ کے بقدر وقت گزر جائے، قربانی ہو سکتی ہے۔ امام احمد، شافعی، اور ابن منذر کا موقف یہی ہے کہ جہاں عید کی نماز پڑھائی جاتی ہے وہاں نماز اور خطبے کے بعد قربانی کی جائے گی۔ (المغني: 113/11، 114) امام ابوحنیفہ اور ابن مبارک کے نزدیک طلوع فجر کے بعد ان لوگوں کو قربانی کی رخصت ہے جہاں عید نہیں پڑھی جاتی۔ اس اعتبار سے ان کے نزدیک گاؤں، دیہاتوں میں نماز فجر کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ لیکن یہ احادیث کے خلاف ہے۔

(المعجم ١٣) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي كَرَاهِيَةِ أَكْلِ الْأُضْحِيَةِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ (التحفة ١٣)

باب: 13۔ تین دن سے زائد قربانی کا گوشت کھانا ناپسندیدہ ہے

١٥٠٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا يَأْكُلْ أَحَدُكُمْ مِّنْ لَّحْمِ أُضْحِيَتِهِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ».

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَنَسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَإِنَّمَا كَانَ النَّهْيُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مُتَقَدِّمًا ثُمَّ رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِكَ.

[1509] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی اپنی قربانی کا گوشت تین دن سے زائد نہ کھائے۔''

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی ﷺ نے ابتدا میں تین دن سے زائد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا مگر بعد میں اجازت دے دی تھی۔

(المعجم ١٤) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الرُّخْصَةِ فِي أَكْلِهَا بَعْدَ ثَلَاثٍ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ قربانی کا گوشت تین دن سے زائد کھانے کی رخصت کا بیان

١٥١٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ [وَغَيْرُ وَاحِدٍ] قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [الثَّوْرِيُّ] عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ لِّيَتَّسِعَ ذُو الطَّوْلِ عَلٰى مَنْ لَّا طَوْلَ لَهُ، فَكُلُوا مَا بَدَا لَكُمْ وَأَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا».

[1510] سلیمان بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھیں قربانیوں کا گوشت تین دن سے زائد کھانے سے روک دیا تھا تاکہ قدرت و تونگری رکھنے والے دوسرے ضرورت مندوں کے لیے وسعت پیدا کریں، اور اب جب تک چاہو کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔''

١٥٠٩- أخرجه مسلم، الأضاحي، باب بيان ما كان من النهي عن أكل الأضاحي بعد ثلاث . . . إلخ، ح: ١٩٧٠ عن قتيبة به * وفي الباب عن عائشة [مسلم، ح: ١٩٧١ والبخاري، ح: ٥٥٧٠ والترمذي، ح: ١٥١١]، وأنس [البيهقي: ٤/ ٧٧].

١٥١٠- أخرجه مسلم، أيضًا، ح: ٩٧٧ بعد ١٩٧٥ من حديث سفيان الثوري به * وفي الباب عن ابن مسعود [أحمد: ١/ ٤٥٢]، وعائشة [يأتي: ١٥١١]، ونبيشة [أبو داود، ح: ٢٨١٣] وأصله في صحيح مسلم، [ح: ١١٤١]، وأبي سعيد [مسلم، ح: ١٩٧٣]، وقتادة بن النعمان [البخاري، ح: ٣٩٩٧]، وأنس [البيهقي: ٤/ ٧٧ وأحمد: ٣/ ٢٣٧، ٢٥٠]، وأم سلمة [لم أجده].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَعَائِشَةَ، وَنُبَيْشَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَقَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، وَأَنَسٍ، وَأُمِّ سَلَمَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ بُرَيْدَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، سیدہ عائشہ، نبیشہ، سیدنا ابوسعید، قتادہ بن نعمان، انس اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بریدہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔

فائدہ: جمہور صحابہ اور تابعین کے نزدیک تین دن کے بعد گوشت کھانا اور اس کا ذخیرہ کرنا جائز ہے کیونکہ ممانعت عارضی اور وقتی تھی، بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا تھا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اب بھی اگر فقراء اور ضرورت مندوں کی کثرت ہو اور اس کا تقاضا ہو کہ گوشت وافر مقدار میں تقسیم کیا جائے تو پھر تین دن سے زائد کھانا درست نہیں، عام حالات میں کھانا جائز ہے۔ سیدنا علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے نزدیک تین دن سے زائد کھانا درست نہیں۔ (شرح صحيح مسلم از نووي: 13/187، 188، والمغني: 11/111)

١٥١١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأُمِّ الْمُؤْمِنِينَ: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْهٰى عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ؟ قَالَتْ: لَا وَلٰكِنْ قَلَّ مَنْ كَانَ يُضَحِّي مِنَ النَّاسِ فَأَحَبَّ أَنْ يُطْعِمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ يُضَحِّي، وَلَقَدْ كُنَّا نَرْفَعُ الْكُرَاعَ فَنَأْكُلُهُ بَعْدَ عَشَرَةِ أَيَّامٍ.

[1511] عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المومنین (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ قربانیوں کے گوشت (کے کھانے) سے روکتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، لیکن کم لوگ تھے جو قربانیاں کرتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے چاہا کہ قربانی کرنے والے ان لوگوں کو بھی کھلائیں جو قربانی نہیں کر سکے۔ ہم جانور کے پائے اٹھا رکھتے تھے اور انھیں دس دن کے بعد کھاتے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ، وَأُمُّ الْمُؤْمِنِينَ هِيَ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْهَا هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ام المومنین سے مراد نبی ﷺ کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان سے یہ روایت اور سندوں سے بھی بیان کی گئی ہے۔

فائدہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا موقف یہ ہے کہ ممانعت کا اصل مقصد محتاجوں اور ضرورت مندوں کو گوشت فراہم کرنا ہے، خود کھانے سے منع کرنا مطلوب نہیں، جس قدر محتاجوں کو دے گا اتنا ہی بہتر ہے۔

(المعجم ١٥) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْفَرَعِ وَالْعَتِيرَةِ (التحفة ١٥)

باب: 15۔ فرع اور عتیرہ کا بیان

١٥١١۔ أخرجه البخاري، الأطعمة، باب ما كان السلف يدخرون في بيوتهم وأسفارهم من الطعام واللحم وغيره، ح: ٥٤٢٣ ومسلم، ح: ٢٩٧٠/ ٢٣ من حديث عابس بن ربيعة به نحو المعنى.

١٥١٢ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ [ابْنِ] الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ» وَالْفَرَعُ أَوَّلُ النِّتَاجِ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ فَيَذْبَحُونَهُ.

[1512] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اسلام میں) فرع اور عتیرہ کی کوئی حیثیت نہیں۔'' فرع سے مراد جانور کا سب سے پہلے پیدا ہونے والا (پلوٹھا) بچہ ہے جسے وہ (بتوں کی خوشنودی کے لیے) ذبح کرتے تھے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ نُبَيْشَةَ، وَمِخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ، [وَأَبِي الْعُشَرَاءِ، عَنْ أَبِيهِ]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَتِيرَةُ: ذَبِيحَةٌ كَانُوا يَذْبَحُونَهَا فِي رَجَبٍ يُعَظِّمُونَ شَهْرَ رَجَبٍ، لِأَنَّهُ أَوَّلُ شَهْرٍ مِّنْ أَشْهُرِ الْحُرُمِ. وَأَشْهُرُ الْحُرُمِ: رَجَبٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ. وَأَشْهُرُ الْحَجِّ: شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ. كَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ.

اس مسئلے میں سیدہ نبیشہ، مخنف بن سلیم اور ابوالعشراء کی اپنے باپ سے روایت ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور عتیرہ سے مراد وہ جانور ہے جسے وہ ماہ رجب کی تعظیم کے لیے ذبح کرتے تھے، کیونکہ وہ حرمت والے مہینوں میں سب سے پہلا مہینہ ہے۔ حرمت والے مہینے: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، اور محرم ہیں۔ اور حج کے مہینے: شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ حج کے مہینوں کے بارے میں بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات سے اسی طرح منقول ہے۔

فوائد ومسائل: ① دین اسلام توحید کا داعی ہے اور توحید ہی اس کی اساس ومرکز اور روح ہے۔ اور ہر وہ چیز جو توحید کے منافی ہو، اسلام میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ فرع اور عتیرہ میں چونکہ دور جاہلیت میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی مقصود اور مطلوب نہیں ہوتی تھی، اس لیے جاہلیت کے فرع اور عتیرہ کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں لیکن انھیں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے ذبح کیا جائے تو یہ پسندیدہ عمل ہوگا۔ ② دس ذوالحجہ گزر جانے کے بعد حج نہیں ہوسکتا، اس لیے حج کے مہینوں کو دس ذوالحجہ پر ختم کر دیا گیا ہے، حالانکہ حج کے افعال دس ذوالحجہ کے بعد بھی ادا کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: [اَلْحَجُّ عَرَفَةُ] حج تو عرفات میں پہنچنے ہی کا نام ہے۔'' اور عرفات میں نو ذوالحجہ کو پہنچا جاتا ہے اور دس ذوالحجہ کی نماز فجر تک اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَقِيقَةِ (التحفة ١٦)

باب: 16۔ عقیقے کا بیان

١٥١٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا

[1513] یوسف بن ماہک سے روایت ہے کہ کچھ لوگ

١٥١٢ـ أخرجه مسلم، الأضاحي، باب الفرع والعتيرة، ح: ١٩٧٦ من حديث عبدالرزاق، والبخاري، ح: ٥٤٧٣ من حديث معمر به، وهو في مصنف عبدالرزاق: ٤/ ٣٤١، ح: ٧٩٩٨ * وفي الباب عن نبيشة [أبو داود، ح: ٢٨٣٠]، ومخنف بن سليم [يأتي: ١٥١٨] وأبي العشراء عن أبيه [تمام بن محمد الرازي في الفوائد: ٣٣/ ٣٦].

١٥١٣ـ أخرجه ابن ماجه، ح: ٣١٦٣ من حديث ابن خثيم به وصححه ابن حبان، ح: ١٠٥٨ * وفي الباب عن علي ◄◄

بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ أَنَّهُمْ دَخَلُوا عَلَى حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَسَأَلُوهَا عَنِ الْعَقِيقَةِ، فَأَخْبَرَتْهُمْ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَهُمْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ.

سیدہ حفصہ بنت عبدالرحمان کے پاس گئے اور اس سے عقیقے کے بارے میں پوچھا تو اس نے انھیں بتایا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کریں جو ہم عمر اور ایک جیسی ہوں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کریں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأُمِّ كُرْزٍ، وَبُرَيْدَةَ، وَسَمُرَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَنَسٍ، وَسَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَحَفْصَةُ هِيَ ابْنَةُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ام کرز، بریدہ، سمرہ، ابوہریرہ، عبداللہ بن عمرو، انس، سلمان بن عامر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور حفصہ، عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی بیٹی ہے۔

لغوی تشریح: مُكَافِئَتَانِ: ایک جیسی، بقول بعض: ہم عمر، یکے بعد دیگرے ذبح کی گئی۔

فوائد و مسائل: ① بقول ابوعبید: عقیقہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو نومولود کے سر پر ہوتے ہیں۔ چونکہ جب یہ ساتویں دن مونڈے جاتے ہیں تو جانور بھی ذبح کیا جاتا ہے، اس لیے اسے بھی عقیقہ کہہ دیتے ہیں۔ اور امام احمد کے نزدیک یہ ذبح کرنے کا نام ہے کیونکہ اس کے لغوی معنی کاٹنا ہیں، اور جانور ذبح کرتے وقت اس کا حلق، مری (نرخرے سے معدے تک کھانے پینے کی نالی) اور دو رگیں کاٹی جاتی ہیں، اس لیے اسے عقیقہ کہہ دیا جاتا ہے۔ ② اکثر اہل علم کے نزدیک عقیقہ سنت ہے اور اصحاب الرائے کے نزدیک سنت نہیں۔ حسن بصری اور داود کے نزدیک فرض ہے۔ (المغني: 120/11، 121) ③ اکثر اہل علم کے نزدیک لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی جائے۔ حسن بصری اور قتادہ کے نزدیک عقیقہ صرف لڑکے کی طرف سے ہوگا۔ صحیح موقف اکثر اہل علم والا ہے۔ عقیقہ صحیح روایت کی رو سے ساتویں دن ہے، تاہم اگر کسی وجہ سے ساتویں دن رہ جائے تو پھر چودھویں یا اکیسویں دن کر لیا جائے۔ اگر اکیسویں دن بھی ممکن نہ ہو تو پھر پوری زندگی میں کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے۔ (الإرواء، حدیث: 1170) ④ عقیقے میں بھیڑ بکری ذبح کرنا ہی مسنون عمل ہے اور اسی کو ترجیح ہونی چاہیے کیونکہ رسول اکرم ﷺ سے، بڑا جانور عقیقے میں ذبح کرنا ثابت نہیں بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو ناپسند کیا ہے۔

◀◀ [يأتي: ١٥١٩]، وأم كرز [يأتي: ١٥١٦]، وبريدة [أبوداود، ح: ٢٨٤٣]، وسمرة [يأتي: ١٥٢٢]، وأبي هريرة [البيهقي: ٩/ ٣٠٢]، وعبد الله بن عمرو [أبو داود، ح: ٢٨٤٢]، وأنس [الطبراني في الصغير: ١/ ٨٥ وسنده موضوع]، وسلمان بن عامر [يأتي: ١٥١٥]، وابن عباس [أبو داود، ح: ٢٨٤١].

(المعجم ...) بَابُ الْأَذَانِ فِي أُذُنِ الْمَوْلُودِ (التحفة ١٦)

باب: ......نومولود کے کان میں اذان کہنا

١٥١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ - حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ - بِالصَّلَاةِ.

[1514] عبیداللہ بن ابی رافع اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو جنم دیا تو آپ نے اس کے کان میں نماز والی اذان کہی۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ [فِي الْعَقِيقَةِ] عَلَيْهِ، وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْعَقِيقَةِ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ: عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَيْضًا: أَنَّهُ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بِشَاةٍ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، عقیقے کے بارے میں عمل اسی پر ہے۔ اور نبی ﷺ سے عقیقے کے بارے میں کئی سندوں سے منقول ہے کہ لڑکے کی طرف سے ایک جیسی دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہو۔ اور نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ایک بکری سے کیا۔ بعض اہل علم کا موقف یہی ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، علاوہ ازیں کسی بھی صحیح حدیث و اثر میں اس کی اصل نہیں ملتی، تاہم امت کا عملی تواتر اس کی پشت پر موجود ہے۔ اس عملی تواتر کی وجہ سے نومولود بچے کے کان میں اذان دینا جائز ہے۔ اذان کی حکمت اور فلاسفی کے لیے دیکھیے: (تحفة المودود بأحكام المولود للحافظ ابن القيم رحمه الله، ص: 24)

١٥١٥- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ [الْخَلَّالُ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذٰى».

[1515] سیدنا سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لڑکے کے ساتھ عقیقہ (لازم) ہے، اس لیے اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس کی آلائش دور کرو۔''

١٥١٤ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الأدب، باب: في المولود يؤذن في أذنه، ح: ٥١٠٥ من حديث يحيى بن سعيد القطان به
* عاصم بن عبيدالله: ضعيف.

١٥١٥ـ أخرجه البخاري، العقيقة، باب إماطة الأذى عن الصبي في العقيقة، ح: ٥٤٧١ من حديث هشام بن حسان به وهو في مصنف عبدالرزاق: ٦/ ٣٢٩، ح: ٧٩٥٨.

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ [بْنُ أَعْيَنَ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ ابْنِ عَامِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ.

حسن بن اعین کی سند سے مذکورہ بالا کے ہم معنی بیان کیا گیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٥١٦- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ ثَابِتِ بْنِ سِبَاعٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أُمَّ كُرْزٍ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْعَقِيقَةِ، فَقَالَ: «عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ وَاحِدَةٌ، لَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا».

[1516] سیدہ اُم کرز رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ مذکر ہوں یا مؤنث، اس میں کوئی حرج نہیں۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: آلائش سے مراد سر کے بال ہیں۔ ساتویں دن بچی یا بچے کے سر کے بال بھی مونڈنے چاہئیں۔

(المعجم ١٧) بَابٌ: [خَيْرُ الْأُضْحِيَةِ الْكَبْشُ] (التحفة ١٨)

باب: 17۔ بہترین قربانی مینڈھا ہے

١٥١٧- حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ عَنْ عُفَيْرِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ الْأُضْحِيَةِ الْكَبْشُ، وَخَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ».

[1517] سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین قربانی مینڈھا ہے اور بہترین کفن ایک جوڑا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعُفَيْرُ بْنُ مَعْدَانَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور عُفیر بن معدان روایت حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

١٥١٦ـ أخرجه أحمد: ٦/ ٤٢٢ عن عبدالرزاق به، ورواه أبو داود، ح: ٢٨٣٦ من حديث عبيدالله بن أبي يزيد، والنسائي: ١/ ١٦٥، ح: ٤٢٢٣ من حديث ابن جريج، وصححه ابن حبان، ح: ١٠٥٩ والحاكم والذهبي.

١٥١٧ـ [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الأضاحي، باب ما يستحب من الأضاحي، ح: ٣١٣٠ من حديث عفير به، وهو ضعيف.

(المعجم ١٨) بَابٌ: [الْأُضْحِيَةُ فِي كُلِّ عَامٍ] (التحفة ١٩)

باب: 18۔ قربانی ہر سال ہے

١٥١٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ: حَدَّثَنَا أَبُو رَمْلَةَ عَنْ مِخْنَفِ ابْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: كُنَّا وُقُوفًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَاتٍ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَةٌ وَعَتِيرَةٌ، هَلْ تَدْرُونَ مَا الْعَتِيرَةُ: هِيَ الَّتِي تُسَمُّونَهَا الرَّجَبِيَّةَ».

[1518] سیدنا مِخْنَف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے تو میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا: ''اے لوگو! ہر گھرانے کے ذمے ہر سال قربانی اور عتیرہ ہے۔ جانتے ہو! عتیرہ کیا ہے؟ یہ وہی ہے جسے تم رجبیہ کا نام دیتے ہو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَوْنٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور ہمارے علم میں یہ حدیث صرف ابن عون کی روایت سے آئی ہے۔

فائدہ: یہ روایت اور اس جیسی دیگر روایات سے قربانی کے وجوب کا اشارہ ملتا ہے۔ ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ میں بھی نہ آئے۔ (مسند أحمد، حديث: 8273) اور جہاں تک عتیرہ کا معاملہ ہے تو وہ ضروری نہیں، تاہم اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور ذبح کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے۔

(المعجم ١٩) بَابٌ: [الْعَقِيقَةُ بِشَاةٍ] (التحفة ٢٠)

باب: 19۔ عقیقے میں ایک بکری ذبح کرنا

١٥١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى [بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: عَقَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَقَالَ: «يَا فَاطِمَةُ اِحْلِقِي رَأْسَهُ وَتَصَدَّقِي بِزِنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةً»، [قَالَ:] فَوَزَنْتُهُ، فَكَانَ وَزْنُهُ دِرْهَمًا أَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ.

[1519] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقے میں ایک بکری ذبح کی اور فرمایا: ''اے فاطمہ! اس کا سر مونڈ اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کر۔'' انھوں (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) نے ان کا وزن کیا تو ان کا وزن ایک درہم یا درہم کا کچھ حصہ تھا۔

١٥١٨ـ [حسن بالشواهد] أخرجه أبو داود، الضحايا، باب ما جاء في إيجاب الأضاحي، ح: ٢٧٨٨ وابن ماجه، ح: ٣١٢٥ والنسائي، ح: ٤٢٢٩ من حديث ابن عون به وللحديث شواهد عند النسائي، ح: ٤٢٣٠ وغيره.

١٥١٩ـ [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه ابن أبي شيبة: ٨/ ٤٧، ح: ٤٢٨٦ عن عبدالأعلى به، وللحديث شواهد عند ابن أبي شيبة والبيهقي: ٩/ ٣٠٤ وغيرهما.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ وَأَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ [ابْنِ الْحُسَيْنِ] لَمْ يُدْرِكْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں۔ اور ابوجعفر محمد بن علی بن حسین نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا۔

فائدہ: مختلف روایات کو جمع کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا مستحب ہے۔ (المغني: 11/121، 122) اور صحیح روایات کی رو سے مذکر کی طرف سے دو بکرے اور مؤنث کی طرف سے ایک بکرا یا مینڈھا ہوگا۔ اگر گنجائش نہ ہو تو لڑکے کی طرف سے بھی ایک بکرا کافی ہوگا۔ (المغني: 11/121، 122)

(المعجم ...) بَابٌ: [الْأُضْحِيَةُ بِكَبْشَيْنِ] (التحفة ٢١)

باب: ...... دو مینڈھے قربان کرنا

١٥٢٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِكَبْشَيْنِ فَذَبَحَهُمَا.

[1520] سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکرہ رحمہ اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، پھر (اونچی جگہ سے) اترے اور دو مینڈھے منگوائے اور انھیں ذبح کیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ٢٠) بَابٌ: [مَا يَقُولُ إِذَا ذَبَحَ] (التحفة ٢٢)

باب: 20۔ ذبح کرتے وقت کیا کہے؟

١٥٢١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْأَضْحٰى بِالْمُصَلّٰى، فَلَمَّا قَضٰى خُطْبَتَهُ نَزَلَ عَنْ مِنْبَرِهِ فَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ وَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي».

[1521] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر نبی ﷺ کے ساتھ عیدگاہ میں حاضر ہوا۔ جب آپ خطبے سے فارغ ہوئے تو منبر (بلند جگہ مراد ہے) سے اترے۔ آپ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے دست مبارک سے ذبح کیا اور فرمایا: [بِسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ] یہ میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے جنھوں نے قربانی نہیں کی۔"

١٥٢٠_ أخرجه مسلم، القسامة والمحاربين، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، ح: ١٦٧٩ من حديث ابن عون به مطولاً .

١٥٢١_ أخرجه أبو داود، الضحايا، باب: في الشاة يضحى بها عن جماعة، ح: ٢٨١٠ عن قتيبة به، وللحديث شواهد عند أبي داود، ح: ٢٧٩٥ والحاكم: ٤/ ٢٢٩ وغيرهما .

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ إِذَا ذَبَحَ: بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ. وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ. وَالْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ، يُقَالُ: إِنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ جَابِرٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے کہ آدمی ذبح کرتے وقت [بِسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ] کہے۔ ابن مبارک کا یہی قول ہے۔ اور مطلب بن عبداللہ بن حَنْطَب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے سنا نہیں ہے۔

فائدہ: قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت [بِسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ] کہنا چاہیے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس کے ساتھ یہ اضافہ کرنا [اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْكَ وَلَكَ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي] بہتر ہے۔ (المغني: 11/118)

(المعجم ٢١) بَابٌ: [مِّنَ الْعَقِيقَةِ] (التحفة ٢٢)

باب: 21۔ عقیقے سے متعلق کچھ اور بیان

١٥٢٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ، وَيُسَمّٰى، وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ».

[1522] سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض رہن ہوتا ہے جو اس کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور بچے کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔''

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُذْبَحَ عَنِ الْغُلَامِ الْعَقِيقَةُ يَوْمَ السَّابِعِ، فَإِنْ لَمْ يَتَهَيَّأْ يَوْمَ السَّابِعِ فَيَوْمَ الرَّابِعَ عَشَرَ، فَإِنْ لَمْ يَتَهَيَّأْ عُقَّ عَنْهُ يَوْمَ حَادٍ وَعِشْرِينَ. وَقَالُوا: لَا يُجْزِىءُ فِي الْعَقِيقَةِ مِنَ الشَّاءِ إِلَّا مَا يُجْزِىءُ فِي الْأُضْحِيَةِ.

حسن بن علی خلال اپنی سند سے سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے اس کے ہم معنی مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ اس عمل کو مستحب قرار دیتے ہیں کہ بچے کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔ اگر ساتویں دن میسر نہ آ سکے تو چودھویں دن کر دیا جائے۔ اگر چودھویں دن ممکن نہ ہو تو اکیسویں دن کر دیا جائے۔ ان کے بقول عقیقے میں وہی بکری کفایت کرے گی جو قربانی میں کفایت کرے گی۔

١٥٢٢- أخرجه أبو داود، الضحايا، باب: في العقيقة، ح: ٢٨٣٧، ٢٨٣٨ وابن ماجه، ح: ٣١٦٥ والنسائي، ح: ٤٢٢٥ من حديث الحسن البصري به، ورواه أبو داود، ح: ٢٨٣٨ من حديث سعيد بن أبي عروبة به، وصححه ابن الجارود، ح: ٩١٠ والحاكم: ٤/ ٣٧ والذهبي والإشبيلي وغيرهم.

فوائد و مسائل: ① بچے کی پیدائش پر خاندان والوں اور خصوصاً والدین کو جو طبعی خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے اس میں لوگوں کو کچھ بانٹا جاتا ہے۔ دورِ جاہلیت میں بھی عقیقہ کیا جاتا تھا۔ ہماری شریعت میں اسے خرافات سے پاک کر کے برقرار رکھا گیا ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے اس کی ترغیب بھی دلائی ہے۔ ② بقول بعض بچہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور عقیقہ اس کا شکرانہ اور فدیہ ہے، جب تک یہ شکریہ ادا نہ کیا جائے تو یہ بار باقی رہے گا۔ ③ عقیقے کے ساتھ ساتویں دن اس کے سر کے بال بھی صاف کر دیے جائیں۔ ④ عقیقہ ساتویں دن ہے۔ بصورت دیگر چودھویں یا اکیسویں دن کیا جا سکتا ہے۔ ⑤ عقیقے کو قربانی پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہہ دیا گیا ہے کہ اس میں بھی قربانی والی شرطیں ہونی چاہئیں لیکن کسی صحیح حدیث سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

(المعجم ٢٢) بَابُ [تَرْكِ أَخْذِ الشَّعْرِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ] (التحفة ٢٢)

باب: 22۔ جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ بال نہ کٹوائے

١٥٢٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَكَمِ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عَمْرٍو أَوْ عُمَرَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ رَأَى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ».

[1523] سیدہ ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ذوالحجہ کا چاند دیکھ لیا اور اس نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا ہو تو وہ اپنے بال اور اپنے ناخن ہرگز نہ تراشے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ] وَالصَّحِيحُ هُوَ عَمْرُو ابْنُ مُسْلِمٍ، قَدْ رَوٰى عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ نَحْوَ هٰذَا، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ كَانَ يَقُولُ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ. وَإِلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ ذَهَبَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَرَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ذٰلِكَ، فَقَالُوا: لَا بَأْسَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ. وَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ راوی کا نام عمر بن مسلم نہیں بلکہ عمرو بن مسلم ہے۔ اس سے محمد بن عمرو بن علقمہ اور دوسرے کئی راوی روایت کرتے ہیں۔ اور یہ روایت سعید بن مسیب سے اسی طرح اور سند سے بھی بیان کی گئی ہے۔ بعض اہل علم کا یہی قول ہے اور سعید بن مسیب بھی اسی کے قائل تھے۔ امام احمد اور اسحاق نے بھی اسی حدیث کو اختیار کیا ہے۔ بعض اہل علم نے بال اور ناخن کٹوانے کی رخصت دی ہے۔ ان کے بقول اپنے بال اور ناخن تراشنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام شافعی ؒ کا یہی قول ہے۔ اور وہ دلیل میں

١٥٢٣_ أخرجه مسلم، الأضاحي، باب نهي من دخل عليه عشر ذي الحجة . . . إلخ، ح: ١٩٧٧ عن أحمد به.

يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ مِنَ الْمَدِينَةِ فَلَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ مِنْهُ الْمُحْرِمُ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینے سے ہدی روانہ فرماتے تھے تو ان چیزوں سے نہیں بچتے تھے جن سے محرم بچتا یا کنارہ کشی کرتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام احمد، اسحاق اور سعید بن مسیب کے نزدیک بال تراشنا حرام ہے۔ امام مالک، شافعی اور بعض حنابلہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ بھی نہیں، کیونکہ جب لباس اور جنسی تعلقات پر پابندی نہیں تو بالوں اور ناخنوں پر بھی پابندی نہیں ہونی چاہیے، جس طرح کہ قربانی نہ کرنے والے پر پابندی نہیں۔ (المغني: 96/11) لیکن حدیث کا تقاضا ہے کہ اس کی پابندی کی جائے کیونکہ ہدی اور قربانی میں فرق ہے، نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث عام ہے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث خاص ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت قولی ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں نبی ﷺ کا فعل ہے۔ ترجیح قول کو ہوتی ہے اور کم از کم اس سے کراہت تنزیہی ضرور ثابت ہوتی ہے۔ (المغني: 96/11، 97، وتحفة الأحوذي: 99/5، 100) ② اگر کسی شخص کی نیت قربانی کرنے کی ہو لیکن وہ نہ کر سکے اور اپنے بال اور ناخن نہ تراشے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے یہ عمل کرے تو اسے قربانی کرنے والوں کے برابر ثواب حاصل ہو سکتا ہے۔ (سنن أبي داود، حديث: 2789)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(المعجم ١٨) أَبْوَابُ النُّذُورِ وَالْأَيْمَانِ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ (التحفة ١٦)

نذروں اور قسموں کے مسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ: أَنْ لَّا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ (التحفة ١)

باب: 1۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان: گناہ کی نذر معتبر نہیں (اسے پورا نہ کیا جائے)

١٥٢٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَّكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ».

[1524] سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نافرمانی کے عمل کی نذر نہیں (اس کا اعتبار نہیں) اور اس کا کفارہ قسم والا کفارہ ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرٍ، وَّعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ، لِأَنَّ الزُّهْرِيَّ لَمْ يَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ، [قَالَ:] وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ: مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، وَابْنُ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَرْقَمَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَالْحَدِيثُ هُوَ هٰذَا.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، جابر اور عمران بن حصین ؓ سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں، (اس سند سے) کیونکہ زہری نے یہ حدیث ابوسلمہ سے سنی نہیں۔ امام بخاری ؒ فرماتے ہیں: یہ بہت سے راویوں سے مروی ہے۔ ان میں موسیٰ بن عقبہ اور ابن ابی عتیق، زہری سے بیان کرتے ہیں اور وہ زہری اور ابوسلمہ کے درمیان دو راویوں کا واسطہ بیان کرتے ہیں۔ اور روایت یہی ہے (جیسا کہ مصنف اگلی روایت لا رہے ہیں۔)

١٥٢٤ـ [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، الأيمان والنذور، باب من رأى عليه كفارة إذا كان في معصية، ح: ٣٢٩٠ وابن ماجه، ح: ٢١٢٥ والنسائي، ح: ٣٨٦٥ من حديث يونس به والزهري صرح بالسماع عند النسائي، ح: ٣٨٦٩ وللحديث شواهد
* وفي الباب عن ابن عمر [لعله يشير إلى حديث البخاري، ح: ٦٦٠٨ ومسلم، ح: ١٦٣٩]، وجابر [أحمد: ٣/ ٢٩٧]، وعمران ابن حصين [النسائي: ٧/ ٢٩، ح: ٣٨٧٧-٣٨٨٢].

١٥٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو إِسْمَاعِيلَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يُوسُفَ التِّرْمِذِيُّ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَرْقَمَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ».

[1525] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی نافرمانی میں نذر نہیں اور اس کا کفارہ، قسم والا کفارہ ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَهُوَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ. [وَأَبُو صَفْوَانَ هُوَ مَكِّيٌّ وَاسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ، وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ الْحُمَيْدِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَجِلَّةِ أَهْلِ الْحَدِيثِ]. وَقَالَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَاحْتَجَّا بِحَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَّلَا كَفَّارَةَ فِي ذٰلِكَ. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ، وَالشَّافِعِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، اور مذکورہ بالا ابوصفوان کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ ابوصفوان مکی ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن سعید بن عبدالملک بن مروان ہے۔ اس سے امام حمیدی اور بہت سے جلیل القدر محدث روایت کرتے ہیں۔ اور کچھ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ والی نذر پوری نہ کی جائے اور اس کا کفارہ قسم (توڑنے) کا کفارہ ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے اور انھوں نے دلیل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت پیش کی ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کے نزدیک گناہ والی نذر معتبر نہیں اور نہ اس کا کوئی کفارہ ہے۔ امام مالک اور شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اس بات پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ گناہ اور نافرمانی کی نذر پر قائم رہنا اور اسے پورا کرنا جائز نہیں۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس کے پورا نہ کرنے کی بنا پر کفارہ ادا کرنا ہوگا یا نہیں؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود، ابن عباس، جابر، عمران بن حصین، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم امام ثوری اور ابوحنیفہ (احناف) کے نزدیک اس پر کفارہ ہے، امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے۔ امام مسروق، شعبی، مالک اور شافعی کے نزدیک کفارہ نہیں ہے۔ امام احمد کا ایک قول یہی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 337-335/11) صحیح موقف یہی ہے کہ کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

١٥٢٥_[صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، الأيمان والنذور، باب من رأى عليه كفارةً إذا كان في معصية، ح: ٣٢٩٢ والنسائي، ح: ٣٨٧٠ من حديث أيوب بن سليمان به.

(المعجم ٢) [بَابُ مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ]
(التحفة ٢)

باب:2۔جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی وہ اسے پورا کرے (اللہ کی اطاعت کرے)

١٥٢٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ [بْنِ أَنَسٍ]، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللهَ فَلَا يَعْصِهِ».

[1526] سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی اسے چاہیے کہ وہ اس کی اطاعت کرے، اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر مانی تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔''

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ. وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ قَالُوا: لَا يَعْصِي اللهَ وَلَيْسَ فِيهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ إِذَا كَانَ النَّذْرُ فِي مَعْصِيَةٍ.

حسن بن علی خلال کی سند سے سیدہ عائشہ ؓ سے اسی قسم کی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر بھی اسے قاسم بن محمد سے بیان کرتے ہیں۔ بعض اہل علم صحابہ کرام ؓ اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ امام مالک اور شافعی ؒ کا قول بھی یہی ہے۔ ان کے بقول اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور اس میں قسم والا کفارہ نہیں ہے جبکہ نذر نافرمانی اور گناہ کی ہو۔

فائدہ: اگر اطاعت کی نذر کسی نعمت کے حصول یا مصیبت سے بچاؤ کے ساتھ مشروط کی ہے تو یہ شرط پائے جانے کی صورت میں بالاتفاق نذر پوری کرنی ہوگی، مثلاً کہتا ہے: اگر اللہ نے مجھے بیماری سے شفا بخشی یا میرا گمشدہ مال مل گیا تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا فلاں چیز صدقہ کروں گا تو اس نذر کو پورا کرنا ہوگا۔ اگر اطاعت کی نذر بلا شرط کی ہے تو پھر اکثر اہل علم کے نزدیک پوری کرنی ہوگی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 332/11، 333)

(المعجم ٣) بَابُ [مَا جَاءَ] لَا نَذْرَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ (التحفة ٣)

باب:3۔ابن آدم (انسان) جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر نہیں مان سکتا

١٥٢٦ـ أخرجه البخاري، الأيمان والنذور، باب النذر في الطاعة: "وما أنفقتم من نفقة أو نذرتم من نذر"، ح: ٦٦٩٦، ٦٧٠٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ٢/ ٤٧٦ (يحيى).

١٥٢٧ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ابْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ».

[1527] سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بندے کے ذمے اس چیز کی نذر نہیں ہے جس کا وہ مالک نہیں۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن عمرو اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: ایک معین چیز جس کا انسان مالک نہ ہو اس کی نذر ماننا درست نہیں، مثلاً یہ کہنا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بیماری سے شفا بخشی تو میں فلاں غلام آزاد کروں گا، حالانکہ وہ غلام اس کی ملکیت میں نہیں۔ لیکن یہ نذر ماننا درست ہے: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا بخشی تو میں غلام آزاد کروں گا۔ پہلی صورت میں نذر معتبر نہیں ہے اور اس پر کفارہ بھی نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 104/5)

(المعجم ٤) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي كَفَّارَةِ النَّذْرِ إِذَا لَمْ يُسَمَّ (التحفة ٤)

باب: 4۔ غیر معین نذر کا کفارہ

١٥٢٨ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ ابْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَفَّارَةُ النَّذْرِ إِذَا لَمْ يُسَمَّ: كَفَّارَةُ يَمِينٍ».

[1528] سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نذر جب متعین نہ ہو تو اس کا کفارہ قسم والا کفارہ ہے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

١٥٢٧ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه ... إلخ، ح: ١١٠ من حديث هشام الدستوائي، والبخاري، ح: ٦٠٤٧ من حديث يحيى بن أبي كثير به * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [تقدم: ١١٨١]، وعمران بن حصين [مسلم، ح: ١٦٤١].

١٥٢٨ـ [صحيح لغيره دون قوله «إذا لم يسم»] أخرجه أبو داود، الأيمان والنذور، باب من نذر نذرًا لم يسمه، ح: ٣٣٢٣ من حديث أبي بكر بن عياش به وهو ضعيف وشيخه مجهول، وله شاهد عند مسلم، ح: ١٦٤٥ دون قوله: "إذا لم يسم" حديث أبي داود صحيح بالشواهد.

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے غیر متعین نذر کی کوئی حیثیت نہیں، نہ اس پر کفارہ ہی ہے، اسی لیے شیخ البانی رحمۃ اللہ کے نزدیک اس روایت میں [إِذَا لَمْ يُسَمِّ] کے الفاظ صحیح نہیں۔ باقی روایت صحیح ہے یعنی اصل حدیث اس طرح ہے کہ ''نذر کا کفارہ قسم والا کفارہ ہے۔'' اور نذر وہی ہوتی ہے جو متعین ہو۔

(المعجم ٥) بَابُ [مَا جَاءَ] فِيمَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا (التحفة ٥)

باب:5۔ ایک شخص کوئی قسم کھا لے پھر اس کو توڑنا بہتر سمجھے

١٥٢٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى [الصَّنْعَانِيُّ]: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ يُونُسَ [هُوَ ابْنُ عُبَيْدٍ]: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أَتَتْكَ عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنَّكَ إِنْ أَتَتْكَ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَلْتُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ».

[1529] سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن! عہدہ و منصب نہ مانگنا کیونکہ اقتدار اگر تمھیں مانگنے پر ملا تو تم اس کے حوالے کر دیے جاؤ گے۔ اور اگر وہ تمھیں بلا طلب ملا تو اس کے بارے میں تمھاری مدد کی جائے گی۔ اور جب تم کسی چیز کی قسم کھا لو اور پھر اس کے علاوہ کو بہتر سمجھو تو بہتر کام کر و اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ [عَلِيٍّ، وَجَابِرٍ]، وَعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَأَنَسٍ، وَعَائِشَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَأَبِي مُوسٰى. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، جابر، عدی بن حاتم، ابودرداء، انس، سیدہ عائشہ، سیدنا عبداللہ بن عمرو، ابوہریرہ، سیدہ ام سلمہ اور سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① عہدے اور منصب کی خواہش کرنا اور اقتدار طلب کرنا شریعت اسلامیہ کی نظر میں پسندیدہ نہیں اور اس کا حریص و خواہش مند اللہ تعالیٰ کی توفیق و اعانت سے محروم ہو جاتا ہے، لیکن اگر اسے دوسروں کی طرف سے اس کی پیش کش کی جائے اور ان کی طرف سے اصرار ہو تو ایسی صورت میں قبول کر لینے پر اللہ تعالیٰ کی توفیق و اعانت حاصل ہوتی ہے اور اپنی ذمے

١٥٢٩ـ أخرجه البخاري، الأحكام، باب من سأل الإمارة وكل إليها، ح: ٧١٤٧ ومسلم، ح: ١٦٥٢ من حديث يونس بن عبيد به * وفي الباب عن علي [لعله يشير إلى حديث أحمد: ١/ ٩٠ والله أعلم]، وجابر [الطبراني في الأوسط: ٥/ ٢٤٦، ح: ٤٤٨٥]، وعدي بن حاتم [مسلم، ح: ١٦٥١]، وأبي الدرداء [الحاكم: ٤/ ٣٠١ والبيهقي: ١٠/ ٥٢]، وأنس [يأتي: ١٥٣٦، ١٥٣٧]، وعائشة [ابن ماجه، ح: ٢١١٠]، وعبدالله بن عمرو [أبو داود، ح: ٣٢٧٤]، وأبي هريرة [يأتي: ١٥٣٠]، وأم سلمة [الطبراني في الكبير: ٢٣/ ٣٠٧، ح: ٦٩٤]، وأبي موسى [البخاري، ح: ٣١٣٣ ومسلم، ح: ١٦٤٩].

داری سے عہدہ برآ ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ کسی طرح انسان اگر ایسے کام کی قسم کھا لے کہ اسے نہ کرنا ہی بہتر اور مناسب ہو تو اسے وہ کام نہیں کرنا چاہیے اور قسم کا کفارہ ادا کر دینا چاہیے۔ یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔ اور قسم توڑنے سے پہلے بالاتفاق کفارہ فرض نہیں ہوتا۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 157/11) ③ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی منصب اور عہدے کا امیدوار بننا اور اس کے لیے بھاگ دوڑ کرنا یا جوڑ توڑ کرنا درست نہیں۔

(المعجم ٦) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْكَفَّارَةِ قَبْلَ الْحِنْثِ (التحفة ٦)

باب:6۔ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا

١٥٣٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ وَلْيَفْعَلْ».

[1530] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی کام کی قسم اٹھائی، پھر اس کے برعکس کو بہتر سمجھا تو وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور وہ کام کر لے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ الْكَفَّارَةَ قَبْلَ الْحِنْثِ تُجْزِئُ. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ [بْنِ أَنَسٍ]، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا يُكَفِّرُ إِلَّا بَعْدَ الْحِنْثِ. قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: إِنْ كَفَّرَ بَعْدَ الْحِنْثِ أَحَبُّ إِلَيَّ، وَإِنْ كَفَّرَ قَبْلَ الْحِنْثِ أَجْزَأَهُ.

اس مسئلے میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اصحاب کا عمل اسی پر ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا کفایت کر جاتا ہے۔ امام مالک بن انس، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کے بقول کفارہ قسم توڑنے کے بعد ہی ادا کرنا چاہیے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں: قسم توڑنے کے بعد کفارہ ادا کرنا مجھے زیادہ پسند ہے اور اگر قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کر دے تو کفایت کر جائے گا۔

فائدہ: اس بات پر اتفاق ہے کہ قسم توڑنے کے بعد کفارہ دینا واجب ہے اور قسم توڑنے سے پہلے وہ لازم نہیں ہوتا۔ لیکن اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا قسم توڑنے سے پہلے ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کہ قسم توڑنے کے بعد ادا کرے۔ امام شافعی کے نزدیک اگر کفارے میں روزہ رکھنا ہو تو پھر قسم توڑنے سے پہلے جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ، ان کے شاگرد اور اشہب مالکی کے نزدیک قسم توڑنے سے پہلے جائز نہیں۔ جمہور کا موقف درست ہے۔ تفصیل کے لیے

١٥٣٠ـ أخرجه مسلم، الأيمان، باب ندب من حلف يمينًا، فرأى غيرها خيرًا منها ... إلخ، ح: ١٦٥٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ٢/ ٤٧٨ (يحيى).

دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 107/5، وشرح صحيح مسلم از نووي: 157/11، والمغني: 223/11، 225) حنابلہ کے نزدیک قسم توڑنے سے پہلے یا بعد میں کفارہ ادا کرنا برابر ہے۔ (المغني: 483/13)

(المعجم) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الْاِسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِينِ (التحفة)

باب: 7۔ قسم میں استثنا کرنا، یعنی [إن شاء الله] کہنا

١٥٣١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ: حَدَّثَنِي أَبِي وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَقَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ، فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ».

[1531] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی معاملے میں قسم اٹھائی اور اس میں [إن شاء الله] کہا تو (کام نہ کرسکنے کی صورت میں) اس پر قسم توڑنے کا کفارہ نہیں ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رَوَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُهُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوفًا، وَهٰكَذَا رَوٰى سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا] مَوْقُوفًا، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَفَعَهُ غَيْرَ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: وَكَانَ أَيُّوبُ أَحْيَانًا يَرْفَعُهُ وَأَحْيَانًا لَا يَرْفَعُهُ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ الْاِسْتِثْنَاءَ إِذَا كَانَ مَوْصُولًا بِالْيَمِينِ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالْأَوْزَاعِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت حسن ہے۔ عبیداللہ بن عمر اور بعض دوسرے راویوں نے اسے سیدنا ابن عمر کا قول قرار دیا ہے۔ اور سیدنا سالم اپنے باپ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسے موقوفاً (ان کے قول کی حیثیت سے) ہی بیان کرتے ہیں۔ ہمارے علم میں ایوب سختیانی رحمہ اللہ کے سوا کسی نے اسے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔ اسماعیل بن ابراہیم کہتے ہیں: ایوب رحمہ اللہ کبھی اسے مرفوعاً بیان کرتے اور کبھی موقوفاً۔ اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے کہ اگر [إن شاء الله] قسم کے ساتھ ہی کہا تو قسم نہیں ٹوٹے گی، یعنی قسم ٹوٹنے کا کفارہ نہیں پڑے گا۔ سفیان ثوری، اوزاعی، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

١٥٣١- أخرجه النسائي، الأيمان والنذور، باب من حلف فاستثنى: ١٢/٧، ١٣ ح: ٣٨٢٤ من حديث عبدالوارث، وأبو داود، ح: ٣٢٦١، ٣٢٦٢ وابن ماجه، ح: ٢١٠٥ والنسائي، ح: ٣٨٦٠ من حديث أيوب السختياني به وصححه ابن حبان * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ١٥٣٢].

فائدہ: جمہور کے بقول اگر قسم کے ساتھ ہی بلا توقف [إن شاء اللہ] کہہ لیتا ہے تو وہ اپنی قسم میں حانث (قسم توڑنے والا) نہیں ہوگا۔ بعض تابعین، طاؤس اور حسن کے نزدیک جب تک مجلس برخواست نہیں ہوتی [إن شاء اللہ] کہہ سکتا ہے۔ سیدنا سعید بن جبیر کے نزدیک چار ماہ تک اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھولنے کی صورت میں ایک سال تک [إن شاء اللہ] کہہ دے تو حانث نہیں ہوگا۔ (المستدرك للحاكم: 303/4، حديث: 7833) تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 227/11-229)

١٥٣٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَلَفَ [عَلٰى يَمِينٍ] فَقَالَ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، لَمْ يَحْنَثْ».

[1532] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی معاملے کے لیے قسم اٹھائی اور [إن شاء اللہ] کہا، وہ حانث نہیں ہوگا، یعنی اس میں قسم نہیں ٹوٹے گی۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ خَطَأٌ أَخْطَأَ فِيهِ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اخْتَصَرَهُ مِنْ حَدِيثِ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَبْعِينَ امْرَأَةً تَلِدُ كُلُّ امْرَأَةٍ غُلَامًا، فَطَافَ عَلَيْهِنَّ فَلَمْ تَلِدِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ، إِلَّا امْرَأَةٌ نِصْفَ غُلَامٍ» فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «لَوْ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَكَانَ كَمَا قَالَ». هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ هٰذَا الْحَدِيثُ بِطُولِهِ، وَقَالَ: سَبْعِينَ امْرَأَةً. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى مِائَةِ امْرَأَةٍ».

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اس حدیث کے بارے میں امام محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: یہ حدیث غلط ہے۔ عبدالرزاق کو اس میں غلطی لگی ہے کہ اس نے معمر کی حدیث کو مختصر کر دیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سیدنا سلیمان بن داود (علیہما السلام) نے کہا: میں آج رات ضرور ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا۔ ہر بیوی بچہ (لڑکا) جنے گی، چنانچہ انھوں نے سب سے صحبت کی مگر ان میں سے کسی نے بچہ نہ جنا، صرف ایک بیوی نے ادھرنگ (ناقص) بچہ جنا۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ [إن شاء اللہ] کہہ لیتے تو ان کی خواہش پوری ہوجاتی، یعنی ہر بیوی بچہ جنتی۔'' عبدالرزاق، معمر کی سند سے اسی طرح مکمل حدیث بیان کرتے ہیں، اور بیویاں ستر قرار دیتے ہیں۔ اور یہ حدیث کئی سندوں سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سلیمان بن داود علیہما السلام نے فرمایا: میں آج رات سو عورتوں سے صحبت کروں گا۔''

١٥٣٢ـ أخرجه ابن ماجه، الكفارات، باب الاستثناء في اليمين، ح: ٢١٠٤ والنسائي، ح: ٣٨٨٦ من حديث عبدالرزاق به وصححه ابن حبان، ح: ١١٨٥ وله شواهد، وحديث معمر عن ابن طاوس، رواه البخاري، ح: ٥٢٤٢ ومسلم، ح: ١٦٥٤/ ٢٤.

فوائد و مسائل: ① ایک شخص یہ کہتا ہے: [إن شاء الله] میں یہ کام کروں گا، اگر وہ کام نہ کر سکا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ ② نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے سے بتا دیا گیا کہ اگر سلیمان علیہ السلام [إن شاء الله] کہہ لیتے تو ان کی آرزو اور خواہش پوری ہو جاتی اور وہ اپنی قسم میں حانث نہ ہوتے، یعنی مقصد میں ناکام نہ ہوتے۔ ③ مختلف احادیث میں بیویوں کی تعداد مختلف آئی ہے۔ اور ستر سے مقصود کثرت ہے۔ اور جس میں صرف ساٹھ کی تعداد ہے، اس سے مراد صرف آزاد عورتیں، یا صرف لونڈیاں مراد ہیں، اور جہاں نوے یا ننانوے یا سو تعداد ہے، وہاں آزاد اور لونڈیاں دونوں مراد ہیں۔ چونکہ تعداد نوے سے زائد اور سو سے کم تھی، اس لیے بعض نے کسر کو پورا کرتے ہوئے سو کہہ دیا۔ بعض نے کسر کو نظر انداز کر کے نوے کہہ دیا۔ (تحفة الأحوذي: 5/109، 110)

(المعجم ٨) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي كَرَاهِيَةِ الْحَلِفِ بِغَيْرِ اللهِ (التحفة ٨)

باب: 8۔ غیر اللہ کی قسم کھانا ناجائز ہے

١٥٣٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ: سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ عُمَرَ وَهُوَ يَقُولُ: وَأَبِي! وَأَبِي! فَقَالَ: «أَلَا إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ» فَقَالَ عُمَرُ: فَوَاللهِ مَا حَلَفْتُ بِهِ بَعْدَ ذٰلِكَ ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا.

[1533] سیدنا سالم رحمہ اللہ اپنے باپ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: میرے باپ کی قسم! میرے باپ کی قسم! تو آپ نے فرمایا: "خبردار، سنو! اللہ تمھیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس واقعے کے بعد میں نے کبھی اپنی طرف سے یا کسی سے نقل کرتے ہوئے ایسی قسم نہیں کھائی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَقُتَيْلَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: مَعْنَى قَوْلِهِ وَلَا آثِرًا، يَقُولُ: لَا آثُرُهُ عَنْ غَيْرِي، يَقُولُ: لَمْ أَذْكُرْهُ عَنْ غَيْرِي.

اس مسئلے میں سیدنا ثابت بن ضحاک، ابن عباس، ابوہریرہ، قُتَیلہ اور عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوعبید کے نزدیک [وَلَا آثِرًا] کے معنی ہیں: اپنے غیر سے نقل کرتے ہوئے، یعنی میں نے دوسرے سے بھی ایسی قسم کی نقل و حکایت نہیں کی۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کی قسم کھانا جائز ہے اور غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں۔ اس

١٥٣٣- أخرجه مسلم، الأيمان، باب النهي عن الحلف بغير الله تعالى، ح:١٦٤٦ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، ح:٦٦٤٧ من حديث الزهري به * وفي الباب عن ثابت بن الضحاك [يأتي:١٥٤٣]، وابن عباس [أبو داود، ح:٣٣٢٢]، وأبي هريرة [يأتي:١٥٤٥]، وقتيلة [النسائي:٧/٦، ح:٣٨٠٤ وأحمد:٦/٣٧١]، وعبد الرحمن بن سمرة [تقدم:١٥٢٩].

میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت، تحریم وحرمت کے لیے ہے یا تنزیہ کے لیے ہے، یعنی آداب شریعت کے منافی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 111/5) صحیح بات یہی ہے کہ عمداً غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے کیونکہ قسم تعظیم وعظمت کے عقیدے سے کھائی جاتی ہے، اور وقار وعظمت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الكوكب الدري: 400/2، 401، والمغني: 163/11-165)

١٥٣٤ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَدْرَكَ عُمَرَ وَهُوَ فِي رَكْبٍ، وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، لِيَحْلِفْ حَالِفٌ بِاللهِ أَوْ لِيَسْكُتْ».

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1534] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ایک قافلے میں آ ملے جبکہ وہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ قسم کھانے والا اللہ کی قسم کھائے یا (قسم سے) چپ رہے۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس فرمان میں اصل مقصد غیر اللہ کی قسم کھانے سے روکنا ہے، اور باپ کی تخصیص اس لیے کی کہ وہ قسم اپنے باپ کی کھا رہے تھے، اور عام طور پر قریش اپنے باپوں ہی کی قسم کھاتے تھے۔ اور آخر حدیث میں یہ کہہ کر کہ قسم اٹھانے والا اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کھائے، آپ ﷺ نے عموم پیدا کر دیا۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم نہیں کھائی جا سکتی۔

(المعجم ٩) بَابُ [مَا جَاءَ فِي أَنَّ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ] (التحفة ٩)

باب: 9۔ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے

١٥٣٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: لَا وَالْكَعْبَةِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللهِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ».

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَتَفْسِيرُ

[1535] سعد بن عبیدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی سے سنا، وہ کہہ رہا ہے: نہیں، کعبہ کی قسم! تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غیر اللہ کی قسم نہیں کھانی چاہیے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس نے غیر اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا) کی قسم کھائی تو اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور

١٥٣٤ـ أخرجه مسلم، الأيمان، باب النهي عن الحلف بغير الله تعالى، ح: ١٦٤٦/٤ من حديث عبيدالله بن عمرو، والبخاري، ح: ٦٦٤٦ من حديث نافع به.

١٥٣٥ـ أخرجه أبو داود، الأيمان والنذور، باب كراهية الحلف بالآباء، ح: ٣٢٥١ من حديث الحسن بن عبيدالله به وصححه ابن حبان، ح: ١١٧٧ والحاكم: ٤/ ٢٩٧ والذهبي * سعد بن عبيدة سمعه من ابن عمر عند البيهقي: ١٠/ ٢٩ ورواه عن أبي عبدالرحمن السلمي عنه به، والطريقان محفوظان.

هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ قَوْلَهُ: فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ، عَلَى التَّغْلِيظِ وَالْحُجَّةُ فِي ذٰلِكَ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ عُمَرَ يَقُولُ: وَأَبِي! وَأَبِي!، فَقَالَ: «أَلَا إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ». وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ قَالَ فِي حَلْفِهِ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى! فَلْيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ». [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا مِثْلُ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّ الرِّيَاءَ شِرْكٌ». وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا﴾ الْآيَةَ [الكهف:١١٠] قَالَ: لَا يُرَائِي.

بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث کی تفسیر یہ ہے کہ آپ کا فرمان: ''اس نے کفر یا شرک کیا۔'' تشدید و سختی پر محمول ہے، یعنی اس نے انتہائی نازیبا اور بہت برا کام کیا۔ اس کی دلیل سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: میرے باپ کی قسم! میرے باپ کی قسم! تو آپ نے فرمایا: ''خبردار! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔'' اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنی قسم میں کہا: لات اور عزیٰ کی قسم! تو اسے چاہیے کہ [لا إله إلّا الله] کہے۔'' امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ایسے ہی ہے جس طرح نبی ﷺ نے فرمایا: ''دکھلاوا شرک ہے۔'' اور بعض اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں کہ ''جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے وہ اچھے عمل کرے۔'' (الکھف 110:18) يُشْرِكُ کے معنی يُرَائِي (ریا اور دکھلاوا نہ کرے) کیے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اگر غیر اللہ سے مراد معبودان باطلہ میں سے کسی کی قسم اٹھانا مقصود ہے اور پھر اگر قسم کا مقصد اسے اللہ تعالیٰ کے برابر اور ہم پلہ قرار دینا ہو تو اس کے کفر اور شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن اگر محض عادتاً اس کا نام زبان پر آ گیا تو پھر لا إله إلّا الله کہہ کر اسے ہم پلہ قرار دینے سے براءت کا اظہار کرنا چاہیے۔ اگر محض عظمت و جلالت کا اظہار مقصود ہو تو پھر یہ انتہائی نازیبا عمل ہے اور یہ ایسا کفر و شرک نہیں جس سے انسان دین و ملت سے خارج ہو جائے، لیکن بہت بڑا گناہ اور انتہائی برا عمل ہے جس سے توبہ کرنی چاہیے۔ اس عمل کو کفر و شرک کا نام ڈانٹ اور وعید کے طور پر دیا گیا ہے تاکہ آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کرے۔ ② کعبہ اور بیت اللہ بھی مخلوق ہونے کی بنا پر غیر اللہ میں داخل ہیں، اس لیے کعبہ کی بجائے رب کعبہ کی قسم اٹھانی چاہیے۔

(المعجم ١٠) بَابُ [مَا جَاءَ] فِيمَنْ يَحْلِفُ بِالْمَشْيِ وَلَا يَسْتَطِيعُ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ جو شخص پیدل چلنے کی قسم کھائے جبکہ پیدل چلنے کی طاقت نہ رکھے

١٥٣٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ

[1536] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت

١٥٣٦- * للحديث شواهد عند البخاري، ح:١٨٦٦ ومسلم، ح:١٦٤٤/١١، ١٢ وغيرهما * وفي الباب عن أبي هريرة [مسلم، ح:١٦٤٣]، وعقبة بن عامر [يأتي:١٥٤٤]، وابن عباس [أبو داود، ح:٣٢٩٥].

الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: نَذَرَتِ امْرَأَةٌ أَنْ تَمْشِيَ إِلٰى بَيْتِ اللهِ، فَسُئِلَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِهَا، مُرُوهَا فَلْتَرْكَبْ».

نے نذر مانی کہ وہ بیت اللہ تک پیدل چل کر جائے گی تو اس کے بارے میں نبی ﷺ سے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے۔ اس سے کہو کہ وہ سوار ہو جائے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ [مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ].

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، عقبہ بن عامر اور ابن عباس ؓ سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

١٥٣٧- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِشَيْخٍ كَبِيرٍ يَتَهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ، فَقَالَ: «مَا بَالُ هٰذَا؟» قَالُوا: [يَا رَسُولَ اللهِ] نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ، قَالَ: «إِنَّ اللهَ [عَزَّ وَجَلَّ] لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ»، قَالَ: فَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ.

[1537] سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک بوڑھے کے پاس سے گزرے جسے اس کے دو بیٹے سہارے کے ساتھ چلا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: ”اس کا کیا معاملہ ہے؟“ انھوں نے جواب دیا: ”اے اللہ کے رسول! اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ اللہ عزوجل اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے آپ کو دکھ میں مبتلا کرے۔“ پھر آپ نے اسے سوار ہونے کا حکم دیا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأٰى رَجُلًا فَذَكَرَ نَحْوَهُ. هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَقَالُوا: إِذَا نَذَرَتِ الْمَرْأَةُ أَنْ تَمْشِيَ فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ شَاةً.

محمد بن مثنیٰ کی سند سے مروی ہے، سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا، اور اوپر والی حدیث کے ہم معنی روایت بیان کی۔ یہ حدیث صحیح ہے اور بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے بقول جب عورت پیدل چلنے کی نذر مانے تو وہ سوار ہو جائے اور بطور هَدْي ایک بکری ذبح کرے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص پیدل چل کر حج یا عمرہ کرنے کی نذر مانتا ہے تو بقول ابن منذر بلا اختلاف اسے اپنی نذر پوری کرنی ہوگی۔ امام مالک، شافعی، اوزاعی اور احمد ؒ کا یہی قول ہے۔ اگر وہ پیدل نہیں چل سکتا تو سوار ہو جائے۔ امام شافعی اور احمد کے نزدیک اس پر خون بہانا لازم ہوگا۔ امام احمد کا ایک قول ہے کہ وہ قسم والا کفارہ ادا کرے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر حالت میں اس کے ذمے ہدی ہے وہ پیدل چل سکتا ہو یا نہ چل سکتا ہو، اور کم از کم ہدی ایک بکری ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني:

١٥٣٧ـ أخرجه النسائي، الأيمان والنذور، باب ما الواجب على من أوجب على نفسه نذرًا فعجز عنه؟: ٧/ ٣٠، ح: ٣٨٨٤ عن محمد بن المثنى به، رواه البخاري، ح: ١٨٦٥ ومسلم، ح: ١٦٤٢ من حديث حميد الطويل به، وحديث حميد عن أنس عند النسائي، ح: ٣٨٨٥.

(348-346/11

(المعجم ١١) بَابٌ: فِي كَرَاهِيَةِ النُّذُورِ (التحفة ١١)

باب: 11۔ نذر ماننا پسندیدہ عمل نہیں

١٥٣٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَنْذِرُوا، فَإِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِي مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ».

[1538] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نذر نہ مانو کیونکہ نذر تقدیر کے سلسلے میں کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ اس کے ذریعے سے تو بس بخیل سے کچھ نکالا جاتا ہے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ كَرِهُوا النَّذْرَ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: مَعْنَى الْكَرَاهَةِ فِي النَّذْرِ فِي الطَّاعَةِ وَالْمَعْصِيَةِ، فَإِنْ نَذَرَ الرَّجُلُ بِالطَّاعَةِ فَوَفّٰى بِهِ فَلَهُ فِيهِ أَجْرٌ وَيُكْرَهُ لَهُ النَّذْرُ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک نذر ماننا پسندیدہ نہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: نذر کی ناپسندیدگی کا تعلق اطاعت اور نافرمانی دونوں کی نذر سے ہے۔ اگر آدمی اطاعت و نیکی کرنے کی نذر مان لے، پھر اسے پورا کرلے تو اسے اس سے ثواب و اجر ملے گا اگرچہ اس کے لیے نذر ماننا ناپسندیدہ عمل ہے۔

فائدہ: عام طور پر لوگ نذر مشروط طور پر مانتے ہیں کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے، مجھے فلاں چیز مل جائے یا فلاں مصیبت و مشکل ٹل جائے تو تب میں فلاں نیکی کروں گا اور عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ نذر ماننے سے وہ چیز مل سکتی ہے جو اس کے لیے مقدر نہیں۔ یا وہ مصیبت ٹل سکتی ہے جو اس کے لیے مقدر ہوچکی ہے، حالانکہ تقدیر میں طے شدہ امر میں اس نذر سے تبدیلی نہیں ہوسکتی، اس لیے اس قسم کی نذر کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اسے وہی خیر و منفعت حاصل ہوگی جو اس کے لیے مقدر ہے اور وہی مصیبت اور مشکل ٹلے گی جس کا دور ہونا طے ہے لیکن نذر کے ذریعے سے بخیل سے کچھ صدقہ اور خیرات کروالیا جاتا ہے، اگر نذر میں کسی قسم کی کوئی شرط نہ ہو بلکہ یہ ہو کہ جب میرا فلاں کام ہوجائے گا اور جس وقت میرا فلاں مسئلہ حل ہوجائے گا تو میں فلاں نیکی کروں گا اس صورت میں کوئی حرج نہیں، گویا نذر کو تقدیر میں تبدیلی کا باعث نہیں سمجھتا بلکہ یہ سمجھتا کہ ہر خیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتی ہے اور ہر شر و مصیبت کو اللہ تعالیٰ ہی دور کرتا ہے، نذر تو محض اس کی رحمت و فضل کے حصول کا ایک ذریعہ اور

١٥٣٨ـ أخرجه مسلم، النذر، باب النهي عن النذر، وأنه لا يرد شيئًا، ح: ١٦٤٠ عن قتيبة به * وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح: ٦٦٠٨ ومسلم، ح: ١٦٣٩].

وسیلہ ہے کیونکہ یہ اس کے احسان کا شکرانہ ہے۔ (تحفة الأحوذي: 116/5، 117)

(المعجم ١٢) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي وَفَاءِ النَّذْرِ (التحفة ١٢)

باب:12۔ نذر کو پورا کرنے کا بیان

١٥٣٩ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: [قُلْتُ:] يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي كُنْتُ نَذَرْتُ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ: «أَوْفِ بِنَذْرِكَ».

[1539] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے جاہلیت کے دور میں نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کر۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَحَدِيثُ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا الْحَدِيثِ، قَالُوا إِذَا أَسْلَمَ الرَّجُلُ وَعَلَيْهِ نَذْرُ طَاعَةٍ فَلْيَفِ بِهِ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: لَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ. وَقَالَ آخَرُونَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَيْسَ عَلَى الْمُعْتَكِفِ صَوْمٌ إِلَّا أَنْ يُوجِبَ عَلَى نَفْسِهِ صَوْمًا، وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ عُمَرَ أَنَّهُ نَذَرَ أَنْ يَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِالْوَفَاءِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں عبداللہ بن عمرو اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے، اور بعض اہل علم نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے۔ ان کے بقول جب کوئی آدمی اسلام قبول کر لیتا ہے اور اس کے ذمے نیکی کرنے کی نذر ہو تو وہ اسے پورا کرے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا قول ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ ضروری ہے۔ اور دوسرے اہل علم کا قول ہے کہ اعتکاف کرنے والے کے لیے روزہ لازم نہیں اِلا یہ کہ وہ اپنے اوپر روزہ لازم ٹھہرا لے۔ انھوں نے دلیل میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے کہ انھوں نے جاہلیت کے دور میں ایک رات کا اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تو نبی ﷺ نے انھیں اسے پورا کرنے کا حکم دیا (اور رات کو روزہ نہیں ہوتا۔) امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک کافر کی نذر کا اعتبار نہیں لیکن اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کافر کسی نیکی کی نذر مان لے تو اسلام لانے کے بعد اسے پورا کرنا لازم ہے، اور یہی قول صحیح ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ، مالک، ثوری اور اوزاعی رحمہم اللہ کے

١٥٣٩۔ أخرجه مسلم، الأيمان، باب نذر الكافر، وما يفعل فيه إذا أسلم، ح: ١٦٥٦ من حديث يحيى القطان، والبخاري، ح: ٢٠٤٢ من حديث عبيدالله بن عمر به * وفي الباب عن عبدالله بن عمرو [أبوداود، ح: ٣٣١٢]، وابن عباس [أبو داود، ح: ٣٣٢٢].

نزدیک اعتکاف کے لیے روزہ ضروری ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اگر اعتکاف رمضان کے علاوہ بیٹھنا ہے اور روزے کو اپنے لیے لازم نہیں ٹھہرایا تو روزہ رکھنا ضروری نہیں، بہتر ہونا الگ چیز ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 5/119)

(المعجم ١٣) بَابُ [مَا جَاءَ] كَيْفَ كَانَ يَمِينُ النَّبِيِّ ﷺ (التحفة ١٣)

باب: 13۔ نبی ﷺ قسم کیسے کھاتے تھے؟

١٥٤٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَعَبْدُاللهِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَثِيرًا مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَحْلِفُ بِهٰذِهِ الْيَمِينِ: «لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ».

[1540] سیدنا سالم بن عبداللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عام طور پر یہ قسم کھاتے تھے: ”نہیں، دلوں کو پھیرنے والے کی قسم۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی ذات، اسماء، اور صفات کی قسم کھانا درست ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 11/183-187) دلوں کو پھیرنا، یعنی دل کی کیفیت، حالت اور خیال و تصور میں تبدیلی پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے، اور آپ ﷺ نے اسی کی قسم کھائی۔ (المغني: 13/452، 453)

(المعجم ١٤) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي ثَوَابِ مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً (التحفة ١٤)

باب: 14۔ گردن (غلام) آزاد کرنے کا اجر و ثواب

١٥٤١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ [بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ]، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَرْجَانَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً أَعْتَقَ اللهُ مِنْهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنَ

[1541] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص کسی ایماندار گردن (غلام) کو آزاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہر عضو غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آگ سے آزاد کر دیتا ہے (آگ سے بچا لیتا ہے) حتی کہ اس کی شرم گاہ کو اس

١٥٤٠_ أخرجه البخاري، القدر، باب: يحول بين المرء وقلبه، ح: ٦٦١٧ و٧٣٩١ من حديث ابن المبارك به.

١٥٤١_ أخرجه مسلم، العتق، باب فضل العتق، ح: ١٥٠٩/ ٢٣ عن قتيبة والبخاري، ح: ٦٧١٥ من حديث سعيد بن مرجانة به * وفي الباب عن عائشة [الطحاوي في مشكل الآثار: ١/ ٣١٠]، وعمرو بن عبسة (أبو نجيح) [أبو داود، ح: ٣٩٦٦]، وابن عباس [الطبراني في الكبير: ١٠/ ٣٣١، ٣٣٢، ح: ١٠٦٤٠، ١٠٦٤١ وسنده ضعيف]، ووائلة بن الأسقع [أبو داود، ح: ٣٩٦٤]، وأبي أمامة [يأتي: ١٥٤٧]، وعقبة بن عامر [أحمد: ٤/ ١٤٧، ١٥٠]، وكعب بن مرة [أبو داود، ح: ٣٩٦٧].

النَّارِ، حَتّٰى يُعْتِقَ فَرْجَهُ بِفَرْجِهِ».

(غلام) کی شرم گاہ کے عوض آزاد فرما دیتا ہے۔"

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَوَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ [وَكَعْبِ بْنِ مُرَّةَ]. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَابْنُ الْهَادِ اسْمُهُ: يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ وَهُوَ مَدَنِيٌّ ثِقَةٌ. وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا عمرو بن عبسہ، ابن عباس، واثلہ بن اسقع، ابو امامہ، عقبہ بن عامر اور کعب بن مرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس سند سے غریب ہے۔ ابن ہاد کا نام یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن ہاد ہے اور یہ مدنی اور قابل اعتماد ہے۔ امام مالک بن انس اور دوسرے اہل علم نے اس سے روایت لی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قسم یا نذر وغیرہ کے کفارے میں وہ غلام آزاد کرنا چاہیے جو ایماندار ہو اور اس کے تمام اعضاء صحیح سالم ہوں تاکہ آزاد کرنے والے مسلمان کے ہر عضو کو آگ سے نجات و خلاصی مل جائے۔

(المعجم ١٥) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الرَّجُلِ يَلْطِمُ خَادِمَهُ (التحفة ١٥)

باب: 15۔ کسی انسان کا اپنے خادم کو طمانچہ مارنا

١٥٤٢ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ سُوَيْدِ ابْنِ مُقَرِّنٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا سَبْعَةَ إِخْوَةٍ مَّا لَنَا خَادِمٌ إِلَّا وَاحِدَةٌ فَلَطَمَهَا أَحَدُنَا، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نُّعْتِقَهَا.

[1542] سیدنا سوید بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں پایا کہ ہم سات بھائی تھے۔ ہمارا ایک ہی خادم تھا۔ ہم میں سے ایک نے اسے تھپڑ مار دیا تو نبی ﷺ نے ہمیں اس کے آزاد کرنے کا حکم دیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: لَطَمَهَا عَلٰى وَجْهِهَا.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بھی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ روایت بہت سے راویوں نے حصین بن عبدالرحمن سے بیان کی ہے۔ ان میں سے بعض نے اس حدیث کو یوں بیان کیا ہے کہ اس نے اس کے چہرے پر طمانچہ مارا۔

فائدہ: خادم کا لفظ غلام اور لونڈی دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام اور لونڈی سے نرمی اور شفقت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ اس کی کسی معمولی غلطی پر مار پیٹ سے کام لینا درست نہیں۔ اگر غلام اور لونڈی شفقت و

١٥٤٢ـ أخرجه مسلم، الأيمان، باب صحبة المماليك، وكفارة من لطم عبده، ح: ١٦٥٨ من حديث شعبة به ☆ وفي الباب عن ابن عمر [مسلم، ح: ١٦٥٧].

پیار کے حقدار ہیں تو عام نوکر چاکر اس رویے کے بالا ولی حق دار ہوں گے۔ اگر غلام کو بلاوجہ یا ناروا انداز میں مارا پیٹا گیا ہو تو اسے آزاد کرنا مستحب ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس ظلم کا ازالہ ہو جائے اور لغزش معاف ہو جائے۔ (تحفة الأحوذي: 5/122)

(المعجم ١٦) بَابُ [مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْحَلِفِ بِغَيْرِ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ] (التحفة ١٦)

باب: 16۔ اسلام کے سوا کسی اور دین وملت کی قسم کھانا ناجائز ہے

١٥٤٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ابْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ».

[1543] سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اسلام کے سوا کسی اور ملت کی جھوٹی قسم کھاتا ہے تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا: إِذَا حَلَفَ الرَّجُلُ بِمِلَّةٍ سِوَى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ: هُوَ يَهُودِيٌّ أَوْ نَصْرَانِيٌّ إِنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا، فَفَعَلَ ذٰلِكَ الشَّيْءَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ أَتَى عَظِيمًا وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ. وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. وَبِهِ يَقُولُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ. وَإِلٰى هٰذَا الْقَوْلِ ذَهَبَ أَبُو عُبَيْدٍ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ: عَلَيْهِ فِي ذٰلِكَ الْكَفَّارَةُ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ جب کوئی آدمی اسلام کے علاوہ قسم اٹھاتے ہوئے کہتا ہے: اگر وہ فلاں فلاں کام کرے تو وہ یہودی ہے یا عیسائی ہے، پھر وہ کام کر لیتا ہے تو بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس نے انتہائی سنگین جرم کیا لیکن اس کے ذمے کوئی کفارہ نہیں (توبہ واستغفار کرے۔) اہل مدینہ کا قول یہی ہے۔ امام مالک بن انس کا قول بھی یہی ہے۔ اور ابوعبید نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور دوسرے حضرات کا قول ہے کہ اس صورت میں اس کے ذمے کفارہ ہے۔ سفیان، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین وملت کی تعظیم اور عقیدت کے طور پر کہتا ہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو میں یہودی یا عیسائی ہوں تو پھر یقیناً وہ اس وعید کا مستحق ہے جو اس حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ لیکن اگر اس فعل کے ارتکاب کی سنگینی اور قباحت کے اظہار کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے، اس کی عظمت وعقیدت مقصود نہ ہو تو پھر یہ انتہائی ناپسندیدہ ہے لیکن وہ یہودی یا عیسائی نہیں ہوگا۔ جمہور کے نزدیک اس کے ذمے کفارہ نہیں ہے۔ امام اوزاعی، ثوری، احناف، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کے

١٥٤٣- أخرجه مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه ... إلخ، ح: ١١٠/ ١٧٦ من حديث هشام الدستوائي، والبخاري، ح: ٦٠٤٧ من حديث يحيى بن أبي كثير به، وانظر، ح: ١٥٢٧.

نزدیک یہ قسم کے حکم میں ہے، اس لیے قسم والا کفارہ ادا کرنا ہوگا اور بقول ابن منذر جمہور کا موقف درست ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 11/199، 200، وتحفة الأحوذي: 5/123، 124)

(المعجم ١٧) بَابُ [مَا جَاءَ فِيمَنْ نَذَرَ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا] (التحفة ١٧)

باب: 17۔ جس نے پیدل چل کر حج کرنے کی نذر مانی

١٥٤٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زَحْرٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الرُّعَيْنِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ الْيَحْصَبِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ اللهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ أُخْتِكَ شَيْئًا فَلْتَرْكَبْ وَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ».

[1544] سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ بیت اللہ تک پیدل ننگے پاؤں جائے گی اور دوپٹہ نہیں لے گی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو تیری بہن کو مشقت میں ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ سوار ہو جائے اور دوپٹہ اوڑھ لے اور (کفارے کے طور پر) تین دن کے روزے رکھے۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا قول یہی ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے اس میں روزے رکھنے والی بات صحیح نہیں۔ البتہ دوسری روایت میں جو صحیح ہے، اسے ایک بدنہ یا ہدی (اونٹ یا جانور) قربان کرنے کا حکم دیا۔ (الإرواء: 8/319) اس سے یہ معلوم ہوا کہ حج سے متعلق نذر پوری نہ کرنے کی صورت میں ایک جانور کا فدیہ دینا ضروری ہوگا۔

(المعجم ١٨) بَابُ [ذِكْرِ مَا يُلْغِي الْحَلِفَ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى] (التحفة ١٨)

باب: 18۔ لات اور عزیٰ کی قسم کھانا باطل ہے

١٥٤٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا أَبُو

[1545] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

١٥٤٤ـ [ضعيف بتمامه] أخرجه أبو داود، الأيمان والنذور، باب من رأى عليه كفارة إذا كان في معصية، ح: ٣٢٩٣ وابن ماجه، ح: ٢١٣٤ والنسائي، ح: ٣٨٤٦ من حديث يحيى بن سعيد به * عبيدالله بن زحر: ضعيف ضعفه الجمهور وله متابعة ضعيفة عند أحمد: ٤/ ١٤٧ * وفي الباب عن ابن عباس [لعله يشير إلى حديث أبي داود، ح: ٣٣٢٢].

١٥٤٥ـ أخرجه البخاري، الأدب، باب من لم ير إكفار من قال ذلك متأولًا أو جاهلًا، ح: ٦١٠٧ عن إسحاق بن منصور، ومسلم، ح: ١٦٤٧ من حديث الأوزاعي به.

الْمُغِيرَةِ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ حَلَفَ مِنكُمْ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى! فَلْيَقُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَمَنْ قَالَ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ».

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تم میں سے قسم اٹھاتے ہوئے کہا: لات اور عزیٰ کی قسم! تو اسے چاہیے کہ کہے: لا إله إلا الله اور جس نے کہا: آؤ! جوا کھیلیں تو وہ صدقہ کرے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو الْمُغِيرَةِ: هُوَ الْخَوْلَانِيُّ الْحِمْصِيُّ، وَاسْمُهُ عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابومغیرہ خولانی حمصی ہے اور اس کا نام عبدالقدوس بن حجاج ہے۔

فائدہ: جاہلیت کے دور میں لوگ لات وعزیٰ وغیرہ کی قسم اٹھاتے تھے اور مسلمان ہونے کے بعد بعض اوقات غیر شعوری طور پر ان کی زبان پر یہ قسم آ جاتی تھی، اس لیے نبی ﷺ نے اصلاح و درستی کے لیے فرمایا کہ اگر زبان پر یہ قسم آ جائے تو لا إله إلا الله کہہ کر اپنے عقیدے کی وضاحت کر دو۔ اور اسی طرح کسی کو جوئے کی دعوت دینا ایک گناہ کا کام ہے، اور صدقہ گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے اگر سنگین نہ ہو تو ﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ''بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔'' (هود 114:11) کے تحت آپ ﷺ نے صدقے کا حکم دیا۔

(المعجم ١٩) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي قَضَاءِ النَّذْرِ عَنِ الْمَيِّتِ (التحفة ١٩)

باب: 19۔ میت کی طرف سے نذر پوری کرنا

١٥٤٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتٰى رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلٰى أُمِّهِ تُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اقْضِهِ عَنْهَا».

[1546] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک نذر کے بارے میں مسئلہ پوچھا جو ان کی والدہ کے ذمے تھی اور اسے پورا کرنے سے پہلے فوت ہو گئی تھی۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کی طرف سے اسے پورا کر دو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جمہور اہل علم کے نزدیک اگر نذر کا تعلق مال و دولت سے ہو اور میت نے ترکہ چھوڑا ہو تو پھر وارث پر اس نذر کا پورا کرنا لازم ہے اور اگر ترکہ نہ چھوڑا ہو تو پھر نذر پوری کرنا مستحب ہے، فرض و لازم نہیں۔ اسی طرح اگر اس نے روزہ، صدقہ، غلام آزاد کرنے، اعتکاف بیٹھنے یا حج کرنے کی نذر مانی ہو تو ولی کو یہ نذر پوری کرنی چاہیے اگرچہ لازم نہیں ہے، اور اہل ظاہر کے

١٥٤٦- أخرجه البخاري، الحيل، باب: في الزكاة وأن لا يفرق بين مجتمع، ولا يجمع بين متفرق خشية الصدقة، ح: ٦٩٥٩ ومسلم، ح: ١٦٣٨ عن قتيبة به.

نزدیک لازم ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 11/370-372)

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ مَنْ أَعْتَقَ (التحفة ٢٠)

باب: 20۔ غلام آزاد کرنے والے کی فضیلت

١٥٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ - هُوَ أَخُو سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ - عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ وَغَيْرِهِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَيُّمَا امْرِىءٍ مُّسْلِمٍ أَعْتَقَ امْرَءًا مُّسْلِمًا كَانَ فِكَاكَهُ مِنَ النَّارِ يُجْزِئُ كُلُّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ، وَأَيُّمَا امْرِىءٍ مُّسْلِمٍ أَعْتَقَ امْرَأَتَيْنِ مُسْلِمَتَيْنِ كَانَتَا فِكَاكَهُ مِنَ النَّارِ، يُجْزِىءُ كُلُّ عُضْوٍ مِّنْهُمَا عُضْوًا مِّنْهُ. وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ مُّسْلِمَةٍ أَعْتَقَتِ امْرَأَةً مُّسْلِمَةً كَانَتْ فِكَاكَهَا مِنَ النَّارِ، يُجْزِىءُ كُلُّ عُضْوٍ مِّنْهَا عُضْوًا مِّنْهَا».

[1547] سیدنا ابوامامہ اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو وہ اس کے لیے آگ سے آزادی کا باعث ہوگا۔ غلام کا ہر عضو اس کے ہر عضو کا بدلہ ہوگا۔ اور جس مسلمان نے دو مسلمان عورتیں آزاد کیں وہ اس کے لیے آگ سے خلاصی ونجات کا ذریعہ بنیں گی۔ ان دو کا ہر عضو اس کے ہر عضو سے کفایت کرے گا۔ اور جس مسلمان عورت نے کسی مسلمان عورت کو آزادی بخشی تو وہ اس کے لیے آگ سے خلاصی کا سبب ہوگی۔ اس کا ہر عضو اس کے ہر عضو سے کفایت کرے گا یا بدلہ ہوگا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَفِي الْحَدِيثِ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ عِتْقَ الذُّكُورِ لِلرِّجَالِ أَفْضَلُ مِنْ عِتْقِ الْإِنَاثِ لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَعْتَقَ امْرَءًا مُّسْلِمًا كَانَ فِكَاكَهُ مِنَ النَّارِ يُجْزِئُ كُلُّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ» الْحَدِيثُ صَحَّ فِي طُرُقِهِ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سند سے غریب ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مردوں کے لیے مردوں کا آزاد کرنا عورتوں کے آزاد کرنے سے افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جس شخص نے مسلمان مرد (غلام) کو آزاد کیا، وہ اس کے لیے آگ سے خلاصی کا سبب بنے گا۔ اس کا ہر عضو اس کے ہر عضو کا بدلہ ہوگا۔'' یہ حدیث متعدد سندوں کے سبب صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان مرد کے لیے مسلمان غلام کی آزادی آگ سے نجات کا سبب ہے، کافر کے لیے غلام کی آزادی نجات کا باعث نہیں ہوگی۔

١٥٤٧- [صحيح لغيره دون قوله: أيما امرء - أعتق امرأتين ... منها عضوا منه] انظر، ح: ١٥٤١.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ١٩) أَبْوَابُ السِّيَرِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ (التحفة ١٧)

جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے معمولات کا بیان

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ (التحفة ١)

باب:1۔ جنگ سے پہلے دعوت دینا

١٥٤٨ – حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ: أَنَّ جَيْشًا مِّنْ جُيُوشِ الْمُسْلِمِينَ كَانَ أَمِيرُهُمْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ حَاصَرُوا قَصْرًا مِّنْ قُصُورِ فَارِسَ، فَقَالُوا: يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ أَلَا نَنْهَدُ إِلَيْهِمْ، قَالَ: دَعُونِي أَدْعُوهُم كَمَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُوهُم، فَأَتَاهُم سَلْمَانُ فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مِّنْكُمْ فَارِسِيٌّ تَرَوْنَ الْعَرَبَ يُطِيعُونِي، فَإِنْ أَسْلَمْتُمْ فَلَكُمْ مِثْلُ الَّذِي لَنَا، وَعَلَيْكُمْ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْنَا، وَإِنْ أَبَيْتُمْ إِلَّا دِينَكُم تَرَكْنَاكُمْ عَلَيْهِ، وَأَعْطُونَا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّأَنْتُمْ صَاغِرُونَ – قَالَ: وَرَطَنَ إِلَيْهِمْ بِالْفَارِسِيَّةِ وَأَنْتُمْ غَيْرُ مَحْمُودِينَ – وَإِنْ أَبَيْتُمْ نَابَذْنَاكُمْ عَلَى سَوَاءٍ.

[1548] ابوالبختری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں کے لشکروں میں سے ایک لشکر کے امیر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے ایرانی قلعوں میں سے ایک قلعے کا محاصرہ کیا۔ لشکریوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! کیا ہم ان کی طرف پیش قدمی نہ کریں؟ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اجازت دو کہ میں انھیں دعوت دوں جس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کافروں کو دعوت دیتے ہوئے سنا ہے۔ اس کے بعد سلمان رضی اللہ عنہ ایرانیوں (فارسیوں) کے پاس گئے اور انھیں کہا: میں بھی تمھی میں سے ایک فارسی آدمی ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ عرب میری اطاعت کر رہے ہیں۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمھیں ہماری طرح کے حقوق حاصل ہوں گے، اور تم پر وہی ذمے داریاں اور فرائض ہوں گے جو ہم پر ہیں، اور اگر

١٥٤٨ـ [ضعيف] أخرجه أحمد: ٥/ ٤٤٠، ٤٤١ من حديث عطاء بن السائب به والسند منقطع كما بينه المولف رحمه الله *
وفي الباب عن بريدة [يأتي: ١٦١٧]، والنعمان بن مقرن [لم أجده]، وابن عمر [مسلم، ح: ١٧٣٠]، وابن عباس [أحمد: ١/ ٢٣١، ٢٣٦ وعبد بن حميد، ح: ٦٩٧ والدارمي، ح: ٢٤٤٨].

قَالُوا: مَا نَحْنُ بِالَّذِي نُعْطِي الْجِزْيَةَ وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُكُمْ. فَقَالُوا: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، أَلَا نَنْهَدُ إِلَيْهِمْ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَدَعَاهُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلٰى مِثْلِ هٰذَا ثُمَّ قَالَ: انْهَدُوا إِلَيْهِمْ، قَالَ: فَنَهَدْنَا إِلَيْهِمْ فَفَتَحْنَا ذٰلِكَ الْقَصْرَ.

تم اپنے دین پر رہنے پر اصرار کرو تو ہم تمھیں اس پر رہنے دیں گے اور ذلیل و خوار ہو کر (ماتحتی قبول کرتے ہوئے) اپنے ہاتھوں جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ اور انھیں فارسی زبان میں کہا: اور تم قابل تعریف لوگ نہیں ہو گے۔ اور اگر تم اس سے بھی انکار کرو (جزیہ دینا قبول نہ کرو) تو ہم تم سے کھلے طور پر جنگ کریں گے۔ فارسیوں نے کہا: ہم تمھیں جزیہ نہیں دے سکتے لیکن ہم تم سے جنگ لڑیں گے۔ مسلمانوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! کیا ہم ان کی طرف نہ بڑھیں؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے اسی طرح انھیں تین دن دعوت دی (اسلام کی طرف بلایا۔) اس کے بعد فرمایا: (اب) ان کی طرف بڑھو! تو ہم نے ان کی طرف پیش قدمی کی اور اس محل (قلعے) کو فتح کر لیا۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ، وَالنُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ. وَحَدِيثُ سَلْمَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ. وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: أَبُو الْبَخْتَرِيِّ لَمْ يُدْرِكْ سَلْمَانَ لِأَنَّهُ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا، وَسَلْمَانُ مَاتَ قَبْلَ عَلِيٍّ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ إِلٰى هٰذَا، وَرَأَوْا أَنْ يُدْعَوْا قَبْلَ الْقِتَالِ، وَهُوَ قَوْلُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ. قَالَ: إِنْ تُقُدِّمَ إِلَيْهِمْ فِي الدَّعْوَةِ فَحَسَنٌ يَكُونُ ذٰلِكَ أَهْيَبَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لَا دَعْوَةَ الْيَوْمَ. وَقَالَ أَحْمَدُ: لَا أَعْرِفُ الْيَوْمَ أَحَدًا يُدْعٰى. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يُقَاتَلُ الْعَدُوُّ حَتّٰى يُدْعَوْا إِلَّا أَنْ يَعْجَلُوا، عَنْ ذٰلِكَ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ، فَقَدْ بَلَغَتْهُمُ الدَّعْوَةُ.

اس مسئلے میں سیدنا بریدہ، نعمان بن مقرن، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف عطا بن سائب ہی بیان کرتا ہے۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے میں نے سنا، وہ کہتے تھے کہ ابوبختری نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا کیونکہ اس نے سیدنا علی کا دور نہیں پایا (انھیں نہیں ملے) اور سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پہلے فوت ہوئے ہیں۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا موقف یہی ہے۔ ان کی رائے میں لڑائی سے پہلے کافروں کو (اسلام کی) دعوت دی جائے۔ اسحاق بن ابراہیم کا یہی قول ہے کہ اگر انھیں پہلے دعوت دی جائے تو یہ بہتر ہے اور ہیبت و رعب کا باعث ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے: اب (جبکہ اسلام کی دعوت عام ہو چکی ہے) خاص دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ امام احمد کا قول ہے کہ میرے علم میں آج کسی کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں

کیونکہ (اسلام کا پیغام سب تک پہنچ چکا ہے۔) امام شافعی کا قول ہے: دشمن کو دعوتِ اسلام دیے بغیر اس سے جنگ نہیں لڑی جائے گی الا یہ کہ وہ جلد بازی سے کام لیں۔ اگر سپہ سالار دعوت نہ دے تو بھی ان تک دعوت تو پہنچ ہی چکی ہے۔

لغوی تشریح: [نَنْهَدُ إِلَيْهِمْ] ''ہم ان کی طرف پیش قدمی کریں۔'' [نَابَذْنَاكُمْ عَلٰى سَوَاءٍ] ''ہم تمھیں کھلے طور پر جنگ کی دعوت دیتے ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① جہاد کے احکام و مسائل چونکہ نبی ﷺ کی سیرت اور طرزِ عمل سے ماخوذ ہیں، اس لیے جہاد کے مسائل یا احکام کو مصنف نے ابواب السیر کے نام سے بیان کیا ہے۔ ② جن لوگوں تک اسلام کی دعوت اور پیغام پہنچ چکا ہو اور وہ اس سے آگاہی حاصل کر چکے ہوں انھیں جنگ سے پہلے دعوت دینا ضروری نہیں، اور جن تک اسلام کا پیغام نہ پہنچا ہو اور وہ اس سے آشنا نہیں تو انھیں دعوت دینا ضروری ہے۔ جمہور اور اکثر اہل علم کا موقف یہی ہے اگرچہ امام مالک کے نزدیک ہر حالت میں دعوت دینا ضروری ہے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک کسی حالت میں بھی دعوت کی ضرورت نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح صحيح مسلم از نووي: 54/12، والمغني: 379/10-381) ③ اہل کتاب اور مجوسیوں سے جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں یا پھر ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور باقی کافروں سے ان کے مسلمان ہونے تک جنگ رہے گی۔ (المغني: 31/13، 32) ④ یہ روایت ضعیف ہے جس کی بنا پر یہ واقعہ مشکوک ہے، تاہم جنگ کا آغاز کرنے سے پہلے اسلام کی دعوت دینا صحیح روایات سے ثابت ہے۔

(المعجم ٢) بَابُ [النَّهْيِ عَنِ الْإِغَارَةِ إِذَا رَأَى مَسْجِدًا وَّسَمِعَ أَذَانًا] (التحفة ٢)

باب: 2۔ جہاں مسجد نظر آئے یا اذان سنائی دے، ان پر حملہ نہ کیا جائے

١٥٤٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْعَدَنِيُّ الْمَكِّيُّ - وَيُكْنَى بِأَبِي عَبْدِ اللهِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ هُوَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ -: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ نَوْفَلِ ابْنِ مُسَاحِقٍ، عَنِ ابْنِ عِصَامٍ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ - وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ - قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جَيْشًا أَوْ سَرِيَّةً يَقُولُ لَهُمْ: «إِذَا رَأَيْتُمْ مَسْجِدًا

[1549] ابن عصام مزنی رحمہ اللہ اپنے باپ، جنھیں شرف رفاقت حاصل تھا، سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی لشکر یا دستہ روانہ فرماتے تو اسے فرماتے: ''جب تم مسجد دیکھو یا اذان سنو تو کسی کو قتل نہ کرنا۔''

١٥٤٩- [صحيح لغيره] أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في دعاء المشركين، ح: ٢٦٣٥ من حديث سفيان بن عيينة به وحسنه الهيثمي في المجمع: ٦/ ٢١٠ وللحديث شواهد عند النسائي في الكبرى والطبراني والبيهقي في الدلائل: ٥/ ١١٥-١١٨ * ابن عصام لا يعرف حاله.

أَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوا أَحَدًا».

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَهُوَ حَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

ابن عیینہ کی یہ حدیث غریب ہے۔

فائدہ: مسجد اور اذان اسلام کی علامت اور شعار ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں مسلمان بستے ہیں، اس لیے ایسی بستی پر حملہ نہ کیا جائے تاکہ مسلمان اس کی زد میں نہ آ جائیں۔ لیکن اگر کچھ مسلمان کافروں کے ملک میں مستقل رہ رہے ہوں اور اعلان جہاد ہو جائے تو خلیفۃ المسلمین جہاں تک ہو سکے اپنے ان مسلمانوں کا تحفظ کرے۔ اگر تحفظ ممکن نہ ہو تو یہ مسلمان اپنے نقصان کے خود ذمے دار ہوں گے کیونکہ ان کے لیے کافر ملک میں رہنا شرعاً جائز ہی نہیں۔

(المعجم ٣) بَابٌ: فِي الْبَيَاتِ وَالْغَارَاتِ (التحفة ٣)

باب:3۔ شب خون مارنا اور حملہ کرنا

١٥٥٠- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ حِينَ خَرَجَ إِلَى خَيْبَرَ أَتَاهَا لَيْلًا، وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لَمْ يُغِرْ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُصْبِحَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتْ يَهُودُ بِمَسَاحِيهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا: مُحَمَّدٌ، وَافَقَ وَاللهِ مُحَمَّدٌ الْخَمِيسَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَللهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ».

[1550] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خیبر کی طرف نکلے تو وہاں رات کو پہنچے اور آپ جب کسی قوم کے پاس رات کو پہنچتے تو ان پر صبح تک حملہ نہ کرتے۔ جب صبح ہوئی تو یہودی اپنی کسیاں، بیلچے اور ٹوکریاں لے کر (کام کاج کے لیے) نکلے۔ جب انھوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے: محمد (آ گیا۔) اللہ کی قسم! محمد لشکر کے ساتھ آ گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! خیبر تباہ و برباد ہوا۔ ہم جب کسی قوم کے علاقے میں پہنچتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے (کیونکہ وہ قتل و غارت سے دوچار ہوتے ہیں۔)''

١٥٥١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُعَاذُ [بْنُ مُعَاذٍ] عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ أَقَامَ بِعَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا.

[1551] سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی قوم پر غالب آتے تو ان کے علاقے میں تین دن قیام فرماتے۔

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَحَدِيثُ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِنْ

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سیدنا انس کی مذکورہ بالا روایت بھی حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم نے شب خون مارنے

١٥٥٠ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب دعاء النبي ﷺ إلى الإسلام والنبوة ... إلخ، ح: ٢٩٤٥ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ٢/ ٤٦٨، ٤٦٩.

١٥٥١ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب من غلب العدو فأقام على عرصتهم ثلاثًا، ح: ٣٠٦٥ من حديث معاذ به.

أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْغَارَةِ بِاللَّيْلِ وَأَنْ يُبَيِّتُوا. وَكَرِهَهُ بَعْضُهُمْ. وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ: لَا بَأْسَ أَنْ يُبَيَّتَ الْعَدُوُّ لَيْلًا. وَمَعْنٰى قَوْلِهِ وَافَقَ مُحَمَّدٌ الْخَمِيسَ: يَعْنِي بِهِ الْجَيْشَ.

اور رات کو حملہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور بعض نے اسے ناپسند کیا ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا قول ہے کہ دشمن پر شب خون مارنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور خمیس سے مراد لشکر ہے۔

فوائد و مسائل: ① ضرورت کے وقت شب خون مارنا اور رات کو اچانک حملہ کرنا جائز ہے۔ امام شافعی، مالک، ابوحنیفہ اور جمہور کا یہی موقف ہے۔ اس صورت میں عورتوں اور بچوں کا قتل بھی درست ہوگا، جبکہ عام حالات میں انھیں عمداً قتل کرنا جائز نہیں۔ (شرح صحیح مسلم ازنووي: 75/12، والمغني: 495/10) ② لشکر کے چونکہ پانچ حصے ہوتے ہیں: **مقدمہ**: اگلا حصہ، **قلب**: درمیانی یا وسطی حصہ، **ساقہ**: پچھلا گروہ، **میمنہ**: دایاں گروہ، **میسرہ**: بایاں گروہ، اس لیے اسے **خمیس** سے تعبیر کرتے ہیں جو **خمس** (پانچ) سے ماخوذ ہے۔

(المعجم ۴) بَابٌ: فِي التَّحْرِيقِ وَالتَّخْرِيبِ (التحفة ۴)

باب: 4۔ جلانا اور تباہ و برباد کرنا

١٥٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ، فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ﴾ [الحشر:٥].

[1552] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کی بویرہ نامی جگہ کی کھجوریں جلائیں اور کٹوائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ”جو بھی کھجور کا درخت تم نے کاٹا یا اسے تم نے اس کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، تو یہ اللہ کے حکم و اجازت سے ہوا اور تاکہ وہ نافرمانوں کو ذلیل و رسوا کرے۔“

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا، وَلَمْ يَرَوْا بَأْسًا بِقَطْعِ الْأَشْجَارِ وَتَخْرِيبِ الْحُصُونِ. وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ، وَهُوَ قَوْلُ الْأَوْزَاعِيِّ. قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: وَنَهٰى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ [يَزِيدَ] أَنْ يَقْطَعَ شَجَرًا مُثْمِرًا أَوْ يُخَرِّبَ عَامِرًا وَعَمِلَ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَهُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا بَأْسَ بِالتَّحْرِيقِ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ وَقَطْعِ الْأَشْجَارِ وَالثِّمَارِ. وَقَالَ

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض اہل علم حضرات کی رائے یہی ہے کہ وہ درختوں کے کاٹنے اور قلعوں کے تباہ و برباد کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اور بعض اسے ناپسند کرتے ہیں۔ امام اوزاعی کا قول یہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یزید (بن ابوسفیان، امیر لشکر) کو پھلدار درختوں کے کاٹنے اور آباد مکان کو تباہ و برباد کرنے سے منع فرمایا۔ اور ان کے بعد مسلمانوں نے اسی پر

١٥٥٢- أخرجه البخاري، التفسير، باب قوله: "ما قطعتم من لينة"، ح: ٤٨٨٤ ومسلم، ح: ١٧٤٦ عن قتيبة به * وفي الباب عن ابن عباس [يأتي: ٣٣٠٣].

أَحْمَدُ: وَقَدْ تَكُونُ فِي مَوَاضِعَ لَا يَجِدُونَ مِنْهُ بُدًّا، فَأَمَّا بِالْعَبَثِ فَلَا تُحَرَّقُ. وَقَالَ إِسْحَاقُ: التَّحْرِيقُ سُنَّةٌ إِذَا كَانَ أَنْكَى فِيهِمْ.

عمل کیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دشمن کی سرزمین کے درخت اور پھل کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کبھی یہ درخت اور مکان ایسی جگہوں میں واقع ہوتے ہیں کہ انھیں تباہ و برباد کیے بغیر چارہ نہیں ہوتا، لیکن بلا مقصد جلانا درست نہیں۔ امام اسحاق فرماتے ہیں: جلانا اگر دشمن کے قتل و زخمی کرنے میں زیادہ مؤثر ہے تو یہ سنت ہے۔

فائدہ: ائمۂ اربعہ کا موقف یہی ہے کہ جنگی ضرورت کے لیے درخت جلانا اور قلعہ مسمار کرنا درست ہے اور بلاضرورت، بلامقصد اور بے فائدہ جلانا درست نہیں۔ جمہور کا یہی موقف ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ دشمن کی معیشت تباہ کرنے کے لیے ایسا کرنا درست ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، لیث بن سعد، اوزاعی اور ابوثور کے نزدیک جائز نہیں (کیونکہ یہ چیزیں بعد میں مسلمانوں کے کام آئیں گی۔) (شرح صحيح مسلم للنووي: 76/12، والمغني: 497/10، 498)

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغَنِيمَةِ (التحفة ٥)

باب: 5۔ غنیمت کا بیان

١٥٥٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ سَيَّارٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ فَضَّلَنِي عَلَى الْأَنْبِيَاءِ»، أَوْ قَالَ: «أُمَّتِي عَلَى الْأُمَمِ، وَأَحَلَّ لَنَا الْغَنَائِمَ».

[1553] سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے انبیاء پر فضیلت بخشی ہے۔'' یا فرمایا: ''میری امت کو گزشتہ امتوں پر فضیلت بخشی ہے، اور ہمارے لیے غنیمتوں کو (استعمال کرنا) حلال قرار دیا ہے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي مُوسَى، وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ أَبِي أُمَامَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَسَيَّارٌ هٰذَا يُقَالُ لَهُ: سَيَّارٌ مَوْلَى بَنِي مُعَاوِيَةَ، وَرَوَى عَنْهُ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ بَحِيرٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ

اس باب میں سیدنا علی، ابوذر، عبداللہ بن عمرو، ابوموسیٰ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سیار کو سیار مولیٰ بنومعاویہ کا نام بھی دیا جاتا ہے، یعنی بنومعاویہ کا آزاد کردہ غلام۔ اس سے سلیمان تیمی، عبداللہ بن بحیر اور دوسرے راوی روایت کرتے ہیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے انبیاء پر چھ فضیلتیں

١٥٥٤ـ أخرجه مسلم، الجهاد، باب كيفية قسمة الغنيمة بين الحاضرين، ح: ١٧٦٢ من حديث سليم بن أخضر به ※ وفي الباب عن مجمع بن جارية [أبو داود، ح: ٢٧٣٦]، وابن عباس [الدارقطني: ٤/ ١٠٣، ح: ٤١٢٨]، وابن أبي عمرة عن أبيه [أبو داود، ح: ٢٧٣٤].

النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ». هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

بخشی گئی ہیں: مجھے جامع کلمات عنایت کیے گئے ہیں۔ رعب و دبدبے سے میری مدد و نصرت کی گئی ہے۔ میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں۔ میرے لیے روئے زمین سجدہ گاہ اور طہارت کا ذریعہ بنائی گئی ہے۔ اور مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اور مجھ پر انبیاء ختم کردیے گئے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر نبی ﷺ کو بہت سے امتیازات و خصوصیات حاصل ہیں۔ اس حدیث میں چھ امتیازات بیان کیے گئے ہیں: ○ جوامع الکلم: مختصر الفاظ اور چھوٹے چھوٹے جملوں کے اندر بہت سے معانی اور مطالب کو بیان کرنا جس کا اصل مصداق قرآن مجید ہے اور بعض احادیث بھی اس کا مصداق ہیں۔ ○ دور سے دشمن پر رعب و دبدبہ طاری ہونا۔ ○ گزشتہ امتیں دشمن سے اگر جہاد کرتیں اور اس کے مال و متاع پر قبضہ کرلیتیں تو وہ اسے اپنے استعمال میں نہیں لاسکتی تھیں بلکہ آگ لگا کر اس کو جلا دیتی تھیں۔ لیکن آپ کی امت اسے مجاہدوں میں تقسیم کرتی ہے۔ اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ ○ زمین کے تمام ٹکڑوں پر مساجد تعمیر کی جاسکتی ہیں اور ضرورت کے وقت جب انسان آبادی سے باہر ہو یا کسی وجہ سے مسجد میں نہ جاسکتا ہو تو جہاں موقع ملے وہیں نماز ادا کرسکتا ہے، اور پانی نہ ہو تو زمین کی مٹی سے تیمم بھی کرسکتا ہے جو وضو اور غسل کے قائم مقام بن جاتا ہے۔ ○ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کی بعثت مخصوص اقوام یا مخصوص مدت کے لیے ہوتی تھی اور آپ کی بعثت عالمگیر اور رہتی دنیا تک ہے۔ ○ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ہاں، نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے ہوسکتے ہیں اور ہوئے ہیں۔

(المعجم ٦) بَابٌ: فِي سَهْمِ الْخَيْلِ (التحفة ٦)

باب:6۔ (غنیمت میں) گھوڑے کا حصہ

١٥٥٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ وَحُمَيْدُ ابْنُ مَسْعَدَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَسَمَ فِي النَّفَلِ لِلْفَرَسِ بِسَهْمَيْنِ وَلِلرَّجُلِ بِسَهْمٍ.

[1554] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غنیمت تقسیم کرتے وقت گھوڑے کو دو حصے دیے اور پیدل آدمی کو ایک حصہ دیا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ أَخْضَرَ نَحْوَهُ. وَفِي الْبَابِ عَنْ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ

محمد بن بشار اپنی سند سے اس کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں۔ اس مسئلے میں سیدنا مجمع بن جاریہ، ابن عباس اور ابن ابی عمرہ رضی اللہ عنہم کی اپنے باپ سے روایات مروی ہیں۔

١٥٥٤- أخرجه مسلم، الجهاد، باب كيفية قسمة الغنيمة بين الحاضرين، ح: ١٧٦٢ من حديث سليم بن أخضر به * وفي الباب عن مجمع بن جارية [أبو داود، ح: ٢٧٣٦]، وابن عباس [الدارقطني: ٤/ ١٠٣، ح: ٤١٢٨]، وابن أبي عمرة عن أبيه [أبو داود، ح: ٢٧٣٤].

أَبِيهِ. وَهٰذَا حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالْأَوْزَاعِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ قَالُوا: لِلْفَارِسِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ، سَهْمٌ لَهُ وَسَهْمَانِ لِفَرَسِهِ، وَلِلرَّاجِلِ سَهْمٌ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری، اوزاعی، مالک بن انس، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ان کے بقول گھڑسوار کو تین حصے، ایک اپنا اور دو گھوڑے کے ملیں گے، اور پیدل کو ایک حصہ ملے گا۔

فائدہ: لڑائی میں گھوڑے کا کردار بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور جنگ میں اس کا حصہ بہت زیادہ ہے۔ اسے جنگ میں شریک کرنے کے لیے سوار کو بہت محنت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے، اس لیے غنیمت میں اس کا حصہ بھی پیدل کے مقابلے میں زیادہ رکھا گیا ہے۔ ائمۂ حجاز، صاحبین اور جمہور امت کا یہی موقف ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑے کا حصہ، پیدل کے برابر ہے۔ گھوڑے کو زائد حصہ نہیں ملے گا۔ صحیح احادیث کی رو سے جمہور امت کا موقف ہی درست ہے۔

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّرَايَا (التحفة ٧)

باب: 7۔ جہادی دستے یا جنگی پارٹیاں

١٥٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْأَزْدِيُّ الْبَصْرِيُّ وَأَبُو عَمَّارٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُمِائَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ، وَلَا يُغْلَبُ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِّنْ قِلَّةٍ».

[1555] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہترین رفیق سفر وہ ہیں جو چار ہوں۔ اور بہترین جنگی دستہ چار سو افراد ہیں۔ اور بہترین لشکر چار ہزار افراد ہیں۔ اور بارہ ہزار قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔“

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَّا يُسْنِدُهُ كَبِيرُ أَحَدٍ غَيْرُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، وَإِنَّمَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. وَقَدْ رَوَاهُ حِبَّانُ بْنُ عَلِيٍّ الْعَنَزِيُّ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ جریر بن حازم کے سوا کسی بلند مرتبہ راوی نے اسے مسند بیان نہیں کیا۔ زہری سے یہ حدیث مرسل (صحابی کا واسطہ چھوڑ کر) بیان کی گئی ہے۔ حبان بن علی عنزی نے اسے زہری سے عقیل کے واسطے

١٥٥٥- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في ما يستحب من الجيوش والرفقاء والسرايا، ح: ٢٦١١ من حديث وهب ابن جرير به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٥٣٨ وابن حبان، ح: ٦٦٣ والحاكم: ١/ ٤٤٣، ٢/ ١٠١ على شرط الشيخين ووافقه الذهبي.

ابْنِ عَبْدِاللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا.

سے مرفوعاً متصل سند سے بیان کیا ہے۔ اور لیث بن سعد نے زہری سے عقیل کے واسطے سے مرسلاً بیان کیا ہے۔

(المعجم ٨) بَابُ مَنْ يُعْطَى الْفَيْءَ (التحفة ٨)

باب: 8۔ غنیمت کا حق دار کون ہے؟

١٥٥٦ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ: أَنَّ نَجْدَةَ الْحَرُورِيَّ كَتَبَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْزُو بِالنِّسَاءِ؟ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ؟ فَكَتَبَ إِلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَتَبْتَ إِلَيَّ تَسْأَلُنِي هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْزُو بِالنِّسَاءِ، وَكَانَ يَغْزُو بِهِنَّ فَيُدَاوِينَ الْمَرْضَى وَيُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيمَةِ، وَأَمَّا يُسْهِمُ: فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ بِسَهْمٍ.

[1556] یزید بن ہرمز رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نجدہ خارجی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر یہ معلوم کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ عورتوں کو لڑائی میں شریک کرتے تھے؟ اور کیا آپ انھیں غنیمت میں حصہ دیتے تھے؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے خط لکھا: تو نے مجھے یہ سوال لکھ بھیجا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ عورتوں کو جنگ میں لے جاتے تھے؟ (ہاں) آپ انھیں جنگ میں ساتھ لے جاتے تھے۔ وہ بیماروں کا علاج کرتی تھیں اور انھیں غنیمت سے بھی کچھ عطیہ دے دیا جاتا تھا۔ رہا حصہ تو آپ انھیں باقاعدہ حصہ نہیں دیتے تھے (آپ ﷺ نے ان کے لیے حصہ مقرر نہیں فرمایا تھا۔)

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَأُمِّ عَطِيَّةَ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُسْهَمُ لِلْمَرْأَةِ وَالصَّبِيِّ وَهُوَ قَوْلُ الْأَوْزَاعِيِّ. قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: وَأَسْهَمَ النَّبِيُّ ﷺ لِلصِّبْيَانِ بِخَيْبَرَ وَأَسْهَمَتْ أَئِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ لِكُلِّ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ. قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: وَأَسْهَمَ النَّبِيُّ ﷺ لِلنِّسَاءِ بِخَيْبَرَ، وَأَخَذَ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَهُ، حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ بِهٰذَا. وَمَعْنَى قَوْلِهِ: وَيُحْذَيْنَ

اس مسئلے میں سیدنا انس اور سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری اور شافعی کا یہی قول ہے۔ بعض کے بقول عورت اور بچے کو حصہ دیا جائے گا۔ امام اوزاعی کا یہی قول ہے۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر بچوں کو حصہ دیا اور مسلمان ائمہ نے ہر اس بچے کو حصہ دیا جو لڑائی کے علاقے میں پیدا ہوا۔ اور نبی ﷺ نے خیبر کے موقع پر عورتوں کو بھی حصہ دیا۔ اور بعد کے مسلمانوں نے اس پر عمل کیا۔ اوزاعی کا یہ قول علی بن خشرم کی سند سے مروی ہے۔ اور ان کے فرمان يُحْذَيْنَ

١٥٥٦ـ أخرجه مسلم، الجهاد، باب النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم ... إلخ، ح: ١٣٨/١٨١٢ من حديث حاتم بن إسماعيل به ✽ وفي الباب عن أنس [لم أجده]، وأم عطية [لعله يشير إلى حديث مسلم، ح: ١٤٢/١٨١٢].

مِنَ الْغَنِيمَةِ: يَقُولُ: يُرْضَخُ لَهُنَّ بِشَيْءٍ مِّنَ الْغَنِيمَةِ: يُعْطَيْنَ شَيْئًا.

مِنَ الْغَنِيمَةِ کے معنی ہیں: انھیں غنیمت میں سے کوئی چیز بطور عطیہ وتحفہ دی جائے گی۔

فائدہ: اکثر اہل علم کے نزدیک عورتیں چونکہ لڑائی میں باضابطہ حصہ نہیں لیتیں اور لڑائی لڑنا ان کی ذمہ داری بھی نہیں ہے، اس لیے غنیمت میں ان کا باضابطہ حصہ بھی نہیں ہے، لیکن سپہ سالار حسب احوال انھیں تحفے اور عطیے کے طور پر کچھ دے سکتا ہے جس کی حد یا مقدار مقرر نہیں ہے۔ وہ بعض دفعہ حالات کے پیش نظر انھیں مردوں کے برابر یا زیادہ بھی دے سکتا ہے لیکن ہوگا عطیہ ہی، حصہ نہیں ہوگا۔ بعض دفعہ عطیے کے زیادہ ہونے کی بنا پر ہی اس کو بعض راویوں نے حصے سے تعبیر کر دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 442/10، 443، وشرح صحيح مسلم از نووي: 262/12)

(المعجم ٩) بَابٌ: هَلْ يُسْهَمُ لِلْعَبْدِ (التحفة ٩)

باب: 9۔ کیا غنیمت میں غلام کا حصہ ہے؟

١٥٥٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُمَيْرٍ مَّوْلَى آبِي اللَّحْمِ، قَالَ: شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِي فَكَلَّمُوا فِيَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَكَلَّمُوهُ أَنِّي مَمْلُوكٌ. قَالَ: فَأَمَرَ بِي فَقُلِّدْتُ السَّيْفَ فَإِذَا أَنَا أَجُرُّهُ فَأَمَرَ لِي بِشَيْءٍ مِّنْ خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ، وَعَرَضْتُ عَلَيْهِ رُقْيَةً كُنْتُ أَرْقِي بِهَا الْمَجَانِينَ، فَأَمَرَنِي بِطَرْحِ بَعْضِهَا وَحَبْسِ بَعْضِهَا.

[1557] سیدنا آبي اللحم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے آقاؤں کے ساتھ غزوۂ خیبر میں حاضر ہوا تو انھوں نے میرے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کی اور آپ کو بتایا کہ میں غلام ہوں تو آپ نے میرے بارے میں حکم دیا اور مجھے تلوار لٹکا دی گئی جسے میں کھینچ رہا تھا۔ اور آپ نے مجھے معمولی قسم کا گھریلو سامان دینے کی ہدایت فرمائی۔ اور میں نے آپ کے سامنے ایک دم پیش کیا جس سے میں دیوانوں اور پاگلوں کو دم کرتا تھا۔ تو آپ نے مجھے اس میں سے کچھ چھوڑنے اور کچھ باقی رکھنے کا حکم دیا (کہ اس سے دم کر دیا کروں۔)

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ لَّا يُسْهَمَ لِلْمَمْلُوكِ، وَلٰكِنْ يُرْضَخُ لَهُ بِشَيْءٍ، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

اس باب میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ غلام کو غنیمت سے حصہ نہ دیا جائے لیکن عطیے کے طور پر کچھ دے دیا جائے۔ امام ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔

لغوی تشریح: خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ: گھریلو استعمال کا معمولی، کم تر اور حقیر سامان۔ يُرْضَخُ: عام قسم کا عطیہ یا تحفہ۔

١٥٥٧ـ أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في المرأة والعبد يحذيان من الغنيمة، ح: ٢٧٣٠ من حديث بشر بن المفضل به، وصححه ابن حبان، ح: ١٦٦٩ والحاكم: ٢/ ١٣١ والذهبي ✽ وفي الباب عن ابن عباس [تقدم: ١٥٥٦].

فائدہ: غلام اور مملوک کے بارے میں اکثر اہل علم کا موقف وہی ہے جس کی تفصیل اوپر عورتوں کے حصے کے بارے میں گزر چکی ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو دم قرآن وسنت کے منافی نہ ہو، یعنی شرکیہ کلمات پر مشتمل نہ ہو، وہ کیا جا سکتا ہے۔

(المعجم ١٠) بَابٌ: مَا جَاءَ فِي أَهْلِ الذِّمَّةِ يَغْزُونَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ هَلْ يُسْهَمُ لَهُمْ (التحفة ١٠)

باب:10۔ جو ذمی مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوں، کیا انھیں غنیمت میں سے حصہ دیا جائے گا؟

١٥٥٨ـ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نِيَارٍ الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى بَدْرٍ حَتَّى إِذَا كَانَ بِحَرَّةِ الْوَبَرِ لَحِقَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ يُذْكَرُ مِنْهُ جُرْأَةٌ وَّنَجْدَةٌ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «ارْجِعْ فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ».

وَفِي الْحَدِيثِ كَلَامٌ أَكْثَرُ مِنْ هٰذَا. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: لَا يُسْهَمُ لِأَهْلِ الذِّمَّةِ وَإِنْ قَاتَلُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ الْعَدُوَّ. وَرَأٰى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُسْهَمَ لَهُمْ إِذَا شَهِدُوا الْقِتَالَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ. وَيُرْوٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَسْهَمَ لِقَوْمٍ مِّنَ الْيَهُودِ قَاتَلُوا مَعَهُ، حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَزْرَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. [هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ].

[1558] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب آپ وبرنامی جگہ کی پتھریلی اور سنگلاخ زمین پر پہنچے تو ایک مشرک آدمی آپ کے ساتھ ہولیا جس کی بہادری اور شجاعت کا چرچا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو؟'' اس نے کہا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''لوٹ جاؤ، میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔''

اس حدیث میں اس سے مزید بات چیت کا ذکر آتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ان کے بقول ذمیوں کو حصہ نہیں دیا جائے گا اگرچہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر دشمن سے جنگ لڑیں۔ اور بعض اہل علم کی رائے میں جب وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں حاضر ہوں تو انھیں حصہ دیا جائے گا۔ امام زہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے کچھ یہودی لوگوں کو حصہ دیا تھا جنھوں نے آپ کے ساتھ لڑائی میں حصہ لیا تھا۔ یہ قول قتیبہ بن سعید کی سند سے مروی ہے۔

فائدہ: چونکہ مشرک اور کافر جہاد کرنے کا اہل نہیں ہے، یہ مسلمانوں ہی کا کام ہے، اس لیے اس سے غزوے میں مدد طلب نہیں کی جائے گی۔ اگر اپنے طور پر وہ مسلمانوں کی مدد کے لیے لڑائی میں حصہ لے تو امام احمد، اوزاعی، زہری، ثوری اور اسحاق

١٥٥٨ـ أخرجه مسلم، الإمارة، باب كراهة الاستعانة في الغزو بكافر إلا لحاجة . . . إلخ، ح: ١٨١٧ من حديث مالك به ٭ حديث: "أسهم لقوم من اليهود"، سنده ضعيف لإرساله.

کے نزدیک اسے حصہ دیا جائے گا۔ امام مالک، ابوحنیفہ اور شافعی کے نزدیک اسے حصہ نہیں دیا جائے گا۔ (المغني: 446/10)

١٥٥٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ غِيَاثٍ: حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى: قَالَ: قَدِمْتُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي نَفَرٍ مِّنَ الْأَشْعَرِيِّينَ خَيْبَرَ فَأَسْهَمَ لَنَا مَعَ الَّذِينَ افْتَتَحُوهَا.

[1559] سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اشعریوں کی ایک جماعت کے ساتھ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ہمیں خیبر فتح کرنے والوں کے ساتھ حصہ دیا۔

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ. قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: مَنْ لَّحِقَ بِالْمُسْلِمِينَ قَبْلَ أَنْ يُسْهَمَ لِلْخَيْلِ أُسْهِمَ لَهُ [وَبُرَيْدٌ يُكْنٰى أَبَا [بُرْدَةَ] وَهُوَ ثِقَةٌ، وَرَوٰى عَنْهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُمَا].

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام اوزاعی کہتے ہیں: جو انسان مسلمانوں کو اس وقت آ ملے جبکہ ابھی گھڑ سواروں کو حصہ نہ ملا ہو تو اسے حصہ دیا جائے گا۔ برید کی کنیت ابو بردہ ہے اور یہ ثقہ راوی ہے۔ اس سے سفیان ثوری، ابن عیینہ اور دوسرے حضرات روایت لیتے ہیں۔

فائدہ: غنیمت دراصل ان لوگوں کا حق ہے جو غزوے میں شریک ہوئے ہیں۔ اگر کچھ لوگ جنگ میں شرکت کے لیے بعد میں آئیں اور ابھی غنیمت تقسیم نہ ہوئی ہو اور وہ ضرورت مند اور محتاج ہوں یا ان کی تالیف قلب مطلوب ہو تو فاتحین کو اعتماد میں لے کر انھیں حصہ دیا جا سکتا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 144/5، والمغني: 455/10، 456)

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِنْتِفَاعِ بِآنِيَةِ الْمُشْرِكِينَ (التحفة ١١)

باب: 11۔ مشرکوں کے برتنوں سے فائدہ اٹھانا (استعمال کرنا)

١٥٦٠ـ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ قُدُورِ الْمَجُوسِ. فَقَالَ: «أَنْقُوهَا غَسْلًا وَاطْبُخُوا فِيهَا»، وَنَهٰى عَنْ كُلِّ سَبُعٍ [وَ]ذِي نَابٍ.

[1560] سیدنا ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مجوس کی ہنڈیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "انھیں دھو کر پاک صاف کر لو اور ان میں پکا لو۔" اور آپ نے ہر درندے اور کچلی والے جاندار سے منع فرمایا۔

وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ

یہ حدیث ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری سند سے بھی بیان

١٥٥٩ـ أخرجه البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، ح: ٤٢٣٣ من حديث بريد به.

١٥٦٠ـ أخرجه أحمد: ٤/ ١٩٣ من حديث شعبة به، ورواه البخاري، ح: ٥٤٧٨ (ومسلم، ح: ١٩٣٠ عن هناد) من حديث حيوة بن شريح به.

أَبِي ثَعْلَبَةَ، [وَ]رَوَاهُ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ، وَأَبُو قِلَابَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ، إِنَّمَا رَوَاهُ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ. حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ. قَالَ: سَمِعْتُ رَبِيعَةَ بْنَ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيَّ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ عَائِذُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ. قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ يَقُولُ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ نَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ. قَالَ: «إِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَ آنِيَتِهِمْ فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا فِيهَا». [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

کی گئی ہے۔ اسے ابوادریس خولانی سیدنا ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور ابوقلابہ نے ابوثعلبہ سے نہیں سنا، وہ ابو اسماء کے واسطے سے ابوثعلبہ سے روایت کرتے ہیں۔ سیدنا ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم اہل کتاب لوگوں کی سرزمین میں رہتے ہیں (کیا) ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ان کے برتنوں کے علاوہ تمھیں برتن میسر ہوں تو ان میں نہ کھاؤ اور اگر نہ ملیں تو انھیں دھولو اور ان میں کھالو۔'' امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: کافروں اور مشرکوں کے برتن جہاں تک ممکن ہو استعمال کرنے سے پرہیز کیا جائے۔ ضرورت اور حاجت کی صورت میں انھیں دھوکر استعمال کرلینا جائز ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 145/5، 146، وسبل السلام: 50/1، 53)

(المعجم ١٢) بَابٌ: فِي النَّفَلِ (التحفة ١٢)

باب: 12۔ مجاہدین کو زائد حصہ (خصوصی انعام) دینا

١٥٦١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي سَلَّامٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُنَفِّلُ فِي الْبَدْأَةِ الرُّبُعَ، وَفِي الْقُفُولِ الثُّلُثَ.

[1561] سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ آغاز میں نفل (زائد حصہ) چوتھائی حصہ دیتے تھے اور واپسی کے وقت تہائی حصہ۔

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَحَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ،

اس مسئلے میں ابن عباس، حبیب بن مسلمہ، معن بن

١٥٦١- أخرجه ابن ماجه، الجهاد، باب النفل، ح: ٢٨٥٢ من حديث سفيان الثوري به، وللحديث شاهد حسن عند أبي داود، ح: ٢٧٥٠ وغيره ※ وفي الباب عن ابن عباس [يأتي بعده: ١٥٦٢]، وحبيب بن مسلمة [أبو داود، ح: ٢٧٤٩، ٢٧٥٠]، ومعن ابن يزيد [أبو داود، ح: ٢٧٥٣، ٢٧٥٤]، وابن عمر [البخاري، ح: ٣١٣٤، ٣١٣٥ ومسلم، ح: ١٧٤٩، ١٧٥٠]، وسلمة بن الأكوع [البخاري، ح: ٣٠٥١ ومسلم، ح: ١٧٥٤، ١٧٥٥] ※ حديث ابن عباس: رواه ابن ماجه، ح: ٢٨٠٨ من حديث عبدالرحمن بن أبي الزناد به.

وَمَعْنِ بْنِ يَزِيدَ، وَابْنِ عُمَرَ وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ. وَحَدِيثُ عُبَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي سَلَّامٍ؛ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ. حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَنَفَّلَ سَيْفَهُ ذَا الْفَقَارِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّهُوَ الَّذِي رَأٰى فِيهِ الرُّؤْيَا يَوْمَ أُحُدٍ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي النَّفَلِ مِنَ الْخُمُسِ، فَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: لَمْ يَبْلُغْنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَفَّلَ فِي مَغَازِيهِ كُلِّهَا، وَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّهُ نَفَّلَ فِي بَعْضِهَا وَإِنَّمَا ذٰلِكَ عَلٰى وَجْهِ الْاِجْتِهَادِ مِنَ الْإِمَامِ فِي أَوَّلِ الْمَغْنَمِ وَآخِرِهِ. قَالَ ابْنُ مَنْصُورٍ: قُلْتُ لِأَحْمَدَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَفَّلَ إِذَا فَصَلَ بِالرُّبُعِ بَعْدَ الْخُمُسِ، وَإِذَا قَفَلَ بِالثُّلُثِ بَعْدَ الْخُمُسِ، فَقَالَ: يُخْرِجُ الْخُمُسَ ثُمَّ يُنَفِّلُ مِمَّا بَقِيَ وَلَا يُجَاوِزُ هٰذَا. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا الْحَدِيثُ عَلٰى مَا قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: النَّفَلُ مِنَ الْخُمُسِ. قَالَ إِسْحَاقُ: [هُوَ] كَمَا قَالَ.

یزید، ابن عمر اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور یہ حدیث ابوسلام ایک اور صحابی سے بھی بیان کرتے ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذوالفقار نامی تلوار غزوۂ بدر کے موقع پر نفل کے طور پر لی تھی اور احد کے موقع پر اسی کے بارے میں خواب دیکھا تھا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور ہمارے علم میں اس سند سے ابوزناد کی روایت سے پہنچی ہے۔ اہل علم کا خمس سے نفل (زائد حصہ) لینے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام مالک بن انس کا قول ہے: یہ بات میرے علم میں نہیں آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے تمام غزوات میں زائد حصہ دیا تھا۔ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ ﷺ نے بعض غزوات میں زائد حصہ دیا تھا اور یہ معاملہ حاکم کے اجتہاد پر موقوف ہے، آغاز غنیمت میں دے یا آخر میں۔ ابن منصور کہتے ہیں: میں نے امام احمد سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے جاتے وقت خمس کے بعد چوتھائی حصہ بطور نفل دیا اور واپسی پر خمس نکالنے کے بعد تہائی حصہ دیا۔ انھوں نے جواب دیا: آپ خمس نکال لیتے، پھر جو باقی بچتا اس سے نفل، یعنی زائد حصہ (ربع، ثلث) دیتے، اس سے زائد نہیں دیتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام سعید بن مسیب کے بقول اس حدیث کی رو سے نفل خمس میں سے دیا جائے گا۔ امام اسحاق نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

فائدہ: جب لشکر دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوتا ہے تو وہ تازہ دم ہوتا ہے، اس لیے اگر اس میں سے کوئی دستہ اور پارٹی راستے میں کسی دشمن پر حملہ آور ہو کر غنیمت حاصل کرتی ہے تو اسے دوسرے لشکر سے زائد، الگ اس غنیمت کے مال سے چوتھائی مال دیا جائے گا جو اس دستے میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔ اگر واپسی پر کوئی دستہ، لشکر سے الگ طور پر دشمن پر حملہ کر کے مال غنیمت حاصل کرتا ہے تو چونکہ واپسی پر فوجی تھکے ماندے ہوتے ہیں، اس لیے اس غنیمت سے انھیں تیسرا حصہ الگ طور سے دیا جائے گا۔ لیکن اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ یہ چوتھائی یا تہائی حصہ پورے مال غنیمت سے نکالا جائے گا یا خمس (پانچواں حصہ)

نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال سے نکالا جائے گا یا خمس کا چوتھائی یا تہائی ہوگا یا خمس کے خمس سے نکالا جائے گا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 10/401-404)

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُهُ (التحفة ١٣)

باب: 13۔ (کافر) مقتول کا سامان (مسلمان) قاتل کو ملے گا

١٥٦٢ - حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ ابْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ».

[1562] سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی (جنگ میں شریک کافر) کو قتل کیا اور اس کے پاس اس کی شہادت و گواہی موجود ہو تو اس (مقتول) کا سامان اسے (قاتل کو) ملے گا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ. حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ. وَفِي الْبَابِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَأَنَسٍ، وَسَمُرَةَ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو مُحَمَّدٍ هُوَ نَافِعٌ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ الْأَوْزَاعِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: لِلْإِمَامِ أَنْ يُخْرِجَ مِنَ السَّلَبِ الْخُمُسَ. وَقَالَ الثَّوْرِيُّ: النَّفَلُ: أَنْ يَقُولَ الْإِمَامُ: مَنْ أَصَابَ شَيْئًا فَهُوَ لَهُ، وَمَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُهُ، فَهُوَ جَائِزٌ وَلَيْسَ فِيهِ الْخُمُسُ وَقَالَ إِسْحَاقُ: السَّلَبُ لِلْقَاتِلِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ شَيْئًا كَثِيرًا، فَرَأَى الْإِمَامُ أَنْ يُخْرِجَ مِنْهُ الْخُمُسَ كَمَا فَعَلَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ ابن ابی عمر بواسطہ یحییٰ بن سعید اس کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں۔ اس مسئلے میں سیدنا عوف بن مالک، خالد بن ولید، انس اور سمرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابو محمد کا نام نافع ہے اور وہ ابو قتادہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ امام اوزاعی، شافعی اور احمد کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ امام کو سلب (مقتول کے سامان) سے خمس (پانچواں حصہ) نکالنے کا اختیار ہے۔ امام ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نفل (زائد حصہ) یہ ہے کہ امام اعلان کرے: جس نے کوئی چیز حاصل کی وہ اسی کی ہے، اور جس نے کسی کافر کو قتل کیا اس کا سامان اسی کو ملے گا۔ یہ عمل جائز ہے اور اس میں خمس نہیں ہے۔ امام اسحاق فرماتے ہیں: مقتول کا سامان قاتل کو ملے گا الا یہ

١٥٦٢ـ أخرجه البخاري، فرض الخمس، باب من لم يخمس الأسلاب، ح: ٣١٤٢ ومسلم، ح: ١٧٥١ من حديث مالك به، وهو في الموطأ: ٢/ ٤٥٤ بطوله * وفي الباب عن عوف بن مالك [مسلم، ح: ١٧٥٣]، وخالد بن الوليد [أبو داود، ح: ٢٧٢١] وأنس [أحمد: ٣/ ١١٤ وأصله عند مسلم، ح: ١٨٠٩]، وسمرة [ابن ماجه، ح: ٢٨٣٨].

کہ وہ بہت زیادہ ہو تو پھر اگر امام اس سے خمس نکالنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① مقتول کے سامان کا حقدار ہر حالت میں قاتل ہے، امیر لشکر اس کا علان کرے یا نہ کرے۔ امام اوزاعی، لیث، شافعی، احمد، اسحاق، ابوعبید اور ابوثور رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے۔ امام ثوری اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ امام کے اعلان کرنے کی صورت میں ہے، اس کے بغیر قاتل سلب کا حقدار نہیں ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک امام کے اعلان پر وہ اس کا حقدار ہوگا، ورنہ نہیں۔ اور یہ اعلان امام جنگ سے پہلے نہیں بلکہ جنگ کے خاتمے پر کرے گا۔ (المغني: 419/10) ② امام شافعی اور احمد کے نزدیک سلب سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔ ابن منذر اور ابن جریر کا بھی یہی قول ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے اور یہی صحیح ہے۔ امام اوزاعی اور مکحول کے نزدیک اس میں سے خمس نکالا جائے گا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے۔ امام اسحاق کے نزدیک اگر سلب کا مال بہت زیادہ ہو تو پھر امام اگر چاہے تو خمس نکال سکتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 418/10، 419) سلب کا اطلاق کن اشیاء پر ہو گا، اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 421/10-423) آلات جنگ اور مقتول کے جسم پر جو کچھ ہے وہ بالاتفاق سلب ہے۔ نفل (زائد حصہ) کا حکم پیچھے گزر چکا ہے۔

(المعجم ١٤) بَابٌ: فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْمَغَانِمِ حَتّٰى تُقْسَمَ (التحفة ١٤)

باب: 14۔ غنیمت کا مال تقسیم سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں

١٥٦٣ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جَهْضَمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ شِرَاءِ الْمَغَانِمِ حَتّٰى تُقْسَمَ.

[1563] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس کی خرید وفروخت سے منع فرمایا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔

فائدہ: مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس پر کسی کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی، نیز ملنے والا حصہ نامعلوم اور غیر معین ہوتا ہے، اس لیے اس کی خرید وفروخت، ملکیت اور تعیین سے پہلے جائز نہیں۔

١٥٦٣ـ [حسن بالشواهد] أخرجه ابن ماجه، التجارات، باب النهي عن شراء ما في بطون الأنعام . . . إلخ، ح: ٢١٩٦ من حديث حاتم به وسنده ضعيف، وللحديث شواهد كثيرة عند ابن أبي شيبة: ١٢/ ٤٣٥ـ٤٣٧ وغيره * وفي الباب عن أبي هريرة [أحمد: ٢/ ٤٧٢].

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ وَطْءِ الْحُبَالَى مِنَ السَّبَايَا (التحفة ١٥)

باب: 15۔ قید میں آنے والی حاملہ عورتوں سے مباشرت کرنا جائز نہیں

١٥٦٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ عَنْ وَهْبِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتِ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ أَنَّ أَبَاهَا أَخْبَرَهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى أَنْ تُوطَأَ السَّبَايَا حَتَّى يَضَعْنَ مَا فِي بُطُونِهِنَّ.

[1564] سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام حبیبہ اپنے باپ سے بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حاملہ قیدی عورتوں سے وضع حمل تک مباشرت کرنے سے منع فرمایا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ. وَحَدِيثُ عِرْبَاضٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: إِذَا اشْتَرَى الرَّجُلُ الْجَارِيَةَ مِنَ السَّبْيِ وَهِيَ حَامِلٌ، فَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ: لَا تُوطَأُ حَامِلٌ حَتَّى تَضَعَ. قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: وَأَمَّا الْحَرَائِرُ فَقَدْ مَضَتِ السُّنَّةُ فِيهِنَّ بِأَنْ أُمِرْنَ بِالْعِدَّةِ. كُلُّ هٰذَا حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ اور سیدنا عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب کوئی مرد قید میں آنے والی لونڈی خرید لیتا ہے اور وہ حاملہ ہو تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب تک وہ بچہ نہ جن لے حاملہ سے تعلقات قائم نہ کیے جائیں۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آزاد عورتوں کے بارے میں یہ طریقہ جاری ہو چکا ہے کہ انھیں عدت گزارنے کا حکم دیا جائے گا۔ یہ دونوں قول علی بن خشرم کی سند سے مروی ہیں۔

لغوی تشریح: حُبَالٰی: حُبْلٰی کی جمع ہے، حاملہ عورت۔ سَبَایَا: سَبِیَّۃٌ کی جمع ہے، قیدی عورتیں۔

فائدہ: جب کسی مجاہد کے حصے میں حاملہ عورت آتی ہے تو چونکہ وہ حمل اس کا نہیں ہوتا اور دوسرے کی کھیتی کو سیراب کرنا جائز نہیں، اس لیے لونڈی کا مالک اس سے تعلقات زن وشو قائم نہیں کر سکتا۔ وضع حمل کے بعد چونکہ اب یہ اس کی اپنی کھیتی ہے، اس لیے بیج ڈال سکتا ہے اور اسے سیراب کر سکتا ہے۔ یہی حکم آزاد عورت کا ہے کہ اگر وہ حاملہ ہو تو عدت گزرنے سے پہلے اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي طَعَامِ الْمُشْرِكِينَ (التحفة ١٦)

باب: 16۔ مشرکوں کے کھانوں کا حکم

١٥٦٤- أخرجه أحمد: ٤/١٢٧ عن أبي عاصم به وتقدم مطولاً: ١٤٧٤ وله شاهد تقدم: ١١٣١ * وفي الباب عن رويفع بن ثابت [أحمد: ٤/١٠٨، ١٠٩ وأصله عند أبي داود، ح: ٣٦ وتقدم طرفه: ١١٣١].

١٥٦٥- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ: أَخْبَرَنِي سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ قَبِيصَةَ بْنَ هُلْبٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ طَعَامِ النَّصَارٰى، فَقَالَ: «لَا يَتَخَلَّجَنَّ فِي صَدْرِكَ طَعَامٌ ضَارَعْتَ فِيهِ النَّصْرَانِيَّةَ».

[1565] قبیصہ بن ہُلب رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عیسائیوں کے کھانوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''تیرے سینے میں وہ کھانا خلش پیدا نہ کرے جس میں تو نے نصرانیت سے مشابہت اختیار کی ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. قَالَ مَحْمُودٌ: وَقَالَ عُبَيْدُاللهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ قَبِيصَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. قَالَ مَحْمُودٌ: وَقَالَ وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ مُرَيِّ بْنِ قَطَرِيٍّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الرُّخْصَةِ فِي طَعَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاد محمود بن غیلان عبیداللہ بن موسیٰ کی سند سے یہ حدیث ابو داود طیالسی کی روایت کی طرح ہلب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور وہب بن جریر کی سند سے سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ اہل کتاب کا کھانا کھانے کی اجازت ہے۔

فائدہ: عیسائی لوگ بعض کھانے بلا دلیل حرام یا مکروہ سمجھ کر ان کے کھانے سے باز رہتے تھے۔ مسلمانوں کے لیے ان کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے بلا دلیل کسی کھانے سے باز رہنا درست نہیں۔ اہل کتاب کا کھانا جبکہ وہ ہماری شریعت کی رو سے حرام نہ ہو، کھا لینے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے ان کے کھانے کے بارے میں کسی قسم کی خلش و اضطراب میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں، وہ ہمارے لیے حلال ہے۔ (تحفة الأحوذي: 5/138-139)

(المعجم ١٧) بَابٌ: فِي كَرَاهِيَةِ التَّفْرِيقِ بَيْنَ السَّبْيِ (التحفة ١٧)

باب: 17۔ قیدیوں میں جدائی ڈالنا ناپسندیدہ ہے

١٥٦٦- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ [بْنِ عُمَرَ] الشَّيْبَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي حُيَيٌّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحِبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[1566] سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جس نے ماں اور اس کی اولاد میں جدائی ڈالی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے پیاروں میں جدائی ڈال دے گا۔''

١٥٦٥- أخرجه أبو داود، الأطعمة، باب كراهية التقذر للطعام، ح: ٣٧٨٤ وابن ماجه، ح: ٢٨٣٠ من حديث سماك به * حديث عدي بن حاتم: سنده حسن، مري بن قطري تعديله راجح.

١٥٦٦- تقدم: ١٢٨٣ * وفي الباب عن علي [تقدم: ١٢٨٤].

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ كَرِهُوا التَّفْرِيقَ بَيْنَ السَّبْيِ: بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا، وَبَيْنَ الْوَلَدِ وَالْوَالِدِ، وَبَيْنَ الْإِخْوَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک قیدیوں میں ماں اور اس کی اولاد، باپ اور اس کی اولاد اور بہن بھائیوں میں جدائی ڈالنا مکروہ ہے۔

فائدہ: جب تک بچہ چھوٹا ہے، تمیز وشعور یا بلوغت کو نہیں پہنچا تو وہ اپنے والدین یا بہن بھائیوں کا محتاج ہے، اس لیے اسے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ اگر بچہ بڑا ہو، دوسروں کا محتاج نہ رہے تو اکثر اہل علم کے نزدیک تفریق وجدائی کر دینا جائز ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ بچہ کس عمر میں یا کب بڑا شمار ہوگا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 10/459، 460)

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي قَتْلِ الْأُسَارٰى وَالْفِدَاءِ (التحفة ١٨)

باب: 18۔ قیدیوں کا قتل کرنا اور ان سے فدیہ لینا

١٥٦٧- حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ أَبِي السَّفَرِ - وَاسْمُهُ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْهَمْدَانِيُّ - وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ جِبْرَائِيلَ هَبَطَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ: خَيِّرْهُمْ - يَعْنِي أَصْحَابَكَ - فِي أُسَارٰى بَدْرٍ، الْقَتْلَ أَوِ الْفِدَاءَ عَلٰى أَنْ يُقْتَلَ مِنْهُمْ قَابِلٌ مِّثْلُهُمْ» قَالُوا: الْفِدَاءَ وَيُقْتَلُ مِنَّا.

[1567] سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ سے کہا ہے کہ انھیں، یعنی اپنے ساتھیوں کو اس میں اختیار دیجیے کہ وہ بدر کے قیدیوں کو قتل کر دیں یا ان سے فدیہ لے لیں۔ اگر فدیہ لیا تو آیندہ ان (صحابہ) میں سے اس قدر قتل کر دیے جائیں گے۔'' صحابۂ کرام نے کہا: ہم فدیہ وصول کرتے ہیں اور ہم میں سے (اس قدر) شہید کر دیے جائیں۔

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي بَرْزَةَ، وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ

اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، انس، ابوبرزہ، اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ ثوری کی روایت سے

١٥٦٧ـ [صحيح لغيره] أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٨٦٦٢ من حديث أبي داود الحفري به * هشام بن حسان عنعن * وفي الباب عن ابن مسعود [يأتي: ١٧١٤، ٣٠٨٤ بغير هذا اللفظ في أسارى بدر]، وأنس [أحمد: ٣/ ٢٤٣ في الفداء بغير هذا اللفظ]، وأبي برزة [لم أجده]، وجبير بن مطعم [أحمد: ٤/ ٨٣، ٨٥ بغير هذا اللفظ].

حَدِيثِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ. وَرَوٰى أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. وَرَوٰى ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. وَأَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ اسْمُهُ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ.

غریب ہے۔ ہمارے علم میں صرف ابن ابی زائدہ کی سند سے آئی ہے۔ ابو اسامہ ہشام کی سند سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں۔ ابن عون ابن سیرین کی سند سے اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرسلاً (سند کے انقطاع سے) بیان کرتے ہیں۔ ابو داود حفری کا نام عمر بن سعد ہے۔

فائدہ: تاریخی طور پر ثابت ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر (70) ستر کافر جہنم رسید ہوئے تھے اور ستر ہی قیدی بنے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ یہ قیدی ان کے عزیز و اقارب کے حوالے کر دیے جائیں کہ وہ انھیں اپنے ہاتھوں سے قتل کریں تا کہ کفر اور شرک کی جڑ کٹ جائے اور یہ کہ ہم اس معاملے میں اپنے عزیز و اقارب کا بھی لحاظ نہیں کرتے، اس طرح ان پر ہماری ہیبت و دھاک بھی بیٹھ جائے گی اور اس بات کا ثبوت بھی ملے گا کہ ہمیں مالی فوائد و منافع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور دین ہی عزیز ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مقابلے میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو پسند کیا کہ یہ لوگ ہمارے خویش و اقارب اور بھائی بند ہیں، ان سے نرم سلوک کرتے ہوئے ان سے فدیہ وصول کر کے چھوڑ دیا جائے۔ یہ فدیہ ہمارے دینی امور میں کام آئے گا اور یہ لوگ شاید مسلمان ہو جائیں اور اپنی اولاد کے ساتھ آیندہ ہمارے دست و بازو بنیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت کی چونکہ یہی رائے تھی، اس لیے آپ نے بھی اپنی طبعی نرمی و شفقت کی بنا پر اسے پسند کر لیا، اس لیے سورۂ انفال میں اس پر غصے اور ناراضی کا اظہار ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 155/5، 156، اور سورۂ انفال کی آیت: 67، 68 کے حواشی از تفسیر ''احسن البیان'')

١٥٦٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَمِّهِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَدٰى رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِرَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ.

[1568] سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دو مسلمان مردوں کے فدیے میں ایک مشرک قیدی آزاد فرمایا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعَمُّ أَبِي قِلَابَةَ هُوَ أَبُو الْمُهَلَّبِ وَاسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَمْرٍو، وَيُقَالُ: مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو. وَأَبُو قِلَابَةَ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ الْجَرْمِيُّ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابو قلابہ کے چچا سے مراد ابو مہلب ہے جس کا نام عبدالرحمن بن عمرو ہے۔ اسے معاویہ بن عمرو بھی کہا جاتا ہے۔ اور ابو قلابہ کا نام عبداللہ بن زید جرمی ہے۔ اور اکثر اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر

١٥٦٨ـ أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٨٦٦٤ من حديث سفيان بن عيينة، ومسلم، ح: ١٦٤١/٨ من حديث أيوب به مطولًا ومختصرًا * قول الأوزاعي صحيح عنه.

وَغَيْرِهِمْ أَنَّ لِلْإِمَامِ أَنْ يَمُنَّ عَلَى مَنْ شَاءَ مِنَ الْأُسَارَى، وَيَقْتُلَ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ، وَيَفْدِيَ مَنْ شَاءَ، وَاخْتَارَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْقَتْلَ عَلَى الْفِدَاءِ. وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: بَلَغَنِي أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ مَنْسُوخَةٌ، قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً﴾ [محمد:4] نَسَخَتْهَا: ﴿وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ﴾ [البقرة:191]. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ. قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: قُلْتُ لِأَحْمَدَ: إِذَا أُسِرَ الْأَسِيرُ يُقْتَلُ، أَوْ يُفَادٰى أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: إِنْ قَدَرُوا أَنْ يُفَادُوا فَلَيْسَ بِهِ بَأْسٌ، وَإِنْ قُتِلَ فَمَا أَعْلَمُ بِهِ بَأْسًا. قَالَ إِسْحَاقُ: الْإِثْخَانُ أَحَبُّ إِلَيَّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْرُوفًا فَأَطْمَعُ بِهِ الْكَثِيرَ.

ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ وہ قیدیوں میں سے جس پر چاہے احسان کرے اور اسے بلا فدیہ آزاد کر دے، جسے چاہے قتل کرا دے اور جس سے چاہے فدیہ وصول کر لے۔ بعض اہل علم نے فدیہ لینے پر قتل کرنے کو ترجیح دی ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ''قیدی بنانے کے بعد احسان کرو یا فدیہ وصول کرو۔'' (محمد 47:4) کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ''انھیں جہاں پاؤ قتل کر دو'' (البقرۃ 2:191) نے منسوخ کر دیا ہے۔ یہ بات ہمیں ہناد نے ابن مبارک کے واسطے سے امام اوزاعی سے بیان کی ہے۔ اسحاق بن منصور بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا: جب کسی (کافر) کو قیدی بنا لیا جائے تو اسے قتل کیا جائے یا فدیہ لیا جائے، آپ کو کیا پسند ہے؟ انھوں نے کہا: اگر وہ، یعنی دشمن فدیہ دینے کی قدرت رکھتے ہوں تو پھر فدیہ لینے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر اس قیدی کو قتل کر دیا جائے تو بھی میرے علم میں اس میں کوئی حرج نہیں۔ امام اسحاق کہتے ہیں: میرے نزدیک خون ریزی پسندیدہ ہے الا یہ کہ وہ قیدی معروف و مشہور ہو (اور اس سے بہت سا مال مل سکتا ہو۔) تو میں اس کے عوض بہت مال لینا پسند کرتا ہوں، یا فدیہ لینا معروف ہو تو میں کثیر مقدار لینے کا خواہاں ہوں۔

فائدہ: جمہور اہل علم کا موقف یہ ہے کہ قیدی کو قیدی رکھنا، اسے قتل کرنا، اس سے فدیہ وصول کرنا یا احسان کرتے ہوئے بلا فدیہ چھوڑ دینا امام کی مرضی پر منحصر ہے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں جو بہتر صورت ہو اسے اختیار کر لے، صحیح موقف یہی ہے۔ احناف کے نزدیک قتل کیا جائے گا یا قیدی، یعنی غلام بنایا جائے گا۔ امام مالک کے نزدیک فدیہ لیے بغیر احسان نہیں کیا جا سکتا۔ حسن بصری اور عطا کے نزدیک احسان کرنا ہوگا یا فدیہ لینا ہوگا، قتل نہیں کیا جائے گا۔ زہری اور مجاہد کے نزدیک فدیہ نہیں لیا جا سکتا۔ (تحفة الأحوذي: 158/5، المغني: 393/10، 394)

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ (التحفة ١٩)

باب: 19۔ عورتوں اور بچوں کا قتل ممنوع ہے

١٥٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللهِ ﷺ مَقْتُولَةً فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذٰلِكَ، وَنَهٰى عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ.

[1569] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی غزوے میں ایک عورت قتل شدہ پائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس حرکت کو بہت برا قرار دیا اور عورتوں اور بچوں کے قتل سے روک دیا۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ وَرَبَاحٍ - وَيُقَالُ رِيَاحُ بْنُ الرَّبِيعِ - وَالْأَسْوَدِ بْنِ سَرِيعٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَالصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ، كَرِهُوا قَتْلَ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ. وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ. وَرَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْبَيَاتِ وَقَتْلِ النِّسَاءِ فِيهِمْ وَالْوِلْدَانِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَرَخَّصَا فِي الْبَيَاتِ.

اس مسئلے میں سیدنا بریدہ، رباح جسے ریاح بن ربیع بھی کہا جاتا ہے، اسود بن سریع، ابن عباس اور صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے نزدیک عورتوں اور بچوں کا قتل کرنا ناجائز ہے۔ سفیان ثوری اور شافعی کا یہی قول ہے۔ اور بعض اہل علم نے شب خون مارنے کی اجازت دی ہے۔ اور اس میں عورتوں اور بچوں کا قتل بھی ہوگا۔ احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ ان دونوں نے شب خون مارنے کی اجازت دی ہے۔

فائدہ: عام حالات میں جب عورتیں اور بچے جنگ میں شریک نہ ہوں یا درمیان میں حائل نہ ہوں، دشمن تک پہنچنے کے لیے ان کے قتل کرنے کی ضرورت نہ ہو تو انھیں قتل کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر شب خون مارنے کی ضرورت ہو جس میں مردوں، عورتوں اور بچوں میں امتیاز نہیں ہوسکتا یا وہ لڑائی میں حصہ لے رہے ہوں یا درمیان میں رکاوٹ بن رہے ہوں تو انھیں قتل کرنا درست ہے جیسا کہ اگلی روایت میں آرہا ہے، اس لیے دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ امام شافعی اور احناف کا یہی موقف ہے۔ امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک کسی صورت میں بھی انھیں قتل کرنا جائز نہیں لیکن یہ موقف درست نہیں۔ امام احمد کا موقف شافعی اور احناف والا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 495/10)

١٥٧٠- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ

[1570] سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے گھڑسوارو ں

١٥٦٩ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب قتل الصبيان في الحرب، ح: ٣٠١٤ ومسلم، ح: ١٧٤٤ من حديث الليث بن سعد به * وفي الباب عن بريدة [يأتي: ١٦١٧ وتقدم: ١٤٠٨]، ورباح [أبو داود، ح: ٢٦٦٩ وابن ماجه، ح: ٢٨٤٢]، والأسود بن سريع [أحمد: ٣/ ٤٣٥، ٤/ ٢٤ والدارمي، ح: ٢٤٦٦]، وابن عباس [مسلم، ح: ١٨١٢] والصعب بن جثامة [يأتي: ١٥٧٠].

١٥٧٠ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب أهل الدار يبيتون فيصاب الولدان والذراري .. إلخ، ح: ٣٠١٢، ٣٠١٣ ومسلم، ح: ١٧٤٥ من حديث سفيان بن عيينة به.

عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الصَّعْبُ بْنُ جَثَّامَةَ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ خَيْلَنَا أَوْطَئَتْ مِنْ نِّسَاءِ الْمُشْرِكِينَ وَأَوْلَادِهِمْ، قَالَ: «هُمْ مِّنْ آبَائِهِمْ».

نے مشرکوں کی کچھ عورتوں اور بچوں کو روند ڈالا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ اپنے آباء میں سے ہیں (ان کا حکم انھی باپوں والا ہے۔'')

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہ اس صورت میں ہے جب عورتوں اور بچوں کو مارے بغیر کافروں تک پہنچنا ممکن نہ ہو، ورنہ عام حالات میں عورتوں اور بچوں کو اور اسی طرح بالکل بوڑھوں کو مارنے کی اجازت نہیں۔

(المعجم ٢٠) بَابُ [النَّهْيِ عَنِ الْإِحْرَاقِ بِالنَّارِ] (التحفة ٢٠)

باب: 20۔ آگ سے جلانا ممنوع ہے

١٥٧١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَعْثٍ، فَقَالَ: «إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا» لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ «فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ: «إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلَانًا وَفُلَانًا بِالنَّارِ، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللهُ، فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا».

[1571] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک دستے کے ساتھ بھیجا اور فرمایا: ''اگر تم فلاں، فلاں، قریش کے دو آدمیوں کو پاؤ تو انھیں آگ سے جلا دو۔'' پھر جب ہم روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھیں فلاں فلاں کو جلانے کا حکم دیا تھا اور آگ سے صرف اللہ تعالیٰ ہی عذاب دے سکتا ہے، اس لیے اگر وہ دونوں تمھیں مل جائیں تو انھیں قتل کر دینا۔''

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَحَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَدْ ذَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بَيْنَ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَبَيْنَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَجُلًا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ. وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّثْلَ رِوَايَةِ اللَّيْثِ. وَحَدِيثُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ أَشْبَهُ وَأَصَحُّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس اور حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ محمد بن اسحاق نے سلیمان بن یسار اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اس حدیث میں ایک آدمی کا واسطہ بیان کیا ہے۔ اور کئی راویوں نے امام لیث کی طرح دونوں کے درمیان کوئی واسطہ بیان نہیں کیا۔ لیث کی روایت ہی بہتر

١٥٧١- أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب: لا يعذب بعذاب الله، ح: ٣٠١٦ عن قتيبة به * وفي الباب عن ابن عباس [تقدم: ١٤٥٨]، وحمزة بن عمرو الأسلمي [أبو داود، ح: ٢٦٧٣ وأحمد: ٣/ ٤٩٤].

اور زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: سیدنا عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک کسی حالت میں کسی کو جلانا جائز نہیں، جبکہ بعض صحابہ کے نزدیک قصاص کی خاطر جلانا یا دوسروں کی عبرت کے لیے جلانا جائز ہے۔ صحیح یہی ہے کہ کسی کو آگ سے جلانا جائز نہیں۔ لیکن دفاع اور مقابلے میں ایسے ہتھیار استعمال کرنا جو دشمن استعمال کر رہا ہو اگرچہ وہ آگ برساتے ہوں، جائز ہے۔ (المغني: 10/493، 494)

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغُلُولِ (التحفة ٢١)

باب: 21۔ خیانت کا حکم

١٥٧٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ مَّاتَ وَهُوَ بَرِيءٌ مِّنْ [ثَلَاثٍ]: الْكِبْرِ وَالْغُلُولِ وَالدَّيْنِ، دَخَلَ الْجَنَّةَ».

[1572] سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو اس حال میں مرا کہ وہ تین چیزوں سے محفوظ رہا، یعنی تکبر، خیانت اور قرض سے تو وہ جنتی ہے۔“

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔

فائدہ: ان تین چیزوں سے بری ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بندہ حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرتا رہا ہے۔ اور جو بندوں کے حقوق ادا کرتا ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کا بھی اہتمام کرے گا۔ اور ایسا انسان یقینی طور پر جنتی ہے۔

١٥٧٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ فَارَقَ الرُّوحُ الْجَسَدَ وَهُوَ بَرِيءٌ مِّنْ ثَلَاثٍ: الْكَنْزِ وَالْغُلُولِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ» هٰكَذَا قَالَ سَعِيدٌ: الْكَنْزِ، وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ فِي حَدِيثِهِ: الْكِبْرِ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ مَعْدَانَ. وَرِوَايَةُ سَعِيدٍ أَصَحُّ.

[1573] سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کی روح اس کے جسم سے اس حال میں نکلے کہ وہ تین چیزوں سے بری ہو: خزانے پر قبضے، خیانت اور قرضے سے، وہ جنتی ہے۔“ سعید کی روایت میں کنز (خزانے) کا لفظ ہے اور ابوعوانہ کی حدیث میں کبر (تکبر) کا۔ اور ابوعوانہ نے معدان کا واسطہ بیان نہیں کیا۔ اور سعید کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ (جس میں واسطے کا ذکر ہے۔)

١٥٧٢- [صحيح لغيره] وانظر الحديث الآتي * وفي الباب عن أبي هريرة [البخاري، ح: ٦٧٠٧ ومسلم: ١١٥/ ١٨٣]، وزيد ابن خالد الجهني [أبو داود، ح: ٢٧١٠ وابن ماجه، ح: ٢٨٤٨].

١٥٧٣- [شاذ بهذه اللفظة] أخرجه ابن ماجه، الصدقات، باب التشديد في الدين، ح: ٢٤١٢ (نسخة هندية ص١٧٢) من حديث سعيد بن أبي عروبة به بلفظ آخر (من الكبر، بدل من الكنز) وصرح بالسماع وحديثه صحيح وتابعه شعبة وغيره وصححه ابن حبان، ح: ١٦٧٦ والحاكم: ٢/ ٢٦ على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي * قتادة عنعن في هذا اللفظ "الكنز".

١٥٧٤- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا سِمَاكٌ أَبُو زُمَيْلٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ: إِنَّ فُلَانًا قَدِ اسْتُشْهِدَ، قَالَ: «كَلَّا! قَدْ رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ بِعَبَاءَةٍ قَدْ غَلَّهَا» ، قَالَ: «قُمْ يَا عُمَرُ فَنَادِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ» ثَلَاثًا.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

[1574] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! فلاں آدمی شہید ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں! میں نے اسے اس چادر یا کمبل کے سبب، جس کی اس نے مال غنیمت سے خیانت کی تھی، آگ میں دیکھا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! اٹھو اور اعلان کردو کہ جنت میں صرف خالص و کامل مومن ہی داخل ہوں گے۔'' تین بار اعلان کرو۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال غنیمت سے کسی مجاہد کا امام کی اجازت کے بغیر کوئی چیز اٹھالینا خیانت ہے جو شہادت کے شرف کو گہنا دیتی ہے اور شہادت کے ثمرہ ونتیجہ، یعنی جنت کے داخلے میں رکاوٹ اور آڑ پیدا کردیتی ہے۔ ایسے انسان کو دوزخ کے راستے سے گزر کر جنت میں داخلہ ملے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خیانت ایک سنگین جرم ہے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ فِي الْحَرْبِ (التحفة ٢٢)

باب: 22۔ جنگ میں عورتوں کی شرکت

١٥٧٥- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْزُو بِأُمِّ سُلَيْمٍ وَنِسْوَةٍ مَعَهَا مِنَ الْأَنْصَارِ يَسْقِينَ الْمَاءَ، وَيُدَاوِينَ الْجَرْحٰى.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1575] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ ام سلیم اور ان کے ساتھ انصاری عورتوں کو جنگ میں لے جاتے تھے۔ وہ پانی پلاتی اور زخمیوں کا علاج معالجہ کیا کرتی تھیں۔

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت آئی ہے۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جنگوں میں فوج کی خدمت، مثلاً: مرہم پٹی، علاج معالجہ، زخمیوں کی دیکھ بھال اور شہداء کو میدان سے منتقل کرنے اور ان کے لیے کھانا وغیرہ تیار کرنے کے لیے ایسی عورتوں کو ساتھ لے جانا جو کسی فتنہ وفساد اور عیاشی وفحاشی کا باعث نہ بنیں، جائز ہے۔ جنگی کارروائیوں میں حصہ لینا ان پر لازم نہیں، البتہ ضرورت پڑنے پر وہ اپنی تربیت کے مطابق حصہ لے بھی سکتی

١٥٧٤ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب غلظ الغلول وأنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون، ح: ١١٤ من حديث عكرمة بن عمار به.
١٥٧٥ـ أخرجه مسلم، الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال، ح: ١٨١٠ من حديث جعفر بن سليمان به * وفي الباب عن الربيع بنت معوذ [البخاري، ح: ٢٨٨٢].

ہیں۔ (تحفة الأحوذي: 164/5، والمغني: 10/384-385)

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبُولِ هَدَايَا الْمُشْرِكِينَ (التحفة ٢٢)

باب: 23۔ مشرکوں کے تحائف قبول کرنا

١٥٧٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ كِسْرَى أَهْدَى لَهُ فَقَبِلَ، وَأَنَّ الْمُلُوكَ أَهْدَوْا إِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُمْ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَثُوَيْرٌ هُوَ ابْنُ أَبِي فَاخِتَةَ اسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ عِلَاقَةَ، وَثُوَيْرٌ يُكْنٰى أَبَا جَهْمٍ.

[1576] سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ شاہِ ایران (کسریٰ) نے آپ کو تحفہ بھیجا تو آپ نے قبول فرما لیا۔ بادشاہوں نے آپ ﷺ کو تحائف بھیجے تو آپ نے قبول فرما لیے۔

اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے، اور یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور ثویر، ابوفاختہ کا بیٹا ہے اس کا نام سعید بن علاقہ ہے، اور ثویر کی کنیت ابوجہم ہے۔

(المعجم ٢٣) [بَابٌ: فِي كَرَاهِيَةِ هَدَايَا الْمُشْرِكِينَ] (التحفة ٢٣)

باب: 24۔ مشرکوں کے تحائف قبول کرنا درست نہیں

١٥٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ [هُوَ] ابْنُ الشِّخِّيرِ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ: أَنَّهُ أَهْدٰى لِلنَّبِيِّ ﷺ هَدِيَّةً [أَوْ] نَاقَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَسْلَمْتَ؟» قَالَ: لَا: قَالَ: «فَإِنِّي نُهِيتُ عَنْ زَبْدِ الْمُشْرِكِينَ».

[1577] سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو ایک تحفہ یا اونٹنی پیش کی تو آپ نے پوچھا: ''اسلام لا چکے ہو؟'' اس نے کہا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''مجھے مشرکوں کے تحفے قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔''

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: «إِنِّي نُهِيتُ عَنْ زَبْدِ الْمُشْرِكِينَ» يَعْنِي

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ آپ ﷺ کے اس فرمان میں کہ ''مجھے مشرکین کے زَبد سے

١٥٧٦_ [ضعيف] أخرجه أحمد: ١/ ٩٦ من حديث إسرائيل به ※ ثوير ضعيف رمي بالرفض (تقريب) ※ وفي الباب عن جابر [ابن عدي في الكامل: ٦/ ٢١١٤] بغير هذا اللفظ وسنده ضعيف جدًا.

١٥٧٧_ أخرجه أبو داود، الخراج، باب: في الإمام يقبل هدايا المشركين، ح: ٣٠٥٧ من حديث أبي داود الطيالسي به، وهو في مسنده، ح: ١٠٨٣ وصححه ابن خزيمة، وابن الجارود، ح: ١١١٠ وغيرهما وسنده ضعيف وله شواهد عند أحمد: ٣/ ٤٠٢ وغيره وانظر صحيح البخاري مع الفتح: ٥/ ٢٣٠ لمعارضته، فالأمر هاهنا للاستحباب والله أعلم.

هَدَايَاهُمْ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقْبَلُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ هَدَايَاهُمْ، وَذُكِرَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ الْكَرَاهِيَةُ، وَاحْتَمَلَ أَنْ يَكُونَ هٰذَا بَعْدَ مَا كَانَ يَقْبَلُ مِنْهُمْ ثُمَّ نَهَى عَنْ هَدَايَاهُمْ.

روکا گیا ہے۔" زَبْد سے مراد ان کے ہدیے ہیں۔ نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ مشرکوں کے تحائف قبول فرما لیتے تھے، جبکہ اس حدیث میں ممانعت کا ذکر ہے، تو یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ ﷺ ان سے تحائف قبول کر لیتے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے تحائف لینے سے روک دیا ہو۔

فائدہ: عام حکم یہی ہے لیکن اگر کوئی شرعی مصلحت ہو تو ہدیہ قبول کیا جا سکتا ہے اور دیا بھی جا سکتا ہے۔

(المعجم ٢٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي سَجْدَةِ الشُّكْرِ (التحفة ٢٥)

باب: 25۔ سجدۂ شکر کا بیان

١٥٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ أَمْرٌ فَسُرَّ بِهِ فَخَرَّ لِلّٰهِ سَاجِدًا.

[1578] سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو ایک معاملے کی خبر ملی تو آپ اس سے خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ بَكَّارِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ رَأَوْا سَجْدَةَ الشُّكْرِ [وَبَكَّارُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور بکار بن عبدالعزیز کی روایت سے اسی سند سے ہمارے علم میں آئی ہے۔ اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ سجدۂ شکر بجا لانے کے قائل ہیں۔ بکار بن عبدالعزیز بن ابی بکرہ مقارب الحدیث، یعنی قابل قبول ہے۔

فائدہ: کسی خوش کن خبر اور کام کے وقت سجدۂ شکر بجا لانا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا یہی موقف ہے۔ بعض جلیل القدر ائمہ کا یہ کہنا کہ یہ آپ ﷺ سے منقول نہیں ہے، حیران کن ہے۔ (تحفة الأحوذي: 167/5)

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَمَانِ الْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ (التحفة ٢٦)

باب: 26۔ عورت اور غلام کا پناہ دینا

١٥٧٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَكْثَمَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ

[1579] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

١٥٧٨- أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في سجود الشكر، ح: ٢٧٧٤ وابن ماجه، ح: ١٣٩٤ من حديث أبي عاصم به، وصححه البوصيري.

١٥٧٩- أخرجه أحمد: ٣٦٥/٢ من حديث كثير بن زيد به * وفي الباب عن أم هانىء [يأتي بعده: ٢٧٣٤] * حديث أم هانىء، ◄◄

ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَأْخُذُ لِلْقَوْمِ يَعْنِي تُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ».

نے فرمایا: ''عورت بھی لوگوں کو پناہ دے سکتی ہے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ [وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا فَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَكَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ قَدْ سَمِعَ مِنَ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ وَالْوَلِيدُ ابْنُ رَبَاحٍ سَمِعَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ]. حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ أَنَّهَا قَالَتْ: أَجَرْتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَحْمَائِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَدْ أَمَّنَّا مَنْ أَمَّنْتِ». [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَجَازُوا أَمَانَ الْمَرْأَةِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، أَجَازَا أَمَانَ الْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ. وَقَدْ رُوِيَ [مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ] عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ أَجَازَ أَمَانَ الْعَبْدِ. وَأَبُو مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَيُقَالُ لَهُ أَيْضًا مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ، وَاسْمُهُ يَزِيدُ. وَ[قَدْ] رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ». [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] مَعْنٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ مَنْ أَعْطَى الْأَمَانَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ جَائِزٌ عَلٰى كُلِّهِمْ.

اس مسئلے میں ام ہانی رضی اللہ عنہا سے بھی روایت آئی ہے۔ اور یہ حدیث حسن غریب ہے۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے پوچھا تو انھوں نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ کثیر بن زید نے ولید بن رباح سے سنا ہے اور ولید بن رباح نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور وہ مقارب الحدیث ہے۔ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے خاوند کے دو رشتے داروں کو امان دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے تو نے امان دی اسے ہم نے امان دی۔'' امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ وہ عورت کے پناہ دینے کے قائل ہیں۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ وہ دونوں عورت اور غلام کے پناہ دینے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ کئی سندوں سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے غلام کی پناہ کو درست قرار دیا ہے۔ ابومرہ عقیل بن ابی طالب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اسے ام ہانی رضی اللہ عنہا کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا نام یزید ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمام مسلمانوں کی امان یکساں ہے۔ ان کا کم تر فرد بھی پناہ دے سکتا ہے۔'' امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جس کسی مسلمان نے پناہ دے دی، وہ سب کی طرف سے شمار ہوگی۔

◄◄ حديث صحيح ورواه خالد بن الحارث عن ابن أبي ذئب به مطولًا (النسائي في الكبرى، ح: ٨٦٨٤) وأخرجه البخاري ومسلم من حديث مالك عن سالم أبي النضر عن أبي مرة به كما سيأتي، ح: ٢٧٣٤ ✽ حديث: "ذمة المسلمين واحدة ... إلخ"، سيأتي: ٢١٢٧.

فائدہ: چونکہ تمام مسلمانوں کے حقوق یکساں ہیں، اس لیے سب کی پناہ کا حکم بھی یکساں ہے۔ تفصیل کے دیکھیے: (المغني: 10/424، 425)

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغَدْرِ (التحفة ٢٧)

باب: 27۔ بدعہدی کا حکم

١٥٨٠ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الْفَيْضِ قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ أَهْلِ الرُّومِ عَهْدٌ، وَكَانَ يَسِيرُ فِي بِلَادِهِمْ، حَتَّى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ أَغَارَ عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رَجُلٌ عَلَى دَابَّةٍ أَوْ عَلَى فَرَسٍ وَهُوَ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ، وَإِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ، فَسَأَلَهُ مُعَاوِيَةُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهُ حَتَّى يَمْضِيَ أَمَدُهُ أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ» قَالَ: فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ.

[1580] سیدنا سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ اور رومیوں کے درمیان (جنگ بندی کا) معاہدہ تھا، اور وہ ان کے علاقوں کی طرف جا رہے تھے کہ جب ان سے معاہدے (کا وقت) ختم ہو جائے تو ان پر حملہ کر دیں۔ اچانک ایک آدمی سواری یا گھوڑے پر نمودار ہوا اور وہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر! عہد کا ایفا ہونا چاہیے، توڑنا نہیں چاہیے۔ وہ آدمی سیدنا عمرو بن عبسہ تھے۔ سیدنا معاویہ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جس کا کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو تو وہ نہ اسے توڑے اور نہ پختہ کرے یہاں تک کہ اس کی مدت گزر جائے یا برابر حالت میں اسے توڑنے کے متعلق آگاہ کر دے۔“ یہ سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر واپس لوٹ آئے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے معاہدے کی پابندی اور عہد کی پاس داری کو بہت اہمیت دی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس کا اہتمام کرتے تھے۔ اگر کسی کو کوتاہی کرتے دیکھتے تو اسے پاسداری کی تلقین کرتے تھے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اسلامی آداب وتعلیمات کی پابندی کرتے تھے۔ کسی چیز کا علم نہ ہوتا تو آگاہ ہونے پر اس پر عمل پیرا ہو جاتے تھے۔

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءً يَوْمَ الْقِيَامَةِ (التحفة ٢٨)

باب: 28۔ ہر عہد توڑنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا

١٥٨٠ـ أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في الإمام يكون بينه وبين العدو عهد فيسير نحوه، ح: ٢٧٥٩ من حديث شعبة به، وهو في مسند الطيالسي، ح: ١١٥٥ وصححه ابن حبان، ح: ١٦٨١.

١٥٨١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[1581] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا۔''

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَنَسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ حَدِيثِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ» فَقَالَ: لَا أَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ مَرْفُوعًا].

اس مسئلے میں سیدنا علی، عبداللہ بن مسعود، ابوسعید خدری اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے سوید کی حدیث کے بارے میں سوال کیا جسے وہ ابواسحاق کی سند سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر عہد شکن کے لیے جھنڈا ہوگا۔'' تو امام بخاری رحمہ اللہ نے جواب دیا: میرے علم میں یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔

فائدہ: عہد شکنی اور معاہدہ توڑنا اس قدر سنگین جرم ہے کہ قیامت کے دن ایسے انسان کو سب لوگوں کے سامنے ذلیل و رسوا کرنے کے لیے اس کے جسم پر ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور اس کی بدعہدی کی تشہیر کی جائے گی۔

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي النُّزُولِ عَلَى الْحُكْمِ (التحفة ٢٩)

باب:29۔ قاضی و ثالث کا فیصلہ قبول کرنا

١٥٨٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ: رُمِيَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ سَعْدُ ابْنُ مُعَاذٍ فَقَطَعُوا أَكْحَلَهُ أَوْ أَبْجَلَهُ، فَحَسَمَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالنَّارِ فَانْتَفَخَتْ يَدُهُ فَتَرَكَهُ، فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَحَسَمَهُ أُخْرٰى فَانْتَفَخَتْ يَدُهُ، فَلَمَّا رَأٰى ذٰلِكَ قَالَ:

[1582] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احزاب کے موقع پر سیدنا سعد بن معاذ کو تیر مارا گیا، جس سے دشمن نے ان کے بازو کی رگ کاٹ ڈالی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں آگ سے داغ لگایا (تاکہ خون رک جائے) جس سے ان کا ہاتھ سوج گیا۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ اس سے خون

١٥٨١۔ أخرجه مسلم، الجهاد، باب تحريم الغدر، ح: ١٧٣٥ من حديث صخر بن جويرية، والبخاري، ح: ٣١٨٨ من حديث نافع به * وفي الباب عن علي [أشار إليه الترمذي وانظر العلل الكبير له: ٢/ ٦٧٨]، وعبدالله بن مسعود [البخاري، ح: ٣١٨٦ ومسلم، ح: ١٧٣٦]، وأبي سعيد الخدري [مسلم، ح: ١٧٣٨]، وأنس [البخاري، ح: ٣١٨٦ ومسلم، ح: ١٧٣٧].

١٥٨٢۔ أخرجه أحمد: ٣/ ٣٥٠ من حديث الليث بن سعد ومسلم، ح: ٢٢٠٨ من حديث أبي الزبير به مختصرًا ومطولًا * وفي الباب عن أبي سعيد [البخاري، ح: ٦٢٦٢ ومسلم، ح: ١٧٦٨]، وعطية القرظي [يأتي: ١٥٨٤].

اللّٰهُمَّ لَا تُخْرِجْ نَفْسِي حَتّٰى تُقِرَّ عَيْنِي مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ، فَاسْتَمْسَكَ عِرْقُهُ فَمَا قَطَرَ قَطْرَةً حَتّٰى نَزَلُوا عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَحَكَمَ أَنْ يُقْتَلَ رِجَالُهُمْ وَتُسْتَحْيٰى نِسَاؤُهُمْ يَسْتَعِينُ بِهِنَّ الْمُسْلِمُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَصَبْتَ حُكْمَ اللهِ فِيهِمْ» ، وَكَانُوا أَرْبَعَمِائَةٍ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِهِمُ انْفَتَقَ عِرْقُهُ فَمَاتَ.

کثرت سے بہنے لگا۔ اس پر آپ نے دوبارہ داغ لگایا تو پھر ان کا ہاتھ سوج گیا۔ جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو دعا کی: اے اللہ! میری جان اس وقت تک نہ نکالنا جب تک تو میری آنکھ بنوقریظہ کی طرف سے ٹھنڈی نہ کردے۔ اس پر ان کی رگ (بہنے سے) رک گئی اور اس سے ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا حتی کہ بنوقریظہ نے سیدنا سعد بن معاذ کا فیصلہ قبول کرنے کی ہامی بھری۔ آپ نے ان (سیدنا سعد) کی طرف پیغام بھیجا (وہ آ گئے) اور یہ فیصلہ دیا کہ ان کے (جنگی) مرد قتل کر دیے جائیں اور ان کی عورتیں زندہ رکھی جائیں، مسلمان ان سے (کام کاج کے سلسلے میں) مدد لیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو ان کے بارے میں اللہ کے حکم تک پہنچ گیا ہے۔'' یعنی اللہ کو منظور فیصلہ دیا ہے۔ یہ لوگ چار سو افراد تھے۔ جب آپ ﷺ ان کے قتل سے فارغ ہوئے تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی رگ کھل گئی اور وہ فوت ہو گئے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَعَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ. [قَالَ أَبُوعِيسٰى:] وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید اور عطیہ قرظی رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: بنوقریظہ رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے لیکن جنگ احزاب کے موقع پر انھوں نے بدعہدی کی جس سے مسلمانوں کو بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، اس لیے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو جو دورِ جاہلیت سے ان کے حلیف تھے، اس کا بہت صدمہ ہوا۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ ان کی بدعہدی کی سزا کا مشاہدہ کریں۔ یہ خاندانی اعتبار سے چار سو افراد اور نوکروں، چاکروں اور دوسرے متعلقین کو ملا کر چھ سو سے زائد تھے۔ بنوقریظہ نے سیدنا سعد کو اپنا حلیف اور دوست سمجھ کر اپنا ثالث (فیصلہ کرنے والا) تسلیم کر لیا۔ سیدنا سعد نے ان کے بارے میں بے لاگ اور قطعی فیصلہ دیا جو ان کے اخلاص کی برکت سے الٰہی فیصلہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑے کے وقت ثالث تسلیم کیا جا سکتا ہے، اور اسے بے لاگ، عادلانہ اور منصفانہ فیصلہ کرنا چاہیے۔ اپنی چاہت اور جانبداری سے کام نہیں لینا چاہیے اور اس کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا۔

١٥٨٣- حَدَّثَنَا [أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ] أَبُو

[1583] سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

١٥٨٣ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في قتل النساء، ح: ٢٦٧٠ من حديث قتادة به، وهو مدلس وعنعن وكذالك الحسن البصري.

الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدَبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «اقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ وَاسْتَحْيُوا شَرْخَهُمْ»

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مشرکوں کے سرغنوں کو قتل کرو اور ان کے نوخیزوں کو زندہ رکھو۔“

وَالشَّرْخُ: الْغِلْمَانُ الَّذِينَ لَمْ يُنْبِتُوا. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ. وَرَوَاهُ حَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ عَنْ قَتَادَةَ نَحْوَهُ.

شرخ سے مراد وہ نوجوان ہیں جن کے زیر ناف بال نہ اُگے ہوں، یعنی بالغ نہ ہوئے ہوں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ حجاج بن ارطاۃ قتادہ سے اس کے ہم معنی روایت بیان کرتا ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے۔ صحیح روایات میں بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے، تاہم بوڑھوں سے مراد زیادہ بوڑھے ہیں جو لڑ سکتے ہیں نہ کسی اور طریقے سے مدد کر سکتے ہیں۔ اور جو بڑھاپے کی اس عمر میں ہوں کہ وہ کسی نہ کسی انداز سے مدد کر سکتے ہیں، وہ سرغنوں میں شمار ہوں گے۔ انھیں قتل کرنا ضروری ہوگا۔

١٥٨٤ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ قَالَ: عُرِضْنَا عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَكَانَ مَنْ أَنْبَتَ قُتِلَ وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ خُلِّيَ سَبِيلُهُ، فَكُنْتُ فِيمَنْ لَمْ يُنْبِتْ فَخُلِّيَ سَبِيلِي.

[1584] سیدنا عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریظہ کے دن ہمیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو جس کے زیر ناف بال اگے ہوئے تھے اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے زیر ناف بال نہ اگے تھے اس کا راستہ چھوڑ دیا گیا۔ اور میں ان افراد میں سے تھا جن کے زیر ناف بال نہیں اگے تھے تو میرا راستہ بھی چھوڑ دیا گیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّهُمْ يَرَوْنَ الْإِنْبَاتَ بُلُوغًا إِنْ لَمْ يُعْرَفِ احْتِلَامُهُ وَلَا سِنُّهُ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کی رائے میں زیر ناف بال اُگنا بلوغت کی علامت ہے بشرطیکہ اس کے احتلام آنے کا علم نہ ہو سکے اور نہ اس کی عمر ہی کا پتا چل سکے۔ امام احمد اور اسحاق کا قول یہی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر دشمن کے قتل کا فیصلہ ہو تو ان افراد کو قتل کیا جائے گا جو سرغنے ہوں، جنگ لڑنے کے اہل ہوں۔ جو بہت بوڑھے ہوں یا نابالغ بچے ہوں انھیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ حد بلوغت، زیر ناف کے بال اُگنا یا احتلام ہے۔

١٥٨٤ـ أخرجه ابن ماجه، الحدود، باب من لا يجب عليه الحد، ح: ٢٥٤١ من حديث وكيع به، وصححه ابن الجارود، ح: ١٠٤٥. ورواه أبو داود، ح: ٤٤٠٤ من حديث سفيان الثوري، والنسائي، ح: ٤٩٨٤ من حديث عبدالملك بن عمير به.

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحِلْفِ (التحفة ٣٠)

باب: 30۔ عہد اور حلف کا بیان

١٥٨٥- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ فِي خُطْبَتِهِ: «أَوْفُوا بِحِلْفِ الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ لَا يَزِيدُهُ - يَعْنِي الْإِسْلَامَ - إِلَّا شِدَّةً، وَلَا تُحْدِثُوا حِلْفًا فِي الْإِسْلَامِ».

[1585] عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطاب میں فرمایا: ”جاہلیت کے دور کے حلف وعہد کو پورا کرو کیونکہ اسلام اس کے استحکام اور پختگی ہی کو بڑھاتا ہے۔ اسلام میں کسی نئے عہد کی ضرورت نہیں ہے۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَقَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ. [قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا ام سلمہ، سیدنا جبیر بن مطعم، ابوہریرہ، ابن عباس اور قیس بن عاصم ؓ سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جاہلیت کے دور میں بعض قبائل اور افراد آپس میں تعاون وتناصر، یعنی ایک دوسرے کی مدد ونصرت کا معاہدہ کر لیتے تھے اور پھر وہ جائز وناجائز کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی و ہمدردی بلاشبہ ایک پسندیدہ عمل ہے، اس لیے اسلام اس کو پورا کرنے پر زور دیتا ہے، لیکن صرف جائز امور میں۔ چونکہ اسلام خود مسلمانوں میں اخوت و بھائی چارے کا داعی ہے، اس لیے اسلام لانے کے بعد آپس میں نئے معاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔

(المعجم ٣١) بَابٌ: فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْمَجُوسِ (التحفة ٣١)

باب: 31۔ مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا

١٥٨٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ

[1586] بجالہ بن عبدہ ؒ بیان کرتے ہیں کہ میں مناذر علاقے کے گورنر جزء بن معاویہ ؒ کا منشی (سیکرٹری) تھا۔

١٥٨٥ـ أخرجه أحمد: ٢/ ٢١٢، ٢١٣ من حديث حسين المعلم به، وهذا طرف من الحديث الطويل، رواه أحمد: ٢/ ١٧٩، ١٨٠ وغيره * وفي الباب عن عبدالرحمن بن عوف [أحمد: ١/ ١٩٠، ١٩٣ والبخاري في الأدب المفرد، ح: ٥٦٧ وابن حبان، ح: ٢٠٦٢ والحاكم: ٢/ ٢١٩، ٢٢٠]، وأم سلمة [أبو يعلى: ١٢/ ٣٣٠، ح: ٦٩٠٢]، وجبير بن مطعم [مسلم، ح: ٢٥٣٠]، وأبي هريرة [ابن حبان، ح: ٢٠٦٣ والبيهقي: ٦/ ٣٦٦]، وابن عباس [ابن حبان، ح: ٢٠٦١ والطبراني في الكبير: ١١/ ٢٨١، ح: ١١٧٤٠]، وقيس بن عاصم [أحمد: ٥/ ٦١].

١٥٨٦ـ [صحيح لغيره] أخرجه البخاري، ح: ٣١٥٦، ٣١٥٧ من حديث بجالة به انظر الحديث الآتي.

دِينَارٍ، عَنْ بَجَالَةَ بْنِ عَبْدَةَ قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَلَى مَنَاذِرَ، فَجَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ: انْظُرْ مَجُوسَ مَنْ قِبَلَكَ فَخُذْ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ، فَإِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ أَخْبَرَنِي: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ.

ہمیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خط پہنچا کہ اپنے علاقے کے مجوسیوں کا جائزہ لو اور ان سے جزیہ وصول کرو کیونکہ مجھے عبدالرحمن بن عوف نے بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر علاقے کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

١٥٨٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ بَجَالَةَ: أَنَّ عُمَرَ كَانَ لَا يَأْخُذُ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ حَتّٰى أَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ.

[1587] بجالہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے حتی کہ انھیں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا تھا۔

وَفِي الْحَدِيثِ كَلَامٌ أَكْثَرُ مِنْ هٰذَا. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

یہ حدیث مزید طویل ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جزیہ غیر مسلموں سے اس لیے وصول کیا جاتا ہے کہ انھیں مسلمان ملک میں امن و سلامتی کے ساتھ رہنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ ان سے دفاعی و فوجی کام نہیں لیے جاتے، اس کے بدلے میں ان سے ان کی استطاعت و طاقت کے مطابق جزیہ لیا جاتا ہے۔ امام مالک، اوزاعی اور شافعی فقہاء کے نزدیک یہ زندگی کی ضمانت فراہم کرنے پر کافر و مشرک سے لیا جا سکتا ہے۔ احناف کے نزدیک جزیہ عرب کے مشرکوں اور مجوسیوں کے علاوہ تمام کفار سے لیا جا سکتا ہے، عرب مشرک اور مجوسی مسلمان ہو جائیں یا انھیں قتل کر دیا جائے۔ اور شافعی کے نزدیک صرف یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں سے جزیہ لیا جائے گا، باقی مسلمان ہوں گے یا جنگ کے لیے تیار ہوں گے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المغني: 10/381-383)

١٥٨٨ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَبِي كَبْشَةَ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوسِ الْبَحْرَيْنِ وَأَخَذَهَا عُمَرُ مِنْ فَارِسَ وَأَخَذَهَا عُثْمَانُ مِنَ الْفُرْسِ.

[1588] سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بحرین کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایران کے مجوسیوں سے جزیہ لیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں سے جزیہ لیا۔

١٥٨٧ـ أخرجه البخاري، الجزية والموادعة، باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة والحرب . . . إلخ، ح: ٣١٥٦، ٣١٥٧ حديث سفيان بن عيينة به .

١٥٨٨ـ أخرجه الموطأ: ١/ ٢٧٨ بقوله: قال الزهري . . . إلخ وله شواهد كثيرة منها مرسل سعيد بن المسيب، أخرجه البيهقي: ٩/ ١٩٠ بإسناد صحيح عنه .

وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: هُوَ مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

میں نے اس حدیث کے بارے میں امام محمد (بخاری ؒ) سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: یہ زہری، نبی ﷺ سے مرسلًا بیان کرتے ہیں۔

(المعجم ٣٢) بَابُ مَا جَاءَ مَا يَحِلُّ مِنْ أَمْوَالِ أَهْلِ الذِّمَّةِ (التحفة ٣٢)

باب:32۔ ذمیوں کے مال سے کس قدر لینا جائز ہے؟

١٥٨٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَمُرُّ بِقَوْمٍ فَلَا هُمْ يُضَيِّفُونَا، وَلَا هُمْ يُؤَدُّونَ مَا لَنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ الْحَقِّ، وَلَا نَحْنُ نَأْخُذُ مِنْهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنْ أَبَوْا إِلَّا أَنْ تَأْخُذُوا كَرْهًا فَخُذُوا».

[1589] سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم کچھ لوگوں کے پاس سے گزرتے ہیں، وہ ہماری مہمان نوازی کرتے ہیں نہ ہمارا حق جو اُن پر ہے، وہ ادا کرتے ہیں، اور نہ ہم ہی ان سے وصول کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ زبردستی کیے بغیر نہ دیتے ہوں تو زبردستی ہی وصول کرلو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَيْضًا. وَإِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُمْ كَانُوا يَخْرُجُونَ فِي الْغَزْوِ فَيَمُرُّونَ بِقَوْمٍ وَلَا يَجِدُونَ مِنَ الطَّعَامِ مَا يَشْتَرُونَ بِالثَّمَنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنْ أَبَوْا أَنْ يَبِيعُوا إِلَّا أَنْ تَأْخُذُوا كَرْهًا فَخُذُوا». هٰكَذَا رُوِيَ فِي بَعْضِ الْحَدِيثِ مُفَسَّرًا. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِنَحْوِ هٰذَا.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اور لیث بن سعد نے بھی اسے یزید بن ابی حبیب سے بیان کیا ہے۔ اور اس حدیث کا مفہوم و معنی یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم غزوات کے لیے نکلتے تو کسی قوم کے پاس سے گزرتے اور کھانا انھیں قیمتاً بھی نہ ملتا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ کھانا فروخت کرنے سے بھی انکار کریں الا یہ کہ جبراً لو تو اسی طرح لے لو۔'' بعض احادیث میں یہ وضاحت موجود ہے۔ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی اسی قسم کا حکم دیا کرتے تھے۔

فائدہ: عربوں کی مہمان نوازی مسلمہ تھی لیکن غیر مسلم لوگ مجاہدین اور مسلمانوں سے بدسلوکی اور نفرت کا اظہار کرنے کے لیے مہمان نوازی نہیں کرتے تھے حتی کہ قیمتاً بھی کھانا فروخت کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ کھانا لینے کے لیے زبردستی کی جائے کیونکہ کھائے بغیر تو سفر طے کرنا ممکن نہیں ہے، اس لیے نبی ﷺ نے جبراً کھانا لینے کی اجازت دے دی۔ امام احمد اور لیث کے نزدیک آج بھی اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو زبردستی کھانا لینا جائز ہے۔ (تحفة الأحوذي: 177/5)

١٥٨٩ـ أخرجه البخاري، الأدب، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه . . . إلخ، ح: ٦١٣٧ ومسلم، ح: ١٧٢٧ من حديث الليث بن سعد عن يزيد بن أبي حبيب به .

(المعجم ٣٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْهِجْرَةِ (التحفة ٣٢)

باب: 33۔ ہجرت کا بیان

١٥٩٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِاللهِ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: «لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا».

[1590] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ”فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت جہاد باقی ہے، چنانچہ جب تمھیں (جہاد کے لیے) نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل کھڑے ہو۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَعَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ حُبْشِيٍّ [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ نَحْوَ هٰذَا.

اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید، عبداللہ بن عمرو، اور عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سفیان ثوری نے منصور بن معتمر سے اس کے ہم معنی روایت بیان کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① فتح مکہ کے بعد جب پورا عرب سرنگوں ہو گیا، لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے اور ان کے لیے کسی علاقے کی رہائش بھی مسئلہ نہ رہی تو ہجرت کی بھی ضرورت نہ رہی لیکن جہاد کے لیے یا کسی اور ضروری کام حج، عمرہ اور علم و تجارت کی خاطر نکلنا باقی رہا۔ اب بھی اگر کسی علاقے میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ وہاں اسلام پر قائم رہنا مشکل ہو جائے اور ہجرت کے سوا چارہ نہ رہے تو اسلام کی خاطر ہجرت کرنی ہوگی۔ (تحفة الأحوذي: 178/5) اور جہاد کے لیے اگر امیر نکلنے کا حکم دے تو نکلنا ہوگا۔ ② نیک مقاصد کے لیے مسلمان کو ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔

(المعجم ٣٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعَةِ النَّبِيِّ ﷺ (التحفة ٣٣)

باب: 34۔ نبی ﷺ سے بیعت کا بیان

١٥٩١- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [الفتح:١٨] . قَالَ جَابِرٌ:

[1591] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ”یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے اس وقت راضی ہو گیا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے“ (الفتح 18:48) کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے (میدان جنگ سے) نہ بھاگنے کی

١٥٩٠ـ أخرجه البخاري، جزاء الصيد، باب: لا يحل القتال بمكة، ح: ١٨٣٤ ومسلم، ح: ١٣٥٣ من حديث منصور به * وفي الباب عن أبي سعيد [أحمد: ٣/ ٢٢]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ٢١٥]، وعبدالله بن حبشي [أبو داود، ح: ١٣٢٥، ١٤٤٩].

١٥٩١ـ * وفي الباب عن سلمة بن الأكوع [يأتي: ١٥٩٢]، وابن عمر [يأتي: ١٥٩٣]، وعبادة [البخاري، ح: ٧١٩٩ ومسلم، ح: ١٧٠٩]، وجرير بن عبدالله [البخاري، ح: ٥٧ ومسلم، ح: ٢٥٦].

بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى أَنْ لَّا نَفِرَّ وَلَمْ نُبَايِعْهُ عَلَى الْمَوْتِ.

بیعت کی تھی۔ ہم نے آپ سے موت پر بیعت نہیں کی تھی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعُبَادَةَ، وَجَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ. قَالَ: قَالَ: جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَلَمْ يُذْكَرْ فِيهِ: أَبُو سَلَمَةَ.

اس مسئلے میں سیدنا سلمہ بن اکوع، ابن عمر، عبادہ اور جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: یہ روایت عیسیٰ بن یونس کی اسی سند سے ابوسلمہ کے واسطے کے بغیر بھی بیان کی گئی ہے۔

١٥٩٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ: عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ؟ قَالَ: عَلَى الْمَوْتِ.

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1592] یزید بن ابی عبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے کس بات پر بیعت کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: موت پر۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے گروپ نے یہ الفاظ استعمال کیے کہ دشمن کے سامنے سے موت تک نہیں ہٹیں گے۔ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے گروپ نے یہ الفاظ استعمال کیے کہ ہم میدان جنگ سے فرار نہیں ہوں گے چاہے ہمیں موت سے دوچار ہونا پڑے۔ کیونکہ اگر بیعت مرنے کی ہوتی تو نہ مرنے کے سبب وہ پوری نہیں ہوتی اور وہ بیعت توڑنے والے بنتے۔ اور پہلی پارٹی کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم فرار نہیں ہوں گے اگرچہ ہمیں موت کا شکار ہونا پڑے۔ صرف تعبیر یا عبارت میں فرق ہے۔ مقصود دونوں کا ایک ہی ہے، اس لیے دونوں میں کوئی تضاد یا اختلاف نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے جنگ خندق کو جنگ احزاب بھی کہتے ہیں۔ ② بیعت جہاد ایک مسنون بیعت ہے۔

١٥٩٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نُبَايِعُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فَيَقُولُ لَنَا: «فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ».

[1593] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ سنیں گے اور مانیں گے۔ تو آپ ﷺ ہمیں فرماتے: ''جہاں تک تمھارا بس چلے اور استطاعت ہو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① شریعت اسلامیہ کسی انسان کو تکلیف مالا یطاق، یعنی طاقت سے زائد چیز کا حکم نہیں دیتی۔ ② رسول اللہ

١٥٩٢- أخرجه البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية . . . إلخ، ح: ٤١٦٩ ومسلم، ح: ١٨٦٠ عن قتيبة به.
١٥٩٣- أخرجه مسلم، الإمارة، باب البيعة على السمع والطاعة فيما استطاع، ح: ١٨٦٧ عن علي بن حجر به.

ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مذکورہ تلقین کرنا آپ علیہ السلام کی شفقت و رحمت کی بنا پر تھا۔ نیز دیکھیے: (حدیث: 1597)

١٥٩٤۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمْ نُبَايِعْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى الْمَوْتِ إِنَّمَا بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَّا نَفِرَّ.

[1594] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے مرنے کی بیعت نہیں کی تھی۔ ہم نے تو بس یہ بیعت کی تھی کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَّمَعْنٰى كِلَا الْحَدِيثَيْنِ صَحِيحٌ قَدْ بَايَعَهُ قَوْمٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ عَلَى الْمَوْتِ وَإِنَّمَا قَالُوا: لَا نَزَالُ بَيْنَ يَدَيْكَ حَتّٰى نُقْتَلَ، وَبَايَعَهُ آخَرُونَ فَقَالُوا: لَا نَفِرُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ دونوں حدیثوں (سیدنا سلمہ اور جابر رضی اللہ عنہما کی) کے معنی صحیح ہیں۔ نبی ﷺ کے کچھ ساتھیوں نے موت کے الفاظ بولے تھے اور یہ کہا تھا کہ ہم موت تک آپ کے سامنے رہیں گے، یعنی آپ کو چھوڑیں گے نہیں، اور دوسرے گروہ نے یہ الفاظ کہے تھے: ہم بھاگیں گے نہیں۔ (دونوں کا مقصد ایک ہی تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔)

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد کے موقع پر امام، مجاہدین سے یہ بیعت لے سکتا ہے کہ کوئی آدمی میدان مقابلہ سے پشت نہیں پھیرے گا اور راہِ فرار اختیار نہیں کرے گا، چاہے اسے موت کی آغوش میں جانا پڑے۔ پیری مریدی والی بیعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(المعجم ٣٥) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي نَكْثِ الْبَيْعَةِ (التحفة ٣٥)

باب: 35۔ بیعت توڑ دینا

١٥٩٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا فَإِنْ أَعْطَاهُ وَفٰى لَهُ، وَإِنْ لَّمْ يُعْطِهِ لَمْ يَفِ لَهُ».

[1595] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین قسم کے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن (پیار و محبت سے) کلام نہیں فرمائے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا بلکہ انھیں دردناک عذاب ہوگا: (ایک ان میں سے) وہ آدمی جو امام کے ہاتھ پر بیعت کرے، اگر اس سے مفادات حاصل ہوتے ہیں تو اسے پوری کرے اور اگر اس کی طرف سے کچھ نہ ملے تو وفا نہ

١٥٩٤ـ أخرجه مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام الجيش عند إرادة القتال . . . إلخ، ح: ٦٨/١٨٥٦ من حديث سفيان بن عيينة به.

١٥٩٥ـ أخرجه البخاري، الشهادات، باب اليمين بعد العصر، ح: ٢٦٧٢ ومسلم، ح: ١٠٨ من حديث سليمان الأعمش به.

کرے۔'' یعنی بیعت توڑ دے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [وَعَلٰى ذٰلِكَ الْأَمْرُ بِلَا اخْتِلَافٍ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بالاتفاق معاملہ اس کے مطابق ہوگا۔

فائدہ: ایماندار کو یہ شرف حاصل ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے محبت اور رضا والی گفتگو فرمائے گا اور اس پر نظر رحمت ڈالے گا۔ اگر اس سے کچھ کوتاہی اور قصور سرزد ہوئے جن کی معافی نہ مل سکی تو جہنم کی آگ کے ذریعے سے اس کا تزکیہ فرما دے گا اور وہ جنت میں جا سکے گا۔ حاکم سے بیعت کرنا لیکن اسے مفادات و فوائد سے معلق کر دینا ایک ایسا سنگین اور قبیح جرم ہے کہ ایسا کرنے والے کو قیامت کے دن کچھ بھی حاصل نہ ہو سکے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

(المعجم ٣٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعَةِ الْعَبْدِ (التحفة ٣٦)

باب: 36۔ غلام کی بیعت

١٥٩٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ [بْنُ سَعْدٍ] عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَا يَشْعُرُ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ عَبْدٌ، فَجَاءَ سَيِّدُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «بِعْنِيهِ» فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ أَسْوَدَيْنِ وَلَمْ يُبَايِعْ أَحَدًا بَعْدُ حَتّٰى يَسْأَلَهُ أَعَبْدٌ هُوَ.

[1596] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غلام آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کرنے کی بیعت کی جبکہ نبی ﷺ کو پتا نہیں تھا کہ وہ غلام ہے (آقا کی مرضی کا پابند ہے۔) پھر اس کا مالک بھی آ گیا۔ (اس نے اس کا مطالبہ کیا) تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے مجھے بیچ دے۔'' تو آپ نے اسے دو سیاہ غلاموں کے عوض خرید لیا۔ بعد میں آپ ﷺ نے کسی سے اس وقت تک بیعت نہیں لی جب تک اس سے یہ پوچھ نہیں لیا: کیا وہ غلام ہے؟

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي الزُّبَيْرِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب صحیح ہے اور ہمارے علم میں ابوزبیر ہی کی سند سے آئی ہے۔

فائدہ: چونکہ غلام بااختیار نہیں ہوتا، اپنے آقا کی مرضی کا پابند ہوتا ہے، اس لیے وہ اپنے مالک کی رضا کے بغیر ہجرت نہیں کر سکتا۔ چونکہ نبی ﷺ اس سے ہجرت پر بیعت لے چکے تھے اور ہجرت سے رجوع نہیں ہو سکتا، اس لیے آپ نے اسے آزاد کرانے کی خاطر دو غلاموں کے بدلے میں خرید لیا جس سے معلوم ہوا کہ غلاموں کے تبادلے میں کمی بیشی جائز ہے، نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے۔

١٥٩٦ـ أخرجه مسلم، المساقاة، باب جواز بيع الحيوان بالحيوان، من جنسه، متفاضلًا، ح: ١٦٠٢ عن قتيبة به * وفي الباب عن ابن عباس [لم أجده].

(المعجم ٣٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعَةِ النِّسَاءِ (التحفة ٣٧)

١٥٩٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ أُمَيْمَةَ بِنْتَ رُقَيْقَةَ تَقُولُ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي نِسْوَةٍ، فَقَالَ لَنَا: «فِيمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَأَطَقْتُنَّ»، قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَرْحَمُ بِنَا مِنَّا بِأَنْفُسِنَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ بَايِعْنَا، قَالَ سُفْيَانُ: تَعْنِي صَافِحْنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا قَوْلِي لِمِائَةِ امْرَأَةٍ كَقَوْلِي لِامْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ».

باب: 37۔عورتوں کی بیعت

[1597] ابن منکدر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس نے سیدہ اُمیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے سنا، میں نے کچھ عورتوں کی معیت میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو آپ نے ہم سے فرمایا: ''اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق۔'' میں نے جواب میں کہا: اللہ اور اس کا رسول ہم پر ہمارے نفسوں سے بھی بڑھ کر مہربان ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم سے بیعت لیں۔ امام سفیان کہتے ہیں: اس کا مقصد تھا: ہم سے مصافحہ فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا سو عورتوں سے فرمان، ایک عورت سے فرمان کی طرح ہے۔'' یعنی قول ہی بیعت ہے، مصافحے کی ضرورت نہیں۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، وَأَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ. وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَمَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ نَحْوَهُ. [قَالَ:] وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: لَا أَعْرِفُ لِأُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ، وَأُمَيْمَةُ امْرَأَةٌ أُخْرٰى لَهَا حَدِيثٌ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ].

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ہمارے علم میں محمد بن منکدر کی روایت ہی سے آئی ہے۔ سفیان ثوری، مالک بن انس اور بہت سے راویوں نے یہ حدیث محمد بن منکدر سے انھی معنوں میں بیان کی ہے۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: میرے علم میں اُمیمہ بنت رقیقہ کی یہی ایک حدیث ہے۔ اور امیمہ نامی ایک اور عورت بھی رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث بیان کرتی ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ مردوں سے بیعت لیتے وقت ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے تھے لیکن عورتوں سے بیعت زبانی کلامی لیتے تھے، ان سے مصافحہ نہیں کرتے تھے، اس لیے آپ نے فرمایا: سو عورتیں ہوں یا ایک عورت ہو بیعت کا انداز ایک ہی ہے۔

١٥٩٧- أخرجه ابن ماجه، الجهاد، باب بيعة النساء، ح: ٢٨٧٤ والنسائي: ٧/ ١٤٩، ح: ٤١٨٦ من حديث سفيان بن عيينة به، وصححه ابن حبان، ح: ١٤ ❊ وفي الباب عن عائشة [البخاري، ح: ٥٢٨٨ تعليقًا ومسلم، ح: ١٨٦٦]، وعبدالله بن عمرو [أحمد: ٢/ ١٩٦]، وأسماء بنت يزيد [يأتي: ٣٣٠٧] ❊ حديث مالك في الموطأ: ٢/ ٩٨٢ (يحيى).

(المعجم ٣٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي عِدَّةِ أَصْحَابِ بَدْرٍ (التحفة ٣٨)

باب:38۔شرکائے بدر کی تعداد

١٥٩٨ - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ أَصْحَابَ بَدْرٍ يَوْمَ بَدْرٍ كَعِدَّةِ أَصْحَابِ طَالُوتَ ثَلَاثِمِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ [رَجُلًا].

[1598] سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ بدر میں شرکت کرنے والوں کی تعداد طالوت کے ساتھیوں کے برابر تھی، یعنی تین سو تیرہ آدمی۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسے ثوری اور دوسرے حضرات نے ابواسحاق سے بیان کیا ہے۔

فائدہ: اصحاب طالوت علیہ السلام سے مراد وہ ایماندار ہیں جو ان کے ساتھ نہر پار کر کے دشمن کے مقابلے میں آ گئے تھے۔ بدر میں شرکت کرنے والے حقیقی حضرات بھی تین سو تیرہ ہی تھے۔ بعض اعتبارات سے انھیں تین سو چودہ، پندرہ، سترہ اور انیس بھی قرار دیا گیا ہے۔

(المعجم ٣٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخُمُسِ (التحفة ٣٩)

باب:39۔خمس (پانچویں حصے) کا بیان

١٥٩٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ: «آمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ».

[1599] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عبدالقیس کے وفد (آنے والے) کو فرمایا: ”میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تم غنیمت میں حاصل ہونے والے مال سے پانچواں حصہ بیت المال کو ادا کرنا۔“

قَالَ: وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ.

اس حدیث میں ایک لمبے واقعے کا بیان ہے۔ (جو بخاری و مسلم کی روایات میں موجود ہے۔ (بخاری، حدیث:53، مسلم، حدیث: 115) امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ قتیبہ کی سند سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس

١٥٩٨ـ أخرجه البخاري، المغازي، باب عدة أصحاب بدر، ح:٣٩٥٧-٣٩٥٩ من حديث أبي إسحاق السبيعي به * وفي الباب عن ابن عباس [أحمد: ١/ ٢٤٨].

١٥٩٩ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب قول الله تعالى: ﴿منيبين إليه واتقوه وأقيموا الصلاة ولا تكونوا من المشركين﴾ ح: ٥٢٣ عن قتيبة، ومسلم، ح: ١٧ من حديث عباد بن عباد به.

کے ہم معنی مروی ہے۔

فائدہ: قرآن حکیم کی سورت انفال میں غنیمت کے پانچویں حصے کے حق داروں کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس حکم کی تعمیل کے لیے نبی ﷺ نے عبدالقیس کے لوگوں کو خمس کی ادائیگی کا حکم دیا۔

(المعجم ٤٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ النُّهْبَةِ (التحفة ٤٠)

باب: 40۔ مال اڑانا یا لوٹنا جائز نہیں

١٦٠٠- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَتَقَدَّمَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَتَعَجَّلُوا مِنَ الْغَنَائِمِ فَاطَّبَخُوا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ فِي أُخْرَى النَّاسِ، فَمَرَّ بِالْقُدُورِ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِيرًا بِعَشْرِ شِيَاهٍ.

[1600] سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو جلد باز لوگ آگے بڑھے اور جلدی سے غنیمت کا کچھ مال لے لیا اور اسے پکایا جبکہ رسول اللہ ﷺ پچھلے لوگوں کے ساتھ تھے۔ آپ ہنڈیوں کے پاس سے گزرے تو ان کے الٹنے کا حکم دیا، چنانچہ تعمیل حکم میں انھیں الٹ دیا گیا، پھر آپ نے لوگوں کے درمیان غنیمت تقسیم کی اور ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر گردانا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبَايَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: عَنْ أَبِيهِ. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ وَهٰذَا أَصَحُّ. وَعَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ سَمِعَ مِنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ. قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ الْحَكَمِ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي رَيْحَانَةَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي أَيُّوبَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سفیان ثوری یہ حدیث اپنے باپ سے عبایہ بن رفاعہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں اور عبایہ کے باپ کا تذکرہ نہیں کرتے۔ اور یہی سند صحیح ہے کیونکہ عبایہ نے براہ راست اپنے دادا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ اس مسئلے میں ثعلبہ بن حکم، انس، ابوریحانہ، ابودرداء، عبدالرحمن بن سمرہ، زید بن خالد، جابر، ابوہریرہ اور ابوایوب رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اہل علم کا، سوائے شاذ قول کے، اس پر اتفاق ہے کہ غازی جب دشمن کی سرزمین میں داخل ہوں تو

١٦٠٠- أخرجه البخاري، الذبائح والصيد، باب: إذا أصاب قوم غنيمة فذبح بعضهم غنمًا أو إبلًا . . . إلخ، ح:٥٥٤٣ من حديث أبي الأحوص، ومسلم، ح:١٩٦٨ من حديث سعيد بن مسروق به ※ وفي الباب عن ثعلبة بن الحكم [ابن ماجه، ح:٣٩٣٨]، وأنس [يأتي:١٦٠١]، وأبي ريحانة [أبو داود، ح:٤٠٤٩]، وأبي الدرداء [أحمد:٥/ ١٩٥، ٦/ ٤٥٥]، وعبدالرحمن بن سمرة [أبو داود، ح:٢٧٠٣]، وزيد بن خالد [أحمد:٤/ ١١٧، ٥/ ١٩٣]، وجابر [ابن ماجه، ح:٣٩٣٥]، وأبي هريرة [البخاري، ح:٢٤٧٥، ومسلم، ح:٥٧]، وأبي أيوب [الطبراني في الكبير:٤/ ١٢٤، ح:٣٨٧٢].

انھیں وہاں جو کھانا اور چارہ ملے، وہ اسے اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کر سکتے ہیں۔ (المغني: 10/480، 481) لیکن جب غنیمت کا مال جمع کر لیا جائے تو پھر کھانا اور چارہ ضرورت سے زائد لینا جائز نہیں۔ یہاں چونکہ جلد بازی سے کام لیتے ہوئے ضرورت سے زائد لیا گیا تھا، نیز امیر کی اجازت کے بغیر بکریاں ذبح کی گئی تھیں، اس لیے نبی ﷺ نے جلد بازی پر گرفت کرتے ہوئے ہنڈیوں کو الٹ دینے کا حکم دیا۔ ② عام طور پر اونٹ سات بکریوں کے برابر شمار کیا جاتا ہے، لیکن بعض دفعہ اونٹوں کی قلت اور بکریوں کی کثرت یا اونٹوں کی نفاست و مہنگائی کے سبب اس کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 5/186، 185)

١٦٠١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ انْتَهَبَ فَلَيْسَ مِنَّا».

[1601] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے (دوسروں کا) مال لوٹا وہ ہم میں سے نہیں۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ أَنَسٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے مگر سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے غریب ہے۔

فائدہ: دوسروں کا مال کھلم کھلا طور پر زیادتی کرتے ہوئے لوٹنا غصب کہلاتا ہے۔ چونکہ یہ دہشت گردی ہے، باہمی اخوت اسلامی اور خیر خواہی کے منافی ہے، اس لیے ایسے شخص کو مسلمانوں، یعنی اطاعت گزاروں کی صف سے نکال دیا گیا ہے۔

(المعجم ٣١) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْلِيمِ عَلٰى أَهْلِ الْكِتَابِ (التحفة ٣١)

باب: 41۔ اہل کتاب کو السلام علیکم کہنا

١٦٠٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَبْدَأُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى بِالسَّلَامِ، وَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي الطَّرِيقِ فَاضْطَرُّوهُ إِلٰى أَضْيَقِهِ».

[1602] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہود و نصاریٰ کو سلام کہنے میں پہل نہ کرو۔ اور جب راستے میں تمھاری ان میں سے کسی کے ساتھ ملاقات ہو جائے تو اسے تنگ راستے پر چلنے پر مجبور کر دو۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:]

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر، انس اور نبی ﷺ کے ساتھی ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ

١٦٠١- أخرجه أبو داود، الجنائز، باب كراهية الذبح عند القبر، ح: ٣٢٢٢ وابن ماجه، ح: ١٨٨٥ والنسائي، ح: ١٨٥٣ من حديث عبد الرزاق به مطولًا ومختصرًا، وهو في مصنف عبدالرزاق، ح: ٦١٩٠ بطوله، وصححه ابن حبان، ح: ٧٣٨.

١٦٠٢- أخرجه مسلم، السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام، وكيف يرد عليهم، ح: ٢١٦٧ عن قتيبة به * وفي الباب عن ابن عمر [يأتي: ١٦٠٣]، وأنس [يأتي: ٣٣١٠]، وأبي بصرة الغفاري [أحمد: ٦/ ٣٩٨ والبخاري في الأدب المفرد، ح: ١١٠٢ والنسائي في عمل اليوم والليلة، ح: ٣٨٨].

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ: «لَا تَبْدَأُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى». قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِنَّمَا مَعْنَى الْكَرَاهِيَةِ، لِأَنَّهُ يَكُونُ تَعْظِيمًا لَهُمْ، وَإِنَّمَا أُمِرَ الْمُسْلِمُونَ بِتَذْلِيلِهِمْ، وَكَذٰلِكَ إِذَا لَقِيَ أَحَدُهُمْ فِي الطَّرِيقِ، فَلَا يَتْرُكِ الطَّرِيقَ عَلَيْهِ لِأَنَّ فِيهِ تَعْظِيمًا لَهُمْ.

فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس حدیث ''یہود و نصاریٰ کو سلام کہنے میں پہل نہ کرو'' کے معنی بعض اہل علم کے نزدیک یہ ہیں کہ آغاز ناپسندیدہ ہے کیونکہ پہل کرنے میں ان کی تعظیم و احترام کا اظہار ہے جبکہ مسلمانوں کو ان کی تذلیل و تحقیر کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح جب راستے میں ان میں سے کسی سے ملاقات ہو جائے تو اس کے لیے راستہ کشادہ نہ چھوڑا جائے (کہ اسے گزرنے میں سہولت اور آسانی پیدا ہو جائے) کیونکہ یہ بھی ان کی تعظیم و تکریم ہے۔

فائدہ: عام حالات میں جب مسلمانوں کو اقتدار و غلبہ حاصل ہو، وہ ماتحت اور غلام یا مجبور و مقہور نہ ہوں تو یہی حکم ہے کہ یہود و نصاریٰ کو پہلے سلام کہہ کر ان کی عزت و تکریم نہیں کی جائے گی اور ان کے لیے راستہ بھی نہیں چھوڑا جائے گا کہ اترا کر گزریں۔ لیکن مظلومیت اور کمزوری کی صورت میں دلی کراہت و ناپسندیدگی کے ساتھ یہ کام کیے جا سکتے ہیں۔ (تحفة الأحوذي: 188/5)

١٦٠٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْيَهُودَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَحَدُهُمْ فَإِنَّمَا يَقُولُ: اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ، فَقُلْ: عَلَيْكَ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1603] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ جب یہودیوں میں سے کوئی تمھیں سلام کہتا ہے تو وہ اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ (تم پر موت آئے) کہتا ہے۔ تو اسے جواباً کہو وعليك (اور تم پر بھی۔)''

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: کافروں میں مسلمانوں سے انتہائی شدید عداوت اور دشمنی رکھنے والی قوم یہودی ہیں، اس لیے جب وہ سلام کہنے میں پہل کرتے ہیں تو دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) کی بجائے اَلسَّامُ عَلَيْكُم (تم پر موت آئے) کہتے ہیں، اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: ''انھیں جواب میں وعلیکم السلام نہ کہو، بلکہ صرف وعلیکم یا علیکم کہو کہ موت تو ایک اٹل حقیقت ہے، اس سے کسی کو مفر نہیں، اس لیے مرنا ہمارے لیے عیب و حقارت کا باعث نہیں ہے، لیکن تم سے اللہ تعالیٰ وہ سلوک کرے جس کے تم اپنے اعمال اور کرتوتوں کے سبب حقدار ہو۔ یا ہم پر تو موت اپنے وقت پر آئے گی اور اللہ تعالیٰ تمھیں ابھی اس سے دوچار کر دے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 213/2)

(المعجم ٤٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْمُقَامِ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ (التحفة ٤٢)

باب: 42- مشرکوں کے ساتھ رہنا ناپسندیدہ ہے

١٦٠٣- أخرجه مسلم، أيضًا، ح: ٢١٦٤ عن علي بن حجر والبخاري، ح: ٦٩٢٨ من حديث عبدالله بن دينار به.

١٦٠٤- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ سَرِيَّةً إِلَى خَثْعَمَ، فَاعْتَصَمَ نَاسٌ بِالسُّجُودِ فَأَسْرَعَ فِيهِمُ الْقَتْلَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ: «أَنَا بَرِيءٌ مِّنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ» ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَلِمَ؟ قَالَ: «لَا تَرَاءَى نَارَاهُمَا» .

[1604] سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خثعم قبیلے کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا تو کچھ لوگوں نے سجدے کر کے پناہ چاہی (سجدے میں گر گئے کہ ہم مسلمان ہیں) اور لشکر کے لوگوں نے انھیں جلدی سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس واقعے کا علم نبی ﷺ کو ہوا تو آپ نے ان کی آدھی دیت کی ادائیگی کا حکم دیا اور فرمایا: ''میں ایسے تمام مسلمانوں سے بیزار ہوں جو مشرکوں کے درمیان ٹھہرے ہوئے ہیں۔'' آپ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کیوں؟ آپ نے فرمایا: ''دونوں کو ایک دوسرے کی آگ دکھائی نہ دے (آبادی اس قدر دور دور ہونی چاہیے۔'')

فائدہ: ایک چھوٹا گروہ جو بڑے گروہ کے ساتھ رہتا ہے اور ان سے میل جول رکھتا ہے، وہ ان کے رسم ورواج اور عادات واطوار سے متاثر ہوتا ہے، جبکہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ غیر مسلموں سے مشابہت اختیار کریں، اس لیے عام حالات میں بلاضرورت ومجبوری کافروں کے ساتھ رہنا صحیح نہیں۔ خصوصاً جبکہ باہمی جنگ کا خطرہ بھی ہو اور مسلمانوں کا امتیاز بھی مشکل ہو، اس لیے آج کل محض مال و دولت کی ہوس میں مبتلا ہو کر غیر مسلم ممالک میں رہائش اختیار کرنا انتہائی قبیح عمل ہے۔ ہاں، اعلیٰ مقاصد، یعنی دعوت اور تعلیمی وملی مفادات کے تحت ایسا کرنا درست ہے۔

١٦٠٥- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ مِّثْلَ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: عَنْ جَرِيرٍ. وَهٰذَا أَصَحُّ.

[1605] ہناد نے بھی اپنی سند سے یہی روایت بیان کی ہے اور اس میں جریر کا واسطہ نہیں۔ اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ سَمُرَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَأَكْثَرُ أَصْحَابِ إِسْمَاعِيلَ قَالُوا عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسِ ابْنِ أَبِي حَازِمٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ سَرِيَّةً وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ جَرِيرٍ. وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ

اس مسئلے میں سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کے راوی اسماعیل کے اکثر شاگرد قیس بن ابی حازم سے براہ راست یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی دستہ بھیجا، اس

١٦٠٤ـ [صحيح لغيره دون الأمر بنصف العقل] أخرجه أبو داود، الجهاد، باب النهي عن قتل من اعتصم بالسجود، ح: ٢٦٤٥ عن هناد به، أبو معاوية الضرير وإسماعيل بن أبي خالد مدلسان وعنعنا. وانظر التفصيل في الإرواء، حديث: ١٢٠٧ .

١٦٠٥ـ [مرسل] وانظر الحديث السابق * وفي الباب عن سمرة [أبو داود، ح: ٢٧٨٧] وسنده ضعيف.

الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ مِّثْلَ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ. [قَالَ:] وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: الصَّحِيحُ حَدِيثُ قَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلٌ. وَرَوٰى سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُسَاكِنُوا الْمُشْرِكِينَ وَلَا تُجَامِعُوهُمْ، فَمَنْ سَاكَنَهُمْ أَوْ جَامَعَهُمْ فَهُوَ مِثْلُهُمْ».

میں جریر کا واسطہ بیان نہیں کرتے۔ اور حماد بن سلمہ، حجاج بن ارطاۃ کے واسطے سے اسماعیل بن ابی خالد سے، وہ قیس سے ابو معاویہ کی طرح جریر کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔ اور امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ) سے میں نے سنا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قیس کی حدیث نبی ﷺ سے مرسلاً (صحابی کے واسطے کے بغیر) منقول ہے۔ اور سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''مشرکوں کے ساتھ رہائش نہ رکھو، اور نہ ان کے ساتھ اکٹھے رہو، پس جو ان کے ساتھ رہے گا یا ان کے ساتھ جمع ہوگا، وہ انھی کی طرح ہوگا۔'' یعنی ان جیسی شکل وصورت اور رسم ورواج اپنا کر ان جیسا بن جائے گا۔

(المعجم ٤٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِخْرَاجِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ (التحفة ٤٣)

باب: 43۔ یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکالنے کا بیان

١٦٠٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَئِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللهُ لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ».

[1606] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ یہود ونصاریٰ کو عرب کے علاقے سے ضرور نکال دوں گا۔''

١٦٠٧- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ فَلَا أَتْرُكُ فِيهَا إِلَّا مُسْلِمًا».

[1607] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں یہود ونصاریٰ کو عرب کے علاقے سے ضرور نکال دوں گا۔ اس میں صرف مسلمانوں کو رہنے دوں گا۔''

١٦٠٦- أخرجه مسلم، ح: ١٧٦٧/ ٦٣ من حديث سفيان الثوري به، وانظر الحديث الآتي.
١٦٠٧- أخرجه مسلم، الجهاد والسير، باب إخراج اليهود والنصارى من جزيرة العرب، ح: ١٧٦٧ من حديث عبدالرزاق به.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: دین اسلام کا مرکز اور منبع جزیرۃ العرب کا علاقہ حجاز، یعنی مکہ و مدینہ ہے اور اسے صحیح اور اسلامی حالت میں رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے دیگر اہل ادیان کی آمیزش اور اختلاط سے دور رکھا جائے، اس لیے آپ ﷺ نے عرب کے علاقے میں یہود و نصاریٰ کو، جو آسمانی دین کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، رہائش کی اجازت نہیں دی۔ جب ان کی اقامت و رہائش جائز نہیں تو پھر دوسرے کافروں کو یہ موقع کیسے دیا جا سکتا ہے۔ ہاں عارضی طور پر کسی ضرورت کے تحت مسافر کی حیثیت میں وہ ٹھہر سکتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 191/5)

(المعجم ۴۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرِكَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ۴۴)

باب: 44۔ رسول اللہ ﷺ کے ترکے کا بیان

١٦٠٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ: مَنْ يَرِثُكَ؟ قَالَ: أَهْلِي وَوَلَدِي، قَالَتْ: فَمَا لِي لَا أَرِثُ أَبِي؟! فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا نُورَثُ». وَلٰكِنْ أَعُولُ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُولُهُ، وَأُنْفِقُ عَلٰى مَنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلَيْهِ.

[1608] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان سے پوچھا کہ آپ کا وارث کون ہوگا؟ انھوں نے جواب دیا: میری بیوی اور میرے بچے۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''ہمارا وارث نہیں ہوتا'' لیکن میں ان کی کفالت کروں گا جن کی کفالت رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اور اس پر خرچ کروں گا جس پر رسول اللہ ﷺ خرچ کرتے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَطَلْحَةَ، وَالزُّبَيْرِ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدٍ، وَعَائِشَةَ. وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ، إِنَّمَا أَسْنَدَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ [وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عمر، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور اس سند سے غریب ہے۔ اسے صرف حماد بن سلمہ اور عبدالوہاب بن عطا ہی محمد بن عمرو کی سند سے مسند بیان کرتے ہیں۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے اس

١٦٠٨- أخرجه أحمد: ١/ ١٣ من حديث محمد بن عمرو به وهذا الحديث متواتر ورواه الروافض أيضًا، انظر أصول الكافي: ١/ ٣٢، ٣٣ * وفي الباب عن عمر [يأتي: ١٦٠٩]، وطلحة [النسائي في الكبرى: ٤/ ٦٤، ح: ٦٣٠٧]، والزبير [يأتي: ١٦١٠]، وعبدالرحمن بن عوف [يأتي: ١٦١٠]، وسعد [يأتي: ١٦١٠]، وعائشة [الترمذي في الشمائل، ح: ٤٠١، ٤٠٢].

الْحَدِيثِ فَقَالَ: لَا أَعْلَمُ أَحَدًا رَوَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ إِلَّا حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ. وَرَوٰى عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ نَحْوَ رِوَايَةِ حَمَّادِ ابْنِ سَلَمَةَ] وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: میرے علم میں اسے محمد بن عمرو کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ سے صرف حماد بن سلمہ ہی بیان کرتا ہے۔ اور عبدالوہاب بن عطاء، محمد بن عمرو سے، وہ ابوسلمہ سے اور وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے ہم معنی بیان کرتا ہے۔ اور یہ حدیث کئی سندوں سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کی گئی ہے۔

١٦٠٩- [حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ عِيسٰى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ فَاطِمَةَ جَاءَتْ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا تَسْأَلُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَا: سَمِعْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنِّي لَا أُورَثُ» قَالَتْ: وَاللهِ! لَا أُكَلِّمُكُمَا أَبَدًا، فَمَاتَتْ وَلَا تُكَلِّمُهُمَا. قَالَ عَلِيُّ بْنُ عِيسٰى: مَعْنٰى لَا أُكَلِّمُكُمَا، تَعْنِي: فِي هٰذَا الْمِيرَاثِ أَبَدًا، أَنْتُمَا صَادِقَانِ].

[1609] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان سے رسول اللہ ﷺ کی وراثت سے اپنا حصہ مانگنے کے لیے آئیں۔ ان دونوں نے جواب دیا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''میرا کوئی وارث نہیں ہوگا۔'' فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میں کبھی تمھارے ساتھ (اس مسئلے میں) بات نہیں کروں گی، چنانچہ ان کی وفات ہوگئی اور انھوں نے ان سے (اس سلسلے میں کوئی) بات نہ کی۔ امام صاحب کے استاد علی بن عیسیٰ فرماتے ہیں: میں تم دونوں سے بات چیت نہیں کروں گی سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ اس وراثت کے سلسلے میں تمھارے ساتھ کبھی گفتگو نہیں کروں گی۔ تم (آپ ﷺ کی بات بیان کرنے میں) سچے ہو۔

١٦١٠- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَدَخَلَ عَلَيْهِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ ابْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَخْتَصِمَانِ، فَقَالَ عُمَرُ لَهُمْ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ

[1610] سیدنا مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے پاس سیدنا عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی آ گئے، پھر سیدنا علی اور عباس رضی اللہ عنہما بھی جھگڑتے ہوئے پہنچ گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات سے کہا: میں تم سے اس اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور

١٦٠٩ـ أخرجه أحمد: ١/ ١٣ عن عبدالوهاب بن عطاء به.
١٦١٠ـ أخرجه البخاري، فرض الخمس، باب فرض الخمس، ح: ٣٠٩٤ ومسلم، ح: ١٧٥٧/ ٤٩ من حديث مالك به.

السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ» ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ عُمَرُ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَجِئْتَ أَنْتَ وَهٰذَا إِلٰى أَبِي بَكْرٍ تَطْلُبُ أَنْتَ مِيرَاثَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ وَيَطْلُبُ هٰذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا. فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ» وَاللهُ يَعْلَمُ أَنَّهُ صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ.

زمین قائم ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم کسی کو وارث نہیں بناتے جو کچھ چھوڑتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے؟'' انھوں نے کہا: ہاں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا نائب ہوں (آپ کے امور کا نگران ہوں) تو آپ (عباس) اور یہ (علی) ابوبکر کے پاس آئے۔ آپ اپنے بھتیجے کی وراثت سے اپنا حصہ مانگتے تھے اور یہ اپنی بیوی کا اس کے باپ کی وراثت سے حصہ چاہتا تھا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ جو کچھ ہم چھوڑیں گے، صدقہ ہوگا'' اور اللہ خوب جانتا ہے، ابوبکر اس بیان میں سچے، نیک، راست رو اور حق کی پیروی کرنے والے تھے۔

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں ایک لمبا واقعہ ہے۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے اور مالک بن انس کی نسبت سے غریب ہے۔

فوائد و مسائل: ① رسول چونکہ امت کا روحانی باپ ہوتا ہے اور اس کا ترکہ درہم و دینار نہیں بلکہ وحی الٰہی اور پیغام ربانی ہوتا ہے اور علم وحی اور اس کے مشن کی وارث امت ہوتی ہے، دنیا کے مال و متاع سے رسول کو کوئی دلچسپی اور محبت نہیں ہوتی۔ وہ مال جمع کرنے اور اپنے وارثوں کو دینے کے الزام سے براءت چاہتے ہیں، اس لیے وہ اپنی بچی ہوئی پونجی کا وارث کسی کو نہیں بناتے۔ سیدنا علی اور عباس رضی اللہ عنہما کا خیال یہ تھا کہ اس کا تعلق جائداد کی نگرانی اور دیکھ بھال سے نہیں، لہٰذا ہمیں دیکھ بھال کے لیے نگران بنا دیا جائے، اس لیے انھوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد پھر اس مسئلے کو اٹھایا جس کا جواب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مل چکا تھا۔ ممکن ہے وہ یہ سمجھتے ہوں کہ نبی ﷺ کے فرمان کا تعلق درہم و دینار، یعنی منقولہ اشیاء سے ہے غیر منقولہ جائداد سے نہیں۔ لیکن سیدنا ابوبکر، عمر اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس حدیث کو عام سمجھتے تھے۔ اور اگر ان کی نگرانی اور حفاظت میں دیا جاتا تو انجام کار اس نے تقسیم پر منتج ہونا تھا کیونکہ نگرانی میں دونوں کو نصف نصف باغ دیے جاتے، اور مشترکہ نگرانی کا نتیجہ باہمی اختلاف ہوتا۔ (تحفة الأحوذي: 193/5، 194) جیسا کہ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں دونوں کی مشترکہ نگرانی میں دیا تھا تو چچا، بھتیجے میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ ② سیدنا عباس اور علی رضی اللہ عنہما یہ مسئلہ دوبارہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس لیے لائے تھے کہ شاید ان کی رائے میں حدیث کا مفہوم عام نہ ہو، وہ ہماری طرح اس کا مفہوم خاص لیتے ہوں، اور ہماری رائے کے موافق ہوں۔

(المعجم ٤٥) بَابُ مَا جَاءَ [مَا] قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: إِنَّ هٰذِهِ لَا تُغْزٰى بَعْدَ الْيَوْمِ (التحفة ٤٥)

باب:45۔ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''آج کے بعد یہاں حملہ نہ کیا جائے۔''

١٦١١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكِ بْنِ الْبَرْصَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ يَقُولُ: «لَا تُغْزٰى هٰذِهِ بَعْدَ الْيَوْمِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

[1611] حارث بن مالک بن برصاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''آج کے بعد قیامت تک یہاں حملہ (جنگ) نہ کیا جائے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ وَمُطِيعٍ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ حَدِيثُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، سلیمان بن صرد اور مطیع رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ زکریا بن ابی زائدہ کی شعبی سے یہ روایت حسن صحیح ہے اور ہمارے علم میں صرف اسی سند سے آئی ہے۔

فائدہ: بیت اللہ کی وجہ سے مکہ مکرمہ کو احترام و حرمت حاصل ہے۔ اور مشرکین سے مکہ اس کے احترام اور عظمت کو بحال کرنے کے لیے آزاد کروایا گیا تھا کیونکہ انھوں نے اسے بت کدہ بنا چھوڑا تھا۔ اور اب فتح کے بعد چونکہ حرمت و عظمت بحال ہو چکی ہے، اس لیے اب اسے میدان جنگ نہیں بنایا جا سکتا۔ جو بھی یہ حرکت کرے گا اور جس نے بھی یہ حرکت کی ہے، اس نے مکہ مکرمہ کی حرمت کو پامال کیا ہے اور نبی ﷺ کے فرمان کی نافرمانی کی ہے، البتہ اگر کوئی اور اس پر حملہ آور ہو تو اس کے تحفظ و دفاع کی خاطر لڑا جا سکتا ہے۔

(المعجم ٤٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّاعَةِ الَّتِي يُسْتَحَبُّ فِيهَا الْقِتَالُ (التحفة ٤٦)

باب:46۔ لڑائی شروع کرنے کے مستحب وقت کا بیان

١٦١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ

[1612] سیدنا نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں لڑائیوں میں نبی ﷺ کے ساتھ شریک ہوا ہوں، چنانچہ جب صبح طلوع ہوتی تو آپ سورج نکلنے تک رکے رہتے،

١٦١١ـ [حسن بطرقه] أخرجه أحمد: ٣/ ٤١٢ عن يحيى بن سعيد القطان به وله شاهد عند أحمد: ٣/ ٤١٢، ٤/ ٢١٣ وسنده حسن * وفي الباب عن ابن عباس [البخاري، ح: ١٣٤٩ ومسلم، ح: ١٣٥٣]، وسليمان بن صرد [لعله يشير إلى، ح: ٤١٠٩، ٤١١٠ من حديث البخاري]، ومطيع [مسلم، ح: ١٧٨٢].

١٦١٢ـ [ضعيف بهذه السياقة] قتادة عنعن والحديث الآتي يغني عنه.

أَمْسَكَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتْ قَاتَلَ، فَإِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ أَمْسَكَ حَتّٰى تَزُولَ الشَّمْسُ، فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ قَاتَلَ حَتَّى الْعَصْرِ، ثُمَّ أَمْسَكَ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ يُقَاتِلُ، قَالَ: وَكَانَ يُقَالُ: عِنْدَ ذٰلِكَ تَهِيجُ رِيَاحُ النَّصْرِ وَيَدْعُو الْمُؤْمِنُونَ لِجُيُوشِهِمْ فِي صَلَاتِهِمْ.

جب سورج نکل آتا تو لڑائی شروع کرتے، جب سورج نصف النہار کو پہنچتا تو سورج ڈھلنے تک رک جاتے۔ جب سورج ڈھل جاتا تو عصر تک جنگ لڑتے، پھر عصر کی نماز پڑھنے تک رک جاتے، پھر شروع کر دیتے۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا تھا کہ ان اوقات میں کامیابی و نصرت کی ہوائیں چلتی ہیں اور مومن اپنی نمازوں میں اپنے لشکروں کے حق میں دعا کرتے ہیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ بِإِسْنَادٍ أَوْصَلَ مِنْ هٰذَا، وَقَتَادَةُ لَمْ يُدْرِكِ النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ، مَاتَ النُّعْمَانُ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث سیدنا نعمان بن مقرن سے اس سے زیادہ متصل سند کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ قتادہ کو سیدنا نعمان بن مقرن سے سننے کا موقع نہیں ملا۔ سیدنا نعمان سیدنا عمر کے دور خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔

١٦١٣ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ وَالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَعَثَ النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ إِلَى الْهُرْمُزَانِ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ، فَقَالَ النُّعْمَانُ ابْنُ مُقَرِّنٍ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَكَانَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتّٰى تَزُولَ الشَّمْسُ وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ وَيَنْزِلَ النَّصْرُ.

[1613] سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن کو ہرمزان کے مقابلے کے لیے بھیجا، آگے پوری حدیث بیان کی۔ نعمان بن مقرن نے کہا: مجھے جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں شرکت کا موقع ملا ہے۔ جب آپ دن کے آغاز میں لڑائی شروع نہ کرتے تو پھر سورج کے ڈھلنے کا انتظار فرماتے کہ ہوائیں چلیں اور مدد نازل ہو۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ هُوَ أَخُو بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ.

ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور علقمہ بن عبداللہ، بکر بن عبداللہ مزنی کا بھائی ہے۔

(المعجم ٤٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الطِّيَرَةِ (التحفة ٤٧)

باب: 47۔ بدشگونی کا بیان

١٦١٣ـ أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في أي وقت يستحب اللقاء، ح: ٢٦٥٥ من حديث حماد بن سلمة به وصححه ابن حبان (الإحسان): ٤٧٣٧ والحاكم على شرط مسلم: ٢/ ١١٦ ووافقه الذهبي، وأصله عند البخاري، ح: ٣١٦٠ من حديث النعمان به.

١٦١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ [ابْنِ مَسْعُودٍ] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلطِّيَرَةُ مِنَ الشِّرْكِ، وَمَامِنَّا [إِلَّا] وَلٰكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ».

[1614] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بدشگونی شرک کی ایک صورت ہے، ہم میں سے ہر ایک کے دل میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے لیکن اللہ پر اعتماد و بھروسے کے سبب اللہ تعالیٰ اسے دور کر دیتا ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: كَانَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ يَقُولُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: «وَمَامِنَّا إِلَّا وَلٰكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ». قَالَ سُلَيْمَانُ: هٰذَا عِنْدِي قَوْلُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ. وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَحَابِسٍ التَّمِيمِيِّ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وَرَوٰى شُعْبَةُ أَيْضًا عَنْ سَلَمَةَ، هٰذَا الْحَدِيثَ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ سلیمان بن حرب کے بقول حدیث کا آخری حصہ کہ ”ہم میں سے ہر ایک کے دل میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ توکل کے باعث اسے ختم کر دیتا ہے“ یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا سعد، ابوہریرہ، حابس تمیمی، سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں۔ اور یہ حدیث سلمہ سے شعبہ بھی بیان کرتا ہے۔

فائدہ: جاہلیت کے دور میں جب وہ لوگ کسی مقصد کے لیے گھر سے نکلتے تو پرندے کے دائیں بائیں اڑنے سے بدشگونی پکڑتے اور پھر اپنے کام کے لیے نہ جاتے۔ وہ پرندوں کی اڑان کو نفع و نقصان کا باعث خیال کرتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نفع و نقصان کا مالک سمجھنا شرک ہے۔ اس بداعتقادی کی وجہ سے بدشگونی کو شرک کا نام دیا گیا ہے۔ جب کوئی چیز لوگوں میں مشہور و معروف ہو جائے تو جو لوگ یہ عقیدہ نہ بھی رکھتے ہوں، ان کے دل میں بھی بدشگونی پکڑنے کا وسوسہ و خیال پیدا ہونے لگتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل کر کے اس وسوسے کو اہمیت نہ دے تو اس کے اثرات سے انسان کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرماتا ہے اور اس وسوسے کو ختم کر دیتا ہے۔ پیغمبر کے ذہن میں چونکہ یہ وسوسہ نہیں آ سکتا، اس لیے یہ ٹکڑا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا

١٦١٤ـ أخرجه أبو داود، الطب، باب في الطيرة، ح: ٣٩١٠ وابن ماجه، ح: ٣٥٣٨ من حديث سفيان الثوري به وتابعه شعبة عند الطيالسي، ح: ٣٥٦ وصححه ابن حبان، ح: ١٤٢٧ والحاكم: ١/ ١٨ وغيرهما * وفي الباب عن سعد [أبو داود، ح: ٣٩٢١]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٥٧٥٤ ومسلم، ح: ٢٢٢٣]، وحابس التميمي [البخاري في الأدب المفرد، ح: ٩١٤]، وعائشة [البخاري في الأدب المفرد، ح: ٩١٢ وأحمد: ٦/ ١٢٩، ١٥٠، ٢٤٠]، ابن عمر [البخاري، ح: ٥٧٥٣ ومسلم، ح: ٢٢٢٥].

قول قرار دیا گیا ہے اور بعض روایات میں مذکور بھی نہیں ہے۔

١٦١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ [الدَّسْتَوَائِيِّ]، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَأُحِبُّ الْفَأْلَ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا الْفَأْلُ؟ قَالَ: «الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ».

[1615] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیماری کے متعدی ہونے اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں، اور میں فال (نیک شگونی) کو پسند کرتا ہوں۔'' صحابۂ کرام نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! فال کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اچھا بول (جس سے نیک شگون لیا جائے۔'')

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: ڈاکٹر اور طبیب بعض بیماریوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے کو لگ جاتی ہیں، اس لیے بیماریوں کے شکار مریضوں کے ساتھ میل جول رکھنا اور کھانا پینا تندرستوں کو بیمار کر دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ بیماری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ محض میل جول اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا دوسرے کو بیمار کرنے کا باعث نہیں بن سکتا۔ لیکن چونکہ یہ ممکن ہے کہ تندرست آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیماری لگ جائے اور وہ یہ خیال کرے کہ میرے بیمار کے ساتھ میل جول سے مجھے یہ بیماری لاحق ہوگئی ہے، اس لیے جس کا اللہ تعالیٰ پر کامل توکل و اعتماد نہ ہو، وہ بیمار کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھے تا کہ غلط عقیدے میں مبتلا نہ ہو جائے۔ (تحفة الأحوذي: 5/198، 199)

١٦١٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُعْجِبُهُ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ أَنْ يَسْمَعَ يَا رَاشِدُ، يَا نَجِيحُ.

[1616] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی ضرورت کے تحت سفر پر روانہ ہوتے تو آپ کو یہ بات اچھی لگتی کہ آپ یہ آواز سنیں، اے راشد! (راست رو، ہدایت یافتہ)، اے نجیح! (کامیاب و کامران۔'')

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان کی نظر ہمیشہ روشن پہلو پر ہونی چاہیے، تاریک پہلو کو ذہن سے جھٹک دینا چاہیے، اس لیے آپ ﷺ اچھا کلمہ یا اچھا بول سن کر نیک شگون لینا اور روشن اور تابناک پہلو نکالنا پسند فرماتے۔ لیکن بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ شرک کی ایک صورت ہے۔

١٦١٥- أخرجه البخاري، الطب، باب الفأل، ح: ٥٧٥٦ من حديث هشام ومسلم، ح: ٢٢٢٤ من حديث قتادة به.

١٦١٦- أخرجه الطحاوي في مشكل الآثار: ٢/ ٣٤٤ وأبو نعيم في أخبار أصبهان: ٢/ ٢٠٦ من حديث محمد بن رافع النيسابوري به.

(المعجم ٤٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصِيَّةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْقِتَالِ (التحفة ٣٨)

باب:48۔لڑائی کے بارے میں نبی ﷺ کی وصیت

١٦١٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا عَلٰى جَيْشٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ بِتَقْوَى اللهِ وَمَنْ مَّعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا وَّقَالَ: «اغْزُوا بِسْمِ اللهِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدُرُوا وَلَا تُمَثِّلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا، فَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلٰى إِحْدٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ أَيَّتُهَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ: وَادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالتَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلٰى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ فَإِنَّ لَهُمْ مَّا لِلْمُهَاجِرِينَ وَعَلَيْهِمْ مَّا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، وَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَّتَحَوَّلُوا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ مَّا يَجْرِي عَلَى الْأَعْرَابِ، لَيْسَ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُّجَاهِدُوا، فَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ عَلَيْهِمْ وَقَاتِلْهُمْ. وَإِذَا حَاصَرْتَ حِصْنًا فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ وَاجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَمَ أَصْحَابِكَ، فَإِنَّكُمْ إِنْ تُخْفِرُوا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ

[1617] سلیمان بن بریدہ، اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی کو امیر لشکر بنا کر روانہ فرماتے تو اسے ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کے خوف و ڈر اور تقویٰ شعاری کی تاکید کرتے اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا رویہ اپنانے کی تلقین کرتے اور فرماتے: ''اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں نکلو، اللہ کے منکر کے ساتھ جنگ کرو، خیانت نہ کرنا، بدعہدی اور غداری نہ کرنا، (کسی کا) مثلہ نہ کرنا (کسی کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹنا)، اور نہ کسی بچے کو قتل کرنا، اے امیر! جب تیری اپنے مشرک دشمن سے مڈبھیڑ ہو تو انھیں تین باتوں کی دعوت دینا، ان میں سے جسے بھی وہ قبول کر لیں، اسے ان سے قبول کر لینا اور ان سے ہاتھ روک لینا: انھیں دعوت دینا کہ وہ اسلام قبول کر لیں اور اپنا علاقہ چھوڑ کر مہاجرین کے علاقے میں آ جائیں، اور بتانا کہ اگر وہ یہ بات قبول کر لیں گے تو انھیں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجروں کو حاصل ہیں اور ان کی وہی ذمے داری ہوگی جو مہاجرین کی ہے۔ اگر وہ اپنے علاقوں سے نقل مکانی کے لیے تیار نہ ہوں تو انھیں بتا دینا کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کے حکم میں ہوں گے۔ ان پر وہی احکام لاگو ہوں گے جو بدویوں پر نافذ ہیں۔ انھیں غنیمت اور فے میں سے کچھ حصہ نہیں ملے گا الا یہ کہ وہ جہاد میں حصہ لیں۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو اللہ تعالیٰ سے مدد و اعانت طلب کرنا اور ان سے جنگ لڑنا۔ اور جب تم

١٦١٧- أخرجه مسلم، الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث... إلخ، ح: ١٧٣١ من حديث عبدالرحمن بن مهدي به * وفي الباب عن النعمان بن مقرن [تقدم: ١٦١٢، ١٦١٣].

حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلُوهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ فَلَا تُنْزِلُوهُمْ، وَلٰكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَتُصِيبُ حُكْمَ اللهِ فِيهِمْ أَمْ لَا» أَوْ نَحْوَ ذَا.

کسی قلعے کا محاصرہ کرلو اور وہ چاہیں کہ تم انھیں اللہ اور اس کے نبی کا عہد و پیمان دو، تو انھیں اللہ کا امان و پیمان نہ دینا اور نہ اس کے نبی ہی کا ذمہ دینا۔ انھیں اپنا ذمہ اور اپنے ساتھیوں کا خاص (عہد و پیمان) دینا کیونکہ تم اپنے عہد کو توڑو اور اپنے ساتھیوں کے ذموں کو توڑو، وہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے عہد اور اس کے رسول کے عہد کو توڑ بیٹھو۔ اور جب تم کسی قلعے والوں کا محاصرہ کرلو اور وہ تم سے یہ چاہیں کہ تم انھیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر اتارو تو انھیں نہ اتارنا۔ ہاں، انھیں اپنے حکم وفیصلہ پر اتارنا کیونکہ تمھیں معلوم نہیں ہے کہ تمھیں ان کے بارے میں اللہ کے حکم و فیصلہ تک رسائی ہوتی ہے یا نہیں۔'' یا اس قسم کی ہدایات دیتے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ وَحَدِيثُ بُرَيْدَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَزَادَ فِيهِ: «فَإِنْ أَبَوْا فَخُذْ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ، فَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ عَلَيْهِمْ» . [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰكَذَا رَوَاهُ وَكِيعٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُفْيَانَ، وَرَوٰى غَيْرُ مُحَمَّدِ بْنِ بَشَّارٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَذَكَرَ فِيهِ أَمْرَ الْجِزْيَةِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا نعمان بن مقرن کی روایت آئی ہے اور بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ محمد بن بشار اپنی سند سے علقمہ بن مرثد سے اس کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ''اگر وہ دعوتِ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جزیہ لو، اور اگر وہ اسے بھی قبول نہ کریں تو ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔'' امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وکیع وغیرہ نے سفیان سے اسی طرح بیان کیا ہے، اور محمد بن بشار کے علاوہ دوسرے حضرات نے عبدالرحمن بن مہدی سے روایت کیا ہے، اور اسی میں جزیے کا تذکرہ ہے۔

فائدہ: لڑائی سے پہلے اسلام کی دعوت دینا فرض ہے یا نہیں؟ اس کی بحث پیچھے گزر چکی ہے۔ (دیکھیے کتاب نمبر 17 کا پہلا باب) یہاں امیر کو جاتے وقت جو ہدایات دی جاتی تھیں، انھیں بیان کیا گیا ہے کہ ○ ذاتی وشخصی طور پر اللہ تعالیٰ کی حدود واحکام کی پابندی کرے۔ ○ مسلمان ساتھیوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا رویہ اپنائے۔ ○ مشرکوں کو تین خوبیوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کا موقع دے: (ا) وہ اسلام قبول کر لیں اور ہجرت کر کے مہاجرین کے حقوق حاصل کر لیں اور ان کی ذمے داریوں میں شریک ہو جائیں۔ (ب) اگر مسلمان ہو جائیں لیکن ہجرت نہ کریں تو غنیمت اور فے کے مال سے حصے کی امید نہ رکھیں، جہاد وقتال میں شریک ہوئے بغیر انھیں حصہ نہیں مل سکتا۔ (ج) اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو مسلمانوں کی حکمرانی اور عملداری

تسلیم کر کے ذمی بن کر رہیں اور جزیہ ادا کریں۔ اگر مشرک و کافر اسلام اور جزیہ دونوں کو قبول کرنے سے انکار کریں تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے ساتھ ان سے جنگ لڑی جائے گی۔ اور جب ان کا محاصرہ کر لیا جائے گا اور وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں تو انھیں اللہ یا اس کے رسول کا عہد و پیمان نہیں دیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے کسی وجہ سے اسے توڑنا پڑے تو اللہ اور رسول کی طرف سے دیا گیا عہد و پیمان توڑنا انتہائی غلط اقدام ہوگا، اس لیے امیر اپنی اور مسلمانوں کی طرف سے عہد و پیمان دے کیونکہ اسے توڑنا اپنے حالات اور اپنی صوابدید پر موقوف ہوگا۔ اسی طرح انھیں یہ کہا جائے گا کہ تم ہتھیار پھینک دو اور اپنے بارے میں ہمارا حکم و فیصلہ تسلیم کرو، یہ نہیں کہا جائے گا کہ ہم تمھارے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ نافذ کریں گے کیونکہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کی رسائی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم یا فیصلے تک نہ ہو سکے، ضروری نہیں کہ مجتہد حق تک، یعنی اللہ اور رسول کے حکم تک پہنچ جائے، اس لیے اپنا فیصلہ نافذ کرو۔

١٦١٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يُغِيرُ إِلَّا عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ، وَاسْتَمَعَ ذَاتَ يَوْمٍ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ: «عَلَى الْفِطْرَةِ» فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. فَقَالَ: «خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ».

قَالَ الْحَسَنُ وَحَدَّثَنَا [أَبُو] الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1618] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی نماز کے قریب ہی حملہ کرتے تھے۔ اگر اذان کی آواز سنتے تو حملہ کرنے سے رک جاتے ورنہ حملہ کر دیتے۔ ایک دن آپ ﷺ نے کان لگائے تو ایک آدمی کو یہ کہتے سنا: اللہ أکبر، اللہ أکبر تو فرمایا: ”تو فطرتِ اسلام پر ہے۔“ اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں، اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں، تو فرمایا: ”تو آگ سے آزاد ہو گیا۔“

حسن کہتے ہیں: ہمیں ابو ولید نے حماد بن سلمہ کی سند سے اسی طرح حدیث سنائی۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: مسلمانوں کی جنگ کا مقصد چونکہ لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لانا اور انسانوں کے ظلم و جور سے بچا کر اسلام کے عدل و انصاف کی چھتری فراہم کرنا ہے، اس لیے یہ جنگ کافروں اور مشرکوں کے خلاف ہی لڑی جا سکتی ہے۔ اور کسی بستی یا شہر سے اذان کی آواز سننا اس بات کی علامت ہے کہ اس میں مسلمان آباد ہیں، اس لیے اس بستی پر حملہ نہیں کیا جا سکتا جب تک مسلمانوں اور غیر مسلموں میں امتیاز نہ ہو جائے، اس لیے اذان سن کر نبی ﷺ حملہ کرنے سے رک جاتے تاکہ حقیقتِ حال سے آگاہی حاصل کی جا سکے۔

١٦١٨ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب الإمساك عن الإغارة على قوم في دارالكفر إذا سمع فيهم الأذان، ح: ٣٨٢ من حديث حماد بن سلمة به.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

(المعجم ٢٠) أَبْوَابُ فَضَائِلِ الْجِهَادِ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ (التحفة ١٨)

رسول اللہ ﷺ سے منقول فضائل جہاد

(المعجم ١) بَابُ [مَا جَاءَ فِي] فَضْلِ الْجِهَادِ (التحفة ١)

١٦١٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ؟ قَالَ: «إِنَّكُمْ لَا تَسْتَطِيعُونَهُ»، فَرَدُّوا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُولُ: «لَا تَسْتَطِيعُونَهُ»، فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ: «مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَثَلُ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الَّذِي لَا يَفْتُرُ مِنْ صَلَاةٍ وَّلَا صِيَامٍ، حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ».

وَفِي الْبَابِ عَنِ الشِّفَاءِ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبْشِيٍّ، وَّأَبِي مُوسٰى، وَأَبِي سَعِيدٍ وَّأُمِّ مَالِكٍ الْبَهْزِيَّةِ، وَأَنَسٍ.

[وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

باب: 1۔ جہاد کے فضائل

[1619] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا عمل جہاد کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔'' صحابۂ کرام نے دو تین دفعہ یہی سوال دہرایا۔ آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا: ''تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔'' پھر تیسری دفعہ فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس روزے دار کی سی ہے جو نماز اور روزے سے اکتاتا نہ ہو یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا لوٹ آئے۔''

اس مسئلے میں سیدہ شفاء، سیدنا عبداللہ بن حبشی، ابوموسیٰ، ابوسعید، سیدہ ام مالک بہزیہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کئی سندوں سے آئی ہے۔

فائدہ: اسلام کے عملی ارکان اربعہ: نماز، روزہ، زکاۃ اور حج کے بعد سب سے اہم عمل جہاد ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد

١٦١٩ـ أخرجه مسلم، الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى، ح: ١٨٧٨ من حديث أبي عوانة به * وفي الباب عن الشفاء [أحمد: ٦/ ٣٧٢ وعبد بن حميد، ح: ١٥٩١]، وعبدالله بن حبشي [أبو داود، ح: ١٣٢٥]، وأبي موسى [يأتي: ١٦٥٩]، وأبي سعيد [ابن ماجه، ح: ٢٧٥٤]، وأم مالك البهزية [يأتي: ٢١٧٧]، وأنس بن مالك [يأتي: ١٦٢٠].

کرنے والے کا اجر وثواب مسلسل جاری رہتا ہے۔ اس کا ہر عمل وحرکت اور نیند و بیداری اجر وثواب کا باعث ہے۔ چوبیس گھنٹے، ہر آن اس کا اجر وثواب بڑھتا ہے۔ اس کی مثال اس روزے دار کی طرح ہے جو ہمیشہ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا ہے۔ اس میں کبھی سستی و کاہلی کا مظاہرہ نہ ہو، ہر آن چاق چوبند رہ کر یہ کام کرتا ہو۔ ہمیشہ روزہ رکھنا اور قیام کرنا انتہائی مشکل اور مشقت طلب عمل ہے، اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمھارے بس میں نہیں۔'' یعنی اس پر دوام وتسلسل مشکل ہے۔

۱۶۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنِي مَرْزُوقٌ أَبُو بَكْرٍ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ [بْنِ مَالِكٍ] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَعْنِي «يَقُولُ اللهُ [عَزَّ وَجَلَّ]: الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِي هُوَ عَلَيَّ ضَمَانٌ إِنْ قَبَضْتُهُ أَوْرَثْتُهُ الْجَنَّةَ، وَإِنْ رَجَعْتُهُ رَجَعْتُهُ بِأَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ».

[قَالَ:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[1620] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ''میری راہ میں جہاد کرنے والا میری ضمانت وکفالت میں ہے۔ اگر میں اس کی روح قبض کروں تو اسے جنت کا وارث بناؤں گا، اور اگر واپس گھر لاؤں تو اجر یا غنیمت کے ساتھ لاؤں گا۔''

یہ حدیث اس سند سے غریب صحیح ہے۔

فائدہ: جہاد ایک ایسا عمل ہے جو کبھی ناکام و نامراد نہیں رہتا۔ جہاد کرنے والا اگر میدان کارزار میں شہادت کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے تو سیدھا جنت میں ہے، اور اگر زندہ واپس آتا ہے تو اجر وغنیمت میں سے ایک یا ہر دو حاصل کر لیتا ہے۔ اگر غنیمت نہ بھی ملے تو اجر عظیم اور ثواب جزیل سے تو محروم نہیں ہوتا۔

(المعجم ۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ مَنْ مَّاتَ مُرَابِطًا (التحفة ۲)

باب:2۔ اللہ کی راہ میں پہرا دیتے ہوئے مرنے والے کی فضیلت

۱۶۲۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ: أَنَّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهِ إِلَّا الَّذِي

[1621] سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر میت کے اعمال پر مہر لگا دی جاتی ہے (عمل ختم ہو جاتا ہے) مگر جو اللہ کی راہ میں پہرا دیتے ہوئے فوت ہو، اس کا عمل قیامت تک بڑھایا جاتا ہے (وہ عمل جاری اور برقرار رہتا ہے، ختم نہیں ہوتا) اور وہ

۱۶۲۰- أخرجه ابن أبي عاصم في كتاب الجهاد، ح: ٤٥ من حديث محمد بن عبدالله بن بزيع به مختصرًا وللحديث شواهد كثيرة عند مسلم، ح: ١٨٧٦ وأبي داود، ح: ٢٤٩٤، ٢٤٩٩ وغيرهما.

١٦٢١- أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في فضل الرباط، ح: ٢٥٠٠ من حديث أبي هانيء به وصححه ابن حبان، ح: ١٦٢٤ والحاكم على شرط مسلم: ٢/ ٧٩ ووافقه الذهبي وله طرق عند ابن ماجه، ح: ٣٩٣٤ وابن حبان، ح: ٢٥ وغيرهما مختصرًا ومطولًا * وفي الباب عن عقبة بن عامر [أحمد: ٤/ ١٥٠]، وجابر [الطبراني في الأوسط: ٥/ ٤١٦، ح: ٤٨٢٢].

مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللهِ، فَإِنَّهُ يُنْمٰى لَهُ عَمَلُهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ».

قبر کے فتنہ و آزمائش سے محفوظ رہتا ہے۔''

وَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ».

اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے بھی سنا: ''کامل اور اصل مجاہد وہی ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے (اس پر قابو پاتا ہے۔)''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَجَابِرٍ. حَدِيثُ فَضَالَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بارے میں عقبہ بن عامر اور جابر رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ فضالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جو شخص اپنے نفس کے ساتھ جہاد نہیں کرتا اور اس پر غالب نہیں آتا، اس کی خواہشات کا اسیر رہتا ہے، وہ دشمن کے مقابلے پر بھی نہیں جا سکتا۔ میدانی مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا کے حصول کے لیے صرف وہی جا سکتا ہے جس نے اپنے نفس کو رام کر لیا ہو، اس لیے نبی ﷺ نے کامل اور اصل مجاہد اسے ہی قرار دیا جو اپنے آپ کو اللہ کی رضا اور احکام کا پابند بنا لیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں دشمن کے مقابلے میں ڈٹا ہوا مسلمانوں یا سرحدی چوکی کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہوتا ہے تو اس کا محض اجر و ثواب ہی نہیں بلکہ یہ عمل جاری و ساری رہتا ہے جبکہ باقی اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّوْمِ فِي سَبِيلِ اللهِ (التحفة ٣)

باب:3۔ اللہ کی راہ میں (میدان جہاد اور سفر جہاد میں) روزے رکھنے کی فضیلت

١٦٢٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ [بْنِ الزُّبَيْرِ] وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ زَحْزَحَهُ اللهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا». أَحَدُهُمَا يَقُولُ: سَبْعِينَ وَالْآخَرُ يَقُولُ: أَرْبَعِينَ.

[1622] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ایک دن اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے نکلے ہوئے) روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے آگ سے ستر سال کے فاصلے تک دور فرما دیتا ہے۔'' ایک راوی نے ستر اور دوسرے نے چالیس کہا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَأَبُو الْأَسْوَدِ اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اور ابواسود کا نام محمد بن عبدالرحمن بن نوفل

١٦٢٢ـ [صحيح باللفظ الأول] النسائي، الصيام، باب ثواب من صام يومًا في سبيل الله عزوجل . . . إلخ: ٤/ ١٧٢، ١٧٣، ح: ٢٢٤٦ـ٢٢٥٢ ومسلم، ح: ١١٥٣ وغيرهما * وفي الباب عن أبي سعيد [يأتي: ١٦٢٣]، وأنس [لم أجده]، وعقبة بن عامر [النسائي، ح: ٢٢٥٦]، وأبي أمامة [يأتي: ١٦٢٤].

ابْنِ نَوْفَلٍ الْأَسَدِيُّ الْمَدَنِيُّ. وَفِي الْبَابِ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَأَنَسٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ.

اسدی مدنی ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا ابوسعید، انس، عقبہ بن عامر اور ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

فائدہ: ایک مرد مجاہد اللہ کی راہ میں دشمن کے مقابلے میں نکلا ہوا ہے اور اس قدر باہمت اور جری ہے کہ روزہ رکھنے سے جہادی امور میں کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں کرتا تو اس دہرے عمل (جہاد و روزے) کے سبب اسے اپنی حسن نیت و اخلاص اور کارکردگی کی بنیاد پر آگ سے ستر یا چالیس سال تک کے فاصلے پر دور کر دیا جاتا ہے۔ بعض روایات میں سو سال بھی آیا ہے۔ یہ فرق و تفاوت اخلاص و حسن نیت اور محنت و مشقت میں کمی بیشی کی بنا پر ہوگا۔

١٦٢٣- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [الْمَخْزُومِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْعَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ؛ ح: [قَالَ]: وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ ابْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا يَصُومُ عَبْدٌ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا بَاعَدَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ النَّارَ عَنْ وَجْهِهِ سَبْعِينَ خَرِيفًا».

[1623] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''کوئی بندہ اللہ کی راہ میں روزہ نہیں رکھتا مگر یہ دن آگ کو اس کے چہرے سے ستر سال کے فاصلے تک دور کر دیتا ہے۔''

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٦٢٤- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جَمِيلٍ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ [الْبَاهِلِيِّ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ جَعَلَ اللهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ».

[1624] سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھا، اللہ اس کے اور آگ کے درمیان آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلے کے برابر خندق بنا دیتا ہے۔''

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ أَبِي أُمَامَةَ.

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث غریب ہے۔

فائدہ: بعض اہل علم کے نزدیک ''اللہ کی راہ میں'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری ہے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اس سے مراد جہاد ہے۔ (تحفة الأحوذي: 207/5)

١٦٢٣ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب فضل الصوم في سبيل الله، ح: ٢٨٤٠ ومسلم، ح: ١١٥٣ من حديث سهيل بن أبي صالح به.

١٦٢٤ـ أخرجه الطبراني في الكبير: ٨/ ٢٨١، ح: ٧٩٢١ من حديث يزيد بن هارون به وللحديث شواهد عند الطبراني في الأوسط وغيره.

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ (التحفة ٤)

باب:4۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت

١٦٢٥ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ [بْنُ عَلِيٍّ] الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ، عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يُسَيْرِ بْنِ عَمِيلَةَ، عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَنْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللهِ كُتِبَتْ لَهُ سَبْعُمِائَةِ ضِعْفٍ».

[1625] سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ کی راہ میں کسی قسم کا کوئی خرچ کرتا ہے تو اس کے لیے سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيعِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔ اور یہ حدیث حسن ہے۔ ہمارے علم میں رُکین بن ربیع کی سند ہی سے آئی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ایسی نیکی ہے کہ اس کا کم از کم ثواب دس گنا کی بجائے سات سو گنا ہوتا ہے۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ (التحفة ٥)

باب:5۔ اللہ کی راہ میں خدمت کرنے کی فضیلت

١٦٢٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ: أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ: أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «خِدْمَةُ عَبْدٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ ظِلُّ فُسْطَاطٍ، أَوْ طَرُوقَةُ فَحْلٍ فِي سَبِيلِ اللهِ».

[1626] سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کسی مجاہد فی سبیل اللہ کی خدمت کرنا یا خیمے کا سایہ فراہم کرنا یا اللہ کی راہ میں نوجوان اونٹنی (سواری) مہیا کرنا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ هٰذَا الْحَدِيثُ مُرْسَلًا، وَخُولِفَ زَيْدٌ فِي بَعْضِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث معاویہ بن صالح سے مرسل بھی آئی ہے۔ اور اس کی سند میں زید راوی

١٦٢٥- أخرجه ابن أبي شيبة: ٥/ ٣١٨ عن الحسين بن علي الجعفي به ورواه النسائي: ٦/ ٤٩، ح: ٣١٨٨ من حديث الركين، وصححه ابن حبان، ح: ١٦٤٧، ٣١ والحاكم: ٢/ ٨٧ والذهبي وغيرهم * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ٣٦٧٤].

١٦٢٦- أخرجه الحاكم: ٢/ ٩٠، ٩١ من حديث زيد بن حباب، والطبراني: ١٧/ ١٠٦، ح: ٢٥٥ من حديث معاوية بن صالح به وصححه الحاكم ووافقه الذهبي وللحديث شاهد حسن يأتي بعده.

إِسْنَادِهِ. قَالَ: وَرَوَى الْوَلِيدُ بْنُ جَمِيلٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

کی مخالفت بھی ہوئی ہے۔ ولید بن جمیل یہ حدیث قاسم ابوعبدالرحمٰن کے واسطے سے سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی بجائے سیدنا ابو امامہ سے بیان کرتا ہے۔ (جیسا کہ اگلی روایت میں ہے۔)

١٦٢٧ـ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جَمِيلٍ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَمَنِيحَةُ خَادِمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ طَرُوقَةُ فَحْلٍ فِي سَبِيلِ اللهِ».

[1627] سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین صدقات اللہ کی راہ میں خیمے کا سایہ فراہم کرنا، اللہ کی راہ میں بطور عطیہ خادم عنایت کرنا یا اللہ کی راہ میں نر کے قابل (جوان اونٹنی کی) سواری مہیا کرنا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ وَهُوَ أَصَحُّ عِنْدِي مِنْ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے اور یہ میرے نزدیک معاویہ بن صالح کی (مذکورہ بالا) روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بہترین صدقہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلے ہوئے مجاہد کو خدمت کے لیے غلام مہیا کرنا، مجاہدوں کے سائے کے لیے خیمہ گاڑنا یا انھیں خیمہ مہیا کرنا یا مجاہد کو جوان سواری مہیا کرنا ہے۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ جَهَّزَ غَازِيًا (التحفة ٦)

باب: 6۔ مجاہد کو تیار کرنا، یعنی اسے خرچہ دینا

١٦٢٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ فَقَدْ غَزَا».

[1628] سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے کو تیار کیا، اس نے غزوے میں حصہ لیا۔ اور جس نے غازی کے گھر والوں کی خبر گیری کی، اس نے غزوے میں شرکت کی۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٦٢٧ـ أخرجه أحمد: ٥/ ٢٦٩ من حديث القاسم أبي عبدالرحمن به.

١٦٢٨ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب فضل من جهز غازيًا أو خلفه بخير، ح: ٢٨٤٣ ومسلم، ح: ١٨٩٥ من حديث يحيى بن أبي كثير به ※ أبوإسماعيل هو القناد.

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ.

اور اس کے علاوہ اور سند سے بھی بیان کی گئی ہے۔

فائدہ: کسی مجاہد کو جہاد میں حصہ لینے کے لیے ساز و سامان اور اسباب و وسائل مہیا کرنا اتنا عظیم کام ہے کہ بذاتِ خود جہاد میں حصہ لینے کا حکم رکھتا ہے۔ اسی طرح مجاہد کے بعد اس کے گھر والوں کی حفاظت کرنا، ان کے گھریلو کاموں میں ان سے تعاون کرنا اور ضرورت کی چیزیں فراہم کرنا بھی جہاد ہی کا حکم رکھتا ہے۔

١٦٢٩- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ خَلَفَهُ فِي أَهْلِهِ فَقَدْ غَزَا».

[1629] سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو تیار کیا، یا اس کے گھر والوں میں اس کی نیابت کی، اس نے خود جہاد میں حصہ لیا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

١٦٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

[1630] سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے مذکورہ بالا روایت کے ہم معنی بیان کرتے ہیں۔

١٦٣١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ فَقَدْ غَزَا».

[1631] سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے کو تیار کیا، اس نے غزوے میں حصہ لیا اور جس نے مجاہد کے گھر والوں میں اس کی نیابت کی، اس نے جہاد میں شرکت کی۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللهِ (التحفة ۷)

باب: 7۔ جس کے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوئے اس کی فضیلت

١٦٢٩- انظر الحديث السابق والآتي * ابن أبي ليلى هو محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليلى ضعيف من جهة حفظه، ولكن تابعه عبدالملك بن أبي سليمان.

١٦٣٠- تقدم برقم: ١٦٢٨.

١٦٣١- متفق عليه من حديث يحيى بن أبي كثير به كما تقدم: ١٦٢٨.

١٦٣٢ـ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ [الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ]: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: لَحِقَنِي عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ وَأَنَا مَاشٍ إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ: أَبْشِرْ فَإِنَّ خُطَاكَ هٰذِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، سَمِعْتُ أَبَا عَبْسٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَهُمَا حَرَامٌ عَلَى النَّارِ».

[1632] یزید بن ابی مریم بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا عبایہ بن رفاعہ بن رافع رحمہ اللہ ملے جبکہ میں جمعہ کے لیے پیدل چل رہا تھا، تو انھوں نے کہا: خوش ہو جاؤ! بلاشبہ تمھارے یہ قدم اللہ کی راہ میں اٹھ رہے ہیں۔ میں نے ابوعبس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے قدم اللہ کی راہ میں خاک آلود ہوئے، وہ قدم آگ کے لیے حرام ہیں (آگ سے محفوظ ہو گئے۔'')

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ. وَأَبُو عَبْسٍ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَبْرٍ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَرَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ هُوَ رَجُلٌ شَامِيٌّ رَوٰى عَنْهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَيَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ. وَبُرَيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ كُوفِيٌّ، أَبُوهُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَاسْمُهُ مَالِكُ بْنُ رَبِيعَةَ. [وَبُرَيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ سَمِعَ مِنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. وَرَوٰى عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ أَبُو إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ وَعَطَاءُ ابْنُ السَّائِبِ وَيُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ وَشُعْبَةُ أَحَادِيثَ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور ابوعبس کا نام عبدالرحمٰن بن جبر ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا ابوبکر اور ایک صحابی سے روایات آئی ہیں۔ یزید بن ابی مریم ایک شامی آدمی ہے جس سے ولید بن مسلم، یحییٰ بن حمزہ اور بہت سے دوسرے شامی راوی روایت کرتے ہیں۔ اور برید بن ابی مریم کوفی ہے۔ اس کا باپ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے تھا جس کا نام مالک بن ربیعہ ہے۔ اور برید بن ابی مریم نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ اور اس (برید بن ابی مریم) سے ابواسحاق ہمدانی، عطا بن سائب، یونس بن ابی اسحاق اور شعبہ نے احادیث بیان کی ہیں۔

فائدہ: راوی کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے کیا جائے، وہ فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ اگر نیکی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے پیدل چلنا اس قدر ثواب کا باعث ہے تو اس کے لیے تگ و دو اور کوشش کرنا اور اپنی قوت صرف کرنا کس قدر اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْغُبَارِ فِي سَبِيلِ اللهِ (التحفة ٨)

باب: 8۔ اللہ کی راہ میں گرد و غبار کی فضیلت

١٦٣٢ـ أخرجه البخاري، الجمعة، باب المشي إلى الجمعة، ح: ٩٠٧ من حديث الوليد بن مسلم به ٭ وفي الباب عن أبي بكر [البزار (كشف الأستار): ٢/ ٢٦٢، ح: ١٦٦٠، ١٦٦١، والمروزي في [مسند أبي بكر، ح: ٢٠ وسنده ضعيف جدًا]، ورجل من أصحاب النبي ﷺ [أحمد: ٥/ ٢٢٥].

١٦٣٣- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتّٰى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ».

[1633] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی اللہ کی خشیت سے روتا ہے وہ اس وقت تک آگ میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ دودھ تھنوں میں لوٹ نہ جائے۔ اور اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔“

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ مَوْلٰى أَبِي طَلْحَةَ مَدَنِيٌّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور محمد بن عبدالرحمن، ابوطلحہ کا آزاد کردہ غلام اور مدنی ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت سے رونا، اس کے احکام کی پابندی اور منع کردہ کاموں سے اجتناب کرنے کی علامت اور دلیل ہے۔ اور ایسا انسان یقیناً جنتی ہے۔ راستے کا گرد وغبار جو دھویں کی طرح اوپر اٹھتا ہے، اس کے لیے آتش دوزخ سے محفوظ رکھنے کا باعث ہے۔ اور دودھ کا تھنوں میں واپس جانا جس طرح ناممکن ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خشیت سے متصف انسان کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے۔ اسے تعلیق بالمحال کہا جاتا ہے۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللهِ (التحفة ٩)

باب:9۔ جس کے بال اللہ کی راہ میں سفید ہو گئے اس کی فضیلت

١٦٣٤- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ أَنَّ شُرَحْبِيلَ بْنَ السِّمْطِ قَالَ: يَا كَعْبُ بْنَ مُرَّةَ حَدِّثْنَا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَاحْذَرْ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[1634] شرحبیل بن سمط نے سیدنا کعب بن مرہ سے عرض کی: اے کعب! ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائیے اور پوری احتیاط کیجیے (کمی بیشی نہ ہو جائے۔) انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”جس کے بال اسلام کی حالت میں سفید ہوئے، وہ اس کے لیے قیامت کے دن روشنی بن جائیں گے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ

امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں فضالہ بن عبید

١٦٣٣- أخرجه النسائي، الجهاد، باب فضل من عمل في سبيل الله على قدمه: ٦/ ١٢، ح: ٣١١٠ عن هناد به ورواه جعفر بن عون عن المسعودي به والحاكم: ٤/ ٢٦٠ وهو سمع من المسعودي قبل اختلاطه، وصححه الحاكم ووافقه الذهبي، وسيأتي الحديث: ٢٣١١ وللحديث شواهد.

١٦٣٤- [صحيح لغيره] أخرجه النسائي، الجهاد، باب ثواب من رمي بسهم في سبيل الله عزوجل: ٦/ ٢٧، ح: ٣١٤٦ وابن ماجه، ح: ٢٥٢٢ من حديث أبي معاوية الضرير به وللحديث شواهد، انظر الصحيحة للألباني، حديث: ١٢٤٣، ١٢٤٤ * وفي الباب عن فضالة بن عبيد [أحمد: ٦/ ٢٠ وعبدالله بن عمرو [يأتي: ٢٨٢١].

عُبَيْدٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. وَحَدِيثُ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، هٰكَذَا رَوَاهُ الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ وَأَدْخَلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ فِي الْإِسْنَادِ رَجُلًا. وَيُقَالُ: كَعْبُ بْنُ مُرَّةَ وَيُقَالُ: مُرَّةُ ابْنُ كَعْبٍ الْبَهْزِيُّ، وَالْمَعْرُوفُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مُرَّةُ بْنُ كَعْبٍ الْبَهْزِيُّ، وَقَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَادِيثَ.

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں، اور کعب بن مرہ کی حدیث کو اعمش نے عمرو بن مرہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور یہ حدیث منصور نے بھی بیان کی ہے اور سالم بن ابی جعد اور کعب بن مرہ کے درمیان سند میں ایک راوی بڑھا دیا ہے۔ اسے کعب بن مرہ بھی کہتے ہیں اور مرہ بن کعب بہزی بھی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے معروف نام مرہ بن کعب بہزی ہی ہے۔ انھوں نے نبی ﷺ سے کئی حدیثیں بیان کی ہیں۔

فائدہ: پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری میں گزارنا اور اسی حالت میں بوڑھے ہو جانا یا بالوں کا سفید ہو جانا ﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ کا مصداق ہے، اس لیے بالوں کی سفیدی قیامت کے دن نور اور روشنی بن کر قیامت کی تاریکیوں میں جنت کا راستہ روشن کرے گی۔

١٦٣٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ [الْمَرْوَزِيُّ]: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ بَقِيَّةَ، عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللهِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[1635] سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے بال اللہ کی راہ میں سفید ہوئے وہ اس کے لیے قیامت کے دن روشنی بنیں گے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ، وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ هُوَ ابْنُ يَزِيدَ الْحِمْصِيُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور حَیْوَہ بن شریح سے مراد ابن یزید حمصي ہے۔

فائدہ: سبیل اللہ اپنے عمومی معنی میں ہے۔ ہر نیکی اور اطاعت کا کام جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہو، اس کا مصداق ہے۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ مَنِ ارْتَبَطَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللهِ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ جہاد کے لیے گھوڑا رکھنے کی فضیلت

١٦٣٥- أخرجه أحمد: ٤/ ٣٨٦ من حديث حيوة به وبقية صرح بالسماع عنده ورواه النسائي، ح: ٣١٤٤ من حديث عمرو بن عبسة به، وللحديث شواهد عند أبي داود، ح: ٣٩٦٦ والنسائي وغيرهما.

١٦٣٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ: هِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَهِيَ عَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ، فَأَمَّا الَّذِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ فَالَّذِي يَتَّخِذُهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُعِدُّهَا لَهُ، هِيَ لَهُ أَجْرٌ لَا يَغِيبُ فِي بُطُونِهَا شَيْءٌ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ أَجْرًا».

[1636] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر و بھلائی بندھی ہوئی ہے۔ گھوڑے تین مقاصد کے لیے (تین قسم کے لوگوں کے پاس) ہوتے ہیں: ایک آدمی کے لیے یہ اجر و ثواب کا باعث ہیں۔ دوسرے کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہیں۔ اور تیسرے کے لیے گناہ کا کام ہیں۔ یہ اس آدمی کے لیے اجر ہیں جو انھیں اللہ کی خاطر رکھتا ہے۔ انھیں جہاد کے لیے تیار کرتا ہے تو یہ اس کے لیے اجر ہیں۔ اس کے پیٹ میں جو کچھ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا اس کے لیے اجر و ثواب لکھتا ہے۔''

[وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ]. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ.

اس حدیث میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام مالک بن انس بھی زید بن اسلم کی سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ گھوڑے قیامت تک جہاد کے لیے استعمال ہوں گے اور مسلمانوں کے لیے خیر، یعنی اجر و ثواب اور غنیمت کے حصول کا باعث بنیں گے۔ صحیح مسلم کی روایت میں تینوں مقاصد اور تینوں قسم کے انسانوں کی صراحت موجود ہے اور واقعہ بھی بیان ہوا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 212/5، وصحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2860)

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الرَّمْيِ فِي سَبِيلِ اللهِ (التحفة ١١)

باب: 11- اللہ کی راہ میں تیراندازی (یا گولہ و بارود اور بم پھینکنے) کی فضیلت

١٦٣٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

[1637] سیدنا عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ

١٦٣٦- أخرجه النسائي، الخيل، باب: "الخيل معقود في نواصيها الخير إلى يوم القيامة: ٦/ ٢١٥، ح: ٣٥٩٢ من حديث سهيل به مطولًا وللحديث شواهد كثيرة * حديث مالك في الموطأ: ٢/ ٤٤٤-٤٤٦ بطوله ومن طريقه أخرجه البخاري، ح: ٢٨٦٠ ومسلم، ح: ٩٨٧ وغيرهما.

١٦٣٧- [حسن لغيره] أخرجه، أبو داود (٢٥١٣) وابن ماجه (٢٨١١) من حديث عقبة بن عامر بألفاظ متقاربة والحديث لمجموع طرقه حسن إن شاء الله وقد صحح الألباني رحمه الله قسم اللهو في الصحيحة، حديث: ٣١٥. * وفي الباب عن كعب ابن مرة [أحمد: ٤/ ٢٣٥ والنسائي: ٣١٤٦]، وعمرو بن عبسة [يأتي: ١٦٣٨]، وعبدالله بن عمرو [لم أجده].

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ لَيُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةً الْجَنَّةَ: صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِهِ، وَالْمُمِدَّ بِهِ» وَقَالَ: «ارْمُوا وَارْكَبُوا، وَلَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا. كُلُّ مَا يَلْهُو بِهِ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمْيَهُ بِقَوْسِهِ، وَتَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَتَهُ أَهْلَهُ، فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ».

تعالیٰ ایک تیر کے سبب تین انسانوں کو جنت میں داخل کرے گا: اس کا بنانے والا جو اسے بناتے وقت خیر اور نیکی کی نیت کرتا ہے۔ اسے پھینکنے والا اور اس کی کمک فراہم کرنے والا، یعنی پکڑانے والا۔'' آپ نے فرمایا: ''تیر اندازی سیکھو۔ اور گھڑ سواری سیکھو، تمھارا تیر اندازی سیکھنا مجھے تمھارے گھڑ سواری کی مہارت حاصل کرنے سے زیادہ پیارا ہے۔ ہر وہ مشغلہ جس میں مسلمان مشغول ہوتا ہے، بیکار ہے مگر اس کا کمان سے تیر پھینکنا، اپنے گھوڑے کو سدھانا اور اپنی بیوی سے اٹکھیلیاں اور ہنسی مذاق کرنا، بلاشبہ یہ امور حق اور صحیح ہیں۔''

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَّامٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَزْرَقِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ [الْجُهَنِيِّ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ، وَعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

احمد بن منیع اپنی سند سے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا کے ہم معنی روایت بیان کرتے ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں کعب بن مرہ، عمرو بن عبسہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا انتہائی اعلیٰ عمل ہے جو بہت ہی اجر وثواب کا باعث ہے، اس لیے اس میں کام آنے والا اسلحہ تیار کرنا جبکہ نیت صحیح ہو، وہ فراہم اور مہیا کرنا، لڑنے والے کو پکڑانا اور اس کا دفاع کرنا وغیرہ جہاد سے متعلقہ اور کام اجر و ثواب کا باعث ہیں، اور اس کے لیے گھوڑے پالنا اور انھیں سدھانا بھی اسی کا حصہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بیوی کا حق ادا کرنا اور اس سے محبت و پیار کا اظہار کرنا بھی اجر وثواب کا باعث ہے۔ تیراندازی کی اہمیت کے پیش نظر اس کا ثواب زیادہ ہے۔ آج کل تیراندازی کی جگہ اس کی متبادل چیزوں کا سیکھنا اور استعمال کرنا مذکورہ فضیلتوں کا حامل ہوگا۔

١٦٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي نَجِيحٍ السُّلَمِيِّ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ

[1638] سیدنا ابو نجیح سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا (اسلحہ استعمال کیا)، وہ اس کے لیے غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔''

١٦٣٨ـ أخرجه أبو داود، العتق، باب أي الرقاب أفضل، ح: ٣٩٦٥ من حديث معاذ بن هشام به وقتادة صرح بالسماع عند ابن المبارك في كتاب الجهاد، ح: ٢١٩ وغيره، وصححه ابن حبان والحاكم والذهبي وغيرهم.

رَمٰی بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَهُوَ لَهُ عِدْلُ مُحَرَّرٍ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَأَبُو نَجِيحٍ هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ السُّلَمِيُّ، وَعَبْدُاللهِ بْنُ الْأَزْرَقِ هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ ابونجیح سے مراد عمرو بن عبسہ سلمی ہیں اور عبداللہ بن ازرق، وہ عبداللہ بن زید ہے۔

فائدہ: غلام آزاد کرنا انسان کے لیے آگ سے نجات وخلاصی کا سبب ہے، یہی اجر وثواب اللہ کی راہ میں اسلحہ استعمال کرنے سے حاصل ہوگا، اس لیے اسلحے کے استعمال کی مشق کو گھڑسواری کی مشق پر ترجیح حاصل ہے۔

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْحَرَسِ فِي سَبِيلِ اللهِ (التحفة ١٢)

باب: 12۔ اللہ کی راہ میں پہرا دینے کی فضیلت

١٦٣٩ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ رُزَيْقٍ أَبُو شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيلِ اللهِ».

[1639] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”دو آنکھیں ایسی ہیں کہ انھیں آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ جس سے اللہ کے خوف وخشیت کے باعث آنسو نکلے اور دوسری وہ جس نے اللہ کی راہ میں پہرا دیتے ہوئے رات جاگ کر گزاری۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ، وَأَبِي رَيْحَانَةَ. [وَ]حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ شُعَيْبِ بْنِ رُزَيْقٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عثمان اور ابوریحانہ رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں صرف شعیب بن رُزَیق کی روایت سے آئی ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرنے والی آنکھ انسان کو اس کے نفس اور شیطان کے حملے سے بچاتی ہے۔ اور پہرا دینے والی آنکھ مسلمان کو کافروں کے حملے سے تحفظ فراہم کرتی ہے، اس کے اجر وثواب کے صلے میں ایسی آنکھیں آگ سے محفوظ رہیں گی۔ یہ بھی یاد رہے کہ آنکھ اس صورت میں آگ سے محفوظ ہوگی جب آنکھ والا آگ سے محفوظ ہوگا۔

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي ثَوَابِ الشَّهِيدِ (التحفة ١٣)

باب: 13۔ شہید کا اجر

١٦٣٩ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني، ح: ١٤٦ من حديث بشر بن عمر بن الحكم الزهراني به وللحديث شواهد عند النسائي: ٦/ ١٥، ح: ٣١١٩ وابن أبي عاصم، ح: ١٤٧ وغيرهما * وفي الباب عن عثمان [يأتي: ١٦٦٧]، وأبي ريحانة [النسائي: ٦/ ١٥، ح: ٣١١٩].

١٦٤٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ طَلْحَةَ [الْيَرْبُوعِيُّ] الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللهِ يُكَفِّرُ كُلَّ خَطِيئَةٍ»، فَقَالَ جِبْرِيلُ إِلَّا الدَّيْنَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِلَّا الدَّيْنَ».

[1640] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں قتل ہونا ہر گناہ اور غلطی کا کفارہ ہے۔'' سیدنا جبریل علیہ السلام نے کہا: سوائے قرض کے تو رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا: ''سوائے قرض کے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي قَتَادَةَ. وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هٰذَا الشَّيْخِ. قَالَ: وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، وَقَالَ: أُرَى أَنَّهُ أَرَادَ حَدِيثَ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَسُرُّهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا إِلَّا الشَّهِيدُ».

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں کعب بن عجرہ، جابر، ابوہریرہ اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے ابوبکر بن عیاش سے صرف یہی شیخ (امام کا استاد) بیان کرتا ہے۔ میں نے امام محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو یہ ان کے علم میں نہ تھی۔ انھوں نے کہا: میرے خیال میں یحییٰ بن طلحہ سیدنا انس سے حمید کی یہ روایت بیان کرنا چاہتا تھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی جنتی ایسا نہیں ہے جو دنیا میں واپس آنا پسند کرتا ہو، سوائے شہید کے۔''

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد اور شہادت جیسا عظیم عمل بھی حقوق العباد کی معافی کا سبب نہیں بن سکتا، ہاں، اگر اس کی نیت قرض چکانے کی تھی لیکن وہ پوری کوشش کے باوجود اپنے فقر و احتیاج کی بنا پر ادا نہ کر سکا تو پھر اس کی طرف سے اللہ تعالیٰ ادا کرے گا۔ (تکملة فتح الملهم: 413/3)

١٦٤١- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِي طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ مِنْ ثَمَرِ الْجَنَّةِ أَوْ شَجَرِ الْجَنَّةِ».

[1641] سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت کے پھلوں یا جنت کے درختوں سے کھاتی رہتی ہیں۔''

١٦٤٠ـ [صحيح لغيره] سنده ضعيف لأجل يحيى وللحديث شواهد عند مسلم، ح: ١٨٨٦/ ١١٩، ١٢٠ وغيره * وفي الباب عن كعب بن عجرة [لم أجده]، وجابر [البخاري، ح: ٤٠٤٦ ومسلم، ح: ١٨٩٩ وأحمد: ٣/ ٣٢٥، ٣٥٢، ٣٦٧، ٣٧٣]، وأبي هريرة [ابن ماجه، ح: ٢٧٩٨]، وأبي قتادة [يأتي: ١٧١٢].

١٦٤١ـ أخرجه ابن ماجه، الزهد، باب ذكر القبر والبلى، ح: ٤٢٧١ والنسائي: ٤/ ١٠٨، ح: ٢٠٧٥ من حديث الزهري به وصححه ابن حبان، ح: ٧٣٤ وهو في الموطأ: ١/ ٢٤٠ ح٥٦٩ وله شاهد عند أحمد: ٦/ ٤٢٤، ٤٢٥، ح: ٢٧٩٣١.

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: حدیث کا مطلب واضح ہے، اس میں شہداء کی فضیلت کا بیان ہے۔

١٦٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ عُمَرَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَامِرٍ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «عُرِضَ عَلَيَّ أَوَّلُ ثَلَاثَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: شَهِيدٌ، وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ، وَعَبْدٌ أَحْسَنَ عِبَادَةَ اللهِ وَنَصَحَ لِمَوَالِيهِ».

[1642] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں داخل ہونے والا تین آدمیوں کا پہلا گروہ مجھ پر پیش کیا گیا: شہید، پاک دامن، یعنی سوال سے بچنے والا، اور وہ غلام جو اللہ کی بندگی کا حق خوب طور پر ادا کرتا ہے اور اپنے آقا کا بھی خیر خواہ ہے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

١٦٤٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَمُوتُ لَهُ عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، وَأَنَّ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، إِلَّا الشَّهِيدُ لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ، فَإِنَّهُ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ مَرَّةً أُخْرٰى».

[1643] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”فوت ہونے والا کوئی بندہ جس کے لیے اللہ کے ہاں بہتر مقام ہو، اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ دنیا کی طرف لوٹ آئے، خواہ اسے دنیا و مافیہا مل جائے، مگر شہید شہادت کے رتبے کی فضیلت دیکھ کر یہ چاہے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دوبارہ شہادت کے درجے پر فائز ہو۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

[قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ: قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: كَانَ عَمْرُو ابْنُ دِينَارٍ أَسَنَّ مِنَ الزُّهْرِيِّ].

امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ابن ابی عمر نے کہا: سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ زہری کا شاگرد عمرو بن دینار (عمر میں) اس (زہری) سے بڑا تھا۔)

فائدہ: کسی کا جنت میں داخل ہو جانا اس کے نزدیک دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی متاع ہے، اس لیے کوئی جنتی دنیا میں واپس جانا پسند نہیں کرے گا۔ لیکن شہید کو جنت میں وہ مقام و مرتبہ حاصل ہو گا کہ وہ اس کی بنا پر یہ خواہش کرے گا کہ مجھے دنیا میں بھیج کر دوبارہ شہادت کا موقع دیا جائے تا کہ میرا مقام و مرتبہ مزید بلند ہو۔

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللهِ (التحفة ١٤)

باب: 14- اللہ کے ہاں شہداء کی فضیلت

١٦٤٢- [ضعيف] أخرجه أحمد: ٢/ ٤٧٩ من حديث علي بن المبارك به وصححه ابن خزيمة وابن حبان، ح: ١٢٠٣، ١٥٦١ عامر العقيلي وأبوه مجهولان.

١٦٤٣- أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب الحور العين وصفتهن، ح: ٢٧٩٥ ومسلم، ح: ١٨٧٧ من حديث حميد

١٦٤٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي يَزِيدَ الْخَوْلَانِيِّ: أَنَّهُ سَمِعَ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الشُّهَدَاءُ أَرْبَعَةٌ: رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللهَ حَتّٰى قُتِلَ، فَذَاكَ الَّذِي يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا» وَرَفَعَ رَأْسَهُ حَتّٰى وَقَعَتْ قَلَنْسُوَتُهُ، - [قَالَ:] فَلَا أَدْرِي قَلَنْسُوَةَ عُمَرَ أَرَادَ أَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ ﷺ - قَالَ: «وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَكَأَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهُ بِشَوْكِ طَلْحٍ مِّنَ الْجُبْنِ أَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ، فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ، وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ، وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ أَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللهَ حَتّٰى قُتِلَ، فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ».

[1644] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''شہداء چار قسم کے ہیں: ایک مومن جس کا ایمان اعلیٰ و کامل ہے۔ اس کا دشمن سے مقابلہ ہوا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا وعدہ سچ کر دکھایا حتیٰ کہ (اس کی خاطر) شہید ہو گیا، تو یہ وہ (خوش قسمت) ہے جس کی طرف لوگ قیامت کے دن اس طرح اپنی آنکھیں اٹھائیں گے، اور اپنا سر اٹھایا حتیٰ کہ آپ کی ٹوپی گر گئی۔ معلوم نہیں کہ راوی کا مقصد سیدنا عمر کی ٹوپی ہے یا نبی ﷺ کی ٹوپی۔ دوسرا وہ آدمی جس کا ایمان عمدہ و کامل ہے۔ دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو گویا کہ بزدلی کی بنا پر اس کے جسم میں کیکر کے کانٹے چبھنے لگے۔ اسے ایک نامعلوم طرف سے تیر لگا جس نے اسے قتل کر ڈالا۔ یہ دوسرے درجے کا شہید ہے۔ تیسرا وہ مومن آدمی جس کے اچھے اور برے عمل ملے جلے ہیں۔ اس کا دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا وعدہ سچ کر دکھایا حتیٰ کہ (لڑتے لڑتے) قتل ہو گیا۔ تو یہ تیسرے درجے کا شہید ہے۔ چوتھا وہ مومن آدمی جس نے اپنے اوپر ظلم و زیادتی کی (گناہ زیادہ کیے) دشمن سے مقابلہ ہوا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا عہد پورا کیا حتیٰ کہ (لڑتے لڑتے) شہید ہو گیا۔ تو یہ چوتھے درجے کا شہید ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا يُعْرَفُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَطَاءِ بْنِ دِينَارٍ [قَالَ:] سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: قَدْ رَوٰى سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ دِينَارٍ - [وَقَالَ] - عَنْ أَشْيَاخِ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ یہ صرف عطا بن دینار کی روایت ہی سے معروف ہے۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ یہ حدیث سعید بن ابی ایوب نے عطا بن دینار سے

» الطويل به.

١٦٤٤ـ [ضعيف] أخرجه ابن المبارك في الجهاد، ح:١٢٦ وأحمد: ١/ ٢٢ من حديث ابن لهيعة به وأبويزيد الخولاني لم يوثقه غير الترمذي فيما أعلم فهو "مجهول" (تقريب) فالسند ضعيف من أجله.

مِّنْ خَوْلَانَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي يَزِيدَ. وَقَالَ: عَطَاءُ ابْنُ دِينَارٍ لَّيْسَ بِهِ بَأْسٌ.

بیان کی ہے اور وہ اسے قبیلۂ خولان کے بوڑھوں سے بیان کرتا ہے۔ اس نے ابو یزید کا تذکرہ نہیں کیا۔ اور عطا بن دینار میں کوئی حرج نہیں، یعنی قابل قبول راوی ہے۔

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي غَزْوِ الْبَحْرِ (التحفة ١٥)

باب: 15۔ سمندری غزوہ

١٦٤٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ [بْنِ مَالِكٍ] أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ، وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ وَحَبَسَتْهُ تَفْلِي رَأْسَهُ، فَنَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوكٌ عَلَى الْأَسِرَّةِ، أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ». قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ لَهُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللهِ» نَحْوَ مَا قَالَ فِي الْأَوَّلِ. قَالَتْ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: «أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ» قَالَ فَرَكِبَتْ أُمُّ حَرَامٍ الْبَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ.

[1645] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام حرام بنت ملحان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ کو کھانا پیش کرتی تھیں اور وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ایک دن آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ انھوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور آپ کے سر سے جوئیں نکالنے کے لیے آپ کو روک لیا۔ رسول اللہ ﷺ سو گئے۔ پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ ام حرام کہتی ہیں: میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”میری امت کے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں مجھ پر پیش کیے گئے۔ وہ اس سمندر کی پشت پر اس طرح سوار ہوں گے جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھتے ہیں یا وہ تختوں پر بادشاہ ہوں گے۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے ام حرام کے حق میں دعا فرما دی۔ پھر اپنا سر رکھا اور سو گئے۔ پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے آپ سے عرض کی: آپ کو کون سی چیز ہنسا رہی ہے اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: ”میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں“ جس طرح آپ نے پہلی بار فرمایا تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے

١٦٤٥ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء، ح: ٢٧٨٨، ٢٧٨٩ ومسلم، ح: ١٩١٢ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ٢/ ٤٦٤، ٤٦٥.

بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا: ''تو پہلوں میں سے ہے۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ام حرام نے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے دور حکومت میں سمندری سفر کیا۔ وہ سمندر سے نکلنے کے بعد اپنی سواری سے گر گئیں جس سے وفات پا گئیں۔

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأُمُّ حَرَامٍ بِنْتُ مِلْحَانَ هِيَ أُخْتُ أُمِّ سُلَيْمٍ، وَهِيَ خَالَةُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ام حرام بنت ملحان، ام سلیم کی بہن اور سیدنا انس کی خالہ ہیں۔

فائدہ: یہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واقعہ ہے جبکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اجازت سے 28 ھ میں سمندری راستے سے قبرص پر حملہ کیا تھا اور سات ہزار دینار جزیہ مقرر کر کے انھیں ذمی بنا لیا تھا۔ اس طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے امیر البحر ہیں جنھوں نے بحری بیڑا تیار کروایا۔ (تحفة الأحوذي: 225/5) سیدہ ام حرام کے بھائی حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بئر معونہ کے واقعے میں شہید ہو گئے تھے، اس لیے نبی ﷺ ان کی ہمشیرگان ام حرام اور ام سلیم سے محبت و شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ یہ دونوں آپ کی محرم اور رضاعی خالہ تھیں۔ اسی لیے آپ ان کے ہاں تشریف لے جاتے اور ام حرام کے ہاں دوپہر کو قیلولہ بھی فرما لیتے اور آپ خصوصی شفقت کی بنا پر اپنے سر کے بال صاف کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرما دیتے۔

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يُقَاتِلُ رِيَاءً وَلِلدُّنْيَا (التحفة ١٦)

باب: 16۔ ریا (دکھلاوے) اور دنیا کی خاطر جنگ لڑنے والا

١٦٤٦- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَيُقَاتِلُ رِيَاءً، فَأَيُّ ذٰلِكَ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ قَالَ: «مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ».

[1646] سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے آدمی کے بارے میں دریافت کیا گیا جو شجاعت کے اظہار کے لیے لڑتا ہے، یا حمیت و عصبیت کی خاطر جنگ کرتا ہے، یا ریا کاری کرتے ہوئے لڑتا ہے، تو ان میں سے کون سا شخص اللہ کی راہ میں لڑ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جس نے اس لیے لڑائی لڑی کہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو، وہ اللہ کی راہ میں ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ. [وَ]هٰذَا

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عمر

١٦٤٦ـ أخرجه مسلم، الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله، ح: ١٩٠٤ من حديث أبي معاوية الضرير * والبخاري، ح: ٧٤٥٨ من حديث الأعمش به * وفي الباب عن عمر [يأتي: ١٦٤٧].

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جنگ میں حصہ لینے کے اغراض و مقاصد کئی ہو سکتے ہیں، مثلاً: غنیمت کا حصول، شجاعت و دلیری کا اظہار، ریا و دکھلاوا، خاندانی و قومی غیرت و تعصب، کسی کے خلاف جذبۂ انتقام، شہرت و ناموری اور اللہ کے دین کی سر بلندی، اس لیے آپ ﷺ نے انتہائی جامع جواب دے کر مسئلہ واضح فرما دیا کہ جس کا اصل اور واقعی مقصد اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنا ہے اس کا لڑنا فی سبیل اللہ ہے۔ آپ کا مقصد حسن نیت اور اخلاص کی حیثیت اور درجہ واضح کرنا ہے کہ اعمال کی صحت و فساد اور قبولیت و عدم قبولیت میں بنیادی کردار انسان کی نیت کا ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں صراحت آ رہی ہے۔

١٦٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِىءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ».

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْأَئِمَّةِ هٰذَا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ [الْأَنْصَارِيِّ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: يَنْبَغِي أَنْ نَضَعَ هٰذَا الْحَدِيثَ فِي كُلِّ بَابٍ].

[1647] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اور انسان کو بس وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔ تو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے، اور جس نے ہجرت دنیا کو پانے کی خاطر کی یا کسی عورت سے شادی کے لیے کی تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہوگی جس کے لیے اس نے ہجرت کی ہے۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مالک بن انس، سفیان ثوری اور بہت سے ائمہ نے یہ حدیث یحییٰ بن سعید سے بیان کی ہے۔ اور ہمارے علم میں اسے صرف یحییٰ بن سعید انصاری ہی بیان کرتا ہے۔ عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے: بہتر یہ ہے کہ اس حدیث کو ہر باب کے آغاز میں بیان کیا جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام اعمال کی صحت و فساد، قبولیت و عدم قبولیت اور اعتبار و عدم اعتبار کے لیے یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی نیت، اس عمل کا داعیہ یا جذبہ کیا ہے جس کی بنیاد پر عمل کیا گیا ہے، پھر اس کے مطابق اس عمل کی حیثیت اور درجہ متعین ہوتا ہے۔ اس حدیث کا مقصد نیت کی تصحیح اور اخلاص یا حسن نیت کی ضرورت و اہمیت کو بیان کرنا ہے کہ انسان کو اپنی نیت صحیح کرنی چاہیے۔

١٦٤٧- أخرجه مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: "إنما الأعمال بالنية" وأنه يدخل فيه الغزو وغيره من الأعمال، ح: ١٩٠٧ عن محمد بن المثنى والبخاري، ح: ٦٦٨٩ من حديث عبدالوهاب الثقفي به.

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغُدُوِّ وَالرَّوَاحِ فِي سَبِيلِ اللهِ (التحفة ١٧)

باب: 17۔ اللہ کے راستے میں صبح یا شام کو نکلنا

١٦٤٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا الْعَطَّافُ بْنُ خَالِدٍ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «غَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَمَوضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا».

[1648] سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صبح کے وقت اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ اور جنت میں ایک کوڑے کے بقدر جگہ مل جانا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَأَنَسٍ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں ابوہریرہ، ابن عباس، ابوایوب اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جہاد اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر مقبول عمل ہے کہ صبح وشام کا کچھ وقت اللہ کی راہ میں نکلنا اس قدر اجر وثواب کا باعث ہے کہ بالفرض اگر کسی کو پوری دنیا کے برابر مال و دولت بھی مل جائے اور وہ اسے صدقہ کر دے تو اسے وہ اجر حاصل نہیں ہو سکے گا جو جہاد میں نکلنے والے کو ملتا ہے۔ جنت میں رہائش یا اقامت کے لیے تھوڑی سی جگہ مل جانا بھی دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

١٦٤٩- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَالْحَجَّاجُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِّقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «غَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا».

[1649] سیدنا ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں ایک دفعہ صبح کا نکلنا یا شام کا نکلنا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. [وَأَبُو حَازِمٍ الَّذِي رَوٰى عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ هُوَ أَبُو حَازِمٍ الزَّاهِدُ وَهُوَ مَدَنِيٌّ وَاسْمُهُ سَلَمَةُ بْنُ دِينَارٍ]

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والا ابوحازم، ابوحازم زاہد ہے جو مدنی ہے اور اس کا نام سلمہ بن دینار

١٦٤٨ـ أخرجه ابن ماجه، الجهاد، باب فضل الغدوة والروحة في سبيل الله عزوجل، ح: ٢٧٥٦ من حديث أبي حازم به ورواه البخاري، ح: ٢٧٩٤ ومسلم، ح: ١٨٨١ من طرق عن أبي حازم به * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ١٦٤٩]، وابن عباس [يأتي: ١٦٤٩]، وأبي أيوب [مسلم، ح: ١٨٨٣]، وأنس [يأتي: ١٦٥١].

١٦٤٩ـ أخرجه ابن ماجه، أيضًا، ح: ٢٧٥٥ من حديث أبي خالد الأحمر به وللحديث شواهد كثيرة منها الحديث السابق.

وَأَبُو حَازِمٍ [هٰذَا] الَّذِي رَوٰى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ هُوَ [أَبُو حَازِمٍ الْأَشْجَعِيُّ] الْكُوفِيُّ [وَ]اسْمُهُ سَلْمَانُ وَهُوَ مَوْلٰى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ.

ہے۔ اور ابو ہریرہ سے روایت کرنے والا ابو حازم، ابو حازم اشجعی ہے جو کوفی ہے۔ اس کا نام سلمان ہے جو عزہ اشجعیہ کا آزاد کردہ غلام (مولیٰ) ہے۔

فائدہ: اللہ کی راہ میں، یعنی جہاد یا دین کی کسی اور خدمت کے لیے صبح کے کچھ وقت کے لیے یا شام کے کچھ وقت کے لیے نکلنا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ اور صبح و شام کی تخصیص اس لیے کہ عام طور پر لوگ سفر پر صبح یا شام کو نکلتے تھے۔ یہ مقصد نہیں کہ دن کے کسی اور حصے میں جہاد کرنا اجر و ثواب کا باعث نہیں ہے۔

١٦٥٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطَ بْنِ مُحَمَّدٍ [الْقُرَشِيُّ الْكُوفِيُّ]: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ أَبِي ذُبَابٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِشِعْبٍ فِيهِ عُيَيْنَةٌ مِّنْ مَاءٍ عَذْبَةٌ فَأَعْجَبَتْهُ لِطِيبِهَا، فَقَالَ: لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَأَقَمْتُ فِي هٰذَا الشِّعْبِ وَلَنْ أَفْعَلَ حَتّٰى أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ مَقَامَ أَحَدِكُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ سَبْعِينَ عَامًا، أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ، وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ؟ اغْزُوا فِي سَبِيلِ اللهِ مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ».

[1650] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی ایک گھاٹی سے گزرا جس میں میٹھے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا۔ وہ اپنی پاکیزگی اور عمدگی کی وجہ سے اسے پسند آ گیا تو اس نے (دل میں) کہا: اگر میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اس جگہ اقامت اختیار کر لوں (تو بہتر ہوگا) اور میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لوں۔ تو اس نے اس خواہش کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''یہ کام نہ کرنا کیونکہ تم میں سے کسی کا اللہ کی راہ میں ٹھہرنا، اپنے گھر میں ستر سال کی نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمھاری بخشش فرمائے اور تمھیں جنت میں داخل کر دے؟ اللہ کی راہ میں لڑو۔ جس نے اللہ کی راہ میں اونٹنی کے دوہنے کے درمیانی وقفے کے برابر جنگ کی، اس کے لیے جنت پکی ہوگئی۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اونٹنی دوہنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا کچھ دودھ دوہ کر اسے چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ ''توڈا'' (اونٹنی کا بچہ) دودھ پیے اور اونٹنی کا دودھ اور اتر آئے۔ اسی تھوڑے سے درمیانی وقفے کو فواق ناقہ کا نام دیا جاتا ہے۔ گویا تھوڑے سے وقت کا جہاد ستر سال کی نفلی نمازوں سے بہتر ہے کیونکہ گھر میں نفل نماز ہی پڑھی جاتی ہے۔

١٦٥٠- أخرجه أحمد: ٢/٤٤٦، ٥٢٤ من حديث هشام بن سعد به وصححه عبدالغني المقدسي والحاكم على شرط مسلم: ٢/٦٨ ووافقه الذهبي وللحديث شواهد.

١٦٥١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ أَوْ مَوْضِعُ يَدِهِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيحًا، وَّلَنَصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا».

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

[1651] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں صبح کا نکلنا یا شام کا نکلنا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ اور تمھارے کسی ایک کو کمان یا ہاتھ کے بقدر جنت میں جگہ مل جانا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ اور اگر اہل جنت کی بیویوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو ان دونوں کے درمیان، یعنی جنت سے زمین تک روشنی ہی روشنی ہو جائے اور دونوں کی درمیانی جگہ مہک اور خوشبو سے بھر جائے۔ اور اس کے سر کا صرف دوپٹہ ہی دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی ایمان دار انسان اپنے گھر اور گھر والیوں سے عارضی طور پر کچھ وقت کے لیے الگ ہو کر اللہ کی راہ میں نکلتا ہے تو اسے ایسی جنت ملے گی جس کا انتہائی مختصر گھر بھی دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ اور اسے جنت میں ایسی بیویاں ملیں گی جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی رفیق زندگی ہوں گی۔ اور ان کے حسن و جمال کا یہ عالم ہے کہ اگر ان میں سے کوئی اس زمین کی طرف ذرا سا جھانک لے تو آسمان اور زمین کے درمیان کی ساری فضا روشن اور معطر ہو جائے۔ اور ان کا لباس اس قدر قیمتی ہے کہ صرف سر کی اوڑھنی اس دنیا اور اس کی ہر چیز سے بیش قیمت اور اعلیٰ و عمدہ ہے، تو مکمل لباس کی قدر و قیمت کس قدر زیادہ ہوگی، اس کا تصور کرنا ممکن ہی نہیں۔

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ (التحفة ١٨)

باب: 18۔ کون سا انسان بہتر ہے؟

١٦٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ بُكَيْرِ [بْنِ عَبْدِاللهِ] بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ؟ رَجُلٌ مُّمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالَّذِي يَتْلُوهُ؟ رَجُلٌ مُّعْتَزِلٌ فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ

[1652] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں لوگوں میں سے بہتر فرد سے آگاہ نہ کروں؟ وہ مرد جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے ہے۔ کیا میں تمھیں اس کی خبر نہ دوں جو اس کے بعد میں ہے؟ وہ آدمی جو اپنی چند بکریوں میں الگ

١٦٥١- أخرجه البخاري، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ح: ٦٥٦٧، ٦٥٦٨ من حديث إسماعيل بن جعفر به، رواه مسلم، ح: ١٨٨٠ من حديث أنس به مختصرًا.

١٦٥٢- [حسن بالشواهد والمتابعات] أخرجه النسائي، الزكاة، باب من يسأل بالله عز وجل ولا يعطي به: ٥/ ٨٣، ح: ٢٥٧٠ من حديث عطاء بن يسار به ورواه عمرو بن الحارث عن بكير بن عبدالله به عند ابن حبان، ح: ١٥٩٤.

يُؤَدِّي حَقَّ اللهِ فِيهَا، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ؟ رَجُلٌ يُسْأَلُ بِاللهِ وَلَا يُعْطِي بِهِ».

تھلگ رہتا ہے، ان میں اللہ کا حق ادا کر رہا ہے۔ کیا میں تمھیں بدترین شخص کی خبر نہ دوں؟ وہ آدمی جس سے اللہ کا نام لے کر مانگا جاتا ہے مگر اس کے نام پر دیتا نہیں۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَيُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور اس سند سے غریب ہے، اور کئی دوسری سندوں سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً آئی ہے۔

فائدہ: جہاد کے موقع اور ضرورت کے وقت جہاد کے لیے تیار رہنا اور اس کے لیے اپنے گھوڑے کو تیار کرنا سب سے بہتر عمل ہے اور یہ کام کرنے والا بہترین شخص ہے۔ اگر حالات اس قدر سنگین ہو جائیں کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے سے اپنے دین کو قائم کرنا ہی مشکل ہو جائے اور خطرہ ہو کہ دوسروں کی اصلاح و بہتری کے بجائے اپنے دین ہی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے تو ایسے حالات میں لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنا اور اپنی زندگی کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے چند بکریوں کے ساتھ کسی جنگل میں ڈیرہ ڈالنا جہاد سے دوسرے نمبر کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر دینے کی سکت وقدرت رکھنے کے باوجود نہ دینا انتہائی بدخصلت اور بری حرکت ہے اور یہ حرکت کرنے والا بدترین آدمی ہے بشرطیکہ مانگنے والا مستحق ہو اور جائز ضرورت کے لیے مانگ رہا ہو۔

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ سَأَلَ الشَّهَادَةَ (التحفة ١٩)

باب: 19۔ شہادت کی دعا کرنا

١٦٥٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ [الْبَغْدَادِيُّ]: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ كَثِيرٍ [الْمِصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شُرَيْحٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ سَأَلَ اللهَ الشَّهَادَةَ مِنْ قَلْبِهِ صَادِقًا بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهِ».

[1653] سہل بن ابی امامہ بن سہل بن حنیف، اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے اللہ سے صدق دل سے شہادت طلب کی تو اللہ اسے شہداء کے مقامات تک پہنچائے گا، چاہے وہ اپنے بستر ہی پر مرے۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شُرَيْحٍ، وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سہل بن حنیف کی روایت سے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں صرف عبدالرحمٰن بن شریح کی سند سے آئی ہے۔ اسے

١٦٥٣- أخرجه مسلم، الإمارة، باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله تعالى، ح: ١٩٠٩ من حديث عبدالرحمن بن شريح به * وفي الباب عن معاذ بن جبل [يأتي: ١٦٥٤].

صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شُرَيْحٍ. وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ شُرَيْحٍ يُكْنٰى أَبَا شُرَيْحٍ وَهُوَ إِسْكَنْدَرَانِيٌّ. وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ.

عبداللہ بن صالح نے بھی عبدالرحمٰن بن شریح سے روایت کیا ہے۔ اور عبدالرحمٰن بن شریح کی کنیت ابوشریح ہے اور یہ اسکندرانی ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص کسی نیکی کی سچے دل اور دل کی گہرائی سے آرزو رکھتا اور کرتا ہے لیکن کسی وجہ سے عملاً وہ نیکی کر نہیں پاتا تو اسے اس کے قصد و ارادے اور نیک نیتی کی وجہ سے اس نیکی کا اجر و ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ ان لوگوں میں شمار ہو جاتا ہے جنھوں نے وہ نیکی عملاً کی ہوتی ہے۔ دونوں اصل اجر و ثواب میں برابر ہوتے ہیں، تضعیف و اضافے کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے، کیونکہ پختہ نیت سے اصل اجر مل جاتا ہے، اضافہ صرف عملی صورت میں ہوتا ہے۔

١٦٥٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ مَالِكِ بْنِ يُخَامِرَ السَّكْسَكِيِّ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ سَأَلَ اللهَ الْقَتْلَ فِي سَبِيلِهِ صَادِقًا مِّنْ قَلْبِهِ أَعْطَاهُ اللهُ أَجْرَ الشَّهِيدِ».

[1654] سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اللہ سے صدقِ دل سے اس کی راہ میں شہادت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کا اجر دے دے گا۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُجَاهِدِ وَالنَّاكِحِ وَالْمُكَاتَبِ وَعَوْنِ اللهِ إِيَّاهُمْ (التحفة ٢٠)

باب: 20- اللہ تعالیٰ مجاہد، نکاح کرنے والے اور مکاتب غلام کی مدد فرماتا ہے

١٦٥٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ عَوْنُهُمْ: الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَافَ».

[1655] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین قسم کے افراد کی مدد اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لی ہے: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، وہ غلام جو زرِکتابت کی ادائیگی کا عزم رکھتا ہے، اور جو عفت و پاک دامنی کی خاطر نکاح کرنا چاہتا ہے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

١٦٥٤- أخرجه النسائي، الجهاد، باب ثواب من قاتل في سبيل الله فواق ناقة: ٦/ ٢٥، ٢٦، ح: ٣١٤٣ من حديث ابن جريج به مطولًا وصرح بالسماع.

١٦٥٥- أخرجه النسائي، الجهاد، باب فضل الروحة في سبيل الله عزوجل: ٦/ ١٥، ١٦، ح: ٢٢، ٣١ وابن ماجه، ح: ٢٥١٨ من حديث محمد بن عجلان به وصرح بالسماع عند أحمد: ٢/ ٤٣٧.

فائدہ: نیکی کے وہ امور و معاملات جو بہت محنت و مشقت طلب ہیں اور اللہ کی توفیق و اعانت کے بغیر انھیں سرانجام دینا بہت کٹھن اور مشکل ہے، اگر حسن نیت اور اخلاص ہو تو اللہ تعالیٰ ان میں اپنے بندے سے خاص تعاون فرماتا ہے تاکہ انسان کے لیے ان کا کرنا آسان ہو جائے۔

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللهِ (التحفة ٢١)

باب: 21۔ جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہو جائے

١٦٥٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِي سَبِيلِ اللهِ - وَاللهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِهِ - إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ».

[1656] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو کوئی اللہ کی راہ میں زخمی ہو جائے، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں زخمی ہوتا ہے، وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ رنگ خون کا رنگ ہوگا اور مہک اور خوشبو کستوری کی ہوگی۔“

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کئی سندوں سے منقول ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہنے والا خون اللہ کو اس قدر محبوب اور پسند ہے کہ قیامت کے دن اس خون کی رنگت برقرار ہو گی اور اس سے کستوری کی مہک پھوٹ رہی ہوگی، اور یہ اس کے فی سبیل اللہ بہنے کی علامت ہوگی۔

١٦٥٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ مَالِكِ بْنِ يُخَامِرَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ - مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ - فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَإِنَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغْزَرِ مَا كَانَتْ، لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَرِيحُهَا كَالْمِسْكِ»

[1657] سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس کسی مسلمان نے اللہ کی راہ میں اونٹنی کا دودھ دوہنے کے درمیانی وقفے کے برابر جنگ لڑی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ اور جسے اللہ کی راہ میں کسی قسم کا زخم لگا یا کوئی چوٹ آئی تو وہ زخم قیامت کے دن انتہائی گہری حالت میں آئے گا، اس کا رنگ زعفران جیسا ہوگا اور خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔“

١٦٥٦- تقدم: ١٦٥٤ وهذا طرف منه، ورواه ابن ماجه، ح: ٢٧٩٢ من حديث ابن جريج به مختصرًا.

١٦٥٧- أخرجه مسلم، الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله، ح: ١٨٧٦/١٠٧ من حديث سهيل به ورواه البخاري، ح: ٢٨٠٣ من حديث أبي هريرة.

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

یہ حدیث صحیح ہے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ (التحفة ٢٢)

باب:22۔کون سے اعمال افضل ہیں؟

١٦٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ [بْنُ سُلَيْمَانَ] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ وَأَيُّ الْأَعْمَالِ خَيْرٌ؟ قَالَ: «إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ»، قِيلَ: ثُمَّ أَيُّ شَيْءٍ؟ قَالَ: «الْجِهَادُ سَنَامُ الْعَمَلِ»، قِيلَ: ثُمَّ أَيُّ شَيْءٍ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُورٌ».

[1658] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا عمل افضل و برتر ہے اور کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔'' پوچھا گیا: پھر کون سی چیز (افضل) ہے؟ فرمایا: ''جہاد عمل کی چوٹی ہے۔'' پوچھا گیا: پھر کون سی چیز (افضل) ہے؟ اے اللہ کے رسول! فرمایا: ''پھر مقبول حج۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کئی سندوں سے منقول ہے۔

فوائد و مسائل: ① سب سے بہترین اور اعلیٰ عمل اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے کیونکہ یہ تمام اعمال کی اساس اور بنیاد ہے۔ اس کے بغیر کوئی عمل درجۂ قبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اعمال کی افضلیت کی وجوہ مختلف ہوتی ہیں۔ بعض اعمال فی نفسہٖ بہت اہمیت و شان والے ہوتے ہیں۔ ان کی فضیلت کلی ہوتی ہے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہے۔ ② کسی عمل کو جزوی طور پر اس لیے فضیلت و برتری حاصل ہوتی ہے کہ وہ مسلمات فطرت سے ہوتا ہے۔ اس کی اچھائی اور افضلیت مسلم و کافر، دین دار اور بے دین سب کے نزدیک مسلم ہوتی ہے، جیسے: کھانا کھلانا، کسی کو ایذا اور تکلیف نہ دینا، ہر انسان سے حسن سلوک سے پیش آنا۔ ③ بعض اعمال کو فضیلت ان کے ثواب عظیم اور اجر جزیل کی بنا پر حاصل ہوتی ہے کیونکہ ان کے حصول میں مشقت و صعوبت زیادہ برداشت کرنی پڑتی ہے، اصول ہے: [اَلْعَطَايَا عَلٰى مَتْنِ الْبَلَايَا] ''دنیاوی تکالیف و مصائب کے بقدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیات و انعامات حاصل ہوتے ہیں'' جیسا کہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس میں ہر قسم کا عیش و آرام چھوڑ کر مصائب و تکالیف کا ہدف بننا پڑتا ہے اور زندگی پر کھیلنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد حج مبرور ہے جس میں جانی و مالی مشقتوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور بعض اعمال کے اندر انسان کی عبودیت و محکومیت اور فقر و احتیاج کا اظہار ہوتا ہے جیسا کہ [اَلصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا] ''اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا ہے'' اس میں انسان پیکر عجز و نیاز ہوتا ہے اور اللہ کے حضور انتہائی عاجزی اور

١٦٥٨ـ أخرجه أحمد: ٢/ ٢٨٧ من حديث محمد بن عمرو الليثي به ورواه البخاري، ح: ٢٦ ومسلم، ح: ٨٣ من حديث أبي هريرة رضي الله عنه.

محکومیت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اسی طرح والدین کی اطاعت کی خاص فضیلت ہے۔ انسان اس میں بھی والدین کی اطاعت وفرماں برداری کر کے اپنے عجز و نیاز کا اظہار کرتا ہے، اس لیے نبی ﷺ نے مختلف اوقات میں مختلف اشخاص کے سامنے مختلف حالات میں مختلف عملوں کو افضل قرار دیا ہے۔ اور وہ سب ہی اپنی اپنی جہت وحیثیت سے افضل عمل ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (فضل الباری شرح اردو صحیح البخاری:1/328، 333)

(المعجم ٢٣) بَابُ [مَا ذُكِرَ أَنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ] (التحفة ٢٣)

باب:23۔ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں

١٦٥٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ»، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ رَثُّ الْهَيْئَةِ: أَأَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ يَذْكُرُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَرَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَقْرَأُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ، وَكَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهِ فَضَرَبَ بِهِ حَتّٰى قُتِلَ.

[1659] ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا جبکہ دشمن سامنے موجود تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں۔“ لوگوں میں سے ایک آدمی نے پوچھا جو بڑی پراگندہ حالت میں تھا: اے ابوموسیٰ! کیا آپ نے براہ راست رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان کرتے سنا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ تو وہ آدمی اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا اور کہا: میں تمھیں السلام علیکم کہتا ہوں، اور اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور اس (تلوار) سے لڑنے لگا حتی کہ شہید کر دیا گیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ [صَحِيحٌ] غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ [الضُّبَعِيِّ]. وَأَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيبٍ. وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُوسٰى قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: هُوَ اسْمُهُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف جعفر بن سلیمان ضبعی ہی بیان کرتے ہیں۔ اور ابوعمران جونی کا نام عبدالملک بن حبیب ہے۔ اور بقول احمد بن حنبل ابوبکر بن ابی موسیٰ کی کنیت ہی اس کا نام ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت تک پہنچانے والا ایک راستہ دشمن کے خلاف معرکۂ جنگ میں مصروف جہاد ہونا ہے۔ تلواروں اور بارود کی پروا کیے بغیر بلا خوف وخطر دشمن سے ٹکرا جانا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جذبۂ جہاد سے اس قدر سرشار تھے کہ ایسی حدیث سن کر میدان کارزار میں دفاعی اسلحے کے بغیر ہی کود جاتے تھے تاکہ

١٦٥٩۔ أخرجه مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، ح: ١٩٠٢ عن قتيبة به.

سعادت شہادت سے ہمکنار ہو کر جنت میں جا پہنچیں، کہیں دفاعی اسلحہ استعمال کرنے کی وجہ سے حصول شہادت میں تاخیر نہ ہو جائے۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حدیث سن کر فوراً عمل کرتے تھے۔

(المعجم ٢٤) بَابُ مَا جَاءَ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ (التحفة ٢٤)

باب: 24۔ لوگوں میں سے کون افضل ہے؟

١٦٦٠ - حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «رَجُلٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ» قَالُوا: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِي شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَتَّقِي رَبَّهُ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ».

[1660] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کس قسم کے لوگ افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ایسا مرد جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔'' صحابۂ کرام نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''پھر وہ مومن جو گھاٹیوں میں سے کسی پہاڑ کی گھاٹی میں رہتا، اپنے رب کی حدود کی پابندی کرتا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: فرائض و واجبات کی پابندی کے ساتھ جس طرح اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کر دینا افضل عمل ہے اسی طرح پریشان کن حالات اور فساد و بگاڑ کے دور میں لوگوں سے الگ تھلگ رہنا بھی پسندیدہ عمل ہے جیسا کہ باب 18 کے فائدے میں گزر چکا ہے۔

(المعجم ٢٥) بَابٌ: فِي [ثَوَابِ الشَّهِيدِ] (التحفة ٢٥)

باب: 25۔ شہید کا اجر و ثواب

١٦٦١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَسُرُّهُ أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا غَيْرُ الشَّهِيدِ فَإِنَّهُ يُحِبُّ أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا يَقُولُ: حَتّٰى أُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ فِي سَبِيلِ اللهِ مِمَّا يَرٰى مِمَّا أَعْطَاهُ مِنَ

[1661] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل جنت میں سے کوئی ایسا نہیں جسے یہ بات اچھی لگے کہ وہ دنیا میں لوٹ آئے سوائے شہید کے۔ تحقیق وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ آئے۔ وہ کہتا ہے کہ میں دس دفعہ اللہ کی راہ میں شہید ہوں، اس عزت کی خاطر جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے نوازا

١٦٦٠ـ أخرجه مسلم، الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله، ح: ١٨٨ من حديث الأوزاعي والبخاري، ح: ٢٧٨٦ من حديث الزهري به.

١٦٦١ـ انظر الحديث الآتي.

الْكَرَامَةِ».

ہے۔“

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس مفہوم کی حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے، دیکھیے: حدیث: 1643 اور اس کا فائدہ۔

١٦٦٢ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

[1662] محمد بن بشار کی سند سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا کے ہم معنی بیان کیا گیا ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٦٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللهِ سِتُّ خِصَالٍ: يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيُرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَيُوضَعُ عَلٰى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ، الْيَاقُوتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِّنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ».

[1663] سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شہید کو اللہ کے ہاں چھ امتیازات و خصوصیات حاصل ہیں: ① خون کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی اسے بخش دیا جاتا ہے۔ ② اسے جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ ③ اس کو عذاب قبر سے پناہ و تحفظ مل جاتا ہے۔ ④ وہ بڑی گھبراہٹ سے مامون یا بے خوف ہو جاتا ہے۔ ⑤ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھ دیا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت (موتی) دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ ⑥ اس کا آہو چشم سرمئی آنکھوں والی بہتر (72) بیویوں سے نکاح ہوگا اور اس کے ستر عزیز و اقارب کے بارے میں اس کی سفارش قبول ہوگی۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

لغوی تشریح: دَفْعَة: بارش اور خون کے پہلے گرنے والے قطرے کو کہتے ہیں۔ وَقَار: عزت و عظمت۔ اَلْحُور: حَوْرَاء کی جمع ہے، آنکھ کی سفیدی کا بہت سفید اور سیاہی کا بہت سیاہ ہونا۔ عِينٌ: عَيْنَاء کی جمع ہے، کشادہ چشم، کھلی آنکھ والی۔ يُشَفَّعُ: اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

١٦٦٢ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب تمني المجاهد أن يرجع إلى الدنيا، ح: ٢٨١٧ ومسلم، ح: ١٨٧٧/ ١٠٩ عن محمد بن بشار به.

١٦٦٣ـ [صحيح لغيره] أخرجه ابن ماجه، الجهاد، باب فضل الشهادة في سبيل الله، ح: ٢٧٩٩ من حديث بحير بن سعد به.

فائدہ: ان امتیازی اوصاف اور خصوصیات کے اظہار سے مقصود شہادت، یعنی اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے مال و جان کی قربانی کی ترغیب دینا ہے۔

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْمُرَابِطِ (التحفة ٢٦)

باب:26۔ اللہ کی راہ میں چوکیدار یا پہرے دار کی فضیلت

١٦٦٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَّضْرِ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ [الْبَغْدَادِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرَّوْحَةُ يَرُوحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا».

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1664] سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ اور زوال کے بعد جو بندہ اللہ کی راہ پر کچھ وقت کے لیے نکلتا ہے یا صبح کا کچھ وقت اس پر لگاتا ہے تو وہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ اور تم میں سے کسی کی جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔“

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے، دیکھیے: حدیث: 1648 اور اس کے فوائد۔

١٦٦٥ـ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: مَرَّ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ بِشُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ وَهُوَ فِي مُرَابِطٍ لَّهُ وَقَدْ شَقَّ عَلَيْهِ وَعَلٰى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكَ يَا ابْنَ السِّمْطِ بِحَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: بَلٰى، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ أَفْضَلُ - وَرُبَّمَا قَالَ: - خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّقِيَامِهِ، وَمَنْ مَّاتَ فِيهِ وُقِيَ

[1665] سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ شرحبیل بن سمط کے پاس سے گزرے جبکہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سرحدی چوکی پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کے لیے اور ان کے ساتھیوں کے لیے وہاں ٹھہرنا بڑی مشقت کا باعث تھا۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے سمط کے بیٹے! کیا میں تمھیں وہ حدیث نہ سناؤں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”اللہ کی راہ میں

١٦٦٤ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب فضل رباط يوم في سبيل الله، ح: ٢٨٩٢ من حديث أبي النضر به وللحديث طرق عند البخاري، ح: ٢٧٩٤، ٣٢٥٠، ٦٤١٥ ومسلم، ح: ١٨٨١/ ١١٣، ١١٤ وغيرهما.

١٦٦٥ـ رواه مسلم، ح: ١٩١٣ من طريق آخر عن شرحبيل بن السمط عن سلمان به.

فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَنُمِيَ لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

ایک دن پہرہ دینا (تمام اعمال سے) افضل ہے۔" بعض دفعہ فرمایا: "ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے۔ اور جو اس حالت میں فوت ہو گیا، اسے قبر کی آزمائش سے بچایا جائے گا۔ اور اس کا عمل اس کے لیے قیامت تک بڑھایا جاتا رہے گا۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

١٦٦٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لَقِيَ اللهَ بِغَيْرِ أَثَرٍ مِّنْ جِهَادٍ لَّقِيَ اللهَ وَفِيهِ ثُلْمَةٌ».

[1666] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملا کہ اس کے جسم پر جہاد کا کوئی اثر ونشان نہ ہوا تو وہ اللہ کو اس حال میں ملے گا کہ اس میں خلل ونقص ہوگا۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَافِعٍ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ رَافِعٍ قَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ، [قَالَ:] وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: هُوَ ثِقَةٌ مُّقَارِبُ الْحَدِيثِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدِيثُ سَلْمَانَ إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ، مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ لَمْ يُدْرِكْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ، عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے جسے ولید بن مسلم اسماعیل بن رافع سے بیان کرتا ہے۔ اور اسماعیل بن رافع کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) کو میں نے یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ ثقہ اور مقارب الحدیث، یعنی قابل قبول ہے۔ اور یہ حدیث ابوہریرہ سے دوسری سند سے بھی آئی ہے۔ اور سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔ محمد بن منکدر کو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملنے کا موقع نہیں ملا۔ اور یہ حدیث ایوب بن موسیٰ بھی مکحول کی سند سے سیدنا سلمان سے بیان کرتا ہے۔

فائدہ: اس روایت کے تحت عبارت "اور سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ......" کا تعلق اس حدیث کے بجائے، حدیث: 1665 سے ہے۔

١٦٦٧- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا

[1667] سیدنا عثمان کے آزاد کردہ غلام ابوصالح بیان

١٦٦٦- [ضعيف] أخرجه ابن ماجه، الجهاد، باب التغليظ في ترك الجهاد، ح:٢٧٦٣ من حديث الوليد بن مسلم به * إسماعيل بن رافع: ضعيف.

١٦٦٧- أخرجه النسائي، الجهاد، باب فضل الرباط:٦/ ٣٩، ح:٣١٧١ من حديث الليث بن سعد به وصححه ابن حبان، ح:١٥٩٢ والحاكم:٢/ ٦٨، ١٤٣ ووافقه الذهبي.

هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ مَوْلَى عُثْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: إِنِّي كَتَمْتُكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَرَاهِيَةَ تَفَرُّقِكُمْ عَنِّي ثُمَّ بَدَا لِي أَنْ أُحَدِّثَكُمُوهُ لِيَخْتَارَ امْرُؤٌ لِنَفْسِهِ مَا بَدَا لَهُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ يَوْمٍ فِي مَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ».

کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے تم سے ایک ایسی حدیث، جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، اس ڈر سے چھپائی ہے کہ کہیں تم سب (شوق جہاد میں) مجھ سے جدا نہ ہو جاؤ، پھر میری رائے یہ ہوئی ہے کہ میں تمھیں وہ سنا ہی دوں تاکہ ہر انسان اپنے لیے جو چاہے پسند کر لے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "اللہ کی راہ میں ایک دن پہرہ دینا (سرحد کی حفاظت کرنا) دوسری جگہوں میں ہزار دن ٹھہرنے سے بہتر ہے۔"

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صَحِيحٌ] غَرِيبٌ. [وَ]قَالَ مُحَمَّدُ [بْنُ إِسْمَاعِيلَ]: أَبُو صَالِحٍ مَوْلَى عُثْمَانَ اسْمُهُ بُرْكَانُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور امام محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں: سیدنا عثمان کے مولیٰ ابوصالح کا نام برکان ہے۔

فائدہ: اس دور میں چونکہ مسلمانوں میں جذبۂ عمل وافر تھا اور وہ اجر وثواب کے حصول کے لیے ہر وقت تیار اور کوشاں رہتے تھے، اس لیے بعض مواقع پر انھیں زیادہ اجر وثواب والے عمل نہیں بتائے جاتے تھے جن کے سبب لوگ مدینے سے نکلنے کی کوشش کرتے، کیونکہ سب کا جہاد کے لیے نکل کھڑا ہونا دوسری دینی ضروریات کے تعطل کا باعث ہوتا، اور جب ان کے نکلنے کا اندیشہ نہ رہا تو ایسی احادیث سنا دی جاتیں تاکہ کتمانِ علم نہ ہو۔

١٦٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَحْمَدُ بْنُ نَصْرٍ النَّيْسَابُورِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ».

[1668] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شہید، قتل کے وقت محض اتنی سی تکلیف محسوس کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹنے سے درد محسوس کرتا ہے۔"

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

فائدہ: جو انسان خلوص نیت اور جذبۂ شہادت کے شوق سے میدان کارزار میں کودتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں شوق

١٦٦٨- أخرجه ابن ماجه، الجهاد، باب فضل الشهادة في سبيل الله، ح: ٢٨٠٢ عن محمد بن بشار به وللحديث شواهد.

شہادت اس طرح جاگزیں فرما دیتا ہے کہ اسے کسی قسم کی مشقت اور درد کا احساس نہیں ہوتا تاکہ وہ پوری دلجمعی اور سکون سے جہاد میں شریک رہے اور اپنی شہادت کی آرزو پوری کر لے۔

١٦٦٩- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنبَأَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جَمِيلٍ [الْفِلَسْطِينِيُّ] عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ: قَطْرَةٌ [مِّنْ] دُمُوعٍ مِّنْ خَشْيَةِ اللهِ، وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَأَمَّا الْأَثَرَانِ فَأَثَرٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَثَرٌ فِي فَرِيضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللهِ».

[قَالَ:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

[1669] سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں: ایک قطرہ اللہ کی خشیت سے بہنے والا آنسو اور دوسرا قطرہ اس خون کا جو اللہ کی راہ میں بہایا جاتا ہے۔ اور دو نشانوں سے مراد اللہ کی راہ میں پڑنے والا نشان اور اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کی صورت میں پڑنے والا نشان ہے۔''

یہ حدیث حسن غریب ہے۔

[آخِرُ كِتَابِ فَضَائِلِ الْجِهَادِ وَيَلِيهِ كِتَابُ الْجِهَادِ]

فائدہ: اللہ کی راہ میں نشان سے مراد جہاد میں گرد و غبار کا پڑنا یا زخم کا لگنا ہے۔ یا طلب علم میں رنگ و جلد کا بدلنا اور کمزور پڑنا ہے۔ اور فریضے سے مراد سردی کے موسم میں وضو سے ہاتھوں یا پیروں کا پھٹنا، گرمی کے موسم میں سجدہ کرتے وقت پیشانی کا جلنا، روزے سے بھوک کے باعث پیٹ میں تکلیف یا حج میں گرد آلود ہونا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 254/5)

١٦٦٩_أخرجه الطبراني: ٨/ ٢٨٠، ح: ٧٩١٨ من حديث يزيد بن هارون به.

ارشادِ باری تعالیٰ

﴿اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾

''تم ہلکے (بھی) نکلو اور بوجھل (بھی)، اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔''

(التوبة 9:41)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ٢١) أَبْوَابُ الْجِهَادِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ...)

رسول اللہ ﷺ سے منقول جہاد کے مسائل

(المعجم ١) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي أَهْلِ الْعُذْرِ فِي الْقُعُودِ (التحفة ٢٧)

باب: 1۔ معذور لوگ گھر پر رہ سکتے ہیں

١٦٧٠- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «ائْتُونِي بِالْكَتِفِ أَوِ اللَّوْحِ، فَكَتَبَ: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾، وَعَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَقَالَ: هَلْ لِي رُخْصَةٌ؟ فَنَزَلَتْ: ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾» [النسآء:٩٥].

[1670] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس شانہ (کندھے کی ہڈی) یا تختی (پتھر وغیرہ کی سلیٹ) لاؤ۔'' آپ نے لکھوایا: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''پیچھے بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں ہو سکتے۔'' عمرو بن ام مکتوم آپ کی پشت پر کھڑے تھے، انھوں نے عرض کیا: کیا میرے لیے (بیٹھ رہنے کی) رخصت ہے؟ تو آیت کا یہ ٹکڑا اترا: ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ ''سوائے معذروں کے۔''

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَجَابِرٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [وَهُوَ حَدِيثٌ] غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس، جابر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سلیمان کی یہ حدیث ابواسحاق کی سند کی رو سے غریب ہے۔

١٦٧٠- أخرجه النسائي، الجهاد، باب فضل المجاهدين على القاعدين: ٦/ ١٠، ح: ٣١٠٣ عن نصر بن علي به ورواه البخاري، ح: ٤٥٩٤ ومسلم، ح: ١٨٩٨ من حديث أبي إسحاق به * وفي الباب عن ابن عباس [يأتي: ٣٠٣٢] وجابر [مسلم، ح: ١٩١١]، وزيد بن ثابت [يأتي: ٣٠٣٣ وأحمد: ٥/ ١٨٤] * حديث شعبة عند البخاري، ح: ٢٨٣١، ٤٥٩٣ ومسلم، ح: ١٨٩٨/ ١٤١، وحديث سفيان الثوري عند الترمذي، ح: ٣٠٣١.

وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ هٰذَا الْحَدِيثَ.

شعبہ اور ثوری نے بھی ابو اسحاق سے یہ روایت بیان کی ہے۔

فائدہ: وہ لوگ جو جہاد میں حصہ لینے کا جذبہ اور شوق رکھتے ہیں لیکن کسی عذر اور مجبوری کی بنا پر حصہ نہیں لے سکتے، وہ پیچھے رہنے کی صورت میں گناہ گار یا قابل ملامت نہیں بلکہ اخلاص نیت اور جذبۂ جہاد کے سبب اصل ثواب میں شریک ہیں۔

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ خَرَجَ إِلَى الْغَزْوِ وَتَرَكَ أَبَوَيْهِ (التحفة ٢٨)

باب:2۔ جو شخص والدین کو پیچھے چھوڑ کر جہاد کے لیے چلا جائے

١٦٧١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَأْذِنُهُ فِي الْجِهَادِ، فَقَالَ: «أَلَكَ وَالِدَانِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ».

[1671] سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ سے جہاد کی اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ”کیا تیرے والدین ہیں؟“ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”انھی میں جہاد کر (ان کی خوب خدمت کر۔)“

[قَالَ أَبُوعِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو الْعَبَّاسِ هُوَ الشَّاعِرُ الْأَعْمَى الْمَكِّيُّ، وَاسْمُهُ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوالعباس راوی سے مراد نابینا مکی شاعر ہے جس کا نام سائب بن فروخ ہے۔

فائدہ: والدین کی خدمت اور ان سے حسن سلوک فرض عین ہے، یعنی یہ ہر بیٹے کی شخصی اور انفرادی ذمے داری ہے، اس لیے جب تک جہاد فرض عین نہ ہو جائے، جس میں ہر قابل جنگ کی شرکت ضروری ہوتی ہے، تب تک والدین کی اجازت کے بغیر اس میں حصہ نہیں لیا جا سکتا۔ بقول امام ابن قدامہ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ سیدنا عمر، عثمان رضی اللہ عنہما، امام مالک، اوزاعی، ثوری اور شافعی رحمہ اللہ سے یہی منقول ہے۔ (المغني: 375/10، 376) تاہم جب جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر نماز باجماعت کی طرح والدین کی اجازت ضروری نہیں۔ (المغني: 377/10، وفتح الباري: 170/6)

(المعجم ٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُبْعَثُ سَرِيَّةً وَحْدَهُ (التحفة ٢٩)

باب:3۔ ایک اکیلے آدمی کو دستے کا امیر بنا کر بھیجا جا سکتا ہے

١٦٧١ـ أخرجه البخاري، الأدب، باب: لا يجاهد إلا بإذن الأبوين، ح: ٥٩٧٢ ومسلم، ح: ٢٥٤٩ من حديث يحيى القطان به * وفي الباب عن ابن عباس [الطبراني في الكبير: ١١/ ٤١١، ح: ١٢١٦٧].

١٦٧٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى [النَّيْسَابُورِيُّ]: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ فِي قَوْلِهِ: ﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ [النسآء:٥٩] قَالَ: عَبْدُ اللهِ بْنُ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ ابْنِ عَدِيٍّ السَّهْمِيُّ، بَعَثَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى سَرِيَّةٍ. أَخْبَرَنِيهِ يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

[1672] ابن جریج نے اس آیت: ﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ ''اللہ کی اطاعت کرو، رسول اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے امراء کی'' کی تفسیر میں بتایا کہ عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی سہمی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دستے کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہمارے علم میں ابن جریج کی روایت ہی سے آئی ہے۔

فائدہ: ابن جریج کا مقصد یہ ہے کہ اس میں امراء سے مراد حکومتی کارندے ہیں۔ جمہور سلف و خلف مفسرین وفقہاء کے نزدیک امراء سے مراد حکومتی ذمہ داران ہی ہیں۔ ان میں امیر لشکر یا دستہ بھی داخل ہے۔ صحیح یہی ہے اگرچہ بعض اہل علم نے اس سے مراد اہل علم لیے ہیں۔ (تحفة الأحوذي: 5/258، 259)

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يُسَافِرَ الرَّجُلُ وَحْدَهُ (التحفة ٣٠)

باب: 4۔ اکیلے شخص کو سفر نہیں کرنا چاہیے

١٦٧٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ] عَنْ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ أَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ» - يَعْنِي وَحْدَهُ.

[1673] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ ان آفات و مصائب کو جان لیں جو اکیلا سفر کرنے میں میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات کو اکیلا سفر نہ کرے۔''

فائدہ: سفری سہولت اور آسانی کے لیے رفیق سفر کی ضرورت ہے۔ اگر انسان اکیلا ہو تو غم خوار ساتھ نہ ہونے کے سبب سفر میں مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور چپ چاپ سفر کرنا بھی مشکل ہوتا ہے، خاص کر رات کو وحشت اور خطرہ بھی محسوس ہوتا ہے۔ لیکن شاہراہ عام پر چلنا، جہاں لوگوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے اور راستے میں آنے جانے والوں کے سبب کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں ہوتا اور منزل پر پہنچنے کے لیے زیادہ وقت بھی صرف نہیں ہوتا اور وہاں اکیلے نہیں ٹھہرنا پڑتا، کہیں عزیز و

١٦٧٢- أخرجه البخاري، التفسير، باب: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم﴾ ذوي الأمر. ح: ٤٥٨٤ ومسلم، ح: ١٨٣٤ من حديث الحجاج بن محمد به.

١٦٧٣- أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب السير وحده، ح: ٢٩٩٨ من حديث عاصم بن محمد به.

اقارب یا دوست احباب کے ساتھ ٹھہرنا پڑتا ہے، تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر جنگی مصلحت یا قومی مفادات کے لیے دشمن کی جاسوسی یا حالات کا جائزہ لینے کے لیے اکیلے جانے کی ضرورت ہو تو پھر بھی کوئی حرج نہیں لیکن بلاوجہ اور بلاضرورت و مجبوری اکیلے سفر کرنا تکلیف اور پریشانی کا باعث بنتا ہے، اس لیے لمبا سفر اور کہیں ایک عرصے تک رہنے کا سفر ساتھیوں کے ساتھ ہی کرنا چاہیے۔ (فتح الباري: 167/6)

١٦٧٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَّالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ».

[1674] عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اکیلا سوار یا مسافر شیطان ہے (اس کا ساتھی اور اس کے ماننے والا ہے۔) اور دو سوار یا مسافر دو شیطان ہیں اور تین ایک قافلہ ہیں۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عَاصِمٍ، وَّهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ [قَالَ مُحَمَّدٌ: هُوَ ثِقَةٌ صَدُوقٌ. وَّعَاصِمُ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِيُّ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ لَا أَرْوِي عَنْهُ شَيْئًا]، وَحَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو حَسَنٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور ہمارے علم میں صرف عاصم کی سند سے آئی ہے۔ اور عاصم سے مراد محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر کا بیٹا ہے۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ ثقہ اور صدوق ہے۔ اور عاصم بن عمر عمری حدیث کے سلسلے میں ضعیف ہے۔ میں اس سے کچھ روایت نہیں کرتا۔ اور عبداللہ بن عمرو کی روایت حسن ہے۔

فائدہ: سفری ضروریات و مشاغل کے اعتبار سے کم از کم تین ساتھیوں کو سفر کرنا چاہیے تاکہ بیماری یا موت کی صورت میں ایک دوسرے کے کام آ سکیں۔ کسی ایمرجنسی کی صورت میں اہل خانہ کو اطلاع ہو سکے، ایک دوسرے کا سامان محفوظ کر سکیں اور باہمی طور پر مل جل کر اپنے ضروری امورِ سفر آسانی سے سرانجام دے سکیں۔ اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کو نظر انداز کرتے ہیں وہ شیطان کے پیرو ہیں۔ ایسے اکیلے مسافروں کے عزیز و اقارب بھی اضطراب اور پریشانی سے دوچار ہوتے ہیں۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْكَذِبِ وَالْخَدِيعَةِ فِي الْحَرْبِ (التحفة ٢١)

باب: 5۔ لڑائی میں توریہ اور مناسب چال (تدبیر) اختیار کرنے کی رخصت ہے

١٦٧٤۔ أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في الرجل يسافر وحده، ح: ٢٦٠٧ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ٢/ ٩٧٨ وصححه ابن خزيمة والحاكم: ٢/ ١٠٢ ووافقه الذهبي وحسنه البغوي في شرح السنة، ح: ٢٦٧٥.

١٦٧٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ: سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ».

[1675] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لڑائی تو ایک تدبیر اور چال ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ بْنِ السَّكَنِ، وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی، زید بن ثابت، سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عباس، ابو ہریرہ، سیدہ اسماء بنت یزید بن سکن، کعب بن مالک اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لغوی تشریح: [خُدْعَة] کو مختلف طریقوں سے پڑھا گیا ہے: [خَدْعة] ایک ہی چال ہے۔ [خُدْعة] مجسمۂ چال و تدبیر ہے۔ [خُدَعة] بہت بڑی چالباز اور تدبیر کرنے والی ہے۔ خَدَعَة، خَادِع کی جمع ہے۔ چالبازوں کا مجموعہ ہے۔ اور خدع کے اصل معنی خفیہ تدبیر ہیں جو بظاہر کچھ نظر آئے اور حقیقت کچھ اور ہو۔

فائدہ: خدعہ ایک خفیہ تدبیر ہے جسے چال کا نام دیا جاتا ہے اور توریہ و تعریض بھی ایک اسلوب ہے جس سے مخاطب کچھ سمجھتا ہے اور متکلم کوئی اور مفہوم مراد لیتا ہے۔ اور دونوں ہی مفہوم اپنی اپنی جگہ درست ہوتے ہیں۔ حقیقی اور واقعی طور پر جھوٹ نہیں ہوتے، اسی طرح مخفی چال اور خفیہ تدبیر کے ذریعے سے دشمن کو اصل حقائق سے دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ وہ اس کا توڑ اور دفاع نہ کر سکے، اس لیے کذب سے مراد صریح جھوٹ اور خدعہ سے مراد سازش یا دھوکا و فریب مراد لینا درست نہیں اگرچہ بعض حضرات نے یہ معنی لیے ہیں۔ بہرحال دشمن پر غلبے اور کامیابی، نیز اپنے تحفظ و دفاع کے لیے محض شجاعت و بسالت اور اسباب و وسائل کی فراوانی ہی کافی نہیں، اس کے لیے حکمت عملی اور خفیہ تدابیر اپنانا بھی ضروری ہے جس کے ذریعے سے دشمن کو اپنے عزائم اور منصوبہ بندی سے بے خبر رکھا جا سکے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح صحيح مسلم از نووي: 67/12، وتكملة فتح الملهم: 3/31-33، ومنة المنعم: 3/172، 173)

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي غَزَوَاتِ النَّبِيِّ ﷺ [وَ]كَمْ غَزَا (التحفة ٢٢)

باب: 6۔ نبی ﷺ کے غزوات اور ان کی تعداد

١٦٧٥ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب: الحرب خدعة، ح: ٣٠٣٠ ومسلم، ح: ١٧٣٩ من حديث سفيان بن عيينة به
* وفي الباب عن علي [النسائي في الكبرى: ٥/ ١٩٣، ح: ٨٦٤٤]، وزيد بن ثابت [الطبراني في الكبير: ٥/ ١٣٦، ح: ٤٨٦٦]، وعائشة [ابن ماجه، ح: ٢٨٣٣]، وابن عباس [ابن ماجه، ح: ٢٨٣٤]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٣٠٢٩ ومسلم، ح: ١٧٤٠]، وأسماء بنت يزيد بن السكن [لعله يشير إلى الحديث الآتي: ١٩٣٩]، وكعب بن مالك [أبو داود، ح: ٢٦٣٧]، وأنس بن مالك [أحمد: ٣/ ٢٢٤].

١٦٧٦- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ وَّأَبُو دَاوُدَ [الطَّيَالِسِيُّ] قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: كُنْتُ إِلٰى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَقِيلَ لَهُ: كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ: تِسْعَ عَشْرَةَ، فَقُلْتُ: كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ مَعَهُ؟ قَالَ: سَبْعَ عَشْرَةَ، قُلْتُ: وَأَيَّتُهُنَّ كَانَ أَوَّلَ؟ قَالَ: ذَاتُ الْعُشَيْرَاءِ أَوِ الْعُسَيْرَاءِ.

[1676] ابو اسحاق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان سے پوچھا گیا: رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعداد کتنی ہے؟ انھوں نے کہا: انیس۔ میں نے پوچھا: آپ نے آپ ﷺ کے ساتھ کتنے غزوات میں حصہ لیا ہے؟ کہا: سترہ میں۔ میں نے پوچھا: ان میں سب سے پہلا کون سا تھا؟ جواب دیا: ذَاتُ الْعُشَيْرَاء یا عُسَيْرَاء۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: غزوے سے مراد وہ جنگ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے ہوں، لڑائی میں آپ نے حصہ لیا ہو یا نہ۔ جس جنگ کے لیے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو روانہ فرمایا ہو، خود تشریف نہ لے گئے ہوں، اسے سریہ کہتے ہیں۔ غزوات کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ انیس، اکیس، بائیس، چوبیس، پچیس، چھبیس اور ستائیس۔ بدر، اُحد، خندق، قریظہ، مریسیع، خیبر، مکہ، حنین اور طائف کے غزوات میں آپ ﷺ نے لڑائی لڑی اور احد میں آپ نے بذات خود ابی بن خلف کو جہنم رسید کیا۔ ایک سفر کے غزوات مکہ، حنین، اوطاس اور طائف کو ایک شمار کریں، اسی طرح خندق اور قریظہ کو ایک شمار کریں تو تعداد کم ہو جائے گی۔ اگر الگ الگ شمار کریں تو تعداد بڑھ جائے گی۔ اکثر اصحاب مغازی تعداد ستائیس بناتے ہیں۔ سب سے پہلا غزوہ ابواء یا ودّان ہے، پھر بواط اور پھر عشیرہ ہے۔

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّفِّ وَالتَّعْبِيَةِ عِنْدَ الْقِتَالِ (التحفة ٣٢)

باب: 7۔ لڑائی کے وقت صف بندی اور تیاری

١٦٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: عَبَّأَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِبَدْرٍ لَيْلًا.

[1677] سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رات ہی کو تیار کر دیا تھا، یعنی ہماری صف بندی فرما دی تھی۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا

١٦٧٦- أخرجه البخاري، المغازي، باب غزوة العشيراء أو العسيرة، ح: ٣٩٤٩ من حديث وهب بن جرير ومسلم، الجهاد، باب عدد غزوات النبي ﷺ، ح: ١٢٥٤/ ٤٣ قبل، ح: ١٨١٣ من حديث شعبة به، وهو في مسند الطيالسي، ح: ٦٨١، ٦٨٢، ٦٨٤.

١٦٧٧- [ضعيف] * محمد بن حميد: ضعيف وكان ابن معين حسن الرأي فيه (تقريب) وابن إسحاق عنعن إن صح السند إليه * وفي الباب عن أبي أيوب [أحمد: ٥/ ٤٢٠].

[وَ]هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَقَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ سَمِعَ مِنْ عِكْرِمَةَ. وَحِينَ رَأَيْتُهُ كَانَ حَسَنَ الرَّأْيِ فِي مُحَمَّدِ بْنِ حُمَيْدٍ الرَّازِيِّ ثُمَّ ضَعَّفَهُ بَعْدُ.

ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسی سند سے آئی ہے۔ میں نے امام محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو یہ ان کے علم میں نہ تھی اور انھوں نے کہا: محمد بن اسحاق نے عکرمہ سے سنا ہے۔ اور جس وقت میں انھیں امام بخاری رحمہ اللہ کو) ملا تو ان کی رائے محمد بن حمید رازی کے بارے میں اچھی تھی، پھر بعد میں انھوں نے اسے ضعیف قرار دے دیا۔

لغوی تشریح: عَبَأَ: تیار کرنا۔ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے کرنا۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْقِتَالِ
(التحفة ٣٢)

باب: 8۔ لڑائی کے وقت دعا کرنا

١٦٧٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - يَدْعُو عَلَى الْأَحْزَابِ فَقَالَ: «اللّٰهُمَّ! مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الْأَحْزَابَ وَزَلْزِلْهُمْ».

[1678] سیدنا ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ احزاب (کفار کے گروہوں) کے خلاف یہ دعا فرما رہے تھے: [اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ، اِهْزِمِ الْأَحْزَابَ وَزَلْزِلْهُمْ] ''اے اللہ! کتاب اتارنے والے! جلد حساب لینے والے! (کفار کے ان) گروہوں کو شکست دے اور ان کے پاؤں اکھاڑ دے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ.
[وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ لڑائی میں کامیابی و کامرانی کا انحصار دل کے حوصلہ وثبات، سکینت و اطمینان اور ثابت قدمی پر ہے۔ اگر دل کے اندر حوصلہ اور ہمت نہ ہو تو پاؤں نہیں جمتے۔ اگر پاؤں اکھڑ جائیں تو شکست یقینی ہوتی ہے۔ اور دل کو ثبات و حوصلہ، سکینت و اطمینان اور استقلال و استقامت عنایت کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس لیے دشمن کی شکست کی دعا اس سے کی جا سکتی ہے کہ وہ دشمن کے حوصلے پست کر دے اور ان کے قدم اکھاڑ دے تا کہ وہ شکست کھا جائیں۔

١٦٧٨- أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة، ح: ٢٩٣٣ ومسلم، ح: ١٧٤٢ من حديث إسماعيل بن أبي خالد به * وفي الباب عن ابن مسعود [النسائي في الكبرى، ح: ١٠٤٤٢ وعمل اليوم والليلة، ح: ٦٠٦].

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَلْوِيَةِ (التحفة ٣٥)

باب:9۔ (دستوں کے الگ الگ) جھنڈوں کا بیان

١٦٧٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ [الْكُوفِيُّ] وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عَمَّارٍ هُوَ الدُّهْنِيُّ ـ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَلِوَاؤُهُ أَبْيَضُ.

[1679] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کا جھنڈا سفید تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ آدَمَ عَنْ شَرِيكٍ قَالَ: وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ آدَمَ عَنْ شَرِيكٍ، وَقَالَ: حَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَالْحَدِيثُ هُوَ هٰذَا. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَالدُّهْنُ بَطْنٌ مِنْ بَجِيلَةَ، وَعَمَّارٌ الدُّهْنِيُّ هُوَ عَمَّارُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الدُّهْنِيُّ، وَيُكْنَى أَبَا مُعَاوِيَةَ، وَهُوَ كُوفِيٌّ [وَهُوَ] ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم کے مطابق صرف یحییٰ بن آدم ہی شریک سے بیان کرتا ہے۔ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام محمد (بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ) سے پوچھا تو ان کے علم میں بھی اسے صرف یحییٰ بن آدم شریک سے بیان کرتا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ مجھے کئی راویوں نے شریک کی سند سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے جبکہ آپ کی پگڑی سیاہ تھی۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: صحیح حدیث یہی ہے۔ (جھنڈے والی بات صحیح نہیں۔) امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دُہن، بجیلہ قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ اور عمار دُہنی سے مراد عمار بن معاویہ دُہنی ہے جس کی کنیت ابومعاویہ ہے۔ یہ کوفے کا باشندہ ہے اور محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔

لغوی تشریح: اَلْوِیَہ، لِوَاء کی جمع ہے۔ کپڑے کا وہ ٹکڑا جسے نیزے کی لکڑی کے گرد لپیٹا جاتا ہے۔ اور رَأیہ وہ کپڑا جسے باندھ کر کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پورے لشکر کا جھنڈا رأیہ کہلاتا ہے اور الگ الگ دستوں کا جھنڈا لواء کہلاتا ہے۔ مرکز ثقل رأیہ ہوتا ہے جس کی حفاظت وتحفظ کے لیے پورا لشکر لڑتا ہے، گویا وہ ام الحرب (لڑائی کا محور) ہوتا ہے۔ امیر لشکر کا خصوصی جھنڈا بھی لِوَاء کہلاتا ہے۔ گویا لواء چھوٹا جھنڈا ہوتا ہے اور رأیہ بڑا جھنڈا۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ مکے میں داخلے کے وقت نبی ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ پگڑی تھی۔

١٦٧٩ـ [حسن لغيره] أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في الرايات والألوية، ح: ٢٥٩٢ وابن ماجه، ح: ٢٨١٧ والنسائي، ح: ٢٨٦٩ من حديث يحيى بن آدم به وصححه الحاكم على شرط مسلم: ٢/ ١٠٤، ١٠٥ وله شواهد، انظر، ح: ١٦٨١.

لیکن یہ سفید جھنڈے والی روایت بھی حسن ہے، اس لیے ان میں باہم کوئی تضاد نہیں، دونوں ہی باتیں صحیح ہو سکتی ہیں۔

(المعجم ١٠) بَابُ [مَا جَاءَ] فِي الرَّايَاتِ (التحفة ٢٦)

باب:10۔ بڑے جھنڈوں کا بیان

١٦٨٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ مَوْلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: بَعَثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ إِلَى الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَسْأَلُهُ عَنْ رَّايَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِّنْ نَّمِرَةٍ».

[1680] محمد بن قاسم کا آزاد کردہ غلام یونس بن عبید بیان کرتا ہے کہ مجھے محمد بن قاسم نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا کہ میں ان سے رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے بارے میں دریافت کروں تو سیدنا براء نے بتایا: وہ دھاری دار چادر کا چارکونوں والا سیاہ رنگ کا تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّالْحَارِثِ ابْنِ حَسَّانَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ. وَأَبُو يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ اسْمُهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَرَوٰى عَنْهُ أَيْضًا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی، حارث بن حسان اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں یہ حدیث صرف ابن ابی زائدہ بیان کرتا ہے۔ اور ابو یعقوب ثقفی کا نام اسحاق بن ابراہیم ہے۔ عبیداللہ بن موسیٰ بھی اس سے روایت کرتا ہے۔

١٦٨١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ [وَ]هُوَ السَّالِحَانِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ لَّاحِقَ بْنَ حُمَيْدٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَتْ رَايَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَوْدَاءَ، وَلِوَاؤُهُ أَبْيَضَ.

[1681] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مرکزی جھنڈا سیاہ تھا اور خصوصی جھنڈا سفید تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور اس سند سے غریب ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کا مرکزی جھنڈا عموماً سیاہ وسفید رنگ کا ہوتا تھا جس میں سیاہ رنگ غالب ہوتا تھا، اس لیے دور سے سیاہ ہی محسوس ہوتا تھا۔ بعض دفعہ اور رنگ بھی ہوتا تھا۔ (تحفة الأحوذي: 269/5)

١٦٨٠- [حسن لغيره] أخرجه أبو داود، أيضًا، ح: ٢٥٩١ من حديث يحيى بن زكريا به وللحديث شواهد * وفي الباب عن علي [النسائي في السنن الكبرى، ح: ٨٦٤٠]، والحارث بن حسان [يأتي: ٣٢٧٤]، وابن عباس [يأتي: ١٦٨١].

١٦٨١- [حسن لغيره] أخرجه ابن ماجه، الجهاد، باب الرايات والألوية، ح: ٢٨١٨ من حديث يحيى بن إسحاق به.

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الشِّعَارِ (التحفة ٢٧)

باب: 11۔ شناخت کے لیے مخصوص الفاظ (کوڈ)

١٦٨٢۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي صُفْرَةَ، عَمَّنْ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنْ بَيَّتَكُمُ الْعَدُوُّ فَقُولُوا: حٰمٓ لَا يُنْصَرُونَ».

[1682] مہلب بن ابی صفرہ نے اس شخص سے روایت کیا جس نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''اگر تم پر دشمن رات کو اچانک حملہ کرے تو تم (باہمی شناخت کے لیے) کہنا: [حمٓ لَا یُنْصَرُون] ''حم، ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، وَهٰكَذَا رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ مِثْلَ رِوَايَةِ الثَّوْرِيِّ. وَرُوِيَ عَنْهُ عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي صُفْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا سلمہ بن اکوع سے بھی روایت آئی ہے۔ بعض راویوں نے یہ روایت ابو اسحاق سے ثوری کی طرح متصل بیان کی ہے۔ اور بعض نے اسے مہلب بن ابی صفرہ سے مرسلاً (صحابی کا واسطہ چھوڑ کر) بیان کیا ہے۔

فائدہ: لڑائی کے موقع پر باہمی شناخت کے لیے اور دشمن کی پہچان کی خاطر، اپنے ساتھیوں کو مخصوص الفاظ سکھائے جاتے ہیں تاکہ رات کو اچانک حملے کی صورت میں ایک دوسرے ہی سے نہ ٹکرا جائیں اور دشمن کی طرف سے آنے والے جاسوس کو کوڈ پوچھ کر پہچان سکیں، اس لیے کوڈ بھی بدلتا رہتا ہے۔

(المعجم ١٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ٢٨)

باب: 12۔ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی شکل وصورت

١٦٨٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُجَاعٍ الْبَغْدَادِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: صَنَعْتُ سَيْفِي عَلٰى سَيْفِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، وَزَعَمَ سَمُرَةُ أَنَّهُ صَنَعَ سَيْفَهُ عَلٰى سَيْفِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَكَانَ حَنَفِيًّا.

[1683] امام ابن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی تلوار کی شکل و صورت پر بنوائی اور سمرہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ انھوں نے اپنی تلوار رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی ہیئت وشکل پر بنوائی ہے، اور وہ بنوحنفیہ کے انداز کی تھی۔

١٦٨٢۔ أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في الرجل ينادي بالشعار، ح: ٢٥٩٧ من حديث سفيان الثوري به وصححه الحاكم على شرط البخاري ومسلم: ٢/ ١٠٧ ووافقه الذهبي وصححه ابن كثير في تفسيره: ٤/ ٦٩ وأبو إسحاق صرح بالسماع عند عبدالرزاق، ح: ٩٤٦٧ * وفي الباب عن سلمة بن الأكوع [أبو داود، ح: ٢٥٩٦].

١٦٨٣۔ [ضعيف] أخرجه أحمد: ٥/ ٢٠ من حديث عثمان بن سعد الكاتب به وهو ضعيف كما في التقريب وغيره.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ فِي عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ الْكَاتِبِ وَضَعَّفَهُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ اور یحییٰ بن سعید قطان نے عثمان بن سعد الکاتب پر جرح کی ہے اور اسے اس کے حافظے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

فائدہ: اسلاف جہاں تک ممکن ہوتا ہر چیز میں رسول اللہ ﷺ کی پسند ہی کو اپنی پسند قرار دیتے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق دے، آمین۔

(المعجم ١٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْفِطْرِ عِنْدَ الْقِتَالِ (التحفة ٢٩)

باب: 13۔ لڑائی کے لیے روزہ افطار کرنا

١٦٨٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ قَزَعَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: لَمَّا بَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مَرَّ الظَّهْرَانِ فَآذَنَنَا بِلِقَاءِ الْعَدُوِّ فَأَمَرَنَا بِالْفِطْرِ فَأَفْطَرْنَا [أَجْمَعُونَ].

[1684] سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فتح مکہ والے سال جب مرالظہران نامی جگہ پر پہنچے تو ہمیں دشمن کے ساتھ مڈبھیڑ سے آگاہ فرمایا اور ہمیں حکم دیا کہ روزہ افطار کرلیں، تو ہم سب نے روزہ افطار کرلیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔

فائدہ: دشمن سے ٹکرانے کے لیے ہمت و حوصلے کے ساتھ قوت و طاقت کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اور روزے کی بھوک پیاس سے قوت و طاقت میں کمزوری پیدا ہوتی ہے، اس لیے جب دشمن کے قریب پہنچ جائیں اور باہمی ٹکراؤ کا خطرہ ہو تو پھر روزہ نہ رکھا جائے۔ اور ضرورت ہو تو رکھا ہوا بھی چھوڑ دیا جائے جیسا کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سفر میں کیا تھا۔ (تحفة الأحوذي: 270/5)

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخُرُوجِ عِنْدَ الْفَزَعِ (التحفة ٣٠)

باب: 14۔ ڈر اور خوف کے وقت (حالات کے جائزے کے لیے) نکلنا

١٦٨٥- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا

[1685] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی

١٦٨٤ـ أخرجه مسلم، الصيام، باب أجر المفطر في السفر إذا تولى العمل، ح: ١١٢٠ من حديث قزعة به.

١٦٨٥ـ أخرجه البخاري، الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب من استعار من الناس الفرس، ح: ٢٦٢٧ ومسلم، ح: ٢٣٠٧ من حديث شعبة به وهو في مسند الطيالسي، ح: ١٩٧٩ باختلاف يسير * وفي الباب عن عمرو بن العاص [أحمد: ٤/ ٢٠٣ «

أَبُودَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ [قَالَ]: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: رَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ مَنْدُوبٌ، فَقَالَ: «مَا كَانَ مِنْ فَزَعٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا».

ﷺ (حالات کے جائزے کے لیے) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے مندوب نامی گھوڑے پر سوار ہوئے اور (واپسی پر) فرمایا: ''کسی خوف وخطرے یا گھبراہٹ کی بات نہیں ہے اور ہم نے تو اسے سمندر پایا ہے۔'' (سبک خرام، تیز رفتار۔)

[قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ]. [وَ] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بارے میں ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت بھی آئی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٦٨٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَأَبُو دَاوُدَ قَالُوا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ [بْنِ مَالِكٍ] قَالَ: كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَعَارَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَرَسًا لَنَا يُقَالُ لَهُ مَنْدُوبٌ، فَقَالَ: «مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا».

[1686] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینے میں (کسی افواہ سے) دہشت و گھبراہٹ کے آثار پیدا ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمارا مندوب نامی گھوڑا عاریتاً (مانگ کر) لیا، اور (واپسی پر) فرمایا: ''ہم نے کسی قسم کی گھبراہٹ والی بات نہیں دیکھی، اور ہم نے اسے بہت تیز رفتار پایا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: بعض دفعہ کسی شک وشبہ یا افواہ کی بنا پر خوف وخطرے کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں جس سے تمام لوگ اضطراب اور پریشانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں حالات کا جائزہ لے کر لوگوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنا بہت بڑی نیکی ہے تاکہ وہ بلاوجہ خوف وخطرے سے پریشان نہ ہوں۔

١٦٨٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَجْوَدَ النَّاسِ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ، قَالَ: وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً سَمِعُوا صَوْتًا قَالَ: فَتَلَقَّاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ وَهُوَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهُ، فَقَالَ: «لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا»، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَجَدْتُهُ بَحْرًا» - يَعْنِي الْفَرَسَ.

[1687] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سب لوگوں سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ دلیر اور بہادر تھے۔ کہتے ہیں: اہل مدینہ ایک رات ایک آواز سن کر گھبرا گئے (باہر نکلے) تو رسول اللہ ﷺ انھیں آگے سے آتے ہوئے ملے۔ آپ ﷺ سیدنا ابوطلحہ کے ننگی پیٹھ گھوڑے پر سوار تھے اور اپنی تلوار لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''گھبراؤ نہیں، گھبراؤ نہیں۔'' اور نبی ﷺ نے

» والنسائي في فضائل الصحابة، ح: ١٩٦ والكبرى، ح: ٨٣٠١].

١٦٨٦- أخرجه مسلم، الفضائل، باب شجاعته ﷺ، ح: ٢٣٠٧ عن محمد بن بشار به مختصرًا، وانظر الحديث السابق.

١٦٨٧- أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب: إذا فزعوا بالليل؟، ح: ٣٠٤٠ عن قتيبة ومسلم، ح: ٢٣٠٧ من حديث حماد ابن زيد به.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

فرمایا: ''میں نے اسے، یعنی گھوڑے کو بہت تیز رفتار پایا ہے۔''

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الثَّبَاتِ عِنْدَ الْقِتَالِ (التحفة ٣١)

باب: 15۔لڑائی کے وقت ثابت قدم رہنا

١٦٨٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [الثَّوْرِيُّ]: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ لَنَا رَجُلٌ أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَا أَبَا عُمَارَةَ؟ قَالَ: لَا، وَاللهِ! مَا وَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلٰكِنْ وَلّٰى سَرَعَانُ النَّاسِ تَلَقَّتْهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ عَلٰى بَغْلَتِهِ، وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ».

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عُمَرَ.

[وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[1688] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ایک آدمی نے پوچھا: اے ابوعمارہ! کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے پشت نہیں دکھائی لیکن جلد باز لوگ پیٹھ پھیر گئے۔ ہوازن قبیلے نے ان کا استقبال تیروں سے کیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے، جبکہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: ''میں نبی ہوں، اس میں کچھ جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: فوج یا لشکر اس وقت شکست خوردہ اور بھگوڑا تصور کیا جاتا ہے جب سپہ سالار میدان سے بھاگ جائے۔ اگر سپہ سالار میدان جنگ میں ڈٹا ہو، لشکر اس کی طرف لوٹ سکتا ہو تو وہ شکست خوردہ یا بھگوڑا نہیں ہوتا، اس لیے سیدنا براء نے جواب دیا کہ اگرچہ جلد باز لوگ جو آگے آگے تھے اور پوری طرح مسلح نہ تھے وہ تیروں کی بارش سے پیچھے لوٹ آئے لیکن رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اپنی طرف بلند آواز سے بلاتے ہوئے وہاں ڈٹے ہوئے ان کا حوصلہ بلند کر رہے تھے کہ میں عبدالمطلب کی اولاد کا وہ فرد ہوں جس کے بارے میں جاہلیت کے دور ہی میں مشہور تھا کہ وہ خاتم الانبیاء ہوگا اور دشمن پر غلبہ پائے گا۔ میرے نبی ہونے اور عبدالمطلب کی اولاد ہونے میں کسی قسم کے جھوٹ کا شائبہ نہیں ہے، اس لیے میرا غلبہ یقینی ہے، کیوں بھاگتے ہو؟ (منة المنعم: 203/3)

١٦٨٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ [الْبَصْرِيُّ]: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ

[1689] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حنین کے موقع پر اپنے ساتھیوں کو دیکھا جبکہ انصار و مہاجر

١٦٨٨ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب بغلة النبي ﷺ البيضاء، ح: ٢٨٧٤ ومسلم، ح: ١٧٧٦/ ٨٠ من حديث يحيى القطان به * وفي الباب عن علي [لعله يشير إلى حديث أحمد: ١/ ٨٦، ١٢٦، ١٥٦]، وابن عمر [يأتي: ١٦٨٩].

١٦٨٩ـ أخرجه الطبراني في الأوسط: ٥/ ٥١١، ٥١٢، ح: ٤٩٧٣ من حديث محمد بن علي به وقال: "تفرد به محمد" يعني

عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا يَوْمَ حُنَيْنٍ وَإِنَّ الْفِئَتَيْنِ لَمُوَلِّيَتَانِ وَمَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِائَةُ رَجُلٍ.

دونوں گروہ پشت دکھا چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سو افراد بھی نہیں (رہ گئے) تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور عبیداللہ کی روایت سے غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسی سند سے آئی ہے۔

فائدہ: جنگ حنین میں آغاز میں دونوں گروہوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی شجاعت و بہادری اور ثابت قدمی کی بنا پر آہستہ آہستہ تمام مجاہدین واپس آ گئے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بقول آپ کے ساتھ اسی مہاجر تھے۔ (تحفة الأحوذي: 274/5)

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي السُّيُوفِ وَحِلْيَتِهَا (التحفة ٤٢)

باب: 16۔ تلواریں اور ان کی زیب و زینت

١٦٩٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ أَبُو جَعْفَرٍ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا طَالِبُ بْنُ حُجَيْرٍ عَنْ هُودِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ جَدِّهِ مَزِيدَةَ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى سَيْفِهِ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ، قَالَ طَالِبٌ: فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِضَّةِ فَقَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ السَّيْفِ فِضَّةً.

[1690] سیدنا مزیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کی تلوار پر سونے اور چاندی کا جڑاؤ تھا۔ طالب (راوی) کہتے ہیں: میں نے اپنے استاد ہود سے چاندی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: تلوار کے دستے کا کنارہ چاندی کا تھا۔

[قَالَ: أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَجَدُّ هُودٍ اسْمُهُ مَزِيدَةُ الْعَصَرِيُّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے۔ اور یہ حدیث حسن غریب ہے اور ہود کے دادا کا نام مزیدہ عصری ہے۔

١٦٩١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ

[1691] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

◄ ابن عمر بن علي المقدمي بهذا السند، وللحديث شواهد كثيرة، انظر تفسير ابن كثير: ١/ ٣٥٨ وغيره.

١٦٩٠ـ [ضعيف] أخرجه الطبراني في الكبير: ٢٠/ ٣٤٥ـ٣٤٧، ح: ٨١٢ من حديث محمد بن صدران به ✽ وفي الباب عن أنس [يأتي: ١٦٩١].

١٦٩١ـ أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في السيف يحلى، ح: ٢٥٨٣ والنسائي، ح: ٥٣٧٦ من حديث جرير بن حازم به وللحديث شواهد عند النسائي، ح: ٥٣٧٥ وغيره ورواه أبو داود، ح: ٢٥٨٤ عن قتادة عن سعيد بن أبي الحسن به.

جَرِيرِ [بْنِ حَازِمٍ]: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ فِضَّةٍ.

ﷺ کی تلوار کے دستے کا کنارہ چاندی کا تھا۔

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ فِضَّةٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمام نے بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور بعض راویوں نے قتادہ سے سیدنا انس کی بجائے سعید بن ابی حسن سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے دستے کا کنارہ چاندی کا تھا۔ (گویا یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ سعید تابعی ہے۔)

فائدہ: اس زمانے میں لوگ تلوار کے دستے پر مضبوطی سے ہاتھ رکھنے کے لیے اس پر سونا، چاندی اور لوہا وغیرہ جڑ لیتے تھے۔ مسلمانوں کی تلواروں پر عام طور پر لوہا، چمڑا یا قلعی ہوتی تھی، کبھی تھوڑی سی مقدار میں دستے کے آخر میں چاندی جڑ لیتے تھے۔

(المعجم ١٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الدِّرْعِ (التحفة ٢٣)

باب: 17۔ زرہ کا بیان

١٦٩٢- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ: حَدَّثَنَا يُونُسُ ابْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ: كَانَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ دِرْعَانِ يَوْمَ أُحُدٍ، فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَأَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهُ، فَصَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ حَتَّى اسْتَوٰى عَلَى الصَّخْرَةِ. فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «أَوْجَبَ طَلْحَةُ».

[1692] سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے موقع پر نبی ﷺ نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے مگر چڑھ نہ سکے، اس پر آپ نے سیدنا طلحہ کو اپنے نیچے بٹھایا، پھر نبی ﷺ ان پر چڑھے حتی کہ چٹان پر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ تو میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''طلحہ نے اپنے لیے (جنت) واجب کر لی ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ وَالسَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا صفوان بن امیہ اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف محمد بن اسحاق بیان کرتا ہے۔

١٦٩٢- أخرجه البزار (البحر الزخار): ٣/ ١٨٨، ح: ٩٧٢ من حديث أبي سعيد الأشج به ومحمد بن إسحاق صرح بالسماع في الرواية المختصرة عند أبي يعلى: ٢/ ٣٣، ح: ٦٧٠ والحديث صححه ابن حبان، ح: ٢٢١٢ والحاكم: ٣/ ٢٥، ٣٧٣، ٣٧٤ والذهبي * وفي الباب عن صفوان بن أمية [أبو داود، ح: ٣٥٦٢-٣٥٦٤]، والسائب بن يزيد [الترمذي في الشمائل، ح: ١١٠].

فائدہ: جنگ کے موقع پر جارحانہ یا مدافعانہ اسلحہ استعمال کرنا اللہ تعالیٰ پر توکل کے منافی نہیں، اس بات کے اظہار کے لیے نبی ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر دو زرہیں پہنیں۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کی سہولت کے لیے نیچے بیٹھ گئے جس سے آپ بآسانی اوپر چڑھ گئے۔ اس پر آپ ﷺ نے انھیں جنت کی خوشخبری سنائی۔

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمِغْفَرِ (التحفة ٣٤)

باب: 18۔ خود کا بیان

١٦٩٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَقِيلَ لَهُ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: «اقْتُلُوهُ».

[1693] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال نبی ﷺ مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر خود تھا۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ ابن خطل کعبے کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے قتل کر دو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [غَرِيبٌ]. لَا نَعْرِفُ كَبِيرَ أَحَدٍ رَوَاهُ غَيْرَ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہمارے علم میں اس حدیث کو زہری سے مالک کے سوا کسی جلیل القدر راوی نے بیان نہیں کیا۔

فائدہ: عبداللہ بن خطل مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا تھا، مزید برآں اپنی دو گانے والی لونڈیوں سے نبی ﷺ کی ہجو بھی کرواتا تھا، اور جنگی مجرم تھا، اس لیے آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ (تحفة الأحوذي: 279/5)

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْخَيْلِ (التحفة ٣٥)

باب: 19۔ گھوڑوں کی فضیلت کا بیان

١٦٩٤ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْخَيْرُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ».

[1694] سیدنا عروہ بارقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت تک کے لیے گھوڑوں کی پیشانی میں خیر و اجر اور غنیمت رکھ دی گئی ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابن

١٦٩٣ـ أخرجه مسلم، الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام، ح: ١٣٥٧ عن قتيبة والبخاري، ح: ١٨٤٦ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٤٢٣ (يحيى).

١٦٩٤ـ أخرجه مسلم، الإمارة، باب فضيلة الخيل وأن الخير معقود بنواصيها، ح: ١٨٧٣ من حديث حصين به * وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح: ٢٨٤٩ ومسلم، ح: ١٨٧١]، وأبي سعيد [أحمد: ٣/ ٣٩]، وجرير [مسلم، ح: ١٨٧٢]، وأبي هريرة [تقدم: ١٦٣٦]، وأسماء بنت يزيد [أحمد: ٥/ ٤٥٥، ٤٥٨ وعبد بن حميد، ح: ١٥٨٣]، والمغيرة بن شعبة [الطبراني في الكبير: ٢٠/ ٤٣١، ح: ١٠٤٧]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٥٢].

سَعِيدٍ، وَجَرِيرٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، وَالْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، وَجَابِرٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَعُرْوَةُ هُوَ ابْنُ أَبِي الْجَعْدِ الْبَارِقِيُّ وَيُقَالُ: هُوَ عُرْوَةُ بْنُ الْجَعْدِ. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: وَفِقْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ الْجِهَادَ مَعَ كُلِّ إِمَامٍ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

عمر، ابوسعید، جریر، ابوہریرہ، اسماء بنت یزید، مغیرہ بن شعبہ اور جابر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور عروہ سے مراد ابن ابی جعد بارقی ہے، اسے عروہ بن جعد بھی کہا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ نکلتا یا سمجھ میں آتا ہے کہ جہاد قیامت تک ہر امام کی معیت میں کیا جائے گا۔

(المعجم ٢٠) بَابُ [مَا جَاءَ] مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْخَيْلِ (التحفة ٢٦)

باب: 20۔ کون سے گھوڑے پسندیدہ ہیں؟

١٦٩٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ [ابْنِ عَبَّاسٍ] عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يُمْنُ الْخَيْلِ فِي الشُّقْرِ».

[1695] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑے کی برکت خالص سرخ رنگ میں ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ شَيْبَانَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسی شیبان ہی کی سند سے آئی ہے۔

١٦٩٦ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ الْخَيْلِ الْأَدْهَمُ الْأَقْرَحُ الْأَرْثَمُ، ثُمَّ الْأَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ طَلْقُ الْيَمِينِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَدْهَمَ فَكُمَيْتٌ عَلٰى هٰذِهِ الشِّيَةِ».

[1696] سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بہترین گھوڑا سیاہ رنگ کا ہے جس کی پیشانی اور اوپر کے ہونٹ پر سفیدی کی آمیزش ہو، پھر جس کی پیشانی پر سفیدی اور چاروں یا تین پاؤں سفید ہوں، یعنی پانچ کلیان ہو۔ اگر سیاہ رنگ نہ ہو تو پھر اس شکل وصورت کا سرخی مائل سیاہ ہو۔''

لغوی تشریح: [شُقر] أَشقر کی جمع ہے، خالص سرخ۔ [أدهم] سیاہ رنگ۔ [أقرح] جس کی پیشانی میں سفیدی ہو، یعنی کچھ حصہ سفید ہو۔ [أرثم] جس کا اوپر والا ہونٹ سفید ہو، اور بقول بعض جس کی ناک سفید ہو۔ [محجل] جس کے چاروں

١٦٩٥ـ أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: فيما يستحب من ألوان الخيل، ح: ٢٥٤٥ من حديث شيبان به.

١٦٩٦ـ أخرجه ابن ماجه، الجهاد، باب ارتباط الخيل في سبيل الله، ح: ٢٧٨٩ من حديث يزيد بن أبي حبيب به، وانظر الحديث الآتي.

پاؤں سفید ہوں۔ [طلق اليمين] جس کا دایاں پاؤں سفیدی سے آزاد ہو، یعنی سفید نہ ہو۔ [کمیت] سرخ وسیاہ رنگ کا۔

١٦٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ [بِهٰذَا الْإِسْنَادِ] نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

[1697] محمد بن بشار رحمہ اللہ کی سند سے مذکورہ بالا کے ہم معنی بیان کیا گیا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

(المعجم ٢١) بَابُ مَا [جَاءَ مَا] يُكْرَهُ مِنَ الْخَيْلِ

(التحفة ٢٠)

باب: 21۔ ناپسندیدہ گھوڑے

١٦٩٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [النَّخَعِيُّ] عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَرِهَ الشِّكَالَ فِي الْخَيْلِ.

[1698] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے گھوڑے میں شکال کو ناپسند فرمایا، یعنی جس کے تین پاؤں سفید ہوں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَثْعَمِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. وَأَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ اسْمُهُ هَرِمٌ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ قَالَ: قَالَ لِي إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ: إِذَا حَدَّثْتَنِي فَحَدِّثْنِي عَنْ أَبِي زُرْعَةَ فَإِنَّهُ حَدَّثَنِي مَرَّةً بِحَدِيثٍ ثُمَّ سَأَلْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِسِنِينَ فَمَا خَرَمَ مِنْهُ حَرْفًا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شعبہ نے بھی یہ روایت عبداللہ بن یزید خثعمي سے ابوزرعہ کی سند سے اس کے ہم معنی بیان کی ہے۔ اور ابوزرعہ بن عمرو بن جریر کا نام ہرم ہے۔ عمارہ بن قعقاع کہتے ہیں: مجھے ابراہیم نخعی نے کہا: جب تم مجھے حدیث سناؤ تو ابوزرعہ سے سنایا کرو کیونکہ اس نے ایک دفعہ مجھے ایک حدیث سنائی، پھر میں نے کئی سال بعد اس سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے اس میں سے ایک حرف بھی نہ گرایا (کم نہ کیا۔)

١٦٩٧ـ أخرجه ابن ماجه، أيضًا، ح: ٢٧٨٩ عن محمد بن بشار به وصححه ابن حبان، ح: ١٦٣٣ والحاكم: ٢/ ٩٢ ووافقه الذهبي وللحديث طرق أخرى.

١٦٩٨ـ أخرجه مسلم، الإمارة، باب ما يكره من صفات الخيل، ح: ١٨٧٥ من حديث سفيان الثوري به ✽ وقول إبراهيم النخعي، رواه البخاري في التاريخ الكبير: ٨/ ٢٤٣، ٢٤٤ من حديث جرير بن عبدالحميد به وهو صحيح عنه، محمد بن حميد، تابعه زهير بن حرب.

لغوی تشریح: شکال کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ وہ گھوڑا جس کے تین پاؤں سفید ہوں اور ایک پاؤں کا رنگ عام رنگ کے مطابق ہو۔ یا تین پاؤں کا رنگ گھوڑے کے عام رنگ کا ہو اور ایک پاؤں سفید ہو۔ (تحفة الأحوذي: 284/5)

(المعجم ۲۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّهَانِ [وَالسَّبَقِ] (التحفة ۲۸)

باب: 22۔ گھڑ دوڑ کا بیان

۱۶۹۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ [الْوَاسِطِيُّ]: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَجْرَى الْمُضَمَّرَ مِنَ الْخَيْلِ مِنَ الْحَفْيَاءِ إِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَبَيْنَهُمَا سِتَّةُ أَمْيَالٍ، وَمَا لَمْ يُضَمَّرْ مِنَ الْخَيْلِ مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ إِلٰى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَبَيْنَهُمَا مِيلٌ وَكُنْتُ فِيمَنْ أَجْرٰى، فَوَثَبَ بِي فَرَسِي جِدَارًا.

[1699] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تربیت یافتہ گھوڑوں کو حفیاء مقام سے ثنیة الوداع تک دوڑایا اور ان کا درمیانی فاصلہ چھ میل ہے، اور غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کو ثنیة الوداع سے بنوزُریق کی مسجد تک دوڑایا اور ان کا درمیانی فاصلہ ایک میل ہے۔ اور میں بھی گھوڑا دوڑانے والوں میں شامل تھا، تو میرا گھوڑا مجھ سمیت دیوار پھلانگ گیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَنَسٍ، وَعَائِشَةَ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، جابر، انس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ثوری کی سند سے غریب ہے۔

لغوی تشریح: [مُضَمَّر] ایسے تربیت یافتہ گھوڑے کو کہا جاتا ہے جسے پہلے خوب چارہ کھلا کر موٹا تازہ کیا جاتا ہے، پھر آہستہ آہستہ چارہ کم کرتے جاتے ہیں اور اسے کمرے میں بند کر کے اس پر جھول ڈال دیتے ہیں تاکہ پسینہ نکلے اور اس کا جسم چھریرا ہو جائے اور وہ خوب دوڑ سکے۔

فائدہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا گھوڑا غیر تربیت یافتہ تھا، اس لیے انھوں نے ایک میل فاصلے کے مقابلے میں حصہ لیا۔ مسجد کی دیوار چونکہ زیادہ بلند نہیں تھی، اس لیے ان کا گھوڑا اسے پھلانگ گیا۔ جنگی سواریوں اور جنگی آلات میں باہمی مقابلہ اور مسابقت جہادی ٹریننگ اور مہارت کا حصہ ہے، اس لیے اس مقابلے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس پر انعام بھی مقرر کیا جا سکتا ہے اور باہمی شرط لگا کر بھی مقابلہ کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ تیسرا فرد داخل کیا جائے جو شرط کی رقم میں تو شریک نہ ہو لیکن اگر وہ مقابلہ جیت جائے تو وہ شرط کی رقم لے جائے۔

۱٦۹۹ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب السبق بين الخيل، ح: ۲۸٦۸ من حديث سفيان الثوري ومسلم، ح: ۱۸۷۰ من حديث عبيدالله بن عمر به * وفي الباب عن أبي هريرة [يأتي: ۱۷۰۰]، وجابر [الطبراني في الأوسط: ۱۰/ ۲۱۵، ح: ۹٤۷۲]، وأنس [البخاري، ح: ۲۸۷۱، ۲۸۷۲، ٦٥۰۱]، وعائشة [ابن ماجه، ح: ۱۹۷۹].

١٧٠٠- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ أَبِي نَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا سَبَقَ إِلَّا فِي نَصْلٍ أَوْ خُفٍّ أَوْ حَافِرٍ».

[1700] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مقابلہ صرف تیراندازی یا اونٹ دوڑانے یا گھوڑے دوڑانے میں جائز ہے۔''

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگی سواریوں اور جنگی اسلحے میں باہمی مقابلہ اور مسابقت جائز ہے۔(تحفة الأحوذي: 288/5)

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يُنْزَى الْحُمُرُ عَلَى الْخَيْلِ (التحفة ٢٩)

باب:23۔گدھوں کو گھوڑیوں پر چڑھانا ناپسندیدہ ہے

١٧٠١- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ سَالِمٍ أَبُو جَهْضَمٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَبْدًا مَأْمُورًا مَا اخْتَصَّنَا دُونَ النَّاسِ بِشَيْءٍ إِلَّا بِثَلَاثٍ: أَمَرَنَا أَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوءَ، وَأَنْ لَا نَأْكُلَ الصَّدَقَةَ، وَأَنْ لَا نُنْزِيَ حِمَارًا عَلَى فَرَسٍ.

[1701] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حکم کے پابند انسان تھے۔ آپ نے ہمیں عام لوگوں سے الگ تین چیزوں کے علاوہ کوئی خاص حکم نہیں دیا۔ آپ نے ہمیں وضو مکمل کرنے کا حکم دیا کہ ہم وضو صحیح طریقے سے (مکمل) کریں، صدقہ نہ کھائیں اور گدھے کو گھوڑی پر نہ چڑھائیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي جَهْضَمٍ هٰذَا فَقَالَ: عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [قَالَ:] وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: حَدِيثُ الثَّوْرِيِّ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَوَهِمَ فِيهِ الثَّوْرِيُّ، وَالصَّحِيحُ مَا رَوَى إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث آئی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سفیان ثوری نے یہ حدیث ابوجہضم کے واسطے سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عباس سے بیان کی ہے۔ اور امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے میں نے یہ بیان کرتے سنا ہے کہ ثوری کی حدیث ان کے وہم کی وجہ سے غیر محفوظ ہے اور صحیح

١٧٠٠ـ أخرجه أبو داود، الجهاد، باب في السبق، ح: ٢٥٧٤ والنسائي، ح: ٣٦١٥ من حديث محمد بن عبدالرحمن بن أبي ذئب به وصححه ابن حبان، ح: ١٦٣٨ وللحديث طرق أخرى.

١٧٠١ـ أخرجه أبو داود، الصلاة، باب قدر القراءة في صلاة الظهر والعصر، ح: ٨٠٨ والنسائي، ح: ١٤١ وابن ماجه، ح: ٤٢٦ من حديث أبي جهضم موسى بن سالم به وللحديث طرق أخرى * وفي الباب عن علي [أبو داود، ح: ٢٥٦٥ والنسائي، ح: ٣٦١٠].

وَعَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي جَهْضَمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

روایت اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث بن سعید کی ہے جسے وہ ابو جہضم کے واسطے سے عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس ابن عباس سے بیان کرتے ہیں۔ (ثوری کو یہاں وہم ہوا ہے کہ اس نے عبداللہ بن عبیداللہ کی بجائے عبیداللہ بن عبداللہ کہا ہے۔)

فائدہ: تین دفعہ وضو کرنا مکمل وضو ہے اور اس کا استحباب پوری امت کے لیے ثابت ہے لیکن اہل بیت کے لیے یہ حکم تاکیدی ہے۔ صدقہ و خیرات لوگوں کے مال کا میل ہوتا ہے، اس کا کھانا اہل بیت کے شرف و منزلت کے منافی ہے، اس لیے انھیں اس سے روک دیا گیا ہے۔ اسی طرح گھوڑا نسل کے اعتبار سے اعلیٰ اور مبارک جانور ہے، اس لیے گھوڑی سے خچر حاصل کرنا اعلیٰ اور عمدہ پر ادنی اور کم تر کو ترجیح دینا ہے، اس لیے پسندیدہ نہیں ہے، تاہم خچر خریدنا اور اس پر سواری کرنا ممنوع نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل آیت: 8 میں خچروں کی سواری اور ان کے باعثِ زینت ہونے کو اپنی نعمت شمار کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 289/5)

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الِاسْتِفْتَاحِ بِصَعَالِيكِ الْمُسْلِمِينَ (التحفة ٥٠)

باب: 24۔ تنگ دست اور محتاج مسلمانوں کے ذریعے سے فتح طلب کرنا

١٧٠٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ [بْنِ مُوسٰى]: حَدَّثَنَا [عَبْدُ اللهِ] بْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَرْطَاةَ عَنْ جُبَيْرِ ابْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «ابْغُونِي فِي ضُعَفَائِكُمْ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ».

[1702] سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”مجھے اپنے کمزور و ناتواں لوگوں میں تلاش کرو، (میرے لیے اپنے کمزور لوگ تلاش کرو) بلاشبہ تمھیں رزق (غنیمت) اور کامیابی تمھارے کمزوروں کے سبب عنایت کی جاتی ہے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فوائد و مسائل: ① سنن ابی داود، نسائی اور مسند احمد وغیرہ میں یہ روایت ”ابغوني في ضعفائكم“ کے بجائے ”ابغوني ضعفائكم“ کے الفاظ کے ساتھ آئی ہے، یعنی ”في“ حرف جر نہیں ہے۔ اور نحوی اعتبار سے بھی یہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے اور یہ الفاظ کسی راوی کا وہم معلوم ہوتا ہے، اس لیے صحیح ترجمہ بریکٹ میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ ② کمزور اور ناتواں لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو مال و دولت اور دنیوی وجاہت و شرف کے اعتبار سے کم تر ہیں لیکن اپنے اخلاص اور ایمان کے اعتبار سے اللہ

١٧٠٢_ أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في الانتصار برذل الخيل والضعفة، ح: ٢٥٩٤ والنسائي، ح: ٣١٨١ من حديث عبدالرحمن بن يزيد بن جابر به وصححه ابن حبان، ح: ١٦٢٠ والحاكم: ٢/ ١٤٥.

تعالیٰ کے ہاں عزت وشرف رکھتے ہیں، اور خلوص دل سے مسلمانوں کی فتح کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص کی برکت سے ان کی دعاؤں اور مناجات کو قبول فرماتا ہے، اور پھر فتح و نصرت کے نتیجے میں غنیمت حاصل ہوتی ہے۔ اور غنیمت ہی مسلمانوں کا رزق ہے۔

(المعجم ٢٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي [كَرَاهِيَةِ] الْأَجْرَاسِ عَلَى الْخَيْلِ (التحفة ٥١)

باب:25۔ گھوڑوں کے گلوں میں گھنٹیاں لٹکانا ناجائز ہے

١٧٠٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ وَلَا جَرَسٌ».

[1703] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(رحمت کے) فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کتا اور گھنٹی ہو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَعَائِشَةَ، وَأُمِّ حَبِيبَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عمر، سیدہ عائشہ، ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: وہ کتا جس کے رکھنے کی اجازت نہیں اور وہ گھنٹی جس سے رینگنے کی سی آواز پیدا ہو، اسے جانور کے گلے میں ڈالنا درست نہیں کیونکہ اس کی آواز شیطانی آواز ہے، اور جہاں شیطان ہو وہاں رحمت کے فرشتے کیوں کر آئیں گے۔

(المعجم ٢٦) بَابُ [مَا جَاءَ] مَنْ يُسْتَعْمَلُ عَلَى الْحَرْبِ (التحفة ٥٢)

باب:26۔ امیر لشکر کسے مقرر کیا جائے گا؟

١٧٠٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ: حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ بْنُ جَوَّابٍ أَبُو الْجَوَّابِ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ جَيْشَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَى أَحَدِهِمَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ،

[1704] سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دو لشکر روانہ فرمائے۔ ایک کا امیر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور دوسرے کا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو، اور فرمایا: ''جب لڑائی شروع ہو جائے تو امیر علی ہوں گے۔''

١٧٠٣- أخرجه مسلم، اللباس والزينة، باب كراهة الكلب والجرس في السفر، ح:٢١١٣ عن قتيبة به * وفي الباب عن عمر [أبو داود، ح:٤٢٣٠]، وعائشة [أبو داود، ح:٤٢٣١]، وأم حبيبة [أبو داود، ح:٢٥٥٤]، وأم سلمة [النسائي:٨/ ١٨٠، ح:٥٢٢٤].

١٧٠٤- [ضعيف] * أبو إسحاق السبيعي مدلس وعنعن وحديث البخاري (٤٣٤٩، ٤٣٥٠) يغني عنه * وفي الباب عن ابن عمر [يأتي:٣٨١٦] يعني فيمن يستعمل على الحرب.

وَعَلَى الْآخَرِ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ، فَقَالَ: «إِذَا كَانَ الْقِتَالُ فَعَلِيٌّ». قَالَ: فَافْتَتَحَ عَلِيٌّ حِصْنًا فَأَخَذَ مِنْهُ جَارِيَةً، فَكَتَبَ مَعِي خَالِدُ [بْنُ الْوَلِيدِ] إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَشِي بِهِ، فَقَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَأَ الْكِتَابَ فَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ ثُمَّ قَالَ: «مَا تَرَى فِي رَجُلٍ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ؟» قَالَ: قُلْتُ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ غَضَبِ اللهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ وَإِنَّمَا أَنَا رَسُولٌ، فَسَكَتَ.

سیدنا علی نے ایک قلعہ فتح کر لیا اور اس (کی غنیمت) سے ایک لونڈی لے لی۔ سیدنا خالد نے مجھے نبی ﷺ کے نام ایک خط دیا جس میں انھوں نے شکایت لکھی تھی۔ میں خط لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے خط پڑھا تو آپ کا رنگ بدل گیا، پھر آپ نے فرمایا: ''تیرا اس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں؟'' میں نے کہا: میں اللہ کی ناراضی اور اس کے رسول کی ناراضی سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، میں تو بس ایلچی ہوں، تو آپ خاموش ہو گئے۔

[قَالَ أَبُوعِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْأَحْوَصِ بْنِ جَوَّابٍ. قَوْلُهُ: يَشِي بِهِ يَعْنِي النَّمِيمَةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت آئی ہے۔ اور یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف اَحوص بن جوّاب ہی بیان کرتا ہے۔ [يَشِي به] کے معنی ہیں: اس کی چغلی کرتے ہوئے۔

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِمَامِ (التحفة ٥٣)

باب: 27۔ امام کا بیان

١٧٠٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ بَعْلِهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ».

[1705] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! تم میں سے ہر ایک نگران اور ذمے دار ہے اور تم سب سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہو گی، پس جو سب لوگوں کا امیر (حکمران) نگران اور ذمے دار ہے وہ اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے۔ آدمی اپنے گھرانے اور کنبے کا نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کے بارے میں باز پرس ہو

١٧٠٥ـ أخرجه مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل وعقوبة الجائر . . . إلخ، ح: ١٨٢٩ عن قتيبة والبخاري، ح: ٥١٨٨ من حديث نافع به * وفي الباب عن أبي هريرة [الطبراني في الأوسط: ٥/ ٤٧٩، ح: ٤٩١٣، ٩/ ٣٢٥، ٣٢٦، ح: ٨٧٠٨]، وأنس [الطبراني في الأوسط في نفس الباب]، وأبي موسى [أخرجه الترمذي في هذا الباب].

گی۔ غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ اور نگران ہے اور اس سے اس کے مال کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ خبردار! تم سب نگران اور ذمے دار ہو اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي مُوسٰى، [وَ]حَدِيثُ أَبِي مُوسٰى غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَحَدِيثُ أَنَسٍ غَيْرُ مَحْفُوظٍ [وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ]. [قَالَ:] وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ بَشَّارٍ الرَّمَادِيُّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَخْبَرَنِي بِذٰلِكَ مُحَمَّدٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ بَشَّارٍ [الرَّمَادِيِّ]. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ [عَنْ أَبِي بُرْدَةَ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. وَهٰذَا أَصَحُّ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَرَوٰى إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «إِنَّ اللهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ» [قَالَ:] سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: هٰذَا غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَإِنَّمَا الصَّحِيحُ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ، انس اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور ابوموسیٰ کی حدیث غیر محفوظ ہے، اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی غیر محفوظ ہے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ کی مرفوع حدیث ابراہیم بن بشار رَمادی سفیان بن عیینہ کی سند سے بیان کرتا ہے۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سفیان کی سند سے کئی راویوں نے اسے ابوبردہ سے نبی ﷺ سے مرسلاً بیان کیا ہے۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسحاق بن ابراہیم، معاذ بن ہشام کی سند سے سیدنا انس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نگران اور ذمے دار سے اس کی نگرانی اور ذمے داری میں آنے والے لوگوں کے بارے میں سوال کرے گا۔'' امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ صحیح صورت حال یہ ہے کہ معاذ بن ہشام اپنی سند سے اسے حسن کے واسطے سے نبی ﷺ سے مرسلاً بیان کرتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر بالغ اور عاقل مرد و عورت نگران اور ذمے دار ہے لیکن نگرانی اور ذمے داری میں کمی بیشی ہے۔ کسی کی رعایا بہت زیادہ ہے، اس لیے اس کی ذمے داری بھی بہت بڑی اور وسیع ہے۔ کسی کی رعایا بہت کم ہے، اس لیے اس کی ذمے داری بھی بہت کم اور محدود ہے، حتی کہ بعض افراد صرف اپنے جسم اور اپنے اعضائے جسم کے بارے میں جواب دہ ہوں گے، اس لیے ہر فرد کو اپنی اپنی حیثیت، مقام و مرتبہ، رعایا کی قلت و کثرت اور ذمے داری کی وسعت کے اعتبار سے جواب دہی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ جس قدر ذمے داری بڑی ہے، اسی قدر مسئولیت اور باز پرس بھی زیادہ ہے۔

(المعجم ۲۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي طَاعَةِ الْإِمَامِ (التحفة ۲۸)

باب:28۔ امام (حکمران) کی اطاعت وفرماں برداری کا بیان

١٧٠٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى [النَّيْسَابُورِيُّ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ الْأَحْمَسِيَّةِ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ قَدِ الْتَفَعَ بِهِ مِنْ تَحْتِ إِبْطِهِ قَالَتْ: فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى عَضَلَةِ عَضُدِهِ تَرْتَجُّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اتَّقُوا اللهَ وَإِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُجَدَّعٌ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا مَا أَقَامَ لَكُمْ كِتَابَ اللهِ».

[1706] سیدہ ام حصین احمسیہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے سنا۔ آپ پر دھاری دار چادر تھی جسے آپ نے بغل کے نیچے سے جسم پر لپیٹا ہوا تھا۔ میں آپ کے بازو کے ایک پٹھے کو دیکھ رہی تھی، وہ حرکت کر رہا تھا۔ میں نے آپ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''اے لوگو! اللہ سے ڈرو (اس کی حدود کی پابندی کرو) اور اگر تم پر کسی ناک کٹے حبشی غلام کو امیر مقرر کر دیا جائے، تب بھی اس کی بات پر کان دھرو اور اطاعت کرو جب تک وہ تمھارے لیے اللہ کی کتاب قائم کرے (اللہ کا قانون نافذ کرے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ أُمِّ حُصَيْنٍ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا ابوہریرہ اور عرباض بن ساریہ ؓ سے روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سیدہ ام حصین ؓ سے کئی سندوں سے مروی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہ صوبوں کے گورنر اور عامل اپنی صوابدید سے مقرر کر سکتا ہے، ماتحت عاملوں کے لیے قریشی اور آزاد ہونا ضروری نہیں۔ وہ جسے بھی عامل، منتظم و گورنر مقرر کرے اس کے قرآن و سنت کے مطابق فرامین واحکام کی اطاعت فرض ولازم ہوگی۔ عامل کی غلامی یا بدصورتی کی بنیاد پر اس کی مخالفت جائز نہیں۔

(المعجم ۲۹) بَابُ مَا جَاءَ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (التحفة ۵۵)

باب:29۔ خالق کی نافرمانی کی صورت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوسکتی

١٧٠٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ

[1707] سیدنا ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

١٧٠٦ـ أخرجه أحمد: ٦/ ٤٠٢ من حديث يونس به ورواه مسلم، ح: ١٢٩٨ من حديث أم الحصين ☆ وفي الباب عن أبي هريرة [البخاري، ح: ٧١٣٧ ومسلم، ح: ١٨٣٥]، وعرباض بن سارية [يأتي: ٢٦٧٦].

١٧٠٧ـ أخرجه مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية، وتحريمها في المعصية، ح: ١٨٣٩ عن قتيبة به ☆

عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ عَلَيْهِ وَلَا طَاعَةَ».

ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان بندے کی ذمے داری ہے کہ وہ سنے اور مانے، بات اسے پسند ہو یا ناپسند، بشرطیکہ اسے کسی گناہ ومعصیت کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ اگر اسے معصیت وگناہ کا حکم دیا جائے تو نہ سننا اور نہ ماننا اس پر لازم ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ، وَالْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی، عمران بن حصین اور حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اصل حاکم چونکہ اللہ تعالیٰ ہے اور دنیوی مسلمان حکمران اس کا نمایندہ ہے۔ اس کا کام اللہ تعالیٰ کے احکام کا نفاذ ہے۔ اس حیثیت سے اس کی بات سننا اور ماننا لازم ہے، چاہے وہ کسی کو پسند ہو یا ناپسند، ہر حالت میں اس کی اطاعت کرنی ہوگی۔ لیکن اگر وہ کسی ایسے کام کا حکم دیتا ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت لازم آتی ہے تو ایسے حکمران کی ایسی کوئی بات قابل قبول نہ ہوگی۔

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ، [وَالضَّرْبِ وَالْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ]

(التحفة ٥٦)

باب: 30- چوپاؤں کو آپس میں لڑانا ناجائز ہے، نیز چہرے پر مارنا یا داغ لگانا ناجائز ہے

١٧٠٨- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ قُطْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي يَحْيٰى، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ.

[1708] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چوپاؤں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے سے منع فرمایا ہے۔

١٧٠٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ

[1709] مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حیوانات کو ایک دوسرے کے خلاف اکسانے سے منع فرمایا

» وفي الباب عن علي [البخاري، ح: ٤٣٤٠، ٧١٤٥ ومسلم، ح: ١٨٤٠]، وعمران بن حصين [أحمد: ٤/ ٤٢٦، ٤٢٧]، والحكم بن عمرو الغفاري [أحمد: ٥/ ٦٦].

١٧٠٨- [ضعيف] أخرجه أبو داود، الجهاد، باب: في التحريش بين البهائم، ح: ٢٥٦٢ عن أبي كريب به * الأعمش عنعن وأبو يحيى لين وللحديث طريق آخر فيه ليث بن أبي سليم وهو ضعيف.

١٧٠٩- [ضعيف] وانظر الحديث السابق * وفي الباب عن طلحة [أبو يعلى: ٢/ ٢١، ح: ٦٥١]، وجابر [يأتي: ١٧١٠]، وأبي سعيد [ابن أبي شيبة: ٤/ ٢٦٩، ح: ١٩٩٢٢]، وعكراش بن ذؤيب [لعله يشير إلى حديث أبي نعيم في معرفة الصحابة: ٤/ ٢٢٤٠، ح: ٥٥٩٥ وأصله عند الترمذي، ح: ١٨٤٨].

أَبِي يَحْيٰى، عَنْ مُجَاهِدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ. وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَيُقَالُ هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ قُطْبَةَ، وَرَوٰى شَرِيكٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي يَحْيٰى [حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ آدَمَ، عَنْ شَرِيكٍ] وَرَوٰى أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ [وَأَبُو يَحْيٰى هُوَ الْقَتَّاتُ الْكُوفِيُّ وَيُقَالُ اسْمُهُ زَاذَانُ].

ہے۔ اس سند میں انھوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ چھوڑ دیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ مرسل حدیث قطبہ کی متصل حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ شریک نے یہی روایت اعمش سے براہ راست مجاہد کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بیان کی ہے اور اعمش و مجاہد کے درمیان ابو یحییٰ کا واسطہ چھوڑ دیا ہے۔ اور ابو معاویہ نے اعمش سے مجاہد کے واسطے سے یہ حدیث مرسلاً نبی ﷺ سے بیان کی ہے۔ اور ابو یحییٰ سے مراد قتات کوفی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام زاذان ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ طَلْحَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَعِكْرَاشِ بْنِ ذُؤَيْبٍ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا طلحہ، جابر، ابو سعید اور عکراش بن ذُؤیب رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔

فائدہ: مذکورہ دونوں روایات ضعیف ہیں، تاہم ان میں بیان کردہ باتیں عمومی دلائل کے تحت صحیح ہیں کیونکہ جانداروں کو باہم لڑانا بھڑانا ایک بیکار، بے مقصد اور شغلِ نافرمانی ہے جو ایک طرف وقت کا ضیاع ہے تو دوسری طرف جانداروں کے لیے تکلیف و اذیت کا باعث ہے۔ ایک طرف انھیں بے مقصد مشقت و تکلیف میں مبتلا کرنا ہے تو دوسری طرف یہ جوئے اور قمار کا باعث ہے۔

(المعجم ٣١) بَابٌ: (التحفة...)

باب: 31۔ بلاعنوان

١٧١٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ [بْنُ عُبَادَةَ] عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ وَالضَّرْبِ.

[1710] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے چہرے پر نشان اور علامت لگانے اور مارنے سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: چہرہ انسان کا ہو یا حیوان کا، حسن و جمال کا مرکز ہوتا ہے، نیز یہ بدن کا انتہائی نرم و نازک حصہ ہے جو چوٹ کا صدمہ نہیں سہہ سکتا...... اور مارنے سے چہرہ بگڑ جاتا ہے...... اور جاندار بدصورت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چہرے کو داغنا اور اس پر نشان لگانا تکلیف و اذیت اور بدصورتی کا باعث ہے بالخصوص رسول اللہ ﷺ کے منع فرمانے کے بعد تو انسان کو بڑی احتیاط کرنی

١٧١٠ـ أخرجه مسلم، اللباس والزينة، باب النهي عن ضرب الحيوان في وجهه ووسمه فيه، ح: ٢١١٦ من حديث ابن جريج به.

چاہیے، تاہم ضرورت کے تحت جسم کے کسی دوسرے حصے پر مارنا اور اسے داغنا جائز ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 14/137، 138)

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي حَدِّ بُلُوغِ الرَّجُلِ وَمَتٰى يُفْرَضُ لَهُ (التحفة ٥)

باب: 32۔ مرد کی بلوغت کی حد اور اس کے لیے بیت المال سے عطیہ کب مقرر ہوگا؟

١٧١١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ [الْأَزْرَقُ] عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: عُرِضْتُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي جَيْشٍ وَأَنَا ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ فَلَمْ يَقْبَلْنِي، ثُمَّ عُرِضْتُ عَلَيْهِ مِنْ قَابِلٍ فِي جَيْشٍ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَقَبِلَنِي.

قَالَ نَافِعٌ: فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَ: هٰذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، ثُمَّ كَتَبَ أَنْ يُفْرَضَ لِمَنْ بَلَغَ الْخَمْسَ عَشْرَةَ. حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ [بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ]: هٰذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الذُّرِّيَّةِ وَالْمُقَاتِلَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ كَتَبَ أَنْ يُفْرَضَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ إِسْحَاقَ ابْنِ يُوسُفَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ.

[1711] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک لشکر میں شریک کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ میری عمر چودہ سال تھی تو آپ نے مجھے قبول نہ فرمایا۔ پھر اگلے سال ایک لشکر میں شرکت کے سلسلے میں مجھے پیش کیا گیا جبکہ میری عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے قبول فرمالیا۔

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو سنائی تو انھوں نے فرمایا: یہ چھوٹے اور بڑے، یعنی نابالغ اور بالغ میں حد امتیاز ہے، پھر (اپنے گورنروں کو) لکھا کہ جو لڑکا پندرہ سال کو پہنچ جائے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ ابن ابی عمر کی سند سے اسی کی مانند اس کے ہم معنی مروی ہے لیکن اس میں یہ الفاظ ہیں: سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ بچوں اور جنگ کے قابل (لڑکوں) میں حد امتیاز ہے۔ اور یہ بیان نہیں کیا کہ انھوں نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ ان کا وظیفہ مقرر کر دو۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسحاق بن یوسف کی حدیث حسن صحیح ہے اور سفیان ثوری کی سند سے غریب ہے۔

فائدہ: جب مسلمان حکمرانوں کے دور میں جہاد کا عمل ایک اسلامی فریضے کی حیثیت سے سرانجام دیا جاتا تھا تو جنگ کے قابل افراد کے نام ایک فوجی رجسٹر میں تحریر کیے جاتے تھے اور انھیں بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا۔ بچہ جب پندرہ سال کا ہو جاتا تو اسے جنگ کا اہل سمجھا جاتا تھا۔ حد بلوغت کے بارے میں بحث أبواب الأحكام میں باب حد بلوغ الرجل والمرأة کے تحت گزر چکی ہے۔

١٧١١- أخرجه البخاري، الشهادات، باب بلوغ الصبيان وشهادتهم، ح: ٢٦٦٤ ومسلم، ح: ١٨٦٨ من حديث عبيدالله بن عمر به.

(المعجم ٣٣) بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يُسْتَشْهَدُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ (التحفة ٥٨)

١٧١٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: أَنَّهُ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْإِيمَانَ بِاللهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ يُكَفِّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَعَمْ إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَيْفَ قُلْتَ؟» قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَيُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَعَمْ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ إِلَّا الدَّيْنَ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ قَالَ لِي ذٰلِكَ».

باب: 33۔ جو شخص مقروض ہونے کی حالت میں شہید ہو جائے

[1712] عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتایا کہ آپ ان میں تقریر کے لیے کھڑے ہوئے اور انھیں بتایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا سب اعمال سے افضل ہیں۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! فرمایئے! اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اگر تو اللہ کی راہ میں اس حال میں قتل کر دیا گیا کہ تو صابر ہو، اللہ سے ثواب اور اجر کا امید وار ہو، دشمن کی طرف بڑھنے والا ہو اور پیچھے ہٹنے والا نہ ہو۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے کیا کہا؟'' اس نے کہا: آپ بتائیں، اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میرے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، بشرطیکہ تو صبر کرنے والا ہو، اجر و ثواب کا امیدوار ہو، دشمن کی طرف بڑھنے والا ہو، پشت دکھانے والا نہ ہو مگر قرض (معاف نہیں ہوگا)، بلاشبہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہی کہا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَمُحَمَّدِ ابْنِ جَحْشٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا. وَرَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ نَحْوَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس باب میں سیدنا انس، محمد بن جحش اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض راویوں نے یہ حدیث سعید مقبری سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس کے ہم معنی بیان کی ہے۔ اور یحییٰ بن سعید انصاری اور کئی راویوں نے اس کے

١٧١٢- أخرجه مسلم، الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدّين، ح: ١٨٨٥ عن قتيبة به * وفي الباب عن أنس [تقدم: ١٦٤٠]، ومحمد بن جحش [النسائي، ح: ٤٦٨٨]، وأبي هريرة [النسائي، ح: ٣١٥٧].

هٰذَا عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

ہم معنی سعید مقبری سے عبداللہ بن ابی قتادہ کے واسطے سے ان کے باپ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ اور یہ حدیث سعید مقبری کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

(المعجم ٣٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي دَفْنِ الشُّهَدَاءِ (التحفة ٥٩)

باب: 34۔شہداء کو دفن کرنا

١٧١٣۔ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي الدَّهْمَاءِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: شُكِيَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْجِرَاحَاتُ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ: «احْفِرُوا وَأَوْسِعُوا وَأَحْسِنُوا وَادْفِنُوا الاِثْنَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ وَقَدِّمُوا أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا». فَمَاتَ أَبِي فَقُدِّمَ بَيْنَ يَدَيْ رَجُلَيْنِ.

[1713] سیدنا ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس زخموں (کی تکلیف) کی شکایت کی گئی تو آپ نے فرمایا: ''قبریں کھودو۔ انھیں وسیع اور حسین وعمدہ بناؤ اور ایک قبر میں دو یا تین افراد کو دفن کرو اور آگے (قبلہ رخ) اسے کرو جسے قرآن زیادہ یاد ہو۔'' چنانچہ میرے باپ شہید ہوئے تو انھیں دو آدمیوں کے آگے رکھا گیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ خَبَّابٍ، وَجَابِرٍ، وَأَنَسٍ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ. وَأَبُو الدَّهْمَاءِ اسْمُهُ قِرْفَةُ بْنُ بُهَيْسٍ [أَوْ بَيْهَسٍ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا خباب، جابر اور انس رضی اللہ عنہم سے احادیث آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سفیان ثوری وغیرہ نے یہ حدیث حمید بن ہلال کے واسطے سے ہشام بن عامر سے بیان کی ہے۔ اور ابودہماء کا نام قرفہ بن بُہَیس یا بَیْہَس ہے۔

فائدہ: غزوۂ احد کے موقع پر شہداء کی طرح زخمیوں کی تعداد بھی بہت تھی اور وہ زخموں سے چور ہونے کے باعث الگ الگ قبریں کھودنے میں مشقت محسوس کر رہے تھے، اس لیے انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ ہمارے لیے اب کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ ''شہداء کو دفن تو کرنا ہے، اس لیے تم دو یا تین افراد کے لیے ایک وسیع وعریض اور اچھی قبر کھودلو، اور جنھیں قرآن زیادہ یاد ہو انھیں قبلہ رخ آگے رکھو تاکہ علم قرآن کی فضیلت وبرتری کا اظہار ہو۔''

(المعجم ٣٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَشُورَةِ (التحفة ٦٠)

باب: 35۔مشورے کا بیان

١٧١٣۔ أخرجه ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في حفر القبر، ح: ١٥٦٠ عن أزهر بن مروان به ورواه أبو داود، ح: ٣٢١٥ من حديث حميد بن هلال، والنسائي، ح: ٢٠١٢ من حديث أيوب السختياني به * وفي الباب عن خباب [أحمد: ٥/ ١١١، ٦/ ٣٩٥ وأصله عند الترمذي، ح: ٩٧٠]، وجابر [تقدم: ١٠٣٦]، وأنس [تقدم: ١٠٦].

١٧١٤- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَجِيءَ بِالْأُسَارٰى، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا تَقُولُونَ فِي هٰؤُلَاءِ الْأُسَارٰى؟» فَذَكَرَ قِصَّةً فِي هٰذَا الْحَدِيثِ طَوِيلَةً.

[1714] سیدنا عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر پیش آیا اور قیدیوں کو لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟'' اور (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) اس حدیث میں ایک طویل قصہ بیان کیا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. [وَ] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَأَبُو عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ. وَيُرْوٰى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ مَشُورَةً لِأَصْحَابِهِ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عمر، ابوایوب، انس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے اور ابوعبیدہ نے اپنے باپ عبداللہ (بن مسعود) سے نہیں سنا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے صحابہ (ساتھیوں) سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا۔

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے، تاہم مشاورت کی اہمیت اور تاکید دوسرے دلائل سے ثابت ہے، چنانچہ نبیٔ اکرم ﷺ کی اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ ''اور معاملات میں ان سے مشورہ لیجیے'' کی تعمیل کے سلسلے میں یہ عادت مبارکہ تھی کہ جس انتظامی و سیاسی ضرب وحرب اور جنگ وصلح کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم نہ اترتا، اس کے لیے اپنے قریبی ساتھیوں سے مشورہ لیتے اور اس کی روشنی میں فیصلہ فرماتے۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں بھی آپ ﷺ نے ساتھیوں کے مشورے کے بعد فیصلہ کیا جس کی تفصیل باب ماجاء في قتل الأسارى والفداء (قیدیوں کے قتل اور فدیے کا بیان) کے تحت گزر چکی ہے۔ آراء کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 305/5، 307) خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ لوگ آپ کی قوم اور آپ کا خاندان ہیں، انھیں زندہ رکھیے اور مہلت دیجیے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت فرمائے اور یہ لوگ اسلام قبول کر لیں، ان سے فدیہ وصول کر لیجیے جو ہمارے لیے کافروں کے خلاف مالی قوت کا باعث ہوگا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی: اے اللہ کے رسول! ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور مکے سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ ہمیں ان کی گردنیں اڑانے کی اجازت دیجیے۔ علی اپنے بھائی عقیل کی گردن مارے، حمزہ اپنے بھائی عباس کا گلا کاٹے، میرا فلاں رشتے دار میرے حوالے فرمائیں میں اس کی گردن مار دوں، اس طرح کافروں کے ان سرغنوں کو قتل کروا دیں۔ سیدنا عبداللہ بن رواحہ نے مشورہ دیا کہ انھیں کسی ایسی وادی میں لے چلیں جہاں لکڑیاں بکثرت ہوں، پھر انھیں آگ لگوا دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول فرمایا جس کا سبب پیچھے بیان ہو چکا ہے۔

١٧١٤ـ [ضعيف لانقطاعه] أخرجه أحمد: ١/ ٣٨٣، ٣٨٤ عن أبي معاوية الضرير به مطولًا وسيأتي: ٣٠٨٤ * وفي الباب عن عمر [مسلم، ح: ١٧٦٣]، وأبي أيوب [لم أجده]، وأنس [مسلم، ح: ١٧٧٩]، وأبي هريرة [يأتي: ٢٢٦٦، ٢٣٦٩].

(المعجم ٣٦) بَابُ مَا جَاءَ لَا تُفَادٰى جِيفَةُ الْأَسِيرِ (التحفة ٦١)

باب: 36۔قیدی کی لاش کا فدیہ نہیں لیا جائے گا

١٧١٥- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِّقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ الْمُشْرِكِينَ أَرَادُوا أَنْ يَّشْتَرُوا جَسَدَ رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَبَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَّبِيعَهُمْ [إِيَّاهُ].

[1715] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکوں نے اپنے ایک مشرک آدمی کی لاش خریدنے کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ نے انھیں لاش بیچنے سے انکار کر دیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى]: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحَكَمِ. وَرَوَاهُ الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ أَيْضًا عَنِ الْحَكَمِ. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ: ابْنُ أَبِي لَيْلٰى لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: ابْنُ أَبِي لَيْلٰى صَدُوقٌ وَّلٰكِنْ لَّا يُعْرَفُ صَحِيحُ حَدِيثِهِ مِنْ سَقِيمِهِ وَلَا أَرْوِي عَنْهُ شَيْئًا. وَابْنُ أَبِي لَيْلٰى صَدُوقٌ فَقِيهٌ وَّإِنَّمَا يَهِمُ فِي الْإِسْنَادِ. حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ [قَالَ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ: فُقَهَاؤُنَا ابْنُ أَبِي لَيْلٰى وَعَبْدُ اللهِ بْنُ شُبْرُمَةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف حکم ہی بیان کرتا ہے۔ حجاج بن ارطاۃ بھی اسے حکم ہی سے بیان کرتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ کی حدیث حجت و دلیل نہیں بن سکتی۔ امام محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ صدوق ہے لیکن اس کی صحیح اور ضعیف حدیثوں میں امتیاز نہیں ہو سکتا اور میں اس سے کوئی روایت بیان نہیں کرتا۔ ابن ابی لیلیٰ صدوق فقیہ ہے اور سند کے بارے میں وہم کا شکار ہو جاتا ہے۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں: (کوفے کے) فقہاء ابن ابی لیلیٰ اور عبداللہ بن شبرمہ ہیں۔

فوائد و مسائل: ① یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے کافر کی لاش کی خرید و فروخت سے اگر مسلمانوں کو معقول اور بہت سا مالی فائدہ حاصل ہو سکتا ہو تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ ② بعض دفعہ ایک امام فقیہ مانا جاتا ہے کیونکہ وہ صاحب الرائے ہوتا ہے لیکن حدیث میں وہ کمزور سمجھا جاتا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ کی شخصیت فقہ میں مسلمہ ہے لیکن حفظِ حدیث میں حافظے کی کمزوری کے سبب قابل اعتماد نہیں ہے۔

(المعجم ٣٧) بَابُ [مَا جَاءَ فِي الْفِرَارِ مِنَ الزَّحْفِ] (التحفة ٦٢)

باب: 37۔لڑائی میں بھاگ کھڑے ہونا

١٧١٥- [ضعيف] أخرجه أحمد: ١/ ٣٢٦ من حديث سفيان الثوري به ☆ محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليلى ضعيف من جهة سوء حفظه وفيه علل أخرى ☆ قول سفيان الثوري سنده صحيح.

١٧١٦- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي سَرِيَّةٍ فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَاخْتَبَأْنَا بِهَا وَقُلْنَا هَلَكْنَا، ثُمَّ أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! نَحْنُ الْفَرَّارُونَ، قَالَ: «بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُونَ وَأَنَا فِئَتُكُمْ».

[1716] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک دستے کے ساتھ بھیجا تو لوگ دشمن کے سامنے سے بھاگ نکلے، پس ہم مدینے واپس آ گئے اور چھپ گئے۔ ہم نے (دل میں) کہا: ہم تو (فرار کے سبب) ہلاک ہو گئے، لیکن پھر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم بھگوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''(نہیں) بلکہ تم جھپٹنے والے (پلٹ کر حملہ کرنے والے) ہو اور میں تمھاری (معاون) جماعت ہوں۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً، يَعْنِي: أَنَّهُمْ فَرُّوا مِنَ الْقِتَالِ. وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُونَ، وَالْعَكَّارُ الَّذِي يَفِرُّ إِلٰى إِمَامِهِ لِيَنْصُرَهُ لَيْسَ يُرِيدُ الْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف یزید بن ابی زیاد ہی بیان کرتا ہے۔ اور راوی کے قول [فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً] کے معنی ہیں: وہ لڑائی سے بھاگ گئے۔ آپ کے فرمان [بَلْ أَنْتُمْ عَكَّارُونَ] کے معنی ہیں: ''نصرت و مدد طلب کرنے کے لیے امام کی طرف بھاگ آنے والے، نہ کہ جنگ اور لڑائی سے بھاگنے والے۔''

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، اس اعتبار سے روایت میں بیان کردہ واقعہ صحیح نہیں، تاہم اگرچہ جہاد سے نکل بھاگنا اور کافروں کو پشت دکھانا بہت سخت گناہ ہے، لیکن کسی جنگی چال اور مصلحت کے لیے پسپائی اختیار کی جا سکتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ﴾ ''اور جو کوئی اس (لڑائی کے) دن انھیں پشت دکھائے سوائے اس کے جو لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو یا کسی جماعت کی طرف جگہ پکڑنے والا ہو۔'' (الأنفال 16:8) یعنی دوبارہ پلٹ کر حملہ کرنے کی نیت سے پیچھے ہٹ جانے والا بھگوڑا نہیں سمجھا جائے گا، اور نہ فرار کی وعید ہی کا مستحق ہو گا۔

(المعجم ٣٨) بَابُ [مَا جَاءَ فِي دَفْنِ الْقَتِيلِ فِي مَقْتَلِهِ] (التحفة ٣٢)

باب: 38۔ مقتول کو قتل گاہ میں دفن کرنا

١٧١٧- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو

[1717] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

١٧١٦_ [ضعيف] أخرجه أبو داود، الجهاد، باب في التولي يوم الزحف، ح: ٢٦٤٧ من حديث يزيد بن أبي زياد به وهو ضعيف مدلس وعنعن.

١٧١٧_ أخرجه أبو داود، ح: ٣١٦٥ وابن ماجه، ح: ١٥١٦ والنسائي، ح: ٢٠٠٦ من حديث الأسود بن قيس به وهو في مسند ››

دَاوُدَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ نُبَيْحًا الْعَنْزِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ جَاءَتْ عَمَّتِي بِأَبِي لِتَدْفِنَهُ فِي مَقَابِرِنَا، فَنَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللهِ ﷺ: «رُدُّوا الْقَتْلَى إِلَى مَضَاجِعِهَا».

جب اُحد کا واقعہ پیش آیا، میری پھوپھی میرے باپ کی لاش ہمارے قبرستان میں دفن کرنے کے لیے لے آئی، تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: ''مقتولوں کو ان کے (قتل کی) جگہوں کی طرف لوٹا دو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [وَنُبَيْحٌ ثِقَةٌ].

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نُبَیح ثقہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء کو ان کے مقتل (قتل گاہ) ہی میں دفن کیا جائے۔ ہاں، اگر کوئی ضرورت یا مجبوری ہو، مثلاً: ان کی بے حرمتی کا خطرہ وغیرہ ہو تو پھر انھیں منتقل کرنا جائز ہوگا۔ بلاوجہ اور بلاسبب جائز نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 310/5)

(المعجم ٣٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَلَقِّي الْغَائِبِ إِذَا قَدِمَ (التحفة ٦٤)

باب: 39۔ مسافر کی آمد پر اس کا استقبال کرنا

١٧١٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ تَبُوكَ خَرَجَ النَّاسُ يَتَلَقَّوْنَهُ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ، قَالَ السَّائِبُ: فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ وَأَنَا غُلَامٌ.

[1718] سیدنا سائب بن یزید ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے (واپس) آئے تو لوگ آپ کے استقبال کے لیے ثنية الوداع تک نکلے۔ سائب ؓ نے کہا: میں بھی لوگوں کے ساتھ نکلا جبکہ میں بچہ تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی بزرگ اور نیک کام کی ادائیگی سے واپس آنے والے کا استقبال کرنا جائز ہے۔

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْفَيْءِ (التحفة ٦٥)

باب: 40۔ دشمن سے لڑے بھڑے بغیر حاصل ہونے والے مال (فے) کا بیان

◄ أبي داود الطيالسي، ح: ١٧٨٠ بطوله، وصححه ابن خزيمة وابن حبان، ح: ٧٧٤، ٧٧٥ وابن الجارود، ح: ٥٥٣.

١٧١٨ـ أخرجه البخاري، المغازي، باب كتاب النبي ﷺ إلى كسرى وقيصر، ح: ٤٤٢٧ وأبو داود، ح: ٢٧٧٩ من حديث سفيان بن عيينة به.

١٧١٩- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ، وَكَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ خَالِصًا، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْزِلُ نَفَقَةَ أَهْلِهِ سَنَةً ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ عُدَّةً فِي سَبِيلِ اللهِ.

[1719] سیدنا مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: بنونضیر کے اموال اس فے کا حصہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عنایت فرمائی۔ مسلمانوں نے اس کے لیے کوئی گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے (جنگ نہیں کی۔) اور یہ رسول اللہ ﷺ کا خصوصی حصہ تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنے اہل وعیال کا سال بھر کا خرچہ الگ کر لیتے، پھر جو باقی بچ جاتا وہ جہاد کے ساز وسامان کی تیاری کے لیے گھوڑوں اور اسلحے پر خرچ کرتے۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [وَرَوٰى سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ].

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سفیان بن عیینہ نے یہ حدیث ابن شہاب سے معمر کے واسطے سے بھی بیان کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں دشمن سے جو مال و دولت اور باغات لڑائی بھڑائی کے بغیر حاصل ہوئے، ان کی تقسیم آپ ﷺ کی صوابدید پر موقوف تھی۔ جمہور کا بھی یہی موقف ہے۔ (تحفة الأحوذي: 312/5) ② سال بھر کا خرچہ جمع کر لینا توکل کے منافی نہیں، انسان اپنی ضرورت کا سامان جمع کر سکتا ہے۔ ③ نبیٔ اکرم ﷺ نے بنونضیر کے باغات، گھر اور زمین کا زیادہ حصہ مہاجرین کو دے دیا اور کچھ مال بعض انصار کو دیا تھا۔

١٧١٩- أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب المجن ومن يترس بترس صاحبه، ح: ٢٩٠٤ ومسلم، ح: ١٧٥٧ من حديث سفيان بن عيينة به.

ارشادِ باری تعالیٰ

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾

"اے بنی آدم! بے شک ہم نے تم پر ایسا لباس نازل کیا جو تمھاری شرمگاہیں چھپاتا ہے اور زینت کا باعث ہے اور پرہیزگاری کا لباس بہت بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔"

(الأعراف 7:26)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ٢٢) أَبْوَابُ اللِّبَاسِ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ١٩)

لباس کے احکام ومسائل

(المعجم ١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ لِلرِّجَالِ (التحفة ١)

باب: 1- مردوں کے لیے ریشم اور سونا پہننے کا حکم

١٧٢٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلٰى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلَّ لِإِنَاثِهِمْ».

[1720] سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے مردوں کے لیے ریشمی لباس اور سونا حرام قرار دیا گیا ہے اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ٹھہرایا گیا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَأَنَسٍ وَأُمِّ هَانِيءٍ، وَحُذَيْفَةَ، وَعَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ،

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عمر، علی، عقبہ بن عامر، انس، سیدہ ام ہانی، سیدنا حذیفہ، عبداللہ بن عمرو، عمران بن حصین، عبداللہ بن زبیر، جابر، ابوریحانہ،

١٧٢٠ـ أخرجه النسائي، الزينة، باب تحريم الذهب على الرجال: ٨/ ١٦١، ح: ٥١٥١ من حديث نافع به وللحديث شواهد كثيرة عند أبي داود، ح: ٤٠٥٧ والنسائي، ح: ٥١٤٩ وغيرهما وهو من الأحاديث المتواترة * وفي الباب عن عمر [يأتي: ١٧٢١]، وعلي [أبو داود، ح: ٤٠٥٧]، وعقبة بن عامر [النسائي، ح: ٥١٣٩ والطحاوي في معاني الآثار: ١٤/ ٢٥٧]، وأنس [البخاري، ح: ٥٨٣٢ ومسلم، ح: ٢٠٧٣]، وحذيفة [البخاري، ح: ٥٨٣١ ومسلم، ح: ٢٠٦٧]، وأم هانىء [لعله يشير إلى حديث الطبراني في الكبير: ٢٤/ ٤٣٧، ح: ١٠٦٩]، وعبدالله بن عمرو [ابن أبي شيبة: ٨/ ١٦٤]، وعمران بن حصين [يأتي: ١٧٣٨]، وعبدالله بن الزبير [البخاري، ح: ٥٨٣٣ ومسلم، ح: ٢٠٦٩]، وجابر [أحمد: ٣/ ٣٣٧، ٣٤٢، ٣٤٧ والطحاوي في معاني الآثار: ٤/ ٢٥٤]، وأبي ريحانة [أبو داود، ح: ٤٠٤٩]، وابن عمر [البخاري، ح: ٥٨٣٥ ومسلم، ح: ٢٠٦٨]، وواثلة بن الأسقع [الطبراني في الكبير: ٢٢/ ٩٧، ح: ٢٣٤].

وَعَبْدِاللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي رَيْحَانَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَالْبَرَاءِ، [وَوَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ]، وَحَدِيثُ أَبِي مُوسٰى حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ابن عمر، براء اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ریشمی لباس اور سونے کے زیورات پہننا عورتوں کے لیے جائز اور مردوں کے لیے حرام ہے لیکن سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔

١٧٢١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ سُوَيْدِ ابْنِ غَفَلَةَ، عَنْ عُمَرَ: أَنَّهُ خَطَبَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْحَرِيرِ إِلَّا مَوْضِعَ أُصْبُعَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ أَرْبَعٍ.

[1721] سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ مقام پر خطاب کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو، تین یا چار انگلی سے زیادہ مقدار میں ریشم سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کپڑے کے اندر دو، تین یا چار انگلی کے برابر ریشمی دھاریاں ہوں تو اس کپڑے کا استعمال جائز ہے۔ چار انگلی سے زائد ہونے کی صورت میں جائز نہیں۔ جمہور کا موقف یہی ہے اور یہی درست ہے۔ (تحفة الأحوذي: 5/314، 315)

(المعجم ٢) بَابُ مَا جَاءَ [فِي الرُّخْصَةِ] فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ فِي الْحَرْبِ (التحفة ٢)

باب: 2۔ لڑائی میں ریشم پہننے کی رخصت ہے

١٧٢٢- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ شَكَيَا الْقَمْلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ لَّهُمَا، فَرَخَّصَ لَهُمَا فِي قُمُصِ الْحَرِيرِ قَالَ: وَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا.

[1722] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک غزوے میں نبی ﷺ سے شکایت کی کہ انھیں جوئیں پڑ گئی ہیں تو آپ نے ان دونوں کو ریشمی قمیصیں پہننے کی رخصت دی اور میں نے انھیں ان ریشمی قمیصوں میں دیکھا۔

١٧٢١- أخرجه مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال، ح: ٢٠٦٩/ ١٥ عن محمد بن بشار به.

١٧٢٢- أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب الحرير في الحرب، ح: ٢٩٢٠ من حديث همام، ومسلم، ح: ٢٠٧٦/ ٢٦ من حديث قتادة به.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: جوئیں پڑنے سے خارش کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے اور اس بیماری سے بچاؤ کے لیے ریشم پہننا جائز ہے۔ جب بیماری کی ضرورت کے تحت ریشم پہننا جائز ہے تو جنگی ضرورت و فائدے کے لیے پہننا بالاولیٰ جائز ہوگا۔ ابوحنیفہ اور مالک رحمہما اللہ کے نزدیک ریشم مردوں کے لیے کسی صورت میں جائز نہیں۔ امام شافعی اور ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ضرورت کے تحت جائز ہے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک دشمن پر رعب ڈالنے کے لیے لڑائی میں پہننا چاہیے۔ لیکن آج کل لڑائی میں اس کے پہننے کی ضرورت نہیں رہی۔ کسی بیماری میں اس کے پہننے کی ضرورت ہو تو سفر و حضر میں اسے پہنا جا سکتا ہے۔ سفر کی قید لگانا درست نہیں۔ (شرح صحيح مسلم از نووي:72/14، وتحفة الأحوذي: 316/5)

(المعجم ٣) بَابُ [مَسِّ الْحَرِيرِ مِنْ غَيْرِ لُبْسٍ] (التحفة ٣)

باب:3۔ ریشم کو پہنے بغیر محض چھونا (ہاتھ لگانا)

١٧٢٣- حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو: حَدَّثَنِي وَاقِدُ بْنُ عَمْرِو ابْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ قَالَ: قَدِمَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ: مَنْ أَنْتَ؟ فَقُلْتُ: أَنَا وَاقِدُ بْنُ عَمْرٍو [بْنِ سَعْدِ ابْنِ مُعَاذٍ]، قَالَ: فَبَكٰى وَقَالَ: إِنَّكَ لَشَبِيهٌ بِسَعْدٍ، وَإِنَّ سَعْدًا كَانَ مِنْ أَعْظَمِ النَّاسِ، وَأَطْوَلَ، وَإِنَّهُ بُعِثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ جُبَّةٌ مِّنْ دِيبَاجٍ مَنْسُوجٌ فِيهَا الذَّهَبُ، فَلَبِسَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَامَ أَوْ قَعَدَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَلْمِسُونَهَا، فَقَالُوا: مَا رَأَيْنَا كَالْيَوْمِ ثَوْبًا قَطُّ فَقَالَ: «أَتَعْجَبُونَ مِنْ هٰذِهِ؟ لَمَنَادِيلُ سَعْدٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَرَوْنَ».

[1723] واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک (بصرے سے مدینے) تشریف لائے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ ہوں، تو وہ رو دیے اور فرمانے لگے: آپ سعد کے مشابہ ہیں، اور بلاشبہ سعد بڑے مرتبے والے اور لمبے تھے۔ نبی ﷺ کے پاس ریشمی جبہ بھیجا گیا جس میں سونے کی کڑھائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اسے پہن کر منبر پر چڑھے، اس پر کھڑے ہوئے یا بیٹھے، تو لوگ اسے چھونے لگے، اور کہنے لگے: ہم نے آج جیسا (اچھا اور عمدہ) کپڑا کبھی نہیں دیکھا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو؟ بلاشبہ جنت میں سعد کے رومال اس سے بہت بہتر ہیں جسے تم دیکھ رہے ہو۔“

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ. [وَ] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔

١٧٢٣ـ أخرجه النسائي، الزينة، باب لبس الديباج والمنسوج بالذهب، ٨/ ١٩٩، ح: ٥٣٠٤ من حديث محمد بن عمرو به *
وفي الباب عن أسماء بنت أبي بكر [مسلم، ح: ٢٠٦٩].

فوائد و مسائل: ① ابھی تک ریشمی لباس پہننا حرام نہیں ہوا تھا، اس لیے نبی ﷺ ریشمی جبہ پہن کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں کی حیرت و تعجب دیکھ کر فرمایا: ''جنت میں جوادنیٰ لباس ہوگا وہ یہاں کے اعلیٰ اور عمدہ لباس سے کہیں بہتر ہوگا۔'' ② سیدنا انس، سیدنا سعد بن معاذ کو یاد کر کے روئے۔ چھونے والوں میں اوس انصاریوں کی کثرت ہوگی، اس پر آپ ﷺ نے ان کے سردار کے لباس کا تذکرہ فرمایا یا موقع محل کی مناسبت سے ان کی دلداری مطلوب تھی۔

(المعجم ٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الثَّوْبِ الْأَحْمَرِ لِلرِّجَالِ (التحفة ٤)

باب: 4۔ مردوں کے لیے سرخ لباس کا جواز

١٧٢٤۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ، بَعِيدٌ مَّا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالطَّوِيلِ.

[1724] سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی لمبی زلفوں والے کو سرخ جوڑے میں اس قدر حسین نہیں دیکھا جس قدر رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ کے بال کندھوں پر پڑتے تھے۔ آپ کے کندھوں کا درمیانی فاصلہ زیادہ تھا (سینہ کشادہ اور وسیع تھا۔) آپ کا قد نہ چھوٹا تھا اور نہ لمبا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَأَبِي رِمْثَةَ وَأَبِي جُحَيْفَةَ. [وَ] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا جابر بن سمرہ، ابورمثہ اور ابوجحیفہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: خالص سرخ لباس پہننے کے بارے میں علماء کے مختلف موقف ہیں: ① جائز ہے۔ ② ناجائز ہے۔ ③ انتہائی سرخ ناجائز ہے اور ہلکا سرخ جائز ہے۔ ④ زیب و زینت کے اظہار اور شہرت کے لیے پہننا ناجائز ہے۔ گھروں میں اور کام کاج کے وقت پہننا جائز ہے۔ ⑤ بننے کے بعد سرخ رنگ کرنا جائز نہیں، سرخ رنگ کے دھاگے کا بنا ہوا کپڑا پہننا جائز ہے۔ ⑥ عُصفر (کسم) سے رنگا ہوا سرخ کپڑا جائز نہیں، کسی اور رنگ سے رنگا ہوا سرخ کپڑا جائز ہے۔ ⑦ دھاری دار سرخ کپڑا (جس میں سیاہ یا سفید دھاریاں ہوں) جائز ہے، خالص سرخ کپڑا جائز نہیں۔ (تحفة الأحوذي: 5/318، 321) صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ انتہائی شوخ سرخ رنگ کے کپڑے جو عورتیں پہنتی ہیں جیسا کہ ہمارے اس دور اور پاک و ہند میں بھی رواج ہے کہ شوخ رنگ کا سرخ کپڑا دلہنوں کا خصوصی لباس سمجھا جاتا ہے، وہ مردوں کے لیے زیبا اور مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح عصفر (کسم) سے رنگا ہوا سرخ کپڑا بھی جائز نہیں، اگر خالص شوخ سرخ رنگ نہ ہو بلکہ سیاہ و سفید اور سرخ دھاریاں ہوں یا ہلکا سرخ رنگ ہو تو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں، ہاں، سرخ رنگ اگر کسی کافر قوم کا شعار اور علامت بن جائے تو ان سے مشابہت کے سبب ناجائز ہوگا۔

١٧٢٤ـ أخرجه مسلم، الفضائل، باب: في صفة النبي ﷺ، وأنه كان أحسن الناس وجهًا، ح: ٢٣٣٧ من حديث وكيع، والبخاري، ح: ٣٥٥١ من حديث أبي إسحاق به * وفي الباب عن جابر بن سمرة [مسلم، ح: ٢٣٤٤/ ١١٠]، وأبي رمثة [أحمد: ٢/ ٢٢٦]، وأبي جحيفة [البخاري، ح: ٣٥٤٥ ومسلم، ح: ٢٣٤٢].

دلائل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 5/318، 321) اسی طرح اگر عورتوں کی مشابہت ہوگی تب بھی ناجائز قرار پائے گا، البتہ جہاں ایسا نہ ہو وہاں اس کا جواز ہوگا۔

(المعجم ٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْمُعَصْفَرِ لِلرِّجَالِ (التحفة ٥)

باب:5۔ مردوں کے لیے عُصفر سے رنگا ہوا کپڑا جائز نہیں

١٧٢٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمُعَصْفَرِ.

[1725] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم کا لباس اور عصفر (کسنبے) رنگ سے رنگا ہوا کپڑا ممنوع قرار دیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو. وَحَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا انس اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث آئی ہیں۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

لغوی تشریح: [قَسِّيّ] قَسّ جگہ کے بنے ہوئے کپڑے جن میں زیادہ حصہ ریشم کا ہوتا تھا۔ [قز] خام (کچے) ریشم سے بنے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں۔

فائدہ: عصفر (کسم) کا رنگ اگرچہ زرد ہوتا ہے لیکن رنگنے سے کپڑا سرخ ہو جاتا ہے، یہ سرخ رنگ ریشم کی طرح ناجائز ہے۔

(المعجم ٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الْفِرَاءِ (التحفة ٦)

باب:6۔ پوستین (مردار کا بلا رنگا چمڑا) پہننا

١٧٢٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ: حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ هَارُونَ [الْبُرْجُمِيُّ] عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ السَّمْنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَاءِ فَقَالَ: «الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللهُ فِي كِتَابِهِ، وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ

[1726] سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گھی، پنیر اور پوستین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”حلال وہی ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے، اور حرام وہی ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرایا ہے اور جس سے خاموشی اختیار کی ہے، وہ

١٧٢٥ـ أخرجه مسلم، اللباس والزينة، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر، ح: ٢٠٧٨ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ١/ ٨٠ بطوله ❊ وفي الباب عن أنس [الطحاوي في معاني الآثار: ٤/ ٢٤٩]، وعبدالله بن عمرو [مسلم، ح: ٢٠٧٧].

١٧٢٦ـ [حسن لغيره] أخرجه ابن ماجه، الأطعمة، باب أكل الجبن والسمن، ح: ٣٣٦٧ عن إسماعيل بن موسى به وسنده ضعيف وللحديث شاهد عند الحاكم: ٢/ ٣٧٥ وصححه ووافقه الذهبي وحسنه الهيثمي وقال البزار: "إسناده صالح" ❊ وفي الباب عن المغيرة [أبو داود، ح: ٦٥٩].

اللهُ فِي كِتَابِهِ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ».

[قَالَ أَبُوعِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنِ الْمُغِيرَةِ.

[وَ]هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَرَوٰى سُفْيَانُ وَغَيْرُهُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ سَلْمَانَ قَوْلَهُ. وَكَأَنَّ الْحَدِيثَ الْمَوْقُوفَ أَصَحُّ [وَسَأَلْتُ الْبُخَارِيَّ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: مَا أَرَاهُ مَحْفُوظًا رَوٰى سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ سَلْمَانَ مَوْقُوفًا، قَالَ الْبُخَارِيُّ: وَسَيْفُ بْنُ هَارُونَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ وَسَيْفُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَاصِمٍ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ].

ان چیزوں سے ہے جس سے اس نے درگزر فرمایا ہے۔"

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا مغیرہ سے روایت آئی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں مرفوع صرف اسی سند سے آئی ہے۔سفیان اور دوسرے راویوں نے اسے سلیمان تیمی کی سند سے سیدنا سلمان کے قول کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ گویا موقوف حدیث ہی زیادہ صحیح ہے۔ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا: میں اسے محفوظ نہیں سمجھتا کیونکہ سفیان نے اسے سلیمان تیمی کی سند سے موقوفاً بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: سیف بن ہارون، مقارب الحدیث ہے اور سیف بن محمد جو عاصم سے بیان کرتا ہے، اس کی حدیث لائق التفات نہیں۔

فائدہ: حلت وحرمت کے اعتبار سے اشیاء کی چار صورتیں ہیں: ① خالص حلال: جس کی حلت کی صراحت آچکی ہے۔ ② خالص حرام: جس کی حرمت کی صراحت موجود ہو۔ ③ مشتبہات جن کی حلت وحرمت میں اشتباہ ہے۔ انھیں قطعی طور پر حرام یا حلال قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ④ مَعْفُوْعَنْه: جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے۔ ان کی حلت یا حرمت کی صراحت بھی نہیں اور ان کی حلت وحرمت میں خاص التباس و اشتباہ بھی نہیں ہے۔ خالص حرام سے بچنا ضروری ہے۔ مشتبہات سے بچنا اپنے دین اور عزت کو طعن وتشنیع سے محفوظ رکھنا ہے۔ خالص حلال کے استعمال میں کوئی شبہ نہیں۔ مَعْفُوْعَنْه کا استعمال جائز اور مباح ہے، لیکن اس کے کثرت استعمال سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ مکروہ میں گرفتار ہونے کا پیش خیمہ ہے۔ فِراء سے مراد مردار کا ایسا چمڑا ہے جو رنگا نہ گیا ہو۔ اسے فارسی میں پوستین کہتے ہیں۔ اور اللہ کی کتاب سے مراد اللہ کا قانون کتاب وسنت ہے۔ (تحفة الأحوذي: 5/323، 324)

(المعجم ٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي جُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ (التحفة ٧)

باب: 7۔ مردار کا رنگا ہوا چمڑا

١٧٢٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ

[1727] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک

١٧٢٧ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب طهارة جلود الميتة بالدباغ، ح: ٣٦٥ من حديث عطاء بن أبي رباح به * وفي الباب عن سلمة بن المحبق [أبو داود، ح: ٤١٢٥]، وميمونة [مسلم، ح: ٣٦٣]، وعائشة [أبو داود، ح: ٤١٢٤]، وعن سودة [البخاري، ح: ٦٦٨٦].

أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: مَاتَتْ شَاةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَهْلِهَا: «أَلَا نَزَعْتُمْ جِلْدَهَا ثُمَّ دَبَغْتُمُوهُ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ».

بکری مرگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے مالک سے فرمایا: ''تم نے اس کا چمڑا کیوں نہ اتار لیا، پھر تم اسے رنگ لیتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ وَمَيْمُونَةَ وَعَائِشَةَ، وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُ هٰذَا. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَرُوِيَ عَنْهُ عَنْ سَوْدَةَ. وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يُصَحِّحُ حَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَحَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ وَقَالَ: احْتَمَلَ أَنْ يَكُونَ رَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ مَيْمُونَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا سلمہ بن محبق، سیدہ میمونہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور ابن عباس کی روایت حسن صحیح ہے۔ اسے کئی سندوں سے ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے۔ اور ابن عباس یہ روایت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بھی بیان کرتے ہیں اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بھی۔ میں نے امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) سے سنا کہ وہ ابن عباس کی براہ راست نبی ﷺ سے حدیث اور ابن عباس کی میمونہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے حدیث کو صحیح قرار دیتے اور فرماتے تھے: دونوں احتمال ہیں کہ ابن عباس نے اسے میمونہ کے واسطے سے بیان کیا ہو اور میمونہ کے واسطے کے بغیر براہ راست نبی ﷺ سے بیان کیا ہو۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ (امام ابوحنیفہ کا موقف بھی یہی ہے۔)

١٧٢٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَعْلَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ». هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا فِي جُلُودِ الْمَيْتَةِ: إِذَا دُبِغَتْ فَقَدْ طَهُرَتْ.

[1728] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس چمڑے کو رنگ لیا جائے، وہ پاک ہو جاتا ہے۔'' یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ ان کے بقول مردار کا چمڑا جب رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: أَيُّمَا إِهَابِ [مَيْتَةٍ] دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ إِلَّا الْكَلْبَ وَالْخِنْزِيرَ. وَكَرِهَ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام شافعی کا قول ہے کہ جس مردار کا چمڑا رنگ لیا گیا وہ پاک ہو گیا، سوائے کتے اور

١٧٢٨ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب طهارة جلود الميتة بالدباغ، ح: ٣٦٦ عن قتيبة به.

بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ جُلُودَ السِّبَاعِ [وَإِنْ دُبِغَ، وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِاللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ] وَشَدَّدُوا فِي لُبْسِهَا وَالصَّلَاةِ فِيهَا. قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: إِنَّمَا مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ» إِنَّمَا يَعْنِي بِهِ جِلْدَ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ. هٰكَذَا فَسَّرَهُ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وَقَالَ: إِنَّمَا يُقَالُ إِهَابٌ لِجِلْدِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ. وَكَرِهَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ وَالْحُمَيْدِيُّ الصَّلَاةَ فِي جُلُودِ السِّبَاعِ.

خنزیر کے۔ اور بعض اہل علم صحابۂ کرام نے درندوں کے چمڑے کو رنگنے کے باوجود مکروہ قرار دیا ہے۔ عبداللہ بن مبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ انھوں نے اس کے پہننے اور اس میں نماز پڑھنے کے بارے میں شدت اختیار کی ہے۔ اسحاق بن ابراہیم فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے فرمان کہ ''جو چمڑا رنگ لیا گیا، وہ پاک ہو گیا'' سے مراد وہ حیوانات ہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے (ان کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔) نضر بن شُمیل نے بھی اس کی تفسیر اسی طرح کی ہے کہ إهاب اسی جانور کے چمڑے کو کہتے ہیں جس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ ابن مبارک، احمد، اسحاق اور حمیدی رحمہم اللہ نے درندے کے چمڑے میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔

فائدہ: اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کن مرداروں کے چمڑے رنگنے سے پاک ہو جاتے ہیں، کیونکہ عام اہل لغت کے نزدیک اس چمڑے کو إهاب کہتے ہیں جو رنگا نہ گیا ہو یا مطلق چمڑے کو کہہ دیتے ہیں۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے نضر بن شمیل سے یہ نقل کیا ہے کہ إهاب بغیر رنگے چمڑے کو کہتے ہیں۔ رنگنے کے بعد إهاب نہیں کہتے۔ (تحفة الأحوذي: 327/5، 328) ① کتے اور خنزیر کے سوا باقی جانوروں کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے، اس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ۔ سیدنا علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے۔ امام شافعی کا موقف بھی یہی ہے۔ ② رنگنے سے کوئی چمڑا پاک نہیں ہوتا۔ عمر بن خطاب، عبداللہ بن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ امام احمد کا مشہور قول اور امام مالک کا ایک قول بھی یہی ہے۔ ③ رنگنے سے ماکول اللحم کا چمڑا پاک ہو جاتا ہے، غیر ماکول اللحم کا نہیں۔ امام اوزاعی، ابن مبارک، ابوثور اور اسحاق بن راہویہ کا نظریہ یہی ہے۔ ④ خنزیر کے سوا تمام مرداروں کے چمڑے پاک ہو جاتے ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔ ⑤ رنگنے سے خنزیر اور کتے سمیت تمام جانداروں کے چمڑے پاک ہو جاتے ہیں۔ یہ اہل ظاہر کا قول ہے، اور ابو یوسف کی طرف بھی منسوب ہے۔ ⑥ ہر قسم کے مردار حیوانات کے چمڑے دباغت سے ظاہراً پاک ہو جاتے ہیں باطناً نہیں، یعنی اوپر سے پاک ہو جاتے ہیں اندر سے نہیں، اس لیے انھیں خشک اشیاء کے لیے تو استعمال کیا جا سکتا ہے، مائع (سیال) اشیاء کے لیے نہیں۔ ان پر نماز پڑھی جا سکتی ہے، انھیں پہن کر نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ امام مالک کا مشہور قول یہی ہے۔ ⑦ مردار کے چمڑے سے بلا دباغت (رنگے بغیر) ہر قسم کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اقوال کی تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح صحیح مسلم از نووی: 73/4) صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ درندوں کے چمڑے سے کسی صورت میں فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا کیونکہ نبی ﷺ نے ان سے فائدہ اٹھانے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ آگے مستقل باب میں یہ مسئلہ آ رہا ہے، چاہے یہ مان بھی لیا جائے کہ ان کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 327/5، 329)

١٧٢٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ وَالشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُكَيْمٍ قَالَ: أَتَانَا كِتَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنْ لَّا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَّلَا عَصَبٍ.

[1729] سیدنا عبداللہ بن عکیم بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا خط پہنچا کہ ''تم مردار کے چمڑے اور پٹھے سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَيُرْوٰى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُكَيْمٍ، عَنْ أَشْيَاخٍ لَّهُ هٰذَا الْحَدِيثُ، وَلَيْسَ الْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُكَيْمٍ أَنَّهُ قَالَ: أَتَانَا كِتَابُ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِشَهْرَيْنِ. قَالَ: وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ: كَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يَذْهَبُ إِلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ لِمَا ذُكِرَ فِيهِ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِشَهْرَيْنِ وَكَانَ يَقُولُ: كَانَ هٰذَا آخِرَ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ تَرَكَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هٰذَا الْحَدِيثَ لَمَّا اضْطَرَبُوا فِي إِسْنَادِهِ، حَيْثُ رَوٰى بَعْضُهُمْ فَقَالَ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُكَيْمٍ، عَنْ أَشْيَاخٍ لَّهُ مِنْ جُهَيْنَةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ عبداللہ بن عکیم یہ روایت اپنے عمر رسیدہ بزرگوں سے نقل کرتے ہیں۔ اکثر اہل علم کا اس پر عمل نہیں ہے۔ یہ حدیث عبداللہ بن عکیم سے یوں بھی بیان کی گئی ہے کہ ہمارے پاس نبی ﷺ کا مکتوب گرامی آپ کی وفات سے دو ماہ پہلے پہنچا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف پہلے اس حدیث کے مطابق تھا کیونکہ اس میں (خط) آپ کی وفات سے دو ماہ پہلے پہنچنے کا ذکر ہے، اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ یہ نبی ﷺ کا آخری فرمان ہے (جو پہلوں کا ناسخ ہے،) پھر احمد بن حنبل نے اس حدیث کو چھوڑ دیا کیونکہ اس کی سند میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے یوں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن عکیم اسے جہینہ قبیلے کے شیوخ اور بوڑھے افراد سے بیان کرتا ہے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ رنگنے سے پہلے مردار کے چمڑے سے فائدہ اٹھانا درست نہیں۔

(المعجم ٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ جَرِّ الْإِزَارِ (التحفة ٨)

باب:8۔ تہ بند کا گھسیٹنا جائز نہیں

١٧٣٠- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا

[1730] سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

١٧٢٩ـ أخرجه أبو داود، اللباس، باب من روى أن لايستنفع بإهاب الميتة، ح:٤١٢٧ والنسائي، ح:٤٢٥٤ وابن ماجه، ح:٣٦١٣ من حديث الحكم بن عتيبة به، وحسنه البيهقي وصححه ابن حبان، وصرح الحكم بالسماع. وانظر التفصيل في الإرواء * وأشياخ له من جهينة: صحابة والصحابة كلهم عدول.

١٧٣٠ـ أخرجه البخاري، اللباس، باب قول الله تعالى: ﴿قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده﴾، ح:٥٧٨٣ ومسلم، ح:٢٠٨٥ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ٢/ ٩١٤ (يحيى) * وفي الباب عن حذيفة [يأتي: ١٧٨٣]، وأبي سعيد [أبو داود، ح:٤٠٩٣]، وأبي هريرة [البخاري، ح:٥٧٨٨ ومسلم، ح:٢٠٨٧]، وسمرة [أحمد:٥/ ٩، ١٥]، وأبي ذر [مسلم، ح:١٠٦]، وعائشة [أحمد:٦/ ٥٩، ٢٥٧]، وهبيب بن مغفل [أحمد:٣/ ٤٣٧، ٤/ ٢٣٧].

مَالِكٌ ح: وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِاللهِ بْنِ دِينَارٍ وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ كُلُّهُمْ يُخْبِرُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص فخر وتکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر (رحمت) نہیں ڈالے گا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَمُرَةَ وَأَبِي ذَرٍّ وَعَائِشَةَ وَهُبَيْبِ ابْنِ مُغْفِلٍ. وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا حذیفہ، ابوسعید، ابوہریرہ، سمرہ، ابوذر، سیدہ عائشہ اور ہُبیب بن مغفل رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: فخر اور تکبر سے لباس کو ٹخنوں سے نیچے کرنا اس قدر سنگین جرم ہے کہ جس دن ہر بندہ اپنے رب کریم کی نظر عنایت اور نگاہ رحم وکرم کا انتہائی محتاج، ضرورت مند اور خواہش مند ہوگا، اس وقت فخر اور غرور والا لباس پہننے والا اس کی نگاہ رحم وکرم سے محروم ہوگا۔ ہاں، دوسری روایات کی روشنی میں اگر نادانستہ، بے خیالی اور بے توجہی کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے اور احساس ہونے پر تہ بند، شلوار یا پاجامہ ٹخنوں سے اونچا کر لیا جاتا ہے تو اس پر مؤاخذہ یا عتاب نہیں ہے۔

(المعجم ٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي [جَرِّ] ذُيُولِ النِّسَاءِ (التحفة ٩)

باب: 9۔ عورتوں کا دامن گھسیٹنا

١٧٣١ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ يَصْنَعُ النِّسَاءُ بِذُيُولِهِنَّ؟ قَالَ: «يُرْخِينَ شِبْرًا» فَقَالَتْ: إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ. قَالَ: «فَيُرْخِينَهُ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ».

[1731] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے فخر وتکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔'' اس پر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: تو عورتیں اپنے دامنوں کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''(پنڈلی سے) ایک بالشت لٹکا لیں۔'' انھوں نے عرض کی: تب تو ان کے پاؤں ننگے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''تو وہ ایک ذراع (ہاتھ کے بقدر) لٹکا لیں، اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔''

قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَفِي الْحَدِيثِ رُخْصَةٌ لِّلنِّسَاءِ فِي جَرِّ الْإِزَارِ لِأَنَّهُ يَكُونُ أَسْتَرَ لَهُنَّ.

امام صاحب نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور حدیث میں عورتوں کے لیے تہ بند گھسیٹنے کی رخصت ہے

١٧٣١ـ أخرجه النسائي، الزينة، باب ذيول النساء: ٨/ ٢٠٩، ح: ٥٣٣٨ من حديث عبدالرزاق به وهو في مصنفه: ١١/ ٨٢، ٨٣، ح: ١٩٩٨٤ ورواه مسلم، ح: ٢٠٨٥ من حديث أيوب به، ورواه البخاري، ح: ٥٧٨٣.

کیونکہ اس میں ان کے لیے زیادہ پردہ ہے۔

فائدہ: عورتوں نے چونکہ اپنے پاؤں چھپانے ہوتے ہیں، اس لیے انھیں تہ بند یا شلوار کے گھسیٹنے کی اجازت ہے۔

١٧٣٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أُمِّ الْحَسَنِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُمْ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَبَّرَ لِفَاطِمَةَ شِبْرًا مِّنْ نِطَاقِهَا.

[1732] ام حسن بیان کرتی ہیں کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ نبی ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کا کمر بند بالشت بھر ماپ دیا (بالشت بھر لٹکانے کی اجازت دی۔)

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض نے یہ حدیث ام حسن عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بجائے حسن عن اُبیہ کے واسطے سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے۔

لغوی تشریح: نطاق کمر بند۔ یعنی کمر بند کو پنڈلی سے ایک بالشت لٹکانے کی اجازت دی۔

(المعجم ١٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الصُّوفِ (التحفة ١٠)

باب: 10۔ اُونی لباس پہننا

١٧٣٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُّلَبَّدًا وَّإِزَارًا غَلِيظًا، فَقَالَتْ: قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي هٰذَيْنِ.

[1733] سیدنا ابوبردہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے ایک پیوند لگی اونی چادر اور موٹا تہ بند نکالا، پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی روح ان دونوں میں قبض کی گئی تھی۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ مَسْعُودٍ. وَّحَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کو چونکہ دنیا کی زیب و زینت اور فاخرانہ لباس سے دلچسپی نہ تھی، اس لیے عام، سادہ اور موٹا لباس زیب تن فرماتے تاکہ امت کے غریب افراد قیمتی لباس سے محرومی کو اپنی بدقسمتی نہ سمجھیں اور اس پر رنجیدہ اور پریشان نہ ہوں، کیونکہ آپ کی اقتدا قابل فخر ہے اور آپ ﷺ امت کے لیے کامل نمونہ ہیں۔

١٧٣٢ـ [حسن لغيره] أخرجه أحمد: ٦/ ٢٩٩ عن عفان به وسنده ضعيف، وللحديث شواهد منها الحديث السابق.

١٧٣٣ـ أخرجه البخاري، اللباس، باب الأكسية والخمائص، ح: ٥٨١٨ ومسلم، ح: ٢٠٨٠ من حديث إسماعيل - وهو ابن علية - به ❊ وفي الباب عن علي [أبو يعلى: ١/ ٣٨٧، ح: ٥٠٢]، وابن مسعود [يأتي: ١٧٣٤].

١٧٣٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كَانَ عَلَى مُوسٰى يَوْمَ كَلَّمَهُ رَبُّهُ كِسَاءُ صُوفٍ، وَجُبَّةُ صُوفٍ، وَكُمَّةُ صُوفٍ، وَسَرَاوِيلُ صُوفٍ، وَكَانَتْ نَعْلَاهُ مِنْ جِلْدِ حِمَارٍ مَيِّتٍ».

[1734] سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام نے جس دن اپنے رب سے گفتگو کی تو وہ اونی چادر اور اونی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ ان کی ٹوپی اور شلوار بھی اونی تھی، اور ان کی جوتیاں مردہ گدھے کی کھال سے بنی تھیں۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ. وَحُمَيْدٌ - هُوَ ابْنُ عَلِيٍّ الْأَعْرَجُ - [قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: حُمَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ الْأَعْرَجُ] مُنْكَرُ الْحَدِيثِ. وَحُمَيْدُ بْنُ قَيْسٍ الْأَعْرَجُ الْمَكِّيُّ صَاحِبُ مُجَاهِدٍ ثِقَةٌ. وَالْكُمَّةُ الْقَلَنْسُوَةُ الصَّغِيرَةُ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف حمید اعرج بیان کرتا ہے۔ اور یہ حمید بن علی اعرج کوفی ہے۔ اسے امام بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ لیکن حمید بن قیس اعرج مکی جو مجاہد کا شاگرد ہے وہ ثقہ ہے۔ اور کُمَّہ چھوٹی ٹوپی کو کہتے ہیں۔

(المعجم ١١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعِمَامَةِ السَّوْدَاءِ (التحفة ١١)

باب: 11۔ سیاہ پگڑی

١٧٣٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

[1735] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ والے دن مکے میں سیاہ پگڑی باندھے ہوئے داخل ہوئے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ [عَلِيٍّ] وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَرُكَانَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام صاحب فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی، عمرو بن حریث، ابن عباس اور رُکانہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سیاہ پگڑی باندھنا جائز ہے۔

١٧٣٤ـ [ضعيف] أخرجه ابن عدي: ٢/ ٦٨٨ من حديث خلف بن خليفة به ﷺ حميد الأعرج: ضعيف (تقريب).

١٧٣٥ـ أخرجه أبو داود، اللباس، باب: في العمائم، ح: ٤٠٧٦ من حديث حماد بن سلمة، ومسلم، ح: ١٣٥٨ من طريق آخر عن أبي الزبير به ﷺ وفي الباب عن علي [الطيالسي، ح: ١٥٤]، وعمرو بن حريث [مسلم، ح: ١٣٥٩]، وابن عباس [لم أجده]، وركانة [يأتي: ١٧٨٤].

(المعجم ۱۲) بَابٌ: [فِي] سَدْلِ الْعِمَامَةِ بَيْنَ الْكَتِفَيْنِ (التحفة ۱۲)

باب:12۔ پگڑی کندھوں کے درمیان لٹکانا

۱۷۳۶- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ.

[1736] سیدنا ابن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب پگڑی باندھتے تو اپنی پگڑی، یعنی اس کا شملہ کندھوں کے درمیان لٹکا لیتے تھے۔

قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْدِلُ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ. قَالَ عُبَيْدُاللهِ: وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ وَسَالِمًا يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. [وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ] وَلَا يَصِحُّ حَدِيثُ عَلِيٍّ فِي هٰذَا مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ.

نافع بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر ﷺ بھی اپنی پگڑی (کا شملہ) اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔ عبیداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم اور سالم کو دیکھا کہ وہ دونوں بھی اسی طرح کرتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ ﷫ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا علی ﷜ سے حدیث مروی ہے مگر وہ سند کے اعتبار سے صحیح نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پگڑی کا اوپر کا کنارہ دونوں کندھوں کے درمیان ڈالنا چاہیے کیونکہ نبی ﷺ پگڑی کا شملہ کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے، اس لیے بہتر طریقہ یہی ہے۔ پگڑی کے بارے میں تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفۃ الأحوذي: 326/5، 329)

(المعجم ۱۳) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ خَاتَمِ الذَّهَبِ (التحفة ۱۳)

باب:13۔ سونے کی انگوٹھی ممنوع ہے

۱۷۳۷- حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا

[1737] سیدنا علی بن ابی طالب ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے، ریشمی لباس

۱۷۳۶- أخرجه العقيلي: ۳/ ۲۱ من حديث يحيى بن محمد به وللحديث شواهد كثيرة عند الخطيب: ۱۱/ ۲۹۳ ومسلم، ح: ۱۳۵۹ والهيثمي (مجمع الزوائد: ۵/ ۱۲۰) وغيرهم * وفي الباب عن علي [أبو داود الطيالسي في مسنده، ح: ۱۵٤].

۱۷۳۷- أخرجه مسلم، الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، ح: ٤٨٠ من حديث الزهري، والنسائي: ۲/ ۲۱۷، ح: ۱۱۱۹ من حديث إبراهيم بن عبدالله به مختصرًا ومطولاً.

مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: نَهَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ، وَعَنْ لِبَاسِ الْقَسِّيِّ، وَعَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَعَنْ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ.

پہننے، رکوع و سجود میں قرآن پڑھنے اور کسم رنگ کا لباس پہننے سے منع فرمایا۔"

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: سونا، ریشم اور کسم مردوں کے لیے ممنوع ہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے اور رکوع و سجود بھی قراءت کا محل نہیں، تسبیح و تحمید اور استغفار کا محل ہے، اس لیے رکوع اور سجود میں قراءت کرنا درست نہیں۔

١٧٣٨- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ: حَدَّثَنَا حَفْصٌ اللَّيْثِيُّ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهُ حَدَّثَنَا أَنَّهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ.

[1738] حفص لیثی بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ انھوں نے ہمیں بتایا: رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَمُعَاوِيَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] حَدِيثُ عِمْرَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَأَبُو التَّيَّاحِ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابن عمر، ابوہریرہ اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمران رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور ابوتیاح کا نام یزید بن حمید ہے۔

فائدہ: امام نووی فرماتے ہیں: مسلمانوں کے نزدیک بالاتفاق سونے کی انگوٹھی عورتوں کے لیے جائز اور مردوں کے لیے حرام ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 91/14)

(المعجم ١٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ الْفِضَّةِ (التحفة ١٤)

باب: 14- چاندی کی انگوٹھی

١٧٣٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ

[1739] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

١٧٣٨- أخرجه النسائي، الزينة، باب حديث أبي هريرة والاختلاف على قتادة، : ٨/ ١٧٠، ح: ٥١٩٠ عن يوسف بن حماد به مطولاً وللحديث شواهد كثيرة * وفي الباب عن علي [مسلم، ح: ٤٨٠]، وابن عمر [يأتي: ١٧٤١ والنسائي، ح: ٥١٦٧]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٥٨٦٤ ومسلم، ح: ٢٠٨٩]، ومعاوية [لعله يشير إلى حديث أبي داود، ح: ٤٢٣٩].

١٧٣٩- أخرجه مسلم، اللباس والزينة، باب: في خاتم الورق فصه حبشي، ح: ٢٠٩٤ من حديث ابن وهب، والبخاري، ح: ٥٨٦٨ من حديث يونس به * وفي الباب عن ابن عمر [الترمذي في الشمائل، ح: ١٠٠]، وبريدة [يأتي: ١٧٨٥].

ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ وَرِقٍ وَكَانَ فَصُّهُ حَبَشِيًّا.

کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی انداز کا تھا۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَبُرَيْدَةَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

اس مسئلے میں سیدنا ابن عمر اور بریدہ رضی اللہ عنہم کی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سند سے غریب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا، یعنی پتھر یا عقیق کا تھا، لیکن اگلے باب میں آ رہا ہے کہ چاندی کا تھا۔ اس کی تطبیق یوں ہے کہ نگینے کی بناوٹ اور انداز حبشی تھا اور بنا چاندی سے تھا۔ یا بعض اوقات نگینہ چاندی کا تھا اور بعض اوقات پتھر یا عقیق کا تھا۔ (تحفة الأحوذي: 341/5)

(المعجم ١٥) بَابُ مَا جَاءَ مَا يُسْتَحَبُّ فِي فَصِّ الْخَاتَمِ (التحفة ١٥)

باب: 15۔ انگوٹھی کا پسندیدہ نگینہ

١٧٤٠ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ [اللّٰهِ] الطَّنَافِسِيُّ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ أَبُوخَيْثَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فِضَّةٍ فَصُّهُ مِنْهُ.

[1740] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اسی کا (چاندی کا) تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سند سے غریب ہے۔

(المعجم ١٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الْخَاتَمِ فِي الْيَمِينِ (التحفة ١٦)

باب: 16۔ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہننا

١٧٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ:

[1741] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

١٧٤٠ـ أخرجه أبو داود، الخاتم، باب ماجاء في اتخاذ الخاتم، ح: ٤٢١٧ والنسائي، ح: ٥٢٠٣ من حديث زهير به ورواه البخاري، ح: ٥٨٧٠ وغيره من حديث معتمر عن حميد عن أنس به.

١٧٤١ـ أخرجه مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم خاتم الذهب على الرجال . . . إلخ، ح: ٢٠٩١ من حديث موسى بن عقبة به * وفي الباب عن علي [الترمذي في الشمائل، ح: ٩٤، ٩٥ وأبو داود، ح: ٤٢٢٦]، وجابر [الترمذي في الشمائل، ح: ٩٨]، وعبدالله بن جعفر [يأتي: ١٧٤٤]، وابن عباس [يأتي: ١٧٤٢]، وعائشة [البزار (كشف الأستار): ٣/ ٣٧٧، ح: ٢٩٩١]، وأنس [مسلم، ح: ٢٠٩٤/ ٦٢].

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ خَاتَمًا مِّنْ ذَهَبٍ فَتَخَتَّمَ بِهِ فِي يَمِينِهِ ثُمَّ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: «إِنِّي كُنْتُ اتَّخَذْتُ هٰذَا الْخَاتَمَ فِي يَمِينِي»، ثُمَّ نَبَذَهُ وَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ.

نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پہن لیا۔ پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ''میں نے یہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہن رکھی تھی۔'' پھر آپ نے اسے پھینک دیا اور لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں (اتار کر) پھینک دیں۔

[قَالَ:] وفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّجَابِرٍ وَّعَبْدِاللهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَائِشَةَ وَأَنَسٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَ هٰذَا مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَنَّهُ تَخَتَّمَ فِي يَمِينِهِ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، جابر، عبداللہ بن جعفر، ابن عباس، سیدہ عائشہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ حدیث نافع سے ایک اور سند سے بھی بیان کی گئی ہے لیکن اس میں دائیں ہاتھ میں پہننے کا تذکرہ نہیں ہوا۔

١٧٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ وَلَا إِخَالُهُ إِلَّا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ.

[1742] صلت بن عبداللہ بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا۔ میرے خیال میں انھوں نے فرمایا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ نَوْفَلٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) کے بقول: محمد بن اسحاق کی صلت بن عبداللہ بن نوفل سے بیان کی گئی حدیث حسن صحیح ہے۔

١٧٤٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَتَخَتَّمَانِ فِي يَسَارِهِمَا.

[1743] جعفر بن محمد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٧٤٢ـ أخرجه أبو داود، الخاتم، باب ماجاء في التختم في اليمين أو اليسار، ح: ٤٢٢٩ من حديث ابن إسحاق به وصرح بالسماع.

١٧٤٣ـ [صحيح موقوف] أخرجه الطبراني في الكبير: ٣/ ٢٣، ح: ٢٥٤٠ من حديث حاتم والبيهقي: ٤/ ١٤٣ من حديث جعفر به مطولًا ومختصرًا، والسند منقطع.

١٧٤٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي رَافِعٍ [هُوَ عُبَيْدُاللهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَاسْمُ أَبِي رَافِعٍ أَسْلَمُ] يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ، وَقَالَ [عَبْدُاللهِ بْنُ جَعْفَرٍ]: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ.

[1744] حماد بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن ابی رافع، یعنی رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام عبیداللہ بن ابی رافع (اور ابو رافع کا نام اسلم ہے) کو دیکھا وہ انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔ اور عبداللہ بن جعفر نے کہا: نبی ﷺ انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

[قَالَ: وَ]قَالَ مُحَمَّدُ [بْنُ إِسْمَاعِيلَ]: هٰذَا أَصَحُّ شَيْءٍ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا الْبَابِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محمد بن اسماعیل (امام بخاری) رحمہ اللہ کے بقول اس مسئلے میں سب سے بہتر اور زیادہ صحیح یہی حدیث ہے۔

فوائد ومسائل: ① فقہائے امت کے نزدیک بالاتفاق، بلا کراہت انگوٹھی دائیں اور بائیں ہاتھ میں پہننا جائز ہے، البتہ درمیانی انگلی اور اس سے متصل (شہادت والی) انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی: 102/14) ② انگوٹھی ہر وقت پہننے میں زیب وزینت مقصود ہو تو پھر دائیں میں پہننا بہتر ہے۔ اور اگر مہر وغیرہ لگانے کے لیے کسی وقت پہننا ہو اور پھر اتار دینا ہو تو بائیں ہاتھ میں بہتر ہے۔ (تحفة الأحوذي: 342/5، 343)

(المعجم ١٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي نَقْشِ الْخَاتَمِ (التحفة ١٧)

باب: 17۔ انگوٹھی کا نقش

١٧٤٥- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ فَنَقَشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ، ثُمَّ قَالَ: «لَا تَنْقُشُوا عَلَيْهِ».

[1745] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ کندہ کروائے، پھر فرمایا: ''تم یہ نقش نہ کروانا۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ. وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: «لَا تَنْقُشُوا عَلَيْهِ» نَهٰى أَنْ يَنْقُشَ أَحَدٌ عَلٰى خَاتَمِهِ: مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور آپ کے قول [لَا تَنْقُشُوا عَلَيْهِ] کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر ''محمد رسول

١٧٤٤- أخرجه النسائي، الزينة، باب موضع الخاتم من اليد ... إلخ، ٨/ ١٧٥، ح: ٥٢٠٧ من حديث حماد بن سلمة به وللحديث شواهد عند أبي داود، ح: ٤٢٢٦ وغيره.

١٧٤٥- أخرجه أحمد: ٣/ ١٦١ عن عبدالرزاق به.

اللہ'' کے الفاظ کندہ کروائے۔

فائدہ: نبی ﷺ یہ انگوٹھی خطوط وغیرہ پر مہر لگانے کے لیے استعمال فرماتے تھے۔ اگر دوسرں کو بھی یہ الفاظ نقش کروانے کی اجازت دے دی جاتی تو امتیاز ختم ہو جاتا اور مقصد فوت ہو جاتا۔ یہ نقش اس طرح تھا کہ لفظ ''اللہ'' سب سے اوپر تھا، اس کے نیچے لفظ ''رسول'' اور اس کے نیچے لفظ ''محمد'' تھا۔ ﷺ

١٧٤٦- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ وَالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ.

[1746] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہونا چاہتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیتے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں ہمام راوی نے حدیث بیان کرنے میں ثقات کی مخالفت کی ہے۔ اصل روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی، پھر اسے اتار پھینکا، اسے پہنے نہیں رکھا۔ اور چاندی کی مذکورہ نقش والی انگوٹھی آپ ﷺ زیادہ تر مہر لگانے کے لیے استعمال فرماتے تھے، تاہم یہ بات تو واضح ہے کہ قابل تعظیم وتکریم کوئی چیز پہن کر یا ہاتھ میں لے کر بیت الخلاء میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔

١٧٤٧ [حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُولٌ سَطْرٌ، وَاللهُ سَطْرٌ].

[1747] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی کا نقش تین سطری تھا: لفظِ ''محمد ایک سطر، لفظِ ''رسول'' ایک سطر اور لفظِ ''اللہ'' ایک سطر۔

١٧٤٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُولٌ سَطْرٌ، وَاللهُ سَطْرٌ وَلَمْ يَقُلْ مُحَمَّدُ

[1748] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی کا نقش تین سطروں میں تھا: لفظِ ''محمد'' ایک سطر، لفظِ ''رسول'' ایک سطر اور لفظِ ''اللہ'' ایک سطر۔ محمد بن یحییٰ کی حدیث میں تین سطروں کا ذکر نہیں ہے۔

١٧٤٦ـ [ضعيف] أخرجه النسائي، الزينة، باب نزع الخاتم عند دخول الخلاء: ٨/ ١٧٨، ح: ٥٢١٦ من حديث سعيد بن عامر، وأبو داود، ح: ١٩ وابن ماجه، ح: ٣٠٣ من حديث همام بن يحيى به ※ ابن جريج عنعن.

١٧٤٧ـ أخرجه البخاري، اللباس، باب: هل يجعل نقش الخاتم ثلاثة أسطر؟، ح: ٥٨٧٨ عن محمد بن عبدالله الأنصاري به.

١٧٤٨ـ انظر الحديث السابق ※ وفي الباب عن ابن عمر [البخاري، ح: ٥٨٦٥ ومسلم، ح: ٢٠٩١/ ٥٤، ٥٥].

ابْنُ يَحْيٰى فِي حَدِيثِهِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ.

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسٰى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

اس مسئلے میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ''اللہ'' کی تعظیم کی خاطر ان تین لفظوں کو صعودی ترتیب (نیچے سے اوپر) کے مطابق لکھوایا تھا، یعنی ''اللہ رسول محمد'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر معاملے میں ادب وآداب کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(المعجم ١٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الصُّورَةِ (التحفة ١٨)

باب: 18۔ تصویر کا حکم

١٧٤٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ: حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الصُّورَةِ فِي الْبَيْتِ، وَنَهٰى أَنْ يُصْنَعَ ذٰلِكَ.

[1749] سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں تصویر رکھنے سے منع فرمایا اور تصویر بنانے سے بھی منع فرمایا۔

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي طَلْحَةَ وَعَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي أَيُّوبَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا علی، ابوطلحہ، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوہریرہ اور ابوایوب رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اسلام کی اساس و بنیاد توحید ہے اور شرک توحید کی ضد ہے، اس لیے اسلام میں ان تمام چیزوں کو حرام اور ممنوع قرار دیا گیا ہے جو شرک کا پیش خیمہ بن سکتی ہیں۔ اس اصول کی بنیاد پر ذی روح (جاندار) چیزوں کی تصاویر گھر میں رکھنا، اگرچہ وہ دوسروں نے ہی بنائی ہوں، اور تصاویر بنانا دونوں ہی ممنوع ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح صحیح مسلم از نووي: 114/14، 116، وتحفة الأحوذي: 349/5، 350)

١٧٥٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ: أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى أَبِي

[1750] عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے، وہ سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لیے ان کے پاس گئے تو وہاں سہل بن حنیف کو پایا۔ اور سیدنا ابوطلحہ نے ایک

١٧٤٩ـ أخرجه أحمد: ٣/ ٣٨٣ عن روح به مطولًا وهذا مختصر منه، وصححه ابن حبان، ح: ١٤٨٥ * ابن جريج وأبو الزبير صرحا بالسماع * وفي الباب عن علي [ابن ماجه، ح: ٣٣٥٩ والنسائي، ح: ٥٣٥٣]، وأبي طلحة [يأتي: ١٧٥٠]، وعائشة [البخاري، ح: ٥٩٥٥ ومسلم، ح: ٢١٠٧]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٧٠٤٢ والنسائي، ح: ٥٣٦٢]، وأبي أيوب [الطحاوي في معاني الآثار: ٤/ ٢٨٢].

١٧٥٠ـ أخرجه النسائي، الزينة، باب التصاوير: ٨/ ٢١٢، ح: ٥٣٥١ من حديث معن به وهو في الموطأ: ٢/ ٩٦٦.

طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ يَعُودُهُ فَوَجَدَ عِنْدَهُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ، قَالَ: فَدَعَا أَبُوطَلْحَةَ إِنْسَانًا يَنْزِعُ نَمَطًا تَحْتَهُ، فَقَالَ لَهُ سَهْلٌ: لِمَ تَنْزِعُهُ؟ فَقَالَ: لِأَنَّ فِيهَا تَصَاوِيرَ، وَ[قَدْ] قَالَ فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ مَا قَدْ عَلِمْتَ، قَالَ سَهْلٌ: أَوَلَمْ يَقُلْ: إِلَّا مَا كَانَ رَقْمًا فِي ثَوْبٍ؟ فَقَالَ: بَلَى، وَلٰكِنَّهُ أَطْيَبُ لِنَفْسِي.

آدمی کو بلایا تاکہ وہ ان کے نیچے والی بستر کی چادر نکال دے تو ان سے سیدنا سہل نے پوچھا: آپ اسے کیوں نکلواتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: اس لیے کہ اس میں تصویریں ہیں اور اس کے بارے میں نبی ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے آپ جانتے ہی ہیں۔ سہل نے کہا: کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا: ''مگر جو کپڑے میں نقش ہو؟'' تو ابوطلحہ نے کہا: کیوں نہیں! لیکن اس کا نکلوانا میرے نفس کے لیے زیادہ خوش گوار اور اطمینان بخش ہے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: رقم سے مراد بیل بوٹے ہیں جو کپڑوں کی خوبصورتی کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ ان میں کسی جاندار کی تصویر نہیں ہوتی، یا الگ الگ اجزاء ہونے کی بنا پر تصویر نہیں بنتی اور نہ تصویر محسوس ہوتی ہے۔ صحیح بات وہی ہے جو امام ابن العربی نے لکھی ہے کہ وہ تصویر جس کا سایہ وجسم نہیں ہے، اگر اس کی شکل وہیئت برقرار ہے تو وہ حرام ہے چاہے اسے عزت وتکریم سے رکھا جائے یا پامال کیا جائے۔ اور اگر اس کا سر کاٹ دیا جائے یا اس کی شکل اور ہیئت وصورت کو بکھیر دیا جائے تو جائز ہے۔ (عارضة الأحوذي: 253/7، وتحفة الأحوذي: 54/3)

(المعجم ١٩) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُصَوِّرِينَ (التحفة ١٩)

باب: 19۔ فوٹو گرافروں یا تصویر بنانے والوں کا حکم

١٧٥١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَوَّرَ صُورَةً عَذَّبَهُ اللهُ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيهَا، يَعْنِي الرُّوحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا، وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلٰى حَدِيثِ قَوْمٍ يَفِرُّونَ بِهِ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[1751] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے (کسی جاندار چیز کی) تصویر بنائی اللہ تعالیٰ اسے عذاب دے گا یہاں تک کہ وہ اس میں روح ڈال دے، اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔ اور جس نے ایسے لوگوں کی بات سننے کی کوشش کی جو اسے اس سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، (اس سے بھاگتے ہیں)، قیامت کے دن اس کے کان میں سیسہ ڈالا جائے گا۔''

١٧٥١_أخرجه البخاري، التعبير، باب من كذب في حلمه، ح: ٧٠٤٢ من حديث أيوب السختياني به * وفي الباب عن عبدالله ابن مسعود [البخاري، ح: ٥٩٥٠ ومسلم، ح: ٢١٠٩]، وأبي هريرة [البخاري، ح: ٥٩٥٣ ومسلم، ح: ٢١١١]، وأبي جحيفة [البخاري، ح: ٥٩٦٢]، وعائشة [البخاري، ح: ٥٩٥٤ ومسلم، ح: ٢١٠٧]، وابن عمر [البخاري، ح: ٥٩٥١ ومسلم، ح: ٢١٠٨].

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي جُحَيْفَةَ وَعَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

اس مسئلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود، ابوہریرہ، ابوجحیفہ، سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: تصویر سازی اللہ تعالیٰ کی صفت کی نقالی ہے۔ المصور اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے، اس لیے صورت گری اسی کے لیے زیبا اور لائق ہے جو اس میں روح بھی ڈال سکتا ہے۔ اور جو انسان کسی جاندار چیز کی تصویر بناتا ہے گویا وہ عملی طور پر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ صورت گری کر سکتا اور اس میں روح پھونک سکتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کی مشابہت اختیار کرتا ہے، اس لیے قیامت کے دن اسے حکم دیا جائے گا کہ جو کچھ بنایا تھا، اسے زندہ کرے اور اس میں روح پھونکے۔ اور تصویر میں روح ڈالنا کسی مخلوق کے بس میں نہیں۔ یہ کام تو صرف خالق کر سکتا ہے، اس لیے کسی جاندار کی تصویر بنانا ناجائز ہے۔ اور جس چیز میں روح نہیں اس کی تصویر بنانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس میں روح پھونکنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ اسی طرح چوری چھپے کسی کی بات سننا جائز نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تحفة الأحوذي: 5/352، 353)

(المعجم ٢٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخِضَابِ (التحفة ٢٠)

باب: 20۔ خضاب لگانا، یعنی سر اور ڈاڑھی کے بالوں کی سفیدی کو تبدیل کرنا

١٧٥٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُمَرَ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ».

[1752] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سفید بالوں کو تبدیل کرو اور یہودیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو۔“

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ الزُّبَيْرِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي رِمْثَةَ، وَالْجَهْدَمَةِ، وَأَبِي الطُّفَيْلِ، وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَأَبِي جُحَيْفَةَ، وَابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي

اس مسئلے میں سیدنا زبیر، ابن عباس، جابر، ابوذر، انس، ابو رمثہ، جہدمہ، ابوطفیل، جابر بن سمرہ، ابوجحیفہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے۔

١٧٥٢ـ أخرجه أحمد: ٢/ ٢٦٢ من حديث أبي سلمة به * وفي الباب عن الزبير [النسائي: ٨/ ١٣٧، ح: ٥٠٧٧]، وابن عباس [أبو داود، ح: ٤٢١١، ٤٢١٢]، وجابر [مسلم، ح: ٢١٠٢]، وأبي ذر [يأتي: ١٧٥٣]، وأنس [أحمد: ٣/ ٢٤٧]، وأبي رمثة [الترمذي في الشمائل، ح: ٤٥]، والجهدمة [الترمذي في الشمائل، ح: ٤٧]، وأبي الطفيل [البزار (كشف الأستار): ٣/ ٣٧٢، ح: ٢٩٧٦]، وجابر بن سمرة [الترمذي في الشمائل، ح: ٤٤ ومسلم، ح: ٢٣٤٤/ ١١٠]، وأبي جحيفة [لعله يشير إلى حديث الترمذي في الشمائل، ح: ٤٢]، وابن عمر [النسائي، ح: ٥٠٧٦].

هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

فوائد و مسائل: ① خضاب کا یہ حکم بقول علامہ صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں۔ (منة المنعم: 40/7) اور بقول قاضی عیاض رحمہ اللہ صحابہ و تابعین کا خضاب کے بارے میں موقف مختلف ہے: بعض کے نزدیک خضاب نہ لگانا افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے سفید بالوں کو رنگا نہیں تھا۔ سیدنا علی اور عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کا موقف یہی ہے۔ بعض کے نزدیک خضاب لگانا افضل ہے۔ بقول امام طبرانی اگر سفید بال اچھے نہ لگتے ہوں تو خضاب لگالیں، اگر بال بہت زیادہ گھنگریالے ہوں تو خضاب نہ لگائیں۔ اس پر اجماع ہے کہ خضاب لگانا واجب نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح صحیح مسلم از نووی: 112/14، 114) ② یہود و نصاریٰ اپنے بالوں کو رنگتے نہیں تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کی مخالفت کا حکم دیتے تھے، اس لیے بڑھاپے کے سفید بالوں کو رنگنے کی تلقین فرمائی۔ (تحفة الأحوذي: 354/5) لیکن خالص سیاہ رنگ ناجائز ہے۔ (تحفة الأحوذي: 358/5)

١٧٥٣- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْأَجْلَحِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ أَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ».

[1753] سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بہترین چیز جس سے بڑھاپے کی سفیدی تبدیل کی جائے، مہندی اور وسمہ ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو الْأَسْوَدِ الدِّيلِيُّ اسْمُهُ ظَالِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سُفْيَانَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوالاسود دیلی کا نام ظالم بن عمرو بن سفیان ہے۔

فائدہ: [کتم] ایک بوٹی ہے جس سے رنگ سیاہ سرخی مائل ہو جاتا ہے اور جب اس میں مہندی ملا دی جائے تو رنگ سیاہ و سرخ کے بین بین ہو جاتا ہے۔ اصل مقصود خالص سیاہ رنگ سے پرہیز ہے تاکہ پتا چل سکے کہ بال سفید ہو چکے ہیں اور ان کے رنگ کو مصنوعی طور پر تبدیل کیا گیا ہے، یہ بالوں کا اصلی رنگ نہیں ہے۔

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجُمَّةِ وَاتِّخَاذِ الشَّعْرِ (التحفة ٢١)

باب: 21۔ زلفیں رکھنے اور بال بڑھا لینے کا بیان

١٧٥٤- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

[1754] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

١٧٥٣ـ أخرجه ابن ماجه، اللباس، باب الخضاب بالحناء، ح: ٣٦٢٢ والنسائي: ٨/ ١٣٩، ح: ٥٠٨١ من حديث الأجلح، وأبو داود، ح: ٤٢٠٥ من حديث ابن بريدة به وصححه ابن حبان، ح: ١٤٧٥.

١٧٥٤ـ أخرجه مسلم، الفضائل، باب صفة شعر النبي ﷺ، ح: ٢٣٣٨ من حديث حميد به ورواه البخاري، ح: ٣٥٤٧ من حديث أنس رضي الله عنه * وفي الباب عن عائشة [يأتي: ١٧٥٥]، والبراء [الترمذي في الشمائل، ح: ٢٦]، وأبي هريرة [أبو داود، ح: ٤١٦٣]، وابن عباس [الترمذي في الشمائل، ح: ٣٠]، وأبي سعيد [لم أجده]، وجابر [أبو داود، ح: ٤٠٦٢]، ووائل بن حجر [أبو داود، ح: ٤١٩٠]، وأم هانئ [الترمذي في الشمائل، ح: ٢٨].

الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَبْعَةً لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ حَسَنَ الْجِسْمِ، أَسْمَرَ اللَّوْنِ، وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ إِذَا مَشٰى يَتَكَفَّأُ.

ﷺ کا قد درمیانہ تھا۔ آپ نہ بہت لمبے تھے اور نہ پست قد۔ آپ کا جسم خوبصورت تھا۔ رنگ گندمی تھا، اور آپ کے بال گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے۔ جب چلتے تو آگے کو جھکے ہوئے ہوتے۔ (گویا نشیب اور اترائی کی طرف جا رہے ہیں۔)

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَالْبَرَاءِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَجَابِرٍ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَأُمِّ هَانِئٍ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ حُمَيْدٍ.

اس مسئلے میں سیدہ عائشہ، سیدنا براء، ابوہریرہ، ابن عباس، ابوسعید، جابر، وائل بن حجر اور سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس سند سے حمید کی حدیث کی صورت میں غریب ہے۔

١٧٥٥ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَكَانَ لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُونَ الْوَفْرَةِ.

[1755] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے اکٹھے غسل کر لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے بال جُمّہ سے اوپر اور وَفرَہ سے نیچے ہوتے تھے۔

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ. وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ هٰذَا الْحَرْفَ: وَكَانَ لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ [وَدُونَ الْوَفْرَةِ]. وَإِنَّمَا ذَكَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ وَهُوَ ثِقَةٌ حَافِظٌ [كَانَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ يُوثِّقُهُ وَيَأْمُرُ بِالْكِتَابَةِ عَنْهُ].

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سند سے غریب ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے نہاتے تھے، کئی سندوں سے مروی ہے اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ کے بال جمہ سے اوپر اور وفرہ سے نیچے تھے۔ اسے صرف عبدالرحمن بن ابی زناد ہی نے بیان کیا ہے اور وہ ثقہ اور حافظ ہے۔ امام مالک بن انس اسے ثقہ قرار دیتے تھے اور اس سے روایت لکھنے کا مشورہ دیتے تھے۔

لغوی تشریح: [جُمَّہ] وہ بال جو کندھوں پر پڑتے ہیں۔ [وَفرَہ] جو کانوں کی لو تک پہنچتے ہیں۔ [لِمَّہ] جو کانوں کی لو سے نیچے اور کندھوں سے اوپر ہوتے ہیں، یعنی [وفرہ] اور [جمہ] کے درمیان۔

١٧٥٥ـ أخرجه أبو داود، الترجل، باب ما جاء في الشعر، ح: ٤١٨٧ وابن ماجه، ح: ٣٦٣٥ من حديث عبدالرحمن بن أبي الزناد به.

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے بال جب بڑھ جاتے تھے تو جمہ ہو جاتے، یعنی کندھوں پر پڑنے لگتے، اس وقت آپ کٹوا لیتے جس سے وہ وفرہ بن جاتے، کچھ اور بڑھ جاتے تو لِمّہ ہو جاتے، یعنی ہر وقت ایک ہی حالت میں نہیں رہتے تھے بلکہ گھٹتے بڑھتے رہتے تھے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا (التحفة ٢٢)

باب: 22۔ روزانہ کنگھی کرنا ممنوع ہے

١٧٥٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ [عَنِ الْحَسَنِ] بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ.

[1756] سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روزانہ بلا وقفہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

محمد بن بشار کی سند سے بھی اس کے ہم معنی روایت بیان کی گئی ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بالوں میں کنگھی روزانہ نہیں بلکہ ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن کرنی چاہیے۔ مقصود یہ ہے کہ بالوں کی تزئین و تحسین کا بہت زیادہ اہتمام اور فکر نہیں کرنی چاہیے اور نہ انھیں بالکل نظر انداز کرنا چاہیے کہ وہ بکھرے ہوئے پراگندہ حالت میں وحشت کا باعث ہوں۔ میانہ روی اور اعتدال اختیار کرنا چاہیے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِكْتِحَالِ (التحفة ٢٣)

باب: 23۔ سرمہ لگانا

١٧٥٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ - هُوَ الطَّيَالِسِيُّ - عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اكْتَحِلُوا

[1757] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اثمد سرمہ لگایا کرو کیونکہ وہ نظر کو تیز کرتا اور (پلکوں کے) بال بڑھاتا ہے۔'' اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خیال

١٧٥٦ـ [صحيح لغيره] أخرجه النسائي، الزينة، باب الترجل غبًّا، ٨/ ١٣٢، ح: ٥٠٥٨ من حديث عيسى بن يونس، وأبو داود، ح: ٤١٥٩ من حديث هشام بن حسان به وللحديث شواهد عند النسائي، ح: ٥٠٥٩ وغيره * وفي الباب عن أنس [الترمذي في الشمائل، ح: ٣٣]. وانظر التفصيل في الصحيحة للألباني، حديث: ٥٠١.

١٧٥٧ـ [صحيح دون قوله: وزعم. . .] أخرجه ابن ماجه، الطب، باب من اكتحل وترًا، ح: ٣٤٩٩ من حديث عباد بن منصور به وانظر التفصيل في الصحيحة للألباني، حديث: ٧٢٤ * وفي الباب عن جابر [الترمذي في الشمائل، ح: ٥٢]، وابن عمر [الترمذي في الشمائل، ح: ٥٤] * وأخرج ابن ماجه، ح: ٣٤٩٧ وأبو داود، ح: ٤٠٦١ وغيرهما بإسناد حسن عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: "خير أكحالكم الإثمد، يجلو البصر وينبت الشعر".

بِالْإِثْمِدِ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ» وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ، ثَلَاثَةً فِي هٰذِهِ وَثَلَاثَةً فِي هٰذِهِ.

ہے کہ نبی ﷺ کی ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ ہر رات سرمہ لگاتے تھے، تین سلائیاں دائیں آنکھ میں اور تین بائیں آنکھ میں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ نَّحْوَهُ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ».

علی بن حجر اور محمد بن یحییٰ کی سند سے اس کے ہم معنی روایت بیان کی گئی ہے۔ اس مسئلے میں سیدنا جابر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں ان الفاظ سے صرف عباد بن منصور بیان کرتا ہے۔ اور کئی سندوں سے نبی ﷺ سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تم اثمد سرمہ لگانے کی پابندی کرو کیونکہ وہ نظر کو روشن کرتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔''

فائدہ: اثمد ایک سیاہ سرخی مائل پتھر ہے جو اصفہان کے علاقے سے آتا ہے۔ یہ آنکھوں کے ردی مواد کو زائل کرتا ہے، آنکھوں سے بہنے والے پانی کو خشک کرتا ہے، آنکھوں کے زخموں کو مندمل کرتا ہے، آنکھوں کی بصارت روشن کرتا ہے اور پلکوں کو بڑھاتا ہے۔ الغرض یہ آنکھوں کی صحت کے لیے بہت ہی مفید ہے۔

(المعجم ٢٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَالْاِحْتِبَاءِ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ (التحفة ٢٢)

باب: 24۔ کپڑے میں پوری طرح لپٹ جانا کہ کوئی حصہ باہر نہ رہے اور ایک کپڑے میں گوٹ مارنا ممنوع ہے

١٧٥٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ [الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ] عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ لِّبْسَتَيْنِ: الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ بِثَوْبِهِ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ.

[1758] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دو قسم کے لباس سے منع فرمایا ہے: ایک یہ کہ آدمی کپڑے میں اس طرح لپٹ جائے کہ ہاتھ بھی باہر نہ رہیں۔ (اسے پنجابی زبان میں بولی بکل کہا جاتا ہے۔) دوسرا یہ کہ آدمی اپنا کپڑا اس طرح اوڑھے کہ شرم گاہ ننگی رہے۔

١٧٥٨- رواه البخاري، اللباس، باب الاحتباء في ثوب واحد، ح: ٥٨٢٢ من حديث أبي هريرة به نحو المعنى * وفي الباب عن علي [الحاكم: ٤/ ١١٩]، وابن عمر [البخاري، ح: ٦٢٧٢]، وعائشة [ابن ماجه، ح: ٣٥٦١]، وأبي سعيد [البخاري، ح: ٣٣٧٧]، وجابر [مسلم، ح: ٢٠٩٩]، وأبي أمامة [لم أجده].

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَّجَابِرٍ وَّأَبِي أُمَامَةَ [وَ]حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَسَنٌ صَحِيحٌ [غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ]. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا علی، ابن عمر، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوسعید، جابر اور ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس سند سے غریب ہے۔ اور یہ حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کئی سندوں سے بیان کی گئی ہے۔

لغوی تشریح: [صَمَّاء] پورے جسم کو کپڑے سے اس طرح ڈھانپ لینا کہ ہاتھ بھی باہر نہ نکل سکیں کہ ضرورت کے وقت آدمی اپنا دفاع ہی کر لے۔ [الاحتباء] انسان اپنے سرین کے بل بیٹھ جائے اور اپنی پنڈلیوں کو کھڑا کر کے ایک کپڑے کی گوٹ مار لے جس سے شرم گاہ ننگی ہو جائے۔

فائدہ: فقہاء کے نزدیک [صماء] کی تعریف یہ ہے کہ انسان اپنے جسم کو ایک کپڑے میں لپیٹ لے، پھر ایک طرف سے کپڑا اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لے جس سے شرم گاہ ظاہر ہو جائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لیے ایسا لباس پہننا جائز نہیں ہے، جس سے شرم گاہ عریاں ہوتی ہو یا وہ لباس اس کے لیے تکلیف اور نقصان کا باعث بن سکتا ہو۔ (تحفة الأحوذي: 5/367، 368)

(المعجم ٢٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي مُوَاصَلَةِ الشَّعْرِ (التحفة ٢٥)

باب: 25۔ بالوں کے ساتھ (مصنوعی) بال ملانا

١٧٥٩ - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ [بْنُ نَصْرٍ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ».

قَالَ نَافِعٌ: الْوَشْمُ فِي اللِّثَةِ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَّعَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ وَّمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّمُعَاوِيَةَ.

[1759] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ لعنت کرے اس عورت پر جو مصنوعی بال ملاتی ہے اور جو بال ملواتی ہے اور جو جسم گودتی ہے اور جو گدواتی ہے۔''

نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وشم'' یہ ہے کہ مسوڑھوں میں سرمہ بھرا جائے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود، عائشہ، اسماء بنت ابی بکر، معقل بن یسار، ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے

١٧٥٩ـ أخرجه البخاري، اللباس، باب وصل الشعر، ح: ٥٩٣٧ من حديث ابن المبارك ومسلم، ح ٢١٢٤ من حديث عبيدالله ابن عمر به وانظر، ح: ٢٧٨٣ * وفي الباب عن عائشة [البخاري، ح: ٥٢٠٥ ومسلم، ح: ٢١٢٣]، وابن مسعود [البخاري، ح: ٤٨٨٦ ومسلم، ح: ٢١٢٥]، وأسماء بنت أبي بكر [البخاري، ح: ٥٩٤١ ومسلم، ح: ٢١٢٢]، وابن عباس [أبو داود، ح: ٤١٧٠]، ومعقل بن يسار [أحمد: ٥/ ٢٥]، ومعاوية [البخاري، ح: ٣٤٦٨ ومسلم، ح: ٢١٢٧].

روایات آئی ہیں۔

فائدہ: دور جاہلیت میں عورتیں اپنے بال لمبے ظاہر کرنے کے لیے ان کے ساتھ اور بال لگوا لیتیں تھیں۔ اسی طرح خوبصورتی کے لیے جسم کے کسی حصے، مثلاً: چہرے، ہونٹ اور مسوڑھے وغیرہ پر سوئی سے خون نکال کر سرمہ بھرا لیتیں تھیں، جیسے آج کل عورتیں بیوٹی پارلروں میں جا کر مصنوعی بال لگوا لیتی ہیں جسے وگ کہا جاتا ہے۔ اور آنکھوں کی پلکوں کے بال نوچ کر ان میں رنگ اور میک اپ کی بعض چیزیں بھرا لیتیں ہیں۔ یہ کام کرنے والی اور کروانے والی دونوں ہی ملعون ہیں۔ اسی طرح دوسرے مصنوعی فیشن جن سے فطرتی تخلیق میں تبدیلی کی جاتی ہے وہ اسی زمرے میں آتے ہیں۔

(المعجم ٢٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي رُكُوبِ الْمَيَاثِرِ (التحفة ٢٦)

باب: 26۔ ریشمی زین پوش استعمال کرنا

١٧٦٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ رُكُوبِ الْمَيَاثِرِ.

[1760] سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی زین پوشوں پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے۔

[قَالَ] وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ. وَحَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ نَحْوَهُ. وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

اس مسئلے میں سیدنا علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما سے روایات آئی ہیں۔ اور براء رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور شعبہ نے بھی اشعث بن ابی شعثاء سے اس کے ہم معنی روایت بیان کی ہے۔ اور اس حدیث میں ایک قصہ بھی ہے۔

فائدہ: [مَيَاثِر] مِيثَرہ کی جمع ہے۔ ان گدوں یا زین پوشوں کو کہتے ہیں جو ریشم یا درندوں کے چمڑوں سے بنائے جاتے تھے۔ اور ریشم یا درندوں کے چمڑے کا استعمال جائز نہیں۔

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ فِي فِرَاشِ النَّبِيِّ ﷺ (التحفة ٢٧)

باب: 27۔ نبی ﷺ کے بستر کا بیان

١٧٦٠ـ أخرجه مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة ... إلخ، ح: ٢٠٦٦ من حديث علي بن مسهر والبخاري، ح: ٦٢٣٥ من حديث أبي إسحاق الشيباني به مطولًا ومختصرًا * وفي الباب عن علي [مسلم، ح: ٢٠٧٨]، ومعاوية [الطحاوي في مشكل الآثار: ٤/ ٢٦٣].

١٧٦١ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ ﷺ الَّذِي يَنَامُ عَلَيْهِ [أَدَمًا] حَشْوُهُ لِيفٌ.

[1761] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس پر آپ سویا کرتے تھے۔ اس میں (روئی کے بجائے) کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ حَفْصَةَ وَجَابِرٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدہ حفصہ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما سے روایات بھی آئی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ جو بستر استعمال کرتے تھے وہ انتہائی سادہ اور تکلف وتصنع سے خالی تھا۔

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقُمُصِ (التحفة ٢٨)

باب: 28۔ قمیص کا بیان

١٧٦٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ وَالْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى وَزَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْقَمِيصُ.

[1762] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا محبوب ترین کپڑا قمیص تھی۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ تَفَرَّدَ بِهِ وَهُوَ مَرْوَزِيٌّ، وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي تُمَيْلَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ. قَالَ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: حَدِيثُ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَصَحُّ وَإِنَّمَا يُذْكَرُ فِيهِ أَبُو تُمَيْلَةَ عَنْ أُمِّهِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے بیان کرنے میں عبدالمومن بن خالد منفرد ہے اور وہ مروزی ہے۔ اور بعض راویوں نے یہ روایت ابوتمیلہ ہی سے بیان کی ہے لیکن عبداللہ بن بریدہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان عبداللہ بن بریدہ کی والدہ کا واسطہ بڑھا دیا ہے۔ اور امام محمد بن اسماعیل (بخاری رحمہ اللہ) کے بقول ابن بریدہ کی اپنی ماں کے واسطے سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ جبکہ اس سند کو عموماً [أبو تميله

١٧٦١ـ أخرجه مسلم، اللباس والزينة، باب التواضع في اللباس، والاقتصار على الغليظ منه واليسر . . . إلخ، ح: ٢٠٨٢ عن علي بن حجر والبخاري، ح: ٦٤٥٦ من حديث هشام بن عروة به * وفي الباب عن حفصة [الترمذي في الشمائل، ح: ٣٢٨]، وجابر [مسلم، ح: ٢٠٨٤].

١٧٦٢ـ أخرجه أبو داود، اللباس، باب ما جاء في القميص، ح: ٤٠٢٥ من حديث الفضل بن موسى به .

عن أمه] سے بیان کیا جاتا ہے۔

١٧٦٣ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ [الْبَغْدَادِيُّ]: حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْقَمِيصُ.

[1763] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا محبوب ترین کپڑا قمیص تھی۔

١٧٦٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْقَمِيصُ.

[1764] سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ ترین کپڑا قمیص تھی۔

١٧٦٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيُّ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ بُدَيْلٍ [بْنِ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ]، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ ابْنِ السَّكَنِ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ: كَانَ كُمُّ يَدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى الرُّسْغِ.

[1765] سیدہ اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آستین کلائی تک ہوتی تھی۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عربوں کا عام لباس تہ بند اور چادر تھا، یعنی ایک چادر باندھتے اور ایک اوڑھتے تھے، قمیص کا رواج بہت کم تھا۔ لیکن اس میں پردہ اور سہولت زیادہ ہے، اس لیے آپ ﷺ کو قمیص سب سے زیادہ پسند تھی۔ آج کل کے مغربی لباس کوٹ پتلون، شرٹ، نیکر وغیرہ کے مقابلے میں بھی یہ زیادہ باپردہ، باوقار اور آسان وسہل ہے، لیکن ہمارا مغرب زدہ طبقہ مغربی لباس ہی کا دلدادہ اور شوقین ہے۔ نبی ﷺ کی قمیص کی آستین بھی کلائی تک ہوتی تھی، محض کہنیوں تک نہ تھی۔

١٧٦٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ:

[1766] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

١٧٦٣ـ أخرجه أبو داود، أيضًا، ح: ٤٠٢٦ عن زياد بن أيوب به وسنده حسن.

١٧٦٤ـ انظر الحديث السابق.

١٧٦٥ـ [ضعيف] أخرجه أبو داود، أيضًا، ح: ٤٠٢٧ من حديث معاذ به. شهر بن حوشب ضعيف الحديث.

١٧٦٦ـ أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٩٦٦٩ من حديث عبدالصمد به.

حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا لَبِسَ قَمِيصًا بَدَأَ بِمَيَامِنِهِ.

ﷺ جب قمیص پہنتے تو اس کا آغاز دائیں طرف سے کرتے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ إِنَّمَا رَفَعَهُ عَبْدُ الصَّمَدِ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث کئی راویوں نے شعبہ سے اس سند سے بیان کی ہے اور اسے عبدالصمد کے سوا کسی نے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ عام طور پر امور کی انجام دہی کے لیے دائیں طرف سے آغاز کرنے کو ترجیح دیتے تھے، مثلاً: وضو، غسل، تیمم، کپڑے، جوتے، موزے اور شلوار وغیرہ پہننے کا آغاز دائیں طرف سے کرتے تھے۔ اسی طرح مسواک کرنے، سرمہ لگانے، ناخن تراشنے اور بغل کے بال اکھیڑنے کا آغاز دائیں طرف سے کرتے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (رياض الصالحين، باب استحباب تقديم اليمين في كل ماهو من باب التكريم) ہر عزت و تکریم والے کام میں دائیں جانب کو مقدم کرنا مستحب ہے۔

(المعجم ٢٩) بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا (التحفة ٢٩)

باب: 29۔ نیا لباس پہننے کی دعا

١٧٦٧ـ حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ عِمَامَةً أَوْ قَمِيصًا أَوْ رِدَاءً، ثُمَّ يَقُولُ: «اللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ».

[1767] سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے، (مثلاً:) پگڑی، قمیص یا چادر، پھر فرماتے [اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ] ''اے اللہ! تیرا ہی شکر و تعریف ہے۔ تو نے ہی یہ مجھے پہنایا ہے۔ میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس مقصد کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی خیر و بھلائی کی درخواست کرتا ہوں۔ اور میں تجھ سے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس شر سے بھی جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس مسئلے میں سیدنا عمر اور

١٧٦٧ـ أخرجه أبو داود، اللباس، باب ما يقول إذا لبس ثوبًا جديدًا، ح: ٤٠٢٠ من حديث ابن المبارك به وهو سمع من الجريري قبل اختلاطه * وفي الباب عن عمر.

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُونُسَ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ نَحْوَهُ. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ.

ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات آئی ہیں۔ ہشام بن یونس کوفی کی سند سے بھی مذکورہ بالا کی مانند بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس دعا سے یہ احساس پیدا کرنا مقصود ہے کہ انسان کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے یا ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا ثمرہ ہے، اس لیے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کی حمد وثنا بیان کرنی چاہیے۔ ② کپڑے کا خیر ہونا یہ ہے کہ وہ اس کے لیے پردہ پوشی اور خوبصورتی کا باعث ہو اور اس کے وجود کے مقصد کا خیر ہونا یہ ہے کہ پہن کر اس کا شکر ادا کرے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، کپڑا اسے گرمی، سردی سے بچائے اور تادیر استعمال کے قابل رہے۔ اور کپڑے کا شر یہ ہے کہ پہن کر فخر و غرور میں مبتلا ہو، اور اس کے مقصدِ وجود کا شر یہ ہے کہ اسے غلط مقاصد کے لیے یا غلط انداز سے استعمال کرے اور اس کے شر یا اس کے استعمال کے شر سے اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔ (تحفة الأحوذي: 376/5)

(المعجم ٣٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الْجُبَّةِ وَالْخُفَّيْنِ (التحفة ٣٠)

باب: 30۔ جبہ اور موزے پہننا

١٧٦٨- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبِسَ جُبَّةً رُومِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ.

[1768] سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رومی جبہ پہنا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کافروں کے بنائے ہوئے کپڑے پہننے جائز ہیں بشرطیکہ وہ پلید نہ ہوں، علاوہ ازیں انھیں دھو لیا جائے۔

١٧٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ - هُوَ الشَّيْبَانِيُّ - عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: أَهْدٰى دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ خُفَّيْنِ فَلَبِسَهُمَا.

[1769] سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو بطور تحفہ موزے پیش کیے تو آپ نے وہ پہن لیے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَقَالَ إِسْرَائِيلُ عَنْ جَابِرٍ، عَنْ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسرائیل کی روایت میں

١٧٦٨ـ أصله في صحيح البخاري، ح: ٥٧٩٨، ٥٧٩٩ من حديث المغيرة به.

١٧٦٩ـ انظر الحديث السابق * حديث جابر عن عامر الشعبي: ضعيف، جابر ضعيف رافضي مدلس.

عَامِرٍ: وَجُبَّةً فَلَبِسَهُمَا حَتّٰى تَخَرَّقَا لَا يَدْرِي النَّبِيُّ ﷺ أَذَكِيٌّ هُمَا أَمْ لَا. [وَ]هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَأَبُو إِسْحَاقَ الَّذِي رَوٰى هٰذَا عَنِ الشَّعْبِيِّ هُوَ أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ وَاسْمُهُ سُلَيْمَانُ. وَالْحَسَنُ بْنُ عَيَّاشٍ هُوَ أَخُو أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ.

یہ اضافہ ہے کہ تحفے میں جبہ بھی دیا۔ آپ نے موزے پہنے یہاں تک کہ دونوں ہی پھٹ گئے۔ نبی ﷺ کو پتا نہ تھا کہ وہ ذبح کردہ جانوروں کے چمڑے کے ہیں یا غیر ذبح کردہ کے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور اس حدیث کو شعبی سے روایت کرنے والا ابو اسحاق، وہ ابو اسحاق شیبانی ہے جس کا نام سلیمان ہے، اور حسن بن عیاش راوی، ابوبکر بن عیاش کا بھائی ہے۔

فائدہ: موزے رنگے ہوئے چمڑے سے بنائے جاتے ہیں، اس لیے نبی ﷺ نے یہ جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ یہ ذبح کردہ حیوان کے چمڑے کے ہیں یا مردار کے، کیونکہ چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔

(المعجم ٢١) بَابُ مَا جَاءَ فِي شَدِّ الْأَسْنَانِ بِالذَّهَبِ (التحفة ٢١)

باب: 31۔ دانتوں کو سونے سے باندھنا

١٧٧٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمِ بْنِ الْبَرِيدِ وَأَبُو سَعْدٍ الصَّنْعَانِيُّ عَنْ أَبِي الْأَشْهَبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ عَرْفَجَةَ ابْنِ أَسْعَدَ قَالَ: أُصِيبَ أَنْفِي يَوْمَ الْكُلَابِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاتَّخَذْتُ أَنْفًا مِّنْ وَرِقٍ فَأَنْتَنَ عَلَيَّ، فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَتَّخِذَ أَنْفًا مِّنْ ذَهَبٍ.

[1770] سیدنا عرفجہ بن اسعد ؓ بیان کرتے ہیں کہ جاہلیت کے دور میں کلاب نامی چشمے پر ہونے والی جنگ میں میری ناک کٹ گئی تو میں نے چاندی کی ناک بنوالی۔ اس سے مجھے بدبو آنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کی ناک بنوانے کا حکم دیا۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ بَدْرٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْوَاسِطِيُّ عَنْ أَبِي الْأَشْهَبِ نَحْوَهُ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [غَرِيبٌ] إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ. وَقَدْ رَوٰى سَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي الْأَشْهَبِ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُمْ شَدُّوا

علی بن حجر کی سند سے مذکورہ بالا کی مانند بیان کیا گیا ہے۔ امام ابو عیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف عبدالرحمن بن طرفہ کی روایت ہی سے جانتے ہیں۔ اسے سلم بن زریر بھی عبدالرحمن بن طرفہ سے اس کے ہم معنی بیان کرتے ہیں۔ بہت سے اہل علم کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے اپنے دانتوں کو سونے سے، یعنی سونے کی تار سے باندھا تھا۔ اور یہی حدیث ان

١٧٧٠- أخرجه أبو داود، الخاتم، باب ما جاء في ربط الأسنان بالذهب، ح: ٤٢٣٢ من حديث أبي الأشهب، والنسائي، ح: ٥١٦٤، ٥١٦٥ من حديث عبدالرحمن بن طرفة به وصححه ابن حبان، ح: ١٤٦٦.

أَسْنَانَهُمْ بِالذَّهَبِ، وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ حُجَّةٌ لَّهُمْ. [وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ] بْنُ مَهْدِيٍّ: سَلْمُ بْنُ زَرِينٍ، وَّهُوَ وَهْمٌ وَّزَرِيرٌ أَصَحُّ [وَأَبُو سَعْدٍ الصَّنْعَانِيُّ اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُيَسَّرٍ].

کی دلیل ہے۔ عبدالرحمن بن مہدی فرماتے ہیں: سلم بن زریر کو سلم بن زرین کہنا وہم ہے۔ زیادہ صحیح سلم بن زریر ہی ہے۔ اور ابوسعد صنعانی کا نام محمد بن میسر ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت اور مجبوری کے تحت ناک یا دانتوں کے لیے سونا استعمال کرنا جائز ہے۔

(المعجم ٣٢) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ (التحفة ٣٢)

باب: 32۔ درندوں کی کھالیں استعمال کرنا ممنوع ہے

١٧٧٠م- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَّعَبْدُ اللهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ أَنْ تُفْتَرَشَ.

[1770] (م) ابوملیح اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے درندوں کی کھالیں بچھانے سے منع فرمایا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ. [حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ أَنَّهُ كَرِهَ جُلُودَ السِّبَاعِ. قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا قَالَ: عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ غَيْرَ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ.

محمد بن بشار اپنی سند سے ابوملیح کے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے درندوں کی کھالیں استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ امام صاحب اپنے استاد محمد بن بشار کی دوسری سند سے بیان کرتے ہیں کہ ابوملیح نے درندوں کی کھالوں کو ناپسند کیا۔ امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: ہمارے علم میں ابوملیح اور نبی ﷺ کے درمیان ابوملیح کے باپ کا واسطہ صرف سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا ہے۔

١٧٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ نَهٰى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ وَهٰذَا أَصَحُّ.

[1771] ابوملیح نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے درندوں کی کھالوں (کے استعمال) سے منع فرمایا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

١٧٧٠(م)- أخرجه أبو داود، اللباس، باب: في جلود النمور والسباع، ح: ٤١٣٢ والنسائي، ح: ٤٢٥٨ من حديث سعيد بن أبي عروبة به وصححه ابن الجارود، ح: ٨٧٥ والحاكم: ١/ ١٤٨ والذهبي وله شاهد حسن عند البيهقي: ١/ ٢١.

١٧٧١- انظر الحديث السابق.

فائدہ: درندوں کی کھال کا حکم گزشتہ باب: 7 ''مردار کا رنگا ہوا چمڑا'' کے تحت گزر چکا ہے۔

(المعجم ٣٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي نَعْلِ النَّبِيِّ ﷺ (التحفة ٣٣)

باب: 33۔ نبی ﷺ کے جوتے کا بیان

١٧٧٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: لَهُمَا قِبَالَانِ.

[1772] قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس بن مالک ؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے کیسے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ دونوں کے دو تسمے تھے۔

١٧٧٣۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ ابْنُ هِلَالٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ نَعْلَاهُ لَهُمَا قِبَالَانِ.

[1773] سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دو چپلیں تھیں، ان کے دو تسمے تھے۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس مسئلے میں سیدنا ابن عباس اور ابوہریرہ ؓ سے روایات آئی ہیں۔

فائدہ: پاؤں کی حفاظت و نظافت کے لیے چپل، جوتا اور بوٹ وغیرہ پہننا چاہیے۔

(المعجم ٣٤) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ الْوَاحِدَةِ (التحفة ٣٤)

باب: 34۔ ایک چپل یا جوتا پہن کر چلنا ناپسندیدہ ہے

١٧٧٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ ح: وَحَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا».

[1774] سیدنا ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایک، ایک چپل پہن کر نہ چلے، دونوں پہن لے یا دونوں پاؤں ننگے کرلے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ ؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٧٧٢۔ أخرجه البخاري، اللباس، باب: قبالان في نعل، ومن رأى قبالًا واحدًا واسعًا، ح: ٥٨٥٧ من حديث همام به.

١٧٧٣۔ انظر الحديث السابق * وفي الباب عن ابن عباس [الترمذي في الشمائل، ح: ٧٥]، وأبي هريرة [الترمذي في الشمائل، ح: ٧٨].

١٧٧٤۔ أخرجه البخاري، اللباس، باب: لا يمشي في نعل واحدة، ح: ٥٨٥٥ ومسلم، ح: ٢٠٩٧ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ٢/ ٩١٦ (يحيى) * وفي الباب عن جابر [مسلم، ح: ٢٠٩٩].

[قَالَ:] وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ.

اور اس مسئلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔

فائدہ: ایک جوتا پہن کر چلنا بظاہر معیوب ہوتا ہے، نیز دونوں پاؤں کا توازن بھی چلنے میں برقرار نہیں رہتا، اس لیے حسن ادب یہ ہے کہ دونوں جوتے پہنے جائیں یا دونوں ہی اتار لیے جائیں۔ نیز باب: 36 بھی ملاحظہ ہو۔

(المعجم ٣٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ وَهُوَ قَائِمٌ (التحفة ٣٥)

باب: 35۔ یہ بات ناپسندیدہ ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر جوتا پہنے

١٧٧٥ - حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ الْبَصْرِيُّ: أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانَ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ وَهُوَ قَائِمٌ.

[1775] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَرَوَى عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ. وَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ لَا يَصِحُّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. وَالْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانَ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِالْحَافِظِ، وَلَا نَعْرِفُ لِحَدِيثِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَصْلًا.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور عبید اللہ بن عمرو رقی یہ حدیث معمر کی ایک دوسری سند سے سیدنا انس سے بیان کرتا ہے اور محدثین کے نزدیک یہ دونوں حدیثیں (ابوہریرہ اور انس رضی اللہ عنہ کی) صحیح نہیں۔ حارث بن نبہان محدثین کے نزدیک حافظ نہیں ہے۔ اور قتادہ کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حدیث کی (جو آگے آ رہی ہے) ہمارے نزدیک کوئی حقیقت نہیں ہے۔

١٧٧٦ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ السِّمْنَانِيُّ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الرَّقِّيُّ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ وَهُوَ قَائِمٌ.

[1776] سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر جوتا پہنے۔

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: وَلَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ وَلَا حَدِيثُ مَعْمَرٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ امام محمد بن اسماعیل (بخاری) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں اور نہ معمر کی مذکورہ بالا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

١٧٧٥_[حسن بطرقه] أخرجه ابن ماجه، ح: ٣٦١٨، ٣٦١٩ وأبي داود وغيرهما من طرق أخرى.

١٧٧٦_[حسن لغيره] وانظر الحديث السابق.

روایت ہی صحیح ہے۔

فائدہ: مذکورہ دونوں روایات بعض حضرات کے نزدیک صحیح ہیں۔ اسلام سہولت اور آسانی کا حامل دین ہے، اس لیے انسانوں کے لیے سہولت اور آسانی پیدا کرتا ہے۔ بعض جوتے (بوٹ جوگر وغیرہ) تسموں والے ہوتے ہیں جنھیں کھڑے ہو کر پہننا انسان کے لیے دقت و تکلیف کا باعث بنتا ہے تو انھیں کھڑے ہو کر پہننا مناسب نہیں، لیکن چپل اور عام جوتی کھڑے ہو کر پہننا بیٹھ کر پہننے سے زیادہ آسان اور سہل ہے، انھیں بیٹھ کر پہننا اپنے لیے اور اجتماعات و مساجد میں دوسروں کے لیے بھی تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ ہاں، اگر کھڑے ہو کر کسی وجہ سے دائیں بائیں میں امتیاز کرنا مشکل ہو تو بیٹھ کر پہننا چاہیے۔ اصل مقصود انسان کی سہولت اور آسانی ہے۔

(المعجم ٣٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ [فِي الْمَشْيِ] فِي النَّعْلِ الْوَاحِدَةِ (التحفة ٣٦)

باب: 36۔ ایک جوتا پہن کر چلنے کی رخصت

١٧٧٧ - حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ابْنُ مَنْصُورٍ السَّلُولِيُّ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا هُرَيْمٌ - وَهُوَ ابْنُ سُفْيَانَ الْبَجَلِيُّ الْكُوفِيُّ - عَنْ لَيْثٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: رُبَّمَا مَشَى النَّبِيُّ ﷺ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ.

[1777] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: بسا اوقات رسول اللہ ﷺ ایک جوتا پہن کر چلتے تھے۔

١٧٧٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا مَشَتْ بِنَعْلٍ وَاحِدَةٍ.

[1778] عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے باپ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ (بسا اوقات) ایک جوتا پہن کر چلتی تھیں۔

وَهٰذَا أَصَحُّ. [قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰكَذَا رَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ مَوْقُوفًا. وَهٰذَا أَصَحُّ.

اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سفیان ثوری اور بہت سے راویوں نے عبدالرحمن بن قاسم سے یہ عمل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان کیا ہے۔ اور یہی درست ہے۔

فائدہ: ایک جوتے میں چلنا مروت اور آداب کے منافی ہے، اس طرح چلتا آدمی اچھا نظر نہیں آتا۔ لیکن ضرورت اور مجبوری کے وقت ایک جوتے میں چلنے میں کوئی حرج نہیں یا ممانعت کا تعلق ادب و آداب سے ہے کہ ایسے چلنا خلاف تہذیب ہے۔

١٧٧٧ـ [ضعيف] ٭ ليث بن أبي سليم ضعيف مدلس.

١٧٧٨ـ أخرجه ابن أبي شيبة: ٨/ ٤١٧.

(المعجم ٢٧) بَابُ مَا جَاءَ بِأَيِّ رِجْلٍ يَبْدَأُ إِذَا انْتَعَلَ (التحفة ٢٧)

باب: 37۔ جوتا پہلے کس پاؤں میں پہنا جائے؟

١٧٧٩- حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ، وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ، فَلْتَكُنِ الْيُمْنٰى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ».

[1779] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو وہ دائیں سے ابتدا کرے اور جب اتارے تو بایاں اتارے۔ دائیں کو پہلے پہننا چاہیے اور آخر میں اتارنا چاہیے۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس کی وضاحت گزشتہ حدیث: 1766 کے تحت گزر چکی ہے۔

(المعجم ٢٨) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْقِيعِ الثَّوْبِ (التحفة ٢٨)

باب: 38۔ کپڑے میں پیوند لگانا

١٧٨٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ وَأَبُو يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَرَدْتِ اللُّحُوقَ بِي فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ، وَإِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْأَغْنِيَاءِ، وَلَا تَسْتَخْلِقِي ثَوْبًا حَتّٰى تُرَقِّعِيهِ».

[1780] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”اگر تو مجھے (جنت میں) ملنا چاہتی ہے تو تیرے لیے دنیا میں مسافر کا زادِ راہ کافی ہونا چاہیے۔ اور اپنے آپ کو مالداروں کی ہم نشینی سے بچانا۔ اور کسی کپڑے کو پیوند لگائے بغیر پرانا خیال نہ کرنا۔“

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ صَالِحِ بْنِ حَسَّانَ. [قَالَ:] وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: صَالِحُ بْنُ حَسَّانَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ. وَصَالِحُ بْنُ أَبِي حَسَّانَ الَّذِي رَوٰى عَنْهُ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ ہمارے علم میں اسے صرف صالح بن حسان بیان کرتا ہے۔ اور امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: صالح بن حسان منکر الحدیث ہے۔ (اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہے۔) لیکن

١٧٧٩- أخرجه البخاري، اللباس، باب: ينزع نعله اليسرى، ح:٥٨٥٦ ومسلم، ح:٢٠٩٧ من حديث مالك به وهو في الموطأ: ٢/ ٩١٦ (يحيى) وانظر الحديث المتقدم: ١٧٧٤.

١٧٨٠- [ضعيف جدًا] أخرجه أبو نعيم في أخبار أصبهان: ١/ ٨٩ من حديث صالح بن حسان به وهو متروك (تقريب)، وصححه الحاكم: ٤/ ٣١٢ فتعقبه الذهبي.

ثِقَةٌ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: «وَإِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْأَغْنِيَاءِ» هُوَ نَحْوُ مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ رَأٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْخَلْقِ وَالرِّزْقِ. فَلْيَنْظُرْ إِلٰى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ مِمَّنْ هُوَ فُضِّلَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لَّا يَزْدَرِيَ نِعْمَةَ اللّٰهِ [عَلَيْهِ]». وَيُرْوٰى عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: صَحِبْتُ الْأَغْنِيَاءَ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا، أَكْثَرَ هَمًّا مِّنِّي، أَرٰى دَابَّةً خَيْرًا مِّنْ دَابَّتِي، وَثَوْبًا خَيْرًا مِّنْ ثَوْبِي، وَصَحِبْتُ الْفُقَرَاءَ فَاسْتَرَحْتُ.

صالح بن ابی حسان جس سے ابن ابی ذئب روایت لیتا ہے، ثقہ ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے فرمان: ''اپنے آپ کو اغنیاء کی ہم نشینی سے بچانا'' کا مقصد وہی ہے جو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی آپ کے اس فرمان کا ہے: ''جس نے ایسے انسان کو دیکھا جو شکل وصورت اور رزق میں اس سے برتر ہے تو وہ ایسے انسان پر نظر ڈال لے جو اس سے کم تر ہے۔ کیونکہ یہ رویہ اس لائق ہے کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت واحسان کو حقیر نہ سمجھے گا۔'' عون بن عبداللہ کے بارے میں منقول ہے کہ اس نے کہا: میں نے اغنیاء کی رفاقت اختیار کی تو میں نے کسی کو اپنے آپ سے زیادہ فکرمند و پریشان نہ پایا۔ میں دیکھتا کہ ان کی سواری میری سواری سے بہتر ہے اور ان کے کپڑے میرے کپڑوں سے بہتر ہیں، پھر میں نے فقراء کی رفاقت اختیار کی تو مجھے راحت اور سکون مل گیا۔

فائدہ: اس حدیث کا مفہوم صحیح روایات سے ثابت ہے۔ انسان کی یہ ایک طبعی اور فطری کمزوری ہے کہ جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جو اپنی شکل وصورت رنگ وروپ یا مال و دولت اور دنیوی رزق میں اس سے بہتر اور برتر ہے تو اسے رنج اور دکھ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا کیوں نہیں بنایا، میری شکل وصورت یا مال وزر کم تر کیوں ہے۔ اس کا حل اور علاج یہ ہے کہ انسان اللہ کے ایسے بندوں پر نظر کرے اور ان کے حال پر غور وفکر کرے جو مال و دولت، شکل وصورت اور عزت و وجاہت میں اس سے کم تر اور پس ماندہ ہیں تا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح احساس ہو اور ان کی ناقدری نہ کرے۔ (تحفة الأحوذي: 389/5)

(المعجم ٣٩) بَابُ [دُخُولِ النَّبِيِّ ﷺ مَكَّةَ] (التحفة ٣٩)

باب: 39۔ نبی ﷺ کا مکے میں داخل ہونا

١٧٨١- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَكَّةَ وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ.

[1781] سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکے تشریف لائے تو آپ کی زلفوں کی چار چوٹیاں تھیں۔

١٧٨١ـ [حسن لغيره] أخرجه أبو داود، الترجل، باب: في الرجل يضفر شعره، ح: ٤١٩١ وابن ماجه، ح: ٣٦٣١ من حديث سفيان بن عيينة به * وله شاهد من حديث أنس كما رواه الطبراني في المعجم الصغير، حديث: ١٠٠٦.

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ الْمَكِّيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَكَّةَ وَلَهُ أَرْبَعُ ضَفَائِرَ. [قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [غَرِيبٌ]. وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي نَجِيحٍ مَكِّيٌّ. وَأَبُو نَجِيحٍ اسْمُهُ يَسَارٌ قَالَ مُحَمَّدٌ: لَا أَعْرِفُ لِمُجَاهِدٍ سَمَاعًا عَنْ أُمِّ هَانِئٍ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ محمد بن بشار اپنی سند سے ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور آپ کے چار گیسو تھے۔ ابونجیح کا نام یسار ہے۔ امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور عبداللہ بن أبي نجیح مکی ہے۔ ابونجیح کا نام یسار ہے۔ امام محمد (بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: مجاہد ام ہانی رضی اللہ عنہا سے نہیں ملا۔

(المعجم ٤٠) بَابٌ: [كَيْفَ كَانَتْ كِمَامُ الصَّحَابَةِ] (التحفة ٤٠)

باب: 40۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی آستینیں کیسی ہوتی تھیں؟

١٧٨٢ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ حُمْرَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ - وَهُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بُسْرٍ - قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيَّ يَقُولُ: كَانَتْ كِمَامُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بُطْحًا.

[1782] سیدنا ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی آستینیں کشادہ ہوتی تھیں۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ. وَعَبْدُ اللهِ ابْنُ بُسْرٍ بَصْرِيٌّ، هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ. بُطْحٌ يَعْنِي وَاسِعَةٌ.

ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے (قابل قبول نہیں۔) عبداللہ بن بسر بصری محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ بُطح کے معنی ہیں: کھلی اور کشادہ۔

لغوی تشریح: أَكْمَامٌ اگر كُمٌّ کی جمع ہو تو معنی آستین ہوں گے کہ آستینیں وسیع اور کشادہ تھیں۔ اگر كُمَّة کی جمع ہو تو معنی گول ٹوپی ہوں گے کہ ٹوپیاں کھلی تھیں، یعنی سر کے ساتھ چپکی تھیں، بلند نہ تھیں۔ بُطح: بَطْحَاء کی جمع ہے، معنی: وسیع اور کشادہ۔

(المعجم ٤١) بَابٌ: [فِي مَبْلَغِ الْإِزَارِ] (التحفة ٤١)

باب: 41۔ تہ بند کہاں تک ہو؟

١٧٨٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ

[1783] سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

١٧٨٢ـ [ضعيف] أخرجه أبو الشيخ في أخلاق النبي ﷺ، ص: ١٠٢ من حديث محمد بن حمران به بألفاظ مختلفة.

١٧٨٣ـ أخرجه ابن ماجه، اللباس، باب موضع الإزار أين هو؟، ح: ٣٥٧٢ من حديث أبي الأحوص، والنسائي، ح: ٥٣٣١ من حديث أبي إسحاق به.

أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نُذَيْرٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِعَضَلَةِ سَاقِي أَوْ سَاقِهِ وَقَالَ: هٰذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلْ فَإِنْ أَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ.

ﷺ نے میری پنڈلی یا اپنی پنڈلی کا پٹھا پکڑا اور فرمایا: ''تہ بند کی جگہ یہ ہے۔ اگر اس سے تمھیں انکار ہو تو کچھ اس سے نیچے۔ اگر اس سے بھی انکار ہو تو تہ بند ٹخنوں تک نہیں پہنچنا چاہیے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسے ثوری اور شعبہ بھی ابواسحاق سے بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: مرد حضرات اپنا تہ بند، شلوار اور پاجامہ وغیرہ ٹخنے سے ہر صورت میں اونچا رکھیں۔ نصف پنڈلی سے نیچے اور ٹخنوں سے اوپر ہونا چاہیے۔ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا، جیسا کہ آج کل فیشن ہے، سخت گناہ اور عذاب الٰہی کا موجب ہے، لہٰذا اس سے مکمل طور پر بچنا چاہیے جبکہ عورتوں کو اپنے پاؤں ڈھانپ کر رکھنے چاہئیں۔

(المعجم ٤٢) بَابُ [الْعَمَائِمِ عَلَى الْقَلَانِسِ] (التحفة ٤٢)

باب:42۔ ٹوپیوں پر پگڑیاں باندھنا

١٧٨٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْعَسْقَلَانِيِّ، عَنْ أَبِي جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ رُكَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رُكَانَةَ صَارَعَ النَّبِيَّ ﷺ فَصَرَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ، قَالَ رُكَانَةُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: إِنَّ فَرْقَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ، الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ.

[1784] ابوجعفر بن محمد بن رکانہ اپنے باپ سے بیان کرتا ہے کہ رُکانہ نے نبی ﷺ سے کشتی لڑی تو نبی ﷺ نے اسے پچھاڑ دیا۔ رُکانہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ ہمارے اور مشرکوں کے درمیان امتیاز ٹوپیوں پر پگڑیاں باندھنا ہے۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَائِمِ، وَلَا نَعْرِفُ أَبَا الْحَسَنِ الْعَسْقَلَانِيَّ وَلَا ابْنَ رُكَانَةَ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس کی سند قابل اعتماد نہیں۔ ہم ابوالحسن عسقلانی اور ابن رُکانہ کو نہیں جانتے۔

(المعجم ٤٣) بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ الْحَدِيدِ (التحفة ٤٣)

باب:43۔ لوہے کی انگوٹھی کا بیان

١٧٨٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ وَأَبُو تُمَيْلَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ

[1785] عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ

١٧٨٤۔[ضعيف] أخرجه أبو داود، اللباس، باب: في العمائم، ح: ٤٠٧٨ عن قتيبة به ﷺ أبوالحسن وأبوجعفر مجهولان.

١٧٨٥۔[ضعيف بهذا السياق] أخرجه أبو داود، الخاتم، باب ما جاء في خاتم الحديد، ح: ٤٢٢٣ والنسائي، ح: ٥١٩٨ من حديث زيد بن حباب به وصححه ابن حبان، ح: ١٤٦٧ وناقشه الحافظ ابن حجر في فتح الباري، ولبعض الحديث شواهد.

عَبْدِاللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ حَدِيدٍ، فَقَالَ: مَالِي أَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ أَهْلِ النَّارِ؟ ثُمَّ جَاءَهُ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ صُفْرٍ، فَقَالَ: «مَالِي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ الْأَصْنَامِ»؟ ثُمَّ أَتَاهُ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ: «مَالِي أَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ أَهْلِ الْجَنَّةِ»؟ قَالَ: مِنْ أَيِّ شَيْءٍ أَتَّخِذُهُ؟ قَالَ: مِنْ وَرِقٍ وَّلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا».

لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہے کہ میں تمھیں دوزخیوں کا زیور پہنے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟'' پھر وہ آپ کے پاس آیا تو پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہے کہ میں تجھ سے بتوں کی بومحسوس کررہا ہوں؟'' پھر وہ تیسری مرتبہ آیا تو وہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ تو آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہے، میں تجھے اہل جنت کا زیور پہنے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟'' اس نے عرض کی: میں کس چیز سے انگوٹھی بنواؤں؟ آپ نے فرمایا: ''چاندی سے، ایک مثقال سے کم۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ [وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو] وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُسْلِمٍ يُكْنٰى أَبَا طَيْبَةَ وَهُوَ مَرْوَزِيٌّ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اور اس مسئلے میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے۔ اور راوی عبداللہ بن مسلم کی کنیت ابوطیبہ ہے اور وہ مروزی ہے۔

فائدہ: کافر چونکہ دنیا میں لوہے کی انگوٹھی پہنتے تھے اور آگ میں ان کی بیڑیاں اور طوق بھی لوہے کے ہوں گے۔ اور بت پیتل اور تانبے سے بناتے تھے، اس لیے ان چیزوں سے بنی ہوئی انگوٹھی پہننا درست نہیں۔ سونا دنیا میں مردوں کے لیے حرام ہے اور جنت میں حلال ہوگا، اس لیے مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی جائز نہیں لیکن مردوں کے لیے چاندی کی انگوٹھی جائز ہے۔ (تحفة الأحوذي: 395/5)

(المعجم ٤٤) بَابُ [كَرَاهِيَةِ التَّخَتُّمِ فِي أُصْبُعَيْنِ] (التحفة ٤٤)

باب: 44۔ دو انگلیوں میں انگوٹھی پہننا ناپسندیدہ ہے

١٧٨٦ـ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُوسٰى قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: نَهَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْقَسِّيِّ وَالْمِيثَرَةِ الْحَمْرَاءِ، وَأَنْ أَلْبَسَ خَاتَمِي فِي هٰذِهِ وَفِي هٰذِهِ، وَأَشَارَ إِلَى السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى.

[1786] سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے منع فرمایا ریشم سے، سرخ زین پوش سے، اور اس سے کہ میں اس میں اور اس میں انگوٹھی پہنوں، اور اشارہ شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف کیا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٧٨٦ـ أخرجه مسلم، اللباس والزينة، باب النهي عن التختم في الوسطى والتي تليها، ح: ٢٠٧٨ بعد، ح: ٢٠٩٥ عن محمد ابن أبي عمر به وعلقه البخاري، اللباس، باب: ٢٨ من حديث عاصم بن كليب به.

وَابْنُ أَبِي مُوسٰى هُوَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسٰى وَاسْمُهُ عَامِرُ بْنُ [عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ].

اور راوی ابن ابی موسیٰ سے مراد ابو بردہ بن ابی موسیٰ ہے اور اس کا نام عامر بن عبداللہ بن قیس ہے۔

فائدہ: بقول امام نووی مسنون طریقہ یہ ہے کہ مرد انگوٹھی چھنگلی میں پہنے۔ (تحفة الأحوذي: 396/5)

(المعجم ٣٥) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَحَبِّ الثِّيَابِ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ٣٥)

باب: 45۔ رسول اللہ ﷺ کو سب سے محبوب کپڑا

١٧٨٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ يَلْبَسُهَا الْحِبَرَةَ.

[1787] سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے محبوب کپڑا جسے آپ پہنتے تھے، دھاری دار تھا۔

[قَالَ أَبُو عِيسٰى:] هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

امام ابوعیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: [حِبَرة] یمنی دھاری دار سوتی کپڑا تھا جس میں مختلف رنگوں کی دھاریاں ہوتی تھیں، اس لیے اس میں میل کچیل جلد نمایاں نہیں ہوتی تھی اور زیادہ زیب و زینت کا حامل بھی نہیں تھا۔

١٧٨٧ ـ أخرجه البخاري، اللباس، باب البرود والحبر والشملة، ح: ٥٨١٣ ومسلم، ح: ٢٠٧٩ من حديث معاذ بن هشام به.